لطائف اشرفی

حصہ اول

ملفوظات

محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

مترجم

پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

نذرانۂ عقیدت

ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

٧٨٦
اظہار تشکر
الحمدللہ
ماشاءاللہ طریقت و معرفت کی مشہور و معروف کتاب لطائف اشرفی (مترجم مکمل 3 جلدیں) ملفوظات تارک سلطنت محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ باجازت پیرو مرشد مخدوم المشائخ الحاج مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی سرکار کلاں، سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص جناب محترم شیخ طریقت الحاج شیخ محمد ہاشم رضا صاحب اشرفی نے فارسی سے اردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرواکر طبع کرایا۔ آپ کے صاحبزادے حاجی شیخ محمد انور ہاشم صاحب اشرفی نے بھی بھرپور تعاون کیا۔
ہم مندرجہ ذیل معاونین علمائے کرام کے مشکور و ممنون ہیں۔ جن کے تعاون سے یہ کتاب
لطائف اشرفی
پاکستان کے اکثر دارالعلوم، لائبریری، یونیورسٹی اور مشائخ عظام تک پہنچائی گئی۔
پیر طریقت جناب سید مقصود احمد صاحب (خطیب و امام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)
(عرس داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر انہوں نے اپنے دست مبارک سے محترم علماو مشائخ، گورنر، وزیر اعلیٰ و دیگر وزراء کو تحفہ میں پیش کیا)
خلیفۂ طریقت سرکار کلاں حضرت علامہ مولانا محمد حسن حقانی صاحب اشرفی
پیر طریقت سید شاہ تراب الحق قادری
حاجی محمد نسیم صاحب اشرفی پیر طریقت (انگلینڈ)
ڈاکٹر سراج الدین اشرفی خلیفۂ طریقت سرکار کلاں
حاجی محمد نظام الدین صاحب اشرفی
حاجی نصر اللہ قادری صاحب اشرفی
آپ سب کا بیحد مشکور و ممنون
خاک پائے سید مختار اشرف سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ
حاجی غلام نبی اشرفی
پروپرائیٹر
گنج بخش انٹرپرائیز ز کراچی۔ پاکستان
www.maktabah.org

منقبت

حضور پر نور غوث العالم محبوب یزدانی سلطان الاولیاء تارک السلطنت سلطان سید اوحد الدین میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از قلم عرفاں رقم حضرت شیخ المشائخ والعرفاء سیدی و مرشدی مولانا الحاج
السید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب اشرفی سجادہ نشیں کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہٗ

نہ مجھ سے چھوٹے گا اُن کا دامن نہ مجھ کو بھولے گا نام اشرف — میں بندۂ بے درم ہوں اُن کا ازل سے ہوں میں غلام اشرف

میں اُن کی مدحت بیاں کروں کیا کہ سارے عالم میں ہے یہ شہرت — مجدّدِ وقت تھا جہاں میں بلند تر تھا مقام اشرف

اُنھیں کی محبوبیت کا نعرہ ملائکہ نے فلک پہ مارا — زمیں پہ یہ شان غوثِ عالم فلک پہ وہ احترام اشرف

جناب کے والدِ معظّم نے خواب دیکھا کہ مصطفےٰ نے — یہ دی بشارت کہ ہم نے رکھا ہے نام اُن کا بنام اشرف

زمیں پہ سوفہ ہے یا فلک پر کچھ اس کی رفعت یہ کہہ رہی ہے — کوئی فلک کا ہے یہ بھی ٹکڑا جہاں بنا ہے مقام اشرف

ہے وحدت آباد جائے خلوت تو کثرت آباد جائے جلوت — کہیں ہے وحدت کہیں ہے کثرت عجب ہے دلکش نظام اشرف

جو روح آباد جاکے دیکھو تو سیر روحی کا لطف آئے — جو بیٹھو دارالاماں میں جاکر تو پاؤ واں فیض عام اشرف

بنے جہانگیر غوث العالم جہان کے اولیا کے افسر — ولی زمانہ کے زیر فرماں مطیع احکام عام اشرف

کسی نے تاریخ عرش اکبر بنائے روضہ کی خوب لکھی — ہماری نظروں سے کوئی دیکھے فلک سے بالا ہے نام اشرف

عدالت صبح و شام دیکھے جو کوئی دربار اشرفی میں — تو بول اُٹھے کہ اللہ اللہ عجیب ہے انتظام اشرف

کہیں پہ جنات جل رہے ہیں کہیں جنائث تڑپ رہے ہیں — کسی کے سر سے ٹلا تھا جادو دکھوں میں کیا فیض عام اشرف

چراغ روضہ سے لے کے کاجل لگادیں آنکھوں میں اپنی اندھے — تو آنکھیں ہو جائیں اُن کی روشن یہ ہے کرامات عام اشرف

یہ چشمہ نیر گرد روضہ یہ آب شفاف و صاف جاری — مریض پیتے ہی ہو ویں اچھے عیاں ہے یہ فیض عام اشرف

ہوا رو کائی کو نیر کے بھی خدا نے بخشی ہے یہ کرامت — کہ ہر مرض کی یہی دوا ہے بنا ہے ہر ایک غلام اشرف

یہ خاک روضہ میں ہے تصرف کہ جس کو لیتے ہی اہل جلبت — مریض اچھے ہوں جس سے لاکھوں عجب ہے یہ فیض عام اشرف

زمین سے تا آسمان جو دیکھا عجیب قدرت کا ہے تماشا — یہاں زمیں پر وہاں فلک پر کھڑے ہوئے ہیں خیام اشرف

اُمید لطف و کرم سے تیرے میں عرض حاجت جو کر رہا ہوں — کرو توجہ ذرا اِدھر بھی کہ لے رہا ہوں میں نام اشرف

گھسے جو گستاخ و بے ادب تمہارے دربار باصفا میں — نکالنا اُس کو جلد حضرت کرے گا بدنام نام اشرف

ادب سے جس نے کہ رخ پھرایا غضب کا منہ پر لگا طمانچہ — جلال و جبروت شہ کا دیکھو عجب ہے عالی مقام اشرف

اگر کسے طالب خدا پر ذرا توجہ ہوئی تو ہر دم — کہے گا مدہوش کر چکا ہے مجھے دو عالم سے جام اشرف

بھلا کوئی اشرفی سے پوچھے کہ شاہ اشرف کی شان کیا ہے
کہے گا وہم و گماں سے میرے بلند ہے احتشام اشرف

www.maktabah.org

آستانہ محبوب یزدانی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی
درگاہ کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) یو۔پی (بھارت)

حب الحکم صدر المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ (سرکار کلاں) کچھوچھہ شریف
سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا خواجہ غریب نواز

الٰہی! تا بود خورشید و ماہی — چراغ چشتیاں را روشنائی

بگرداب بلا افتادہ کشتی — ضعیفان و شکستاں را تو پشتی

بحق خواجہ عثمان ھارونی — مدد کن یا خواجہ معین الدین چشتی

غریبم توئی غریب نواز... یا غریب نواز — روضہ اقدس سلطان الہند قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف

www.maktabah.org
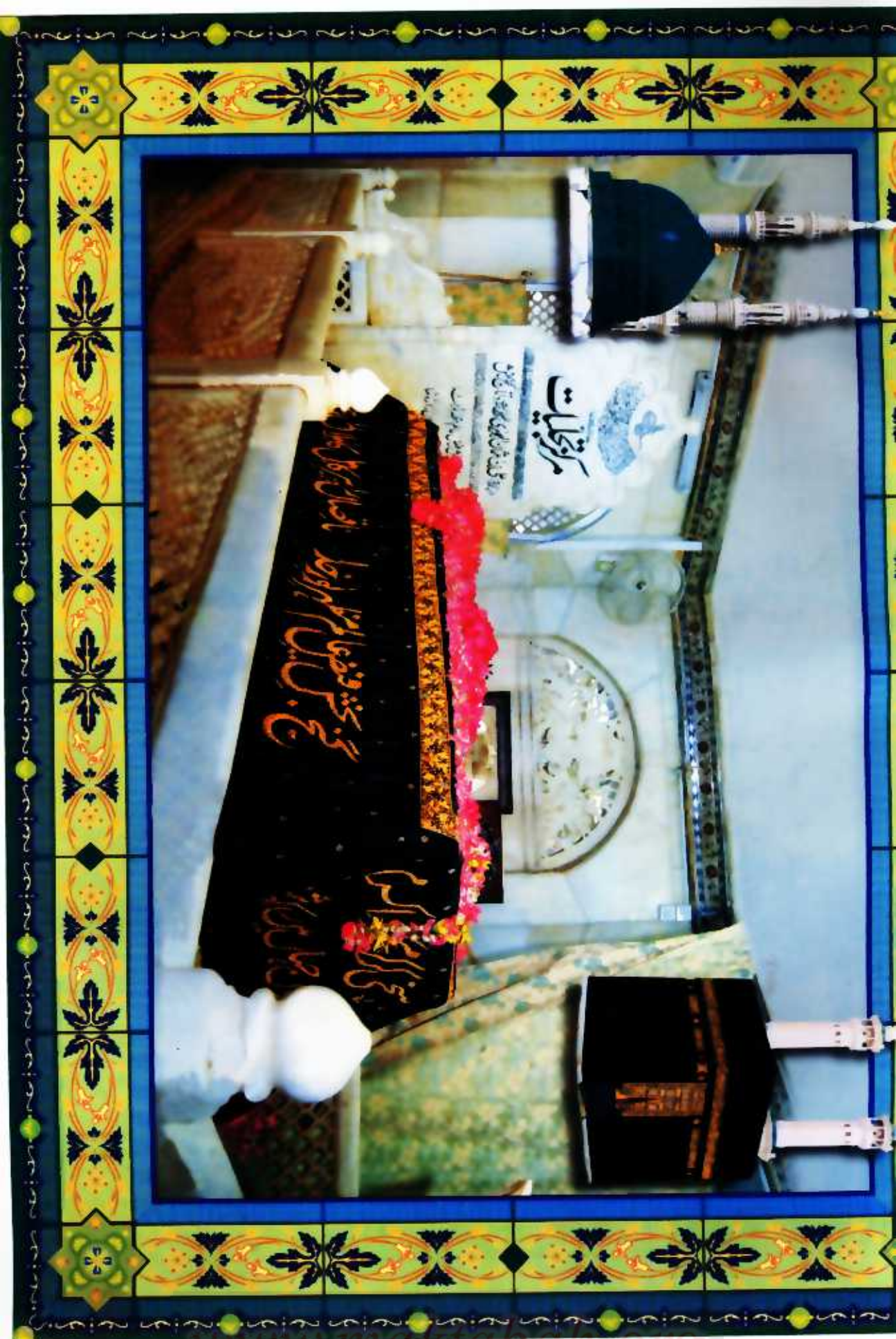
الآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

سُنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصہ اوّل

ملفوظات

امام العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی

مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات

حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت شمس بریلوی

نظرثانی

ڈاکٹر خضر نوشاہی

مدیر و ناشر

نذرِ اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان

خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

www.maktabah.org

لطائفِ اشرفی

حصّہ اوّل

مدیر وناشر نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی

طابع سہیل پریس پاکستان چوک کراچی

کاتب فضل سبحان

باراوّل جون ۱۹۹۹ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت Rs

کتاب ملنے کا پتہ انور ہاشم۔ اشرفی انٹرپرائزز

ڈی ۸-۱۰ بلاک ۵ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی ۷۵۹۵۰ پاکستان

فون:

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں۔

www.maktabah.org
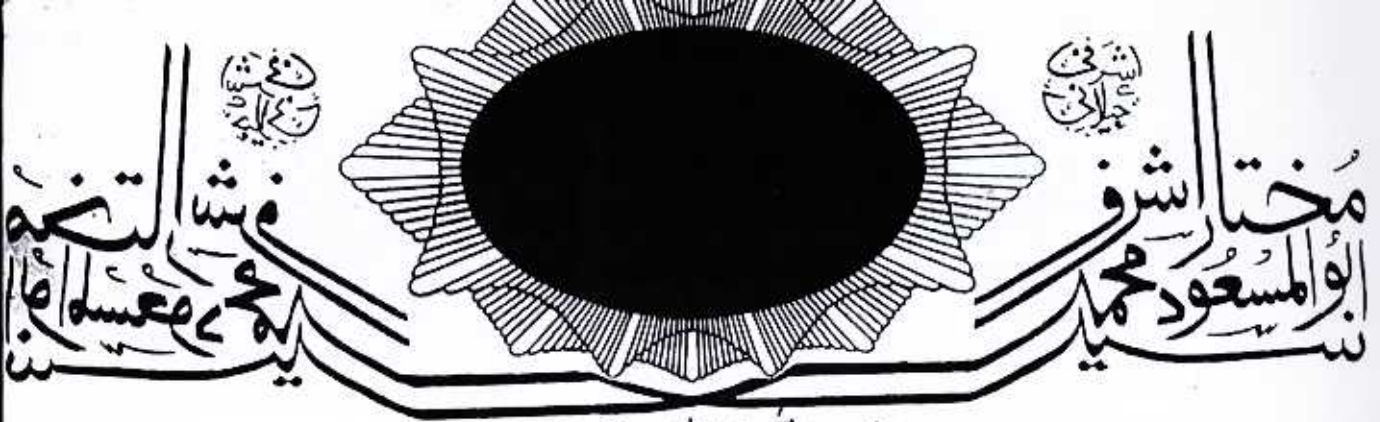
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزانِ سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً
باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل ذوق
انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ میرے مخلص شیخ ہاشم رضا صاحب اشرفی
جن کو آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ
کرالیا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے
جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنموصوف کی خدمات کو
قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ
استفادہ حاصل کریں آنموصوف کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani

SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں

درگاہ کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد (یو۔پی)

JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لطائف اشرفی، تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات وواقعات پر مشتمل ایک مستند وبے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کرکے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند ومحقق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کردیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۂ مسلمین بھی فائدہ حاصل کرسکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور وادراک اور روحانی جذب وکیف پیدا ہو۔

www.maktabah.org

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج نذر اشرف ہاشم رضا صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اسکا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوط محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اوس کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اوس کی اشاعت کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔ جس پر موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔ یقیناً موصوف کا یہ مثالی کارنامہ انکے ایثار و اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکے والہانہ عقیدت اور شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج سید شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ مخدومی مشن کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا ہوئی ہے تو انہوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو اس دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس عظیم کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے (آمین)۔ فقط والسلام

سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی

www.maktabah.org

فہرست

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی	۳۷۷
حکایت بروایت جعفر خلدی	۳۷۸
سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے	۳۸۳
نور مطلق کیسا ہے	۳۸۴
نور حق کا انعکاس	۳۸۷
ذکر انوار جلالی	۳۸۸
رومیوں اور زنگیوں کی جنگ	۳۹۲
لطیفہ (۹): شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری وساری رہے ہیں وفضیلت ذکر جلی بر خفی	۳۹۸
شرائطِ ذکر	۳۹۹
شرطِ اول: مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے۔	//
شرطِ دوم: اس میں دردِ طلب ہو	۴۰۰
شرط سوم: خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو	//
شرط چہارم: ذکر کو مستقل اپنائے اور تمام گناہوں سے باز رہے۔	//
آداب ذکر	//
پہلا ادب: ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے	//
دوسرا ادب: کپڑے پاک پہنے	//
تیسرا ادب: ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک وصاف ہو۔	۴۰۱
چوتھا ادب: قبلہ رو ہو کر بیٹھے	//
طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی	۴۰۲
ذکر کے اطوار و انداز	۴۰۳
تلقین ذکر کی مثال	۴۰۵
شگوفۂ مشاہدہ	۴۰۶
ذکر کے اقسام	۴۰۷
ذکر کلمۂ نفی و اثبات	۴۰۸
کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی	۴۱۱

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
خرقۂ ہزار میخی	۵۱۵
کلاہ	۵۱۶
کلاہ چہار ترکی	//
خرقہ (اقسام)	۵۱۷
خرقۂ ارادت	//
خرقۂ محبت	۵۱۸
خرقۂ تبرک	//
خرقۂ صحبت	//
خرقۂ حقیقی	۵۱۹
لطیفہ (۱۳): حلق و قصر	۵۲۲
لطیفہ (۱۴): مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں۔	۵۲۴
حضرت حسن بصری	۵۲۵
خانوادۂ زیدیاں	۵۲۸
خانوادۂ عیاضیاں	۵۲۹
خانوادۂ ادہمیاں	۵۳۰
خانوادۂ ہبیریاں	۵۳۳
خانوادۂ چشتیاں	//
خانوادۂ جیبیاں	۵۳۵
خانوادۂ طیفوریاں	۵۳۷
خانوادۂ کرخیاں	۵۳۹
خانوادۂ سقطیاں	۵۴۰
خانوادۂ جنیدیاں	۵۴۱
خانوادۂ گازرونیاں	۵۴۲
خانوادۂ فردوسیاں	۵۴۳
خانوادۂ طوسیاں	۵۴۴

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

عناوین	صفحہ نمبر
ج ، ح ، خ ، د	۶۹۳
ر	۶۹۴
ز	۶۹۵
س ، ش ، ع ، ف	۶۹۶
ق ، ک ، گ ، ل	۶۹۷
م	۶۹۸
ن	۶۹۹
و ، ہ	۷۰۱
ی	۷۰۳
لطیفہ (۱۹) : دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق فضلا سے صادر ہوئے۔	۷۰۶
فیض وجود جب پیکر انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔	۷۱۱
پہلی منزل مرتبہ حی	۷۱۱
دوسری منزل : منزلِ علم	//
تیسری منزل ارادت	//
چوتھی منزل قدرت	۷۱۲
پانچویں منزل: منزلِ سمیعی	//
چھٹی منزل بصیری	//
ساتویں منزل: کلامی	//
آٹھویں منزل: عالم ارواح یا عالم ملکوت	//
لطیفہ (۲۰) : سماع واستماع مزامیر	
یہ لطیفہ ایک مقدمہ تین نغمات اور خاتمہ پر مشتمل ہے	۷۲۳
مقدمہ	
نغمۂ اوّل: اباحت سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور ارباب ارشاد کے افعال کی روشنی میں	۷۲۵

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَاجِزٌ عَنْ شُکْرِكَ

پیش لفظ

تمہید اللہ تبارک وتعالیٰ جس کام کی تکمیل چاہتا ہے اس کے لئے پردۂ غیب سے وسائل بھی مہیا فرمادیتا ہے۔ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا بمشئے ایزدی اور رضائے الٰہی سے بظاہر ناممکن کام بھی ممکن ہوجاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں۔

زیرِ نظر کتاب "لطائف اشرفی" کے اردو ترجمہ کی اشاعت وطباعت بھی اس ذات رحیم وکریم کے لطف وکرم کے بغیر ممکن نہ تھی کاتب تقدیر نے اس عظیم اور رفیع کام کی تکمیل کی سعادت اس عاجز کے نام لکھ رکھی تھی۔ الحمد للہ! ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لطائف اشرفی سے اس عاجز کو جو قلبی، روحانی اور فکری ارتباط ہے وہی اس ترجمہ کا اصل محرک ہے لیکن اس ربط وضبط کا پس منظر بیان کئے بغیر بات واضح نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

فیضان اشرف (پس منظر) اس عاجز (شیخ ہاشم رضا اشرفی) نے اپنے خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس عاجز کے نانا صاحب قبلہ شیخ عبدالعزیز اشرفی بیعت ہونے کے ارادے سے مولانا آسی غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر یہ علم ہوا کہ مولانا کا وصال ہوچکا ہے۔ بڑے مایوس ہوئے۔ مضمحل واپس آتے نگر رودیا میں مولانا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مولانا نے فرمایا کہ آپ کا حصہ سلسلۂ اشرفیہ کے معروف بزرگ اعلیٰحضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف خانقاہ حسنیہ کے پاس ہے وہیں قسمت آزمائی کیجئے چنانچہ انہیں اعلیٰحضرت سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی، اس حوالے سے اعلیٰحضرت اشرفی میاں ہمارے دیار میں تشریف فرما ہوتے، اس وقت نہ صرف اس احقر کے تمام افراد خاندان نے بیعت کی سعادت حاصل کی بلکہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بھی حضرت کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل ہوا۔

www.maktabah.org

احقر کی ولادت کا واقعہ

اس احقر کے نانا حضور کی اٹھارہ انیس اولادوں میں سے صرف ایک بیٹی ہی حیات رہیں جو اس احقر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ والدہ کے ہاں بھی جو اولاد ہوتی تھی وہ یا تو مردہ ہی پیدا ہوتی یا پھر پیدا ہوتے ہی مر جاتی تھی۔ نانا حضور نے خدمت شیخ سے انتہائی ادب و احترام اور عجز و انکساری کے ساتھ عرض کی کہ یا حضور! کیا آپ کے اس خادم کی نسل اس ایک بیٹی سے بھی نہیں چلے گی؟ حضور کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اعلیٰحضرت کا ارشاد ہوا: غم نہ کرو، اس بار انشاء اللہ بیٹا ہوگا، اس کا نام "نذرِ اشرف" رکھنا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اعلیٰحضرت نے جس کسی کو بھی اولاد کی دعا دی اس کے ہاں اولاد نرینہ ہی پیدا ہوئی۔

عجیب واقعہ

حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ جب اس عاجز کی ولادت ہوئی تو یہ بھی مردہ حالت میں پیدا ہوا تھا، ولادت ۵ رمضان ۱۳۴۷ھ کو ہوئی۔ اس عاجز کے مردہ پیدا ہونے پر گھر میں کہرام مچ گیا اس موقع پر اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہ اور ان کے پیر و مرشد نے متمثل ہو کر فرمایا کہ روتے کیوں ہو، لڑکا تو زندہ سلامت ہے۔ ادھر اسی وقت دروازے پر کسی فقیر نے صدا دی، نانا مرحوم باہر گئے، دیکھا تو ایک درویش دروازے پر کھڑے تھے جو اجنبی ناآشنا تھے انہوں نے کہا کہ بچے کو میرے پاس لاؤ، جب اس عاجز کو ان درویش کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے مجھے ہاتھ میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں جاتے ہی اس عاجز نے رونا شروع کر دیا یہ رونا سارے گھر کے لئے خوشی کی ایک لہر بن گیا، وہ گھر جو ماتم کدہ بنا ہوا تھا وہاں سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ مبارک سلامت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ کون تھے یہ اللہ کو معلوم ہے۔ اس درویش نے جب اس عاجز کو واپس کیا اور اسے اندر لے جایا گیا تو فوراً ہی لوگوں نے باہر جا کر درویش کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو چکے تھے۔

کچھوچھہ شریف اور بچپن

بچپن میں یہ عاجز مہینوں کچھوچھہ شریف میں رہا کرتا تھا، چنانچہ بچپن ہی سے اس روح پرور اور ایمان افروز ماحول سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس عاجز کی عمر ابھی سات آٹھ سال کی تھی کہ اعلیٰحضرت اشرفی میاں قدس سرہ کا وصال ہو گیا ان کے وصال کے چند سال بعد نانا، نانی اور والدہ محترمہ بھی رحمتِ حق سے جا ملیں، چنانچہ اس کے بعد میرا کچھوچھہ شریف جانے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جوانی کا دور

لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہو کر بچپن کا یہ عقیدت مندانہ رویہ فراموش ہو گیا، نماز، روزہ کی پابندی نہ رہی۔ ۱۹۵۰ء میں ایم کام کر کے ڈھاکہ چلا گیا اور مسلم کمرشل بینک میں ملازمت اختیار کر لی، ۱۹۶۲ء تک سوائے بینکنگ کے اور کوئی کام نہ تھا۔ مذہب سے کوئی تعلق نہ عبادت سے کوئی واسطہ تھا، بس دنیاوی کاموں ہی میں مصروف رہنے لگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب احقر مسلم کمرشل بینک ڈھاکہ کی رمنا برانچ کا منیجر تھا کہ اچانک ایک روز ایک درویش جمعے کی شب کو مجھے

www.maktabah.org

بغدادی شاہ کے مزار پر لے گئے اور وہاں مجھے فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ فاتحہ پڑھنے کے دوران غنودگی طاری ہوگئی اور اسی عالم میں صاحب مزار کی زیارت ہوئی۔ عین اسی وقت درویش نے فرمایا کہ آپ کا کام یہاں سے ہوگیا آپ کا ٹرانسفر چاٹگام ہوگیا۔ ایک مہینہ کے بعد ہیڈ آفس کراچی سے چاٹگام کے لئے ٹرانسفر آرڈر آ گیا۔ اس غیر معمولی واقعہ نے مذہب کی طرف پھر واپس کردیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۲ء کا ہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مختلف طریقوں سے روحانی تربیت ہوتی رہی۔ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملاقاتیں رہیں تا آنکہ ۱۹۶۷ء میں اعلیحضرت اشرفی میاں کے نبیرے اور سجادہ نشین سرکار کلاں مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ نے عالم رویا میں تشریف لا کر بیعت سے سرفراز فرمایا اور پھر ۱۹۷۰ء میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ کرم پہ کرم ہوتے رہے اور اس عاجز کو خوب خوب نوازا گیا۔ کرم کردی الٰہی زندہ باشی۔

لطائف اشرفی کی تلاش یہ عاجز ابتداء میں بیان کرچکا ہے کہ اعلیحضرت اشرفی میاں کی دعا سے ولادت، پھر اشرفی سلسلہ کے بزرگوں سے قلبی و روحانی ارتباط، بچپن میں کچھوچھہ شریف میں حاضریاں، وہاں مہینوں قیام اور بالآخر اسی سلسلۂ طریقت میں بیعت اور پھر خلیفہ مجاز ہونے تک کے تمام مراحل میں نہ جانے کتنی بار لطائف اشرفی کا ذکر سن چکا تھا، گویا یہ نام اس عاجز کے رگ و پے میں سما چکا تھا اور دل میں یہ تمنا مچلتی رہتی تھی کہ کبھی اس گنجینہ علم و عرفان کو دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوجاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

دبئی میں ملازمت ۱۹۷۶ء میں دبئی کے مشہور بزنس گروپ الفطیم اور مسلم کمرشل بینک کراچی کے باہمی اشتراک سے مڈل ایسٹ بینک کا آغاز ہوا جس میں احقر مسلم کمرشل بینک کی طرف سے انتظامیہ میں شامل ہوا اور شروع ہی سے ۱۹۸۱ء کے آخر تک ڈپٹی جنرل منیجر کے فرائض انجام دیتا رہا۔ جنوری ۱۹۸۲ء میں مسلم کمرشل بینک نے کراچی واپس بلا لیا جہاں حکومت پاکستان نے احقر کو اسی بینک کا ممبر بورڈ آف ڈائریکٹرز مقرر کردیا۔ بعد میں اس منصب کو ایگزیکیٹیو ڈائریکٹر کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۰ء میں اسی عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

لطائف اشرفی کا دستیاب ہونا لطائف اشرفی کی تلاش تو ایک عرصے سے تھی۔ ایک بار جب دبئی سے ہندستان گیا تو خوش قسمتی سے گورکھپور میں ہمارے محترم خالو قاضی خلیل الرحمان کی وساطت سے جناب سبز پوش کی لائبریری میں لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے احقر نے ان بزرگوں سے اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی کی اجازت لے لی اور وہ نسخہ اپنے ساتھ دبئی لے گیا۔ وہاں سے فوٹو کاپی کرا کے اصل نسخہ واپس بھیج دیا گیا اور فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ کرلی گئی۔

جب اس کتاب کو پڑھنا چاہا تو اس کی گہری معنویت سے لبریز فارسی زبان کی تفہیم مشکل محسوس ہوئی چونکہ یہ عاجز فارسی سے معمولی واقفیت رکھتا ہے لہٰذا لطائف اشرفی کو پڑھنے اور سمجھنے

www.maktabah.org

سے قاصر رہا، چنانچہ خیال یہ پیدا ہوا کہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ مخلوق خدا اور بالخصوص وابستگانِ عرفان و تصوف کے استفادے اور سہولت کے لئے کیوں نہ اس کا اردو ترجمہ کرلیا جائے۔

ترجمہ کی اولین کوشش لطائف اشرفی کے اردو ترجمہ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار جب اس عاجز نے اپنے احباب سے کیا تو انہوں نے اس کام کے لئے حضرت شمس بریلوی کو موزوں ترین قرار دیا جب حضرت شمس بریلوی سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی اور خوشدلی سے ترجمہ کی حامی بھرلی۔

کسی قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی سے براہ راست ترجمہ کرنا کتنا دشوار کام ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں لیکن حضرت شمس بریلوی نے (جو مستند مترجم کی حیثیت رکھتے تھے) نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کے فریدالدین صاحب کے تعاون سے اس کی کتابت بھی کروائی، کتاب طباعت کے لئے تیار کرکے ہماری مشکل کو بڑی حد تک آسان کردیا۔

ترجمہ کی دوسری کوشش اس دوران احقر کو اپنے پیر و مرشد کی کرم نوازی سے لطائف اشرفی کا فارسی والا مستند مطبوعہ نسخہ بھی مل گیا جو اعلیٰحضرت اشرفی میاں نے نصرت المطابع دہلی سے طبع کروایا تھا اور لطائف اشرفی کے اوّل نو لطائف کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہوگیا جو حکیم سید نذر اشرف صاحب نے کیا تھا، چنانچہ یہ ضروری ہوگیا کہ حضرت شمس بریلوی کے اردو ترجمہ کا مقابلہ مطبوعہ فارسی متن سے بھی کرلیا جائے لیکن قدیم مطبوعہ فارسی متن سے اس ترجمہ کا تقابل بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس وقت حضرت شمس بریلوی اتنے ضعیف اور نحیف ہوچکے تھے کہ وہ اس کام کے متحمل نہ ہوسکے۔ چنانچہ اس علمی و تحقیقی کام کے لئے پھر کسی اہل علم و فضل کی تلاش شروع ہوئی۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری (م ۱۰۶۴ھ) کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان محقق ڈاکٹر خضر نوشاہی جو بزرگان دین سے قلبی و فطری لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور فارسی زبان و ادب ہی نہیں بلکہ تاریخ و تذکرۂ صوفیہ اور تصوف پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اس خدمت کے لئے آمادہ ہوگئے اور انہوں نے نظر ثانی کے دقیق کام کی ذمہ داری قبول کرلی۔

نظر ثانی کے اہم پہلو نظر ثانی کے دوران متعدد تسامحات اور فروگذاشتیں سامنے آئیں، مثلاً کچھ مقامات تو حضرت شمس بریلوی کی ضعف بصارت اور عالم پیری کے باعث صحیح ترجمانی سے تشنہ رہے پھر انہوں نے متعدد اشعار کے ترجمے سے بھی گریز فرمایا تھا، کچھ الفاظ اور فقرے جو خطی نسخہ سے فوٹو کاپی میں آسکے تھے وہ بھی نتیجتاً ترجمہ ہونے سے رہ گئے تھے۔ اختلاف متن اور سہو کتابت سے بھی کچھ اغلاط ترجمہ میں در آئی تھیں۔ ڈاکٹر خضر نوشاہی نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد لطائف اشرفی کے تمام خطی، مطبوعہ اور مترجم نسخوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کا نیا متن تیار کیا جو نذر قارئین ہے۔ اس میں لطائف اشرفی کے سلسلے میں اب تک انجام دیئے گئے تمام علمی و تحقیقی کاموں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

www.maktabah.org

اوران سے استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

حکیم سید نذر اشرف صاحب اعلیحضرت اشرفی میاں کے داماد تھے، سب سے پہلے آپ ہی نے لطائف اشرفی کے اوّلین ۹ لطائف کا ترجمہ کیا تھا جس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی اردو اشعار میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین کے استفادہ کے لئے نظرثانی کرتے وقت ان نو لطیفوں میں اشعار کے نثری ترجمہ کو اس منظوم ترجمے سے تبدیل کر دیا گیا۔

ضمناً یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ لطائف اشرفی کے اوّلین بیس لطیفوں کا ترجمہ ہے جو کتاب کا تقریباً نصف حصہ ہے ہم نے اسے جلد اوّل کا نام دیا ہے۔ بشرط زندگی جلد ہی باقی لطائف کا ترجمہ بھی دوسری جلد کی شکل میں پیش کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

حرف تشکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے فیضان باطن اور چشم کرم کے بغیر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ بیس برس کے طویل عرصے میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف رہنا آسان نہیں تھا تاہم اس طویل عرصے میں تمام مراحل سے با آسانی گزر جانا محض اللہ رب العزت کا کرم اور ہمارے مخدوم کا فیض بے پایاں ہے۔ حضرت مخدوم کے لطف و کرم سے یہ انتہائی مشکل کام اس عاجز کے لئے آسان ہو گیا۔ ہر مشکل کے وقت عنایت مخدومی سے ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا تھا اور ہمت بندھ جاتی تھی۔ آج جب یہ کام مکمل ہو رہا ہے تو دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے میں اس حقیر کاوش کو قبول فرمالے اور اسے مقبول عام بنائے۔

یہ عاجز بطور خاص سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد کے جانشین حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کا سپاس گزار ہے کہ آپ نے ازراہ کرم اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں خصوصی توجہ سے نوازا اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی۔

یہ بندۂ ہیچ مداں حضرت شمس بریلوی مرحوم اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا خاص طور پر ممنون ہے کہ انہوں نے لطائف اشرفی کو اردو میں منتقل کر کے عام قارئین کے لئے اس سے استفادے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ الحمد للہ۔

آخر میں اس کتاب کی تکمیل کے تمام مراحل میں جن احباب کا تعاون ہمیں حاصل رہا ان سب کا شکریہ ادا کرنا بھی اس عاجز پر واجب ہے بالخصوص جناب اقبال شکور اشرفی، جناب جلیس احمد شمسی اشرفی، جناب اے ڈبلیو راہی اشرفی، جناب نصر اللہ قادری اشرفی، جناب سید معین الدین کاظمی اشرفی، جناب محمد نظام الدین اشرفی کے ہم بے حد ممنون ہیں۔

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کچھ بھی حصہ لیا ہے اجر عظیم عطا فرمائے اور روحانیت اشرفیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت اور اپنی عنایات و لطف بے پایاں سے نوازے، اتباع رسول کی توفیق عطا فرمائے، قلوب و اجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی و دنیوی جملہ ضروریات و مہمات کو انجام دے کر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین یارب العالمین۔ والصّلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

حرف آخر یہ عاجز ہیچ مداں، بارگاہ اشرفی کا ادنیٰ خادم شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی تمام قارئین سے طالب دعا ہے، درخواست گزار ہے کہ اس عاجز اور اس کے آبا و اجداد کے لئے دعائے مغفرت فرمائیے نیز یہ دعا بھی فرمائیے کہ حضرت عزت بطفیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بفیض حضرت مخدوم اس ناچیز کو لطائف اشرفی کے بقیہ لطائف کے ترجمے اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے اور یہ علمی کام بھی اس عاجز کی نگرانی میں مکمل ہو جائے اور یہ کہنے کی کہ ”شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم“ سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

خادم الفقرا

ہاشم رضا اشرفی

www.maktabah.org

دیباچہ

کتاب لطائف اشرفی علم وعرفان کا وہ انمول خزینہ ہے جسے کتب صوفیہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے، یہ کتاب تصوف کے طالب علموں کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔ ہزاروں تشنگانِ عرفان اس کتاب سے سیراب ہوتے، اور اس سرچشمۂ فیضان سے فیضیاب ہوتے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اب جبکہ برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان کی جگہ اردو زبان نے لے لی ہے اور فارسی زبان جاننے اور سمجھنے والے قلیل لوگ رہ گئے ہیں تو عوام الناس کے استفادے کے لئے اس خزینۂ علم وعرفان کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ الحمد للہ! آج یہ تاریخی کتاب اردو زبان میں نذرِ قارئین کی جارہی ہے۔

یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مہربانی، رضا، اور فضل کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان اور بالخصوص صاحبِ ملفوظات حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی چشمِ کرم، استمداد اور روحانی تصرفات کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ ہم اس کتاب اور ترجمے کے بارے میں کچھ عرض کریں، یہ ضروری ہے صاحبِ ملفوظات کے احوالِ زندگی سے روشناس ہوں۔ اگرچہ یہ پوری کتاب اس مردِ کامل کی حیات طیبہ اور سیرت وکردار سے ہی متعلق ہے، تاہم بعض اہم اور ضروری معلومات یہاں بھی تبرکاً تحریر کی جاتی ہیں، تاکہ کتاب کے مطالعہ سے قبل صاحبِ ملفوظات کے کچھ احوال قاری کو معلوم ہوں۔

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ اشرفیہ کے بانی وسرخیل حضرت قطب الاقطاب غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی اگرچہ کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم لطائف اشرفی کے قاری کے ذوق بصارت اور اپنے اس مقدمہ کی سعادت کے لئے زیر تحریر سطور کو ہم ان کے ذکر خیر سے مشرف کرتے ہیں۔

حضرت محبوب یزدانی کے والد محترم حضرت سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے جن کا شجرۂ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذریعے حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی خدیجہ تھا، جو معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ یہاں تبرک کے طور پہ حضرت محبوب یزدانی کا مکمل شجرہ نسب تحریر کیا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

شجرۂ نسب:

حضرت مخدوم محبوب یزدانی میر سید مولانا اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نوربخشی سامانی قدس سرہ۔
ابن حضرت مولانا ابو السلاطین سلطان سید ابراہیم شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہٗ
ابن حضرت مولانا سلطان سید عماد الدین شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید ظہیر الدین محمد شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سلطان سید تاج الدین محمد بہلول شاہ نوربخشی سمنانی سامانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا نقیب النقبا سید شمس الدین محمود نوربخشی نبیرۂ سلطان اسمٰعیل شاہ سامانی قدس سرہٗ
ابن حضرت مولانا سید ابو المظفر علی اکبر بلبل قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید محمد مہدی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اکمل الدین مبارز قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید جمال الدین ابو القاسم قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابی عبد اللہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید حسین شریف قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو احمد حمزہ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو علی موسیٰ قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل ثانی قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید ابو الحسن محمد قدس سرہ
ابن حضرت مولانا سید اسماعیل اعرج قدس سرہ
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علی جدہٗ و علیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو جعفر امام محمد باقر علی جدہٗ و علیہ السلام
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد علی بن امام زین العابدین علی جدہ و علیہ السلام۔
ابن حضرت سیدنا و مولانا ابو عبد اللہ امام حسین سید الشہداء علی جدہ و علیہ السلام۔
ابن حضرت سیدنا و مولانا اسد اللہ الغالب امام علی ابن ابی طالب علی نبیہ و علیہ السلام
(صحائف اشرفی ص۵۳ تا ص۵۴)

www.maktabah.org

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کے والدین کو سمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی ایک مجذوب نے دی تھی۔ چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ یا بارہ برس تک کوئی اولاد نہ ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت چوکی پہرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لے آئے ہیں، تاہم آپ کی خدمت بجالائے، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا کرے گا جس کے نقش مقدس سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔

تعلیم و تربیت

جب آپ چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندانی روایات کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔ اس روز دربار شاہی میں جلسۂ شادی و شادمانی منعقد ہوا، تمام شہر اور چار باغ سلطانی میں آئینہ بندی کی گئی، طرح طرح کے عمدہ فرش اور قالین بچھائے گئے اور مسندِ شاہانہ بچھائی گئی، حضرت مولانا عمادالدین تبریزی نے بسم اللہ کرائی اور ابجد پڑھائی۔

آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قرأتوں کے حافظ تھے لیکن تصوف وعرفان سے انہیں قلبی و روحانی ارتباط تھا، یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

تخت و حکومت

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دار فانی سے رحلت کے بعد سترہ (۱۷) سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تخت حکومت پر متمکن ہوئے مگر چونکہ ان کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کر کے سلطنت سے دستبردار ہوگئے۔

جہاد

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا چنانچہ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ ترکِ حکومت سے قبل جب وہ سمنان کے حکمران تھے، کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکستِ فاش دی۔

www.maktabah.org

مسافرت ہندوستان

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ گھڑسوار اور پیادہ فوج کچھ دور تک آپ کے ہمرکاب تھی، لیکن آپ نے انہیں بالآخر واپس لوٹا دیا اور تنہا سفر اختیار کیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر اپنا گھوڑا بھی کسی ضرورت مند کو دے دیا اور پیدل سفر جاری رکھا۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہانگشت سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ: ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالب صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے اور ایک زمانہ کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ جلد پورب ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرم علاؤالدین گنج نبات قدس سرہ آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار۔ خبردار! کہیں راستہ میں زیادہ نہ ٹھہرئیے

جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لے لئے۔

بیعت طریقت

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے تخت و حکومت کو چھوڑا تو یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا۔ آپ کی روحانی تربیت شروع سے ہی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اور بعد ازاں روحانی پاک حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اذکار اویسیہ سے مشرف فرمایا۔ پھر جب حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اُچ شریف سے دہلی اور بہار کا سفر طے کرتے ہوئے مقام جنت آباد پنڈوا شریف پہنچے تو آپ کے مرشد کریم حضرت مخدوم شیخ علاؤالحق والدین گنج نبات مع خلفاء و مریدین آپ کے استقبال کے لئے شہر سے چار کوس باہر تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت محبوب یزدانی کو اپنی پالکی میں سوار کر کے اپنی قیام گاہ تک لے گئے اور فرمایا:

"اے فرزند! جس دن سے تم تارک السلطنت ہو کر گھر سے نکلے ہو، ہر منزل میں تمہارا نگراں تھا، اور مواصلتِ ملاقات ظاہری کی تمنا رکھتا تھا۔ الحمد للہ کہ جدائی مواصلت سے بدل گئی۔"

جب محبوب یزدانی اپنے پیر و مرشد کے درِ دولت پر پہنچے تو چوکھٹ پر سر رکھ کر برجستہ یہ غزل کہی ؎

www.maktabah.org

غزل

ما برجنابِ دولتِ خود سر نہادہ ایم رخت وجود بر سرایں درکشادہ ایم

ظلماتِ راہ گرچہ بریدیم عاقبت تشنہ بر آب چشمۂ حیوان فتادہ ایم

بر شاہراہ فقر نہادیم رخ ولے بر عرصۂ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم

اے بر حریم عرش جناب تو ماز سر پا بر نہادہ ایم چہ برتر نہادہ ایم

سر بر حریم حضرت عالی نہادہ او بر روئے تو کشادہ بر درایستادہ ایم

دارم امید مقصد عالی ز درگہت چو در دیار غربت ازیں بہم زیادہ ایم

اشرف مس وجود خود آورد بہر زر

از دولت حکیم بہ اکسیر دادہ ایم

حضرت علاء الحق والدین گنج نبات نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کر لیا اور اپنے حجرۂ خاص میں لے جا کر ایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار و رموز سے مالا مال کر دیا۔

حضرت محبوب یزدانی کا سلسلۂ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے اس طرح ملتا ہے:

حضرت خواجہ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (م ۸۰۸ھ)

حضرت خواجہ شیخ علاء الحق والدین گنج نبات قدس سرہ (م ۸۰۰ھ)

حضرت خواجہ عثمان اخی سراج الحق آئینۂ ہند (قدس سرہ (م ۷۵۸ھ)

حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ)

مسافرتِ جہان و حج بیت اللہ شریف

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "سیروا فی الارض" کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح و فلاح انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (بھارت) سے ۵۳ میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھوچھہ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہو گئے۔

شاعری

آپ کی طبیعت بے حد موزوں تھی اور شعر و شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ جب آپ سمنان سے

www.maktabah.org

حکومت چھوڑ کر دنیا کی سیاحت کے لئے رخصت ہوتے، اس وقت آپ کا دیوان مرتب ہوچکا تھا الوداع ہوتے وقت ایک غزل آپ کی زبان مبارک پر تھی جس کے دو شعر بطور تبرک یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

ترکِ دنیا گیر تا سلطان شوی — محرم اسرار با جانان شوی

برگذر از خواب و خور مردانہ دار — تا براہ عشق چون مردان شوی

کرامات

(سیرت اشرف ۲۱ؔ)

فرمایا سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کرامت خلاف عادت ہے کہ ظاہر ہوتی ہے اس گروہ سے اوپر موافق ارادہ اور غیر ارادہ کے۔

حضرت محبوب یزدانی کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ شمہ اس سے بیان ہوسکے بر سبیل تیمن و تبرک بعض کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامت ۱ؔ

جب پیر علی بیگ حضرت کی دعا سے ایک مہم کو فتح کر کے واپس آیا تو اس کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص تھا جو سالہا سال سے گھاس لایا کرتا تھا اس نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ آج یوم عرفہ ہے حاجی اپنے کعبہ مقصود کو پہنچے ہوں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس دولت سے سرفراز ہوتا۔

حضرت محبوب یزدانی نے یہ سن کر فرمایا کیا تم حج کرنا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا اگر یہ دولت نصیب ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

حضرت نے فرمایا آؤ۔

وہ شخص آیا۔

حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ۔

بفور اس فرمان کے وہ کعبہ شریف پہنچ گیا اور مناسک حج ادا کی اور تین روز تک کعبہ شریف میں رہا اس کو خیال ہوا کہ کوئی شخص مجھ کو میرے وطن پہنچا دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے حضرت محبوب یزدانی کو وہاں دیکھا، قدموں پہ گر پڑا۔

فرمایا کہ جاؤ۔

سر اٹھایا تو اپنے گھر وطن میں موجود تھا۔ سبحان اللہ کیا تصرف علی الحقیقت ہے۔

کرامت ۲ؔ

حضرت محبوب یزدانی جب احمد آباد گجرات میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے اصحاب ہمراہی تفریحاً سیر کو چلے گئے، ایک باغیچہ میں گذر ہوا اس میں حسین معشوقوں کا مجمع تھا، اس جماعت میں

www.maktabah.org

ایک فقیر نہایت حسین مہ جبین دیکھا گیا، حضرت کے ہمراہی اس فقیر کو دیکھنے لگے۔
ایک شخص نے کہا ذرا بت خانہ کے اندر جا کر دیکھو جو نگارخانۂ چین سے ایک ایک حسین تصویر پتھر کی تراش کر بنائی ہیں۔
سب لوگ بت خانہ میں دیکھنے گئے۔ مولانا گلخنی بھی اس جماعت میں تھے، جب بت خانہ میں گئے ایک عورت کی تصویر حسین مہ جبین پتھر کی تراشی ہوئی نظر آئی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر عاشق ہو گئے۔ بت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اٹھ چل۔
ہر چند یاران صحبت نے نصیحت کی ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔
حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

عاشقی پیداست از زاری دل نیست بیماری چوں بیماری دل

حضرت عشق نے جب اپنا اثر دکھایا، صبر و قرار، ہوش و حواس، شرم و حیا سب سے کنارہ کش کر دیا۔ چند روز بے آب و دانہ اس بت نازنین کا ہاتھ پکڑے ہوئے کھڑے رہے، جب اس حالت پر عرصہ گذر گیا حضرت محبوب یزدانی کے خدمت میں ان کی حالت عرض کی گئی۔
فرمایا میں خود جاؤں گا اور اس کو دیکھوں گا۔ جب تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ چلے، جب آپ کی نظر مبارک مولانا گلخنی پر پڑی عجیب حالت بے خودی میں دیکھا کہ کسی آدمی پر ایسی مصیبت صدمۂ عشق سے نہ ہو۔
مولانا کی یہ حالت دیکھکر حضرت محبوب یزدانی رو پڑے اور فرمایا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس صورت سنگین میں روح سما جاتی اور زندہ ہو جاتی۔
زبان مبارک سے یہ فرمانا تھا کہ اس صورت میں جان آگئی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی، جتنے لوگ اس مجمع میں حاضر تھے سب نے شور سبحان اللہ سبحان اللہ بلند کیا اور کہا کہ مردوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلا دیتے تھے، حضرت کی یہ کرامت اعجاز عیسوی کی مظہر ہے۔
حضرت محبوب یزدانی نے مولانا گلخنی کا نکاح اس بتِ نازنین سے کر دیا اور ولایت گجرات انکے سپرد کر کے وہیں ٹھہرا دیا۔
حضرت مولانا نظام الدین یمنی جامع ملفوظ لطائف اشرفی فرماتے ہیں کہ اس بت سنگین سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اس کے ہاتھ کی چھنگلیاں میں ایک گرہ پتھر کی پیدائشی ہوتی تھی۔ یہ علامت نسلِ مادری بچوں میں ہوتی تھی۔

کرامت ۳

حضرت محبوب یزدانی کے علم اور نشانوں اور ماہی و مراتب کا نزول جامع دمشق میں ہوا اور

www.maktabah.org

حضور صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک بارہ سال کے بچہ کو جس کی صورت نہایت حسین تھی لا کر رونے چلانے لگی، جب حضرت محبوب یزدانی نے دیکھا تو اس کی حیات سے ذرّہ باقی نہ تھا، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کا معجزہ تھا اور مجھ کو ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا۔ عورت چوں کہ بے حد بے قرار تھی عرض کیا، اولیاء اللہ جاں بخشی اور عطائے حیات میں حضرت عیسٰی اور حضرت خضر علیہما السلام کے مظہر ہیں۔

جب اس کی بے چینی حد سے بڑھ گئی اور مایوسی انتہا کو پہونچی تو حضرت محبوب یزدانی نے دریائے مراقبہ میں سر ڈالا اور صحرائے مشاہدہ کی راہ اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور کیفیت وجد کی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ کیوں کہ تیری ماں مرے جاتی ہے اس کا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ گویا اس کی روح جسم سے بالکل علیحدہ تھی ہی نہیں، اس بات کا شہرہ دمشق میں ہو گیا، لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب ہجوم بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ سامان سفر باندھو اور کوچ کرو، یہاں رہنے سے ہماری اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

کرامت ۴

حضرت محبوب یزدانی دار السلطنت روم میں عرصہ تک قیام فرما تھے اور ہمراہیوں کے لئے ایک خانقاہ بنائی تھی اور اس کے پہلو میں ایک خلوت خانہ تیار کر دیا تھا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے ایک دن سلطان ولد کے صاحبزادے نے جو حضرت مولانا رومی کے سجادہ نشین تھے حضرت محبوب یزدانی کی دعوت کی اور بہت سے مشائخ کو اس دعوت میں بلایا۔ شیخ الاسلام نے جو بڑے عالم وفاضل تھے اور کسی قدر حضرت کے بارہ میں نقطہ چینی دل میں رکھتے تھے، دل میں ٹھان لیا تھا کہ جب حضرت سید سمنانی اس مجلس میں تشریف لائیں تو وہ مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں کہ جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔

جب حضرت کے قدم مبارک نے محفل میں جانے کی راہ اختیار کی اور جب تک حضرت دروازہ پر پہنچیں، ناگاہ شیخ الاسلام کی نگاہ میں ایسا نظر آیا کہ ایک صورت حضرت کی شکل میں حضرت کے جسم سے باہر نکلی اور ایک صورت اس صورت سے دوسری پیدا ہوئی۔ اسی طرح مثل حضرت کے سو شکلیں شیخ الاسلام کے نظر میں ظاہر ہوئیں۔

مخدوم زادہ رومی استقبال کے لئے دروازہ پر آئے اور بڑی عزت سے آپ کو لیا اور سب سے بلند جگہ ایک تخت پر آپ کو بٹھلایا۔

شیخ الاسلام کی طرف رخ کرکے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ ان میں سے کس صورت سے تم مسئلہ پوچھتے ہو۔ اس بات کے سنتے ہی ان میں اس قدر ہیبت کا غلبہ ہوا گویا آسمان و زمین ٹکرا گئے۔

www.maktabah.org
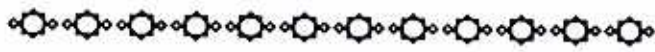
شیخ الاسلام بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ رومی کو اپنا مددگار اور شفیع بنایا اور حضرت کے قدم پر سر ڈال دیا اور عرض کیا کہ عذر خواہ ہوں تقصیر معاف فرمایئے
فرمایا چوں کہ مخدوم رومی کو درمیان میں لائے ہو تو اب نہ ڈرو ورنہ تمہیں بتا دیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی شخص کو اس گروہ کے اور کسی درجہ کے صوفی کو بھی نظر انکار سے نہ دیکھنا۔

کرامت نمبر ۵

حضرت محبوب یزدانی جب سفر جونپور سے بنارس میں تشریف لے گئے اور اپنے خلیفہ خاص مولانا عبداللہ بنارسی کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کا خیمہ ایک بت خانہ کے متصل صحرا میں کھڑا ہوا، جماعت کفار بکمال اخلاص بت پرستی کر رہے تھے، حضرت محبوب یزدانی کو یہ اخلاص پرستش اُن کا ایسا دل پر اثر پذیر ہوا کہ زبان مبارک سے یہ شعر نکلا۔

اگر عکس رخ والفت نبودے در ہمہ اشیاء مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

ایک دن حضرت محبوب یزدانی بنظر سیر و تماشہ معبد کفار میں سمت بت خانہ تشریف لے گئے تمام گروہ کفرہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی درمیان میں تحقیقاتِ مذہبی کا تذکرہ نکل آیا، جس سے اپنے مذہب کی حقیقت کا اظہار ہونے لگا، اور اظہار قوت استدراجیہ کرنے لگے حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ اگر بتِ سنگین ہمارے مذہب اسلام کی تصدیق کریں اور تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو اس صورت میں تم ایمان لے آؤ گے۔ سب نے اقرار کیا۔ حضرت محبوب یزدانی نے ایک بت سنگین کو ہاتھ میں اٹھایا اور فرمایا کہ اگر مذہب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو کہہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اسی وقت بت نے بزبان فصیح پڑھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ایک ہزار ہندو اسی وقت کفر سے بیزار ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت محبوب یزدانی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف

حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تصانیف علم و عرفان کا خزینہ ہیں ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں (بقیہ تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی مرتبہ سید محمد علی حسین اشرفی میاں مطبوعہ ادارہ فیضان اشرف بمبئی ۱۹۸۷ء، جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۶)

۱۔ لطائف اشرفی۔

۲۔ مکتوبات اشرفی

۳۔ بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

www.maktabah.org

مکتوبات اشرفی: حضرت سید عبدالرزاق نورالعین سجادہ نشین ؒ نے ۸۶۹ھ/۱۴۶۵ء میں جمع کی ان مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان میں مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کے سبحان کلیکشن میں موجود ہے (اردو ترجمہ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۲) اور ایک نسخہ پاکستان میں شہدا دپور ضلع سانگھڑ میں مدرسہ صبغۃ الفیض کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کی کتابت قاضی معین الدین نے کی ہے خط نستعلیق ہے۔ ۶۶۴ صفحات ہیں۔ اس نسخے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"میر اشرف سمنانی، او را سید اشرف جہانگیر گویند از کاملان است صاحب کرامت و تصرف. در سیاحت با سید علی ہمدانی رفیق بود"

مکتوبات اشرفی کا ایک نسخہ ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔ (مشترک ج ۳ ص ۱۹۷۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان مکتوبات کی بڑی تعریف کی ہے اور اپنی کتاب اخبارالاخیار میں ایک مکتوب نقل بھی کیا ہے۔ جو مخدوم سمنانی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م ۲۵ رجب ۸۴۹ھ) کے نام لکھا تھا۔ اس میں قاضی شہاب الدین کے ایک استفسار کا جواب ہے جو انہوں نے ایمان فرعون کے متعلق کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو اخبارالاخیار کا اردو ترجمہ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)

بشارت المریدین (رسالہ قبریہ)

یہ رسالہ حضرت محبوب یزدانی نے وصال سے دو دن پہلے اپنی قبر مبارک میں بیٹھکر مریدین و معتقدین کی بشارت کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا ہے جو پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں شائع ہو چکا ہے۔

لطائف اشرفی

یہ فارسی کتاب حضرت محبوب یزدانی کے ملفوظات اور ارشادات و کمالات و فضائل پر مبنی ہے، جسے ان کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی المعروف نظام حاجی غریب یمنی نے مرتب کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی جو کہ ۹۰۰ صفحات پر محیط ہے۔ یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات ہیں کہیں ذکر و فکر کی تفصیلات ہیں، کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانوادوں کی مختصر تاریخ، کہیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، آئمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعراء پر دلچسپ تبصرہ ہے بغرض اسے تصوف کی ایک قاموس کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ اس عہد کی علمی، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہرحال اپنے موضوع کی منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ لطائف اشرفی

کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اگرچہ ماضی میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت کوشش ہوئی ہے لیکن وہ مکمل ترجمہ لطائف اشرفی نہیں ہے۔

مثلاً سب سے پہلے مولانا حکیم سید شاہ نذر اشرف صاحب فاضل کچھوچھوی نے کتاب کا اردو ترجمہ شروع کیا جو صرف نو لطیفوں تک پہنچ پایا۔

میثر احمد کاکوروی نے ۱۹۴۲ء/۱۳۶۲ھ میں اس کا اختصار کے ساتھ اردو ترجمہ کیا جو تین تین سو صفحات کی دو جلدوں میں شائع ہوا۔

زیر نظر ترجمہ لطائف اشرفی اپنی نوعیت کا منفرد اور مکمل ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کی مکمل روداد تو ناشر کتاب کے پیش لفظ میں تحریر ہے تاہم یہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ لطائف اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہندوستان کے شہر گورکھپور میں سبز پوش صاحب کے کتاب خانہ کی زینت ہے۔ اس قلمی نسخے کی فوٹو کاپی سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت شمس بریلوی صاحب نے نہایت محنت سے اس کا رواں اردو ترجمہ کیا تھا لیکن بعد میں جبکہ اس ترجمہ کی کتابت بھی ہو چکی تھی تو راقم (خضر نوشاہی) کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مطبوعہ لطائف اشرفی سے اس اردو ترجمہ کا تقابل اور نظر ثانی کی گئی۔ اس وقت میثر احمد کاکوری کے اردو ترجمہ اور حکیم نذر اشرف صاحب کے نو لطیفوں کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا گیا لیکن اس اردو ترجمہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ پر محترم بزرگ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب مدظلہ کی نظر عمیق نے مسلسل توجہ رکھی اور نہ صرف کتابت اور پروف کی غلط گیری کی بلکہ ترجمہ کے تسامحات اور کمزور پہلوؤں کی بھی وہ نشان دہی فرماتے رہے۔ پھر جا کر کہیں یہ ترجمہ اس شکل میں ڈھلا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل نظر نہ صرف اس اہم علمی، عرفانی اور تاریخی کتاب سے استفادہ کریں گے بلکہ دعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔ اس کتاب میں جو حسن و خوبی ہے وہ حضرت مخدوم محبوب یزدانی کے فیضان کا مظہر ہے اور اگر کوئی خامی یا کمزوری ہے تو وہ اس ناچیز کے کم علمی کے باعث ہے۔

آخر میں ان تمام احباب اور ان تمام لائبریریوں کا شکر گزار ہوں کہ جن کی معاونت سے یہ عظیم کام آج اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اس سلسلے میں محترم حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی مدظلہ کا خاص طور پر ممنون ہوں کہ انہوں نے اس عظیم کتاب پر کام کرنے کی اس فقیر کو سعادت بخشی، اور اس تمام کام میں ایک ایک لفظ پر اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے رہے اور مجھے ذہنی اور فکری طور پر مکمل تعاون سے نوازتے رہے۔ ان کا بھرپور تعاون ہی اس کار خیر کی تکمیل کا باعث بنا۔

www.maktabah.org

بہرحال یہ ایک انسانی کوشش ہے جس میں سہو و خطا کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اہل علم و فن سے التماس ہے کہ ہر سقم و سہو کی اصلاح فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق و علیہ التکلان

ڈاکٹر خضر نوشاہی

ساہن پال شریف۔ ضلع منڈی بہاؤالدین

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

۶ جون ۱۹۹۸ء

www.maktabah.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَ الْعَارِفِيْنَ بِتَشْرِيْفِ الْعِرْفَانِ وَالْاِيْقَانِ وَتَعَرَّفَ الْمُوَحِّدِيْنَ بِاَنْ لَا مَوْجُوْدَ غَيْرُهٗ فِيْ عَالَمِ الْغَيْبِ وَالْاِمْكَانِ وَاَيَّدَهُمْ بِاَشْرَفِ حِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ مِنَ الْبَيَانِ وَشَيَّدَ بَصَائِرَهُمْ بِالتَّجَلِّيَاتِ مِنَ الْكَشْفِ وَالْعِيَانِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى مَنْ وَضَعَ دُرَرَ التَّصَوُّفِ عَلٰى اَطْبَاقِ قُلُوْبِ الْاِنْسَانِ وَلَمَعَ جَوَاهِرُ التَّعَرُّفِ فِيْ اَخْلَاقِ اَهْلِ الْاِحْسَانِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ بِبَذْلِ الْكَسْلَانِ مِنَ الْاَقْرَانِ

حمد و نعت کے بعد احقر الانام امیدوار قبول کنندہ بے نیاز نظام حاجی غریب یمنی ثبتہ اللہ اس کو عمل اور قول و اعتقاد میں صدق و راستی کی راہ پر ثابت قدم رکھے عرض پرداز ہے کہ آغاز جوانی اور شباب زندگانی کے عہد میں جو وقت غرور اور زمانہ شر و در کا ہے اور خواہش نفسانی و خود رائی کا غلبہ وساوس و خیالات شیطانی کا ہجوم ہوتا ہے ناگاہ ہدایت ازلی اور عنایت لم یزلی کے رہبر نے، بموجب آیہ کریمہ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[1] بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت کے حصول کا شوق، اصحاب خانقاہ کی معرفت اور ارباب انتباہ کی ملازمت کی طلب کا داعیہ اور دریافتِ ادب کی خواہش اس فقیر و حقیر کے دل میں پیدا فرما دی اور جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج[2] — تحقیق کہ جب بادشاہ کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل اور خوار کر دیتے ہیں۔

جب سلطانِ محبت حقیقی اور جہانیان دوستی تحقیقی میرے سریر دل پر متمکن ہوا تو تمام باطل آرزوؤں اور ذلیل و زبوں امیدوں کو میرے صحیفۂ دل اور میرے خطۂ آب و گل سے مٹا دیا، اور ملہم غیبی اور فیاض اسرار لاریبی اس ضعیف و نحیف

---

[1] پ ۳ آل عمران ۷۳ [2] پ ۱۹ النمل ۳۴

www.maktabah.org
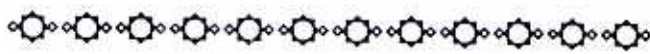
کے دل پر اپنے قلم ارشاد سے اعتقاد کے حروف لکھتی رہی اور جذبہ کی نسیم روضۂ قدس سے چلتی رہی۔ یہاں تک کہ اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس بلند درجہ پر رسائی حاصل ہوئی جو تمام پاکیزہ بندوں کا منتہائے مقصود اور اولیائے کرام کی غایت آرزو ہے اور کسی کامل مکمل کے تصرفات کی سپردگی میں دیئے بغیر اور ایسے عالم عامل کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے

مظہر حق و مظہر تحقیق	مظہر حق ہے مظہر تحقیق
بر خلائق دلش رحیم و شفیق	خلق پر اس کا دل رحیم و شفیق
ہر کہ با او نشست شاہی شد	پاس بیٹھا جو اُس کے شاہ ہوا
وانکہ آمد بدست ماہی شد	رکھ دیا ہاتھ جس پہ ماہ ہوا

چنانچہ اس نور ازلی کی رہنمائی میں جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ [عہ] (اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اس کی رہنمائی فرماتا ہے جس کی رہنمائی وہ چاہتا ہے) بتاریخ ۲۵ھ یمن کے بزرگ آباد میں سے اس بقعۂ مبارکہ (اللہ تعالےٰ اس کو زمانہ کی تمام آفات سے محفوظ رکھے) اور آستانِ عالی میں میں نے اپنا سرِ ارادت خم کیا جہاں سیاحِ صحرائے طریقت، شناور دریائے حقیقت، غواصِ بحرِ حقائق الٰہی، خواص سلطان، کبھی ختم نہ ہونے والی باریکیوں پر کامل اختیار رکھنے والی خاص ذات ہے جو اربابِ شہود و عرفان کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جن کی جانب اصحابِ ذوق و وجدان رجوع کرتے ہیں جو مسندِ فتوت و جواں مردی کے صدر نشین ہیں اور صدر بارگاہ ہیں، کرامت و ولایت کے اُس اُمت کے پیشوا ہیں جس کے بارے میں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ [عہ] فرمایا گیا (تم وہ بہترین اُمت ہو جو لائی گئی ہے) یعنی اُمتِ مسلمہ کے مقتدا، تمام لوگوں کو پناہ گاہ، بیمار دلوں کی شفا، صفاتِ ربانی کے مظہر الطاف سبحانی کے ورود و نزول کی جگہ، محققین کی آنکھوں کی پتلی، انبیاء و مرسلین کے علوم کے وارث، میرے سردار، میرا سہارا اور میری تکیہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا وسیلہ، عرش سے نازل ہونے والی برکات کی منزل (اللہ تعالیٰ اس کی ذات کو ہمیشہ بزرگ مرتبت (عرش مجید) اور ستودہ جائے قرار بنائے رکھے) نیک اور پاکیزہ قطبوں کے قطب اوتاد کے پیشوا، محرابِ انوار کی شمع، اسرار کے خزانوں کی کلید، قطع تعلقات کے چمنستان کے سیمرغ، عقائق کی فضا میں پرواز کرنے والے شہباز، علوم و شرف کے سمندروں کے دُرِ شاہوار (مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے خدا کو پہچانا) خود شناسی اور خدا شناسی کے خزانے کے نگہبان جس کی ذات وہ ذات ہے کہ بلبلان ارواح نے قفس ہائے اجسام میں اس کے گلِ جمال کو دیکھ کر ترنم سرائی کی اور جس کے کمال کی شعاعوں سے کائنات کی عمارت کا صحن جگمگا اُٹھا اور وہ کہ اس کے مانند دریائے وجود کی سیپ میں سے اس

عہ پ۱۸ سورۂ نور ۳۵ عہ پ۴ سورہ آل عمران ۱۱۰

www.maktabah.org

جیسا کوئی موتی اعیانِ ثابتہ کی کان سے نکال کر عالمِ شہود کے طباقوں میں نہیں سجایا گیا۔

قطعہ

آنکہ ز اشرف زمان در جہان	ہیں جو اشرفِ زمان سے خلق ہیں
مطلعِ انوار قدم اشرف است	مطلع نور قدم اشرف ہیں وہ
ذات شریفش کہ بتعریف خویش	ذاتِ والا کی کروں تعریف کیا
از ہمہ عرفائے زمن اعرف است	ہر ولی معروف ہے اعرف ہیں وہ

یعنی مخلوق کے پیشوا، شیخ اسلام، اوضاع شریعت کے نگہباں، انواع طریقت کے جامع، جلالِ الٰہی کے خیموں میں قیام فرمانے والے "جمالِ الٰہی کی تجلیات کی منزل"

مثنوی

در ولایت بمسند شاہی	ہے ولایت کی مسند شاہی
برنشستہ ز روئے آگاہی	اُن سے روشن زروئے آگاہی
نہ ز روئے خسے دلش رنجہ	نہ کسی خس سے دل کو کھٹکا ہے
نہ ز قولِ کسے قوی پنجہ	نہ کسی قول کا بھروسا ہے
کیف حالش بصبر ایوبی	کیف حال اُن کا صبر میں ایوب
سخت راشست زشت را خوبی	سخت کو نرم زشت کو ہیں خوب
نہ کسے راگرفت بر کارش	نہ ہے کاموں میں اُن کی جائے سخن
نہ شکن در فنون گفتارش	نہ ہے باتوں میں اُن کی کوئی شکن
گشت یار از کتاب و از سنت	حسب قرآن و از رہِ سنت
طالبان را بسعیٔ بے منت	طالبوں کے ہیں یار بے منت
وقتش آں بر سر زبان راند	ہر گھڑی ہے زبان پر جاری
کہ خدا خواہد و خدا داند	حکم خالق مشیتِ باری
بر تو ہر مشکلے کہ گیرد عقد	تجھ پہ مشکل پڑے جو لاینحل
کندش بر تو کشف در دمِ نقد	کشف سے دم میں اُسکو کردیں حل
روح بر عرش و جسم در زندان	روح عرشی ہے جسم ہے زندان
چہرہ او کشادہ لب خندان	چہرہ ان کا شگفتہ لب خنداں
شہرہ در شہرہا بپاک روی	شہرہ خلق اُن کی پاک روی
بازوئے او بشرع و عقل قوی	بازو ان کے ہیں عقل و دین سے قوی

www.maktabah.org

تارکِ مملکت و جہانبانی
صاحبِ شوکت و خدا دانی
در سلوک از مراتب ادنیٰ
قاب قوسین یافت او ادنیٰ
کرد آفاق پُر ز لمعۂ نور
حاضر و غائبش ز نور حضور
در ضمیرش کہ ذات مشہود است
ہر چہ معدوم بود موجود است
از کمال متابع نبویؐ
مظہر واردات مصطفویؐ
در خیالش کہ کعبۂ علیاست
ہمہ را سر بآستانِ صفاست

تارکِ ملک ہیں جہانبان ہیں
صاحبِ جاہ ہیں خدا دان ہیں
درجہ اُن کا سلوک میں ادنیٰ
قاب قوسین بلکہ او ادنیٰ
سارے عالم کو کردیا پُر نور
دونوں حاضر ہیں غیب ہو کہ حضور
آپ کا دل ہے جلوۂ مشہود
ہے جو معدوم اُسمیں ہے موجود
مظہر فیض طاعتِ نبوی
مصدر وارادتِ مصطفویؐ
سِر عالم کو صورت کعبہ
آپ کا در ہے آستانِ صفا

اور یہ تمام خوبیاں اور کمالات رکھنے والی ذات یعنی سیدنا ومولانا، ہمارے دلوں کی شفا اور صحت اور ہمارے دلوں کا درمان کرنے والے، اولیائے عظام کے پیشوا اور کثیر التعداد صاحبان صفا کے مقتدا حضرت قدوۃ الکبرا امیر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ تمام خواستگاروں اور ہدایت کے طلب گاروں کو ان کی ذاتِ شریفہ اور صفات پسندیدہ سے قیامت تک متمتع فرمائے) کے آستانۂ عالیہ پر میں نے جبین نیاز رکھی اور ایک طویل عرصہ یعنی تقریباً تیس سال تک اس مضبوط راستہ اور صراطِ مستقیم پر ان کی حضوری میں گامزن رہا اور آپ کے آستانۂ ارادت کا اعتکاف کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا اور آپ کی بارگاہِ عنایت کے زمرۂ ملازمین میں شامل اور آپ کے سگانِ درگاہ کا ہم کاسہ بنا رہا اور اس خدمت سعادت سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کرتا رہا چونکہ سلسلے کا سلوک اور تربیت وتصفیہ کا طریقہ وجہ خاص پر مقرر تھا اس لئے اس کے بعد بقدر قابلیت واستعداد کے بہت جلد معارف تازہ وعوارف بے اندازہ حاصل کرلیا اور ولایت وعنایت کے آثار وانوار بے حد وبے حساب دیکھ لیا حالت یہ تھی کہ آپ کے آفتاب ہدایت کی تاثیر صحبت سے دل کو ارتباط اور سینہ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اور باطن میں جذبات الٰہی کے آثار مشاہدہ کرتا تھا جسقدر دل میں جذب الٰہی تھا اس کے موافق صوری ومعنوی تعلقات سے علیحدہ رہتا تھا آپ کی جبین پرانوار کا نظارہ ہر وقت مدارج قرب میں ترقی کا باعث ہوتا تھا اور ہر وقت معارج حضو

www.maktabah.org

کو عبور کرتا تھا ؎

مثنوی

درخشان گوھر از بحرِ الٰہی
برآمد از لبِ دریائے شاہی

درافشاں گوھر بحر الٰہی
ہوا پیدا لبِ دریائے شاہی

زنور او گرفتہ ذرہ خورشید
زملکش زندگی از بہرِ جمشید

ہے اس کے نور کا اک ذرہ خورشید
اسی کے ملک سے زندہ ہے جمشید

سراسر عالم از نورِ ولایت
منور کرد از لطف و عنایت

زمانے میں جو روشن ہے ولایت
یہ اس کا فضل ہے اس کی عنایت

چہ گویم وصف از کشف و کرامات
کہ آمد حل مشکل در مقامات

کرامت کی کروں اُسکی صفت کیا
جو ہو مشکل کشا ہر وقت دہر جا

ہمہ راہ اکابر را چو صعلوک
باقدام تعشق کردہ مسلوک

بڑوں کی راہ کو درویش صورت
کیا طے آپ نے با جوشِ الفت

حقائق را بسے اظہار کردہ
دقائق ہم مرا ایشار کردہ

حقائق کا کیا اظہار یکسر
دقائق کو کیا ایشار مجھ پر

عوارف از معارف ہرچہ بودہ
ہمہ اصحاب را ظاہر نمودہ

علومِ معرفت جس قدر پائے
تمام اصحاب کو شہ نے سکھائے

چو او دیگر بحجلہ درکشیدہ
عروسِ معنوی را رد ندیدہ

سوا اُن کے گیا جو سوئے حجلہ
عروسِ معنوی کا منہ نہ دیکھا

درخشان گوہر از دریائے توحید
درافشان جوہر از خضرائے تفرید

درخشاں گوہر دریائے توحید
درافشاں جوہر خضرائے تفرید

دُر لالائے دریائے حقائق
خورِ والائے خضرائے دقائق

حقائق بحر وہ تابندہ گوہر
دقائق دھر وہ مہرِ منور

وجودش نقطۂ پرکار مقصود
نمودش زبدۂ اسرار معبود

سراپا نقطۂ پرکار مقصود
سراسر زبدۂ اسرار معبود

نمایان در مقید نور مطلق
چو در آئینہ صافی وجہ الحق

جہانِ قید میں وہ نور مطلق
ہو جیسے رُخ سے آئینے میں رونق

www.maktabah.org

مدام از مشرب عرفان کشیدہ
کلام از مذہب وجدان شنیدہ
دریدہ پردۂ زنگار گون را
بدیدہ روئے بیچون و چگون را
رحیق از ساغر اسرار خوردہ
سبق از مردم ابرار بردہ
گرفت از پرتوِ نور الٰہی
ز نورش کشف از مہ تا بماہی
بر فرعونیانی سامری سحر
ید بیضا نمودہ اندرین دہر
بعلم و کشف مفرق رائے کامل
چو نور صبح بین حق و باطل
درین دکان خوش ضراب طناز
باسم اشرفی زد سکۂ راز
کہ آن سکہ روان است از کرامت
دریں بازار تا یوم قیامت
ہمہ اصحاب را بہ زین شنگرفی
چہ می باید کہ می خوانند اشرفی

شراب مشرب عرفاں سے مخمور
کلام مذہب وجداں سے مسرور
الٹ کر پردۂ زنگار اس نے
کیا محبوب کا دیدار اس نے
ہیں مست ایسے مئے اسرار سے وہ
کہ سبقت لے گئے ابرار سے وہ
حصول کشف ہے نور خدا سے
زمانے کو فقط اُس کی ضیا سے
شریر دل کے لئے سحر اُن کا جلوا
زمانے کو دکھایا دستِ بیضا
ممیز علم و کشف اُس کی نظر سے
جدا جیسے حق و باطل سحر سے
عجب دکان ہیں ضراب آیا
بنام اشرفی سکہ چلایا
رواں وہ سکۂ کشف و کرامت
ہے بازار جہاں میں تا قیامت
خوشا اصحاب کی یہ پاک ظرفی
کہ کہتے اشرفی کو ہیں اشرفی

اس زمانے میں جبکہ مجھے یہ دولتِ عظیم حاصل تھی ملہم غیب نے میرے دل میں یہ القا فرمایا کہ میں حضور کے بعض الفاظ متبرکہ اور معارف وطریقت کے چند وظائف غریبہ کو بطریق کوائف احوال اور کرامات عجیبہ اور ان معارف کو جو زمانہ کے مشائخ حضرات اور اکابر زمانہ سے میں نے حضر و سفر میں حاصل کیے ہیں معرض بیان میں لاؤں اور ان کرامات و خوارق کا بھی ذکر کروں جو بعض بد عقیدہ لوگوں، گمراہوں اور اس زمانہ کے حاسدوں کے رُوبرو حضور والا سے صادر ہوچکے ہیں خصوصیت کے ساتھ ان واقعات اور ان حقائق کا اظہار کروں جو حضرت شیخ حاجی چراغ اور حضرت قدوۃ الکبرا کے مابین پیش آئے اس لیے اور بھی کہ ان واقعات کو تحریر کرنے کے لیے حضرت والا ہی نے اشارہ فرمایا تھا۔ (واقعات شیخ حاجی چراغ کے تحریر کرنے کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا)

اگرچہ حضرت کے خوارق و عادات جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ بے شمار اور بے تعداد خوارق میں سے صرف

www.maktabah.org

چنانچہ میں کہ تمام خوارق کا شمار و بیان نا ممکن ہے ان میں سے جو ضبط تحریر میں آ سکتے تھے اور فکر را تھے قید کتابت میں لایا (تحریر کیا) اور حضرت مخدومی کی خدمت میں پیش کیے اور سمع ہمایوں تک ان کو پہنچایا بلکہ بعض مقامات پر تو حضرت کے بعینہٖ الفاظ اور اقوال صریحہ کو بیان کیا ہے بعض ان واقعات کو جو حضرت کے وصال کے زمانہ میں پیش آئے اور وہ تقاریر و کلمات قدسیہ جو کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے خلافت و سجادہ نشینی حضرت قدوۂ ابرار زبدۂ اخیار منظر انظار شگرفی مظہر اسرار اشرفی جامع مکارم اخلاق، مہبط انوار مشیخت علی الاطلاق حضرت سید عبدالرزاق کی سجادہ نشینی اور عطائے مقام اور دوسرے خلفا کو عطائے خلافت کے وقت ارشاد فرمائے، مجھے اس کے لکھنے کی مجال نہ ہوئی (میں ان کو بلفظہٖ ضبط تحریر میں نہیں لاسکا) ہاں مخدوم زادہ (سید عبدالرزاق) کی سیرتِ مبارکہ، خصائلِ پسندیدہ، صدور مقامات طریقت اور ان خوارق عادات کو جو صاحب سجادہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے میں نے اِن لطائف شریفہ (لطائف اشرفی) کے ذیل میں بیان کیے ہیں تاکہ طالبانِ صادق اور مخلصانِ وائق کے مشام ہائے جان تک اس ریاضِ ولایت کی پاکیزہ خوشبوئیں اور حدائق عنایت کے نفحات پہنچ سکیں۔ اس طرح ان لوگوں کو یہی محسوس ہوگا کہ وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی مجلس میں حاضر ہیں۔

بموجب عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) اور اولیاء اللہ کا ذکر فیض الٰہی کے حصول کا واسطہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل لامتناہی کے وصول کی اصل ہے۔ لہٰذا میں نے اس بزرگوار دین حضرت قدوۃ الکبرا کے اقوال، معاملات و حکایات کو تحریر کرکے مریدوں اور معتقدوں کے دلوں کو خوش کیا ہے اور طالبان طریقت کی انشراح خاطر کا باعث ہوا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی اولاد، احفاد و خلفا ر بلاد میں ہزاروں برس جناب موصوف کا چرچا یاد رہے گا اور جس وقت میری کتاب مطالع کریں گے طالبین کے طلب کو پورا نفع پہنچے گا۔ یقین کی ترقی اور خوش اعتقادی کی استعداد ان کو نصیب ہوگی۔ جب یہ باتیں حاصل ہوں گی تو مجھ بے چارہ و سرگرداں کو دعائے خیر دیں گے یہ بھی ممکن ہے کہ ان کلماتِ طیبات کے برکات سے ناچیز کو وہ دن نصیب ہو کہ خودی کے ظلمت کدہ سے نجات پا دے۔ دھوالوصول الی لقاء اللہ والاستھلاک فی شھود جلالہ وجمالہ (اور وہ لقاء الٰہی تک وصول اور مشاہدۂ جلال و جمال میں مٹ جانا ہے) چونکہ یہ عجیب و غریب مجموعہ بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے معارف و کواشف کا جامع اور مقالات اشرفی و حکایات شگرفی کا حامل ہے اپنی اس کتاب کا نام لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی رکھا بالنبی والہ الامجاد رب یسر وتمم بالخیر، شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ اور درمیان میں ساٹھ لطیفے ہیں جن کی فہرست اگلے صفحات پر آرہی ہے۔

www.maktabah.org

حصۂ اوّل

مقدمہ۔ علم اور کتب صوفیہ کے دیکھنے اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط و آداب۔

لطیفہ ۱ توحید اور اس کے مراتب

〃 ۲ ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

〃 ۳ معرفت عارف و متعرف و جاہل۔

〃 ۴ صوفی و متصوف و ملامتے و فقیر انکی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں۔

〃 ۵ معجزہ و کرامت اور استدراج میں فرق اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ۔

〃 ۶ شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب (جو چالیس اکابر کے مقرر کردہ آداب کا مجموعہ ہے اور مسئلہ توحید اور اسکا مطلب)

〃 ۷ اصطلاحاتِ تصوف

〃 ۸ حقیقتِ معرفت راہ سلوک و سلسلۂ تربیت و وجہ خاص و حجب ظلمانی و نورانی و انواع تجلیات و تلبیس ابلیس

〃 ۹ شرائط تلقین، اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری و ساری رہے ہیں فضیلت ذکر جلی بر خفی۔

〃 ۱۰ تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

〃 ۱۱ مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنان و یقین۔

〃 ۱۲ صوف و خرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید و مراد کے شرائط اور مقراض و طاقیہ کا تذکرہ

〃 ۱۳ حلق و قصر۔

〃 ۱۴ مشائخ کے خانوادوں کی ابتدا جو اصل میں چودہ ہیں۔

〃 ۱۵ سلسلہ حضرت قدوۃ الکبرا اور سلسلہ حضرت نور العین اور سلف و خلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفا اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

فہرست حصّہ دوئم جو ہنوز زیر طبع ہے

www.maktabah.org

www.maktabah.org

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی ارواح کو پاک فرمائے اوران سب سے راضی ہو اور میں خداوند تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ اس امرِ عظیم میں وہ مجھے محفوظ فرمائے لغزش سے اور میری مساعی کو مشکور فرمائے اس راہ تحقیق میں اس سے مدد کا طالب ہوں اور وہی محافظ ہے۔ حضرات صوفیہ کے بلند اخلاق سے مجھے امید ہے اوراس طائفہ علیہ کے مراحم واشفاق سے امیدوار ہوں اور حقائق کے اس گلزار کی سیر کرنے والوں اور طرائق معرفت کے باغ سے ثمر اندوزی کرنے والے حضرات سے ملتمس ہوں کہ اگر درِ دریائے توحید وخورشید آسمان تفرید یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے ریاض معارف دکواشف سے نسیم مشکبار وشمیم خوشگوار اٹھ کر احباب واصحاب کے دماغ کو معطر کرے اوراس کی برکت سے

www.maktabah.org

اُن کے قلوب زمانے کے ترددات و تعلقات سے پریشان نہ ہوں تو وہ اس تصنیف وتالیف کے پیش کرنے والے کو دُعائے خیر وثنائے کامل سے فراموش نہ کریں۔ اگر کہیں قدم کی بے جا جنبش اور قلم کی لغزش معلوم ہو تو اصلاح کی زحمت فرمائیں اور کمالِ حسن خلق سے یستمعون القول فیتبعون احسنہ (سنتے ہیں بات کو تو اتباع کرتے ہیں بہتر کا) کی پیروی کو ملحوظ رکھیں **شعر**

جزاء اللہ خیرا من تامل کتابی	حق اُسکو اجر خیر دے دیکھے جو یہ کتاب
وقابل ما فیھا من السھو بالعفو	آئے نظر جو سہو تو دے عفو سے جواب

مناسب یہ ہے کہ ہر سخن اور ہر بیان کے لئے صحیح محل اور عمدہ تاویل پیش کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تعریض واعتراض کے فرش پر جلوس نہ فرمائیں۔ اس ضعیف ونحیف قلیل البضاعت وغیر مستطیع کو تیرِ ملامت کا نشانہ نہ بنائیں اور اس کی جان پر رسوائی و بدنامی کا خدنگ نہ چلائیں۔

اللّٰھم وفقنا لاختتام المقصود وارزقنا لاتمام الموعود بالنبی وآلہ المودود۔

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

مقدمہ

علم اور کتبِ صوفیہ کے دیکھنے اور کلماتِ مشائخ کے سننے کے فوائد اور اس کے شرائط وآداب

قال الاشرف:

العلم بیضاء زهراء وسائر الفنون ذراتها

(حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر اور پیشے اس کے ذرّے ہیں)

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ طالب حقیقت کے لئے ان علوم کثیرہ میں کون سا علم حاصل کرنا اہم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توحید جان لینے اور ایمان کے پہچان لینے کے بعد اول اول جس چیز کا جاننا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت وطریقت کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر درویش پر فرض ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ادبوا ثم افقهوا ثم اعتزلوا واعملوا۔

پہلے ادب سیکھو پھر علم دین حاصل کرو بعد ازاں عزلت گزینی اختیار کرو اور جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جس زمانے میں شیخ الاسلام شیخ احمد جام زندہ پیل چشتیہ حضرات کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے دوسری طرف سے حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ اپنے بہت سے مریدوں کے ساتھ اسی مقصد سے اس طرف روانہ ہوئے راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان دونوں حضرات میں کسی بات پر قدرے اختلاف پیدا ہوا ان کی کدورت دور ہونے کے بعد شیخ الاسلام نے خواجہ مودود چشتی قدس سرہ سے فرمایا کہ تم سب احباب کو چھوڑ کر صرف دو خدمت گاروں کو روک لو اور تین دن بعد مجھے ملو۔ حسب ارشاد خواجہ مودود چشتی شیخ الاسلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی کیا اب میرے لئے کیا حکم ہے تاکہ میں

www.maktabah.org

ویسا کروں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سجادہ کو طاق پر رکھو اور جاؤ علم حاصل کرو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کمہار کے گدھوں کی طرح قابل تعریف و تحسین نہیں ہوتا کہا کہ میں نے قبول کیا کچھ اور فرمائیے تاکہ اس پر بھی عمل کروں، فرمایا کہ جب تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ اپنے خاندان کو زندہ اور روشن کرو کہ تمہارے باپ دادے بہت بزرگ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی نے کہا کہ جب آپ مجھ کو خاندان کے زندہ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو برکت کے لئے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیجئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سامنے آؤ، یہ سنتے ہی قریب شیخ الاسلام کے سامنے آگئے۔ شیخ الاسلام نے ہاتھ پکڑا اور اپنے مسند کے کنارے بٹھالیا اور تین بار فرمایا بشرط علم یعنی یہ تمہاری خاطر ہے کہ مسند پر تم کو بٹھالیتا ہوں، اس مسند پر بیٹھنے کا حق اس وقت پیدا ہوگا جب تم علم حاصل کرلوگے اسکے بعد وہ تین روز شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے۔ اس مدت میں ہزاروں فائدے حاصل کئے اور بے شمار نوازشیں دیکھیں تین روز کے بعد واپس آئے اور چند دنوں کے بعد بغرض تحصیل علم بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ چار برس تک اپنی طاقت اور مقدور بھر اس بارے میں کوشش کی اور اس کمال کو پہنچے کہ ان شہروں میں جابجا آپ سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کی تفصیل سے کتاب دراز ہو جاتی ہے اس کے بعد چشت تشریف لائے مرید و معتقد کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عالم کو چاہیئے کہ بے پوچھے بات نہ کہے جو شخص قبل پوچھنے کے علمی باتیں شروع کر دیتا ہے اس کے کلام کی روشنی کا دو تہائی حصہ زائل ہو جاتا ہے سوال کے بعد جواب ایسا ہے جیسے سلام کا جواب ؎

بیت

تا ندہندت مستان گر وفاست	جب تک نہ دے نہ لے جو متاع وفا بھی ہو
تات نپرسند مخوان گر دعاست	جب تک نہ پوچھے کچھ نہ کہے گر دعا بھی ہو

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علمائے دنیا و علمائے آخرت میں کیا فرق ہے ؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ادنیٰ فرق ایسا ہے جیسے کھری کھوٹی چاندی میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عالم باللہ کی فضیلت عالم بالاحکام پر ایسی ہے جیسے دیکھنے کی سننے پر اور یہ ظاہر ہے کہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ بھٹکا ہوا عالم ایسا ہے جیسے کشتی کہ جب ڈوب جاتی ہے اس کے ساتھ ایک خلق کی خلق ڈوب جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم بے عمل مثل کمان بے چلہ کے ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے، کیونکہ جب تک علم کے آئینے میں عمل کی قلعی نہ ہوگی احوال و مقامات کا چہرہ نظر نہ آئے گا اور لطائف قلبی کی لطافت نہ بڑھے گی۔ علم کا طالب جانتا ہے کہ تنہا علم اس کے نجات کا سبب ہوگا۔ مواخذۂ آخرت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے علم کا حاصل کرلینا کافی ہے علم کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ اعتقاد نہایت خراب اور

www.maktabah.org
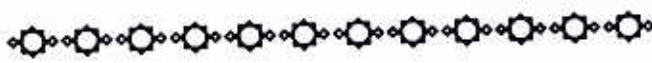
فلسفیوں کا مذہب ہے۔ سبحان اللہ عجیب طالب علم ہے کہ علم تو حاصل کرتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ جب علم حاصل کر لیا اور اس پر عمل نہ کیا تو مواخذہ اور گرفت کی حجت زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ کیا اس کو خبر نہیں کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من لم ینفعہ اللہ بعلمہ۔ — قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا۔

مشائخ عظام کے ارشادات میں ہے کہ کسی بزرگ نے شیخ جنید قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے ابوالقاسم آپ کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا

طاحت العبارات وفنیت الارشادات ما نفعنا الا رکعات رکعناها فی جوف اللیل۔ — یعنی عبارتیں مٹ گئیں ارشادات بے کار ہو گئے اور کسی چیز نے ہم کو نفع نہیں دیا سوائے ان چند رکعتوں کے جو آدھی رات کو ادا کی تھیں۔

اے فرزند اعمال اور احوال سے تہی دست نہ ہو اور اس بات پر یقین کر کہ صرف علم تیری دست گیری نہیں کر سکتا اس کا اندازہ تجھے اس مثال سے بخوبی ہو جائے گا کہ اگر کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہے اور دس اعلیٰ تلواریں اس کے پیٹ سے بندھی ہیں اور دوسرے آلات حرب بھی اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے ساتھ وہ تیر انداز اور جنگی اور لڑنے والا بھی ہے ناگاہ کوئی شیر اس پر حملہ کر دے اور وہ ان ہتھیاروں سے کام نہ لے تو کیا وہ شیر کے خطرہ اور گزند کو ٹال سکتا ہے؟ (محض اسلحہ پاس رکھنے سے شیر نہیں بھاگے گا جب تک ان سے کام نہ لیا جائے) اسی طرح اگر کوئی شخص کئی لاکھ مسئلے پڑھ لے اور اس کو یاد بھی ہوں لیکن عمل نہ کرے تو اس سے کیا فائدہ اور کیا حاصل!! آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اس کی بیماری کا سبب حرارت اور صفرا ہو اور جانتا ہو کہ اس کا علاج آشِ جو اور سکنجبین ہے اور وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے تو کیا محض دواؤں کے جاننے سے علاج ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کبھی بھی اس کا محض دواؤں کے جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا۔

بیت

گر می دہ ہزار رطل خود پیمائی — ہزاروں بار کرو تم جو بادہ پیمائی
تا می نخوری نباشدت شیدائی — اگر پیا نہیں تم نے نہ ہوگے شیدائی

اگر لاکھ برس تک علم حاصل کرتے رہو اور ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالو لیکن اس پر عمل نہ کرو تو تم کس طرح خداوند تعالیٰ کی رحمت کے سزاوار بن سکتے ہو۔

حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک زاہد کے پاس چار سو صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے موجود تھے اور وہ شب و روز مباحثہ اور مذاکرہ میں مصروف رہتا تھا لیکن عمل میں بالکل کورا تھا جب وہ مر گیا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، مرنے کے بعد سے اب تک

www.maktabah.org

میں چاہ ویل (جہنم کا ایک مقام ہے) میں پڑا ہوں ؎

چو عالم ندارد باعمال میل	جو عالم عمل سے نہیں رکھتا میل
بود جائے او در تگ چاہ ویل	تو اس کی جگہ ہے تہ چاہ ویل

حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پر کوئی قرآنی دلیل بھی ہے کہ عالم بے عمل کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا بہت سے مقامات پر اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، سنو! ارشاد ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی [1] — آدمی کے لئے نہیں مگر جو اس نے کمایا۔

ہاں تمہیں اے فرزند یہ معلوم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دوسری آیات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا [2] — تو جو اپنے رب کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں (ہرگز) کسی کو شریک نہ کرے۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [3] — بدلہ اس کا جو وہ (نیک) کام کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا [4] — بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے فردوس کے باغوں کی مہمانی ہے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا [5] — اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے۔

اس سلسلہ میں احادیث شریفہ بھی موجود ہیں یہ سُن کر حضرت کبیر نے عرض کیا کہ کیا بندہ اپنے عمل سے بہشت میں جائے گا یا فضلِ خداوندی سے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی؟ حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ اے فرزند! میں یہ کہتا ہوں کہ فضل و رحمتِ حق تعالےٰ سے اس کو بہشت میں جگہ ملے گی لیکن جب تک وہ خود کو طاعت و عبادت سے رحمت کے قابل اور رحمت کا سزاوار نہیں بنائے گا اس پر رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ [6] — بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے

پس جب تک رحمت اس کے شاملِ حال نہیں ہوگی وہ جنت میں کیونکر جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صرف ایمان ہی سے بہشت مل سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں بہشت تک پہنچ جائے گا لیکن خدا تک کب پہنچ سکتا ہے

---

[1] پ ۲۷ النجم ۳۹ [2] پ ۱۶ الکہف ۱۱۰ [3] پ ۲۱ السجدہ ۱۷ [4] پ ۱۶ الکہف ۱۰۷
[5] پ ۱۸ الفرقان ۷۱ [6] پ ۸ الاعراف ۵۶

www.maktabah.org

بہت سی گھاٹیاں سامنے ہیں تاکہ اس تک پہنچ سکے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بندہ کے لئے بغیر عبادت کے چارۂ کار نہیں، بندہ کو بندگی بجالانا چاہیئے اور کریم کو کرم سزاوار ہے۔ اور اس کو بندگی میں ایسا مستغرق ہونا چاہیئے کہ اس کی جزا کا خیال بھی اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ بلکہ محض خداوند تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں یہ بندگی ہونا چاہیئے (نہ کہ امید ثواب وجزا پر) اگر وہ اس بندگی میں قبولیت کے آثار نہ بھی پائے جب بھی اس سے نہ رُکے۔

حکایت اسرائیلی عابد حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد نے اپنے بہت سے ماہ وسال عبادت میں بسر کئے تھے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ اس عابد کا خلوص ملائکہ کو مشاہدہ کرایا جائے۔ ایک فرشتہ اس عابد کے پاس بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ اس عابد سے کہنا کہ یہ مجاہدہ اور ریاضت جو تو کر رہا ہے ہماری بارگاہ کے لائق نہیں ہے ؎

یکی ہاتف انداخت درگوش پیر — کہا ہاتف غیب نے پیر سے
کہ بیحاصلی رو سر خویش گیر — کہ ناکام جا اپنی تو راہ لے
دریں در دعائی تو مقبول نیست — دعا تیری مقبول اس جا نہیں
بخواری بر و یا بزاری بایست — رہو خوار یا جاؤ اندوہگین

فرشتہ نے یہ پیغام اس عابد کو پہنچا دیا۔ عابد نے جواب دیا کہ مجھے تو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے میرا کام صرف بندگی ہے۔ خداوندی سے مجھے کیا کام ہے کہ خداوندی تو صرف میرا مالک جانتا ہے۔ وہ فرشتہ یہ جواب سُن کر بارگاہ ایزدی میں واپس آیا اور عرض کیا کہ الٰہی! تو تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے تو ہی سمجھ سکتا ہے کہ عابد نے کیا کہا ہے۔ بارگاہ عزت سے اس کو جواب ملا وہ بندگی نہیں چھوڑتا تو ہم بھی اپنے کرم کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (ہمارا کرم اس کے شامل حال رہے گا)

اشھدوا یا ملٰئکتی انی قد غفرتُ لهٗ — اے میرے ملائکہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخشدیا

؎

قبولست گرچہ ہنر نیستش — ہے قبول تو گرچہ ہے ناسزا
کہ جز ما پناہی دگر نیستش — کہ کوئی نہیں تیرا میرے سوا

تراب کا واقعہ طالب علم کی اعانت کے بارے میں بات چلی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ تراب نامی ایک کافر تھا ایک دن ایک طالب علم مدرسہ کے چبوترے پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ تراب نے جھپٹ کر وہ قلم اٹھایا اور اس طالب علم کو دے دیا۔ کل قیامت میں اس اعانت کے بقدر تراب کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ دوسرے کافر یہ دیکھ کر آرزو کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

www.maktabah.org

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا — اے کاش کہ میں تراب ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی زندگی ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تب بھی اس کو چاہیئے کہ علم فقہ کے حصول میں مشغول رہے (علم فقہ سیکھے) کہ ایک دینی مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت نفل ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اپنے اعضاء کا عمدہ عبادتوں سے آراستہ کرنا اور باطن کا پسندیدہ خوبیوں سے سنوارنا فیض الٰہی کا موجب اور لامتناہی الطاف کے ورود کا باعث ہے۔ اس بات کو تم ایک مثال سے سمجھو! اگر تم سے کوئی مخبر یہ کہے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تم سے ملنے آئے گا تو تم آئندہ ہفتہ کسی کام میں مشغول نہیں ہوگے بجز اس کے کہ جس چیز کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سلطان کو پسند آئے گی اور اس کی نظر اس پر پڑے گی اس کو پاکیزہ اور صاف کر کے سجا کر رکھو گے۔ تمام جگہ کو، اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھو گے۔ (یعنی بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھر کو خوب آراستہ پیراستہ کر دو گے) اب ذرا خود سمجھ لو کہ میرا یہ اشارہ کس طرف ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم یہ کرو یا وہ کرو بس اس قدر اشارہ کافی ہے۔

بیت

آنکہ او اہل مہارت آمدہ	وہ عقلمند کہ جو صاحب مہارت ہے،
بہر او ایما بشارت آمدہ	اشارہ اس کے لئے کافی و بشارت ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم — اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

شیخ اصیل الدین سفید باز نے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ثلثہ میں سے ایک ہیں مقالات اولیا اور کلمات مشائخ کے سننے کے فوائد کے سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صالحین کا ذکر اور عارفین کا تذکرہ ایک نور ہے جو ہدایت طلب کرنے والوں کے دلوں میں پرتوفگن ہوتا ہے۔ میں ان اوراق اور اس انتخاب میں اس بحر زخارف و دریائے عوارف یعنی حضرت قدوۃ الکبرا کے اذواق و معارف اور مواجید و احوال اور سیر مقامات و حالات و کرامات اور بعض صوفیاء کرام اور اس فرقۂ عالیہ کے ذکر و سیر اور ان کی کرامات کا کچھ تذکرہ کروں گا تاکہ وہ حضرات جو عقیدہ کامل رکھتے ہیں وہ اس سے نفع اندوز ہوں اور ان لوگوں کے مکر و فریب سے جو اس پاکیزہ گروہ کی کرامات اور مقامات صوفیہ کی نفی کرتے ہیں اور ان بزرگوں کے الہامات و استقامت کا ابطال کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اعاذنا اللہ

www.maktabah.org
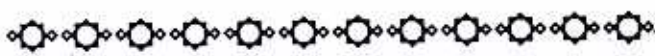
تعالیٰ وایاکم عن مکائدھم (اللہ تعالیٰ ان کے مکر سے ہمیں پناہ دے)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے منقول ہے کہ: حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللہ تعالیٰ تعین القلوب (مشائخ کی حکایتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لشکر ہے جو دلوں کی اعانت فرماتا ہے)

حضرت شیخ کبیر سرور پوری نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور کامل و مکمل خلیفہ ہیں اور اس کتاب میں جہاں کہیں بھی لفظ حضرت کبیر تحریر ہوگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات بابرکات ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ مشائخ وصوفیہ کے کلماتِ مقدسہ کے استماع پر اور ان حضرات کے مقاماتِ پسندیدہ سے آگاہی کے حصول کے لیے قرآن پاک سے بھی کوئی دلیل ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہاں! حق سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج [1]	اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے (مبارک) دل کو ٹھہرائیں۔

یعنی ہم آپ کے سامنے پیغمبروں کے واقعات اور اخبار مرسلان بیان کرتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ کے قلب کو ثبات میسر ہو اور قوت میں اضافہ بھی ہو اور اگر آپ کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو آپ جان لیں کہ سابقہ پیغمبروں کو بھی اس طرح کے رنج پہنچے تھے اور انہوں نے ان پر صبر کیا تھا۔

اسی طرح مشائخ اور نیک لوگوں کے واقعات اور حکایات سننے سے مریدوں کے دلوں کی تربیت ہوتی ہے اور بلاو امتحان کے موقع پر اُن کی مثالوں میں ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ ہاں! اس کے لیے جواں مردوں کا عزم درکار ہے۔ چاہیئے کہ ان بزرگوں کی سیرت اختیار کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ کسی نے شیخ ابو علی دقاق سے دریافت کیا کہ بزرگوں کی حکایت اور مردان معرفت کی باتوں کے سننے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ جبکہ ہم ان کی طرح کام نہیں کر سکتے (ان جیسا مجاہدہ ہم سے نہیں ہو سکتا) تو انہوں نے فرمایا ہاں! فائدہ ہے! ایک یہ کہ اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت بن جائے گا اور اگر کوئی نامرد ہے تو مرد بن جائے گا۔ اس سلسلۂ سخن میں آپ نے فرمایا کہ فردوسی طوسی نے اسی موقع کے لیے یہ کہا ہے۔

بیت

ہر آنکس کہ شہ نامہ خوانی کند	اگر کوئی شہ نامہ خوانی کرے
اگر زن بود پہلوانی کند	جو عورت بھی ہو پہلوانی کرے

---

[1] پ ۱۲ ھود ۱۲۰

www.maktabah.org

اس جگہ نامہ سے مراد صحائف ومعارف وحقائق صوفیہ ہیں کہ حقیقت میں یہی حضرات شاہان عرصۂ ولایت اور شہر ہدایت کے ملوک ہیں۔ اگر کوئی مرد ہے نوشیرمرد ہو جائے گا اگر کوئی سیر مرد ہے تو فرد بن جائے گا اور اگر فرد ہے تو عین درد بن جائے گا۔ فرمایا مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے ہوجاؤ نیکوں کے ساتھ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے چہروں کو عارفین کے آئینہ قلب میں دیکھو مخفی نہ ہے کہ عارفوں کے آئینہ سے مراد ان کی معرفتوں کی حالتیں ہیں کہ اپنے حال کے چہرہ اور اپنے اعمال کے سایہ کو طالبان صادق اور سالکان واثق اس طائفہ کے واقعات ومقامات کے اسی آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ اگر غرور و پندار کا تنکا ان کے احوال کی داڑھی میں ہوتا ہے تو جھاڑ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے اقوال وافعال ان مقدسوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ غرور کو اپنے اعمال سے نکال دیتے ہیں اور اپنی کمزوری ان بزرگوں کے مقابلہ میں محسوس کرتے ہیں اور غرور و مکاری اور خودپسندی سے پرہیز کرتے ہیں جیسا کہ بعض بزرگ عارفوں نے فرمایا ہے کہ اپنے حالات کا خلق کے حالات سے موازنہ نہ کرو بلکہ صدیقین کے حالات سے موازنہ کرو تاکہ تم کو اُن کی فضیلت اور اپنی ناداری معلوم ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اسی سلسلہ میں مقام شیخ الاسلام سے نقل فرمایا کہ بزرگان زمانہ اور مشہور یادگاران سلف سے وصیت کی کہ ہر بزرگ کی کوئی بات یاد کرلو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کا نام یاد رکھو کہ اس سے نفع پاؤ گے۔ اس کی بہترین نشانی یہ ہے کہ مشائخ کی باتوں کو سنو اور تم کو اچھا معلوم ہو اور دل سے اس طرف مائل ہو اور انکار نہ کرو جب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی اپنا دوست دکھلائے اور تم کو پسند نہ پڑے اور کمتر معلوم ہو تو ہر بدتر گناہ سے یہ بدتر ہے، کیونکہ یہ محرومی و حجاب کی دلیل ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ حِرْمَانِ ھٰذَا الْعِرْفَانِ (پناہ میں رکھے ہم کو اللہ تعالیٰ اس عرفان کی محرومی سے) بالفرض نگاہ میں غلطی ہوگئی اور وہ ذات وہ نہ ہو جس کے سبب تم نے قبول کیا تو تم کو نقصان نہ ہوگا کہ تمہاری نیت اس سے ٹھیک تھی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلطان ولد حضرت مولوی معنوی سے نقل کرتے تھے کہ حضرت مولوی سفر آخرت کے وقت اپنے ساتھیوں سے جو اس کوچ سے رنجیدہ تھے فرماتے تھے کہ میں یہ جسم نہیں ہوں جو عاشقوں کے نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ میں وہ ذوق اور جوش ہوں جو مریدوں کے دل میرے کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ جب وہ وقت پاؤ اور اس مزہ کو چکھو تو غنیمت جانو اور شکر گزار ہو کہ میں وہی ذوق اور جوش ہوں سے

مگو زنہار کین دم قال باشد	کبھی اسکو کہو مت قال ہوگا
کہ دردی سربسر احوال باشد	کہ اس میں بس سراپا حال ہوگا
سخنہائی مشائخ آب حیوانست	ہے آب زندگی پیروں کی ہربات
چہ بیند آنکہ درظلمات حیرانست	اسے کیا سمجھے گا حیران ظلمات

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ اور دوستان خدا کی باتیں اور ان کی دوستی تم کو انہیں دوستان میں

www.maktabah.org

داخل کر دیتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دوستی دونوں قرابتوں یعنی رشتہ نسبی و تعلق محبت سے ایک قرابت ہے اور کہا ہے کہ کوئی یگانگت دوستی سے زیادہ یگانگت نہیں ہے اور کوئی بیگانگی عداوت سے بڑھکر بیگانگی نہیں ہے ؎

القوم اخوان وصدق بینہم نسب	قوم بھائی ہیں اور دوستی ان میں نسب
من المودۃ لم یعدل بہ سبب	دوستی کے مثل کوئی بھی نہیں رشتہ سبب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک قوم دوسری قوم کو دوست رکھتی ہے لیکن انکے اعمال نہیں اختیار کرتی فرمایا المرء مع من احب انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو گروہ صوفیہ کے کمال معارف اور ان کے احوال کا علم ہے تو وہ خوش بختی ہے۔ اور جس شخص کو یہ باتیں حاصل نہیں ہوئیں (قابلیت ازلی اور اہلیت دائمی سے نصیب نہیں ہوئی) کہ یہ دولت تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ)[1] اگر کسی شخص کو اس گلزار معارت کی ذراسی خوشبو اور اس لالہ زار کی نسیم حاصل ہوگئی ہے تو یہ بھی سعادت کی علامت ہے اگر کوئی شخص اپنی محرومی اور حرماں نصیبی کے باعث ان دونوں فرقوں میں کسی سے بھی نہیں ہے (اس کا تعلق نہ گروہ اول سے ہے اور نہ گروہ ثانی سے) تب بھی اس کو چاہیئے کہ ان دوستان خدا کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کرے اس لیے کہ اس پاک گروہ کے ساتھ اختلاط اور ہم نشینی ہی انبساط کا باعث اور اجر جزیل کا موجب ہے۔

ذکر بشارت محبان اولیاء اللہ | حضرت سید الطائفہ ابوبکر عطوفی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس گروہ کے اقوال پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس گروہ سے عقیدت وارادت رکھتا ہے اس سے کہو کہ میرے حق میں ضرور دعا کرے۔

حضرت خواجہ منصور (حلاج) کہتے ہیں کہ

جو شخص ہماری ان باتوں (معارف تصوف) پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی چاشنی اس نے چکھی ہے اس کو میرا سلام پہنچانا۔

حضرت شیخ عمو قدس سرہ شیخ شروانی قدس اللہ سرہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہارے پیروں میں طاقت ہے تو خراسان جاکر اس شخص کی زیارت کرو جو ہم کو دوست رکھتا ہے اور میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو ہم کو دوست رکھتے ہیں نیکی کرنا۔

---

[1] پ ۲۷ الحدید ۲۱

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اولیائے اللہ کو دوست رکھنے والا اور حضرات اصفیا کا ہوا خواہ (محبت کرنے والا) اسی گروہ میں سے ایک فرد ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شیخ ابوجعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اپنی ارادت اور عقیدت کے ابتدائی زمانہ میں جب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم صدر مقام پر تشریف فرما ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ آپ کے گرد بیٹھے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر فرمائی آسمان کا دروازہ کھلا اور ایک فرشتہ سونے کا طشت اور چاندی کی چھاگل (آفتابہ) لے کر اترا اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا آپ نے دست مبارک دھوئے اور اس کے بعد پھر ہر ایک نے ہاتھ دھوئے لیکن جب میرے سامنے وہ طشت اور آفتابہ رکھا گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ اس کے سامنے سے اُٹھالو یہ اس گروہ صوفیہ میں سے نہیں ہے۔ طشت بردار نے طشت اُٹھا لیا اور واپس چلا گیا اس وقت میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن آپ کو بخوبی علم ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر طشت واپس آگیا اور میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسّم فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہم کو دوست رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ رہو۔ شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میرا اُٹھنا بیٹھنا صوفیہ کرام کے ساتھ تھا۔ (لیکن کسی کا مرید نہیں تھا)

شیخ ابراہیم ادھم قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک فہرست (طومار) ہاتھ میں لیے کچھ لکھ رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا لکھ رہے ہو۔ فرشتے نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم نے میرا نام بھی اس فہرست (طومار) میں لکھا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان میں سے تو نہیں ہوں مگر میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یعنی اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں یہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ فہرست دوبارہ لکھو اور اس شخص کا نام اس فہرست میں سب سے پہلے لکھو جو میرے دوستوں کا دوست ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزِ قیامت بندہ اپنے اعمال (حسنہ) کی کمی کے سبب سے مایوس اور ناامید ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو فلاں جگہ کے فلاں دانش مند کو یا فلاں عارف کو پہچانتا ہے تو اُس وقت وہ کہے گا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں تو بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جا تجھ کو بھی اس شخص کی شناخت و معرفت کے باعث بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اس گفتگو کے ضمن میں فرمایا کہ سلطان العارفین حضرت (بایزید بسطامی

www.maktabah.org

رضی اللہ عنہ) کا ایک دوست سفر میں ان کے ساتھ تھا یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے اس ساتھی کو خبر پہنچائی کہ تمہارا فلاں دوست مر گیا ہے۔ وہ شخص اس کی عاقبت کا غم کرنے لگا اور اس کے انجام کے بارے میں متاسف ہونے لگا۔ حضرت سلطان العارفین اس کے تاسف اور افسوس سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مرنے والے دوست نے مجھ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، سلطان العارفین نے فرمایا اس نے میرا نام سنا تھا؟ اُس نے کہا جی ہاں! جب میں آپ کی خدمت اور صحبت شریف سے فارغ ہو کر اس شخص کے گھر جاتا تھا اور جناب والا کے اوصاف حمیدہ اور سوانح پاکیزہ اس شخص کو سنایا کرتا تھا وہ ان کو سن کر خوش ہوتا تھا اور بڑے اعتقاد سے سنتا تھا۔ سلطان العارفین نے فرمایا بس اس قدر کافی ہے (اس کی انشاء اللہ بخشش ہو جائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں لشکر غیب اور عالم لاریب سے الہام کرنے والوں نے اس فقیر اشرف کو بھی بتایا ہے اور پکار کر مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو کوئی تجھے اخلاص سے دیکھتا ہے اور پر خلوص دل کے ساتھ اس نے تیری صحبت اختیار کی ہے اس کو بخش دیا جائے گا مجلس والا اور محفل بلند مکان کے حاضرین یعنی حضرت کبیر و شیخ عارف، حضرت شیخ معروف، حضرت قاضی رفیع الدین، حضرت شیخ شمس الدین اودھی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور بہت سے دوسرے حضرات اس مژدۂ جانفزا اور بشارت دلکشا کو سن کر بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر ان کی زبان سے نکلا ؎

چہ شکر آنکہ مرا مژدۂ امان آمد	خدا کا شکر بشارت امان کی آئی ہے
نوید فتح و بشارت ازاں جہان آمد	نوید فتح مجھے اس جہان سے آئی ہے

الحمد للہ علی ھذہ النعمۃ التی نفتہ والموعدۃ الرفیعۃ بار بار کہنے لگے اور شکر الٰہی بجا لانے لگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جبکہ صرف شناخت ہی سے نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ اور نجات کا سبب بن جاتی ہے تو دوستوں کی محبت اور طالبان حق سے پیوستگی اور دوستی اور ان کی سیرت اختیار کرنا اور ان حضرات کی پیروی کس قدر اولیٰ تر اور افضل تر ہوگی (اس کا اجر کس قدر عظیم ہوگا)۔ شیخ ابو العباس عطا سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر دوستی خدا کی نہیں کر سکتے تو اس کے دوستوں سے دوستی کر کہ دوستوں کی دوستی بھی اسی کی دوستی ہے

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جس طرح گروہ صوفیہ کے اقوال کی تکرار اور اس گروہ کے فضائل کا اقرار موجب اجر ہے کیا اسی طرح ان کے اقوال کا انکار قہر عظیم اور زجر الیم (سخت عذاب) کا موجب ہوگا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اور تقریباً ایک حکایت حضرت مولانا روم سے نقل کی کہ حضرت حسام الدین چلپی نے جو حضرت مولانا روم قدس سرہ کے خلیفہ (اور ان کے پوتے بھی تھے) جب اپنے دوستوں اور اپنے حلقہ کے دوسرے اصحاب کی توجہ الٰہی نامہ (تصنیف حکیم سنائی) اور منطق الطیر

www.maktabah.org

(تالیف خواجہ فریدالدین عطار، جیسی منظوم کتابوں کی طرف زیادہ دیکھی د دیکھ
کی طرف بہت راغب ہیں) توانہوں نے حضرت مولوی معنوی کی خدمت میں گزارش کی کہ غزلیات کی کتاب تو بہت ہو چکی ہے اگر اب بجائے غزلیات کے الٰہی نامہ اور منطق الطیر کے طرز پر کوئی کتاب منظوم تیار ہو جائے جو دوستوں کے لیے یادگار ہو تو بہت ہی خوب ہو، حضرت مولانا روم نے یہ سنتے ہی اپنی دستار مقدس سے ایک کاغذ نکالکر شیخ حسام الدین چلپی کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کاغذ پر اٹھارہ ابتدائی اشعار مثنوی کے لکھے اس جگہ سے کہ

بشنو از نی چون حکایت میکند — وز جدائی ہا شکایت میکند

اس جگہ تک کہ حال پختہ در نیاید ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مولانا روم نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تمہارے دل میں یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو عالم غیب سے میرے دل میں القا کیا گیا تھا کہ اس قسم کی کتاب عظیم نظم کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ مثنوی معنوی کے اہتمام میں مشغول ہو گئے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ اول شب سے طلوع فجر تک حضرت مولانا روم املا کراتے اور حسام الدین چلپی اشعار لکھتے جاتے پھر انہوں نے جس قدر لکھا ہوتا اس کو بآواز بلند حضرت مولوی رومی کے سامنے پڑھتے۔ جب پہلی جلد مثنوی کی تمام ہوئی تو حسام الدین چلپی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس کام کے تسلسل میں رکاوٹ پڑ گئی (وہ تسلسل ختم ہو گیا) اس کے دو سال کے بعد پھر حسام الدین چلپی کی فرمائش سے مثنوی کو تکمیل پر پہنچایا چنانچہ جلد دوم کے آغاز میں اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

مدتی این مثنوی تاخیر شد
مہلتی بایست تا خون شیر شد

شیخ چلپی حسام الدین فرماتے ہیں کہ جب مثنوی پڑھی جاتی اور حاضرین اس کے کیف میں ڈوب جاتے تو اس وقت میں دیکھتا کہ مردان غیب کی ایک جماعت ہاتھوں میں دور باش اور تلواریں لے کر حاضر ہوتی کہ جو کوئی اخلاص کے ساتھ نہیں سنے گا ہم اس کے ایمان کی جڑیں اور شاخیں کاٹ کر پھینک دیں گے اور اس کو دوزخ میں کھینچ کر لے جائیں گے۔ حضرت مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ایسا ہی ہے اور انہوں نے یہ اشعار پڑھے ؎

دشمن این حرف این دم در نظر — شد ممثل سرنگون اندر سقر
ای حسام الدین تو دیدی حال او — حق نمودت پاسخ احوال او

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کرام کی تصنیفات اور فرقہ صوفیہ کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے انعام و بخشش اور اس کے نا منتاہی کرم کا نتیجہ ہیں۔ جس زمانہ میں یہ نقیر حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہٗ سے کاشان میں شرف اندوز ملاقات ہوا تو اثنا ئے ملاقات میں شیخ محی الدین ابن عربی کا تذکرہ آیا شیخ عبدالرزاق کاشانی نے فرمایا کہ بغداد کے ایک عظیم شیخ نے ان کے فضائل ومناقب میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے اور خود حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اپنے بعض احباب واصحاب کی فرمائش سے ایک رسالہ اپنی تصنیفات کی فہرست میں مرتب کیا ہے اس میں ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے اور ان سب کے نام تحریر کیے ہیں ان میں زیادہ تر تصوف کے موضوع پر ہیں شیخ اکبر نے اس رسالہ کے مقدمہ میں خود یہ تحریر کیا ہے کہ ان کتب کی تصنیف وتالیف سے میرا مقصد دوسرے مصنفوں کی تصانیف کا جو مقصد رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ میری بعض تصانیف کا سبب تصنیف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی ایسا امر واقع ہوجاتا کہ اُس کے ضبط سے یہ ڈر ہوتا تھا کہ وہ مجھ کو پھونک ڈالے گا لہٰذا ایسے واردات وامور میں سے بعض کو میں بیان کر دیتا۔ اور ایک سبب یہ بھی ہوتا تھا کہ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں بطور مکاشفہ حق تعالےٰ کی جانب سے میں اس کے لیے مامور کیا جاتا۔ اس سلسلۂ سخن میں حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ رسالہ غوثیہ کی تالیف کے سلسلہ میں حق تعالےٰ نے مجھ کو بھی اس امر شریف سے سربلند فرمایا تھا۔ (مجھے بھی حکم ہوا تھا کہ رسالہ غوثیہ تحریر کروں) اور میرے سر میں بھی اسی کا شوق پیدا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت نورالعین بھی اس واقعہ شریفہ میں موجود تھے اسی طرح قدوۃ الکبرا کے کلمات اور الفاظ شریفہ کا جامع یعنی یہ خادم جو نظام یمنی کے نام سے موسوم ہے اس اشارہ سے سربلند ہوچکا ہے (اس کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ملفوظات قدوۃ الکبرا کو جمع کرے) اور اس کلام لطیف اور سخنان پاکیزہ کے جمع کرنے کے سلسلے میں بعض الہامات اور واردات قلب پر گزرے ہیں [1]

---

[1] یہاں پر مخطوطہ میں یہ عبارت موجود ہے میں اسکو بلفظہٖ پیش کر رہا ہوں: قال الاشرف بشرنی اللّٰہ تعالیٰ من اصغی کلامك بحسن القبول والاعتقاد وبطرز الیقین والانقیاد فی عرفانی ووجدانی بسمع جنانی فقد اندرجت فیہ حسناتٌ فیہا نطقۃ العلم والمعرفۃ وان التبس علیہ فی الحال فقد یثبت لہ النصیب فی طور من اطوارہ۔
حضرت اشرف قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ جس نے میرے عرفان و وجدان کے بارے میں تمہاری بات کو حسن قبول واعتقاد وطریق یقین وفرمانبرداری کے ساتھ گوش دل سے سنا تو اس میں بلاشبہ نیکیاں سرایت کر گئیں جس میں علم ومعرفت کی گویائی ہے اور اگر کلام فی الحال اس پر مشتبہ ہوگیا تو بیاس کے لئے ایک قسم کا حصہ ثابت ہوگا (شمس بریلوی)
نوٹ: بعینہٖ یہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں صفحہ ۷ پر بھی موجود ہے اور حاشیہ پر فارسی ترجمہ ہے۔ (نوشاہی)

www.maktabah.org

الغرض مشائخ کے کلمات عجیبہ اور نکات غریبہ کشف و وجدان اور ذوق و عرفان سے مستنبط اور مقتبس ہوتے ہیں۔ ذوق و عرفان کی تحریک سے تحریر کئے جاتے ہیں (اور غیبی اشارہ شامل حال ہوتا ہے) اس لئے ان مقالات کا منکر اور کلمات ذوق و وجدان کا معترض جہنم کے گڑھے اور حرمان کے غار میں گرتا ہے جیسا کہ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے۔ ؎

مثنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد	چاک پردہ کرنا جب چاہے خدا
میلش اندر طعنۂ پاکان برد	طعنہ پاکاں پہ دل کو دے جھکا
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس	اور گر چاہے کہ ستاری کرے
کم زند در عیب اہل دل نفس	طعن سے پھر دل بھی بیزاری کرے
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز	ڈھال گر رکھتا نہیں کر جا گریز
پیش این الماس بے اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹتے ہیں تیغ کو کیا ہے حیا

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی توحید افعال میں تحقیق کر چکا ہے اور توحید صفات سے آگاہ ہے وہ شخص جانتا ہے کہ افعال صوفیہ اور اقوال طائفہ علیہ میں کیا حکمت ہے (وہ صوفیہ کے افعال و اقوال حکمت سے خالی نہیں ہوتے) پس ایسے شخص کو جو ان کلمات سے آگاہ ہے کبھی ان کلمات پر حرف گیری نہیں کرنی چاہیئے ؎

بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض	مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
کان کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں کہ کھینچے خط خطا

رسالہ مناقب و مراتب خلفائے راشدین رضؓ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اصحاب کاملین کے مراتب اور خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا۔ اس رسالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کچھ زیادہ بیان کیے گئے تھے جس سے علما ظاہر کا گمان دوسری طرف جاتا تھا جیلہ باز اور جنگ دوست لوگوں کے دل و دماغ میں تفضیلیت و بدعت کی بو جاتی تھی۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا بنگال سے حضرت زبدۃ الاحرار علاؤ الدین والدنیا سے ملاقات کر کے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں قصبہ محمد آباد گوہنہ میں آپ نے نزول فرمایا اور قصبہ کے سواد سے ملحق ایک باغ میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے علماء فضلا اور سالکین اطراف و اکناف سے حضرت قدوۃ الکبرا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ دقائق معرفت اور حقائق طریقت پر باتیں شروع ہوئیں۔ اسی دوران صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بارے میں گفتگو

www.maktabah.org

شروع ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا اور آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا کہ حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی اپنی زبان نہ کھول سکا (پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس اعتراض کو اٹھاتا) عقاید پر تمہید کے بطور کچھ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے صحابۂ کرام کے مناقب میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے اگر آپ حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ حاضرین نے پورے تشفف اور دلچسپی کے ساتھ اس کے مطالعہ کی استدعا کی چنانچہ حضرت کے مہتمم کتاب خانہ مولانا حسین نے حضرت کے اشارہ کے بموجب رسالہ ان لوگوں کو دے دیا قاضی حمید الدین اور بعض دوسرے علماء نے اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کے بعد بہت ہی زیادہ تعریف کی۔ ان علماء میں قاضی احمد بھی شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے مناقب کی کثرت پر اعتراض کیا اور بحث شروع ہو گئی ہر ایک نے دلائل دینے شروع کیے اور بحث نے طول پکڑ لیا۔ اقوال مختلفہ ثبوت میں پیش کیے جانے لگے۔ بعض علما بھی بحث میں قاضی احمد کے طرف دار ہو گئے۔ رسالوں اور روایات کے حوالے زیر بحث آئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان لوگوں نے شہر پہنچ کر بزعم خود حضرت کی خطا پر مبنی ایک استفتا تحریر کیا اور ان لوگوں نے باہم طے کیا کہ آیندہ جمعہ کو اس بنیاد پر حضرت سے تعارض کریں گے اور کھل کر اعتراض کریں گے حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو قدرے تردد ہوا لیکن جب جمعہ کی نماز کا وقت آیا تو شدید بارش ہونے لگی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوفان نوح آگیا ہے قصبہ کے گھروں میں پانی گھس گیا۔ اتنی شدید بارش میں کوئی بھی مسجد میں نہ پہنچ سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی جمعیت میں بھی تفرقہ پڑ گیا۔ اس جماعت میں ایک فاضل و دانش مند سید خان نامی تھے ان کو خواب میں کہا گیا کہ تم نے اشرف جہانگیر کو کیا سمجھ رکھا ہے وہ معمولی شخص نہیں تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اگر دونوں جہانوں کی خیریت اور کونین کی دولت چاہتے ہو تو جاؤ اس سے عذر خواہی کرو اور اپنے ناشائستہ عمل سے توبہ کرو۔ جب صبح کو سید خان بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے جو ایک صالحہ خاتون تھیں یہ خواب بیان کیا۔ سید خان کی بیوی نے کہا کہ میں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور میں تم سے یہ خواب کہنا ہی چاہتی تھی لیکن پہلے تم نے کہہ دیا اب مناسب اور درست یہی ہے کہ حضرت کے حضور میں جاؤ اور عذر خواہی کرو۔ دیکھو خبردار! نہنگ کے منہ میں جانا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

نیاید پسندیدگان را پسند	نہیں اچھے لوگوں کو ہرگز پسند
کہ در بیشۂ شیر خیمہ زنند	کہ شیروں کے گھر میں ہو خیمہ بلند

لڑنے والوں سے نکل کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں جاؤ نیز تمہارے لڑکے نہیں ہوتے حضرت سے درخواست کرو شاید تمہیں اپنے اس خواب کی تعبیر اس بزرگ کے کرم سے مل جائے جو تم نے چند دن ہوئے دیکھا تھا کہ ایک بزرگ سید جامع فضائل مشرق (بلاد شرقیہ) سے تشریف لائے ہیں تم بھی ان کی خدمت میں

www.maktabah.org

گئے ہو، انہوں نے تمہیں چار آم مرحمت فرمائے ہیں۔
سید خان اپنی بیوی کے مشورے کے مطابق فوراً قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ قلب مبارک میں کچھ تردد نہ فرمائیں ان سب کا جواب میں دیتا ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے چہرۂ مبارک پر اس سے بے حد خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور فرمایا کہ اے عزیز مناقب اصحاب کے سلسلہ میں اس فقیر نے بھی جواب ہائے باصواب دیے ہیں لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کے باعث ان جوابات کو تسلیم نہیں کرتے سید خان نے عرض کیا کہ آپ نے بجا فرمایا لیکن اب اس مخلص نے ایک دوسری تدبیر کی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خوش ہوکر چار آم سید خان کو دیے اور ان سے فرمایا تمہارے چار بیٹے ہوں گے۔ ایک طاہر دوسرا مطہر تیسرا طیب اور چوتھا محمد۔ ان میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہوگا اور اپنے زمانہ میں دوسروں سے بلند و بالا ہوں گے۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے جمعہ کو تمام علماء آئے اور انہوں نے وہ استفتا حضرت کے سامنے پیش کیا۔ سید خان وہاں موجود تھے، انہوں نے وہ استفتا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پڑھا اور اس کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ اصل غلطی تمہاری ہے۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ مناقب زیادہ بیان کیے گئے ہیں لیکن اگر غیر سید ایسا لکھتا تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا تھا سید پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی اپنے ماں باپ کی تعریف بحد غلو بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سن کر ان عالموں نے کہا کہ اپنے اس قول پر کوئی دلیل پیش کرو، انہوں نے قبول کیا اور جامع العلوم سے یہ حدیث شریف نقل کی :۔

الناس ابناء الدنیا ولا یلام الرجل علی حب ابویه بمدحهما۔	لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی فرد پر ملامت نہیں کی جاتی اگر وہ اپنے والدین سے محبت کرے یا انکی تعریف کرے۔

اس روایت کو سنتے ہی ہر ایک دم بخود اور ناکام ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ"[1] بالآخر سب نے عذر پیش کیا اور اب عذر خواہی کیا مفید ہو سکتی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سید خان اور ان کے ہمخیال لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور قاضی حمید الدین اور تمہاری اولاد کو ہر قرن و زمانہ میں دارین کی کمالیت عطا فرمائے بالنبی و آلہ الامجاد۔ اور معترضوں کو شر و فساد کے لئے سانس نہ لینے دے۔ نعوذ باللہ منہا۔ چنانچہ ہر ایک مصیبت میں گرفتار ہوا ؎

ستیزیدن عارفی بیدرنگ	کسی سچے عارف سے لڑ بیٹھنا
دراندا ختن در دہان نہنگ	ہے گھڑیال کے منہ میں اڑ بیٹھنا

تقریباً ایسے ہی واقعہ کا حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ بیان فرمایا کہ بخارا میں علمائے ظاہر اور فضلائے باہر نے فصوص الحکم کے جلا دینے کے بارے میں فتوی لکھا تھا اور قریب تھا کہ دو ایک دن کے بعد

---

[1] حق آیا اور باطل مٹا۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱۔

www.maktabah.org

فصوص الحکم کے تمام نسخوں کو جلا دیا جاتا کہ اسی اثنا میں ایک دانش مند فاضل اور عالم باعمل جو بہت ہی فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے اور تمام علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے بخارا میں وارد ہوئے چنانچہ وہاں کے ہر ایک عالم نے اور فاضل نے بخارا شہر کے باہر آکر ان کا استقبال کیا اور بڑی عظمت وعزت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اثنائے گفتگو میں فصوص الحکم کے جلا دینے کے فتوے کا بھی ذکر آیا ان بزرگوار نے فرمایا کہ

جب میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کی ہے تو پھر میں کس طرح اس کے جلانے کا حکم دے سکتا ہوں۔

چنانچہ کوشش کر کے کہیں سے فصوص الحکم حاصل کی اور ان بزرگ کی خدمت میں مطالعہ کے لیے پیش کر دی۔ انہوں نے چند روز اس کے مطالعہ میں صرف کیے۔ چند روز کے بعد پھر علمائے شہر آپ کے پاس آئے اور فصوص الحکم کے جلانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

فصوص الحکم کے مضامین کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں اور میرے ذہن میں ان کا جو تصوّر ہے اس کی بنا پر میں اس کے جلانے کا حکم نہیں دے سکتا اور وہ حقائق جن تک میری فکر نہیں پہنچ سکی ان کے بارے میں مَیں کس طرح کہہ دوں کہ وہ جلانے کے لائق ہیں۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کی روحانی برکت کے باعث فصوص الحکم کا جلانا موقوف کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ متقدّمین صوفیہ حضرات کے کلمات اور ارباب کمال کی تالیفات اللہ تعالیٰ کے رموز میں سے ایک رمز ہے اور باری تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ہر کسی کو اس سے آگہی حاصل نہیں ہوتی لیکن جس کا باطن نور وجدان سے اور جس کا قلب حضور عرفان سے بہرہ یاب ہوتا ہے وہ اس سے آگاہی پا سکتا ہے، حضرات صوفیہ کے ارشادات کے سننے کا استحقاق اور اس پاک گروہ سے آگاہی کے حصول کے لیے ادنیٰ ترین قابلیت اور اہلیت یہ ہے کہ کشف خاص حاصل ہو یا فہم ناشی مقام اختصاص سے ہو، حضرت کبیر نے عرض کی کشف خاص و فہم ناشی عن اختصاص سے کیا مراد ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کشفِ خاص سے مراد سالک کے دل میں نور الٰہی کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکو یقینی عقیدہ اور سچے علوم اس بارے میں حاصل ہوں کہ سوا اللہ کیلئے کوئی وجود نہیں اور بے شک جو کچھ ماسوا اللہ دیکھا جاتا ہے کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اُس کے ظاہر و باطن وبصیرت کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کشفِ خاص ہوتا ہے۔ یہ مقدمات عقلیہ اور براہین نظریہ اور مکشوفات ملکوتیہ وجنیہ وملکیہ سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کشفِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فہم ناشی عن مقام اختصاص سے مراد ارباب حقیقت کی تقلید ہے اور ان کے کلمات کے مطالعہ اور اُن کے رموز واشارات کے سمجھنے سے اُن کے اقوال کو

www.maktabah.org

قبول کرنا، احوال کو ماننا اور ان کے معارف اور کشفوں اور حقائق و دقائق کا ادراک کرنا ہے اور اسی کا نام کشف نظری ہے اور یہ مقام اختصاص و نہایت اخلاص ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ طریقہ عقل کے طریقوں سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد صاحب فصوص الحکم (حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ) کے مناقب و اوصاف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بندہ مکہ مکرمہ میں شیخ الشیوخ عبداللہ یافعی قدس سرہٗ (یہ امام ھمام، وحید عصر، علم و فضل میں یگانہ، اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے اور جن کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً تاریخ مرآۃ الجنان دعبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین دُرُّ النظیم فی فضائل القرآن العظیم ان کی یادگار ہیں) کی ملاقات سے مکہ معظمہ میں شرف یاب ہوا اور آپ نے مجھے گوناگوں لطائف معارف اور ظرائف کاشف انگیز سے نوازا۔ اور میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر باش رہا تو اُسی زمانہ میں ایک دن حضرت شیخ علی ہمدانی قدس سرہٗ نے (جو تمام دنیا کا سفر کر چکے تھے) حضرت امام ہمام عبداللہ یافعی (قدس سرہٗ) سے درخواست کی کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ کے مناقب سے بہرہ اندوز فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کی ذات وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والے حضرات کی پیشوا ہے[۱] بایں ہمہ فضل و کمال بعض علماء و فقہاء ظاہر نے اُن پر مسئلہ وحدت الوجود میں طعن کیا ہے اور اکثر علماء اور صوفیہ عظام و صلحائے کرام (قدس اللہ اسرارھم) نے ان کو بہت ہی عظیم و بلند پایہ بزرگ گردانا ہے اور ان کی بہت کچھ تعریف کی ہے اور ان کے کلام کو بہت کچھ سراہا ہے اور ان کے اشعار لطیف و غریب و اخبار نادر و عجیب موجود ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

شیخ اکبر قدس سرہٗ کی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ایک بار ملاقات ہوئی ایک کو دوسرے نے دیکھا اور ایک دوسرے کے مقامات کا ادراک کیا لیکن بغیر بات چیت کیے ؎

دو صاحب راز در یک طرفۃ العین	دو صاحب راز بس آنکھیں جھپکتے
سخن بسیار گویند بی کلامی	بہت کچھ کہتے ہیں بے بات بولے
ازان بیرونست ای صاحب معانی	یہ اس سے بالا ہے اے عقل والے
کہ دریابد کلامی خاص عامی	کہ ایسی خاص شے کو عام سمجھے

ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بعد میں شیخ اکبر قدس سرہ کے بارے میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال

---

[۱] وہ قائلین وحدۃ الوجود کے پیشوا ہیں اور زبدۂ عاشقان شہود ہیں۔

www.maktabah.org

ہے تو انہوں نے فرمایا ھو بحر الحقائق [1] اور جب شیخ اکبر قدس سرہٗ سے شیخ الشیوخ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا رجل مملو من فرقہٖ الی قدمہٖ من سنۃ [2] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ غواصان دریائے حقیقت وسیاحان صحرائے دقائق (ارباب حال وقال) جو ان دونوں بزرگوں کے مراتب کے مابین ان کے ارشادات کے پیش نظر فرق کرتے ہیں ان کا کہنا تقریباً اس شعر کے مطابق ہے (یہ فرق اس شعر کے مصداق ہے)

در دولبت فرق نکردن توان — فرق نہیں تیرے لبوں ہاں کوئی
خضر ہمانست و مسیحا ہمان — خضر وہی دونوں مسیحا وہی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ جب حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کا مقام اس قدر بلند ہے تو پھر بعض اکابر نے حضرت شیخ اکبر کی تصنیفات پر (جو منظہر حقائق اور مصدر دقائق ہیں) اعتراضات کیوں کئے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طعنہ زنی کرنے والوں کے طعن اور حاسدوں کے حسد کا منشا یا تقلید نفس اور تعصّب ہے یا آپ کے مصطلحات سے بے آگاہی اور ناواقفی ہے جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں استعمال کی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ان حاسدوں کے حسد کا باعث شیخ اکبر کے وہ دقائق و معارف اور وہ کشف و حقائق ہیں جو ان کی تصنیفات میں عموماً اور خاص طور پر فصوص الحکم میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں ایسے مباحث موجود نہیں ہیں اور گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان کو بیان بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جو کوئی ان مخدومان جہاں کے کمترین خادموں اور ان کاملین زمانہ کے جاروب کشوں سے حاصل کرتا ہے اور صاحبانِ بصیرت کا معتقد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ یقیناً اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اور جو کوئی بے علمی کی بنا پر ان صدیقوں کا منکر ہوگا اور ان کے خلاف کرے گا تو گویا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے خلاف کرے گا اس لیے کہ ان اصحاب کا طریقہ اور ان کی روش حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی روش کے عین مطابق ہے۔ ان عارفوں اور عالموں کا یہ روشن طرز بدعت اور مخالفت شریعت سے بالکل پاک و صاف ہے اور ان کے دل کا آئینہ زنگ شوائب (برائیوں) سے بالکل مصفّا ہے۔ پس اس طائفہ علیہ سے انکار انوار و اسرار صوفیہ سے محرومی کا موجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے تقریباً ان الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ :۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے اکابر سادات و اشراف میں سے کسی شخص سے کچھ تکرار ہو گئی اس ...

---

[1] وہ حقیقتوں کا ایک سمندر ہیں۔

[2] ایسے شخص ہیں جو سرتاپا سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

www.maktabah.org

نے شب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس امیر پہ عتاب فرما رہے ہیں جب وہ امیر خواب سے بیدار ہوا تو شیخ سعدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عذرخواہی کی اور ان کو راضی کر لیا۔

اسی طرح مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ سعدی کی عظمت اور بزرگی کے منکر تھے ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور ملائکہ نور کے طبق لیے نازل ہو رہے ہیں۔ ان بزرگ نے پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لیے ہے انہوں نے کہا کہ شیخ سعدی شیرازی کے لیے ہے۔ ان کا ایک شعر بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو گیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہوش مند شخص کی نظر میں ان سرسبز درختوں
ہر ورقی دفتری ست معرفت کردگار	کا ہر ایک پتہ معرفت الٰہی کا ایک دفتر ہے

جب یہ بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو رات ہی تھی یہ اسی وقت رات میں شیخ سعدی کے زاویہ پہ پہنچنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ جلد سے جلد شیخ کو یہ خوشخبری پہنچائیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ چراغ جل رہا ہے اور دفتر کھلا ہے اور کچھ پڑھ رہے ہیں انہوں نے کان لگا کر سنا تو وہی شعر تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سفر ہو یا حضر، کبھی نہیں چھوٹتی تھی۔ روح آباد کے قرب وجوار کے کسی قصبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک جامع مسجد کی بنیاد اپنے قصبہ میں قائم نہ فرمائی تھی۔ ایک دن نماز جمعہ کے لئے قصبہ سنبھول تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اس قصبہ کا ملا اور اس کے کچھ شاگردوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے علم الکلام کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بندہ اختیار رکھتا ہے یا نہیں تیسری چیز بیچ میں نہیں، اگر ہم کہیں کہ صاحب اختیار ہے تو پھر ہم قدریہ ہوئے اور اگر کہیں کہ بندہ عدم اختیار ہے تو پھر جبریہ ہوئے پس ان دونوں صورتوں کے درمیان ہمارا مذہب کونسا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار اگلوں سے مشکل چلا آتا ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باعتبار ظاہر تو اختیار ہے اور باعتبار حقیقت جبر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب بزدوی میں حضرت امام فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ صورۃً اختیار ہے اور حقیقتاً جبر ہے۔ ملا نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد و منشا کو غور سے نہ سنا اور اپنے علم کے غرور میں چند ایسی علمی بحثیں چھیڑ دیں جن کا کچھ مفہوم و مقصود نہیں تھا بلکہ ان باتوں سے اس کا مقصود اپنی فضیلت کا اظہار تھا اور اس کی ان باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ حضرت سے حسد رکھتا ہے۔ حضرت اس کی باتوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دیتے تھے۔ چنانچہ باہمی ایک دوسرے کی باتوں اور دلائل کے ثابت کرنے میں اصل بات لمبی ہو گئی اور عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔ قصہ مختصر بحث اس مرتبہ کو پہنچی کہ اس ملا کی زبان سے خلاف ادب بات نکل گئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل میں اسم القہار کی تجلی پر تو فگن ہوئی اور آپ نے فرمایا "اب تک تیری زبان چل رہی ہے"، یہ فرماتے ہی اس کی زبان تالو سے کھنچ کر باہر آ گئی بولنے کی سکت باقی نہیں رہی تمام حاضرین محفل حیران و پریشان تھے اور ہر ایک عذرخواہی کرنے لگا۔ اس ملا کی ماں بہت ہی بوڑھی

www.maktabah.org

تھی۔ مشائخ اور بزرگوں سے اس کو بڑا اعتقاد تھا اس نے اپنے بیٹے کی یہ حالت سُنی تو روتی پیٹتی قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آئی اور آپ کے پیر پکڑ لیے اور معافی مانگنے لگی۔ سب کے روبرو اس بُری طرح روتی کہ حاضرین مجلس کے دل بھر آئے وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی کہ یا میرے پُت بخش دے، جب اس کی فریاد و زاری حد سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ مائی! تیر نشانہ پر پہنچ چکا اور اب وہ لوٹ نہیں سکتا ہاں! اتنا ہو جائے گا کہ اس کی زبان جو باہر نکل آئی ہے وہ منہ کے اندر چلی جائے گی اور ہکلا کر بولا کرے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی اولاد پوتے، پڑپوتے، سب کے سب ہکلے ہوں گے اور اس قصبہ میں کوئی عالم زندہ نہیں رہے گا جو عالم بنے گا وہ مر جائے گا۔ ان ملفوظات کا جامع یعنی نظام حاجی غریب یمنی اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد اس قصبہ میں ایک مرتبہ گیا میں نے تلاش کیا تو وہ بے ادب ملّا مر چکا تھا اس کے ایک بیٹا ہے جو اس سے زیادہ ہکلا ہے اور اب وہی قصبہ جو فاضلوں اور عالموں سے بھرا رہتا تھا آج ویران پڑا ہے بہت سے عالم انتقال کر چکے ہیں بعض نے جو کچھ پڑھا لکھا تھا بھول چکے ہیں حق تعالیٰ سب کو اس طائفہ کی بے ادبی اور صوفیہ سے لڑائی جھگڑا کرنے سے محفوظ رکھے بالنبی وآلہ الامجاد۔

شرائط استماعِ حکایات صوفیہ

اس اثنا میں اس خادم (مولف ملفوظات) نے عرض کیا کہ اس بزرگ گروہ صوفیہ کی حکایات اور ان کے کلمات سے استفادہ کی شرائط کیا ہیں (کن امور کو اس صورت میں ملحوظ رکھا جائے) حضرت نے فرمایا کہ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ اور ملاحظہ کے وقت چار باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے ایک تو یہ کہ اس مطالعہ کی غرض و غایت اور اس کی بنیاد کسی خواہش نفسانی پر نہ ہو جیسے کسل اور سستی کو دور کرنے یا طبیعت کی پژمردگی کو مٹانے کے لیے مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان حکایات و روایات کے مطالعہ اور بلند و بالا کلام کا مطالعہ حصول آگہی کے لیے ہونا چاہیئے یا مقصد یہ ہو کہ جہاں جہاں شکوک واقع ہو گئے ہیں ان شکوک کو رفع کرنے کے طریقہ سے اطلاع پا سکے اعتراض اور خطا گیری مقصد نہ ہو، غرضیکہ نفس کے اخلاق ذمیمہ کا اس سے تعلق نہ ہو کہ ایسے مبنی بر اغراض مطالعہ سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس چاہیئے کہ مطالعہ کا باعث طلب حق اور طریق مطلق (معرفت) کے سوا کچھ اور نہ ہو تاکہ اس صدق و خلوص کی برکت سے یہ دروازہ طالب صادق پر کھل جائے۔

دوسرے یہ کہ مطالعہ میں اعتدال کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہونے سے پہلے ہی مطالعہ ترک کر دے اور اس میں افراط نہ پیدا ہونے دے جس سے فہم اور معنی رسی میں اشکال پیدا نہ ہو اور فہم کی صفائی مکدّر نہ ہو تیسرے یہ کہ مطالعہ کے دوران فہم معانی کے وقت معنی ظاہری پر قناعت نہ کرے اور جان لے کہ کلمات نبوی سے ہر کلمہ کے لیے اور رسالہ کان سنن مصطفوی کی باتوں سے

www.maktabah.org

ہر بات کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ۔ قال الاشرف :

کلمۃ التصوف وحکایت التعرف بحرٌ من بحار العرفانِ و معدنٌ من معادنِ الوجدانِ یَخرُجُ مِنهُمَا اللُّؤلُؤُ وَالمَرجَانُ[1] : تصوف پر مبنی ہر کلمہ اور معرفت کی حکایات میں سے ہر ایک حکایت عرفان کا ایک سمندر اور وجدان کی ایک کان ہے جس سے موتی اور مروارید نکلتے ہیں :۔ جیسے حضرت شیخ سعدی کے بعض اشعار ایسے ہیں کہ ان کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں (جس اعتبار سے بھی ان کے معانی بیان کیے جائیں وہ درست ہوں گے) مثلاً

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	سواری کو ہر جا نہ دوڑائیے
کہ جاہا سپر باید انداختن	کہ بہتیری جا عجز دکھلائیے
درین ورطہ کشتی فرد شد ہزار	گئیں اس بھنور میں بہت کشتیاں
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	کنارے پہ جن کا نہیں کچھ نشاں

پس اس طائفۂ علیہ (بزرگان طریقت) کے کلمات میں جتنا غور کیا جائے گا ایک سے ایک بڑھ کر معانی ان کلمات سے حاصل ہوں گے ۔ پس فہم کو ان معانی کے حصول میں حد کمال تک پہنچانا چاہیئے (فہم معنی میں تعمق سے کام لینا چاہیئے) تاکہ آہستہ آہستہ طالب معنی اپنے مقصود کو پہنچ جائے ۔

پوچھے یہ کہ طلب کے دشواریوں کی برداشت اور اس کے زمانہ کے طول پر بھی صابر رہے اور ہر سمجھ کے موافق ایک علم پیش کرے تاکہ آہستہ آہستہ انشاءاللہ تعالیٰ منزل تک پہنچے ۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے اثنائے بیان میں فرمایا کہ بزرگوں کے کلمات اور صالحین کی حکایات بہت اثر رکھتی ہیں لیکن جب تک ان حضرات کی سیرت کو اختیار نہیں کیا جائے گا اور ان بزرگوں کے طریقہ کو نہیں اپنایا جائے گا راہ روِ طریقت اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکتا ۔

حضرت سلطان العارفین کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید ایک بار حضرت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر آگے بڑھ رہا تھا (اور آپ کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہوا چل رہا تھا) اتفاقاً حضرت سلطان العارفین نے پیچھے کی طرف دیکھا اور اس مرید سے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو ؟ مرید نے جواب دیا کہ میں آپ کے قدم پر قدم رکھ رہا ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز! قدم پر قدم رکھنا تو کیا اگر تم بایزید کی کھال بھی پہن لو تو جب تک بایزید جیسے کام نہیں کرو گے شربت مقصود نہیں پی سکتے ۔

قال الاشرف

من لم یعمل اکتساب المجاھدہ	لم یصل الی جناب المشاھدہ
جس نے کسب مجاہدہ کا عمل نہیں کیا	وہ حضور مشاہدہ تک (ہرگز) نہیں پہنچ سکتا ہے

---

[1] پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۱

توحید اور اس کے مراتب

توحید کی تعریف | قال الاشرف: التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب۔
(فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید عاشق کا مٹ جانا ہے محبوب کے صفات میں)

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کی اور اس لفظ قدوۃ الکبرا سے مراد اس کتاب میں جہاں جہاں یہ لفظ مذکور ہے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے کہ اگرچہ یہ ارشاد بیان و اظہار توحید و تفرید کے ہر نوع پر شامل اور جامع ہے اور اصحاب ذوق و وجدان اور ارباب شوق و عرفان کا مقصود و مراد اس میں موجود اور داخل ہے لیکن عنایت فرما کر توحید کے مراتب تفصیلی طور پر بیان فرمائیں تاکہ حاضران مجلس فائدہ حاصل کریں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نور العین کی درخواست پر توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ترجمۂ عوارف میں مذکور ہے کہ توحید کے چند مرتبے ہیں:

توحید ایمانی | پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبود حق ہونے کی یکتائی کا موافق قرآن و حدیث کے اشارات و دلائل کے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید نتیجہ ہے خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا اور ظاہر علم سے یہ توحید حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار کرنا شرک جلی سے بچنے اور سلسلۂ اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے، اور صوفی لوگ ضروریات دین کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکتا اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے کہ علیکم بدین العجائز۔ (یعنی بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو)

توحید علمی | توحید علمی، باطن سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ دوسرا درجہ علم باطن سے متعلق ہے اور

www.maktabah.org

اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ ابتدا سے طریقِ تصوف میں ہی یقین سے اس بات کو جان لے کہ موجودِ حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم جل علا کے اور کوئی نہیں ہے اور جملہ ذوات و صفات وافعال اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروغ کو خداوند تعالیٰ کے نورِ ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالیٰ کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے بس جہاں کہیں قدرت، علم، ارادہ، سمع وبصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالیٰ کے سمع وبصر، علم وارادت وقدرت کا اثر سمجھے اس طرح تمام دوسری صفات وافعال پر قیاس کرنا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے قریب قریب یہ بات "طبقات الصوفیہ"[1] سے نقل کرتے ہوئے بیان کی کہ۔

شیخ سعدالدین حموی نے کہا ہے کہ توحیدِ بشریت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حیّ وقیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو!

یعنی جو کچھ بھی مظاہر خلقیہ وکونیہ ہیں یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر ان سب کو حضرت جل شانہ کے سپرد کرے اور کسی واسطہ کو نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالیٰ کے دست تصرف میں (بلا تشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت (کہ اصل حرکت دست کاتب کی ہے اور لکھنے والا قلم ہے) اس کے علاوہ سب کو معذور سمجھے اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف مائل بکرم ہے اور اگر نقصان اور ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جلوہ دکھا کر اس کو تنبیہ وتادیب فرما رہا ہے تاکہ اطوار ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضا وتسلیم کے راستے پر چلے پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر وباطن کا جائزہ لے اور بُرے صفات (ترک صفات محمودہ) ترک آداب، غفلت، تضیع اوقات، عبادات میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کر کے اپنے آپ کی اصلاح کرے جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ نے اس صورت سے ظاہر ہو کر اس کو تنبیہ فرمائی ہے صوفیہ کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو مُوحّد کہتے ہیں۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بزرگ نے سوار ہو کر لالہ زار کی طرف کسی کام سے جانا چاہا انکی سواری کے جانور (خچر) پر زین کس کر لایا گیا۔ تو انہوں نے اپنے موزے طلب کیے جب موزے لاتے گئے تو ایک موزہ تقریباً دو انگل چوہے نے کاٹ ڈالا تھا یہ دیکھتے ہی وہ بزرگ رونے لگے ان کے اصحاب واحباب نے جو اس وقت خدمت میں موجود تھے عرض کیا کہ اتنے معمولی نقصان پر اس قدر افسوس کیوں فرما رہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اس وجہ سے تاسف کر رہا ہوں ملول ہوں اور رو رہا ہوں کہ چوہے

---

[1] طبقات الصوفیہ عربی زبان میں سب سے پہلا تذکرۃ الصوفیہ ہے جو شیخ سلمی نیشاپوری قدس اللہ سرّہ کی تصنیف ہے

www.maktabah.org

نے موزہ کاٹ ڈالا اور اس کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ میں تو اس سبب سے متاسف اور گریہ کناں ہوں کہ خدا معلوم مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی پاداش میں چوہے نے میرا موزہ کاٹ ڈالا ہے اور اس کو نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ جب موحد کثرت میں وحدت کے مطالعہ و مشاہدہ میں مشغول ہو تو جب جمال الٰہی کا ظہور ہو اس وقت تو اس کی حمد و ثنا بجا لاتے اور اگر پر تو ہائے جلال کا مشاہدہ کرے تو اس کے جمال کی پناہ چاہے چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم مظہر قہر سے ہٹ کر اس کے لطف کی پناہ حاصل فرماتے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ الٰہی میں تجھ سے تیرے ہی ساتھ پناہ کا طالب ہوں (مسلم شریف روایت از حضرت عائشہ رض)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موحد کیلئے جلال مظہر جمال بن جاتا ہے اور قہر مبدل بہ لطف و کرم ہو جاتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا کافروں کے لئے اژدہا تھا اور آپ کے لئے عصا اور کھلا ہوا نور تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ کبھی سفر کی حالت میں حال سے کبھی خالی نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار جب کہ آپ دہلی کی طرف سرگرم سفر تھے ایک عجیب و غریب حالت کا آپ پر غلبہ تھا حواس ظاہری سے بالکل بیگانہ تھے راستہ میں ایک مست ہاتھی جس کے پاؤں میں بیس من وزنی زنجیر پڑی تھی آزاد ہو گیا اس کو روکنے اور پکڑنے کے لیے پانچ چھ ہتھنیوں کو آگے پیچھے لگایا گیا۔ ہر ہتھنی پر فیلبان موجود تھے اس کے پکڑنے کی تدبیر کی جارہی تھی جس طرف سے مست ہاتھی آرہا تھا۔ اس کی مقابل سمت سے حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) گذر رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر فیلبان نے بہت شور مچایا لیکن آپ کو مطلق خبر نہیں ہوئی اور جب تک ہمراہی صوفی حضرات "ہیا ہو ہا" کریں وہ فیل مست آپ کے پاس سے گذر گیا اور کسی قسم کا نقصان اس کی ذات سے آپ کو نہیں پہنچا لوگوں کا شور حد سے زیادہ تھا لیکن آپ دریائے شہود سے نکل کر ساحل شعور تک نہیں آئے سے

چنان غرقیم در دریائے وحدت	میں ایسا ہوں غریق بحر وحدت
کہ ہوش از گوہر عالم ندارم	سمجھ کچھ مجھ میں عالم کی نہیں ہے
چنان مستغرقم اندر خیالت	تصوّر میں ترے ایسا ہوں ڈوبا
خبر از عالم و آدم ندارم	خبر عالم و آدم کی نہیں ہے

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے فرمایا کہ یہ حالت و کیفیت اہل خصوص و اہل توحید کے اولین احوال کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے (بعض اہل خصوص کے اولین مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے) اس کی ابتدا اور اس کا مقدمہ توحید عام سے الگ تھلگ نہیں ہے بلکہ ابتداءً اس توحید عالم سے ملتی ہے۔ اس مرتبہ سے مشابہ ایک مرتبہ اور ہے جس کو کوتاہ نظر افراد توحید علمی کہتے ہیں حالانکہ وہ توحید علمی نہیں ہے بلکہ وہ ایک رسمی توحید ہے اور وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

www.maktabah.org

توحید رسمی تیسرا مرتبہ توحید رسمی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک فرد فطین و ذکی کتابوں کے مطالعہ سے یا کسی بزرگ سے سن کر توحید کے بارے میں گفتگو کرے اور بحث و مباحثہ میں بے مغز باتیں کرے لیکن حال توحید سے اس کے دل میں کوئی اثر نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) ایک روز اصحاب صدق کے ساتھ جامع دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ اطراف و اکناف کے کچھ صوفیہ حضرات اور کچھ طالبانِ معرفت بھی موجود تھے ایک شخص نے معرفت پر گفتگو شروع کر دی اور بڑی چرب زبانی سے بولتا رہا اور حاضرین میں سے ہر ایک سے شطحیات صوفیہ کے معنی دریافت کرنے لگا جبکہ اس کا مقصد استفادہ نہیں تھا بلکہ اپنی حقائق دانی اور دقائق رسی کا اظہار مقصود تھا۔ اس کی یہ لاطائل گفتگو سن کر قدوۃ الکبرا نے فرمایا: ایک شمہ صفات الٰہی کا اور ان لانتناہی اشعات کا وجود بشری میں پنہاں ہے حادث، قدیم کی ماہیت کو کسطرح جان سکتا ہے۔

شعر

چون قدیم آید حدث گردد عبث ۔۔۔ ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث ۔۔۔ کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

حقائق الفاظ کے بیان کو تقلید نہیں سمجھ لینا چاہیے اور دھوکہ میں تم نہ آجانا کہ ان الفاظ کے جاننے سے آگاہ ہوگئے اور اس کے حقائق سے باخبر ہوگئے محض الفاظ کے جان لینے سے تم کو توحید کی کیا خبر من لم یذق لم یدرک جب تک اس کا ذائقہ نہیں چکھو گے اس کا ادراک نہیں کرسکو گے۔ جب تک علائق زمانہ اور عوائق دوراں سے باہر نہیں آؤگے اور ریاضت شدیدہ اور عبادات پسندیدہ میں مشغول ہو کر مہذب نہیں ہوگے اس وقت تک خالی باتوں سے کیا فائدہ!

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اغیار سے کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ مجھ تک پہونچو ؎

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی ۔۔۔ معشوق دو جہاں میں خوبی میں ہو جب یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی ۔۔۔ دونوں جہاں میں عاشق یکتا ہے اسکو زیبا
ہر رد بہی نیارد درراہ عشق رفتن ۔۔۔ روبہ مزاج کوئی اس راہ میں نہ آئے
درراہ عشق باید مردی و شیر مردی ۔۔۔ اس راہ عشق میں تو بس شیر مرد ہوگا

کوشش کرنا چاہیے تاکہ یہ صفتیں تیری ذات میں قائم و موجود ہوں اور اس کے بعد وحدت کا بھید اپنا سر تیرے جسم سے نکالے کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ؎

یک رنگ کند شراب مارا ۔۔۔ یکرنگ کرے شراب مجھ کو
تا ہر دو شود یکی کہ و مہ ۔۔۔ تا چھوٹے بڑے ہوں ایک دونوں

اس وقت معلوم ہوگا کہ وحدت کیا چیز ہے ورنہ ان کلمات کا پڑھ لینا اور سن لینا ایسا ہے کہ کوئی مصری

www.maktabah.org

کی تعریف کرے تو سننے والے کو سننے سے حظ تو ہوتا ہے لیکن اس کے مزہ اور مٹھاس کو نہیں جانتا جب تک چکھ نہ لے

گر بسخن کار میسر شدی	بات ہی سے کام اگر بن چلے
کار نظامی بفلک بر شدی	کام نظامی کا فلک پر چڑھے
کارکن کار بگذر از گفتار	کام کر کام چھوڑ دے گفتار
کاندرین راہ کار دارد کار	اس طریقہ میں کام سے ہے کار

بار خدایا ہم کو اس بڑی نعمت پر ثابت قدم رکھ اور اس کو تمام مومن مرد و عورت اور مسلم مرد و عورت کو عطا فرما، اے گناہوں اور خطاؤں کے بخشنے والے بلاشبہ تو دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ توحید علمی اگرچہ توحید حالی سے کم درجہ کی ہے لیکن توحید حالی سے اس کا مزاج ملا جلا ہے۔

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۙ [1] — اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کا پانی) (ایسا) چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے،

اس توحید کی شراب کی صفت ہے اور اسی لئے ایسا موحد زیادہ تر ذوق و سرور میں رہتا ہے یوں کہ بعض واقعات میں اپنے علم کے مطابق کام کرتا ہے اسباب کے وجود کو جو رابطہ اور واسطہ افعال الٰہی کے ہیں ان کو نہیں دیکھتا لیکن اکثر حالتوں میں اپنے وجود کی تاریکی کے باقی رہ جانے کے سبب سے اپنے علم کے مواقق زیر حجاب رہتا ہے اور اس توحید سے بعض لوگ شرک خفی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

توحید حالی جو تمام مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ کہ توحید کی حالت ذات موحد کا وصف لازم ہو جائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں نورِ توحید کی چمک میں جوئندہ اور گم شدہ ہو جائیں اور نور توحید اس کے نور حال میں پوشیدہ و داخل ہو جائے جیسا کہ تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔ ؎

فلما استبان الصبح ادرج ضوءہ	صبح جسدم ہو گئی داخل ہوئی اسکی چمک
باسفارہ اضواء نورالکواکب	نور میں سارے ستاروں کی جو ہیں زیب فلک

اور اس مرتبہ میں موحد کا وجود واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا غرق دریائے یگانگت ہوتا ہے کہ ذات و صفات واحد کے سوا اس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اسکی ہستی قطرہ کی طرح بحر توحید کے تلاطم امواج میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔ وَقَالَ الْاَشْرَفُ اَلتَّوْحِيْدُ بَحْرٌ وَالْمُوَحِّدُ فِيْهِ قَطْرَةٌ لَمْ يَبْقَ مِنْهُ اَثَرٌ۔ توحید ایک سمندر ہے اور موحد اس میں ایک قطرہ کے مانند ہے جس کا خود کوئی اثر و ظہور باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت جنید کا یہ ارشاد بھی ذکر فرمایا کہ اَلتَّوْحِيْدُ مَعْنًى تَضْمَحِلُّ فِيْهِ الرُّسُوْمُ وَتَنْدَرِجُ فِيْهِ الْعُلُوْمُ وَيَكُوْنُ

---

[1] پ ۳۰ مطففین ۲۷/۲۸

www.maktabah.org

اللهُ كَمَالَمْ يَزَلْ ۔ یعنی توحید ایک ایسے معنی ہیں جس میں رسوم داخل ہو کر مٹ جاتے ہیں اور علوم اس میں اس طرح مندرج ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہی باقی رہ جاتا ہے جس طرح وہ ازل میں تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ ماوراء النہر کے مشائخ میں سے شیخ محمد ابن ابی نصیر حسینی قدس سرہ نے خواجہ ابوبکر خطیب مرد کے ذریعہ حضرت شیخ ابوسعید الخیر (قدس سرہٗ) کے پاس ایک مکتوب ارسال کیا ۔ (ان کے ذریعہ ایک سوال کا جواب دریافت کیا گیا تھا) شیخ نے خطیب مرد سے کہا جب تم شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں اس کو پیش کرو اس کا جواب ضرور لانا لیکن یہ خیال رکھنا کہ شیخ ابوسعید الخیر یہ نہ سمجھنے پائیں کہ یہ سوال میں نے کیا ہے سوال یہ تھا کہ کیا آثار بھی محو ہو جاتے ہیں۔ خواجہ ابوبکر نے کہا کہ یہ اس سوال کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی زبانی مجھے یاد نہیں رہے گا) آپ اس کو تحریر کر دیجیے ۔ انہوں نے مذکورہ سوال مجھے لکھ کر دے دیا۔ خواجہ ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ۔

میں نیشاپور پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں قیام کیا۔ کچھ دیر بعد دو صوفی حضرات آئے اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہاں خواجہ امام ابوبکر خطیب کون صاحب ہیں! میں نے پکار کر کہا کہ میں ہوں انہوں نے کہا کہ شیخ ابوسعید نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہتے ہیں کہ میں سن چکا ہوں میری تشفی اس میں نہیں ہے کہ آپ سرائے میں اتریں مناسب ہے کہ میرے پاس آ جائیں اس پیام و سلام سے مجھ پر ایک کیفیت اور وجد کی حالت طاری ہوگئی کیونکہ مجھے تو یقیناً معلوم تھا کہ میرے متعلق کسی نے انکو خبر نہ دی تھی، میں نے صوفیوں سے کہا اچھا میں نہا دھو کر تیار ہوتا ہوں میں نہا دھو کر باہر آیا تو ان دونوں درویشوں کو دیکھا کہ عود و گلاب لئے کھڑے ہیں کہنے لگے کہ شیخ نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے انکے ساتھ جب میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت میں پہنچا تو شیخ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا! اے قاصد خوش آمدید بھیجنے والے کی محبت کے باعث مجھے قاصد بھی عزیز ہے۔ میں نے سلام کیا شیخ قدس سرہ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم نے اس شیخ کے پیغام کو حقیر سمجھا لیکن ہمارے نزدیک ان کی بات کی بہت قدر ہے تم جب سے مرد سے نکلے ہو میں منزل بمنزل شمار کر رہا ہوں (کہ تم یہاں کب پہنچو گے) لاؤ کیا لاتے ہو اور انہوں نے کیا کہا ہے۔

شیخ ابوسعید کی ہیبت سے وہ سوال میں بھول گیا تھا لہٰذا میں نے وہ کاغذ جس پر سوال تحریر تھا نکال کر پیش کر دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب ابھی دیئے دیتا ہوں تو تم کو فوراً واپس ہونا پڑے گا۔ اب تم کو نیشاپور میں جو کچھ کام ہیں وہ کر لو جب تم جانے لگو گے تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔ میں چند روز نیشاپور میں رہا۔ ہر رات شیخ قدس سرہ کی مجلس میں حاضر ہوتا جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے شیخ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ اب ان بزرگ کے پیام کا جواب مرحمت فرما دیجیے۔ شیخ ابوسعید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم ان بزرگ سے کہنا کہ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ[1] اثر نہ باقی رہتا ہے نہ بچتا ہے، ذات ہی نہیں رہتی تو اثر کیسے رہے میں نے کچھ دیر غور کیا اور پھر عرض کیا میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ دانشمندی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے (یہ بات عقل سے نہیں

---

[1] پ ۲۹ مدثر ۲۸

www.maktabah.org

سمجھی جاسکتی) اور ہمارے شعروں میں سے یہ شعر تم یاد کرلو یہی ان کو سنا دینا ؎

جسم ہمہ اشک گشت وچشم بگریست	جسم میرا اشک ہے اور آنکھ سے ہم روتے ہیں
درعشق تو بی چشم ہمی باید زلیست	عشق میں تیرے تو ہم بے آنکھ ہی کے جیتے ہیں
ازمن اثری نماند از عشق حبیب	عشق میں پیارے کے میرا نقش بالکل مٹ گیا
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست	جبکہ خود معشوق ہوں عاشق کسے سب کہتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ ان اشعار کو تحریر کردیں تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے حکم دیا کہ تحریر کردیں۔ چنانچہ وہ تحریر لے کر میں مرو واپس آگیا اور اسی وقت شیخ پیر حسینی (محمد ابن ابی نصیر حسینی) کی خدمت میں پہنچا اور تمام قصہ بیان کیا اور میں نے رقعہ نکال کر ان اشعار کو پڑھا جو اس پر تحریر تھے جیسے ہی انہوں نے اشعار سنے ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے جہاں سے دو شخص اٹھا کر ان کو باہر لے گئے وہ ساتویں دن مدفون ہوئے شیخ قدس سرہ نے فرمایا مصرعہ : بر رستہ دگر باشد وبربستہ دگر ۔ بررستہ کوئی اور ہے بربستہ اور

اور جہاں تک علوم میں تقریر وزبان کا تعلق ہے اس طائفہ کی دلیل آیہ کریمہ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ[1] (بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا) ہے بربستہ تو مانگے کی اپنی زندگی میں زبان سے بولتا ہے اسے دھوکہ میں پانی کی جگہ سراب نظر آتا ہے جب ملک الموت کا ظہور ہوگا تو لباس رعایت لے لیتے ہیں اور اس شخص کی رسوائی ظاہر ہوجاتی ہے اور جو کچھ دل سے لگاؤ رکھتا ہے بررستہ ہے اس سے دین ودنیا میں بہت سے فائدوں کی امید حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب طالب صادق میں وجہ خاص کا مراقبہ و ملاحظہ بطور اختصاص جاگزیں ہوتا ہے اور اس کا وصف لازم ہوجاتا ہے جیسے کان میں سننے کی قوت اور آنکھ میں دیکھنے کی قوت تو نور شہود کا ظہور اور حضور وجود کا صدور اسقدر غالب آجاتا ہے کہ کبھی کبھی اس کے حواس قطعی کام نہیں کرتے (توحید حالی اس قدر غالب آجاتی ہے) اور وہ کسی طرف التفات نہیں کرتا خواہ وہ کتنی ہی مہیب چیز کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید خراز نے فرمایا ہے کہ اپنے حال ارادت کے ابتدائی زمانہ میں اپنے وقت کی نگرانی بہت سخت کیا کرتا تھا ایک دن میں جنگل میں چلا جارہا تھا میرے پیچھے سے کسی کی آواز آئی میں نے اپنے دل کو اس آواز کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ اور نہ اپنی نظر کو اس کے دیکھنے میں مصروف کیا کہ مجھے محسوس ہوتا کہ وہ چیز میری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل میرے قریب آگئی تب میں نے دیکھا کہ دونوں عظیم درندے ہیں وہ دونوں میرے کندھوں پر چڑھ گئے میں نے پھر بھی ان کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نہ ان کے چڑھتے وقت اور نہ اترتے وقت مجھے کوئی احساس ہوا۔

شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ (ذات) کے وقت آلام کا ادراک واحساس نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ لذت شہود جاری وساری ہوتی ہے۔ ایک شخص کے سو کوڑے لگائے گئے اس کے ننانوے کوڑے لگائے گئے اور وہ مضطرب نہیں ہوا لیکن آخری کوڑے پر بہت چیخا چلایا اور بے قرار ہوا۔ اس سے اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ۹۹ کوڑوں تک میں مشاہدہ محبوب میں مستغرق تھا لذت مشاہدہ کے باعث ضربات

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۲۲

www.maktabah.org

کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی لیکن آخری کوڑے پر میں اس کے مشاہدہ سے محروم تھا۔ (اس کی یاد سے غافل تھا) اس لیے چوٹ محسوس ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبراؔ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اس توحید یعنی توحید حالی کا منشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نور مراقبہ ہے اس توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسوم بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحیدِ حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں یہ کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب اور صدور ہو سکے (افعال انسانی سرزد ہو سکیں) اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہو سکے یہی سبب ہے کہ حال حیات میں حق توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہیے اس سے ادا نہیں ہوتا۔ اسی کے پیش نظر شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

التوحید غریم لا یقضیٰ دَینُہ وغریب لایودّیٰ حقُّہ یعنی توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا توحید حالی میں خواص کے لیے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یکبارگی تمام آثار و رسوم فنا ہو جاتے ہیں لیکن ایسا چند لمحات کے لیے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم!! اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کر آتے ہیں۔ اور اس حال میں وہ کلیۃً شرک کی نفی کر دیتا ہے۔
توحید حال میں موحد کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؔ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی یہ دولت ہر شخص کو اس کے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت طور پر نصیب ہوتی ہے یکساں طور پر نہیں۔ بعض حضرات کو حق تعالیٰ اس مشاہدہ کے شرف سے ہمیشہ مشرف فرماتا ہے (اسکو یہ مشاہدہ علی الدوام حاصل ہوتا ہے) بعض کو شب و روز میں اکثر اوقات یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور بعض کو بہت کم ساعات کے لیئے یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور بعض حضرات مرتبۂ شہود میں اس مرتبہ پر ہیں کہ ان کے کانوں میں اَلَستُ بِرَبِّکُم[۱] کا نغمہ گونجتا رہتا ہے اور وہ اسکو کبھی نہیں بھولتے۔ اس سلسلے میں حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے جو معارفیت سے آراستہ اور حقائق سے پیراستہ تھے ان کا شمار واصلانِ حق کے گروہ میں کیا جاتا تھا اور ان کو زمانے کے سالکوں کا محبوب کہا جاتا تھا۔ ایک دن ان کے حضور میں بہت سے اصحابِ سلوک اور اربابِ طریقت موجود تھے۔ ان سب حاضرین نے اَلَستُ بِرَبِّکُم کا مسئلہ چھیڑ دیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے جس دم الست بربکم فرمایا تھا اور یہ ندا دی گئی تھی۔ وہی ندا اور خطاب بعینہٖ آج بھی میرے گوشِ جاں میں موجود ہے اور جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا تھا میری ذریت انکے آئینۂ زانو میں موجود تھی۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کی تخلیق کے بعد ان سے خطاب فرمایا اَلَستُ بِرَبِّکُم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تمام ارواح نے جواب میں عرض کیا۔ بلیٰ بے شک تو ہمارا رب ہے اس کو میثاق ازل، پیمان ازل عہد الست وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے صوفیہ کرام کے یہاں یہ پیمان محبت اور پیمان عشق ہے جو بکثرت ان کے کلام میں ان کی تصانیف میں استعمال ہوا ہے۔ (مترجم) ، پ ۹ سورہ اعراف ۱۷۲

دولت مشاہدہ سے بہرہ وری کی نشانی

اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ اس گروہ میں دولت مشاہدہ کے اثر کا نشان اور علامت کیا ہے؟ (کس طرح سے معلوم ہو کہ یہ لوگ دولت مشاہدہ سے مستفید اور بہرہ ور رہیں اور توحید حالی کا ان پر غلبہ ہے) حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس اسرار کی بہت سی نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے حضرات کا دیدار حق تعالےٰ کے ذکر کا موجب بن جاتا ہے (ان حضرات کو دیکھ کر انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ اور وجدان حق کا سبب بنتا ہے)

اذا رأو وجوھھم ذکرالله "جب وہ ان کے چہرے دیکھتے ہیں تو اللہ کی یاد کرنے لگتے ہیں۔ ان علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ حضرات کسی تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ کافروں سے ایک جنگ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت سے زخم آئے اور آپ کے جسم میں تیر کے پیکان بھی رہ گئے جب ان کے نکالنے کی تدبیر کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی مت نکالو جب میں حرم کعبہ میں نماز میں اپنے جاں نواز کے ساتھ مشغول نیاز ہوں تو اس وقت اس پیکاں کو نکال لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان کو کچھ بھی تکلیف کی خبر نہ ہوئی جب حال مشاہدہ ختم ہوا تب آپ کو معلوم ہوا۔

ایک آتش پرست کا ایمان لانا

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابوالادیان کا آتش پرستوں سے مناظرہ رہتا تھا۔ (ان کو ابوالادیان اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ وہ بددینوں اور بدمذہبوں سے ہمیشہ مناظرہ کیا کرتے تھے اور اپنے مخالفوں کو شکست دیا کرتے تھے) ایک دن شیخ ابوالادیان اور مجوسی میں بات چیت ہو رہی تھی شیخ نے فرمایا کہ آگ تو حق تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے۔ آتش پرست نے کہا کہ نہیں جلنا آگ کا خاصہ اور اس کی طبیعت ہے اگر تم یہ دکھا دو کہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلتی ہے اور کام کرتی ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ یہ طے پایا کہ آگ جلائی جائے اور ابوالادیان اس آگ میں جائیں چنانچہ بہت سی لکڑیاں جلائی گئیں جب تمام لکڑیاں جل گئیں تو انگارے زمین پر پھیلاتے گئے یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ اب شیخ ابوالادیان کو ان انگاروں پر چلنا تھا۔ لہٰذا شیخ ابوالادیان نے جاتے نماز بچھائی اور نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر انگاروں پر چلنے لگے۔ جب وہ بچھے ہوئے انگاروں کی آخری حد پر پہنچے تو انہوں نے مجوسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اتنا کافی ہے یا دوبارہ چل کر دکھاؤں یہ بات جب انہوں نے کہی تو ان کے چہرے پر صدمہ کے آثار پیدا ہوتے یہ دیکھ کر آتش پرست مسلمان ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا تو شیخ کے خادم احمد نے دیکھا کہ ان کے پاؤں کے انگوٹھے کے نیچے چھالا پڑا ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کیا ہے؟ شیخ ابوالادیان نے کہا کہ جب میں آگ پر چل رہا تھا تو میں بشریت سے غائب تھا لیکن کنارے پر پہنچ کر حاضر ہو گیا تھا۔ تاکہ مجوسی سے بات کروں بس یہ اسی کا اثر ہے اگر کہیں یہ شعور آگ کے درمیان پیدا ہو جاتا تو میں پورا جل جاتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ارباب بصیرت اور اصحاب طریقت اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جلانے والی

www.maktabah.org

آگ اگر کسی مخصوص وقت میں حق تعالےٰ کے بندوں کے حق میں خدا کے حکم سے وہ کام نہ کرے جس پر وہ مقرر و متعین ہے یا جو اس کی فطرت ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں فرمان ہوا : قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ[1] ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کے لیے اس موقعہ پر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانتے ہو سلامًا میں کیا نکتہ ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فرمان الٰہی میں یعنی اس آیہ کریمہ میں سلامًا کا لفظ موجود نہ ہوتا تو آگ حضرت خلیل (علیہ السلام) کے لیے اتنی سرد ہو جاتی کہ آپ اس میں زندہ نہ رہ سکتے۔ پس آگ حکم الٰہی کے بموجب اتنی سرد ہوئی کہ حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کے جسم کی سلامتی کا نشان بن گئی۔ اس سلسلہ کے باقی مباحث ان شاء اللہ حسب موقع و محل بیان کیے جائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء عظام میں سے تھے، غیر پر اثر مشاہدہ کے بارے میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شہود کی آگ کسی عارف کے وجود کی منقل (انگیٹھی) میں جلتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو اس حالت میں اگر عارف کسی پر شرارہ کے بمقدار تصرف کرے جب بھی اس کا اثر سرایت کرے گا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ (جن کو شیخ ولی تراش بھی کہا جاتا ہے اور اس لقب کا موجب یہ تھا کہ آپ کی نظر غلبات وجد میں جس کسی پر بھی پڑ جاتی وہ ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا تھا) سے تقریبًا آپ نے نقل فرمایا کہ ایک روز ایک سوداگر یونہی تفریحًا آپ کی خانقاہ میں پہنچ گیا۔ شیخ کا اس وقت حال بہت قوی تھا۔ آپ کی نظر اس سوداگر پر پڑ گئی اسی وقت وہ مرتبہ ولائت کو پہنچ گیا۔ شیخ نے دریافت فرمایا کس ملک کے رہنے والے ہو اس نے جواب دیا کہ فلاں ملک کا باشندہ ہوں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اسی وقت اس مملکت میں ارشاد کا اجازت نامہ لکھ کر اس کو دے دیا کہ اس ملک میں لوگوں کی رہنمائی خدا وند تعالیٰ تک کرے (اور اس کو اسی دن روانہ کر دیا) ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب طریقت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکایک آپ نے دیکھا ایک باز ایک چڑیا کے پیچھے جھپٹ رہا ہے۔ ناگاہ شیخ کی نظر اس چڑیا پر گئی بس اسی دم وہ چڑیا پلٹی اور اس نے باز کو پکڑ لیا اور شیخ کے سامنے اس کو لا کر ڈال دیا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کا ایک اور واقعہ

ایک دن شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اصحاب کہف کا قصہ حاضرین سے بیان فرما رہے تھے۔ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ سعد الدین موی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ آیا اس امت میں بھی ایسا کوئی شخص موجود ہے جس کی محبت کا کتے پر اثر ہو۔ شیخ نور فراست سے ان کے وسوسہ سے آگاہ ہو گئے۔ اور اپنی جگہ سے اٹھے۔ خانقاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ دفعتًا ایک کالا کتا نمودار ہوا اور وہاں کھڑا ہو کر دم ہلانے لگا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی اسی دم وہ بے خود اور متحیر ہو گیا اور شہر چھوڑ دیا۔ گورستان کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اس کا حال یہ تھا کہ زمین پر سر ٹپکتا اور روتا تھا۔

---

[1] پ ۱۷ سورہ انبیاء ۶۹

کہتے ہیں کہ جس طرف سے وہ کتا نکل جاتا تھا اسی وقت پچاس ساٹھ کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس کو حلقہ بنا لیتے۔ نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اسی طرح بیٹھے رہتے اور اس کتے کی بڑی آؤ بھگت کرتے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ کتا مر گیا۔ شیخ نے فرمایا اس کو دفن کر دیں اور اس کی قبر پر عمارت بنائیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ وہ شہر تبریز میں حضرت محی السنۃ کے شاگرد سے کتاب شرح السنہ پڑھا کرتے تھے۔ جب کتاب ختم ہونے پر آئی تو استاد کے سامنے آئمہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور شرح السنہ پڑھ رہے تھے کہ ایک درویش درسگاہ میں تشریف لائے۔ شیخ ان کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی شیخ کے حال میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ پڑھنے کی قوت باقی نہ رہی۔ شیخ نے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں لوگوں نے بتایا کہ یہ بابا فرج تبریزی ہیں مجذوب ہیں اور خدا کے محبوب بندوں میں ہیں۔ شیخ تمام رات بے قرار رہے۔ صبح دم استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد سے عرض کیا کہ بابا فرج تبریزی کی زیارت کے لیے چلیے چنانچہ استاد اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوئے جب بابا فرج کی خانقاہ پر پہنچے بابا فرج اس وقت خانقاہ کے اندر موجود تھے۔ بابا شادال نامی ایک درویش نے جب اس جماعت کو خانقاہ کے دروازہ پر دیکھا تو اندر جا کر بابا فرج سے اجازتِ حاضری طلب کی۔ بابا فرج نے فرمایا کہ جس طرح خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں اس صورت میں میرے سامنے آئیں۔ شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھ پر بابا فرج کی نظر پڑ چکی تھی اور اپنا اثر کر چکی تھی۔ لہٰذا میں ان کی اس بات کو سمجھ گیا۔ چنانچہ جو کچھ ہم پہنے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے پہنچے (دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا) ان کے سامنے اس طرح جا کر بیٹھ گئے ایک لحظہ کے بعد ہماری حالت متغیر ہو گئی اور ان کی صورت میں ہم کو ایک عجیب عظمت نظر آئی۔ ان کا چہرہ آفتاب کی طرح درخشاں ہو گیا۔ اور وہ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے جسم ہی پر پارہ پارہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اصل حال میں واپس آئے۔ اٹھے اور وہ لباس مجھے پہنا دیا (جو ان کے جسم سے استغراق کی حالت میں الگ ہو گیا تھا۔) اور فرمایا تمہارے پڑھنے کا وقت نہیں ہے اب تو وقت آ گیا ہے کہ تم دنیا کے سر دفتر بنو گے (دنیا کے پیشوا) یہ سنتے ہی میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے باطن میں جو کچھ بھی غیر حق سے موجود تھا منقطع ہو گیا (باطن بالکل صاف پاک ہو گیا۔) جب ہم بابا فرج کی خانقاہ سے واپس آئے تو میرے استاد نے فرمایا کہ شرح السنہ تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے دو تین دن میں اسے ختم کر لو گے یوں تمہیں اختیار ہے۔ میں پھر سبق پڑھنے پہنچ گیا (خیال آیا کہ کتاب کو مکمل کر ہی لیا جائے) بابا فرج پھر درسگاہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ کل تم نے علم یقین کی ہزاروں منزلیں طے کر لی تھیں اور آج پھر تم درس لینے آ گئے! یہ سنتے ہی میں نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا اور ریاضت و خلوت میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر واردات غیبی اور علوم لدنی ظاہر ہونے لگے۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ باتیں بھول نہ جاؤں لاؤ انہیں لکھ لوں کہ بابا فرج پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ شیطان نے تم کو تشویش میں ڈال دیا ہے داد و دہی

www.maktabah.org

اکسار رہا ہے کہ ان باتوں کو ضبطِ تحریر میں لاؤ تم ان باتوں کو مت لکھو۔ میں نے فوراً دوات اور قلم پھینک دیا اور پھر یادِ حق میں سب سے منقطع ہو کر مصروف ہو گیا۔

کمال جوگی کی بلی کی معرفت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا جب اس کلام سے فارغ ہوئے تو قاضی رفیع الدین اودھی کے دل میں یہ خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی نظر مبارک میں یہ تاثیر تھی کہ کثیف جانوروں میں بھی ان کا اثر ہوتا تھا۔ کیا اس زمانہ میں بھی بزرگوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اس کے نگاہ کی تاثیر سے اسی طرح کسی جانور کو جذب کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے نور باطن سے ان کے اس وسوسہ اور خطرہ کو معلوم کر لیا ؎

جام جہان نمائی ضمیر تو یافتہ — تیرا ضمیر پاک ہے جام جہاں نما
ہر ذرۂ جہانش درو عکس تافتہ — دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اس میں ذرا ذرا

ہنس کر فرمایا ہاں شاید اس زمانہ میں کوئی ایسا ہو مصرعہ

تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد — کیا خبر تم کو اس گرد میں کوئی ہو سوار

کمال جوگی کی ایک بلی تھی کبھی کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی نظر مبارک سے گزرا کرتی تھی، فرمایا کہ کمال جوگی کی بلی کو لاؤ۔ اس بلی کو لایا گیا اس وقت حضرت نے معارف طریقت اور حقائق معرفت بیان کرنے شروع کیے ابھی تھوڑا ہی بیان ہوا تھا کہ اس کے اندر بھی تغیر پیدا ہوا اور ان کلمات کا اثر ظاہر ہونے لگا اور وہ بھی از خود رفتہ ہو گئی۔ ایک پہر تک وہ اسی طرح بے خود رہی جب ہوش میں آئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاؤں چومے اور پیروں میں لوٹنے لگی اور اصحاب مجلس و حاضرین محفل کے گرد چکر لگانے لگی اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جس وقت عارفانہ گفتگو کا آغاز ہوتا تو وہ مجلس شریف سے کہیں دور نہیں جاتی تھی (مجلس شریف میں موجود رہتی) جب خانقاہ میں مہمان آتے تو مہمانوں کی تعداد کے مطابق میاؤں میاؤں کر کے خادمان عالی کو بتا دیتی کہ مہمانوں کی تعداد اتنی ہے۔ لنگر کی تقسیم کے وقت دوسرے لوگوں کے برابر اس کو بھی حصہ ملتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس بلی کو بعض اصحاب کے بلانے کے لیے بھیج دیا جاتا یہ بلی جاتی اور اس شخص کے پاس پہنچ کر غراتی لوگ سمجھ جاتے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے بلایا ہے۔

ایک دن حضرت کی خانقاہ میں چند درویش سفر سے آئے بلی نے عادت کے بموجب میاؤں میاؤں کیا لیکن جب باورچی خانہ سے کھانا بھیجا گیا تو ایک شخص زیادہ ہوا (ایک شخص کا کھانا کم تھا) حضرت قدوۃ الکبرا نے بلی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گربہ؟ آج یہ غلطی کیوں کی؟ بلی یہ سُن کر فوراً باہر گئی اور ان نو رسیدہ مہمانوں میں پہنچی اور ان میں سے ہر ایک کو سونگھنا شروع کیا اس طرح اس نے ہر ایک کو سونگھا لیکن جب ان نو رسیدہ درویشوں کے سر حلقہ کو سونگھا تو اس کے زانو پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا وہ درویش اٹھا اور اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کے پیروں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ بارہ سال سے میں دہریوں اور اسلامی لباس میں آکر زمانہ کے بڑے بڑے صوفیوں کو دیکھتا ہوں اس نیت سے کہ کوئی میرے نفاق کو ظاہر کر دے تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں

www.maktabah.org

پیش ضمیر تو کہ ز خورشید انور ست	دل میں ترے چمک میں جو اک آفتاب ہے
ذرات کائنات چو مہتاب ظاہر ست	ہر اک ذرہ دنیا کا اک ماہتاب ہے
بل خطرہ کہ در دل موران کند خطور	ہر اک خیال و خطرہ جو چیونٹی کے دل میں ہو
در گوشہ ضمیر سلیمان منور ست	نور دل سلیمان پہ وہ بے حجاب ہے

کسی نے اس بھید کو ظاہر نہ کیا لیکن بیابان تصوف و معرفت کے شیر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی بلی نے اس راز سربستہ کو کھولدیا سبحان اللہ کتنا بڑا افضل حق تعالیٰ کا حضرت قدوۃ الکبراؒ پر ہے کہ آپ کے اثر سے بلی کا یہ مرتبہ ہو جائے کہ حق و باطل کی جدا کرنے والی ہو پھر اس موقع کا کیا کہنا ہے اگر نظر کیمیا اثر کسی خاکسار کی حالت پر فرمادیں ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	جن کی نگاہ خاک کو کرتی ہے کیمیا
آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند	اے کاش ہم پہ چشم کریں ایسے اولیا

آج یَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) کا سورج افق ہدایت سے چمکا لہٰذا میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مبارک ہو۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بیعت کرلی اور پھر شدید ریاضتوں اور مجاہدوں اور سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی اور تصفیہ باطن کی اس منزل پر پہنچ گیا کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفۂ عالی قدر وہ بھی تھے اور حضرت نے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا کہ استنبول جاؤ اور وہاں مخلوق کو رشد و ہدایت کے راستہ پر لاؤ (خلافت عطا فرما کر استنبول روانہ فرمایا کہ وہاں تبلیغ و ترویج سلسلہ کا کام کریں)۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ کے وصال کے بعد چند سال تک یہ بلی حضرت مخدوم زادہ کے عہد میں بھی زندہ رہی ایک دن خادم مطبخ نے دودھ دیگ میں گرم کرنے کے لیے چڑھایا تاکہ مہمانوں کے لیے کھیر تیار کرے اس اثناء میں ایک ناگ دیگ میں گر گیا (اور مر گیا) یہ بلی سانپ کا دیگ میں گرنا دیکھ چکی تھی۔ چنانچہ وہ دیگ کے گرد چکر لگاتی رہی اور بیقرار پھرتی رہی۔ خادم مطبخ اس بیقراری کا سبب نہیں سمجھ سکا اور ہر بار وہ قریب آتی تو جھڑک دیتا اور بھگا دیتا۔ جب بلی نے دیکھا کہ خادم کسی طرح اس کی بات نہیں سمجھ پا رہا ہے تو وہ خود دیگ میں کود گئی اور جان دیدی۔ جب کھیر کو لوگوں نے پھینکا تو ایک سیاہ ناگ اس میں سے نکلا اس وقت حضرت نور العین نے فرمایا کہ دیکھو اس بلی نے خود کو درویشوں پہ قربان کر دیا۔ اب تم لوگ اس کی قبر بناؤ اور اس کی زیارت کیا کرو۔ چنانچہ اس کو دار الامان میں دفن کر کے اس پہ عمارت بنا دی گئی ؎

رباعی

ہر گہ کہ از وحوش فدائی تو گشتہ اند	جب جانور بھی تم پہ ہوا کرتے ہیں نثار
انسان اگر فدا نشود کمتر از وحوش	انسان کچھ نہیں ہے جو تم پر نہ ہو فدا

www.maktabah.org

حیوان بخدمت تو بجائی رسیدہ اند	حیوان کو تیرے فیض سے وہ مرتبہ ملا
کز شیوۂ صفاء زند طعنہ بر سروش	آ کر فرشتے دیکھ لیں یہ خوبیٔ صفا
در کار مس جسم کہ اکسیر خدمت است	ہے جسم تانبا اس میں ہے اکسیر جاکری
انداخت ذہب خالص شد بر گہر فروش	جب ڈالا جسم بن گیا سونا تپا کھرا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے کہ خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ مجلس منعقد کرو اور اس مجلس میں تم وعظ کرو میں اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں پاتا تھا اور خود کو اس بات کا مستحق نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ایک جمعہ کی شب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا تکلم علی الناس لوگوں سے کلام کر (یعنی وعظ کر) جب میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح ہونے سے پہلے ہی میں حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کے دروازہ پر پہنچا اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے اندر ہی سے فرمایا کہ تم نے مجھے راست گو نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مجلس وعظ منعقد کی اور وعظ شروع کر دیا۔ شہر بھر میں یہ خبر پہنچ گئی کہ جنید وعظ کہہ رہا ہے۔ ایک آتش پرست پارسا اور متقی لوگوں کے لباس میں مجلس کے ایک کنارہ پر کھڑا تھا اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شیخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں؟ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

شیخ جنید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کچھ دیر تامل کیا۔ اس کے بعد میں نے سر اٹھا کر کہا کہ اب تو اسلام قبول کر لے کہ تیرے اسلام قبول کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔

حضرت امام یافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت جنید کی ایک کرامت تھی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ان کی دو کرامتیں تھیں۔ ایک تو اس جوان کے کفر سے واقف ہونا اور دوسرے اس کی خواہش سے آگاہ ہونا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا کہ وہ اسی وقت اسلام قبول کرلے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونی نے خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو آپ سے عرض کیا کہ ما التوحید توحید کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید کے بارے میں جو کچھ تیرے خیال میں گزرے یا دل میں آئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی توحید اس کے وراء ہے۔ یعنی خیال کی رسائی اس کی توحید تک نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرک، شک اور معطل ہونے سے پاک سمجھا جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک جب عقائد صوفیہ سے بہرہ ور ہو جائے اور اس کو اس طائفہ علیہ کی اصطلاح سے وقوف حاصل ہو جائے تو اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اکثر اوقات محفل توحید میں اور زیادہ تر مجالس تفرید میں بیٹھے اور کچھ دیر بے تیمار بھی بیٹھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ بے تیمار بیٹھنا

www.maktabah.org
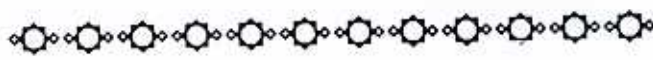
کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بغیر تلاش کے پا لینا اور بغیر دیکھے دیدار کرنا (بے تیمار بیٹھنا کہلاتا ہے) کہ دیدار میں بیٹھنے والا خود ایک علت ہے اس سلسلہ میں آپ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل فرمایا کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین مجلس یہ ہے کہ میدان توحید میں فکر کے ساتھ بیٹھے (توحید الٰہی میں فکر کرنا سب سے افضل ہے) آپ نے پھر فرمایا کہ اپنی ہمت کو خداوند عزوجل کی طرف صرف کر اور ایسا نہ کر کہ جس آنکھ سے نور اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہے اس آنکھ سے غیر خدا کی طرف دیکھے۔ اگر ایسا کیا تو حق تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ حضرات کو عقیدہ علم توحید سے ضرور آگاہ ہونا چاہیے کہ اہل طریقت کا اصول اور خداوندان حقیقت کا وصول یہی علم شریف ہے۔ اس موقع پر بابا حسین نے علم توحید کے فوائد سے آگاہ ہونے اور مسالم تفرید سے بہرہ ور ہونے کی درخواست کی عرض کیا علم توحید کے فوائد اور عالم تفرید کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت نے اپنی لسان گوہربار سے ارشاد کیا کہ اصحاب توحید کے عقائد پر ایمان لانا اور ارباب تفرید کے قواعد سے وابستگی بہت ہی اہم چیز ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محققین صوفیہ اور عارفان طائفہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ یقین جو صوفیہ کاملین کے مقدمات سے اور وہ عقیدہ جو صوفیہ متقدمین کے کلمات کے ملاحظہ اور مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ اس زمانے کے اصحاب مجاہدہ کے مکاشفے سے کہیں بہتر ہے! ان حضرات نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کشف کے بعد بیان کیا ہے اور کشف کے لیے ریاضت اور مجاہدہ شرط ہے۔ پس ان کے اقوال مجاہدہ و ریاضت سے اشرف و بہتر ہوئے۔ کما قال الاشرف۔ مَن لم یعمل اکتساب المجاہدۃ لم یحصل لہ جناب المشاہدۃ (جو عمل سے کسب ریاضت نہیں کرتا اس کو مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں کہا جا سکتا) اور اگلے کاملوں کی ریاضت و مشقت علم و یقین پر ہے برخلاف پچھلوں کی ریاضت کے کہ رسمی اور کتابی ہے چنانچہ حضرت امام غزالی احیاء علوم میں فرماتے ہیں جس کو اس علم سے حصہ نہیں ملا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ برائی پر ہو گا (انجام بخیر نہیں ہوگا) اور ادنیٰ درجہ کا حصہ ان محققین کو دل سے ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔

لیکن کمال کا درجہ تو یہ ہے کہ معنیٔ توحید کو اپنی صورت میں طلب کرے اور معنی توحید کا اظہار التزام نسبت کی صورت کے بغیر ممکن نہیں (نسبت کا ہونا ضروری ہے) اس موقع پر حضرت شیخ معروف نے عرض کیا کہ معنی توحید کا التزام اہل تجرید کے دل میں کس طرح کیا جائے تو آپ نے فرمایا اکابر صوفیہ نے التزام معنی توحید کے لیے تفصیل کے ساتھ ایک راستہ وضع فرمایا ہے تاکہ ہر طالب کی طبیعت کے مطابق ہو سکے۔ اس ایک نوع کو یہاں بیان کیا جاتا ہے اس کے باقی انواع اقسام لطیفہ افکار و مشاہدہ میں انشاء اللہ ذکر کیے جائیں گے۔

فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ توحید کی حقیقت حق کا مشاہدہ کرنا ہے بطور ملکہ[1] کے اس طرح کہ تصور حقیقت اس مشاہدہ سے جدا نہ ہو۔ دل میں تصور جما لے۔ یہ بالکل ظاہر ہے ان مظاہر میں اسکی

---

[1] ملکہ اس عادت کو کہا جاتا ہے جو مداومت کے باعث نفس انسانی سے جلد فنا پذیر نہ ہو سکے۔

www.maktabah.org

واقعی حقیقت وذات کی بناپر۔ بارخدایا ہم کو اور سب طالبوں کو یہ بزرگ نسبت اور لطیف مشاہدہ نصیب کر صدقہ نبی کا اور ان کی اولاد پاک کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارباب ذوق وعرفان اور اصحاب شوق ووجدان کے نزدیک جس نے نسبت شریفہ کی نگرانی میں اور اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے میں دم بھر کے لئے بھی غفلت وفراموشی کی تو اس کو مردار کہا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میتۃ (جو جان ذکر خدا کے بغیر نکلے وہ مردار ہے) اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مردہ جان کی موت کے خبر دینے والے تو کچھ آدمی اور پڑوسی ہوں اور جو مشاہدہ کی دولت سے محروم ہو وہ ایسا مردہ ہے کہ دنیا کے چوپائے اس کی خبر دیتے ہیں اس تسلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ سے دو شخص شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ سے ملاقات کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب یہ دونوں آپ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو سنا کہ دو بلیاں آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہی ہیں کہ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ گلزار کثیف سے نکل کر لالہ زار لطیف میں تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ دونوں حضرات بہت غمگین ہوئے اور افسوس کیا کہ ہم ان کا شرف صحبت حاصل نہ کر سکے یہ لوگ اسی مقام سے لوٹ جانا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے پھر یہ سوچا کہ شرف صحبت وملازمت تو نہ حاصل ہو سکا چلو ان کے مزار کی زیارت ہی کرلیں۔ جب یہ دونوں افراد آپ کی قیامگاہ پہنچے تو حضرت شیخ کو بقید حیات اور تندرست پایا بہت ہی متعجب ہوئے، ان کو تو نعمت غیر مترقبہ مل گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماجرا حضرت شیخ سے بیان کیا حضرت شیخ یہ واقعہ سن کر بہت روئے اور فرمایا ان بلیوں نے درست کہا تھا کہ ابوبکر جب خداوند تعالی کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت وہ ایک مردہ ہوتا ہے جس کی تمام حیوانات کو خبر ہو جاتی ہے۔

توحید کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہ نے فرمایا توحید الہی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی ہمیشہ سے اپنی ذاتی یکتائی سے نہ کہ کسی کے ایک کہنے سے بے مثلی اور تفرد سے موصوف ہے۔ کان اللہ ولم یکن معہ شیئ (اللہ تعالی موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے موجود نہ تھی) اب بھی ازلی صفت اور انمٹ یکتائی سے متصف ہے الآن کما کان (آج بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا) اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا کل شیئ ھالکٌ الا وجھہ (ہر چیز مٹنے والی ہے سوا اللہ کی ذات کے) یہاں لفظ ھالکٌ ہے لفظ یھلکُ نہیں ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام چیزوں کا وجود اس کے وجود میں آج مٹا ہوا ہے اور اس مشاہدہ کو قیامت کے دن پر رکھنا محروموں کے لئے ہے ورنہ بصیرت والے اور مشاہدہ والے جو زمان ومکان کی تنگی سے رہائی پا چکے ہیں ان کے حق میں یہ وعدہ دم نقد ہے اور یہ وہ خدائی توحید ہے جو نقصان کے عیب سے پاک ہے اور مخلوقات کی توحید ان کی ناقص الوجودی کے سبب غیر مکمل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے جو حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے بزرگ سے ہیں نیازمندانہ عرض کیا کہ آدمی بڑا بلند حوصلہ اور باہمت واقع ہوا ہے تو جب مراتب وکمالات کے میدانوں کا چکر لگا کر بھی ذات بحت تک اس کی رسائی نہ ہوئی تو پھر

www.maktabah.org
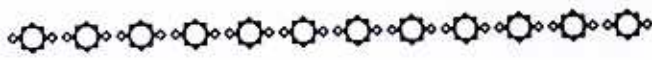
اس کا مقصود کیا ہوا فرمایا کہ درجات تحقیق پر قدم بڑھانے والوں اور اس بیابان توفیق کے سیاحوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ دریائے احدیت میں ڈوب جائیں اور صحرائے الوہیت مطلقہ میں گم ہو جائیں بلکہ سلوک میں سالک کا کمال یہ ہے کہ اپنی صورِ علمیہ اور وجود ثابتہ کے ساتھ احکام جاریہ کو قبول کرے (احکام کے نفاذ کو برضائے خاطر قبول کرے) مثلاً مجازی سلطنت میں کسی کو بہت زیادہ قرب حاصل ہے تو اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ کی ذات پر تصرف حاصل کرے بلکہ اس کا کمال قرب بس یہی ہے کہ وہ منصب وزارت حاصل کرے یا کسی محکمہ میں صدارت سے مشرف ہو جائے اسی طرح یہ منصب خاص عارفوں کے لیے مخصوص ہے۔ پس اس کی ذات پر تصرف کے حصول کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے (کہ اس سے مقصود قرب خاص ہے نہ کہ ذات پر تصرف) قال الاشرف الذات البحت محتجب برداء کبریائہ سرمدًا ولم یصل الیہ من الموجودات احدٌ ابدًا (اشرف کہتا ہے کہ وہ ذات محبت کبریائی کی چادر سے ہمیشہ سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص اس تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام کاملین اور بزرگان طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حقیقت جس طرح سے کہ وہ ہے (حقیقت ھی کما ھی) کائنات میں سے کسی کے لیے بھی مدرک نہیں ہے۔ موجودات میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا چاہے وہ انبیا علیہم السلام میں سے کوئی ہو یا اولیاء کمل میں سے کوئی ہو۔ وہ ہمیشہ پردہ خفا میں ہے اور ابد تک حجلۂ قدم میں مستور رہے گا۔ وہ پس پردۂ عزت اغیار کی نظروں سے مخفی ہے) حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

معشوق چون نقاب زرخ برنمیکشد
ہر کس حکایتی بتصور چرا کنند

معشوق جب نقاب کو رخ سے الٹ نہ دے
ہر شخص اس کے خیال کی باتوں کو کیوں کرے

اور صوفیوں کے قبضہ اور عارفوں کے نشانہ میں بیابان کے چکر لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ قاف یکتائی کے عنقا اور اطراف بے نیازی کے شیر کو جال میں پھنسانا محال ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چین
کاینجا ہمیشہ باد بدستست دام را

لے جاؤ جال ہوگا نہ عنقا کبھی شکار
ہوتا نہیں ہے دام یہاں پر کبھی بکار

لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں) کے تیر نے حاملان اسرار کے سینوں کو چاک کر ڈالا اور یحذرکم اللہ نفسہ (اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے) کے خنجر نے نورانی لوگوں کے کلیجوں کے ٹکڑے کر دیئے ؎

کشیدہ خنجری از ہیبت ذات
دریدہ فرق عرفا را بکرات
بذات او نباشد سیر مردم
کسی کاینجا رسیدہ گشت سر گم

بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
سر عارف کو کتنی بار کاٹا
نہیں اس ذات تک ہے سیر مردم
یہاں کوئی جو پہونچا ہو گیا گم

www.maktabah.org

ازین حیرت ہمہ عرفاء ماناک	اسی حیرت سے ہیں عرفاء ماناک
کشیدہ سر بجیب ما عرفناک	کشیدہ سر بجیب ما عرفناک
نبردہ کس ازین دریاء ذخار	نہ اس دریا سے کشتی کو نکالا
بدر کشتی حصول این راست پندار	کسی نے اس کو سمجھے عقل والا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک رات شیخ ابو اسحاق گاذرونی آسمانِ رفعت کے ماہِ کامل اور ایوانِ شوکت کے صدر حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوئے تو انہوں نے خدمت والا میں کیا ما العقل؟ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) ادنانہ ترک الدنیا و اعلاہ ترک التفکر فی ذات اللہ لقد صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل الناس فی ذات اللہ حمقی ای فی معرفۃ ذاتہ وایضا قال تفکروا فی آیاتہ ولا تفکروا فی ذاتہ:

یا رسول اللہ عقل کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ادنیٰ درجہ ترک دنیا ہے اور اس کا بلند درجہ ذات الٰہی میں غور و خوض کا ترک کرنا ہے۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات میں نادان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو۔

حضرت صاحبِ فصوص (شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) نے فرمایا ہے التفکر فی ذات اللہ محال فلم یبق التفکر الا فی الکون (ذات الٰہی میں فکر محال ہے۔ پس فکر باقی نہ رہی مگر دنیا میں یعنی دنیا کے امور میں فکر کی جا سکتی ہے) ؎

ہر کہ در ذاتش تفکر کرد نیست	کوئی اس کی ذات کو سوچے اگر
فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست	ذات تک پہونچی نہیں اس کی نظر
ہست آن پندار او زیرا براہ	کون پہونچے گا بھلا اس راہ تک
صد ہزاران پردہ آمد تا اللہ	لاکھوں پردے ہیں پڑے اللہ تک

اس موقع پر حضرت کبیر نے عرض کیا جب ذات بحت کا حصول اور اس کا وصول اس طرح ناممکن و ممتنع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یحیطون بہ علما (یعنی علم سے اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں) پس اس صورت میں صوفیہ کرام کے درجات و مقامات میں تفاوت کس اعتبار سے ہے اور اس کا کیا محل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ عارفان روزگار اور سالکان نامدار کی کامیابی عروج اور ناکامی و نزول کی تفریق مرتبۂ صفات و تنزلات میں ہے جس کا بیان عنقریب اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۲

ولی کی ولایت پہچاننا اور اس کے اقسام

(دربیان ولایتِ ولی و اقسام او)

قال الاشرف:

الولایة ھی قیام العبد مع البقاء بعد الفناء واتصافہ بصفة التمکین والصفا۔

(یعنی بندہ کا قائم رہنا بعد فنا کے بقا کے ساتھ اور متصف ہونا صفتِ تمکین و صفا سے ولایت ہے)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ آیات بیّنات (قرآن حکیم) میں کوئی ایسی آیت ہے جو اولیاء اور اس گروہ عالیہ کی ولایت کے سلسلہ میں مشعر و مظہر ہو۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم ربانی امام عبداللہ یافعی الیمنی (قدس سرہٗ) نے اپنی بعض تصانیف میں دس قرآنی آیات اور صحاح ستّہ سے دس احادیث بیان کی ہیں اور ان کو اس گروہ صوفیہ کی جلالتِ شان اور علو مرتبت پر دلیل بنایا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سی دلیلیں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سلسلہ میں موجود ہیں لیکن بخیالِ اختصار صرف تین آیات (نصوص) اور تین احادیث بیان کی جاتی ہیں:

نصوصِ قرآنی

۱- فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا ۠ [1]

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے انبیاء صدیقین، شہداء اور صلحا ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

۲- اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ [2]

تحقیق کہ اولیائے الٰہی کیلئے نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہیں۔ ان کیلئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہے اور یہ بڑی مراد پر پہنچنا ہے

۳- اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

تحقیق جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

---

[1] پ ۵ سورہ نساء ۶۹، ۷۰ [2] پ ۱۱ سورہ یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴

www.maktabah.org

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ [1]

اور انہوں نے اس پر صبر استقامت کی توان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم مت ڈرو اور غمگین مت ہو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہربانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

احادیث شریفہ

۱۔ روینا فی الصحیح البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہٗ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا اَحْبَبْتُہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہٗ وروی استعاذبی بالنون والباء وَ اٰذنتہٗ بالحرب اعلمتہ بانی محارب لہ۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرے بندوں میں سے جس نے مجھ سے تقرب چاہا اور اس نے کسی ایسے شی کو مجھ سے تقرب کا ذریعہ نہیں بنایا اُس چیز کے مقابلہ میں جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلوں کے ذریعہ نزدیکی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب اسکو دوست رکھتا ہوں تو اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو پورا کروں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دونگا۔ اور حدیث میں استعاذ بی بھی مروی ہے ن اور ب دونوں سے اور حدیث میں اٰذنتہ بالحرب کے معنی ہیں کہ میں نے اعلان کر دیا کہ میں خود اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔

---

[1] پ۲۴ سورہ حم السجدہ ۳۰، ۳۱، ۳۲

www.maktabah.org

سه لِلّٰہ قوم فی الحماء کرام
مستیقظون والورے ینام
اُولوا مقامات علت واحوال
ھم کشمش فی السماء یقام

خدا کے ایسے بھی ہیں بعض بندگانِ کرام
کہ جاگتے ہیں اور خلق کو ہے خواب سے کام
بلند رتبہ ہیں روشن ہیں حالتیں اُن کی
ہے آفتاب کا جسطرح آسماں میں مقام

۲ روینا فی الصحیح المسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ مو ہیں جو دروازوں سے دھکے دیئے جاتے ہیں اس مرتبہ کے ہیں کہ وہ کسی بات کیلئے قسم کھالیں تو اللہ ان کے قول کو سچا کردیتا ہے۔

سه اخص الناس بالایمان عبد
خفیف الحاذ مسکنہ العقار
لہ فی اللیل حظ من صلوٰۃ
ومن صوم اذا طلع النہار
وقوت النفس یاتی بالکفاف
وکان لہ علی ذلک اصطبار
وفیہ عفۃ وبہ خمول
الیہ بالاصابع لا یشار
فذلک قد نجا من کل شر
ولم تمسسہ یوم البعث نار

وہ ہے ایمان میں مخصوص بندہ
سبک دست اور زمین جسکا ہے گھر بار
نمازوں میں ہے کٹتی رات اس کی
ہے دن میں صوم سے اسکو سروکار
غذا اس کی نہیں کافی سے زیادہ
اور اس پر صبر کرنے سے نہیں عار
پسند اسکو ہے گمنامی و تقوے
عوام اس سے نہیں بالکل خبردار
وہی محفوظ ہے ہر شے سے لاریب
قیامت میں نہ ہوگا داخل نار

۳ روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت باراں کی مانند ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسکا اول اچھا ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔

اس کلمہ (حدیث شریف) سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ سے صادر ہوا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی زمانہ میں کسی وقت بھی اولیا مشائخ اور علما وراسخ سے خالی نہیں ہوگی جو شریعت ظاہری کے علمبردار اور بطون حقیقت کے مظہر ہیں اور یہ اپنی عمدہ باتوں یا اچھے کاموں سے امت کو آداب شریعت وطریقت کا

www.maktabah.org

پابند کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس طائفہ مقدسہ کے اسلاف کا طریقہ عمل یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال و افعال کے انوار کو ریاضت و مجاہدات سے جن کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے حاصل کر کے اپنے مریدوں اور استفادہ کرنے والوں کے بطون کو متاثر اور منور کیا ہے وہ حکایات و روایات میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ اس دور میں تصنیفات بھی کم تھیں اور لِسَانُ الْحَالِ اَنْطَقُ مِنْ لِسَانِ الْمَقَالِ یہ مسلمہ ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہوتی ہے یہی حضرات حقیقت میں انبیا و رسل کے وارث و خلیفہ ہیں اور یہی ارباب حقائق توحید ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو صادق فراست سے اور الہامات سے نوازے گئے ہیں اور قیام قیامت تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا رہنے والے ہوں گے اور عالم ہمیشہ ان کے نور ولایت سے منور اور روشن رہے گا۔ اور ہر ایک زمانہ میں اس گروہ کے برگزیدہ اشخاص کو روشن نشانیوں دکرامتوں کے ساتھ اس مہم پر نصب کیا گیا ہے تاکہ وہ اس اُمت کی رہبری کریں اور لوگوں کو انسانی خواہشات کی پستی سے نکال کر خالق کائنات کی بندگی کی بلندی پر پہنچائیں۔

اہل تحقیق کی اصطلاح میں یہی طائفہ صوفیہ کے نام سے موسوم ہے (یہی لوگ صوفی کہلاتے ہیں) یہی وہ حضرات ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے باعث مرتبہ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد یہ حضرات اس منصب پر بطریق متابعت ماذون و مامور کئے گئے کہ اتباع شریعت کی لوگوں کو دعوت دیں، جیسا کہ امام قشیری (ابو القاسم) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

عہد اسلام میں کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس میں اس گروہ صوفیہ کے مشائخ میں سے کوئی شیخ جو توحید و معرفت کے مرتبۂ عالی پر فائز ہو موجود نہ رہا ہو اور اس نے عوام کی امامت کا فرض ادا نہ کیا ہو اور اس زمانہ کے ائمہ اور علما اس شیخ کے مطیع نہ رہے ہوں اور اس کے حضور میں انہوں نے عجز و انکسار نہ کیا ہو اور اس سے برکتیں حاصل نہ کی ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

وصار یخدمنی من کنت اخدمہ	کل جو تھا مخدوم خادم ہو گیا
مولی الوریٰ مذ صرت مولائی	جب مرا مولا ہوا تو اے خدا
ترکت للخلق دنیاھم و دینھم	تیرے حب میں دین و دنیا چھوڑ دی
شغلا لحبك یا دینی و دنیائی	تو مری دنیا ہے تو ہے دین مرا

حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کے حضور میں درخواست کی کہ "ولایت" کے معنی سے آگاہ و سرفراز فرمائیں، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولایت ولاء سے مشتق ہے جس کے معنی قرب کے ہیں۔ ولایت دو طرح ہے۔

ولایت عامہ ولایت عامہ تو تمام اہل ایمان میں مشترک ہے، ہر صاحب ایمان اس میں شریک ہے ولایت عامہ کو لطف الٰہی سے قرب ہے اور اس طرح تمام مومنین حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لطف سے قریب ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کے ذریعہ کفر سے ان کو نکال لیا ہے اور نور ایمان عطا فرما دیا ہے اور وہ اس کے نزدیک ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

www.maktabah.org

إِلَى النُّوْدِ ۵ ؎ (یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور ان کو وہ تاریکی سے روشنی میں نکال کر لایا) یہ تھی ولایت عامہ۔

ولایت خاصہ ولایت خاصہ ارباب سلوک میں جو حضرات واصلان حق ہیں ان کیلئے مخصوص ہے۔

دھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائہ۔ قالوا الولی ھو الفانی فیہ والباقی بہ (اور اس سے مراد بندے کا حق میں اور اس کی بقا میں فنا ہونا ہے اور کہا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ میں فانی ہو اور اس کے ساتھ باقی ہو)

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ فنا سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ فنا سے مراد سیر الی اللہ کی انتہا ہے۔ اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔

سیر الی اللہ کا اختتام اس وقت ہوتا ہے کہ درویش بادیہ وجود کو صدق کے قدموں سے یکبارگی طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت متحقق ہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو وجودی اور ذاتی فنا رمطلق کے بعد تمام آلائش حدوث سے پاک فرمادے تاکہ وہ اس عالم میں اوصاف الٰہی اور اخلاق نامتناہی سے متصف ہو کر ترقی کرے۔ شیخ ابو علی جرجانی قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں۔ الولی ھو الفانی من حالہ والباقی فی مشاھدۃ الحق لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ قرار (یعنی ولی وہ ہے جو فانی ہو اپنے حال سے اور مشاہدہ حق میں اس طرح باقی ہو کہ اس کو نہ اپنے نفس کی خبر ہو اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار ملے)

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم ولی بننا چاہتے ہو، اس نے کہا جی ہاں! چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو پھر تم دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھو اور نہ عقبیٰ کی کسی چیز سے، اپنے نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ بنالو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ولی کون ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے رسالہ قشیریہ سے یہ قول نقل فرمایا: تحقیق ولی کے دو معنی ہیں ایک فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول۔ یعنی وہ شخص جس کے امر کا متولی اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ (اور وہ ذمہ دار ہے صالحوں کا) اور وہ اس کو اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا۔ ایک لحظہ کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذمہ داری کی رعایت فرماتا ہے۔ اور دوسرے معنی فعیل بمعنی فاعل ہیں۔ یعنی وہ ذمہ دار ہے حق تعالیٰ کی بندگی، اس کی اطاعت اور عبادت کا اور اس پر تواتر کے ساتھ یہ ذمہ داری جاری ہے بغیر اس کے کہ نافرمانی درمیان میں آئے پس یہ دونوں وصف موجود ہونے چاہئیں تاکہ ولی ولی بن جائے یعنی اس کا حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پر تمام و کمال قائم ہو جانا اور حق تعالیٰ کا ہمیشہ اسکا محافظ ہونا خواہ خوشی ہو یا رنج۔

حضرت کبیر نے شرائط ولی کے بارے میں عرض کیا کہ ان کی صراحت فرمائیں:

---

۵ ؎ پ۳ سورہ بقرہ ۲۵۷

www.maktabah.org

قال الاشرف: الولی قلبہ مستانس باللہ متوحش عن غیر اللہ۔
اشرف نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کا دل حق سبحانہ و تعالیٰ سے انس رکھے اور غیر حق سے متوحش اور گریزاں ہو۔ اس ارشاد کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے شرائط ولی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:۔
شرط ولی یہ ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہو جس طرح نبی کی شرط یہ ہے کہ معصوم ہو اور جس کسی پر بھی از راہ شریعت اعتراض ہو (للشرع علیہ اعتراض) بس وہ مغرور اور فریب خوردہ ہے۔ (ولی نہیں ہے)

پاس شریعت حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ ایک ایسے شخص سے ملنے کو چلے جس کی ولایت آپ سے بیان کی گئی تھی جب ان کی مسجد کے قریب آپ پہنچے تو ان کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد وہ شخص باہر نکلا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا۔ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ وہاں سے پلٹ پڑے اور اس شخص کو سلام بھی نہیں کیا اور فرمایا کہ جب آداب شریعت کا بھی اس شخص کو پاس نہیں ہے تو یہ اسرار خداوندی کا امین کس طرح ہو سکتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کوئی شخص شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے اپنا بایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھا شیخ قدس سرہٗ نے اس سے فرمایا لوٹ جاؤ کہ جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سے واقف نہیں ہے اس سے ہم کلام و ہم نشین ہونا مناسب نہیں ہے حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ولی کے لیے شرط محفوظ سے مراد تمام عصیان سے محفوظ ہونا ہے یا بعض سے؟ تو آپ نے فرمایا کہ شرط یہ ہے۔ کہ اصرار علی معصیت سے محفوظ رہے تاکہ گناہ پر اس کا قیام نہ ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی صغیرہ گناہوں پر بھی قائم رہنے سے محفوظ ہے (صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں ہے) جنید قدس سرہٗ سے ایک شخص نے سوال کیا ولی سے زنا سرزد ہو سکتا ہے؟ اے ابو القاسم!! آپ کچھ دیر سر جھکائے رہے۔ پھر فرمایا خداوند تعالیٰ نے ہر کام کا اندازہ مقرر کر دیا ہے (یعنی جو کچھ اس نے مقرر کر دیا ہے اس کا صدور ضروری ہے)
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے شیخ علاؤ الدولہ السمنانی (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام عمداً اظہار گناہ کرنے سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہ کی ذلت سے محفوظ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ؎

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا	بخشتا ہے تو بخش سب کو خدا
وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا لَمَّا	کون بندہ ہے بے گناہ ترا

مجھ بیچارے کے نزدیک کوئی گناہ اس سے بدتر نہیں کہ بندہ خود کو خطا کار اور مجرم نہ سمجھے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرط ولایت ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔ کہ وہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قولاً، فعلاً اور از روئے اعتقاد تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

www.maktabah.org

ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ (اے رسول فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو) پس سلوک و طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے راستہ کو طے کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ تابع پابند ہے اپنے متبوع کے حکم کا انہی لوگوں کے حق میں ہے ماسوئی سے کلی طور پر اعراض کرے اور خواہشات (دنیا) سے قطعی گریزاں رہے اسی طرح دنیاوی خیر و شر کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ ولی کی نظر میں کونین کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جس کو یہ دولت دارین (ولایت) مل گئی ہے اُس کو تخت سلطنت پر جلوس فرمانے کی مطلقاً خواہش نہیں ہوتی۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت نے اپنے دیوان سے یہ غزل پڑھی:

وصل تو چون دست داد ملک جہان گو مباش	وصل ترا جب ہوا ملک جہاں گو نہو
لعل تو چون حاصل است گوہر جان گو مباش	لعل لب ہے رونما گوہر جاں گو نہو
آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست	مصحف رخ کو نہیں حاجتِ تفسیر ہے
صورت خورشید را شرح و بیان گو مباش	صورت خورشید کی شرح و بیاں گو نہو
صف شکن عاشقان فتنۂ آخر زمان	صف شکن عاشقاں فتنۂ آخر زماں
غمزہ ابروئی تست تیر و کمان گو مباش	غمزۂ ابرو ترا تیر و کماں گو نہو
عاشق روئی تو نیست طالب دنیا و دین	ہاں ترا عاشق نہیں طالب دنیا و دیں
آرزوی جان توئی کون و مکان گو مباش	آرزوئے جاں ہے تو کون و مکاں گو نہو
گردش گردون اگر قطع شود گو بشو	گردشِ گردوں اگر ختم ہو تو کہدے ہو
حاصل فطرت توئی دور زمان گو مباش	حاصل فطرت ہے تو دور زماں گو نہو
بی تو نیرزد جوی ہر چہ بود در جہان	تیرے بغیر دو جہاں جو کے برابر نہیں
مایۂ جانہا توئی سود و زیان گو مباش	مایۂ جان تو ہی ہے سود و زیاں گو نہو
آتش عشق ار بسوخت خرمن ما گو بسوز	آتشِ عشق گر جلائے مجھ کو تو کہدے جلا
اشرف شوریدہ را نام و نشان گو مباش	اشرف شوریدہ کا نام و نشاں گو نہو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ولی کی ایک شرط یہ اور ہے کہ وہ عالم ہو جاہل نہو منفصل ہو متصل نہ ہو۔ جب منفصل ہو جائے گا تو پھر متصل ہو جائے گا جیسا کہ شیخ شبلی نے فرمایا ہے کہ طہارت انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔ اگر طہارت میں غیر خدا سے منفصل نہ ہوگا تو نماز میں اللہ سے متصل بھی نہ ہوگا۔ جب اتصال انفصال کا نتیجہ ہے تو منفصل صاحب کشف ہوگا اور صاحب کشف عالم ہوگا اور جاہل نہ ہوگا اور عالم ربانی ولی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا ولی جاہل نہیں ہوتا۔ ان اللہ لا یتخذ و لیا جاھلا قط (اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا)

علم وراثت | حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر علم کا چراغ ولی کے دل میں نہ ہو تو اُسے شر کی خبر نہیں

www.maktabah.org

ہو سکتی اور وہ صحرائے ظلمت اور دشتِ کدورت میں مارا مارا پھرتا رہے۔ ہاں اس علم سے مراد علم مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہ علم ہے جسے علم وراثت کہا گیا ہے۔ علما انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہ علم تصرف الٰہی اور اسکی لامتناہی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔

قال الاشرف:

ان اللہ ناصر الذین اٰمنوا ثم اخرجھم عن حجب الطبیعت وکشف عن قلوبھم نور الاحدیت

(یعنی اللہ تعالیٰ ان حضرات کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حجاب ہائے طبیعت سے باہر نکالا اور نورِ احدیت ان کے دلوں پر ظاہر کر دیا) اگر اس علم سے علم مدرسہ درراست مقصود ہوتا تو پھر علمائے ظاہر ہی سر حلقۂ اولیاء روزگار اور پیشوا سے اصفیائے نامدار ہوتے اور ایسا نہیں ہے اس لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ ولی کو علم وراثت کا عالم ہونا چاہیئے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ علم وراثت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا علمِ وراثت وہ علم ہے جو بغیر تعلیم کے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا سبق ہے کہ بغیر رابطۂ تکلم کے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ میت کا ترکہ جو علماء ظاہر میں مشہور ہے کہ بغیر محنت کے صرف رشتۂ قرابت سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ علم لدنی ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اپنے پاس کے علم سے اس کو تعلیم دی) کے خزانہ سے ولی کو کچھ حصّہ دیا جاتا ہے اگرچہ از روئے ظاہر ابجد آشنا بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے مجذوب حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگار من کہ بمکتب نہ رفت وخط نہ نوشت	مراحبیب کہ مکتب گیا نہ کچھ لکھا
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد	ادا و ناز سے لکھے پڑھوں کو درس دیا

چنانچہ ایسے حضرات متقدمین صوفیہ کرام میں بھی بہت ہیں اور متاخرین بزرگوں میں بھی بکثرت ہیں۔ ایک ان میں سے حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمۃ اللہ علیہ تھے ۲۲ سال کی عمر میں توبہ کی توفیق ہوئی پہاڑ پر جاکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اٹھارہ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی تو انہیں مخلوق میں بھیجا گیا۔ علم لدُنّی کے دروازے ان پر کھولے گئے تھے چنانچہ تین سو سے زیادہ رسالے انہوں نے علم توحید و معرفت علم سر و حکمت، روشِ طریقت و اسرار حقیقت میں تصنیف کئے ہیں اور اتنے بلند پایہ کہ کوئی عالم اور دانشمند ان کے کسی قول پر اعتراض نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے آپ کی یہ تمام تصنیفات نصوص قرآنی اور احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ ہر قول کی دلیل نص یا حدیث سے لاتے ہیں آخر عمر تک حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی کے ہاتھ پر تقریباً تین لاکھ افراد نے توبہ کی سعادت حاصل کی اور گناہ کے راستہ سے پلٹے اور سعادت و معرفت کی راہ پہ گامزن ہوئے۔

شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ نے اس خرقہ کو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چلا آرہا تھا اور بیس مشائخ کاملین نے اسکو پہنا تھا شیخ الاسلام کو دیا۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی اور حضرت شیخ ابو العباس قصاب

www.maktabah.org

قدس اللہ سرہما بھی محض امی تھے اور ایسے امی کہ کاف اور قاف میں بھی تمیز نہیں کرسکتے تھے ایک بزرگ شخص کو کہتے تھے انت ماشو کی (انت معشوقی) اس کے باوجود یہ حضرات یگانۂ روزگار اور فرید عصر گذرے ہیں اور غوث جو اکابر کا سرِ حلقہ اور سردار ہوتا ہے وہ تھے اور ہر ایک بزرگ ان سے فیض حاصل کرتا تھا۔

شیخ احمد جام کا نابینا کو بینا کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ احمد جام کو شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی خانقاہ سے کسی دعوت میں لوگ لے جا رہے تھے جب خادم نے جوتا سامنے رکھا شیخ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ایک ضروری کام ہے کچھ دیر کے بعد ایک ترکمان اپنی بیوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اس کے ساتھ ایک ۱۳ سال کا بہت ہی خوبصورت لڑکا بھی تھا لیکن نابینا! انہوں نے کہا کہ اے شیخ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی ہے لیکن اس بیٹے کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں ہے جہاں کہیں کسی بزرگ طبیب یا مزار کے بارے میں ہم نے سنا ہم وہاں گئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب فرماتے ہیں وہ پورا ہو جاتا ہے۔ آپ ہمارے اس لڑکے پر توجہ فرمائیں تاکہ اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ پر قربان!! اگر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا تو ہم آپ کے در پر سر پٹک پٹک کر جان دے دیں گے۔ حضرت شیخ نے فرمایا عجیب معاملہ ہے مردہ زندہ کرنا اور نابینا کو بینا کر دینا، کوڑھی کو تندرست کرنا یہ سب تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ احمد کون ہے اور اس کی کیا ہستی ہے اس سے بھلا یہ محال کام کیسے ہوگا یہ کہہ کر وہ جانے لگے ترکمان اور اس کی بیوی نے سر زمین پر پٹکنا شروع کر دیا۔ جب حضرت شیخ دالان میں پہنچے تو ایک عظیم حالت آپ پر طاری ہوئی۔ اور آپ کہنے لگے ہم کریں گے ہم کریں گے۔ وہاں موجود چند حضرات نے یہ جملے سنے۔ حضرت شیخ دالان ہی سے پلٹ پڑے اور خانقاہ میں تشریف لائے۔ اور چبوترے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور فرمایا اس نابینا لڑکے کو لایا جائے چنانچہ لڑکے کو آپ کے روبرو لایا گیا آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے اس کی دونوں آنکھوں پر رکھ کر کھینچ لیا اور فرمایا اُنْظُرْ بِاِذْنِ اللہِ (دیکھ اللہ کے حکم سے) اسی وقت اُس نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی۔ وہاں موجود چند حضرات نے آپ سے دریافت کیا کہ پہلی مرتبہ تو آپ کی زبان مبارک سے وہ کلمات ادا ہوئے اور پھر یہ کلمات ادا ہوئے کہ ہم کریں گے ہم کریں گے یہ دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ جو کچھ اول مرتبہ کہا گیا وہ احمد کا قول تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا جب میں دالان میں پہنچا تو ندا آئی کہ احمد ٹھہرو! زندہ کرنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ اور کوڑھی کو اچھا کرنا بھی ان ہی کا کام تھا اب تم بھی کہہ دو کہ ہم کریں گے ہم کریں گے ہم نے اس لڑکے کی آنکھوں کی روشنی اب تیرے اختیار میں دے دی ہے۔ غیب کی یہ آواز میرے دل میں اس طرح آئی اور یہ کلمات اس طرح دل میں اترے کہ میری زبان سے بھی وہی کلمات ادا ہو گئے! بس وہ قول اور فعل جو کچھ بھی تھا وہ حق تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ جو احمد کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوا۔

شیخ محمد معشوق طوسی کا اپنی قبا بند کرنا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معشوق طوسی مجذوب زمانہ کے

www.maktabah.org

بہترین دانشمندوں میں سے تھے۔ طوس میں آپ کا قیام تھا اور آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا محض آپ کی زیارت کے لیے نیشاپور تشریف لے گئے تھے۔ یہ مزار طوس کے ایک گاؤں میں واقع ہے۔ بقول ایک درویش شیخ عین القضاۃ ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ شیخ محمد معشوق نماز نہیں پڑھتے تھے۔ خواجہ محمد عمویہ اور شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن صدیقوں کو یہ تمنا ہو گی کہ وہ خاک ہوتے اور محمد معشوق اس خاک پر اپنا پاؤں رکھتے۔ یہی مجذوب محمد معشوق ایک روز طوس کی جامع مسجد میں پہنچ گئے اس وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) وعظ کہہ رہے تھے۔ محمد معشوق نے اپنی قبا کا بند (جس کو وہ ہمیشہ کھلا رکھتے تھے) باندھ لیا۔ بندِ قبا باندھتے ہی شیخ ابوسعید خاموش ہو گئے (زبان کو یارائے گویائی نہ رہا) کچھ دیر کے بعد جب بولنے کی سکت پیدا ہوئی تو بولے اے سلطان عصر! اے سرور! قبا کا بند کھول دیجئے کہ آپ نے اپنا بند باندھ کر ساتوں آسمانوں اور زمین کو باندھ دیا ہے۔

اللہ اللہ! یہ کیسے امّی تھے کہ علوم اولین و آخرین کے چشمے ان کی زبان و دل سے جاری تھے۔

پھر حضرت نے زبان مبارک سے فی البدیہہ شعر ارشاد فرمایا:۔

زہے معشوق چون بند قبا بست	خوشا معشوق بندش کی قبا کی
ہزاران بند بر دل از جفا بست	تو دل پر گتھیاں ڈالیں جفا کی

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے عطاء علم غیبی کی بات نکلی فرمایا کہ اہل اللہ درد دلیشوں کے لئے علم غیبی عطا کرنا اور پوشیدہ سچی باتوں کو ظاہر کر دینا آش جو کھانے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت نورالعین سے تصرّف کروانا

حضرت کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ حضرت نورالعین کے تصرف کو دوسروں کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت کا کمالِ تصرف بعینہٖ ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تاکہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملہ میں کہیں خامی رہ گئی ہو تو اس خامی کا تدارک کر دے اس خیال کے پیش نظر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت نورالعین سے ارشاد کیا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان اور دودمان عالی کی خدمت کی ہے۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تاکہ میں اس کا اثر ملاحظہ کر لوں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔

حضرت نورالعین نے جب بر سبیل از روئے انکسار، عجز و اضطرار عرض کیا کہ جہاں آسمان ہدایت کا آفتاب اور زمانہ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب کے رحم و کرم کے محلسرائے شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیا طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ اس آفتاب عالمتاب پر زوال نہ ڈالے بالنبی وآلہ الامجاد۔

www.maktabah.org

جمالت آفتاب ہر نظر باد	تیرا رخ آفتاب ہر نظر ہو
زخوبی روئے خوبت خوب تر باد	صفا میں خوب سے بھی خوب تر ہو
ہمائے ہمتت را ہمچو شہباز	رہے ہمت کا طائر مثل شہباز
رہ شاہان عالم زیر پر باد	کہ ہر اک شاہ جس کے زیر پر ہو

اور ذات بابرکات کہ اسرار الٰہی کی مظہر ہے اور صفات والا درجات کہ نامتناہی انوار کا سرچشمہ ہے آسمان و زمین کا ماوا و ملجا ہے۔ تندرستی و صحت کی گودوں میں ہمیشہ پلا کرے

مثنوی

جنابت تا قیامت در امان باد	قیامت تک رہے یہ در اماں میں
ترا ہر چہ از خدا خواہم ہمان باد	جو میں مانگوں ملے تم کو جہاں میں
چو در کون و مکان تنفیذ حکمت	ترے احکام عالم میں ہوں نافذ
روان در تن روان حکمت روان باد	ہے جیسے جسم میں جاں جان جاں میں
برین کون و مکان حکمت چہ باشد	فقط کون و مکاں پر حکم کیا ہے
مثال نور دان بر لا مکان باد	ترا فرمان ہو جاری لا مکاں میں
جو برین الشرق شوکت آفتابت	ترے اقبال کے مطلع سے سورج
بہ برج اقتدایت درخشان باد	رہے روشن زمین و آسماں میں
برایت تا قیامت من چہ خواہم	قیامت تک تمہیں میں کیا دعا دوں
کزا مکان بیش صد لک سالیان باد	رہو بعد از قیامت بھی جہاں میں
بساطِ شرف را دیگر حریفی	مقابل تیری عظمت کا نہیں ہے
جہان را نیست تا آخر جہان باد	کہیں کوئی زمین و آسماں میں
بچشم معرفت چون قرۃ العین	جسے دیکھو مثالِ قرۃ العین
بہر کس بنگری از عارفان باد	وہ داخل ہو گروہ عارفاں میں
بصدر عارفان و کاملان ہم	بزرگوں کی مجالس کے رہو صدر
مکانِ مصدرِ تو جاودان باد	صدارت ہو تری ہر اک زماں میں
نگاہ یمن بخشا بر یمانی	یمانی پر نگاہ لطف ہو جائے
از عین لطف چون جز دیمان باد	گنا جائے گروہ مومناں میں

آفتاب عالمتاب کے ہوتے کسی دوسرے کی کیا مجال کہ تصرف و جذبہ کے زد میں اپنے کو دشواری میں ڈالے اور غریب ستارہ کی کیا طاقت کہ صاف اور روشن آفتاب کے سامنے تصرف کا دم مارے

www.maktabah.org

گفتن بر خورشید کہ من چشمۂ نورم	خورشید سے کہنا کہ میں ہوں چشمۂ انوار
دانند بزرگان کہ سزاوار سہا نیست	معلوم ہے سب کو کہ سُہا کو نہیں زیبا

لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور آداب وطریقت کے خلاف تھا لہذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نور العین) کمربستہ ہو گئے۔ حضرت نور العین مراقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہو گئے اور انجذاب روحانی پر توجہ فرمائی۔ ذرا سی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توحید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔ اس کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اس وقت بعض عالم بھی جو وہاں بیٹھے ہوتے تھے اس کو نہیں سمجھ سکے ان علما میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں۔ کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔ اب آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجیے اگر وہ اس کو حل نہ کر دیں تو میں ضامن! !

آپ کے ارشاد کے بموجب علما نے عجب عجب سوالات کیے اور علم ہیئتِ فلک کے پیچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے انہوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جوابات دیے۔ بلکہ دس کے سو درست جوابات دیے۔ اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کر رہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پر تو بھی اگر کسی پر پڑ جاتے ذرہ کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔

چو تابد ذرہ از خورشید اطلاق	ذرا بھی چمکے گر خورشید اطلاق
درخشاند سراسر جملہ آفاق	چمک اٹھے اسی دم سارا آفاق
برافتد بر دلی از نور خورشید	جو پڑ جائے کسی پہ نور خورشید
سراسر ملک گیرد ہمچو جمشید	تو بالکل ملک لے لے مثل جمشید

دوسرے شخص کو اپنی ولایت اور نعمت بخشنا

حضرت کبیر نے خدمت والا میں عرض کیا کہ عام و خاص میں یہ بات مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ولایت کے آثار اور اپنی نعمت دوسرے کو بخش دی۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ولایت جو ہزار محنت کے بعد حاصل کی جاتی ہے اور وہ نعمت جو صد باد محنتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور جب کہ آخرت میں اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور درجات عالیہ اس کی بدولت نصیب ہوتے ہیں پس ایسی ولایت اور نعمت دوسروں کو کس طرح دی جا سکتی ہے اور اگر دے دینا درست مان لیا جاتے تو بعض اولیائے کرام میں وہ تصرف جو زندگی میں ان کو حاصل تھے انتقال کے بعد کس طرح باقی رہتے ہیں جبکہ وہ اپنی ولایت اور نعمت دوسرے شخص کو بخش چکے ہوتے ہیں۔ حضرت کبیر کے مذکورہ سوال کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس ایثار ولایت اور عطائے نعمت سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی مخصوص ولایت اور اپنی خاص نعمت دوسرے کو دے دیتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ اور شعار کسی کو بخش دیا

www.maktabah.org

جاتا ہے جو بخشنے والے کی ذات تک مخصوص تھا اور دوسرا اس سے محروم تھا تاکہ جسے یہ نعمت دروش اور طرز خاص بخشی گئی ہے اس روش اور اصولِ سلوک کو اپنا کر اس راہ کو طے کرے۔

حضرت شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ شیخ کے پاس نعمت وِلایت (واؤ کو زیر سے) اور دولت وَلایت (واؤ کو زبر سے) دونوں ہوتی ہیں۔ جو کچھ خلق سے لگاؤ ہے وہ پہلی ولایت ہے مثلاً مرید کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جائے اور طریقت کے آداب اس کو سکھائے جائیں۔ لیکن دوسری ولایت محبتِ الٰہی اور حضرت سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے جب ایک شخص دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اس پہلی ولایت کو جس کسی کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اگر وہ خود کسی کو نہیں دیتا تو حق تعالےٰ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بخش دیتا ہے۔ لیکن دوسری ولایت (محبتِ خدا اور رسول) وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور وہ اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

اگر زینجا سفر در پیش گیرم	کروں گا کوچ جب دنیا سے اللہ
زعشقت زاد راہ خویش گیرم	تو تیرا عشق ہوگا توشۂ راہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) جس خرقہ کو پہن کر عبادت کیا کرتے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کو مشائخ سے سلسلہ بہ سلسلہ پہنچا تھا۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ تم یہ خرقہ احمد کے سپرد کر دینا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، تو خط بلند و بالا، حسن میں یوسف، نیلگوں چشم، جس کا نام احمد ہوگا تمہاری خانقاہ میں آئے گا۔ اس وقت تم اپنے اصحاب و احباب کے درمیان میری جگہ بیٹھے ہوگے۔ تم یہ خرقہ یقیناً اس نوجوان کے سپرد کر دینا جب شیخ ابوسعید ابوالخیر کا وقت آخر آیا تو شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنی ولایت و نعمت حضرت شیخ مجھے عطا فرما دیں۔ حضرت شیخ نے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا کہ جس ولایت و نعمت کی تم آرزو کر رہے ہو وہ دوسرے کو دے دی گئی ہے اور ہماری مشیخت کا علم خرابات کے دروازہ پر گاڑ دیا گیا ہے اور ہماری روش اور ہمارا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے کوئی بھی اس صورت کو نہ سمجھ سکا۔ شیخ کی وفات کے چند سال بعد ایک رات ابوطاہر نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ شیخ ابوسعید اپنے چند دوستوں کے ساتھ بہت تیزی کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں ابوطاہر نے پوچھا کہ شیخ یہ کیسی عجلت ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی چلو! کہ قطب الاولیا تشریف لا رہے ہیں۔

دوسرے دن شیخ ابوطاہر خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان داخل ہوا جو ان صفات سے موصوف تھا جو شیخ ابوسعید نے بیان کی تھیں ابوطاہر فوراً سمجھ گئے کہ یہی وہ عظیم ہستی ہے شیخ ابوطاہر نے ان کی بہت عزت و تکریم کی لیکن بتقاضائے بشریت انہیں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے باپ کا خرقہ ہاتھ سے کیوں جانے دوں شیخ ابوطاہر کے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ اس نوجوان نے کہا کہ اے خواجہ امانت میں خیانت روا نہیں ہے خواجہ ابوطاہر بہت خوش وقت ہوئے اور فوراً اٹھے اور وہ خرقہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے وقت سے اب تک یہاں موجود تھا لا کر

www.maktabah.org

اس نوجوان کو پہنادیا شیخ احمد جام قدس سرہ کے بعد معلوم نہیں وہ خرقہ کس کے پاس گیا اور یہ شیخ احمد جام قدس سرہ اپنی ابتدائی زندگی میں بڑے میخوار تھے۔

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کی رفعت شان اور ان کے مقام اعلی کے سلسلہ میں جو یہ مقولہ لطیف اور کلمہ شریف بیان کیا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے یعنی ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار (اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب منتقل ہو جاتے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس مقولہ کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ موت سے یہاں مراد مرگ طبعی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد موت ارادی ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے ظاہر ہے موتوا قبل ان تموتوا (مر جاؤ قبل موت آنے کے) یعنی دوستانِ حق تعالیٰ اور سالکان راہ خداوند تعالیٰ موتِ ارادی سے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اپنی منزل سے دوسری منزلِ اعلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی سالک مراتب کمال کا عبور کرے اور ہر سانس پر اسے ایک دوسری رسائی نصیب ہو اور ہر دم پر دوسری کامیابی حاصل ہو تو یہ سب حاصل شدہ نعمتوں کا مجموعہ ایک قطرہ ہے اور جو باقی رہ گیا وہ دریا ہے۔ اس کی تمام ظاہری حالت ایک ذرہ ہے اور جو باقی ہے وہ آفتاب ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس کی ذات میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہے اور نہ اس کے صفات کے حاصل ہونے کی کوئی انتہا ہے شیخ سعدی نے بھی اس دریائے بے پایاں کا ایک قطرہ چکھا ہے اور اس آفتاب انوار کا ایک ذرہ دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نہ حسنت غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایان — نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ سعدی بات میں کم ہے
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی — مرے بیمار استسقا پیاسا بحر پھر باقی

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اولیاء اللہ اس دنیا میں اپنے تزکیہ جسم و قلب سے اور انوارِ غیبی و اسرارِ الٰہی کے کشف و ظہور سے اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے مراتب باطنی پر آگاہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح تنزلات کی منازل سے ان کو آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور موت طبعی ایک صفتِ جسمانی ہے اور ایک نفسانی کیفیت ہے، بخلاف روحانی صورتوں کے کہ مثالی لباس پہن کر اور تمثیلی جام پیکر میدان اجسام میں تصرف کرتی ہیں تب ایک مرکب جسمانی میں شان سکندری پیدا ہو جاتی ہے اور عناصر کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں اور حضرت روحانی جس نے آب حیات پیا ہے میدانِ رسائی میں مثالی گھوڑے پر سوار ہو کر اور دریائے کامیابی کشتیٔ خیال پر سوار ہو کر دوڑتا ہے ؎

چو فرس عنصریم را بخورد اسکندر — یقین کہ مرکب دیگر دہند زین خوشتر

www.maktabah.org

جو میرا عنصری مرکب کسی سبب سے مرا — یقیں ہے اس سے بھی بہتر خدا کرے گا عطا

لیکن عام لوگ کہ جنہوں نے اپنی نگاہ کو نورِ عرفان سے روشن نہیں کیا ہے اور اپنی باطنی آنکھ میں کیف وحال کا سرمہ نہیں لگایا ہے بے شک اس بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ[1] — اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا

پس جو دید و مشاہدہ کی زندگی میں نہ جیا مثل مردہ کے ہے کہ وہ مردوں کے زمرہ میں ہے اور کما تعیشون تموتون میں اس کا شمار ہے ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قول تصرف کے بارے میں ہو کیونکہ بعض اولیاء کو جیسا زندگی میں تصرف تھا اسی طرح مرنے پر ہے جس طرح کہ سانپ ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جاتا ہے اور اس کا تصرف باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (صاحب خمسہ نظامی) کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت نظامی علوم ظاہری میں درجۂ کمال پر فائز تھے لیکن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی عمر گراں مایہ کو اوّل سے آخر تک قناعت، تقویٰ اور عزلت گزینی میں صرف کیا اور دوسرے شعرا کی طرح حرص و ہوا سے مغلوب ہو کر انہوں نے سلاطین زمانہ کی ملازمت و مدح سرائی اختیار نہیں کی۔ بلکہ خود زمانہ کے سلاطین نے ان سے کسب فیض کیا ہے ان کی پانچوں مثنویاں جو پنج گنج کے نام سے مشہور ہیں ان میں بظاہر قصہ کہانی ہے لیکن حقیقت میں ان اشعار میں حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے کلمات لطیفہ اور ابیات شریفہ اس بات پر مشعر ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کا مقابلہ کرے یعنی ان اشعار کے مقابل میں اشعار کہے یا ان کا جواب دے تو اُسے نقصان پہنچے، خود انہوں نے مخزن اسرار میں کہا ہے ؎

تیغ ز الماس زبان ساختم — ہے مری الماس زبان تیز تیغ
ہر کہ پس آمد سرش انداختم — نکتہ چین کو کاٹ دیا بے دریغ

حضرت امیر خسرو دہلوی اور حضرت نظامی گنجوی کا عجیب معاملہ

حضرت نظامی گنجوی نے اپنی تصنیف میں خود اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری تصانیف کے مقابل میں لوگ اپنی تصانیف سے مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎ بیت

دو ہندی بر آید ز ہندوستان — نکل آئے دو اہل ہندوستان
یکی دزد باشد دگر پاسبان — کہ اک چور ہے دوسرا پاسبان

خمسہ نظامی کی تصنیف کے وقت سے تا ایں دم جس کسی نے بھی از روئے مخالفت ان کے کلام کے مقابل میں لکھا یا ان کے خیالات کو اپنی تصنیف میں بنیاد بنایا اس کو ضرور نقصان پہنچا۔ چنانچہ حضرت امیر خسرو نے بھی خمسہ لکھا اور اپنے خمسہ میں ان کے شعر مذکورہ کا جواب اس طرح دیا انہوں نے کہا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۷۲

ملک بمیراث نیابد کسی | ملک وراثت میں نہ پائے کوئی
تا نہ زند تیغ دو دستی بسی | تیغ دو دستی نہ بہت گر چلی

حضرت امیر خسرو اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں ؎

گرچہ زند تیغ دو دستی بسی | تیغ دو دستی جو بہت بھی چلی
تا ندهد حق نہ بیابد کسی | حق جو نہ دے کچھ بھی نہ پائے کوئی

ایضاً ؎ | ایضاً ؎

دبدبۂ خسرویم شد بلند | خسروی کا میری ہوا غلغلہ
غلغلہ در گورِ نظامی فگند | قبر نظامی میں پڑا زلزلہ

جب مقابلہ و مکابرہ اس حد تک پہنچ گیا تو ایک رات حضرت نظامی گنجوی کی تلوارِ آبدار پیکرِ ہمت کے غلاف و میان سے نکلی اور میدان شعر و سخن کے سلطان حضرت امیر خسرو کے سر پر پہنچ گئی تھی کہ فوراً سرپناہ حضرت نظام الدین اولیا بیچ میں آگئے ؎

تیغ نظامی کہ برآمد چو برق | تیغ نظامی جو چلی مثل برق
تا سرِ خسرو سرِ مو بود فرق | یک سرِ مو تھا سرِ خسرو سے فرق
ماہ رخش راست دو پیکر شدی | ہوتے دو ٹکڑے رخِ روشن کے گر
گر نہ بودی پنجۂ پیرش چو درق | پنجۂ پیر آتا نہ بالائے فرق

لیکن حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی پناہ میں لے کر فرمایا

"فرزند من است از سرِ وے درگذر بید"، خسرو میرا فرزند ہے اس سے درگزر کرو اور اس کا جرم بخش دو۔ روحِ نظامی نے جواب دیا کہ مردوں کی تلوار بیکار نہیں چلتی پس باغ میں بادِ خزاں چلنے کی طرح تیغ بے دریغ چلا دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے اپنی آستین اس تلوار کے نیچے رکھدی اور وہ کٹ گئی ؎

پیش این الماس بے اسپر میا | بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا | کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا

شیخ روزبہان کا قبر میں قرآن پڑھنا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: شیخ ابوبکر نے جو شیخ روزبہان قدس سرہٗ کے اصحاب سے تھے فرمایا ہے کہ ہر صبح کو ہم دونوں ساتھ ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ تین پاروں کی تلاوت میں کرتا تھا۔ جب میں تین پارے ختم کرلیتا تھا تو پھر تین پارے شیخ روزبہان رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرماتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی۔ میں رات کے آخری حصہ میں اٹھا اور میں نے نماز ادا کی اور ان کے مزار کے قریب جاکر بیٹھ گیا پھر میں نے تلاوت شروع کردی تلاوت کرنے کرتے میں رونے لگا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں ساتھ پڑھنے والا جدا ہوگیا ہے جب تین پارے

www.maktabah.org

میں نے ختم کر لیے تو شیخ کی قبر سے میں نے ان کی آواز سنی یہاں تک کہ دوسرا عشر (دوسرے تین پارے) انہوں نے پڑھا جب دوسرے احباب (صبح کے وقت) آنا شروع ہوتے تو تلاوت کی آواز ختم ہوگئی۔ ایک عرصہ تک یہ صورت حال رہی (یہ معاملہ جاری رہا) ایک دن میں نے کسی دوست سے یہ صورت حال بیان کر دی اسی دن سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور پھر وہ آواز میں نے نہیں سنی۔

مشائخ کا موت کے بعد تصرف

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے کہ طبقات الصوفیہ میں شیخ ابوالحسن قزوینی کا یہ قول مذکور ہے کہ مشائخ کبار میں سے پانچ مشائخ کو میں جانتا ہوں کہ جو اپنی قبروں سے تصرف فرماتے ہیں بالکل ویسا ہی جیسا کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یعنی حضرت معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات حرّانی۔

حضرت کبیر نے معروض کیا کہ یہ حضرات تو بیرونی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں (دوسری ولایتوں کے ہیں) یہ فرمائیں کہ ہندوستان کے مشائخ میں وہ کون سے حضرات ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے تصرفات باقی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مشائخ ہند کے مابین فرق مراتب کرنا سوئے ادب ہے خصوصاً خانوادہ چشتیہ کے مشائخ میں جو ہمارے پیرو مرشد ہیں یہ فرق مراتب بے ادبی ہے۔ اس خانوادہ عالی کے اکثر و بیشتر اولیاء میں پوری پوری قوت تصرف عالم ممات میں باقی ہے خصوصاً سیدی و مرشدی حضرت علاء الحق والدین حضرت نظام الدین اولیا حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری (قدس اللہ تعالیٰ واسرارہم)

حضرت غوث الثقلین کا فرمان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے طبقات[1] الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) کا تصرف ممات میں حیات سے زیادہ ہے کہ حیات میں تھوڑی سی کثافت بشری اور کچھ خبیث طبعی باقی تھا جو آپ کے بعض کمالات کے ظہور (صدور) میں مانع آتا تھا۔

حضرت غوث الثقلین کے کلمہ "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دن جوانی کی عمر میں آپ شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ دباس نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا وہ یقیناً اس پر مامور ہوگا بلکہ کہے گا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) جب یہ کہے گا تو تمام اولیاء اس وقت اپنی گردنیں جھکا دیں گے چنانچہ ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

---

[1] از حضرت سلمی نیشاپوری۔

www.maktabah.org

اپنی خانقاہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور اس وقت مشائخ زمانہ میں سے تقریباً پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ ان مشائخ میں شیخ علی ہیتی، شیخ بقا ابن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ ابو النجیب سہروردی، شیخ قضیب البان موصلی اور شیخ ابو المسعود بھی موجود تھے جیسے ہی اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو شیخ علی ہیتی منبر کے قریب گئے۔ اور آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور شیخ کے دامن کے نیچے آ گئے۔ اسی طرح تمام مشائخ عظام نے اپنی گردنیں آپ کے سامنے کر دیں شیخ ابو سعید قیلوی کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ عبد القادر نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل میں تجلی فرمائی اور میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے تمام متقدمین اور متاخرین جو حیات تھے۔ وہ اپنے اجساد کے ساتھ اور جو انتقال کر چکے تھے وہ اپنے ارواح کے ساتھ وہاں موجود تھے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مثالی خلعت آپ کو پہنائی ملائکہ رجال الغیب نے آپ کی مجلس کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور فضا میں ان کی صفیں ایستادہ کی گئیں اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا جس نے اپنی گردن اس وقت نہ جھکائی ہو بعض حضرات کا قول ہے کہ ملک عجم میں ایک ولی نے اپنی گردن نہیں جھکائی اس کی شامت اعمال کے باعث اس کا حال چھین لیا گیا۔

حضرت شیخ ابو مدین اس زمانہ میں دیار مغرب کا سفر کر رہے تھے ایک روز اثنائے سفر میں آپ نے اپنی گردن جھکائی اور کہا کہ "اے اللہ میں تیری ذات اور تیرے فرشتوں کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی"۔ آپ کے ہمراہیوں نے دریافت کیا آپ یہ کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آج ابھی ابھی شیخ عبد القادر جیلانی نے بغداد میں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔۔۔ فرمایا ہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے بعض اصحاب جب بغداد سے آئے تو انھوں نے تصدیق کی کہ شیخ عبد القادر جیلانی نے اسی وقت وہ کلمات ادا کیے تھے جس وقت یہاں شیخ ابو مدین نے گردن جھکا کر اقرار کیا تھا۔

اولیا اور مسلمانوں کے لئے بشارت

حضرت کبیر نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [1] (یعنی آگاہ رہو کہ اللہ کے دوستوں کو خوف نہیں ہے اور وہ غمگین نہیں ہوتے) کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے (ذہن میں یہ بات آتی ہے) کہ اولیا کو آخرت میں خوف اور اصفیا کو سرائے عاقبت میں کسی قسم کا حزن نہیں ہوگا یہ بات اور یہ معنی اصحاب سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ منتخب و اعاظم علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوائے انبیا علیہم السلام اور حضرات عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے کسی اور کے لیے حسن خاتمہ اور عاقبت بخیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس بات کا جواب چند وجوہ پر مبنی ہے۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی شفقت پر نظر کرتے ہوئے اس طائفہ کو حزن و ملال نہیں ہوگا اس لئے کہ رحمت الٰہی کا مقتضا اور اسکی شفقت اور اس کے الطاف نامتناہی کا تقاضہ ہے کہ عامۃ المؤمنین و مسلمین

---

[1] پ ۱۱ سورہ یونس ۶۲

www.maktabah.org
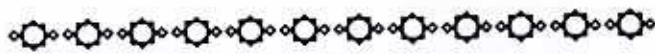
لباس مغفرت سے ملبوس کر دیئے جائیں گے (تمام مسلمانوں کو بخش دیا جائے گا) جیساکہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؎۱ (بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے) اس وقت حضرت
قدوۃ الکبراؒ نے یہ شعر پڑھا ؎

گرمن آلودہ دامنم چہ زیان	پاکدامن جو میں نہیں نہ سہی
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست	اسکی عصمت کا دوجہاں ہے گواہ

جب عامۃ المومنین کے حق میں یہ نوید خلوص انگیز اور بشارت نجات آمیز موجود ہو تو اولیا بطریق اولی ورطہ خوف سے آزاد اور حزن وہراس سے مصئون ومحفوظ ہوں گے۔ ؎

آں کریمی کہ او رحیم وغفور	وہ شاہنشہ جو ہے غفور ورحیم
از ازل بود تا ابد باشد	تا ابد ہے ازل سے جس کی جناب
وانکسی کو بپرورد دشمن	کیا جو دشمن کی پرورش بھی کرے
دوستان را عذاب بد باشد	دوستوں پر کرے گا سخت عذاب

دوم یہ کہ ظہور جمال صدور جلال پر غالب ہے اور مقتضاء جمال کا مغفرت ہے اسلئے جمال مغفرت جلال عقوبت پر یقیناً غالب رہے گا۔ پس اولیاء اللہ اس کے جمال پر نظر رکھتے ہوئے جلال عذاب سے ایمن و بے خوف رہیں تو کیا عجب ہے ؎

اگر در دھد یک صلائے کرم	کرم کا جو اعلان مولی کرے
عزازیل گوید نصیبی برم	عزازیل بولے مجھے کچھ ملے

چنانچہ کلام قدسی میں وارد ہے ان رحمتی سبقت علی غضبی (تحقیق کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے۔ حضرت شیخ ابو سعید خراز کا ارشاد ہے کہ روایت میں ہے ان اللّٰہ لا یعذب احدًا (اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا) بعض حضرات نے بغیر ذنب" زیادہ کیا ہے یعنی بغیر گناہ کے اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نہیں کرتا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تفسیر شہابی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ؎۲ (آپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا کرے گا۔ کہ آپ راضی ہو جائیں گے) کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بھی دوزخ میں رہ جائے گا تو آپ راضی نہ ہوں گے
سوئم یہ کہ جب مہمان عزیز ارجمند اور ذیشان آتا ہے تو اس کا طفیلی بھی گوارہ ہو جاتا ہے۔ تو کیا عجب ہے۔ کہ مہمان سرائے دار السلام میں حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے تصدق اور طفیل میں امتی بھی داخل ہو جائیں گے تو جب کہ عام امتی آپ کے طفیلی ہوں گے۔ تو اولیاء امت تو بطریق اولیٰ آپ کے طفیلی ہوئے (اور وہ جنت میں داخل

؎۱ پ ۲۴ سورہ زمر ۵۳ ؎۲ پ ۳۰ الضحیٰ ۵

www.maktabah.org

ہوں گے) پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھے:

چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی	گھٹے اس سے کیا اے دو عالم کے صدر
ز قدر رفیعت بدرگاہِ حی	خدا کے یہاں تیری شان اور قدر
کہ باشند مشتی گدایان خیل	کہ منگتا پہ تیرا ہو رجحان دمیل
بمہمان دار السلام از طفیل	ہو مہمان جنت میں تیرے طفیل

چہارم یہ کہ میں نے حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی سے سنا ہے کہ وہ اس کلام قدسی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔ (قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو مٹا دیتا اور تمہارے عوض دوسری قوم کو لاتا جو گناہ کریں پھر توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے) کے سلسلہ میں فرما رہے تھے کہ اگر مسلمانوں اور ایمانداروں سے گناہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفاری کا صدور کس طرح ہوتا۔ بار بار زبانِ مبارک سے یہ شعر نکلا ؎

گر این بندہ رد از گنہ تافتی	گناہوں سے بندہ جو منہ پھیرتا
بآمرزش تو کہ رہ یافتی	تو کس کو تو اے میرے رب بخشتا
گناہ من نزنامدی در شمار	نہ گر ہوتا میری خطا کا شمار
ترا نام کی بودی آمرزگار	تیرا نام کب ہوتا آمرزگار
؎ گناہ من ز عدم گر نیا مدی بوجود	گناہ میرے عدم سے نہ ہوتے گر موجود
وجود عفو تو در عالم عدم بودی	تو تیرا عفو بھی شان ظہور کب پاتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اور اشتمال رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن بھی اس کے حیطہ رحمت سے خارج نہ رہنے پائے۔ حضرت شیخ مبارک نے درخواست کی کہ اکرم الاکرمین کے معنی سے مستفید فرمائیں تو حضرت قدوہ الکبرا نے فرمایا: حضرت شیخ شبلی قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اکرم الاکرمین کسے کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اکرم الاکرمین وہ ہے کہ ایک شخص کا قصور معاف کیا ہو تو کسی دوسرے کو اسی نوع کے قصور پر عذاب نہ دے کیونکہ یہی خطا فلاں درست یا بندہ کو معاف کی جا چکی ہے حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ کل قیامت میں ایسا کرم کا شامیانہ نصب فرمائے گا کہ اگلے پچھلوں کے گناہ اس میں چھپ جائینگے، الحمد للہ علیٰ ذالک اس موقع کے مناسب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: میں کاشان میں شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغفرت کی بات چھڑ گئی تو حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ اور خفیہ راز ہیں علمائے ظاہر ان کو پورے طور پر نہیں جانتے پس اسی عدم فہم کے باعث ان کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے

www.maktabah.org

کسی کوچہ سے گذر فرما رہے تھے اور آپ کے بعض اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی آپ کے ساتھ تھے ایک عورت گھر سے نکلی اور اس نے سب کو قسم دلائی کہ اندر چلیں، پس سب حضرات گھر میں گئے دیکھا کہ آگ جل رہی تھی اور اس عورت کے بچے آگ کے گرد کھیل رہے تھے۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ رحم کرنے والا ہے یا میں اپنے بچوں پر زیادہ رحم و شفقت کرنے والی ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرنے والا ہے اور ارحم الراحمین ہے۔ اس عورت نے کہا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا میں اپنے ان بچوں کو آگ میں ڈال سکتی ہوں پس اللہ تعالیٰ اپنے ناکارہ بندوں کو کس طرح آگ میں ڈالے گا جوان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ عورت کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وحی فرمائی ہے (قال الراوی فبکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھکذا اوحی اللہ الی)۔

پنجم یہ کہ صاحبان ولایت (اولیاء اللہ) میں بعض حضرات اصحاب فرائض ہیں اور بعض ارباب قرب نوافل ان دونوں قرب کے معنی حضرت قدوۃ الکبراؒ نے یہ بیان فرمایا کہ قرب فرائض میں حق ظاہر ہوتا ہے اور بندہ پوشیدہ رہتا ہے اور قرب نوافل میں حق مخفی ہوتا ہے اور بندہ ظاہر، چونکہ قرب نوافل میں سالک کا وجود باقی رہتا ہے اور خلقیت مٹ کر حقیقت نہیں بن جاتی اس لئے اس کا اتنا ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ سالک کی قوتیں اور اعضاء و جوارح اس معنے میں عین حق ہو جاتے ہیں کہ مخلوقیت پر حقیقت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے اور مخلوقیت کا پہلو دب جاتا ہے اس قرب میں کرنے دھرنے سمجھنے بوجھنے والا بندہ ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا آلہ و سبب ہوتا ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کنت سمعہ و بصرہ و لسانہ و یدہ و رجلہ فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش و بی یمشی (کہ قرب نوافل میں میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اسکی بصارت بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے پکڑتا ہے اور چلتا ہے۔ اس کے برعکس اہل قرب فرائض میں سالک کا وجود باقی ہی نہیں رہتا اس کا نتیجہ ذات سالک کا مٹ جانا اور خلقیت کا حقیقت میں گم ہو جانا ہے اس حال قرب میں حق تعالیٰ فاعل و مدرک ہوتا ہے اور سالک کے قویٰ اور جوارح بمنزلہ آلہ ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا کہ حق تعالیٰ گویا ہوتا ہے حضرت عمرؓ کی زبان سے (ان الحق لینطق علیٰ لسان عمر) جب سالک فنا کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو صفات کیونکر اس سے منسوب ہو سکتی ہیں اور خوف و غم کا وصف جو مقتضائے بشریت تھا دور ہوگیا اس بنا پر لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اولیاء اور اصفیاء کی سیرت و خصلت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالعباس کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی یہ روایت بیان کی ایک دن دو شخص شیخ ابوالعباس قصاب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دونوں میں اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ ایک کہتا ہے کہ ازل و ابد دکھ اور تکلیف ہی تکلیف ہے، دوسرا کہتا ہے کہ ازل و ابد مسرت ہی مسرت ہے اس

www.maktabah.org

سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ یہ سن کر ابوالعباس قصاب نے دونوں ہاتھ اپنے سر اور منہ پر رکھ لیے اور پھر فرمایا کہ الحمدللہ کہ قصاب کے بیٹے کی منزل میں خوشی ہے نہ غم ہے لیس عند ربکم صباح ولا مساءٌ (تمہارے رب کے پاس نہ صبح ہے نہ شام ہے) اندوہ اور شادی تو تمہاری صفات ہیں جو حادث ہیں اور حادث کا قدیم تک گذر ہی نہیں ؎

چون قدیم آید حدث گردد عبث	ہے عبث حادث جو آجائے قدیم
پس قدیمی را کجا داند حدث	کس طرح حادث بھلا جانے قدیم

اس کے بعد انہوں نے فرمایا پسر قصاب (ابوالعباس) تو بندۂ خدا ہے امر و نہی میں اور اتباع سنت حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب یہ دونوں حضرات باہر چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ایک حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی تھے اور دوسرے ابوعبداللہ داستانی قدس اللہ سرہما۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ گروہ صوفیہ کے نزدیک وجود اور قدرت و فعل کا دعویٰ محض شرک ہے۔ اور پھر آپ نے یہ اصول مسلمہ بیان فرمایا کہ اولاً دیوار بعدہ نقش ونگار (پہلے دیوار پھر نقش ونگار) اسی معنی کو کسی نے اس رباعی میں پیش کیا ہے ؎ رباعی

ذات نبود صفات چون باشد	ذات ہی جب نہیں کہاں کے صفات
نسبت فعل خود ز دون باشد	مدعی فعل کا ہے بس کم ذات
مثل اول جدار وانگہ نقش	ہے مثل پہلے نقش پھر دیوار
داند آنکس کہ ذوفنون باشد	اس کو جانے گا صاحب درجات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عزیز گرامی شیخ ابوالوفا نے جن کو مشرب توحید سے اور ذوق مواجید سے بہرۂ وافی ملا ہے اور حقائق و معارف تصوف کو نظم کرنے میں بڑا ملکہ رکھتے ہیں ایک دن انہوں نے افعال ممکنات کی جزوی قدرت اور ارادہ پر فی البدیہہ ایک رباعی کہی ہے جو یہ ہے ؎ رباعی

بد کردم و اعتذار بدتر از گناہ	ہر بد ہے گناہ اور عذر بڑھ کر ہے گناہ
چون ہست درین عذر سہ دعویٰ تباہ	اس عذر میں ہیں تین دعاوی تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل	دعوےٰ وجود و قدرت و دعویٰ فعل
لاحول ولا قوۃ الا باللہ	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت شیخ محمد کو درِ یتیم کا خطاب

حضرت شیخ محمد ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ کبیر نے سفر آخرت اختیار کیا لہٰذا ان کی پرورش اور دوسری تمام ضروریات حضرت قدوۃ الکبرا نے انجام دیں یہاں تک کہ منگنی کے لیے سرورپور کے اطراف میں ایک تاجر کے یہاں آپ خود تشریف لے گئے ان کے ظاہری حال اور غربت کے باعث وہ تاجر اس نسبت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار کے ساتھ اس کو آمادہ کر لیا۔ تعلیم کے معاملہ میں جو کچھ ظاہری تعلیم ضروری تھی ان کو دلوائی اور باطنی تربیت اول سے آخر تک بہ نفس

www.maktabah.org

نفیس فرمائی اس تعلق خاطر پر بسا اوقات حضرت نور العین رشک فرمایا کرتے تھے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ کبیر کی یادگار ہی درتیم شیخ محمد ہے جو اس لائق ہے کہ میرے اصحاب و احباب اس کو اپنے سر کا تاج بنائیں۔ اگر میں اس کی تربیت میں کوتاہی کروں تو یہ بعید از انصاف ہوگا۔ حضرت شیخ کبیر خود عجوبہ روزگار اور منتخب اولیائے زمانہ تھے۔ یہ فرزندان کی یادگار ہے۔ پس آپ نے شیخ زادہ کو اپنی بیعت کرائی اور بہت سے چلے کرائے۔ اس کے بعد ان کو لباس خلافت عطا فرمایا (اپنا خلیفہ نامزد کیا) اور دُرِّ یتیم کے خطاب سے نوازا۔ اس مجموعہ ملفوظات میں جہاں کہیں بھی دریتیم کا لفظ استعمال ہوگا اس سے مراد یہی شیخ محمد ابن شیخ کبیر ہوں گے

ولی کو ولی پہچانتا ہے ایک دن حضرت دُرِّ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اقوال مشائخ میں آیا ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ (ولی را ولی می شناسد) دوسری طرف حدیث میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں ان کو سوائے میرے کوئی نہیں پہچانتا) اولیاء اللہ کے مذکورہ قول سے عدم انحصار ثابت ہوتا ہے یعنی جس کے پاس نور ولایت موجود ہے وہ اولیا کو دیکھ سکتا ہے اور اصفیا تک اس کی رسائی ہوسکتی ہے اور حدیث قدسی سے حصر و انحصار کا اظہار ہوتا ہے کہ سوائے حق تعالےٰ کے کوئی دوسرا ان اولیائے کرام کو جو قبائے عزت کے ساکنین ہیں۔ نہیں دیکھ سکتا ان مختلف المعنی کلمات میں تطبیق کس طرح ہوسکتی ہے۔

اولیائے مکتوم حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ احتمال یہ ہے کہ ان اولیائے کرام سے مراد اولیائے مکتوم ہیں۔ یعنی وہ چار ہزار اولیائے عظام جو باری تعالیٰ کی قبائے عزت میں چھپے ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا ان سے آگاہ نہیں ہے ان کے احوال کا جمال ہمیشہ غیروں سے پوشیدہ رہتا ہے اور احتمال یہ ہے کہ غیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسرار ولایت سے محروم ہیں۔ اور انوار ہدایت سے مہجور ہیں اور وہ حضرات جو اپنے اوصاف کی فنائیت کے بعد یعنی اپنی قدرت، ارادت، سمع اور بصر کو حق تعالےٰ کی قدرت، ارادت اور اس کے اوصاف سمع و بصر میں فنا کرچکے ہیں اور قرب نوافل کی منزل پر فائز و متمکن ہیں یا اس گروہ کے برعکس وہ حضرات جو قرب فرائض حاصل کرچکے ہیں یعنی ارباب قرب نوافل و صاحبان قرب فرائض ہیں سے کوئی بھی گروہ ہو وہ اغیار میں داخل نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اولیائے مکتوم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کے بارے میں ابھی بیان کیا گیا ہے (اور کچھ ان کے سلسلہ میں لطیفہ چہارم کے تحت بیان کیا جائے گا انشاء اللہ) اور ایک طائفہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ بیگانگی کے لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ (عام فقرا اور اولیائے کرام کے ظاہری احوال کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی) چنانچہ جو غیر ہے وہ انہیں نہیں پہچان سکتا۔ شیخ محمد تسگرف سے منقول ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ہرات میں پہلی بار آیا تو اس کے لشکریوں میں سے ایک سپاہی نے ایک دہقان سے گھاس کا گٹھا خرید ا اور اس کی پوری قیمت ادا کی اور مہربانی سے پیش آیا اور اس دہقان سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے لیے پھر گھاس لے کر آنا اس طرح گھاس کی خرید و فروخت جب جاری رہی تو اس دہقان کے باپ کی سپاہی سے دوستی ہوگئی۔ اسی زمانہ میں عید قرباں کا یوم عرفہ (یوم حج) آگیا اس دہقان نے کہا آج کے دن لوگ حج ادا کر رہے ہوں گے

ا؎ سہواً ایک شعر رہ گیا جس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ نور کے دیکھنے کو چاہیئے نور ۔ دل کی آنکھ کیسے دیکھے حور

www.maktabah.org

کاش میں بھی آج وہاں ہوتا۔ سپاہی نے کہا کہ تم چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا اس نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے ذکر نہیں کرے گا۔ اس لشکری نے اسی دن اسے عرفات کے میدان میں پہنچا دیا دونوں نے حج کیا اور پھر واپس آ گئے دہقان نے کہا کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ تم اس حال کے مالک ہو اور سپاہیوں میں شامل ہو۔ صاحب حال سپاہی نے کہا کہ اگر مجھ جیسے لوگ لشکر میں نہ ہوں تو پھر تیرے جیسے کمزور اور بوڑھوں کی داد رسی کون کرے یا اگر لشکری کسی عورت کو زبردستی لے جائیں تو اس کو ان کے ہاتھ سے کون چھڑائے (پس ہم مخلوق کی خدمت کے لیے لشکر شاہی میں بظاہر ملازم ہیں) پھر آپ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کے دوست پوشیدہ رہتے ہیں جب تک بصیرت و فراست صادقہ نہ ہوگی اللہ کی مخلوق پر اختیار نہ جتاؤ کہ شاید تیجہ میں خود اپنے اوپر ظلم کرو۔ تقریباً زبان گوہر فشاں سے فرمایا ہے

خاکساران جہان را بحقارت منگر	خاکساران جہاں کو تو حقارت سے نہ دیکھ
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد	کیا خبر تجھ کو کہ ہو اس گرد میں کوئی سوار

آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے اس کو چھپا دیتا ہے، پس اولیائی تحت قبائی کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ قبا بشریت کی صفت ہے کپڑے وغیرہ کا پردہ نہیں ہے اور بشریت کا خاصہ ہے کہ ان کا عیب بیان کرے یا ان کے ہنر کو لوگوں کی نظر میں عیب کی شکل میں ظاہر کیا جائے لا یعرفہم غیری کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کسی کے باطن کو اللہ تعالیٰ نور ارادت سے منور نہیں فرماتا اس وقت تک وہ اس ولی اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس حقیقت میں شناخت تو وہ نور کرتا ہے نہ کہ وہ شخص (جب شناخت نور نے کی تو ثابت ہوا کہ لا یعرفہم غیری یعنی شناخت اللہ تعالیٰ نے فرمائی)

یہ ارشاد گرامی بھی شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کا ہے کہ آپ نے فرمایا: درویش لوگ جو کہ کام میں مشغول ہیں مناسب ہے کہ ناکاروں کے لئے ان تک آنے کو راستہ نہ ہو کیونکہ ایک بیکار آدمی کام کے سو آدمیوں کو بیکار کر دیتا ہے

وعدی البلید الی الجلید سریعۃ	احمقوں میں آ گیا دانا تو ناداں ہو گیا
الجمرۃ یوضع فی الرماد فیخمدہ	راکھ میں اخگر جو رکھا سرد بے جاں ہو گیا

بدایت الاولیا اور نہایت الانبیا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے ان میں بدایت الاولیا و نہایت الانبیا کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جن کا قول ہے کہ اولیاء کی ابتدا انبیاء کی انتہا ہے وہ اپنے اس قول کے سلسلہ میں ایک عذر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قول سے ہماری مراد یہ ہے کہ بدایت الاولیا، نہایت الانبیا فی الشریعت (شریعت میں انبیا کی انتہا اولیا کی ابتدا ہے) اور نہایت الاولیا بدایت الانبیاء فی الطریقہ (اولیا کی نہایت انبیا کی ابتدا ہے طریقت میں) یعنی جب کمال شریعت نبی آخر الزماں پر تمام ہو گیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ فرما دیا گیا تو جب تک شریعت میں کمال

۱؎ پ سورہ مائدہ ۳

www.maktabah.org

حاصل نہ کرے ولایت کی حدود میں قدم نہیں رکھ سکتا پس نبی کی جو کچھ شریعت میں انتہا سے کار ہے وہ ولی کی ابتدا ہوتی ہے اسی لیے کہ اگر کوئی مکی احکام پر عمل کرے اور مدنی احکام کو نہ مانے اور ان کی طرف التفات نہ کرے وہ ہرگز ولایت کی منزل پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ اگر انکار کر دے تو کافر ہو جائے گا پس ابتدا سے ولایت اس سے ہوتی ہے کہ وہ تمام احکام شریعت کو ان کے کمال کے ساتھ (بتمام و کمال) قبول کرے اور ان کی پیروی و اطاعت کرے اور طریقت میں یہ ہے کہ ولی خواہ کتنی ہی کوشش اپنے مرتبہ کو بلند کرنے میں کام میں لائے پھر بھی اس کی روح کو وہ بلندی حاصل نہیں ہو سکتی جو جسم اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حاصل ہوئی اور یہ ایک امر محال و ناممکن ہے (کہ ولی اس بلندی کو پہنچ سکے) پس چونکہ ولایت کے انتہائی درجہ پر ولی کی روح کو ایک گونہ مشابہت جسم نبی کے ساتھ درکار ہے اسی لیے طریقت میں نہایت الاولیاء بدایت الانبیاء ہے۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ بعض اکابر روزگار حضرات متقدمین نے ولایت کی چار قسمیں بنائی ہیں تو اس کی تشریح اور توضیح کیا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دیوان امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شرح میں اس کو بیان کیا گیا ہے کہ ولایت چار قسم کی ہے اول وہ ولایت جو نبوت مطلقہ کا باطن ہے، دوم ولایت مقیدہ، ہر ایک نبی کی اپنی خاص ولایت کا پرتو۔ سوم ہر نبی کی ولایت مطلقہ، اور یہ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انوار ولایت انبیاء کا چراغدان ہے اور دوسرے انبیاء میں انوار ولایت اولیاء کا چراغدان ہے، چوتھے ولایت مطلقہ عامہ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ولایت کا ایک خاتم ہے۔ قسم اول کی ولایت حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہے اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور حاتم اندلسی ہیں اور شیخ کے پیرو حضرات کے نزدیک خود شیخ اکبر کا نفس نفیسہ ہے۔ شیخ مویدالدین جندی شرح فصوص حکم میں کہتے ہیں کہ شیخ پہلی محرم کو مقام اشبیلیہ ملک اندلس میں خلوت میں بیٹھے اور نو مہینے تک کچھ نہ کھایا اور عید کی پہلی تاریخ میں ان کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور خوشخبری دی گئی کہ وہ خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اسی طرح فصوص میں ہے کہ اس خاتمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ شیخ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضۂ کبوتر کا نشان سا تھا اسی جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابھرا ہوا نشانِ نبوت مثل بیضۂ کبوتر تھا۔ اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ کا خاتم قلب محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایتِ مطلقہ محمدیہ کا خاتم روح محمدی تک رسائی کرتا ہے اور ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے زمانہ میں مہدی ظاہر ہوں گے اور یہ رد ہے اس کے قول کا جو کہتا ہے کہ مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم (عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں کچھ لفظ محذوف ہیں اصل یوں ہے کہ لا مھدی بعد المھدی المشہور الذی من اولاد سیدنا محمد و علی الا عیسیٰ۔ (نہیں ہے کوئی مہدی بعد ان مشہور مہدی کے جو اولاد

www.maktabah.org

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ہیں سوا علینے علیہ السلام کے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے۔ ایک بار جب شیخ شرف الدین محمود سے عرض کیا کہ بندہ کے لیے کیا حکم ہے تو انہوں نے توجہ فرمائی اور ارشاد کیا کہ حکم یہ ہے کہ تم اطراف عالم میں پھرو۔ تین مرتبہ آباد زمین کی سیر کی ایک مرتبہ جب آفتاب کی طرح زمین کا چکر لگایا تو یہ فقیر بھی جو موسوم بہ اشرف ہے ان کی رکاب میں ذرہ کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اور میں نے ان کی ذات سے سلوک و معرفت کے اس قدر فوائد حاصل کیے ہیں کہ اگر میرا ہر سر مو شکر ادا کرے جب بھی ہزار میں سے ایک شکر ادا نہ ہو سکے

شعر

گر بر تن من زبان شود ہر موئی	ہر بال مرے بدن کا بن جائے زبان
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد	ممکن نہیں اک شکر بھی تیرا ہو ادا

حضرت سید علی ہمدانی فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار چار سو اولیائے کرام کی معیت کا شرف حاصل کیا ہے اور ہر ایک کی ذات والا سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔

بیت

تمتع زہر گوشۂ یافتم	مجھے نافع ہوا ہر ایک گوشہ
زہر خرمنی خوشۂ یافتم	ہر اک خرمن سے میں نے پایا خوشہ

اور فرمایا کہ اے فرزند اشرف! ان فوائد سے تم کو بھی حصہ ملا ہے ایک دن حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں چار سو اولیاء کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف لے گئے تو یہ فقیر اشرف بھی حاضر تھا اور وہ ذوق اور وہ لطف جو اس روز آپ کے دیدار سے میں نے اٹھایا میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا ہے

کسی کو چنان روز بیند بہ خواب	کوئی دیکھے گر دیسا دن خواب میں
بود تا شب مرگ دہنش پُر آب	رہے مرنے تک اُس کا منہ آب میں

امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت دُرِ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض زمانوں میں بعض لوگوں نے خود کو مہدی کہلوایا ہے لیکن ان میں مہدی کوئی بھی نہیں تھا۔ آپ فرمائیں کہ مہدی کی علامات اور اس کے مقامات کیا ہوں گے کہ اگر آئندہ کوئی دعویدار پیدا ہو تو اس میں ان علامتوں کو دیکھا جائے محض دعوی کی طرف نہ جایا جائے، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دکن کے سفر میں ہم سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں ٹھہرے تو وہاں ایک شخص تھا جو خود کو مہدی کہلواتا تھا۔ وہاں کے اکثر علماء و فقہا نے ایک محضر مرتب کیا اور انہوں نے دلائل و براہین قائم کیے (دلائل کی کسوٹی پر اس کو پرکھا) لیکن مہدی کے آثار اس میں نہیں پائے گئے لہٰذا اس کو وہاں سے نکال دیا۔ حاجی نظام غریب یمنی جو ان اوراق کا مولف اور جامع ہے اس محضر کی عبارت کو بعینہ فصل الخطاب سے نقل کر کے پیش کرتا ہے۔

www.maktabah.org

ترجمہ عبارت مختصر

امام مہدی علیہ السلام کے ذکر میں اکابر صوفیہ میں سے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حق تعالےٰ ہماری اور تمہاری مدد فرمائے تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت ظہور کرے گا جب تمام زمین ظلم وجور سے پُر ہو جائے گی وہ تمام روئے زمین کو انصاف اور عدل سے پُر کر دے گا اگر اس وقت دنیا کی عمر سے صرف ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالےٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ خلیفہ حکومت کر سکے۔ یہ مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہو گا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہو گا اور اس کی کنیت سیدنا حسن کے جد کی کنیت ہو گی۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ وہ صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہو گا اور اخلاق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہو گا اس لیے کہ کوئی شخص بھی اخلاق و اوصاف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے:۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] (بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں) مہدی سے اہل کوفہ سب سے زیادہ سعادت پائیں گے وہ مال کو برابر اور مساوی تقسیم کرے گا، رعیت میں عدل و انصاف کرے گا، مقدمات کا فیصلہ بہت جلد کرے گا جب کوئی شخص اس کے پاس آکر کہے گا کہ اے مہدی! میری مدد کیجیے مال سے۔ اس کے پاس مال کا انبار ہو گا پس وہ دونوں ہاتھوں سے مال اٹھا کر اس کے جامہ میں ڈال دے گا اور اس میں جس قدر اٹھا کر لے جانے کی طاقت ہو گی اٹھا کر لے جائے گا۔ وہ اس وقت نکلے گا جب دین میں سستی آجائے گی اور جو ان کا انکار کریگا قتل کیا جائے گا اور جو اُن سے لڑے گا شرمندہ و رسوا ہو گا اور وہ اُس دین کو ظاہر فرما دے گا جو واقعی دین ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو اُسی کا حکم دیتے ان کے دشمن اور جو لوگ ان کی پیروی کرنے والے ہوں گے وہ آپ کے حکم کے نیچے مجبوراً داخل ہوں گے ان کی تلوار اور حملہ کے خوف سے اور ان کے پاس جو مال ہو گا اس کے لالچ سے۔ عرفاء اہل حقیقت صاحبان مشاہدہ وکشف عرفان الٰہی سے انکی بیعت کریں گے ان کے ساتھ کچھ لوگ اہل اللہ سے ہوں گے جو ان کی تبلیغ کو پھیلائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے وہ لوگ وزیر ہوں گے بارِ سلطنت اپنے اوپر لیں گے اور ان کی اعانت کریں گے ان ذمہ داریوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی۔ وہ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہو گا، گندگی سے پاک ہو گا، آگے پیچھے برابر دیکھے گا جب وہ شکم مادر سے پیدا ہو گا تو دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر آئے گا اس طرح کہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہو گا اس کو کبھی احتلام نہیں ہو گا اس کی آنکھیں سوئیں گی مگر دل بیدار رہے گا وہ صاحب الہام ہو گا اور رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پ ۲۹ سورہ ن ع ۴

www.maktabah.org

علیہ وسلم کی زرہ اس کے جسم پر ٹھیک آجائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسلحے اس کے پاس ہوں گے اس کی تلوار کا نام ذوالفقار ہوگا اس کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرآن کریم ہوگا اور ایک کتاب ہوگی جس میں قیامت تک کے دوست و دشمن کے نام لکھے ہوں گے۔ اس کے بول و براز (پیٹ سے نکلنے والی غلاظت) کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ زمین کو اس پر مامور فرما دے گا کہ جو کچھ شکم سے باہر نکلے اس کو اپنے اندر چھپا لے۔ اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوگی۔ وہ لوگوں پر ان کے نفس سے زیادہ مہربان ہوگا بلکہ والدین سے زیادہ مہربان ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ عاجزی کرنے والا ہوگا۔ تمام لوگوں سے زیادہ احکام الٰہی پر عمل کرنے والا ہوگا اسی طرح تمام لوگوں سے زیادہ ممنوعات سے گریزاں ہوگا۔ وہ مستجاب الدعوات ہوگا۔ اس قدر کہ اگر کبھی کسی پتھر کو بد دعا دے گا تو وہ بھی شق ہوکر دو ٹکڑے ہو جائے گا۔ روح قدس سے اس کی تائید کی جائے گی۔ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان نور کا ایک ستون ہوگا جس میں بندگان خدا کے اعمال وہ دیکھے گا جس کی ان کو ضرورت پڑتی ہے اور جو کچھ ان کو وسعت اور تنگی دی جائے گی تو وہ سب جان جائے گا اور دوسروں کو خبر نہ ہوگی وہ ماں باپ سے پیدا ہوگا اور اس کی اولاد ہوگی اس کو صحت و بیماری سب ہوگی۔ وہ کھائے گا بھی اور پیئے گا بھی۔ وہ نکاح بھی کرے گا اور سوئے گا بھی وہ غمگین بھی ہوگا اور شاداں بھی، وہ ہنسے گا بھی اور روئے گا بھی۔ وہ زندہ رہے گا اور مرے گا بھی اس کی قبر ہوگی اور اس کی زیارت کی جائے گی، اس کا حشر ہوگا اور وہ حشر میں کھڑا ہوگا اس کی خدمت میں اس کے اعمال حسنہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے سوال ہوگا اور اس کی عزت محشر میں کی جائے گی اور اس کی شفاعت ہوگی اور اس کی پہچان دو باتوں میں ہے علم میں اور قبولیت دعا میں۔

(فصل الخطاب کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا)

بروایت اہل بیت امام مہدی کے اوصاف

اہل بیت کی روایت کے اعتبار سے امام مہدی کے اوصاف یہ ہوں گے (امام مہدی کی علامات یہ بتائی گئی ہیں) کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے گا۔ مقام تہامہ سے بامراد خروج کرے گا۔ حق تعالیٰ کے کلام کے صدق کی تصدیق کرے گا اور حق تعالیٰ دور دراز کے شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی ۳۱۳ افراد کو اس کی حمایت میں اس کے گرد جمع کر دے گا اس کے پاس ایک مہر شدہ کتاب ہوگی جس میں اس کے حامیوں اور خادموں کی تعداد نام بنام مع شہروں کے نام کے مندرج ہو گی اس کے پاس ایک علم ہوگا جو اس کے ظہور کے وقت پھیل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت اس علم کو گویا کر دے گا اور وہ اس کو ندا دے گا کہ "باہر آجایئے اے اللہ کے ولی"۔ پس اس ندا کو سن کر وہ باہر نکلے گا اس کے پاس ایک تلوار نیام میں ہوگی جب ظہور کا وقت ہوگا تو تلوار میان سے خود نکل پڑے گی۔ حق تعالیٰ اس کی تلوار کو بھی گویا کر دے گا اور وہ پکارے گی "اے ولی اللہ باہر آیئے"، پس وہ باہر نکلے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو قائم کرے گا، حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اس کے دائیں بائیں ہوں گے،

www.maktabah.org

مژدہ ہو اس کو جو اس کا فدائی ہو اور خوشخبری ہو اس کو جو اس سے قول و قرار کر لے اور قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مبعوث ہوا ہوں قیامت کے ساتھ ان "دو" کے مانند راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت اور انگشت وسطیٰ کو باہم ملا کر اشارہ فرمایا اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام احادیث سے مراد قیامت ہے اور اس کے جلد واقع ہونے سے مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ[۱]	اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔
۲۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ ۢ بِالْبَصَرِ ۝[۲]	اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا
۳۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ[۳]	لوگوں کا حساب نزدیک ہے۔
۴۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝[۴]	پاس آئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔
۵۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ[۵]	اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو گئے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلد بیٹھ گئے اس خوف سے کہ قیامت جیسے قائم نہ ہو گئی ہو۔ حضرت ضحاک اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کی اوّل شرط حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق اپنے والد اور وہ اپنے والد یعنی امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں قیامت کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قیامت قریب ہے اس کی اول شرط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے کہ وہ نبی آخر الزماں ہیں جو مبعوث فرمائے گئے آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور دوسرا نبی نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قربِ قیامت بیان فرمائیں کہ لونڈی بچے اور ذلیل لوگ حاکم و صاحب دولت ہوں گے آپ (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ حضور کی اُمّت سے مہدی پیدا ہوں گے جو ظہور کے بعد سات و رنہ نو برس حیات رہیں گے اور اُن سے لوگ رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پس وہ مہدی ہوں گے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے و تمام دنیا کے مالک ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام دنیا کے بادشاہ چار ہیں ان میں دو مومن ہیں اور دو کافر مومنین میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور اسکندر بن فیلقوس ہیں اور دو کافر ہیں ایک نمرود ہے اور دوسرا بخت نصر ہے اور اس امت میں پانچواں سلطان ہفت اقلیم مہدی ہے جو میری اولاد سے ہو گا۔

شیخ ابو صدیق ناجی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

۱؎ پ۲۶ سورہ محمد ۱۸ ۲؎ پ۲۷ سورہ قمر ۵۰ ۳؎ پ۱۷ سورہ الانبیاء ۱ ۴؎ پ۲۷ سورہ قمر ۱ ۵؎ پ۱۴ سورہ النحل ۱

www.maktabah.org

علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کے نصیب میں آئے گی اور وہ ایسی بلا ہوگی کہ کسی شخص کو ایسی جگہ میسر نہیں آئے گی جہاں پناہ لے سکے اور ظلم سے محفوظ رہے۔ پس حق تعالیٰ میری عترت یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا پس اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی، تمام آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہو جائیں گے۔ آسمان اپنے ہر قطرے کو باہر نکال دے گا۔ یعنی شدید بارش ہوگی۔ یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کے زندہ ہو جانے کی آرزو کریں گے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے والد کا نام ہوگا۔ ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور معناً اسکو حدیث صحیح کہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر دراز فرما دے گا کہ سب کا والی ایک شخص میری نسل سے ہو۔ اس کے روبرو فرشتے ہوں گے وہ اپنے اسلام کو ظاہر فرمادے گا فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہے جو بعد ظہور پانچ سال یا سات سال یا نو سال زندہ رہے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا اور سات برس حکومت کرے گا اور زمین انصاف سے بھر دے گا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خروج کرے گا اور قتل دجال میں وہ ان کی مدد کرے گا وہ اس امت کی امامت کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ اس بات میں احتمال ہے۔

حضرت دریتیم نے عرض کیا کہ اکثر احادیث صحیحہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی شخصیت ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہوگا جیسا کہ اخبار سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ لا مھدی الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) اس قول اور احادیث مذکورہ کا کس طرح تطابق کیا جا سکتا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا یہ قول شاذ ہے اور اس قول میں تاویل کا بھی احتمال ہے یعنی لا مھدی کاملاً معصوماً الا عیسی ابن مریم (نہیں ہے کوئی کامل اور معصوم مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے) اس قول کو حذف پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے یعنی لا مھدی بعد مھدی المشھور الذی ھو من اولاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وعلی (رضی اللہ عنہ) الا عیسی ابن مریم (علیہما السلام) نہیں ہے کوئی مہدی اس مہدی مشہور کے بعد جو اولاد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد علی سے ہوگا سوائے عیسیٰ ابن مریم کے (اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے) اسی طرح حدیثوں میں تطبیق کی جاتی ہے اور تعارض دفعہ کیا جاتا ہے اور امام مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے آپ کے ظہور پر چالیس سال گذرے ہوں گے کہ مغرب میں قتل و غم ہوا ہوگا اور بھوک اور دشواری کا غلبہ ہوا ہوگا اور بہتیرے فتنے برپا ہوئے ہونگے اور آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے ہوں گے۔ ان حالات کے بعد ایک مرد مغرب بعید سے خروج کرے گا جو اہل فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا یعنی مہدی القائم آخر الزماں اور یہ قیامت کی علامات میں

www.maktabah.org

سے پہلی علامت ہوگی۔

مولف اوراق حاجی نظام غریب یمنی عرض پرداز ہے کہ اس حدیث میں جو حضرت معاویہ سے مروی ہے ہم کو ان شہروں میں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سب سے بڑی علامت ظہور مہدی کی یہ ہے کہ اس سال ماہ رمضان میں دو سورج گرہن ہوں گے حضور پر نور علیہ التحیۃ والثنا نے دو بار فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لیے دو علامتیں ہیں کہ جب سے حق تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں ان دو علامتوں کا ایک ساتھ ظہور نہیں ہوا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں (ینخسف القمر اول لیلۃ من رمضان) چاند کو گرہن لگے گا اور نصف رمضان میں سورج گرہن لگے گا۔ ینکسف الشمس فی النصف منه)

اشرف کہتا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی، نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے :۔ اصحاب اور دشمنان امام مہدی میں ہر دو فریق ایک حملہ میں شکست نہیں کھائیں گے بلکہ ثابت رہیں گے یہاں تک کہ چھوٹا قتل کیا جائے یا بھاگ کھڑا ہو، یہ صادق اصحاب مہدی کے وزیر ہوں گے۔ کیا تم ان یاران مہدی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) سے شہر روم کو فتح کریں گے اور جب وہ پہلی مرتبہ تکبیر کہیں گے تو شہر پناہ کا ۱/۳ حصہ گر پڑے گا اور ان کی دوسری تکبیر پر دوسرا ثلث یعنی ۲/۳ حصہ منہدم ہو جائے گا اور جب وہ تیسری تکبیر کہیں گے تو بقیہ تیسرا حصہ بھی منہدم ہو جائے گا تو بلا تلوار چلائے شہر فتح ہو جائے گا پس یہ سچائی کی عین دلیل ہے۔ وہ شہر مفتوحہ میں دین کو قائم کرے گا اور اسی کتاب میں ہے کہ :۔ اسلام میں تازہ روح پھونکے گا اور اس کی وجہ سے اسلام کو عزت حاصل ہوگی۔ ذلت و خواری کے بعد گویا وہ موت کے بعد پھر زندہ ہوگا وہ جزیہ کو موقوف کر دے گا اور تلوار کی زور سے لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا، پس جو کوئی حق کا انکار کرے گا اسے قتل کر دے گا جو کوئی نزاع کرے گا اس کی مدد نہیں کرے گا وہ دین کو اس چیز سے پاک کر دے گا کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو اس کی پاکی کا حکم فرماتے (غیر شرعی چیزوں اور امور سے دین کو پاک کر دے گا، بس کوئی مذہب خالص اسلام کے سوا باقی نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مہدی کا خروج یمن کے ایک گاؤں سے ہوگا جس کا نام کرعہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نازل ہوں گے تو روئے زمین پر امن و امان ہو جائے گا ایسا امن ہوگا کہ بھیڑیے اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائے گا اس کے چالیس سال بعد حق تعالیٰ ان کو موت دے دے گا (وہ وفات پا جائیں گے) مسلمان ان کے جنازہ کی نماز ادا کریں گے اور ان کو دفن کر دیں گے۔

---

[۱] خسوف (یعنی چاند گرہن) بدر کی حالت میں ہوتا ہے، ہلال یا شب اول کے چاند میں گرہن نہیں لگتا۔ یہ انہونی اسی وقت ہوگی جب ظہور مہدی ہوگا۔

www.maktabah.org

اسی طرح حضرت دانیال نبی کی کتاب میں پایا گیا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) وفات پا جائیں گے تو پانچ شخص (روئے زمین) کے مالک ہوں گے اور وہ سبط اکبر (یعنی امام حسن بن علی، رضی اللہ عنہم) کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے بعد پھر پانچ افراد سبط اصغر (حضرت حسین) کی اولاد سے مالک ہوں گے۔ اس کے بعد ان کا پچھلا وصیت کرے گا اس شخص کے حق میں جو سبط اکبر کی اولاد سے ہوگا۔ پس وہ مالک ہوگا اس کے بعد اس کا بیٹا مالک ہوگا اس طرح کل بارہ بادشاہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک امام مہدی ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض زمانوں میں اکثر لوگوں نے یعنی بعض لوگوں نے مختلف زمانوں میں اس منصب کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ دلائل سے اپنے دعویٰ کو سچ ثابت نہیں کر سکے۔ اتفاقاً اس فقیر کا گذر شہر روم میں ہوا، سب ساتھی جامع مسجد میں اترے، شہر کے اکثر علماء و فضلا مثلاً روم کے قاضی زادہ اور مخدوم زادہ مولوی حضرت شیخ ابوالفضل امتی ملاقات کو آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہاں (روم میں) ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے چونکہ ہم مہدی کی علامت سے آگاہ نہیں ہیں لوگ اس کے گرویدہ اور مطیع ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ احادیث شریفہ میں مہدی کی علامات موجود ہیں اور مشہور ہیں اور بہت زیادہ ہیں اُن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے لیکن اس شخص کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ جب دوسرا جمعہ آیا وہ شخص حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھنے خود آیا کچھ دیر آپ نے اس پر نگاہ کر کے فرمایا اے عزیز! انسان صرف دعویٰ سے مہدی نہیں بن جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو اس منصب پر مشرف و سربلند فرمائے گا تو اس کے آثار و نشانیاں بھی ظاہر فرما دے گا پس تم کیوں خود کو اس مصیبت میں ڈال رہے ہو۔

دلا تا بزرگی نیاری بدست   بزرگی جو تو نے نہ پائی ابھی
بجای بزرگان نباید نشست   بزرگوں کی جا بیٹھنا مت کبھی

حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ کے زمانے میں بھی ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں مہدی ہوں حضرت شیخ مویدالدین جندی سے منقول ہے کہ ایک شخص میرے مکان پر آیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مہدی ہے اور وہ مجھ سے اس کی تصدیق چاہتا تھا اور میں کہتا تھا کہ تم مہدی نہیں ہو اور جھوٹ بول رہے ہو میرے اس انکار کے باعث وہ میرا دشمن بن گیا اور ایذا رسانی کے درپئے ہوا نصرانیوں اور ملحدوں کی ایک جماعت کو میری ایذا رسانی پر مقرر کر دیا۔ میں نے شیخ بزرگ شیخ محی الدین ابن العربی کی روح سے پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ ظاہر ہوئے اور اپنے ایک ہاتھ سے اس مہدی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو زمین پر پٹخ دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے سردار آپ کا جو حکم و فرمان ہو یہ کہہ کر حضرت شیخ واپس تشریف لے گئے۔ میں اٹھ کر مسجد میں چلا گیا میرے پیچھے پیچھے وہ مدعی مہدویت اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ وہاں مجھے ایذا دینے کے لیے جمع تھا لیکن میں نے ان کی طرف

www.maktabah.org

التفات نہیں کیا اور محراب مسجد میں اپنی نماز ادا کی اور وہ لوگ باوجود ارادہ کے میرا کچھ نہ بگاڑ سکے اور تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچایا اس کے بعد اس مدعی مہدویت نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب و عجم کا مالک نہیں ہو جاتے گا اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی آئی ہے لیکن اس میں لفظ عجم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری روایت میں یہ لفظ آیا ہو) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ:۔

"مہدی میری عترت میں اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری اولاد سے ہیں کشادہ پیشانی، لمبی اور اونچی ناک، میانہ قد سے بلند اور دراز قد سے کم بلند سر پیوستہ مو اگر مانگ نکلے تو وہ جدا ہوئے ورنہ نہیں اور جب آپ بالوں کو کان تک لے جائیں گے تو موئے مبارک کان کی لو تک پہنچیں گے۔ آپ کا رنگ چمکتا پیشانی کشادہ، ابرو کشیدہ فراخ غیر متصل ہوگا اور ان کے درمیان ایک رگ ہوگی جس کو جلال چمکا دیا کرے گا، آپ کی ناک بلند ہوگی اور اس کے لئے ایک نور ہوگا جو بلند ہوتا نظر آئے گا، آپ بلند سر گھنی ریش مبارک والے سیاہ چشم، نرم رخسار، کشادہ دہن چمکتے دانت والے آگے کے دانت کی کھڑکی کھلی ہوئی سینہ کے بال باریک شکم و سینہ برابر دونوں قدم برابر درہموار دونوں شانے جدا جدا تمام اعضا فربہ اور سڈول بدن بغیر لباس کے روشن چمکدار ناف اور سینہ کا درمیانی حصہ پیوستہ ہوگا اور آپ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی آپ سات برس حکومت فرمائیں گے اور انہیں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر نازل ہوگی ایسی کہ کوئی شخص اس کے ظلم سے پناہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ میری عترت اور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو ظاہر فرمائے گا (یبعث اللہ تعالیٰ رجلا من عترتی واھل بیتی) اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا اسی طرح جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے پر تھی۔

پس علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ بادشاہ عادل ہے جس کو حق تعالیٰ جناب فاطمہ (علیہا السلام) کی اولاد سے پیدا کرے گا اس وقت جب کہ اس کی مشیت ہوگی اور اس کو اپنے دین کی مدد کے لیے ظاہر فرمائے گا۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری (رضی اللہ عنہ) ہیں جو دشمنوں کے خوف سے مخفی ہو گئے ہیں۔ ان کی درازیٔ عمر میں حضرت نوح اور حضرت خضر علیہما السلام کی درازیٔ عمر کی طرح کوئی استحالہ نہیں ہے اس

www.maktabah.org

قدرِ طویل عمر ناممکن نہیں ہے) اس بات سے تمام دوسرے فرقوں (کے علماء) نے انکار کیا ہے اسی لیے کہ یہ دعویٰ ایک امرِ بعید ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت (محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی طویل عمر پانا دستور نہیں رہا ہے بغیر کسی دلیل اور علامت کے۔ اور امام محمد بن حسن عسکری کے اس قدر اخفا کے سلسلہ میں کوئی علامت اور دلیل مذکور نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں فرمایا ہے۔ اس انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ امام کا اتنے دنوں تک اس طرح پوشیدہ رہنا کہ نام کے سوا کچھ بھی ان کا ذکر مذکور نہیں ایک بعید از قیاس امر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس پوشیدگی کے ہوتے امام کی بعثت بے کار ہو جاتی ہے کیونکہ امامت سے مقصود اقامت شریعت ہے اور ظلم کو دفع کرنے والے انتظام کا قائم کرنا ہے اسی طرح کے اور امور ہیں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو چاہیئے تھا کہ ظاہر ہو جاتے ملِں امامت کا دعویٰ نہ کرتے جیسے تمام ائمہ اہلبیت تھے تاکہ اولیاء اللہ اُن سے مدد و غلبہ حاصل کرتے اور سب لوگ نفع اٹھاتے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ زمانہ تو اُن کے ظہور کے لئے سب سے اچھا تھا کیونکہ یقینی بات ہے کہ آپ کی نیاز مندی کے لئے عورتیں، بچے اور بڑے چھوٹے بڑی جلدی کریں گے۔

ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ولی کو چاہیئے کہ وہ ناموزوں نہ ہو۔ حضرت نور العین نے عرض کیا کہ موزونی سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس کے تمام افعال و حرکات پسندیدہ ہوں اور میزان شریعت و طریقت پر موزوں ہوں کہ ایک بات بھی اور ایک کام بھی صوفیہ و طائفہ علیہ کی روش اور شریعت کے خلاف نہ ہو، حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند زبانِ مبارک سے اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

قطعہ

سہ نشان بود ولی راز نخست آن بمعنی
کہ چون روئی او بہ بینی دل تو بدو گراید
دوم آنکہ در مجالس چو سخن کند بمعنی
ہمہ راز ہستیٔ خود بحدیث می رباید
سوم آن بود بمعنی ولی اخص عالم
کہ ہیچ عضو او را حرکاتِ بد نیاید

ہیں ہمیشہ سے ولی کی یہی تین ہی علامت
کہ جو دیکھ لے تو چہرہ ترے دل میں اٹھے الفت
اور اگر وہ مجلسوں میں کرے وعظ اور نصیحت
تو کلام سن کے ہوئے تری بیخودی کی حالت
اور ہو خاص برگزیدہ بجنابِ ربِّ عزت
کسی عضو سے بھی اس کے نہ ہو کچھ خراب حرکت

موزوں سے یہی باتیں مراد ہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اشعار موزوں طریقہ پر پڑھتا ہو یا خود موزوں اشعار کہتا ہو۔ اس موقع پر حضرت شیخ مبارک نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے کچھ مزید اوصاف کے بارے میں حضرت بیان فرمائیں ارشاد فرمایا ابو عبد اللہ سالمی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہم مخلوق کے درمیان اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانیں تو انہوں نے فرمایا اولیا کی شناخت لطافت زبان، حسن اخلاق،

www.maktabah.org

تازہ وردی، سخاوت نفس، قلت اغراض، ہر عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا اور تمام مخلوق پر شفقت خواہ وہ نیکو کار ہوں یا بدکار، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خصوصیات اور اکثر مصطفوی اوصاف اس میں موجود ہونا چاہیئے کہ ولی ہر حال میں نبی کا تابع ہے اور الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (ولی اپنے تابعین میں ایسا ہے جیسے پیغمبر اور نبی اپنی امت میں)

رسالہ قشیریہ میں ولی کے اوصاف

حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو جواب دیا کہ میں نے رسالہ قشیریہ میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو رسولوں اور نبیوں (علیہم السلام) کے بعد اپنے بندوں میں ہر فضیلت بخشی ہے اور اپنے دوستوں کے زمرے میں ان کو چن لیا ہے، ان کے دلوں کو اپنے بھیدوں کی کان بنایا ہے اور امت مرحومہ میں ان کو اپنے انوار کی چمک کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور ان کو بشریت کی کدورتوں سے صاف کر دیا ہے اور مقامات مشاہدہ تک ان کو عروج دیا ہے کہ اسکی یکتائی کی حقیقتیں ان پر تجلی فرمائیں اور ان کو آداب بندگی کے قائم رکھنے کی توفیق دی ہے اور احکام ربوبیت کے مقامات کا اُن کو مشاہدہ کرا دیا ہے۔

امام قشیری مزید فرماتے ہیں کہ لوگ یا تو اصحاب نقل وروایت ہیں یا ارباب عقل وفکر ہیں اور شیوخ صوفیہ اس سے ترقی کر چکے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ چیزیں جو تمام لوگوں سے پوشیدہ ہیں ان پر ظاہر ہیں اور جس چیز کی معرفت مخلوق کو میسر نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے موجود ہے پس یہ حضرات (صوفیہ) اہل وصال ہیں اور عوام اور دوسرے لوگ اہل استدلال ہیں۔

شعر

لیلی بوجھك مشرق	مری شب میں تجھ سے ہے روشنی
وظلامہ فی الناس سار	اور اندھیری خلق پہ چھائی ہے
والناس فی صدف الظلام	ہیں وہ ظلمتوں میں گھرے ہوئے
ونحن فی ضوء النہار	اور مجھے تو دن کی صفائی ہے

اتباع شریعت

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل فرماتے تھے کہ میں ایک دن خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا کچھ لوگوں نے اولیاء کرام کے اوصاف کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی روش کے اعتبار سے اولیاء دو طرح کے ہیں ایک ولی عزلت دوسرے ولی عشرت، ولی عزلت کا مرتبہ مثل ندیموں کے ہے کہ جب تک وہ مقربین سلطنت کا قرب حاصل نہیں کر لیتا اس کو سلطان کے حضور میں باریابی نہیں ہوتی۔ ولی عشرت کا مرتبہ وزراء جیسا ہے کہ حضرت سلطان کا وہ نائب مناب اور خلیفہ ہوتا ہے اور ملکی تصرفات کے دروازے اس کے اوپر کھلے ہوتے ہیں وہ صاحب اختیار ہوتا ہے اور اسے مطلق العنان بنا دیا جاتا ہے (جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے) پس ولی عشرت کا حال زوال سے محفوظ ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ایک صفت سے دوسری صفت میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے احوال باطنی پر متصرف ہے لیکن اس کے ادب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنے احوال کو میزان شریعت پر تولتا ہے اگر اس کا حال قواعد شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو اس پر اعتماد کرتا ہے اور اس کو ظاہر کرتا ہے اس کے برخلاف اگر ہوتا ہے تو

www.maktabah.org

اس پر اعتماد نہیں کرتا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلاف شریعت ایک ذراسی بات بھی (ایک ذرہ) وہ اپنے لیے روا نہیں رکھتے ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی کوئی ایسی بات صادر نہیں ہونی کہ جو موجب حرمان ہو۔ وہ کبھی بھی اسرار و معارف کی بات کسی صورت میں بیان نہیں کرتے کہ محض ایک ادب کے خلاف عمل پر شیخ احمد نصیر کو ایک سال تک سُور چرانے پڑے تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ احمد نصیر قدس سرہٗ کبار مشائخ سے تھے۔ یہ شیخ ابوالعباس قصاب کے معاصرین میں سے تھے انہوں نے بائیس۲۲ حج کیے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ خراسان ہی سے احرام باندھ لیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حرم میں صوفیہ کے اسرار و حقائق سے اصحابِ طاعات کے کچھ اقوال بیان کیے، دو سو اسی مشائخ کرام اس وقت حرم میں موجود تھے ان سب نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسی بات کیوں کہی اور پھر ان کو حرم سے نکال دیا۔ اس وقت شیخ خضری (جو ان کے مرشد تھے) اپنے گھر سے باہر آئے اور خادم سے کہا کہ وہ خراسانی جوان جو ہر سال ہمارے پاس آتا ہے اس بار اگر وہ آئے تو اس کو میرے پاس نہ آنے دینا۔

جب کچھ عرصہ بعد احمد بغداد پہنچے تو حسب معمول شیخ خضری کے دولت کدہ پر گئے تو خادم نے کہا کہ شیخ فلاں دن فلاں وقت خلوت سے باہر تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اندر نہ جانے دوں شیخ احمد نے جب یہ بات سنی تو بے ہوش ہو گئے اور چند دن اسی طرح گزر گئے آخر کار ایک دن شیخ خضری باہر تشریف لائے اور شیخ احمد سے کہا کہ حرم میں تم سے جو ترکِ ادب سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ تم روم جاؤ اور ایک سال ایک دن تک سُور چراتے رہو اور رات کو وہاں ایک مقام طرطوس ہے جس کو کافروں نے مسلمانوں سے لے لیا ہے اور ویران کر دیا ہے اس جگہ صبح تک نماز پڑھا کرو اور خبردار ذرا نہ سونا ممکن ہے کہ پیروں کا دل تم کو قبول کر لے، شیخ احمد چونکہ جذبۂ صادق رکھتے تھے ان کے شیخ نے جو کچھ فرمایا اس کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ اس عمل کے بعد جب شیخ احمد اپنے شیخ کے مکان پر واپس پہنچے تو خادم نے کہا کہ آج سات مرتبہ شیخ تمہاری طلب میں خلوت خانہ سے باہر تشریف لا چکے ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ خضری باہر تشریف لائے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا یا احمد ولدی قرۃ عینی (اے احمد! میرے فرزند! میری آنکھوں کی ٹھنڈک) یہ سن کر احمد نے خوشی میں کہا "لبیک"۔ پھر وہ مکہ معظمہ حرم شریف گئے تو تمام پیران حرم نے ان کا استقبال کیا اور سب نے فرمایا اے ہمارے فرزند عزیز! اے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے بعض خلفاء کے التماس پر اولیائے معاشر کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اولیائے معاشر وہ ہیں کہ جن کو حال بقا سے بہرہ وافر مل چکا ہے بقا باللہ کی منزل اور مقام پر پہنچ کر "وحدت در کثرت" کے مشاہدہ سے مشرف ہو چکے ہوں ان حضرات کے لیے یہ تمام عالم مجلّٰی ہے۔

www.maktabah.org

اور آئینہ حسن مقصود ہے بموجب اس ارشاد کے کہ ما رایت شیئاً الا درایت اللہ فیہ وہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے مگر ہر چیز میں ان کو جمال الٰہی نظر آتا ہے۔ ہزاروں رحمتیں خدا کی خواجہ کرمانی کی روح پر ہوں کہ فرمایا ہے۔

بیت

کہ جہان صورتست و معنی دوست — ہے جہاں لفظ اُس کے معنی دوست
ور بمعنی نظر کنی ہمہ اوست — معنی کی حیثیت سے بس ہمہ اوست

بایں صورت معاشرہ سے کوئی چیز بھی ان کے لئے گراں اور ثقیل نہیں ہے بلکہ قرابت اشیاء اور جمال مقصود کے شہود کے باعث جوان کو مرأت جہاں میں نظر آتا ہے اس لئے وہ جمال معاشرہ کے ذریعہ کمال عشرت سے متصف ہیں پھر آپ نے حضرت خواجہ کا فرمایا ہوا یہ شعر پڑھا۔

بیت

راہ بوحدت نبرد ہر کہ نشد در طلب — پائی نہ وحدت کی راہ جو نہ طلب میں ہوا
جملہ ذرات را از دل وجان از مرید — دنیا کے ہر ذرہ کا جان و دل سے مرید

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ مختلف ہیں اپنے اپنے احوال میں، بعض ان میں بے صفت اور بعض بے نشان ہیں اور بعض با صفت اور بعض صفات و نشان سے بلند و بالا تر ہوتے ہیں مثلاً بعض کو اہل معرفت یا اہل محبت یا اہل توحید سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی نہایت ان کی بے صفتی و بے نشانی ہے کیونکہ یہی بے نشانی کشف ذات ہے جو ایک بلند مقام اور بہت ہی شریف درجہ و مرتبہ ہے۔ ہماری عبادات اور اشارات اس مرتبہ کی کنہ اور حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ کے جس کسی فرد نے بھی روش نبوی اور اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قدم اٹھایا وہ کبھی بھی اپنے مقصود کو نہ پا سکا جیسا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

خلاف پیمبر کسی رہ گزید — خلاف پیمبر وہی ہے چلا
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید — جو منزل پہنچا نہیں چپ ہتا
محالست سعدی کہ راہ صفا — نہوگا یہ سعدی کی راہ صفا
توان رفت جز در پئے مصطفیٰ — چلے کوئی بے سنتِ مصطفیٰ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے یہ روایت (تقریباً ان الفاظ میں) بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ مجد الدین بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے حالتِ خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا ابن سینا کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطہ اور ذریعہ کے بغیر خدا تک پہنچنا چاہا اور میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے وہاں تک پہنچنے سے روک دیا یہاں تک کہ وہ نار جہنم میں گر گیا۔

www.maktabah.org

میں نے یہ واقعہ اپنے استاد مولانا جمال الدین جلبی سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں بغداد سے شام کی طرف جا رہا تھا کہ شام سے روم چلا جاؤں جب میں شہر موصل میں پہنچا تو رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی۔ جب میں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ وہاں نہیں جانتے جہاں کچھ فائدہ پا جاتے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور ایک نورانی صورت والی ہستی ان کے درمیان تشریف فرما ہے ایک نورانی کے فرقِ مبارک سے نکل کر آسمان تک پہنچ رہا ہے ؎

شعر

زنور روئی او چون ذرہ خورشید اسی کے نور کا خورشید ذرہ
دلی این را زوال آن نورِ جاوید مگر اس کو فنا اور وہ ہمیشہ

وہ کچھ گفتگو فرما رہے تھے، یہ تمام حضرات توجہ کے ساتھ اسے سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور سلام پیش کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے بھی اس حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جب میں بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابن ابی سینا کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے علم کے مطابق گمراہ کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: آپ شہاب الدین (مقتول سہروردی) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ابی سینا کے متبعین میں سے ہے۔ میں نے خیال کیا اب چند علمائے اسلام کے بارے میں بھی دریافت کرلوں لہٰذا میں نے دریافت کیا: آپ فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عتاب کردہ شخص ہے، پھر میں نے عرض کیا: حجۃ الاسلام غزالی کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص ہے جس نے مقصد کو پا لیا۔ میں نے پھر عرض کیا: آپ امام الحرمین جوینی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی ہے، میں نے پھر دریافت کیا ابو الحسن اشعری کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا قول ہے اور میرا قول سچا ہے کہ ایمان و حکمت یمن میں ہے۔ یہ میں دریافت کر رہا تھا کہ میرے قریب بیٹھے ہوئے کسی شخص نے کہا کہ یہ کیا سوالات کر رہے ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرو۔ تاکہ تم کو اس سے کچھ فائدہ پہنچے، یہ سن کر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو:۔ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ حَتّٰى اَتُوْبَ وَاعْصِمْنِيْ حَتّٰى لَا اَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَيَّ الطَّاعَاتِ وَكَرِّهْ اِلَيَّ الْخَطِيْئَاتِ ۔ بارالہا! میری طرف رجوع فرما تاکہ میں توبہ کروں اور مجھے محفوظ رکھ تاکہ میں پھر گناہ نہ کروں اور میرے لئے طاعتوں کو محبوب بنا دے اور میرے دل کے لئے گناہوں کو ناپسندیدہ بنا دے) یہ دعا بتانے کے بعد

www.maktabah.org
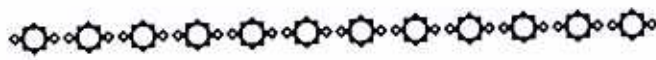
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ارض روم جا رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا الروم ما دخله المعصوم (روم! اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس مسجد میں ایک حجرہ تھا شیخ مولانا موفق الدین کواشی وہاں فروکش تھے۔ شیخ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کیا جمال الدین ہوں۔ فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے کہا بغداد سے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ارض روم۔ فرمایا روم جا رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! تو فرمایا الروم ما دخله المعصوم (یہ بعینہٖ وہ الفاظ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمائے تھے) یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور میں ان کے دامن سے لپٹ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ بھی کل رات کی مجلس میں موجود تھے فرمانے لگے دعنی، دعنی مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ان کا دامن چھوڑ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا اور ارض روم نہیں گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اولیا بارگاہ الٰہی کے ندیم اور وزیر ہیں اور وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں ان سے خوارق کا کبھی کبھار جو اظہار ہوتا ہے وہ بھی مشیت الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنی مراد سے کوئی تصرف نہیں کرتے (واگرنہ اصلا در ظہور مراد خود قیام نمی نمایند) جس قدر اظہار خوارق کا خیال ان میں قوی ہوتا ہے اسی قدر ان کے مراتب میں نقصان سرایت کرتا ہے۔ ان کے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہتی ہے کہ ما صنع اللہ فھو خیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ بہتر ہی ہے) یہ حضرات ما ظھر فی الوجود فھو خیر محض (جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ محض خیر ہے) میں اس طرح مشغول و مستغرق رہتے ہیں کہ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ یوں ہوتا یا یہ ہونا چاہیئے خواہ اس میں تمام عالم کی خیر اور بھلائی ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً وبا کا پیدا ہونا کہ بظاہر وہ ایک بری چیز ہے اور ہر شخص کو لازم ہے کہ اس کے قہر سے نکلنے اور اس کے لطف کی پناہ میں آنے کی درخواست کرے اور وبا کے دفع ہونے کی دعا کرے لیکن اولیائے کاملین مراد خداوندی کو قبول کرتے ہیں اور کبھی یہ نہیں کہتے کہ وبا برطرف ہو جائے یا نہ ہو (وبا دور ہو جائے یا وبا نہ ہو)۔

مصرعہ

ترک کام خود گرفتن تا برآید کام دوست

چھوڑنا اپنی رضا تا دوست کی مرضی رہے

مشیت الٰہی پر اعتراض کی سزا

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً ان الفاظ میں) فرمایا کہ میں نے طبقات الصوفیہ میں دیکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن نے جو شیخ احمد سید کبیر کے بھانجے تھے کہا کہ ایک روز میں اپنے ماموں (سید احمد کبیر) کی خلوت گاہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان کے پاس کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سنی۔ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہت دیر تک یہ دونوں حضرات باہم گفتگو کرتے رہے، جب بات چیت ختم ہوئی تو وہ شخص اس دیوار کے روزن سے نکل گیا جو شیخ کی خلوت گاہ میں

www.maktabah.org

تھا۔ اور بجلی کی طرح ہوا میں غائب ہوگیا۔ میں شیخ کے سامنے گیا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ شخص اور وہ عظیم ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر فرمایا ہے یہ رجال اربعہ میں سے ایک ہیں تین روز سے یہ مجبور و معتوب ہیں لیکن خود ان کو اس کی خبر نہیں ہے۔ یہ سن کر میں نے سید احمد کبیر سے عرض کیا کہ اے میرے شیخ! ان کی معزولی کا باعث کیا ہے؟ کس سبب سے مجبور ہیں! شیخ نے فرمایا کہ بحر محیط کے ایک جزیرہ میں ان کا قیام ہے۔ اس جزیرہ میں مسلسل تین روز تک بارش ہوتی رہی تو ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ بارش آبادی میں ہوئی ہوتی۔ اس کے بعد وہ کچھ سمجھے کہ میرا یہ خیال ایک اعتراض ہے تو انہوں نے توبہ و استغفار کی۔ پس وہ اس اعتراض سے مجبور ہیں میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ان کو اس مجبوری سے آگاہ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا نہیں۔ مجھے اُن سے یہ بات کہتے ہوئے شرم آئی تب میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کو اس مجبوری سے آگاہ کر دوں۔ شیخ نے فرمایا تم ایسا کر سکو گے میں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر مجھ سے فرمایا سر جھکاؤ میں نے تعمیل کی میرے کان میں آواز آئی کہ اے علی اب اپنا سر اٹھاؤ میں نے سر اٹھایا تو اپنے آپ کو بحر محیط کے ایک جزیرہ میں پایا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اٹھ کر تھوڑی دور چلا کہ مجھے وہ صاحب (جن کی مجبوری کا ذکر ہو چکا ہے) مجھے نظر آئے میں نے ان کو سلام کیا اور پھر وہ تمام قصہ ان سے بیان کیا۔ سن کر انہوں نے مجھے قسم دی کہ جیسا میں کہوں تم ویسا ہی کرو۔ میں نے کہا کہ جو آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گا انہوں نے کہا کہ میرا خرقہ اتار کر میری گردن میں ڈال دو اور مجھے زمین پر گھسیٹو اور یہ آواز لگاؤ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے کار خداوندی پر اعتراض کیا تھا چنانچہ میں نے حسب وعدہ ان کی گردن میں ان کا خرقہ ڈال کر چاہا کہ ان کو گھسیٹوں کہ ہاتف غیبی نے پکارا اے علی! ان کو چھوڑ دو کہ زمین اور آسمان کے فرشتے ان کے اس حال پر گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی میں بیخود و مدہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو وہاں موجود پایا جہاں پہلے تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس جزیرے میں کس طرح پہنچا اور کس طرح وہاں سے واپس آیا۔

اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ ابوالسعود نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پندرہ سال ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی مملکت پر تصرف عطا فرما دیا ہے لیکن آج تک میں نے تصرف نہیں کیا شیخ ابن قاعد نے ایک دن اُن سے عرض کیا کہ آپ تصرف کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تصرف کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دیا ہے وہ جس طرح چاہے تصرف فرمائے وہ مالک ہے جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف فرماتا ہے ؎

ہر چہ خواہد می کند پروردگار   بندہ را در کار مولیٰ نیست کار

www.maktabah.org

جیسی مرضی ہو کرے پروردگار — اس کے کاموں میں نہیں بندہ کا کار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء باہم دگر اللہ تعالیٰ کے کاموں کے ماہر اور اس کے رازوں کے جاننے والے ہیں ایک معمولی سا حکم بھی جو عالم بالا سے عالم سفلی میں نازل ہوتا ہے ایک ذراسی دیر میں (طرفۃ العین میں) ایک سے دوسرے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج فلاں شخص کے سلسلہ میں عتاب نازل ہوا ہے یا حق تعالیٰ کی جانب سے فلاں شخص کو خطاب مرحمت کیا گیا ہے (اظہار خوشنودی فرمایا گیا ہے) اس بات کا اہل ہر شخص نہیں ہوتا۔

شب قدر کی برکات سے مشرف ہونا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رمضان المبارک ۷۸۲ھ کی ۲۷ تاریخ کی شب کچھوچھہ شریف میں تمام ساتھیوں کو میں نے شب قدر کی برکات سے مشرف کیا چنانچہ حضرت نور العین، حضرت دُرِّ یتیم، حضرت شیخ رکن الدین شاہباز، شیخ اصیل الدین سفید باز شیخ جمیل الدین جرہ باز، قاضی رفیع الدین اودہی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ عارف اور شیخ معروف اور کچھ قلندر جو زیور تجرد سے آراستہ اور خوبی و یکتائی سے پیراستہ تھے اور ملک محمود جو نہایت خالص و مخلص مرید با اعتقاد تھے اور بہت سے خدام بارگاہ اور مصاحبین درگاہ اس خصوصیت سے مشرف ہوئے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے فرشتے اترتے ہیں اور رحمن کے عنایات نازل ہوتے ہیں ہاتف غیبی نے لاکھوں تعظیم و تکریم کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے ندا دی کہ اشرف میرا محبوب ہے ؎

قطعہ

ہاتف غیبی کہ ز حکم الٰہ	ہاتف غیبی نے بحکم خدا
کرد ندا در حرم خانقاہ	دی حرم پاک میں آکر ندا
کای شرف عالم بہر تراست	ہے شرف دو جہاں حصہ ترا
گفت خدا اشرف محبوب ماست	بولا خدا پیارا ہے اشرف مرا
ہر یک از اصحاب بدین مژدہ	جبکہ احبا نے یہ مژدہ سنا
کرد چو گلزار ز جان خندہ	جو تھا وہاں گل کی طرح کھل گیا

سب اس مژدہ جانفزا کو سن کر اور اس اشارت دلکشا سے آگاہ ہو کر دونوں جہاں کی خوشیوں سے مالا مال ہوئے اور ان کی زبان حال یہ ترانہ سرائی کر رہی تھی ؎

بدین مژدہ گرجان فشانم رواست	ہے قربان جان اس خوشی پر مری
کہ این مژدہ آسائش جانِ ماست	کہ اس مژدہ سے راحتِ جاں ملی

حضرت کا طریقہ اور عادت معہودہ تھی کہ آپ صبح کی نماز مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے، اس روز بھی نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمانے کے لیے تشریف لے گئے اور پوری شرائط کے ساتھ وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی نے (جو اصحاب حرم کے قبلہ اور ارباب کرم کے پیشوا تھے،

www.maktabah.org

جیسے ہی آپ کو وہاں دیکھا (اور آپ کے چہرے پر نظر پڑی) تو فرمایا اے محبوب یزدانی آؤ۔ آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب اشرف سمنانی کو مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تعظیم کے لیے اپنے سر کو جھکا دیا۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بہت تکریم و تحریم کے ساتھ آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ (آپ سے بغل گیر ہوئے) اس وقت حرم میں تقریباً پانچ سو مشائخ موجود تھے، ہر ایک پر اس حال سے ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی اور ہر ایک پر عجیب وجد کا عالم طاری ہوا۔ ان سب حضرات نے حضرت قدوۃ الکبرا کو مبارک باد پیش کی۔ جو کوئی بھی حضرت قدوۃ الکبرا کو دیکھتا وہ اسی خطاب (محبوب یزدانی) سے آپ کو مخاطب کرتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا؟

حضرت درتیتم نے بصد تکریم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلین ؓ کو محی الدین کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں اس کا واقعہ کیا ہے۔ (آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بغداد میں ہم نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا جمعہ کا دن تھا، میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کر کے واپس آرہا تھا میں برہنہ پا تھا، میرا گذر ایک بیمار پر ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا اور بدن کمزور تھا اس نے مجھے سلام کیا (السلام علیک یا عبد القادر) میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس نے کہا کہ آپ میرے قریب آئیے میں اس کے قریب پہنچا، اس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجیے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا دیا۔ فوراً اس کا جسم تر و تازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوبصورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آگئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ دین اسلام ہوں۔ آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا میری حالت ویسی ہی ہو گئی تھی، مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے۔ انت محی الدین تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لاکر رکھ دیں اور مجھ سے کہا یا شیخ محی الدین۔ جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آکر جمع ہو گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ یا شیخ محی الدین یا شیخ محی الدین کہہ رہے تھے اس سے قبل مجھے کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک عزیز سے یہ بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کی معراج ظاہری بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ معراج معنوی دو طرح کی ہوتی ہے ان میں سے ایک تو صفات ذمیمہ کی پستی سے نکل کر صفات محمودہ کی بلندی پر پہنچنا اور دوسرے ماسوا اللہ سے قطع تعلق کر کے اللہ سے لو لگانا۔ اگر بعض اولیاء اللہ کو بحیثیت ظاہری عروج مکانی بھی حاصل ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کہ اس طائفہ مقدسہ سے بہت سے خلاف عادت

www.maktabah.org

امور ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں کرتے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ شہرت کو پسند نہیں فرماتے کہ الشہرت آفۃ والخمولۃ راحۃ (شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت ہے) اور ان حضرات نے اپنے احوال کو غیروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ان کے بھید دل سے واقف نہیں ہوتے ایک دن میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کسی ایسے ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے جن کا مرتبہ آپ سے زیادہ بلند ہو۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں ایک بار میں مدینہ منورہ میں مسجد الرسول میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ ہیں، اور وہ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں اور تمام لوگ ادب سے سن رہے ہیں۔ اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان کو میں نے بیٹھا دیکھا۔ وہ سر بزانو تھا۔ میں نے اس نوجوان سے کہا اے نوجوان کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سب لوگ شیخ عبدالرزاق سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں سنتے اور یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ اس نوجوان نے نہ سر اٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا لیکن مجھے جواب دیا کہ وہاں تو لوگ شیخ عبدالرزاق سے سن رہے ہیں اور میں یہاں رزاق سے سن رہا ہوں نہ کہ اس کے بندہ سے، میں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ میں کون ہوں؟ یہ سن کر اس نوجوان نے سر کو اٹھایا اور کہا کہ اگر میری فراست ٹھیک ہے تو تم حضرت خضر (علیہ السلام) ہو، تب مجھے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا اور ان کے بلند درجے کو میں نہیں جانتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ کی دو قسم ہے کچھ لوگ تو گریبان محبوبیت سے سر کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ لوگ آستین محبیت میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس مرتبہ کو جبکہ جانبین کی کشش سے جو محبت و محبوبیت کے درمیان ہے ٹھیک برابر وسط میں واقع ہو تو اصطلاح صوفیہ میں منازلہ کہتے ہیں جانبین سے جو کچھ حصول ہوتا ہے وہ اس درمیانی درجہ میں وصول ہوتا ہے پیغام محب کی طرف ہو یا محبوب کی طرف سے وسط میں اس کی اطلاع پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرزاق کاشی سے جو حضرت شیخ قونوی کے پیر و تھے نقل فرماتے تھے کہ منازلہ دو جانب کو چاہتا ہے اور وہ دو کے درمیان نزول کی نسبت ہے کہ ہر ایک دوسرے کا طالب ہے اور ہر ایک دوسرے پر نزول کرتا ہے اور یہ نزول بندہ کے حق میں درحقیقت عروج ہے اور ہم لوگوں نے اس کو نزول اس لئے کہا ہے کہ بندہ اس عروج سے دربار حق میں نزول چاہتا ہے اور جب وہ مرتبہ التقاء وسط میں واقع نہ ہو تو جو حد نزدیک ہوگا اس جانب والا محبوبیت میں مقدم ہوگا اور محبیت میں موخر ہوگا۔ مثلاً اگر جانب حق تعالیٰ زیادہ قریب ہو تو اس قرب کو جب بندہ کی طرف نسبت کریں گے تو تدانی کہیں گے اور اگر مثلاً بندہ سے زیادہ قرب ہو تو اس قرب کو جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں گے تو تدانی کہیں گے، چنانچہ اس کی شرح لطیفہ اصطلاح میں لفظ منازلہ کے ضمن میں مذکور ہو گی۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۳

معرفتِ عارف و متعرف و جاہل

(دربیان معرفتِ عارف و متعرف و جاہل)

قال الاشرف:

المعرفۃ ھی رویۃ الحق فی مراتب الظھور من الافعال والصفات والذوات ووصف من حیث الصدور۔

ترجمہ:۔ اشرف (قدوۃ الکبرا) کہتا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ کیا جائے افعال وصفات وذوات اور وصف کے مراتب الظہور میں باعتبار صدور کے۔

اس موقع پر حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمتِ گرامی میں عرض کیا کہ اہل معرفت وارباب کشف کا انتہائی درجہ حضور بیان فرما دیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ معرفت سے مراد معلوم مجمل کا صورت تفصیل میں جاننا ہے مثلاً علم نحو یہ بتاتا ہے کہ فلاں عامل لفظی اور معنوی طور پر کیا عمل کرتا ہے، یہ جاننا گویا علم نحو کا برسبیل اجمال جاننا ہے پھر ہر عامل کا تفصیلاً جاننا عبارت عربیہ کو بے توقف و تکلف پڑھنے کے وقت اور عامل کا اس کے موقع پر استعمال کرنا یہ معرفتِ نحو ہے اور دوبارہ جاننے میں فکر اور تکلف سے کام لینا یہ تعرفِ نحو ہے اور جاننے کے باوجود اس سے غفلت کرنا یہ سہو و خطا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو تفصیلی صورتوں اور نئے نئے واقعوں میں دوبارہ پہچاننا بعد اس کے کہ اجمالی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ موجودِ حقیقی اور فاعلِ مطلق اسی کی ذاتِ پاک ہے اور جب تک توحید کا اجمالی علم نہ ہو تفصیلی مشاہدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا موحد تفصیلی صورتوں میں اور احوالِ متعددہ و متضاد کے وقوع میں جیسے نفع و نقصان، عطا و منع میں قبض و بسط میں یا نقصان پہنچانے، نفع پہنچانے والے، معطی و مانع کی صورت میں قابض و باسط کے حال میں صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو سمجھتا بوجھتا ہے بغیر کسی توقف و تکلف کے اور اسے عارف کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ عارف ایک آئینہ ہے جس میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ظاہر ہوتا اور اگر پہلی دفعہ اس سے غافل ہو گیا اور پھر جلد اس خیال پر آگیا اور درمیانی چیزوں کی صورتوں میں فاعل مطلق کو پہچاننے لگا اس کو متعرف کہتے ہیں عارف نہیں کہتے اور اگر اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی غافل ہوا اور افعال کی تاثیروں کو وسائط کے حوالہ کرے اسے بھولا بھٹکا اور مشرکِ خفی کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی توحید پر تقریر کر رہا ہے اور اپنے کو دریائے توحید میں مستغرق ظاہر کرتا ہے اور کوئی دوسرا انکار کر کے اعتراض کرے اور کہے کہ اس کی باتیں وجد و حالت سے خالی ہیں بلکہ غور و فکر کا نتیجہ ہیں تو فوراً وہ رنجیدہ

www.maktabah.org
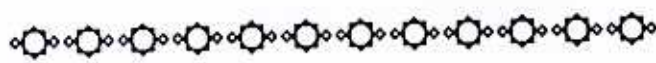
ہو جاتا ہے اور غصہ دکھاتا ہے اور اس کی خبر نہیں رکھتا کہ یہ رنج منکر کے قول کا عین مصداق ہے کہ وہ جدادِ حالت سے خالی ہے۔ فوراً فرمایا ؎

بہر تقدیر گویا ہست دلدار — ہر اک تقریر میں گویا ہے دلدار
اگر اقرار باشد خواہ انکار — اگر اقرار ہو یا خواہ انکار

ورنہ اس انکار کی صورت میں فاعل مطلق کو پہچان لیتا تو منکر پر غصہ نہ کرتا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی (قدس سرہٗ) سے عارفوں کے مراتب کے سلسلہ میں وضاحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم کے ارشادات میں آیا ہے یعنی صاحب فصوص فرماتے ہیں عارفین کے کئی طبقات ہیں بعض اُن میں سے وہ لوگ ہیں جو باری تعالیٰ کی معرفت بذریعہ عقل حاصل کرتے ہیں اور اس کے وجود پر استدلالِ عقلی پیش کرتے ہیں یعنی اثر وفعل و موجودات کو دیکھ کر موثر و فاعل و موجد پر دلیل لاتے ہیں اور بعض ان میں سے وہ حضرات ہیں جو حق کو حق سے پہچانتے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کی معرفت رب کے ذریعہ سے حاصل کی) اور عرفانِ حق کو حق سے حاصل کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کو آفتاب سے پہچاننا۔ اور حق کی تلاش عقل سے کرنا ایسا ہے جیسے آفتاب کے طلوع کو چراغ سے پہچاننا کہ جب صبح ہوئی چراغ دھیما پڑ گیا جیسا کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے حضرت کمیل سے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ صبح ہوگئی اور معرفت تو کشف کے بعد ہوتی ہے اور علم کشف سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے اور عارف وہ ہے جو اشیاء میں مشاہدۂ حق کرے وہ اشیاء ظہور جمال و تجلیات جلال حق کی آئینہ ہیں۔ چنانچہ بعض ارباب کشف کا قول ہے کہ میں نے جس چیز کو دیکھا اس میں اللہ کو دیکھا تو میں نے اس کی معرفت حاصل کرلی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اس کے نور کے ذریعہ سے جانا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ عارف کو چاہیئے کہ تمام مظاہر کائنات اور موجودات میں انوار الٰہی کا مشاہدہ کرے، اگر کوئی نفع پہنچے تو سمجھ لے کہ اس میں اسم "النافع" کی تجلی جلوہ گر ہے جو مجھے نفع پہنچا رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرے اور اگر نقصان کا ظہور پایا جائے تو یہ جانے کہ اسم "الضار" کی تجلی اس میں جلوہ گر ہے اور مجھے صرف ضرر میں ڈالتی ہے اگرچہ بظاہر نقصان پہنچ رہا ہے حالانکہ باطناً نفع ہی نفع ہے ؎

شعر

اگر داروئی تلخ آرد طبیب — جو کڑوی دوا بھی پلائے طبیب
بخور کاندرو ہست نفع عجیب — تو پی لے کہ ہے نفع میں وہ عجیب

مطابق حالی حکایت

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے (تقریباً) فرمایا حضرت شیخ نظام الحق والدین کا ایک مرید کسی ایسے گاؤں میں جہاں سے دہلی صرف دو منزل تھا، رہتا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ارشاد کے مطابق اسی گاؤں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہ کر منازل سلوک کو طے کر رہا تھا اتفاقاً راہ سلوک

ہیں اس کو وقفہ پیش آگیا اس نے اس وقفہ کو دور کرنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، آخر کار حضرت پیر و مرشد سے رجوع کیا کہ اس کی دستگیری فرمائیں، حضرت تو ایک طبیب حاذق تھے آپ نے اس کے درد کا مداوا کر دیا اور وہ وقفہ ختم ہو گیا۔ خوش خوش وہ اپنے مقام پر واپس آیا اور پھر اپنے اشغال اوراد میں حسب سابق مصروف ہو گیا اور بہت جلد منازلِ سلوک کو طے کرنے لگا۔ ایک مدت کے بعد وہ پھر ایک حجاب سے دوچار ہوا اس کے حصولِ مقصود میں پھر رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اس کے حال کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا۔ وہ پھر ضرورتاً آپ کی خدمت کی طرف رجوع ہوا کہ کہا گیا ہے کہ بیمار طبیب کی خدمت میں پہنچتا ہے ۔

غزل

دردمندی میرود سوئے طبیب	جاتا ہر بیمار ہے سوئے طبیب
خانۂ جواد می پرسد غریب	پوچھتا گھر ہے سخی کا ہر غریب
ہر کسی را چشم کور ست میرود	آنکھ سے معذور جاتا ہے وہاں
ہر کسی کو دارد از کحل عجیب	جس جگہ پاتا ہے وہ کحل عجیب
دردمندی را کہ می باید دوا	جسکو حاجت ہو دوا کی اسکو کاش
باید اورا شربتِ اشرف نصیب	شربتِ دیدار اشرف ہو نصیب
بر درش چون کعبۂ مقصود ماست	اُن کا در جو کعبۂ مقصود ہے
خاک بوسد ہر کہ او باشد لبیب	چومتا ہے ہر عقیل و ہر لبیب
جوہری باید کہ داند جوہرت	قدر جوہر جانتا ہے جوھری
اشرف عالم نجیب است و نجیب	اشرف عالم ہیں اشرف اور نجیب

چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے درد و الم کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی حذاقت کے بموجب اس کے مناسب حال اس کا تدارک فرمایا۔ مرید نے ہر چند کوشش کی لیکن اس مرتبہ مقصود حاصل نہیں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اس کا درد دوا پذیر نہیں ہے تو آپ نے مرید سے فرمایا کہ اب تدبیر صرف یہ ہے کہ صبر کرو اور اس وقت تک انتظار کرو کہ مفتح الابواب اپنی رحمت اور کرم کا دروازہ تم پر کھولے۔ بے چارے نامراد مرید نے مایوس ہو کر اپنے گھر کی راہ لی۔ راستہ میں ایک گاؤں تھا وہاں ٹھہر گیا۔ ایک مسجد میں آیا اس مسجد کی چھت پر چند نوجوان بیٹھے خربوزے کھا رہے تھے، انہوں نے جب اس نوجوان صوفی کو دیکھا تو از راہ تمسخر اس پر خربوزے کے چھلکے پھینکنے لگے، جتنی بار اس پر چھلکے پھینکے جاتے کچھ نہ کچھ اس کی عقدہ کشائی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کی تمام دشواریاں جو اُسے درپیش تھیں اور جو رکاوٹیں راہ سلوک کے طے کرنے میں سامنے آگئی تھیں سب کی سب دور ہو گئیں اور پھر کوئی عقدہ باقی نہیں رہا وہ اس عقدہ کشائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا

www.maktabah.org

لایا دیہ نتیجہ تھا اس صبر کا جوان نوجوانوں کے تمسخر پر اس نے کیا۔ اس کے راہ کی رکاوٹیں دور ہوگئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کوئی عارف اسم "القہار" کی تجلی کے محل میں آجاتے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً اسم "الحفیظ" یا اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں آجائے لیکن یہ خیال رکھے کہ اگر وہ یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ اسم "القہار" کی تجلی میں جلوہ فرما ہے تو پھر ایسا نہ کرے (پناہ طلبی میں دلیری نہ کرے) اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ بلبانی کا ایک مرید آپ کے فرمانے کے بموجب کسی کوہستانی علاقہ میں ریاضت میں مصروف تھا۔ ایک دن ایک کالا سانپ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کو پکڑنا چاہا مگر سانپ نے اس کو ڈس لیا اور اس کا تمام جسم سوج گیا۔ اس نے اپنے شیخ کے پاس یہ خبر بھیجی کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے مرید سے کہا کہ تو نے سانپ کو کیوں پکڑا جو اس نے تجھے ڈس لیا۔ مرید نے کہا اے شیخ آپ نے فرمایا تھا کہ غیر خدا کچھ نہیں ہے میں نے اس سانپ کو غیر خدا نہیں سمجھا اور اسی سبب سے اسے پکڑنے کی جرأت کی۔ شیخ نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ تجھ کو لباس قہر میں نظر آئے تو اس وقت بچنا چاہیئے اور اس کے پاس مت جا اور اگر ایسا کرے گا تو یہی حال ہو گا جو اس وقت ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ دیا اور اس کو اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسی گستاخی نہ کرنا تاوقتیکہ اس کے جلال و جمال کی تجلی کو اچھی طرح نہ پہچان لو۔ اس کے بعد شیخ نے دعا پڑھی جس کی برکت سے چڑھی ہوئی تمام سوجن دور ہوگئی۔ شفا پا کر وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس ضمن میں فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ صوفیہ عظام اور عارفین منقدمین نے خواجہ منصور (حلاج) کے کمال حال میں کچھ نقصان اور کمی بتائی ہے۔ اسی لیے کہ انہوں نے رعایت شریعت کا لحاظ نہیں رکھا تھا اور اسم "القہار" کی تجلی سے اسم "اللطیف" کی تجلی کی پناہ میں نہیں آئے اسی لیے کہ وہ اولیائے کاملین اور اصفیا نے صادقین جو "فنا در الفنا" کی صفت سے موصوف اور عرفان حقایق و دقائق میں معروف و مشہور گزرے ہیں وہ اپنے احوال ذکیہ اور مقامات اعلیٰ پر ہمیشہ غالب رہے ہیں (مغلوب نہیں ہوئے) اس موقع پر حضرت نے شیخ عبداللہ بلبانی قدس سرہٗ سے مروی یہ حکایت بیان فرمائی کہ وہ فرماتے تھے کہ شیخ عبداللہ کی حضرت شیخ زاہد ابوبکر سے (جو ایک صاحب کشف کامل اور معارف آگاہ تھے) بڑی بے تکلفی تھی اور ان سے اکثر ظریفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ عبداللہ کا بیان ہے کہ:۔

شیخ منصور کی ناکامی

ایک دن میں شیخ زاہد ابوبکر کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں تھے اور کیا لائے ہو۔ میں نے تواضع اختیار کی اور خاموش رہا اور کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے گھر سے آرہا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا اے مردک! یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا میں غیر خدا نہیں ہوں (گفتم من غیر از انیستم) شیخ زاہد نے

www.maktabah.org

فرمایا کہ تم نے پھر منصور کی بات کہہ دی۔ میں نے کہا کہ میں ایک آہ سے صد ہزار منصور پیدا کر سکتا ہوں۔ جیسے ہی میں نے یہ بات کہی انہوں نے اپنا عصا میرے مارنے کے لیے اٹھایا میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور عصا کی زد سے نکل گیا۔ شیخ زاہد نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی اور فرمایا کہ منصور کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور وہ نہیں بھاگا اور تو صرف عصا کی ضرب سے ڈر کر بھاگ گیا میں نے کہا وہ منصور کی ناتمامی اور خامی تھی اگر پختہ اور کامل ہوتے تو بھاگ جاتے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے فرمایا کہ تو گھاس کھا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے گھاس کھائی ہے لیکن حقیقت کے سبزہ زار سے کھائی ہے۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھی طرح کھائی ہے اور خوب کھائی ہے آؤ میرے سجادہ پر بیٹھو اور اس سجادہ کی حفاظت کرو، میں نے تعمیل کی، پھر شیخ زاہد نے فرمایا کہ تم نے منصور کے بارے میں یہ کہا کہ ان کا دار پر چڑھنا اور نہ بھاگنا ان کی خامی اور ناتمامی کے سبب تھا۔ اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ (کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی) میں نے کہا دلیل یہ ہے کہ جو سوار اپنی شہسواری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اس کا گھوڑا بدک جائے اور باگ ہاتھ سے نکل جائے تو اگر ایسے موقع پر وہ گھوڑے کے سر کو پکڑ کر اس کو روک لے تو بے شک ایسے سوار کو ہوشیار اور چالاک کہا جائے گا اور اگر اس حالت میں وہ گھوڑے کو قابو نہیں کر سکا تو پھر وہ تمام جہان میں رسوا ہوگا۔ جب میں نے یہ بات کہی تو شیخ زاہد نے میرے قول کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں نے تم سے زیادہ دیدہ ور اور کسی کو اب تک نہیں پایا۔

حضرت درّیتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ عارف کے لئے یہ بات بہت اہم اور ضروری ہے کہ مظاہر خلقیہ میں بھی وہ شہود حقیقت سے غافل نہ ہو اور مصادر کونیہ (دنیاوی امور) میں مشاہدہ وجوبیہ سے بیگانہ و غافل نہ ہو۔ سلاطین کے مظالم سے جو واقعی ظلم اور اندھیر ہوں بادشاہوں کا انکار کرنا چاہیئے یا اقرار؟ اس کے جواب میں قدوۃ الکبرا نے حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا من ادعی المعرفۃ ولم یتذلل للاغنیاء فھو کذاب فی المعرفۃ۔ (جس نے معرفت کا دعویٰ کیا اور اس نے اغنیاء کے سامنے تواضع اختیار نہیں کی تو وہ معرفت میں جھوٹا ہے) کیونکہ جب عارف توحید حقیقی تک پہنچ جاتا ہے اور کثرت میں وحدت کے مشاہدہ سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ مکونات (مظاہر) عالم میں محبوب کے جمال و کمال کے علاوہ اور کچھ ظاہر نہیں ہے۔ پس دولتمندوں کے سامنے جو مظہر صفات غنا ہیں اگر تواضع اختیار نہ کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عارف میں اس شہود کا فقدان ہے (وہ کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور ہر چیز میں جمال و کمال حقیقی کے مشاہدہ سے بہرہ ور نہیں ہے۔) یہ سن کر حضرت درّیتیم (پسر شیخ کبیر) نے عرض کیا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے من تواضع غنیا لغناہ فقد ذھب لہ ثلثا دینہ (جس نے دولت مند کی تواضع اسکی دولت مندی کے سبب کی اس کے دین کا ⅔ حصہ جاتا رہا) بظاہر دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگرچہ بظاہر مضمون حدیث منافی دکھائی دیتا ہے مگر حقیقۃً منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لغناہ کی ضمیر غنی کی طرف

www.maktabah.org
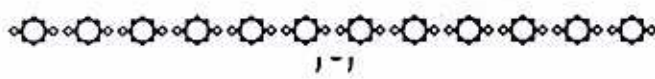
پھبتی ہے کہ اسکی غنا ذاتی ہے اور دین میں نقصان اس لئے ہوتا ہے کہ جو غنا درحقیقت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی حالانکہ واقعہ میں یہ غنا اسکی غنا نہیں ہے چنانچہ لفظ لغناء سے یہ ظاہر ہے

شعر

غنی مطلقًا درجہان کردگار | غنی دو جہاں میں ہے بس کردگار
غنا جائی دیگر بود مستعار | غنا دوسری جا پہ ہے مستعار

عارف کی ہر فتوح کا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف کو جو فتوح بھی پہنچتی ہے وہ جانتا ہے کہ اسکا عطا کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور جس کسی سے بھی اس کو فیض پہنچتا ہے تو اس کی صورت میں وہ مبداء فیاض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ عجیب بات تو یہ ہوگی کہ کوئی عارف فتوح کو قبول نہ کرے سوائے اس صورت کے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ اس میں حرام مال کی آمیزش ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان کیا کہ زمانہ سابق میں ہرات میں کافور نامی بادشاہ تھا اس نے بطور ہدیہ کچھ روپیہ اور ایک خط شیخ احمد اسلم طوسی کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جن لوگوں سے تم نے زبردستی اسے وصول کیا ہے اُنہی کو دے دو، کیونکہ یہی بہتر ہے۔ جب قاصد واپس بادشاہ کے پاس شیخ احمد اسلم کا پیغام لایا۔ کافور نے قلم دوات منگایا اور پھر شیخ احمد کے نام خط لکھا کہ اے صاحب میں اپنے حق کا مال خواہ زبردستی وصول کروں خواہ نرمی سے لوں تم کو اس سے کیا غرض ہے شاید قرآن شریف میں تم نے نہیں پڑھا ہے کہ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ[1] (اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) وبینهما این الکافور (اور درمیان میں کافور کہاں ہے؟) تم نے اس نذرانہ کو کیوں نہ قبول کیا؟ کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے خط و کتابت اور ہر ایک کا قول جب شیخ عبداللہ انصاری کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کافور کی یہ ایک معرفت کی بات اور خداشناسی اسلم طوسی کی ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا! سبحان اللہ سبحان اللہ! گذشتہ زمانہ میں بادشاہ ایسے ہی ہوتے تھے کہ باوجود کمال شان و شوکت کے وہ خود کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ قضاء و قدر کے مظہر ہیں (اس کے علاوہ ان کا کمال ذاتی کچھ نہیں ہے) بلکہ وہ باایں ہمہ عظمت و حشمت خود کو اسماءِ حق کا مقتضا خیال کرتے تھے (یعنی ان کی شان و شوکت حق کی شان و شوکت کا ظہور ہے) اس زمانہ میں ان درویشوں اور صوفیوں سے بھی جو خود کو دریائے توحید کا غریق اور بحر وجد و کیف کا غواص کہلاتے رہتے ہیں ہرگز اس قسم کا عقیدہ ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔

---

[1] پ سورۂ آل عمران ۱۲۹

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے امیر تیمور (گورگان) کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر تیمور شہر سبزہ وار سے سمرقند جا رہے تھے اُس روز پانچ سو صاحب شوکت و ولایت امراء و رؤساان کے ہمراہ تھے، امیر گھوڑے سے اُتر پڑے، تمام امراء اور سردار بھی اپنی اپنی سواریوں سے اُتر آئے۔ امیر تیمور کی خواہش تھی کہ وہ کچھ راستہ پیدل چلیں دو خوبصورت غلام انکی بغل میں ہاتھ ڈال کر انکو لے کر چلے کیونکہ ان کے پیر میں لنگ تھا، جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے غلاموں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلوں گا۔ انہوں نے ان کو چھوڑ دیا، امیر گر پڑے تین بار اسی طرح ہوا پھر غلاموں نے پکڑ لیا تب امیر تیمور نے اپنے امیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیمور ایسا ہے کا رلنگڑا ہے کہ اپنے آپ دو قدم بھی نہیں چل سکتا میری یہ شان و شوکت جو تم دیکھ رہے ہو میری طاقت اور شوکت نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی عظمت و جمال ہے۔ مجھے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور میں بیچ میں نہیں ہوں،

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بیان فرمایا: صاحبان بصیرت کے نزدیک یہ مسلّمہ ہے کہ یہ تمام کائنات اسماء اوصاف الٰہی کی مظہر ہے لیکن سلاطین کی مظہریت بالکل واضح اور زیادہ ظاہر ہے (ان کا مظہر اوصاف الٰہی ہونا زیادہ واضح ہے) شاہان زمانہ امر تکوین کے مظہر ہیں۔ ان کے مقاصد کا حصول ان کے لیے تدریجی نہیں ہے (وہ جب چاہتے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی کے مظہر ہیں (جس کے ذریعہ کائنات کا نظام قائم رہنا ہے) اسی لیے ان کے سامنے حد درجہ انکسار اور خضوع کرنا چاہیئے اور ان کے آداب کی رعایت بدرجہ اتم لازم ہے (آداب شاہی کو بجا لانا بے حد ضروری ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف باللہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں ایک لحہ کے لیے بھی اپنی نسبت سے غافل نہیں ہوتا بلکہ کھانے پینے، سوتے، بولنے اور سننے میں بھی اس کو غفلت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا یہ پیکر عنصری اور یہ ترتیب جسمانی اس پتلی کی طرح ہے کہ پس پردہ پتلی نچانے والا اس پر پورا پورا تصرف رکھتا ہے۔ پردہ کے پیچھے سے جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے (اور اس پتلی کا اس حرکت میں کوئی دخل نہیں ہوتا) حضرت نظامی گنجوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پی بازیچہ بہ پردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا

قال الاشرف: التصرف فی الحقیقۃ من اللہ تعالیٰ لان الکمال فی ان یصدر الافعال کلّہا بارادتہ واختیارہ اذ صدورھا بلا اختیار وارادۃ نقص والکمال فی ان یکون سمیعًا و بصیرًا و متکلمًا و موجدًا الی سائر صفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ والکمال فی ان یکون جمیع صفاتہ دائمۃ الثبوت ازلًا و ابدًا اذا تخلف عن واحدۃ

www.maktabah.org

منہا وقت مانقص۔

ترجمہ: حضرت اشرف نے فرمایا کہ تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کیونکہ شان کمال اسی میں ہے کہ سارے افعال اس کے ارادہ و اختیار سے صادر ہوں کیونکہ بے اختیار و ارادہ افعال کا صادر ہونا نقص و عیب ہے اور شان کمال اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و متکلم و موجد اور تمام صفات ذاتیہ و فعلیہ سے متصف ہو اور کمال اس میں ہے کہ اس کے تمام صفات ازلی و ابدی ہوں ان میں سے کوئی بات بھی کسی وقت نہ ہوئی تو نقص و عیب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نظامی گنجوی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

قطعہ

لعبت بازی پس این پردہ است	پردہ میں معشوق ہے بیٹھا ہوا
از پی بازیچہ بپردہ نشست	اوٹ سے ہر کھیل ہے وہ کھیلتا
دیدۂ دل محرم این پردہ ساز	دل کو تو اس پردہ کا محرم بنا
تا چہ بروں آید این پردہ راز	تاکہ ملے راز کا تجھکو پتا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کو جس قدر اپنی معرفت سے حصہ عطا فرماتا ہے تو اسی قدر بلا اس پر نازل کرتا ہے تاکہ وہ اس بلا کو اپنی قوت معرفت کے سہارے برداشت کرے جیسا کہ بعض عارفین نے کہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کو معرفت سے کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اور بمقدار معرفت اس پر بلا نازل کرتا ہے تاکہ وہ معرفت اس بلا کی برداشت کے لیے اس کی ممد و معاون بن جائے۔

عطا فرمودہ معرفت واپس نہیں لی جاتی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے کچھ حصہ عطا فرماتا ہے تو اگر وہ اس معرفت کے مقتضیات کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ کر دیتا ہے اور اگر وہ معرفت کے برخلاف عمل کرتا ہے تو اس معرفت کو عطا کردہ سے واپس نہیں لیتا تاکہ کل قیامت میں اس معرفت کے بموجب اس سے معاملہ کیا جائے لیکن پھر اس میں زیادتی اور اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو معرفت کے موتی اور کشف کے جواہر عطا فرماتے اور ان کو بندہ کے دل میں ڈال دے تو پھر وہ خانۂ دل میں دوسری بیکار اشیاء کو نہ رکھے اور کسی غیر مراد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔

رباعی

دلی کو دران عشق جا میکند	وہ دل جس میں کرتا ہے عشق اپنی جا
مرادات عالم فنا می کند	ہر اک آرزو کی ہے اس میں فنا
اگر غیر حق را مکان دل کند	اگر غیر حق کا مکان دل بنا
دل و جانِ خود را ہبا می کند	دل و جان کو کر دیا بس ہبا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ فتوحات میں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس حریری فرماتے تھے کہ میں شیخ ابو عبداللہ فرغانی کے ساتھ بازار سے گذر رہا تھا، انہوں نے اپنے چھوٹے بچے کے لئے (جو بیمار تھا) قصریہ خریدی تھی۔ قصریہ اس ظرف یا بوتل کو کہتے ہیں جس میں مریض کا پیشاب طبیب کو دکھانے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ طبیب اس قصریہ یا قارورہ کو دیکھ کر مریض کا مرض تشخیص کرسکے۔ راستہ میں ہماری ملاقات کچھ درویشوں سے ہوگئی ہم سب ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہاں کچھ کھا پی لیں۔ دل میں آیا کہ روٹی کے ساتھ کچھ دودھ شکر خرید لیں، اسوقت دودھ کیلئے کوئی برتن نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ قصریہ نئی ہے ابھی ناپاک نہیں ہوئی ہے دودھ اس قصریہ میں لے لیا جائے، جب درویشوں نے اس قصریہ سے میٹھا دودھ پی لیا تو سب نے اپنا راستہ لیا اور ادھر اُدھر چلے گئے۔ میں شیخ ابو عبداللہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ قصریہ شیخ کے ہاتھ میں تھی (گھر لے جا کر اس میں پیشاب رکھنے کا ارادہ تھا) خدا کی قسم! میں نے اور ابو عبداللہ فرغانی دونوں نے یہ سنا کہ قصریہ سے آواز آئی کہ اے درویشو! اب کہ مجھ سے اولیاء اللہ نے کچھ کھایا پیا ہے (اور ان کے لب مجھ سے مس ہوتے ہیں) تو اب مجھ میں پیشاب نہیں رکھا جا سکتا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس آواز کے آتے ہی قصریہ ان کے ہاتھ سے اچھل کر زمین پر گر گئی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اس حال کے مشاہدہ سے ہم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ ابوالعباس سے کہا کہ شاید تم نے اس قصریہ کی موعظت اور پند کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ بات نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو (کہ اب اس میں پیشاب نہ رکھا جائے) بہت سے ایسے ظرف ہیں کہ ان میں تم سے بہتر لوگوں نے کھایا پیا ہے اور وہ ناپاک ہوگئے ہیں بلکہ اس سے مقصود تم کو تنبیہ کرنا تھا کہ جب کہ تمہارے دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کے مقام بن گئے ہیں بس چاہیئے کہ ان کو غیر کا مقام نہ بنایا جائے اور ان میں وہ چیزیں نہ رکھی جائیں جن سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور قصریہ جو ہاتھ سے نکل کر ٹوٹ گئی اس سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ اسی قدر شکستہ رہو۔ شیخ ابوالعباس نے از سر انصاف کہا کہ واقعی آپ نے جو کچھ کہا ہم وہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ سہل بن عبداللہ تستری کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ نے زیر عرش مومن کے دل سے بہتر کوئی مکان اور مقام پیدا نہیں فرمایا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے عزیز اور قابل قدر پونجی مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ عطا نہیں کی ہے (معرفت خداوندی ان تمام چیزوں میں افضل و اعلیٰ ہے جو اللہ تعالےٰ نے خلق کو عطا فرمائی ہیں) پس عزیز ترین پونجی کو عزیز ترین مکان ہی میں رکھا جاتا ہے۔ اگر عرش سے فرش تک کوئی اور مکان (مقام) دل مومن سے زیادہ بہتر اور عزت والا ہوتا تو وہ اپنی معرفت کی عزیز ترین متاع کو اس میں رکھتا! پس وہ بندہ بڑا ہی بے ہمت اور خسیس ہے کہ وہ اس مکان کو جو تمام مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کو عزیز ہے غیر حق سے معمور کرے اور غیر حق میں مشغول رکھے اس لیے کہ مناسب نہیں جو دل اس کی نظر گاہ ہے اس کو غیروں کی نظر گاہ (منظر)

www.maktabah.org
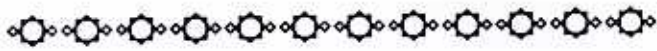
بنایا جائے۔ بزرگ اس سے ڈرا کئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کے دیکھنے کی چیز کو غیر کے شغل میں ڈال دیا تو خدا نخواستہ مجھ سے حق تعالیٰ جدا نہ ہو جائے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے ابراہیم میں نے تجھے اپنا دوست بنایا ہے پس اس بات کا خیال رکھ کہ تیرا دل میرے علاوہ کسی غیر کا مشاہدہ نہ کرے اگر کسی غیر کا گذر تیرے دل میں ہوا تو میں تجھ سے دوستی کو قطع کر لوں گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ ابوبکر یزداینار ارموی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے المعرفۃ تحقیق القلب بوحدانیۃ اللہ (یعنی دل میں حق تعالےٰ کی وحدانیت کا متحقق ہو جانا معرفت ہے)

عارف کون ہے ؟ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوتراب نخشبی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کر سکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خود کو لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے خواہ وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بعد مرتبہ افضل و بہتر ہے، اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنے کی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے در میں جو ذرہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مکہ میں ایک حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کر دیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کر ڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہو رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آج مکہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہو رہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہو رہی ہے آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھے ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا۔ جب مسافران مکہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ویسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے برسبیل عموم نہیں ہے (کہ وہ

www.maktabah.org

ہر وقت ہر بات سے آگاہ رہے) صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے اس سے اتنا کچھ نہیں ہو سکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھا سکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھا لیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [۱] — تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ [۲] — اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے۔

شعر

دانش جزو کل ز عادتِ اوست — علم ہر شے کا ہے اسی کی شان
عالم الغیب والشہادۃ اوست — عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج

حضرت قدوۃ الکبرا نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصان حضرت جیسے حضرت نور العین، شیخ ابو الوفا خوارزمی وخواجہ ابو المکارم، شیخ الاسلام، بابا حسین اور زنگر قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوتے۔ بندر گاہ روم سے جہاز [۳] میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہوگیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورتِ حال سے تمام ہمراہی پریشان ہوگئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اور اورادِ مخصوصہ اور وظائف معہودہ کے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہو کر حضرت قدوۃ الکبرا کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے۔ اس کا شعر پڑھو (جو حسب حال ہے) ؎

شعر

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز — کشتی شکستہ ہم ہیں چل اٹھ ہوا موافق
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را — شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یارِ آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم باد موافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کر لیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفتِ دلی کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ اس وقت

---

[۱] پ ۲۹ سورہ جن ۲۶ [۲] پ ۴ سورہ آل عمران ۱۷۹ [۳] جہاز سے مراد بڑی بادبانی کشتی ہے

www.maktabah.org

کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان و سالکانِ بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ فرزند نظام الدین اتنی آگاہی اور اتنی خبر تو اللہ تعالیٰ کے عارفوں کی نظر میں گھاس کے تنکے کے علم سے بھی کم ہے۔ ابھی یہ سلسلۂ کلام جاری تھا کہ دریا کا پانی پھٹ گیا اور ایک شخص اس میں سے نمودار ہوا اور کہا کہ اے نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابدان بحر ہیں۔ (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ اور آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انھوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو دُرّ البحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ دُرّ البحر کے دس ہزار مخلص مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام "کیکل" ہے۔ تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت اس جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آگئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبرا کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن

حضرت قدوۃ الکبرا ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے۔ حضرات صوفیہ اور ارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی ؎

شعر

چنان مجمعی بود کز اژدحام کچھ ایسا تھا مجمع وہاں اک قدم
درانجای مردم نمیداشت گام نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحانِ زمانہ اور وہاں کے آنے جانے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقرا اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النبی (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی (علیہ السلام) کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوہ الکبرا کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوا تو

www.maktabah.org

دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل ونقاروں کی آوازیں آنے لگیں ؎

گمان شد کہ آمد اسرافیل صور

مصرعہ:-

اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ ہے عام شور وغل بڑھ گیا، حضرت قدوۃ الکبرا پریشان ہوگئے اور ایک زور کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہوگئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی ؎

شعر

بدریائی حیرت فرو بردہ سر	تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
زصحرائی فکرت برآوردہ بر	تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسویں تاریخ سے مجھے عالم مشاہدہ میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائنہ میں مشغول و مصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کرسکا ہوں یا نہیں انھوں نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا سے آداب نمازمیں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا الحمد للہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کردیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا، اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیئے بجالاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوتے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہوگیا کہ حق تعالیٰ نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقات نماز میں ان کا شعور واپس آجاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔ اس بات کو حضرت جنید قدس سرہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

الحمد للہ الذی لم یجر علیہ لسان ذنب (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبانِ گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)

www.maktabah.org

از خود رفتہ کے افعالِ ظاہری اس موقعہ پر حضرت درِ یتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص از خود رفتہ ہو جائے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو اس طرح کہ ملائکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضا و جوارح عادی ہو جاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کارہائے معینہ ان سے سرزد ہوں (بطور بلکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں (بیان فرمائیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سُنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاج نے تجنید میں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگا لو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے ؎

شعر

اگر نفس خود را نہ آری براہ	کیا گر نہیں نفس کو روبراہ
برو تا ترا افگند زیرِ چاہ	تو جا تاکہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کر دیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے ؎

شعر

بدرد یقین پردہائی خیال	یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال
نماند سرا پردہ الا جلال	سراپردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہیئے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر۔ اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے ؎

شعر

سلاطین عزلت گدایانِ حی	تجرد کے شاہ و گدائے الٰہ
منازل شناسان گم کردہ پئی	منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

www.maktabah.org

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص کی صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔ اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جس کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت دُرِیتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیر ہروی (خواجہ عبداللہ انصاری) سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی ہے مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔ شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:۔ معرفۃ رسمیۃ کقطرۃ دسمیۃ لا علیلاً تشفی ولا غلیلاً تسقی (رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے نہ اس سے علیل کو شفا ہوسکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کرسکتی ہے۔ لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کی معادن کا ایک جوہر ہے۔ دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُر التاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرجِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے ؎

قطعہ

در دُرجِ دلی کہ بود درمعرفت	جس پاک دل کے خانہ میں ہو دُرِ معرفت
آن دل بہ از ہزار جہا نست بالیقین	وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین
از صد ہزار عالم واز ہرچہ در ولیست	لاکھوں جہان اور جو اسمیں ہے دیں اگر
بہر تو گر دہند ہمین معرفت گزین	کر معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کردے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہو جائے۔ اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا (دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے) اور حقوق معرفت وعرفان کو ادا کرتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔

شیخ محمد بن یوسف عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی! مجھے یا تو اپنی معرفت اور شناسائی عطا کردے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے ؎

شعر

مرا بار کوہی کہ چندان بود	مجھے کوہ کا بار چنداں نہیں
ز بارِ فراق تو آسان بود	جدائی مگر تیری آساں نہیں

تیری آشنائی اور شناسائی کے بغیر میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

www.maktabah.org

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے اور فریاد کرنے لگا۔ بوڑھوں نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا سب نے کہا کہ تم کو کیا معنی بتائے گئے۔ میں نے کہا باسمہ قامت السمٰوٰت والارض باسمہ قامت الاشیاء دکفی باسم اللہ سمیا عاً (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوئے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوتیں۔ پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوتے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھا لیا اور میری بہت عزت و توقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ دعا میں کیا کرتا تھا:۔

یا رب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زمزم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زمزم پر آیا اور دعا کی۔ چاہ زمزم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔ یا ابن یوسف اختر من الامرین واحدا ایھما احب الیک العلم مع الغنی والدنیا والمعرفۃ مع القلۃ والفقر (اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ہے ان دو باتوں میں سے ایک جو تم کو زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔ علم دولت و دنیا کے ساتھ یا معرفت قلت اور فقر کے ساتھ) میں نے کہا کہ میں معرفت قلت وفقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں پس چاہ زمزم سے آواز آئی کہ "تمہیں عطا کیا، عطا کیا۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔ چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابو عبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔ چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے یہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ[1] (اللہ جل شانہٗ اپنے کام پر غالب ہے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے اکابر صوفیہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔ العالم یذیقک الخل والحنظل والعارف یشمک المسک والعنبر

---

[1] پ ۱۲ سورۂ یوسف ۲۱

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ علما چونکہ احکام تکلیفی (تشریعی) کے بیان کے مظہر ہیں (وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں) اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے نخل و حنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کے چشمہ کے دہانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبودار ہے متاثر ہیں (اثر پذیر ہیں) اس لیے ان کی فیض رسانی کو مشک و عنبر سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت دُرِّ یتیم نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ تارکِ دنیا زاہدوں کے مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوتے ہے اور عارفانِ حق آخرت کے بھی خواہاں نہیں! سوائے ذات حق کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ "ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محظوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات، اور جمالِ لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ:۔ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمالِ زاہدانہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

سیر زاہد ہر مہی یک روزہ راہ — ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ

سیر عارف ہر دمی تا تختِ شاہ — سیر عارف ہر گھڑی تا تخت شاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے۔ ایک روز ہم سرراہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

زردئ دوست دل دشمنان چہ دریابد — رخ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا — چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں

www.maktabah.org
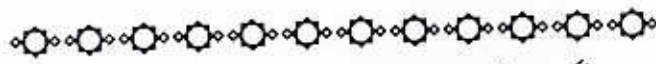
انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہو جائیں تو وہ نہ رہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ رہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر

ایشان کہ بوند ایشان ایشان نبوند ایشان — وہ لوگ کہ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں
ایشان کہ نہ ایشان اند ایشان ہمہ ایشانند — وہ لوگ نہیں جو وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ عالم راز میں عارف کا دل ایک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ کی ذات وصفات میں گفتگو مناسب نہیں اور جائز نہیں کہ کچھ کہے مگر وہ کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرما دیا اس کی کیفیت ناقابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقتِ معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے کو حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے۔ دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کر اُسے معرفت باور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کر سکتا اور نہ تیری ثنا کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یُحِیطُونَ بِهِ عِلْمًا[1] (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے) اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے یعنی شرک خفی۔ کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہیئے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے ؎

مصرعہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

(سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے)

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کا نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوختہ ہو جائے۔ خدا شناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے مجرد ہو جانا ہے۔

حضرت شیخ خیرالدین سدھوری کے قول " عارفان زمانہ کی دو مشہور حالتوں کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہو گئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہو گئی " کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۱۰

www.maktabah.org

معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔ صفات کے عارف کی زبان دراز ہوجاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہوجاتی ہے۔ یعنی جب بندہ نے کُل کی نفی کی البتہ جزو وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہیئے کہ شے کا اثبات کرسکے۔ نفی میں اثبات کا حکم اُس سے اٹھ گیا، ضرور زبان کا گونگا ہوگا اور جب نفی کے جنگل سے سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغیچۂ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نورِ بصیرت انوارِ الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ نامتناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی اس کی حالت ہوجاتی ہے ؎

قطعہ

کشیدہ خنجری از ہیبتِ ذات	بڑی ہیبت سے ہے خنجر کو کھینچا
دریدہ فرق عرفا را بکرات	سرِ عارف کو کتنی بار کاٹا
چو از جام صفاتش می چشیدہ	پیا اُسکی صفت کا جب پیالا
زجیب لا ابالی سر کشیدہ	گریبانِ خودی سے سر نکالا

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی (قدرۃ الکبرا) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت حق کا پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۴

صوفی و متصوف و ملامتی و فقیر

ان کی شناخت اور اس گروہ کے اقسام اور ارباب ولایت یعنی غوث و امامان و اوتاد و ابرار و ابدال و اخیار کے ذکر اور چھپے ہوئے اولیاء کی تشریح، اور تصوف کیا چیز ہے اور صوفی کس کو کہتے ہیں؟

قال الاشرف:

الصوفی هو الموصوف بصفات الله سوی الوجوب و القِدَم۔

ترجمہ :۔ حضرت جہانگیر اشرف (قدوۃ الکبرا) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفاتِ الٰہیہ سے سوائے صفت وجوب (واجب الوجود) اور قِدَم کے موصوف ہو۔

حضرت نور العین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے ترجمہ عوارف المعارف میں اس سلسلہ میں یہ دیکھا ہے کہ مراتب طبقات مردم (ان کے درجات کے اختلاف کے اعتبار سے) تین ہیں اول تبرز واصلین و کاملین کا ہے اور یہ سب سے بلند طبقہ ہے۔ دوسرا مرتبہ سالکوں کا ہے جو طریقہ کمال پر گامزن ہیں یہ طبقہ وسطیٰ ہے۔ مرتبہ سوم مقیمان کا ہے جو ناقص ہیں۔ یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔ حضرات واصلین مقربوں اور سابقوں میں شامل ہیں اور سالک حضرات ابرار و اصحاب یمین ہیں اور کوئے نقصان میں قیام کرنے والوں کو مقیمان کہتے ہیں۔ یعنی صاحبانِ نقصان یہ اصحاب الشمال ہیں۔

واصلانِ حق یہ اہل وصول ہیں جو مرتبہ میں انبیاء علیہ السلام کے بعد ہیں، دو گروہوں پر مشتمل ہیں گروہ اول ان مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کے باعث مرتبۂ وصول پر پہنچ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ ہدایت خلق کے لئے ماذون و مامور ہوئے بطریق متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کامل و مکمل حضرات کا گروہ ہے فضل و عنایت ازلی سے۔ ان کو چشمۂ جمع اور توحید کے عمیق دو وسط دریا میں ڈوب جانے کے بعد ماہی فنا کے پیٹ سے تفرقہ و بقا کے ساحل و میدان میں خلاصی و رہائی عطا فرمائی ہے تاکہ مخلوق کو درجات کی کامیابی و نجات کی رہبری کریں۔ طائفہ دوم وہ جماعت ہے جو درجۂ وصول تک تو پہنچی لیکن کامل مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی ان کے سپرد نہیں کی گئی اور یہ ابھی حالِ

www.maktabah.org

جمع میں غرق ہیں اور فنا کے عالم میں پہنچ کر اس طرح ناچیز اور اس میں مستہلک ہوئے ہیں کہ ان کو ساحل تفرقہ و بقا سے کوئی خبر نہیں ملی ہے۔ حال جمع سے نکل کر حال تفرقہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ سالکانِ گنبدِ غیرت اور دیارِ حیرت کو طے کرنیوالے حضرات کے زمرہ میں تو یہ حضرات شامل ہوگئے ہیں لیکن درجۂ کمال کے وصول کے بعد دوسروں کی تکمیل ان کے سپرد نہیں کی گئی ہے اور یہ بحرِ حیرت میں اس طرح مستغرق ہوئے اور منزلِ فنا میں اس طرح پہنچے کہ پھر کسی کو ان کی خبر نہیں ملی۔

گروہ سالکان حضرات سلوک بھی دو قسم کے ہیں ایک تو طالبانِ مقصدِ اعلیٰ، یہ مریدان وجہ اللہ ہیں جن کے بابت میں کہا گیا ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ[1] (وہ اس کے دیدار کے خواہاں ہیں) دوسرا گروہ طالبان متسمِ سفلی کا ہے، یہ مریدانِ آخرت ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ”وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ“[2] (اور تم میں ت طالبانِ آخرت ہیں)

طالبان حق کے دو گروہ ہیں ۱۔ متصوفہ۔ ۲۔ ملامتیہ

متصوفہ:۔ یہ وہ جماعت یا گروہ ہے کہ بعض صفات نفسانی سے ان کو رہائی مل گئی ہے اور صوفیہ کے بعض اوصاف واقوال سے متصف ہوگئے ہیں اور صوفیہ کرام کے احوال کی نہایت سے ان کو آگاہی حاصل ہوگئی ہے۔ لیکن ابھی تک کچھ نفسانی صفات کے دامنوں میں جو ان کے اندر باقی رہ گئے ہوں الجھے ہوئے ہیں جس کے باعث اہل قرب کی نہایات وغایات تک وصول سے محروم ہیں۔

ملامتیہ:۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے افراد صدق واختصاص کے قاعدوں کی محافظت اور اخلاص ومحبت کے معنی کی رعایت میں انتہائی جد وجہد کرتے ہیں لیکن اپنی طاعات کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے نیک کاموں کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کرنا اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں باوجودیکہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کچھ بھی فروگذاشت نہیں کرتے ہیں اور تمام فضائل ونوافل پر کاربند رہنا اپنے لئے لازم جانتے ہیں ان کا مشرب ہر حال میں اخلاص ہوتا ہے اور ان کی لذت اسی میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ ان کے کاموں اور حالتوں کو دیکھے، جسطرح گنہ گار گناہ کے ظاہر ہوجانے سے بچتا ہے اسی طرح یہ حضرات اپنی بندگی کے ظہور سے کہ ریا کا گمان ہے بچتے ہیں تاکہ قانون اخلاص بگڑنے نہ پائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً اس شعر کے مضمون کو ارشاد فرمایا ؎

بیت

چو روئے پرستیدنت، در خدا است   عبادت تری گر ہے بہرِ خدا
اگر جبرئیلت نہ بیند رواست   نہ جبرئیل دیکھیں اُسے ہے روا

---

[1] پ سورۂ انعام ۵۲   [2] پ۴ سورۂ آل عمران ۱۵۲

www.maktabah.org

بعض حضرات نے طبقہ ملامتیہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الملامتی ھوالذی لا یظھر خیراً و لا یضمر شراً (ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو چھپائے) قال الاشرف الملامتی ھوالذی لا یظھر خیراً و شراً۔ اشرف کہتا ہے کہ ملامتی وہ ہے جو نہ اپنے خیر کو ظاہر کرے اور نہ اپنے شر کو۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ملامتی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ملامتی وہ گروہ ہے کہ جو کچھ ان کے باطن میں ہے وہ اپنے ظاہری احوال سے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ باطن کا کوئی اثر ظاہر سے نمایاں نہیں ہوتا اور یہ ایک بہت ہی اعلیٰ گروہ ہے یہ اپنے اطوار سے بڑے بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں۔ خود کو بوڑھا اور نامرد ظاہر کرتے ہیں اور شرح اس کی یہ ہے کہ ملامتی جب اخلاص کا مزہ حاصل کر لیتا ہے اور صدق اس کے اندر متحقق ہو جاتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کے احوال سے اس کے حسن و جمال سے اور اس کے اعمال سے آگاہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں سفر روم کی مسافت طے کر رہا تھا وہی روم جس کے بارے میں کہا گیا ہے ما دخله المعصوم (اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا) تو جنگل میں ایک شخص کا ساتھ ہو گیا۔ مجھے قطعاً پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کا تعلق کس مذہب سے ہے اور کس قسم کی عبادت کرتے ہیں آخر کار (مدت کے بعد) یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک ولی کامل ہیں۔ اور فقیر کے ساتھیوں میں کمال جوگی اسی طبقہ سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بار شہر سبزوار کی جامع مسجد سے گذر رہا تھا قریب ہی ایک باغ گلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا، بڑی عمدہ عمدہ روشیں اور پھولوں کے تختے کھلے ہوئے تھے، ایک تختہ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پہلو میں ایک حسین و جمیل عورت تھی اور صراحی سامنے رکھی تھی اور طرح طرح کے ماکولات موجود تھے اور وہ کچھ شعر گنگنا رہا تھا اور خوب ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں ہم نے خیال کیا کہ یہ جوان شراب پیئے ہوئے ہے اور لھو میں مبتلا ہے نشہ میں جھک رہا ہے یہ سب کچھ نفس امارہ کا کرشمہ ہے آخر کار یہ پتہ چلا کہ وہ عورت اس کی بیوی تھی اور صراحی میں شربت گلاب تھا جو پی رہے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ملامتی صوفیہ کا گروہ عزیز الوجود اور شریف الحال ہونے کے باوجود چونکہ ان سے کلی طور پر وجود خلقیہ کا حجاب دور نہیں ہوتا اس لیے وہ جمال توحید کے مشاہدہ اور حال توحید کے معائنہ سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ خلق کی نگاہ سے اس درجہ اعمال و احوال کو چھپانا ٹھیک طور پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ خلق اور اپنے نفس کے وجود کو دیکھتے ہیں جو حقیقت توحید کے خلاف ہے اور نفس بھی حال اغیار سے ہے وہ لوگ اب تک اپنی حالت کو دیکھتے ہیں اپنے اعمال و احوال کے مشاہدت اغیار کو پوری طرح نہیں نکالا ہے۔

www.maktabah.org

ان کے اور صوفیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ عنایت ایزدی کی بدولت صوفیہ کو اپنے وجود سے بطور کلی رہائی مل گئی ہے اور خلق کا اور انانیت کا حجاب ان کے مشاہدہ (شہود) کی نظر سے پورے طور پر اٹھا لیا گیا ہے۔ پس بے شک وشبہ یہ حضرات طاعات وبندگی اور صدورِ خیرات (اعمالِ خیر) میں خود کو اور مخلوق کو اپنے درمیان نہیں پاتے ہیں اس طرح نظرِ خلق کی اطلاع سے محفوظ ومامون رہتے ہیں اور وہ اپنے احوال کے اخفا اور سترِ احوال میں کسی خاص بات کے پابند نہیں ہیں اگر وہ اظہارِ بندگی کو مصلحتِ وقت سمجھتے ہیں تو اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور اگر اس کا اخفا مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو چھپاتے ہیں۔ پس ملامتیہ مخلِص ہیں (لام کے زیر کے ساتھ) اور صوفیہ مخلَص ہیں (لام کے زبر کے ساتھ) ارشاد ہے کہ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ [1] (ہم نے ان کو خالص کر دیا ہے نعمت خاص کے ساتھ) ان کا وصف حال ہے

طالبانِ آخرت کے چار گروہ ہیں

۱۔ زہاد ۲۔ فقراء ۳۔ خدام ۴۔ عباد

زہاد:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نورِ ایمان وایقان سے جمالِ آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو صورتِ قبیح میں دیکھتے ہیں اور یہ حضرات فنا ہونے والی بیہودہ زینت کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمیشہ رہنے والی حقیقی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی صوفیہ سے علیحدگی یہ ہے کہ زاہد اپنے حظِ نفس کے سبب حق سے حجاب میں رہ جاتا ہے کیونکہ بہشت حظِ نفس کا مقام ہے۔ جیساکہ ارشاد ہوا ہے وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ [1] (اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے گا) اور صوفی تو جمالِ ازل کے مشاہدہ اور ذاتِ لم یزلی کی محبت میں دونوں جہان سے محجوب ہوتا ہے جس طرح دنیا میں اس کو رغبت نہیں رہتی اسی طرح آخرت سے بھی اس کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ پس صوفی کا زہد میں جو مرتبہ اور درجہ ہے وہ اس زاہد کے مرتبہ سے جداگانہ ہے کہ جس سے خواہش نفس بالکل علیحدہ ہے۔

فقراء:۔ یہ ایسا گروہ ہے جو دنیاوی ساز وسامان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور جنہوں نے فضل وکرم ایزدی کی طلب میں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر سب چیزوں کو ترک کر دیا ہے۔ ترک اسباب دنیاوی کا باعث ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ پہلی چیز اور پہلا باعث تو حساب میں تخفیف یا خوف عذاب ہے کہ حلال چیزوں کے صرف کا حساب ہوگا۔ اور حرام چیزوں پر عذاب وعتاب، دوم یہ کہ توقع فضل ثواب میں اور جنت میں اغنیا سے پہلے داخل ہونے کی امید میں کہ فقراء اغنیا سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ سکون دل واطمینان قلب نصیب ہو تاکہ حضور دل کے ساتھ زیادہ عبادت کی جاسکے۔ فقراء کا ملامتیہ ومتصوفہ سے فرق اس میں ہے کہ وہ طالب بہشت اور اپنے حظ نفس کے خواہاں ہیں اور یہ حضرات حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے خواہاں ہیں اور اس

---

[1] پ ۲۵ سورۃ الزخرف ۷۱

مرتبہ کے سوا فقر میں ایک مرتبہ اور مقام ایسا ہے جو ملامتیہ اور متصوفہ کے مقام سے بلند اور ورے ہے۔ اور وہ خاص صفت صوفی کی ہے اس لیے کہ صوفی کا مرتبہ اگرچہ فقر سے ورا اور بلند ہے لیکن اس کے مقام کا خلاصہ اس کے مقام میں موجود رہتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ صوفی کے لیے شرط ہے کہ وہ جملہ شرائط و لوازم کے ساتھ مقام فقر سے عبور کر چکا ہو۔ اب وہ جس مقام پر اپنے اس مقام سے ترقی کرے گا اس کے تقویٰ اور صفا میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ نمایاں ہوگا اور ہر مقام پر وہ اپنا رنگ دکھلائے گا۔

پس فقر صوفی کے مقام میں یعنی فقر صوفی کے اندر ایک مزید وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ صوفی میں یہ فقر تمام اعمال و احوال و مقامات میں اس کی ذات سے سلب نسبت بن جاتا ہے اور پھر کسی چیز پر اس کا تملک باقی نہیں رہتا۔ اس طرح کہ وہ کسی کام میں یا اپنے کسی حال میں اور کسی مقام میں خود کو موجود نہیں پاتا۔ اور اپنی ذات سے عمل، حال اور مقام مخصوص نہیں گردانتا بلکہ وہ خود کو بھی بھول جاتا ہے ان احوال میں اپنی ذات کو کارفرما نہیں پاتا۔ پس اس صورت میں نہ اس کا وجود رہتا ہے۔ نہ ذات اور نہ صفت وہ محو در محو و فنا در فنا کی منزل پر ہوتا ہے۔ یہی وہ فقر ہے جس کے فضائل میں مشائخ کرام نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ اس سے قبل جو کچھ فقر کے بارے میں کہا گیا ہے وہ فقر رسمی ہے اس فقر کے بارے میں شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں۔ الفقر عدم الاملاك والخروج عن احكام الصفات (مالکیت کا نہ ہونا اور احکام صفات سے باہر ہونا فقر ہے) یہی فقر کی جامع تعریف ہے فقر کی رسم و حقیقت دونوں کو شامل ہے۔ بعض مشائخ نے فقر کی تعریف اس طرح بھی کی ہے الفقير هو الذى لا يَملِكُ و لا يُملَكُ (فقیر وہ ہے جو نہ مالک ہو نہ مالک کرے)

صوفی کی مقام فقیر سے برتری اس اعتبار سے ہے کہ فقیر ارادت فقر اور ارادت حظِ نفس سے محجوب ہوتا ہے۔ یعنی وہ ارادتاً فقر اور ترکِ حظِ نفس کو اختیار کرتا جبکہ صوفی کے لئے کوئی ارادہ مخصوص نہیں ہے۔ فقر ہو یا غنا اس کا ارادہ ارادۂ حق میں محو ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ارادہ عین ارادتِ حق ہوتا ہے اسلئے اگر وہ صورت فقر اور رسم کو اختیار کرتا ہے تو اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ تو حق کی ارادت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے شیخ ابو عبداللہ کا اس سلسلہ میں یہ قول نقل فرمایا کہ :-

الصوفى من استصفاه الحق لنفسه توَدُّدًا والفقير من استصفا نفسه فى فقره تقربًا (صوفی وہ ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے اور فقیر وہ ہے جو خود اپنے فقر میں بغرض عبادت صفائی کا طالب ہے)

بعض حضرات نے اس طرح تعریف کی ہے :-

الصوفى هو الخارج عن النعوت والرسوم والفقير هو الفاقد للاشياء

(صوفی وہ ہے جو باہر نکل گیا ہے صفات و رسوم (کی قیود) سے اور فقیر وہ ہے جس نے چیزوں کو گم کر دیا ہے)

www.maktabah.org

حضرت نور العین کی درخواست پر حضرت قدوۃ الکبرائے آثار فقیر کے متعلق فرمایا کہ جب حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کے لیے کم سے کم کیا خوبی اور وصف ہونا چاہیئے کہ فقر کا نسب اس کے لیے سزاوار اور موزوں ہو جائے انہوں نے فرمایا ان تین باتوں سے کم اس میں نہیں ہونا چاہیئے اول صحیح اور درست پیوند لگانا جانتا ہو۔ دوم سچ بولنا جانتا ہو اور سچ بات سننا پسند کرتا ہو۔ سوم زمین پر ٹھیک طرح پاؤں رکھنے سے واقف ہو۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو اس وقت میرے ساتھ چند اور درویش بھی بیٹھے تھے۔ جب ہم ان کی خدمت سے اٹھ کر اپنی منزل پر واپس آئے تو میں نے کہا کہ آؤ ہم میں سے ہر ایک اس سلسلہ میں کچھ کہے۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس میں کہا جب میری نوبت آئی تو میں نے کہا کہ ٹھیک ٹھیک پیوند لگانا یہ ہے کہ مرقع کو فقر کے ساتھ سیا جائے نہ کہ زینت کے ساتھ اگر مرقع میں تم فقر کے ساتھ پیوند لگاؤ گے تو درست نہ ہونے کی صورت میں بھی درست اور موزوں ہوگا۔ سخن درست کہنا اور سننا یہ ہے کہ زندگی میں اسکو سنے نہ کہ مردگی میں اور معقول بات کہے نہ کہ مذاق کرے اور اسکے بھید کو کیف و حال سے سمجھے نہ کہ عقل سے، اور زمین پر ٹھیک پاؤں رکھنے سے مراد یہ ہے کہ زمین پر پاؤں وجد کے عالم میں رکھے وجد میں پاؤں زمین پر مارے لہو ولعب کے لیے نہیں! میری اس تشریح کو بعینہٖ ان بزرگ (شیخ ابوالقاسم گرگانی) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے سن کر فرمایا:۔ اصاب علی اجرہ اللہ تعالیٰ اس نے حق تعالیٰ کے اجر پر ٹھیک بات کہی (یعنی جو کچھ کہا درست کہا۔ اللہ اس کا اجر عطا فرماتے) حضرت قدوۃ الکبرائے فرمایا کہ یہ اوصاف اس کے لیے ضروری ہیں جو فقر حقیقی پر پہنچ گیا ہے برخلاف فقرائے رسمی کے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لیے ضروری ہے کہ خود کو لباس فقر سے آراستہ کریں اگر اس کا فقر درجاتِ اخروی کے حصول کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر کو اختیار فرمایا ہے۔ فقرا کے درجات عالیہ اور مقامات متعالیہ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان سے معمولی سی بے التفاتی فرمانے پر باری تعالیٰ کی جناب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ [1]

(اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رکھیئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے خواہاں ہیں)

بات یہ تھی کہ جب تک اصحاب صفہ میں سے ایک بھی صحابی مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ہی کی طرف توجہ فرماتے اور مصروف گفتگو رہا کرتے اور کسی

---

[1] پ ۱۵ سورہ کہف ۲۸

www.maktabah.org

کی طرف آپ توجہ نہ فرماتے اور حضور کی چشم مبارک انہی پر مرکوز رہتی - یہ آیت ان ہی اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے :-

قریش کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب صفہ کے ساتھ یہ التفات خاص حسد کا باعث بن گیا - چنانچہ یہ لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر آپ ان مسلمانوں کے ساتھ جو سوائے حق پرستی اور عبادت گزاری کے اور کسی حیثیت کے مالک نہیں ہیں، بات چیت ترک نہ کرینگے تو ہم آپ کے پاس آنا چھوڑ دیں گے. سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمانا مناسب نہیں سمجھا - جب کفار اس امر سے نا امید ہوئے تو بولے کہ اچھا ان سے قطع کلام نہ کیجئے تو اتنا ہی کیجئے کہ ہماری موجودگی میں اور ہم سے گفتگو فرماتے وقت آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا کریں گے جب تک ہم اسلام قبول نہ کر لیں - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط منظور فرمائی کہ مجلس میں ان سرداروں کی موجودگی میں آپ اصحاب صفہ کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ ہمیشہ سے اس امر کے خواہاں تھے کہ یہ رؤسائے قریش اسلام قبول کر لیں اس وقت اس بارے میں اس آیت کا نزول ہوا - ان ہی اصحاب صفہ میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی تھے جب کبھی ان پر خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی تو اس وقت وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ ہوں جس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے ان کا اشارہ اس وحی کی طرف ہوتا تھا جو اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی -

حضرت در یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ بعض ارباب فضائل فقر پر غنا کو فضیلت دیتے ہیں یہ کیا صورت ہے اس لیے کہ اگر غنا کو فقر پر فضیلت حاصل ہوتی تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [۱] (آپ کی نگاہ نے کسی طرف میل نہیں کیا اور نہ حد سے بڑھی) کے لباس اعلیٰ سے آراستہ ہوتے ؟

آداب المریدین میں کہا گیا ہے کہ ارباب تصوف و مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے وہ بھی جبکہ دولت مندی رضاء الٰہی کی موجب ہو تو اگر کوئی دلیل میں قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے پیش کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ اوپر والا ہاتھ بزرگی حاصل کرتا ہے اپنے پاس کی چیز کو نکالنے سے اور نیچے والا ہاتھ نقصان پاتا ہے اوپر والے ہاتھ کی چیز کے لینے سے تو سخاوت اور بخشش کی فضیلت بیان کرنے میں فقر کی بزرگی کی دلیل ہے تو جس نے فقر پر دولتمندی

---

[۱] پ ۲۷، سورہ النجم ۱۷

www.maktabah.org

کو ترجیح عطا و بخشش کے سبب دی ہے وہ ایسا ہے جیسا کسی نے گناہ کو عبادت پر ترجیح فضیلت توبہ کے سبب دی۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو اور بلاشبہ تھوڑی روزی پر خوش رہنا تھوڑے سے عمل کو پاک کر دیتا ہے۔ (ہر عمل میں اعتدال اختیار کرنا چاہیئے اور قلیل رزق پر بھی خوش ہونا چاہیئے اور قناعت اختیار کرنا چاہیئے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس نہاوندی فرماتے ہیں کہ:

الفقر بدایۃ التصوف — فقر تصوف کی ابتداء ہے۔

زہد اور فقر میں فرق یہ ہے کہ فقر بغیر زہد کے پایا جا سکتا ہے جیسے کوئی شخص عزم راسخ و ثابت کے ساتھ دنیا کو ترک کر دے لیکن اس کی رغبت پھر بھی دل میں باقی رہے اسی طرح زہد بغیر فقر بھی ممکن ہے جیسے کوئی شخص اسباب رغبت مال و متاع کے باوجود اس سے گریزاں ہو۔ فقر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت ہے، فقر کی رسم کا تو املاک کا نہ ہونا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا اختصاص اپنے ساتھ نہ رکھے اس اختصاص کو سلب کرلے اور اس کی صفات سے بلند ہو جائے (کسی شئے کی صفات اور اختصاص کو اپنے ساتھ باقی نہ رکھے) رسم فقر زہد میں موجود ہے (کہ زہد میں املاک کا عدم ہوتا ہے) اور حقیقت و معنی زہد یہ ہیں کہ رغبت دنیا سے صرف نظر کرے (دنیا سے رغبت نہ رہے) خداوند تبارک و تعالیٰ جب اپنے بعض خاص بندوں (اولیاء) کو اپنی عزت کے دامن میں پناہ دے دیتا ہے تو ان کو غیروں کی نظروں سے چھپا دیتا ہے اور بظاہر ان کو غنا (تونگری) کا لباس پہنا دیتا ہے جو رغبت کی ایک صورت ہے تاکہ اہل ظاہر ان کو دنیا کے تونگروں ہی میں شمار کریں (ان کو صاحبان دولت جانیں) اس طرح اللہ تعالےٰ ان کے جمال حال کو نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فقر و زہد دونوں ہی صوفی کے حال کے لوازم ہیں۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ مجدالدین بغدادی (قدس سرہٗ) کی خانقاہ کے لنگر کا خرچ ۲ لاکھ دینار زر سرخ تھا (دولاکھ اشرفی)۔ میں نے حساب لگایا تھا کہ انہوں نے ۵ لاکھ دینار کی جائیداد خانقاہ کے لیے وقف کر دی تھی کہ یہ ان صوفیہ پر خرچ کی جاتے جن کا تعلق ہمارے سلسلے سے ہو۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کے توبہ کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی (قدس سرہٗ) سمنان کے شاہی خاندان سے تھے اور اس فقیر (اشرف جہانگیر) کے اقربا میں سے تھے انکے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں رہتے تھے ایک جنگ کے دوران جو حضرت سلطان ابراہیم (نوراللہ مرقدہٗ) کے دشمنوں سے لڑنا پڑی تھی آپ پر جذب و شوق پیدا ہوا اور آپ میدان جنگ سے نکل کر عازم بغداد ہوگئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرتی

www.maktabah.org
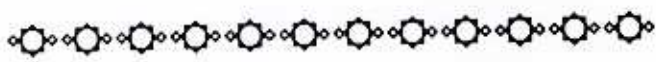
کی صحبت میں سلوک کی منازل طے کیں، ترک تجرید وتفرید کے بعد آپ کی خانقاہ کا یومیہ خرچ ایک سو اشرفی تھا۔ یہ خانقاہ سکاکیہ جو اس نفیر کے آباؤ اجداد کی طرف سے سمنان میں تعمیر ہوئی تھی۔ موجود ہے اس زمانہ میں شیخ خانقاہ، شیخ علاء الدولہ سمنانی تھے۔

بعض مشائخ صوفیہ نے رسم نفقر کو اختیار کیا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کریں اور دنیا سے کم سے کم تعلق رکھیں اور اپنی زبان حال سے طالبان حق کو دعوت دیں اور ان میں رغبت پیدا کریں۔ ان کا رسم نفقر کو اس طرح اختیار کرنا اختیار حق کے لیے ہوتا ہے حظ آخرت کے حصول کے لیے نہیں ہوتا۔

خدام:۔ یہ وہ حضرات ہیں جو فقیروں اور طالبانِ حق کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یا داؤد اذا رأیت لی طالبًا فکن لہ خادمًا (اے داؤد! جب تم میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے لئے خادم بن جاؤ)

یہ حضرات اپنا تمام وقت ادائے فرائض کے بعد حضراتِ صوفیہ کی خدمت میں ان کی آسودگیٔ خاطر کے لیے صرف کرتے ہیں اور ان کے لیے امور معاش کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں اور بر حسب استعداد امر معاد میں بھی تعاون کرتے ہیں۔ اس خدمت کو نوافل اور عبادتوں سے مقدم سمجھتے ہیں ان حضرات کی ضروریات کی فراہمی میں ایسے ہر طریقہ کو اختیار کرتے ہیں جو مذموم نہ ہو۔ ان میں سے بعض حضرات کسب کو بعض گداگری کو اختیار کر لیتے ہیں اور بعض فتوح حاصل کر کے ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس لینے دینے (اخذ وعطا) میں ان کی نظر حق پر ہوتی ہے اور خلق کو لینے میں عطاء الٰہی کا واسطہ جانتے اور دینے میں قبول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا (تقریبًا یہ الفاظ تھے) کہ حضرت شیخ ابو اسحاق بن شہریار گازرونی فقراء ہی کی خدمت سے اس بلند مرتبہ پر پہنچے تھے اور مقصود اعلیٰ کو حاصل کیا تھا۔
کہتے ہیں کہ شیخ ابو اسحاق قدس سرہٗ گازرون کے ایک گاؤں میں کپڑا بننے کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی جو اصحاب توحید کے پیشوا اور مقتدائے ارباب تفرید گزرے ہیں اور ایک صاحب ولایت اور صاحب تصرف بزرگ تھے سفر کی حالت میں تھے اتفاقًا ان کا گزر اس گاؤں میں ہوا۔ شیخ ابو اسحاق کو انہوں نے تانے بانے کی درستی میں مشغول پایا جیسے ہی شیخ ابو علی کی نظر شیخ ابو اسحاق پر پڑی تو اپنے نور ولایت سے ان کو حاصل ہونے والے مراتب کی حقیقت کو پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نساج اپنے زمانہ کا قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیا ہو گا۔ آپ نے شیخ ابو اسحاق سے فرمایا آؤ! میرے مرید ہو جاؤ شیخ ابو اسحاق نے کہا کہ میں مریدی کے آداب اور طریقوں سے واقف نہیں ہوں یہ بہت ہی سادہ لوح تھے انوار رشد و

www.maktabah.org

ہدایت و مرید و مراد کے رموز و آثار سے ان کو آگاہی نہیں تھی حضرت شیخ ابو علی نے فرمایا کہ:۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ[1] (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں)
کے ارشاد کے مطابق اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور کہو کہ میں آپ کا مرید ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو اسحاق نے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ حضرت شیخ ابو علی کے مرید ہو گئے۔ جب ان کو مرید کر لیا گیا اور شیخ ابو علی سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت شیخ ابو اسحاق نے عرض کیا کہ اب جب کہ آپ نے مجھے مرید کر لیا ہے تو مجھے کچھ وصیت بھی فرمائیے تاکہ میں اس پر کاربند رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ فی الوقت تمہارے لیے میری یہی وصیت ہے کہ فرائض کے ادا کرنے کا پورا پورا خیال رکھو اور جو کچھ کھاؤ اس میں سے کچھ فقراء کا حصہ مقرر کر دو تاکہ ان کی مہمانی میں صرف کرو انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا اور وہ پیر کے اشارہ پر کاربند ہو گئے اور اپنی خوراک کا کچھ حصہ فقیروں کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے تین بزرگ جو صاحب تصرف تھے ان کے گاؤں میں وارد ہوئے۔ شیخ ابو اسحٰق ان حضرات کیلئے آش جو پکانے لگے کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا کہ تینوں درویش ان کے گاؤں سے روانہ ہو گئے حضرت شیخ ابو اسحٰق اسی طرح بے پکا ہوا کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان بزرگوں کے پیچھے دوڑے اور اپنے حصہ کی تین روٹیاں جو موجود تھیں ان کے سامنے رکھ دیں جب انہوں نے وہ روٹیاں کھا لیں تو کہا کہ اس بافندے (جولاہے) نے تو اپنا کام پورا کر دیا ہم کو بھی اس کیلئے کچھ کرنا چاہیئے۔

شعر

کسی کز تو وفائی پیش کردہ ۔۔۔ کسی نے کیا تم سے گر ہے وفا
چو از وی بگذری انصاف نبود ۔۔۔ جو منصف ہو دو اسکو پوری جزا

چنانچہ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میں اسکو دنیا دیتا ہوں، دوسرے نے کہا کہ دنیا کی راحت و آسودگی سے یہ تفرقہ میں پڑ جائے گا میں اس کو دین دیتا ہوں تیسرے بزرگ نے فرمایا کہ ہم لوگ جوان مرد ہیں اور اللہ کے خزانہ میں جو خزائن السمٰوات والارض ہے کس چیز کی کمی ہے اس کو ہم دنیا بھی دیتے ہیں اور دین بھی دیتے ہیں۔ یہ فرما کر تینوں بزرگ روانہ ہو گئے۔
حق تعالیٰ نے ان بزرگوں کے پاک انفاس کی برکتوں سے دین کی منزل میں آپ کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچایا کہ شیخ ابو اسحاق بہت سے اکابر کے پیشوا بن گئے اور دنیا کے معاملات اور اسباب میں آپ کی حیثیت یہ ہوئی کہ ان کے مزار متبرکہ پر پانچ سو دینار کا لنگر فقراء کو کھلایا جاتا ہے۔
آپ کا مرقد اور مزار شریف ایک گھاٹ کے قریب واقع ہے۔ قافلہ والے اور مسافر اس قدر

---

[1] پ ۲۶ سورۂ فتح ۱۰

www.maktabah.org

فتوح اور نذرانے پیش کرتے ہیں کہ اسکی تشریح وتفصیل ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بہت سے اہل حرفہ اس شرف و بزرگی سے مشرّف ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے علم حال کو علم قال پر فوقیت بخشی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی — گر نہ علم حال فوق قال ہے کیسے بنا

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را — بندہ سردار بخارا خواجۂ نساج کا

بہت سے اکابر صوفیہ نے خواجہ نساج سے ان بزرگ ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے خواجہ ابوبکر نساج کو سمجھا ہے یعنی ابو اسحاق نساج کے علاوہ ایک دوسرے بزرگ کی ذات گرامی مراد لی ہے اور بعض اکابر نے خواجہ نساج سے شیخ ابو اسحاق گاذرونی ہی کی شخصیت مراد لی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیہ کاملین بھی خدام کے لیے جو کچھ مناسب ہوتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے اور ان کی کسی ایسی بات کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے تھے جو ان کے لیے ناگواری کا موجب بنتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو العباس قصاب جو ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور بڑے صاحب فہم وفراست تھے اور وہ غوث وقت تھے ایک دن ان کی ملاقات کے لیے ایک نادان مصر سے شہر آمل میں ان کی خدمت میں آیا لیکن اس نادان نے شیخ کو سلام تک نہیں کیا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ طہارت خانہ میں گیا وہاں کچھ کوزے رکھے ہوتے تھے جن سے لوگ ہاتھ منہ دھوتے تھے وہ ان میں سے ایک اٹھالیتا اور توڑ ڈالتا یہاں تک اس طرح اس نے وہ تمام کوزے توڑ ڈالے اس کے بعد اس نے خدام سے کہا کہ جاؤ اپنے شیخ سے کہو کہ مجھے اور کوزے درکار ہیں لوگوں نے شیخ سے یہ بات کہی اور کہا کہ جس قدر کوزے وہاں تھے وہ سب کے سب اس نے توڑ دیئے ہیں۔ شیخ نے فرمایا جاؤ بازار سے اور خرید لاؤ، لوگ لے آئے، وہ اس بات سے غافل طہارت خانہ سے نکلا اور کہا کہ مزید کوزے کیوں نہیں لائے اگر کوزے نہیں ہیں تو شیخ سے کہو کہ اپنی داڑھی مجھے دے تاکہ میں اس سے استنجا کرلوں۔ شیخ نے اسکی یہ بات سُن لی، اپنی جگہ سے کود ے اور اپنی لمبی سفید نورانی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لیے ہوئے آگے بڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ پسر قصاب کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ اس کی داڑھی استنجا کرنے کے قابل ہے، اس غافل نے یہ بات سن لی اور فوراً شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ اے شیخ! میں آپ سے مسلمان ہوتا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بھائیوں کی خدمت سے جی چرانا مقصود خدمت سے محرومی کا موجب ہے۔ شیخ ابو عبداللہ کا ارشاد ہے۔ من تعذر عن خدمة اخوانه اورثه الله تعالیٰ ذُلًّا لا انفكاك منه له ابدًا (جو کوئی اپنے دوستوں کی خدمت میں دریغ کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ ایسی ذلت دیتا ہے کہ پھر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں ملتا، حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے جب کوئی خدمت خلق کا عادی ہو جاتا ہے وہ خالق کی خدمت بآسانی کرلیتا ہے۔ مظاہر کائنات خداوند تعالیٰ کی صفات کے

www.maktabah.org

مظہر ہیں۔ اس اعتبار سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ ابو طالب خزرج شیراز میں آئے وہ پیٹ کے مرض (علت شکم) میں مبتلا تھے۔ خانقاہ کے مشائخ نے فرمایا کہ ان کی خدمت کون اپنے ذمہ لیتا ہے۔ شیخ خفیف نے ان کی خدمت کرنا قبول کیا۔ ہر رات میں وہ پندرہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ (پانزدہ یا ہفدہ بار) ضرورت کے لیے اٹھتے تھے (اور شیخ خفیف ان کی خدمت بجالاتے تھے) شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ ایک رات میں ان کی خدمت میں حسب دستور موجود تھا۔ بہت رات ہو چکی تھی۔ مجھے کچھ غنودگی سی آگئی۔ یکبارگی انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نہیں سن سکا۔ دوبارہ انہوں نے مجھے پھر پکارا میں نے پھر نہیں سنا۔ ان کے تیسری بار آواز دینے پر میں اٹھا اور طشت لے کر ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے برخوردار! جب تم مخلوق کی خدمت بھی اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے تو تم خالق کی خدمت کس طرح انجام دے سکتے ہو۔ اسی طرح ایک اور موقع پر میں موجود نہ تھا تو انہوں نے مجھے پکارا اے شیرازی! میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ دوسری مرتبہ پھر آواز دی اور فرمایا اے شیرازی! تجھ پر اللہ کی پھٹکار۔ میں یہ سن کر فوراً طشت لے کر دوڑا۔

اس موقع پر شیخ علی دیلمی نے شیخ ابو عبداللہ خفیف سے دریافت کیا کہ تم نے ان کی پھٹکار اور لعنت کس طرح سن لی۔ انہوں نے جواب دیا جس طرح رَحِمَكَ اللّٰه دعا کی صورت میں سنا جاتا ہے۔ (یعنی مجھ پر ان کی لعنت کچھ بار نہیں گزری اور میں نے اس کو خوش دلی کے ساتھ سن لیا) پس جس شخص نے استاد کے سامنے عاجزی نہیں کی اس کی مار نہ کھائی اور اس کی لعنت و پھٹکار نہیں سنی اور یَرحَمُکَ اللّٰه سننے کی خواہش دل سے دور نہیں کی اور درد ناکامی کو گوارا نہیں کیا وہ خودی سے آزاد نہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ درویشوں کی خدمت کے سلسلہ میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ حضرات جنہیں تم خدمت میں امتیاز دو گے ان کا حال تم پر ظاہر نہیں ہے تو تم سب کی خدمت کرو تاکہ تمہارا مقصد حاصل ہو اور مطلب فوت نہ ہونے سے

بیت

خورش دہ بہ کنجشک و کبک و حمام	کبوتر، چڑا، کبک کو دے غذا
کہ یک روزت افتد ہمائی بدام	کہ اک دن ترے دام میں ہو ہما
در اوباش پاکان شوریدہ رنگ	ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائے تاریک لعل است و سنگ	اندھیرے میں ہے لعل بھی اور سنگ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نفلی عبادت خدمت سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ خدمت کا نتیجہ دوسرے دلوں میں اپنی محبت اور اپنا مقام پیدا کرتا ہے اسی لیے کہ خدمت احسان ہے اور محسن سے محبت کرنا لازمی بات ہے: جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا۔

www.maktabah.org

(دونوں کی فطرت میں ان سے محبت کرنا جنہوں نے احسان کیا ہے داخل کر دیا گیا ہے) نفلی عبادتیں بلحاظ ثمرہ ونتیجہ پاک دل والوں کی محبت، جو خدمت کا نتیجہ ہے، کے برابر نہ ہونگی۔ آپ نے مکرر یہ شعر پڑھا۔

شعر

خدمت ترا یکنگرۂ کبریا کشد — خدمت سے ہو رسائی بدر گاہِ کبریا
این سقف گاہ را بہ ازین نردبان مخواہ — اس چھت کا اس سے بڑھ کے نہ زینہ تلاش کر

بیت

ارادت نداری سعادت مجوئ — ارادت نہیں تو سعادت نہیں
بچوگانِ خدمت توان برد گوئ — بغیر اس کے جیتا ہے کوئی کہیں

شعر

دست بزن در کمرِ مقبلان — خوب پکڑ لے کمرِ مقبلاں
سر مکش از خدمتِ روشندلان — چھوڑ نہ تو خدمتِ روشندلاں

تقریباً ان الفاظ میں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو علی فارمدی جو پیشوائے اولیاء تھے اور سرآمد علمائے زمانہ تھے، جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو منزلِ طریقت وتصوف کے راستہ پر قدم رکھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ان کی خدمت میں مصروف رہنے لگے ایک روز امام کے استاد گرمابہ میں تشریف لے گئے تھے۔ امام کہتے ہیں کہ میں تنہا گیا اور غسلخانہ میں پانی کے چند ڈول ڈال دیئے۔ جب استاد ابو القاسم غسل خانہ سے باہر تشریف لائے اور نماز ادا کرلی تو فرمایا کہ گرمابہ میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید مجھ سے کوئی بے ادبی ہو گئی ہے اس وجہ سے میں خاموش رہا۔ انہوں نے پھر دریافت کیا میں نے پھر جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے معلوم کیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پانی ڈالا۔ یہ سن کر استاد نے فرمایا کہ اے ابو علی جو کچھ ابو القاسم نے ستر سال کی محنت و ریاضت کے بعد پایا تم نے وہ ایک ڈول پانی ڈال کر حاصل کر لیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کسی شخص نے مجھے اپنا اس قدر ممنونِ احسان نہیں کیا ہے جیسا نور العین نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بندہ بنالیا ہے۔

شعر

اگر بندہ در کارِ مولیٰ بود — اگر بندہ کرتا ہے مولیٰ کا کام
نہ مولیٰ بود بلکہ مولیٰ بود — نہیں بندہ وہ اس کا مولیٰ ہے نام

انہوں نے بیس سال تک میرے وضو کا پانی چھپا کر پیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اس آب حیات کے آثار اور اس کے برکات ابدالآباد تک ان سے اور ان کی اولاد سے کبھی بھی نہ جائیں۔

www.maktabah.org

مدارج میں روز بروز ترقی ہو بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شعر

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس	خدا سے ہے کی میں نے جس کی دعا
خدا داد بر دادہ کردم سپاس	تو الحمد للہ وہ اس نے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل فرمایا کہ شیخ علی موزوں فرماتے تھے کہ جب میری روح کو جوار قدس اور مرغزار محبت سے نکال کر تعلق بدن کی خاطر لے چلے تو اس روح کو جس آسمان پر لے جاتے تھے وہاں کے ملائکہ دریافت کرتے تھے کہ تم اس روح کو اس عالم قدس سے کیا ایسے عالم میں لے کر جاتے ہو جہاں شر ہی شر ہے۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ اگر ایک لاکھ برس یہ روح ہمارے جوار پاک میں رہے تب بھی ایسی نہیں ہو سکتی جیسی کہ وہ ایک کمزور و ناتواں ضعیفہ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر اعلیٰ اور شائستہ ہو سکتی ہے ایک شخص جو اس موقع پر حضرت کی خدمت کے شرف سے مشرف تھا اس نے دریافت کیا کہ کیا امور ممنوعہ سے بھی دوسرے کی حاجتوں کو پورا کیا جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شریعت کے اعتبار سے بظاہر اکابر نے ایسی خدمت سے منع کیا ہے کہ شریعت نے جن ماکولات و مشروبات سے منع فرمایا ہے ان کی ضرورت کو پورا نہ کیا جائے لیکن ہمارے مشائخ کی سنت یہ ہے کہ اگر مسکرات ممنوعہ[1] کا کوئی مخمور (یعنی نشہ کرنے والا) حالت خمار کی ابتدا میں کسی کے پاس پہنچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ اس کے خمار کی تکلیف دور کرنے کے لیے اس کی مراد پوری کر دے اگر اس کے پاس اسوقت رقم نہ ہو تو اپنے خرقہ اور سجادہ کو ہی گروی رکھ کر اسکی خدمت سے عہدہ برآ ہو۔

قطعہ

مرا این خرقہ از بہر آنست	مرا ہے اس لئے خرقہ کہ اک دن
کہ روزی رہن می را کار آید	وہ رہن مئے میں بھی باکار ہوئے
پریشان باد از جمعیت ما	پریشان میری جمعیت سے ہو وہ
کسی کو را ازینہا عار آید	کہ جس کو اس عمل سے عار ہوئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مقام خدمت وہم نشینی کی خصوصیت اور فضیلت کو اس مرتبہ پر رکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام بلند کی تمنا فرمائی ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضور علیہ التحیۃ والثنا نے ایک روز صحابہ کرام کی دعوت فرمائی تھی اور جب آپ ان کو کھانا کھلا رہے تھے دیہات کے چند لوگ (چند اعرابی) اس دعوت کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھلانے میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ من سیدھم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا سیدھم وخادمھم (میں ان کا سردار

---

[1] مسکرات ممنوعہ میں شراب داخل نہیں ہے کہ وہ حرام قطعی ہے۔

www.maktabah.org

ہوں اور ان کا خادم ہوں)

اس موقعہ پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ خادم و شیخ کے حال میں کیا فرق ہے؟ آپ وضاحت فرما دیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مقام خدمت کی عزت کے سبب ایک جماعت پر خادم و شیخ کا حال کچھ مشتبہ ہو گیا ہے۔ بعض شیوخ و اکابر صوفیہ نے خادم اور شیخ کے حال و مقام میں فرق بیان کیا ہے اور فرق یہ ہے کہ خادم مقام ابرار میں ہے اور شیخ مقام مقربان میں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ خادم خدمت کر کے ثواب آخرت کے حصول کا خواہاں رہتا ہے ورنہ وہ اس کو اختیار نہ کرتا اور شیخ مراد حق پر قائم رہتا ہے کہ اس میں مراد نفس کا شائبہ نہیں ہوتا۔

عباد:- وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ وظائف، عبادات اور طرح طرح کی نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس سے ثواب اخروی کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وصف صوفی میں بھی موجود ہوتا ہے لیکن وہ علل و اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ حضرات صوفیہ حق کی بندگی اور عبادت محض حق کے لئے کرتے ہیں وہ ثواب اخروی کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے اور عباد و زہاد میں فرق یہ ہے کہ رغبتِ دنیا کے باوجود بھی عبادت کی صورت ممکن ہے اور عباد و فقرا میں فرق یہ ہے کہ غنا کے باوجود ممکن ہے کہ کوئی عابد ہو۔ پس معلوم ہوا کہ واصلان میں دو گروہ ہیں اور سالکوں میں چھ جماعتیں ہیں اور ان آٹھوں جماعتوں کی نقل اتارنے والے دو قسم کے ہیں ایک سچی نقل اتارنے والے متشبہ محق اور دوسرے جھوٹی نقل اتارنے والے متشبہ باطل۔

صوفیہ متشبہ محق

صوفیہ کے متشبہ محق تو وہ متصوفہ ہیں کہ صوفیوں کے انتہائی احوال سے باخبر اور اس کے مشتاق ہوں اور صفات کے لگاؤ کے باقی رہ جانے کی وجہ سے مقصد و مقصود پر پہنچنے سے رکے ہوئے اور ممنوع ہوں۔

صوفیہ متشبہ باطل

صوفیہ کے متشبہ باطل وہ لوگ ہیں کہ اپنے کو صوفیوں کی طرح ظاہر کرتے ہیں اور ان کے عقائد و اعمال و احوال سے برہنہ و خالی ہوتے ہیں اور حلقہ طاعت کو گردن سے نکال کر شتر بے مہار ہو کر چراگاہ اباحت میں چرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ احکام شریعت کی پابندی عوام کا طریقہ ہے ان کی نگاہ صرف ظاہری اشیاء پر رہتی ہے لیکن خواص و اہل حقیقت کا حال اس سے بلند ہے کہ ظاہری رسم کے پابند ہوں اور ان کا اہتمام حضور باطن کے لئے بہت نہیں ہوتا۔ اس گروہ کو باطلیہ اور اباحتیہ کہتے ہیں۔

مجذوبان واصل متشبہ محق

مجذوبان واصل کے متشبہ محق وہ اہل سلوک لوگ ہیں کہ جن کی سیر ابھی منازل صفات نفوس کے طے کرنے میں ہے اور طلب کی گرمی کے بھڑکنے سے ان کی ہستی قلق اور بے چینی میں ہے اور کشف ذات و استقرار و تمکن کے سپیدۂ صبح کے ظہور سے پہلے مقام فنا میں کبھی کبھی کشفِ ذات کی تجلیوں سے کوئی بجلی ان کی نگاہ شہود میں چمک جاتی ہے اور وصل کی خوشبودار ہواؤں سے

www.maktabah.org

کوئی ہوا گذرگاہ فنا سے ان کے مشام دل تک پہنچ جاتی ہے اس طرح کہ ان کے نفوس کی تاریکیاں اس بجلی کی چمک میں پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور اس خوشبودار ہوا کا چلنا ان کے دل کو آتش طلب کی بھڑک اور شوق کے قلق سے ایک طرح کی راحت و آرام بخشتا ہے۔ دوبارہ جب وہ بجلی منقطع ہو جاتی ہے اور ہوائیں ٹھہر جاتی ہیں تو صفات نفوس کا ظہور اور طلب کی گرمی اور شوق کا قلق لوٹ آتا ہے اور سالک چاہتا ہے کہ اس کی ہستی بالکل لباس صفات نفوس سے جدا اور علیحدہ رہے اور دریائے فنا میں ڈوب جائے تاکہ وجود کی دشواری سے یکبارگی آرام پائے اور چونکہ یہ حال ابھی اس کا مقام نہیں ہوا ہے اور کبھی کبھی اس پر اس حالت کا نزول ہوتا ہے اور اس کا دل پوری طور پر اس مقام سے باخبر اور اس کا مشتاق ہے لہٰذا اس کو "مجذوب واصل کا متشبہ محق" کا لقب دیا جاتا ہے۔

مجذوبان واصل متشبہ باطل یہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو بحر فنا میں استغراق کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عین توحید میں مستہلک ہیں اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری حرکات تو دروازے کی حرکات کی طرح ہیں کہ بغیر محرک کے اس کی حرکت ممکن نہیں ہے یہ بات اگرچہ سچ ہے لیکن اس جماعت کے حسب حال نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کی مراد اس قول سے صرف یہ ہے کہ اپنے معاصی اور خطاکاری کا اس کو عذر لنگ بناکر پیش کریں اور اپنے تمام گناہوں اور خطاکاریوں کو حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو ان معاصی پر ملامت نہ کریں اس طائفہ کو زنادقہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ زندیق ہیں) اس سلسلہ میں منقول ہے کہ کسی نے شیخ سہیل بن عبداللہ سے کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ میرے فعل کی نسبت حق تعالےٰ کے ارادے اور مشیت سے بالکل ایسی ہے جیسے دروازے کی حرکت کی نسبت محرک کی طرف۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بات کہنے والا اگر ایسا شخص ہے جو شریعت کی رعایت، حدود الٰہی کی حفاظت اور احکام عبودیت کی بجا آوری میں مشغول ہے تو منجملہ صدیقین کے ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو احکام شریعت کے مخالف فعل کرتا ہے اور یہ بات صرف اس لیے کہتا ہے کہ اپنے افعال کو مشیت الٰہی کے حوالہ کر کے وہ اپنے آپ کو ملامت اور دین و ملت سے خارج ہونے سے بچائے تو وہ منجملہ زندیقوں کے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرانے (تقریباً) فرمایا کہ میں نے سیاحت کے دوران بعض ملاحدہ کو دیکھا ہے جو شریعت کا انکار کرتے ہیں اور مناہی و معاصی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور اپنی معصیت و بدکاری کو انہوں نے طریقت سمجھ رکھا ہے اور صرف زبان سے توحید کا اظہار کرتے ہیں میں نے دلائل نقلی اور براہن عقلی سے ان پر ثابت کردیا کہ تمہارا یہ طریقہ باطل محض زندقہ ہے اور الحاد ہے۔

ملامتیہ متشبہ محق یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کے تعمیری اور تخریبی معاملات سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ اکثر اپنی کوشش

www.maktabah.org
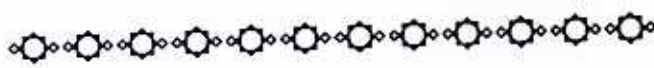
یہی ہوتی ہے کہ معاشرہ کے قیود اور اس کے آداب اور مخلوق کے عادات و رسوم کے خلاف کریں یا ان سے الگ تھلگ رہیں ان کا سرمایہ حال سوائے فراغ خاطر اور طیب قلب (خوشدلی) اور کچھ نہیں ہوتا اور زاہدوں اور عابدوں کے مراسم کی بجا آوری ان سے نہیں ہوتی اور یہ لوگ کثرت کے ساتھ نوافل اور دوسرے اعمال کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور فرائض کے سوا کسی عمل کی پابندی نہیں کرتے اور سامان دنیا کا بڑھانا اور جمع کرنا ان کی جانب منسوب ہوتا ہے اور اپنے طہارت قلب پر قانع و مطمئن رہتے ہیں اور مزید احوال طلب نہیں کرتے ان کو قلندریہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے عمل میں ریا نہیں ہوتا اس لئے یہ ملامتیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ انکے اور ملامتیہ کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ ملامتی تو تمام نوافل اور فضائل سے تمسک حاصل کرتا ہے لیکن مخلوق سے اس سلسلہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر اشرف کی نظر میں قلندر وہ ہے جو عوائق و علائق زمانہ سے بالکل آزاد ہو اور جس کو تجرد ظاہری اور تفرد باطنی حاصل ہو اور وہ شریعت کے دقائق اور طریقت کے حقائق میں کسی قسم کی فروگذاشت نہ کرے وہ بحر شہود کا غواص اور دریائے موجود میں مستغرق ہو۔ صوفیت یعنی تصوف اور مشرب قلندریہ میں تھوڑا سا ہی فرق ہے میں انشاء اللہ اس برگزیدہ (صوفیہ) کے چہاردہ خانوادوں کا جس لطیفہ کے تحت ذکر کروں گا وہاں تفصیل کے ساتھ ان حضرات قلندریہ کے اطوار و آثار کی کیفیت و کمیت کا بیان کروں گا، ہاں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس زمانہ میں (آٹھویں صدی ہجری میں) جو گروہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا ہے (احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے) وہ ان اوصاف سے جو اوپر بیان کیے ہیں خالی ہیں ان لوگوں کے لیئے قلندر کا نام بس عاریتًا ہے۔ ان کو اگر حشویہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ بلند حضرات کی تقلید کرتے ہیں مناسب ایسا ہی ہے کہ سب کا منکر نہ ہو اور قول سعدی کے مضمون پر عمل کرے ؎

بیت

درا وباش پاکان شوریدہ رنگ — ہیں اوباشوں میں پاک شوریدہ رنگ
ہمان جائی تاریک لعل است و سنگ — کہ ظلمات میں لعل ہے اور سنگ

ملامتیہ متشبہ باطل

یہ سب کے سب زندیق ہیں کہ دعوی تو اخلاص کا کرتے ہیں لیکن فسق و فجور کے اظہار میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس ملامت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں گر جائیں اور ان کی نگاہوں میں ہماری کوئی وقعت نہ رہے۔ خداوند سبحانہ و تعالی مخلوق کی طاعت سے بے نیاز ہے اور بندوں کی معصیت سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف مخلوق کو آزار پہنچانا معصیت ہے اور طاعت صرف احسان کرنے کو جانتے ہیں۔

زہاد متشبہ محق

یہ گروہ وہ ہے جس کی رغبت کلی طور پر دنیا سے ختم نہیں ہوئی ہے اور جانتا ہے کہ رغبت سے

www.maktabah.org

آزاد ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو متزہّد کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند عزیز قل علی لاچین ترکوں میں سے تھا مدتوں تک اس نے یہ کوشش کی کہ علائق دنیوی سے دست کش ہو جائے اور ظاہری و باطنی قدرت حاصل کرلے۔ آخر کار سب کچھ چھوڑ کر صوفیانِ باصفا کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔

زہاد متشبہ باطل
یہ وہ لوگ ہیں جو محض قبولِ خلق کیلئے دنیا کو ترک کرتے ہیں اور اسباب دنیوی کی جمع آوری سے محض اس لئے الگ تھلگ رہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں جاہ و مرتبت کو حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ ان کے بعض احوال پر لوگوں کو شبہ ہو اور وہ سمجھیں کہ انہوں نے دنیا سے بالکل منہ پھیر لیا ہے حالانکہ انہوں نے ترک مال سے شان و شوکت کو خرید لیا ہے۔ انہوں نے دنیا ترک کی ہے حصول دنیا کے لئے اور ممکن ہے کہ خود ان پر اپنی حالت مشتبہ ہو جائے اور یہ گمان کرنے لگیں کہ یہ جوان کا دل اسباب دنیا کے طلب میں مشغول نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سامان دنیا سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اس طائفہ کو مرائیہ کہا جاتا ہے۔

فقراء متشبہ محق
یہ ان لوگوں کا گروہ ہے جنکا ظاہر فقر کے لباس سے آراستہ ہوتا ہے اور ان کا باطن حقیقتِ فقر تک پہنچنے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن ابھی تک وہ غنا کی طرف راغب ہیں وہ اپنے فقر پر بہ تکلف صبر کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس جو فقیرِ حقیقی ہے وہ فقر کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت خاص سمجھتا ہے اور اس نعمت خاص کے عطا کئے جانے پر ہمیشہ وظائف شکر بجالاتا ہے۔

فقراء متشبہ باطل
یہ گروہ وہ ہے جنکا ظاہر تو لباس فقر سے آراستہ ہو لیکن باطن فقر کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو۔ اور صرف دعوٰی ہی دعوٰی ہو محض خلق خدا میں قبولیت کے لیے۔ یہ گروہ بھی مرائیہ کہلاتا ہے۔

خدام متشبہ محق
یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ بندگان خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور دل سے اس بات کا خواہاں ہے کہ اس کی اس خدمت کو کسی دنیوی مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کی غرض سے وابستہ نہ سمجھا جائے اور اس کی نیت کسی رغبت اور خواہش کی آمیزش و آویزش سے پاک ہو اور اس خدمت میں کسی قسم کے ریا کا شائبہ نہ ہو لیکن یہ حضرات ابھی تک حقیقت زہد تک نہیں پہنچ سکے ہوں اس گروہ کے افراد کبھی تو خدمت خلق نور ایمان کے غلبہ سے بغیر شائبہ نفس کے کرتے ہیں اور بعض صحیح موقع اور محل پر خدمت بجالاتے ہیں اور کبھی یہ خدمت غلبۂ نفس کے باعث خواہشات اور ریا سے خلط ملط ہو جاتی ہے اور محض تعریف و توصیف کے لئے ایسے لوگوں کی خدمت بلیغ کرتے ہیں جو اسکے مستحق نہیں ہوتے اور اس طرح مستحقین خدمت انکی خدمتگذاری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے شخص کو متخادم کہا جاتا ہے۔

خدام متشبہ باطل
ایسا شخص خادم کا متشبہ باطل ہے کہ اس میں اس کی نیت ثواب آخرت پر نہ ہو بلکہ وہ خدمتِ خلق کو دنیاوی منافع کے لئے ایک دام بنائے تاکہ اس کے ذریعہ سے غذا اور

www.maktabah.org

سامان غذا کھینچ کر جمع کرلے اور اگر اس کی یہ خدمت اس کے مقصد اور اس کی مراد کے حصول میں کارگر نہ ہو تو خدمت کو ترک کر دیتا ہے۔ پس اس کی خدمت کی بنیاد طلب جاہ و مال پر اور تابعین اور ماننے والوں کی کثرت پر ہے اور محفلوں اور مجلسوں میں اظہار مفاخرت کرتا ہے اور اس طرح اس کا مطمع نظر اس خدمت سے اپنا حظِ نفس ہوتا ہے ایسے شخص کو خادم نہیں مستخدم کہتے ہیں۔

عباد متشبہ محق یہ گروہ وہ ہے جو اپنے اوقات کو عبادات میں مصروف رکھنا چاہتا ہے لیکن چونکہ ابھی اس میں اسباب طبیعت باقی رہ گئے ہیں اور تزکیۂ نفس کے کمال پر نہیں پہنچا ہے جس کے باعث اس کے اعمال و اوراد و طاعات و بندگی میں فتور اور رکاوٹیں پڑ جاتی ہیں اور تسلسل میں تعویق پیدا ہو جاتی ہے یا ایسا شخص جس نے ابھی کامل طور پر لذتِ بندگی نہیں پائی اور تکلف کے ساتھ ادا کرتا ہے ایسے شخص کو متعبد کہتے ہیں۔

عباد متشبہ باطل یہ وہ گروہ ہے کہ اسکی نظر میں عبادات صرف قبول خلق کا ذریعہ ہیں اور اس کے دل میں ثواب آخرت پر ایمان نہیں ہوتا جب تک اسکو یہ یقین نہیں ہوتا کہ دوسرے لوگ اس کی طاعات و عبادات سے آگاہی رکھتے ہیں وہ طاعت و بندگی میں مصروف نہیں ہوتا۔ یہ شخص بھی منجملہ مرائیہ ہے اللہ تعالیٰ ہم کو عبادت و بندگی کی تشہیر اور ریا سے اپنی پناہ میں رکھے تمام تر حفاظت و توفیق اسی کی طرف سے ہے۔

والیانِ عالم و محافظانِ ولایت بنی آدم حضرت نور العین نے والیانِ عالم و محافظانِ ولایت بنی آدم کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ جس وقت دائرہ جبل الفتح میں ہم داخل ہوئے بہتیرے اولیا ء زمانہ اور مشہور بزرگوں کو وہاں پایا اور زیارت غوث وقت سے بھی ہم مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو غوث کی بعض حالتوں سے باخبر فرمایا کہ عالم سفلی کی خبریں اور مقاماتِ علوی کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوی حجت کو باقی رکھا ہے اور اولیاءِ عظام کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے تاکہ ہمیشہ کھلی کھلی نشانیاں اور دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرتے رہیں اور ان کو دنیا کا مالک اور بنی آدم کے بوجھ کو اٹھانے والا کیا ہے یہاں تک کہ وہ حضورؐ کی بات کو سنوارنے والے اور اسی لباس سے ملبوس ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کی راہ کو مٹا دیا ہے آسمان سے بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور فوج کفار پر مسلمانوں کی لوٹ اور اہل ایمان کی فتح انہیں کے ہمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ از راہ عنایت ارباب ولایت و اصحاب ہدایت یعنی ابدال و اوتاد اور غوث کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک کا کیا مرتبہ ہے اور اس کا منصب کیا ہے اور یہ حضرات کہاں کہاں ہوتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض

www.maktabah.org

حضرات کو اپنی درگاہ قدس کا سرہنگ اور نائب بنا لیا ہے اور اہل عالم کی اصلاح کار ان کے سپرد کر دی گئی ہے اور بنی آدم کی ضروریات کے سلسلہ میں اجرائے احکام ان کے سپرد ہے۔ یہ برگزیدہ حضرات باہمی ایک دوسرے کے محکوم و محتاج ہیں اور یہ ایک دوسرے کے مشورے سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ حضرات دس قسم کے ہیں ان دس میں سے دو قسم کے اصحاب یعنی مکتوم اور مفرد حضرات احکام عالم اور امور بنی آدم سے کچھ تعلق نہیں رکھتے جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی اور وہ دس اصناف یہ ہیں:۔

۱۔ غوث ۲۔ امامان ۳۔ اوتاد۔ ۴۔ ابدال ۵۔ اخیار ۶۔ ابرار ۷۔ نقبا
۸۔ نجباء ۹۔ مکتومان ۱۰۔ مفردان۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا الحمدللہ کہ مجھے اس کی خبر دی گئی ہے اور کشف سے گمان کا پردہ چاک ہو گیا ہے اس سلسلہ میں اخبار مرد یہ موجود ہیں اور ارباب طریقت اور اہل حقیقت نے اسکی صحت پر اتفاق کیا ہے۔

قطب، قطب الاقطاب/غوث اعظم

اس سلسلہ میں صاحب فتوحات مکیہ رضی اللہ عنہ فصل ۳۱ باب ۱۹۸ میں فرماتے ہیں:۔ قطب سے مراد وہ ایک فرد ہے جو کہ ہر عالم و ہر حال میں اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے اور قطبیت الکبرا جسے کہتے ہیں وہ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا باطن ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اکملیت کے سبب یہ درجہ ان کے جانشینوں ہی کو حاصل ہوگا پس خاتم ولایت و قطب الاقطاب صرف باطن خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہوگا اور اس کے سوا نہیں۔

شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ قطب اور قطب الاقطاب میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قطب سے مراد وہ حضرات اور وہ متعدد مبارک ہستیاں ہیں جو مختلف آبادیوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ اگر ولایت میں قطب کا وجود نہ ہو تو برکتوں کے آثار اور نیکیوں کا اظہار اور دنیا کا قیام ناممکن ہو جائے اگرچہ حقیقتاً حکومت اور ہفت اقلیم کی آبادی کی درستگی دوسرے والیوں کے سپرد ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک دوسرے طریقے پر ارشاد فرمایا کہ واصلان بارگاہ الٰہی جن کو اہل اللہ کہا جاتا ہے دو طرح کے ہیں۔ ان حضرات کی ایک قسم تو وہ ہے کہ جس کو دنیا کے ساتھ کسی قسم کی نسبت اور تعلق نہیں ہوتا لیکن یہ حضرات نیز دو شریعت اور احکام شریعت سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جاتے ہیں (سلامت روی کے ساتھ اتباع شریعت کرتے ہیں) اور نعیم بہشت کے لیے دنیا کو دے کر بہشت خرید لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ نے فرمایا:۔ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جنہیں معاش کی فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہے اور یہ ہالکین یعنی ہلاک ہونے والوں کے مرتبہ پر ہیں، دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا دونوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے فائزین کا درجہ ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو آخرت کی فکر میں معاش سے بالکل غافل رہتے ہیں ان کے لئے مخاطرین کا مرتبہ ہے اور ارباب اخلاص عظیم خطرہ میں ہیں۔

www.maktabah.org

ان کے علاوہ ایک خاص قسم اور ہے جو اخص کہلاتے ہیں ان حضرات نے دنیا کو بالا دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور آخرت کو مومنوں پر ایثار کر دیا ہے اور مشاہدہ ذات میں مشغول ہیں ان کو قطب کا درجہ ملتا ہے اور دنیا کا مدار انہیں پر موقوف ہے لیکن جو اہل فوز ہیں دنیا کا تمام انتظام ان کے سپرد ہے۔ یہ حضرات صاحبان دعوت ہیں جب وہ دین کے راستہ میں کسی قسم کا فتور دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے دور کر دیں تو قطب کے مشورے کے محتاج ہوتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ٥ [1] — اے ہمارے رب فیصلہ کرے ہمارے اور ہمارے مخالف لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان والیان عالم کے گروہ کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنا گروہ اور اپنی جماعت فرمایا ہے۔ بس اس بات سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا غوث وقت ہیں۔ اسی لطیفہ کے تحت انشاء اللہ اس کی وضاحت کی جائے گی۔ بعض مشائخ اور اولیائے راسخ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نوع کے لئے قطب جُدا گانہ ہوتا ہے یعنی زاہدوں اور عابدوں، عارفوں، اولیاء اور عشاق (الٰہی) کا قطب الگ الگ ہوتا ہے جس کے توسط سے اس صنف کے ہر فرد کو فیض پہنچتا ہے ؎

بیت

چہ باشد گر ازان فیاض مطلق	عجب کیا گر خدا کی بارگہ سے
رسد فیضی بسوئ بندہ الحق	کسی بندہ کی جانب فیض پہونچے

اللّھم روّبنا بزُلال فیضہ وجمیع اھلہ (اے اللہ اس کے صاف آب فیض سے ہمیں اور اس کے تمام لوگوں کو سیراب کر) لیکن قطب الاقطاب تمام عالم کے لئے صرف ایک ذات واحد ہوتی ہے۔ قطب الاقطاب کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض قطب الدائرہ کہتے ہیں اور بعض غوث الاعظم وانسان کامل وقطب الاقطاب کہتے ہیں اور انہیں قطب الاعلیٰ، مظہر کلی اور جہانگیر بھی کہتے ہیں لیکن باری تعالیٰ کے یہاں غوث کا نام نامی عبداللہ ہوتا ہے۔ یہ ذات یگانۂ روزگار ہوتی ہے اور فرید عصر۔ حق تعالیٰ اس کی ذاتِ یگانہ کو اپنے اسرار کا مظہر کلی اور اہل عالم کا منظور نظر بنا دیتا ہے۔ قطب الاقطاب کے وجود عنصری وصورت پیکری کا قیام قلب ابراہیم علیہ السلام اور بعض کے نزدیک قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ اس موقع پر شیخ کبیر نے دریافت کیا کہ قلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قلب اسرافیل سے مراد ان کا مشرب ہے اس لئے کہ ہر ایک ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے مشرب اور ان کی روش پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب شیخ مصلحت خجندی کی قوت جذبہ کا شہرہ ہر طرف پھیل گیا (یعنی کمالات ولایت کا شہرہ دور دور پہنچ گیا)، تو شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے ایک مرید کو ان کی ملاقات کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ تم ان عزیز سے سنو، ہم سے آکر ویسا ہی بیان کرنا۔ جب مرید خجند میں

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۸۹

www.maktabah.org

حضرت شیخ مصلحت خجندی کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا اے درویش! کہاں سے آنا ہوا؟ مرید نے جواب دیا خوارزم سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی شیخ مصلحت نے فرمایا کہ وہ یہودی اچھا تو ہے؟ یہودی کہنے سے ان کا مطلب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ذات تھی۔
شیخ کے مرید کو اس لفظ سے سخت ناگواری پیدا ہوئی وہ شیخ مصلحت سے یہ سن کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خوارزم واپس پہنچا، تو شیخ نے مرید سے کہا کہ جو کچھ تم نے ان بزرگ سے سنا ہے وہ مجھے بتاؤ مرید نے کہا جناب والا، انہوں نے تو ایسی بات کہی ہے کہ میں آپ کے سامنے کہہ نہیں سکتا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار؟

شعر

ترا با پیام بزرگان چہ کار — بزرگوں کا پہونچا دے تو ہر پیام
تصرف نیاید درین پردہ بار — تصرف کا اس پردہ میں کیا ہے کام

تم نے جو کچھ سنا ہے وہ ضرور کہو، تب اس مرید نے کہا کہ جب میں شیخ مصلحت کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا "جہود تو خوش است" (تیرا یہودی تو اچھا ہے) حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر یہ سنتے ہی ایک کیفیت طاری ہوگئی اور مجلس سماع منعقد کی گئی ایک عجیب وغریب حالت وجد ایک پہر تک ان پر قائم رہا جب وہ حالت گئی تو اس مرید نے دریافت کیا کہ اس مسرت کا سبب کیا تھا؟ شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ میں ایک عرصہ دراز سے اس امر میں متردد تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس پیغمبر کے قلب پر ہوں ان بزرگوار کے اشارہ سے مجھے معلوم ہوگیا کہ میں قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہوں کہ یہود موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے

شعر

چہ دانند مرغان دام ہوا — نہ جانیں گے مرغان دام ہوا
ترنم سرائی طیور علا — کہ ہے طائر قدس کا نغمہ کیا

اس طرح قاضی رفیع الدین صاحب اس امر میں بڑے مضطرب تھے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کس نبی کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ان کو کس نبی کے قلب پر رکھا گیا ہے اور اصفیا میں سے کس کے مشرب کے حامل ہیں چنانچہ اپنے اس اضطراب کو دور کرنے کے لیے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک عرصہ تک اس معاملہ میں شبہ رہا کہ میں کس نبی کے قلب پر ہوں میں خیال کرتا رہا کہ شاید اس سلسلہ میں مجھے بتا دیا جاتے آخر کار میں نے فرزند دلبند تنکر قلی کو حضرت نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں بھیجا اور فرزند تنکر قلی قطع منازل کے بعد ان کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ خوب آئے اس آفتاب پرست کا نور میں تیری پیشانی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور سورج کے ہمسایہ کا ظہور تیرے چہرے میں ظاہر پاتا ہوں۔ تیرا آفتاب پرست اچھا تو ہے۔ جب تنکر قلی

www.maktabah.org

نے یہ سنا تو انہیں ناگوار گذرا لیکن چونکہ وہ قدوۃ الکبرا کی طرف سے اس بات پر مامور کئے گئے تھے لہٰذا امتثال امر کے طور پر انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں اچھے ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ شیخ نجم الدین نے پھر فرمایا تیرا آفتاب پرست کس کام میں مشغول ہو گیا ہے؟ تنکر قلی کہتے ہیں چونکہ میں حضرت قدوۃ الکبرا کے فیض نظر سے بہرہ مند تھا اسلئے سمجھ گیا کہ توجہ الی اللہ کے بارے میں اشارۃً دریافت کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ نور آفتاب کو مختلف رنگ کے شیشوں میں اور چہرہ کو مختلف جواہر کے آئینوں میں دیکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہوں نے فرمایا ہاں! اگر اسکی تجلی سے نگاہ خیرہ نہ ہو تو اُسے آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے اگر ان کا آئینہ زنگ آلود نہیں ہے تو پھر اپنے ہی وجود میں اُسے نہیں دیکھتے۔ فرزند تنکر قلی نے ان کا یہ کلام سنکر حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف رخ کیا کیونکہ حضور کا دل منتظر اور آنکھیں ہر دم دروازہ پر تھیں، تنکر قلی پر بڑا کرم فرماتے رہے ہیں۔ اس جواب بالصواب سے انہوں نے مقصدِ کلی کا پتہ لگا لیا تھا۔

قطعہ

چہ خوش آن روز کہ از یار پیامی برسد	کیسا اچھا ہے وہ دن یار کا آئے جو پیام
کہ پیامی کہ کلامی کہ سلامی برسد	اطلاع کوئی کوئی بات ہو یا کوئی سلام
قاصد یار اگر گام نہد بر دامن	قاصد یار قدم رکھے مرے در پہ اگر
دل شوریدہ ازان گام بکامی برسد	ہو رسائی دل شوریدہ کی تا مقصود کام

حضرت قدوۃ الکبرا بھی ان کے انتظار میں تھے کہ اس عرصہ میں تنکر قلی واپس پہنچ گئے آپ نے دریافت کیا کہ شیخ نے کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ شیخ نجم الدین نے مجھے دیکھتے ہی دریافت فرمایا "آفتاب پرست توجہ کار می کند" اور جو کچھ اوپر بیان کیا گیا وہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے بشرہ پر مسرت کا اثر نمایاں ہونے لگا اور فرمایا کہ شکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے قدم عیسیٰ (علیہ السلام) تک رسائی عطا فرمائی اور میرے کام کو قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر انجام دیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ ابوالوفا فرماتے ہیں کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے طریقوں سے بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ عیسیٰ مسلک ہیں یعنی قلب عیسیٰ (علیہ السلام) پر ہیں۔ کیونکہ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی اسی قسم کے خوارق ظہور میں آتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا قدس سرہٗ کے مراتب کی بلندی اور علو حال کے اظہار کے لیے جامع دمشق میں مقیم تھے۔ اس وقت آپ صحن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت عورت لاچینی ترک اپنے ایک بارہ سالہ بیمار لڑکے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح تھا۔

www.maktabah.org

شعر

رخش ز آفتابی درخشندہ تر — تھا چہرہ چمکدار سورج سے بھی
قدش از سہی ہم خرامندہ تر — تھی رفتار قد مثل سرو سہی

لے کر خدمت میں حاضر ہوئی اور رونے چلانے لگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جب لڑکے کو دیکھا تو اُس میں زندگی کے آثار ذرا بھی باقی نہیں تھے، فرمایا کہ عجب کام ہے مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا مجھے ہرگز یہ کام نہیں پہونچتا، عورت بیقرار تھی ؂

بیت

چنان آہنگ را آغاز کردہ — کیا نالے کا اس نے ایسا آغاز
کہ زہرہ ز آسمان غم ساز کردہ — ہوئی زہرہ فلک سے اس کی غم ساز

عرض کیا کہ اولیاء اللہ و برگزیدگان خدا جان بخشی و عطاء حیات میں عیسیٰ خضر علیہما السلام سے کم نہیں ہیں ؂

قطعہ[1]

رسم جان بخشی و آئین حیات — رسم جاں بخشی اصول زندگی
از لب عیسیٰ و خضر آموختہ — لب سے خضر و عیسیٰ کے حاصل کیا
ای لبانت در تکلم میدہد — اسکی خبریں دیتے ہیں لب تیرے آج
ہر چہ خضر از سالہا اندوختہ — خضر کو برسوں میں جو کچھ ہے ملا

جب اس عورت کا اضطراب حد سے بڑھ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور عالم مشاہدہ میں رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم اور ارادہ سے اٹھ کھڑا ہو) تیری ماں تیرے غم میں مری جا رہی ہے فوراً اس کا بیٹا اٹھ کھڑا ہوا اور مدرسہ سے روانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی اس کی روح اس کے بدن سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ دمشق میں تو دھوم مچ گئی ؂

قطعہ

چون زین کار مردم خبر یافتند — جو لوگوں نے سن پائی اسکی خبر
بدیدار شان پاک بشتافتند — تو دیدار کو آیا ہر اک بشر
چو دیدند دیدار جان بخش او — زیارت جو کی دیکھا اک ذات میں
دم خضر و عیسےٰ بہم یافتند — ملے خضر و عیسےٰ ہیں باہمدگر

---

[1] یہ قطعہ نظام یمنی کا ہے۔

www.maktabah.org

لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب یہ اژدحام حد سے بڑھ گیا تو آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں سے کوچ کی تیاری کرو کہ یہاں رہنے سے ہمارے اوقات میں خلل واقع ہوگا۔

اسی طرح کا ایک اور واقع پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا ایک مرید جوہر نامی تھا اس کے جسم پر برص کے آثار نمایاں ہوئے اور ایک بڑا خطرہ درپیش ہو گیا کہ خراسان میں جو کوئی برص کے مرض میں مبتلا ہوتا اسکو شہر سے نکال دیا جاتا تھا، جوہر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ان لوگوں سے نکل آؤں اور عالم گمنامی میں چلا جاؤں، اگر اٹھارہ ہزار عالم کی مصیبتیں مجھ پر نازل ہو جاتیں وہ اس سے آسان تھیں لیکن آپ کے پاکیزہ کلام سننے سے محروم رہنا ان مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے ؎

شعر

مرا از درد عالم نیست اندیش	نہیں ہے درد عالم کا مجھے غم
ولیک از درد ہجرت ہست دل ریش	مگر دل تیری فرقت سے ہے برہم

حضرت قدوۃ الکبرا کی مہربانیاں جوہر کے حال پر بہت زیادہ تھیں کہ نفیسوں کا گوہر اور اشعار کا موتی ان کی ذات سے چمکدار تھا اس وقت جوہر نے کچھ اس طرح کی بے قراری کا اظہار کیا کہ حضرت بھی اس سے متاثر ہوئے ؎

رباعی

نالۂ و افغان کہ بود از درون	نکلے اگر آہ دلِ بے قرار
اشک کند از دلِ مردم برون	سن کے ہوں سب سننے والے اشکبار
دل چہ بود از گذر این الم	دل ہے کیا اس رنج کا گر ہو گذر
گر چہ بود سنگ بتر قد زہم	ٹکڑے ٹکڑے سنگ کا بھی ہو جگر

حضرت قدوۃ الکبرا اور آپ کے ساتھیوں کو اُن کی آہ وزاری سے رقت آگئی۔ تب حضرت نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے تھوڑا سا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ جوہر نے تھوڑا سا پانی اس میں سے پیا اور باقی پانی اپنے جسم پر مل لیا۔ اسی وقت برص کا اثر اس کے جسم سے زائل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکو یہ مرض کبھی ہوا ہی نہیں تھا ؎

شعر

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	فیض روح القدس اب بھی جو مدد فرمائے
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد	دوسرے بھی وہ کریں جو تھے مسیحا کرتے

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد قصبہ سنبھولی سے روانہ ہوئے، جب آپ سکندر پور میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سے سیدوں کی خوشبو آ رہی ہے۔ میر سید جمال الدین خرد

لے حفظنا اللہ وایاکم عن ھذہ البلیۃ ط (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس بلا سے محفوظ رکھے)

www.maktabah.org

اس موضع کے زمیندار تھے جب وہ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں شرف نیاز کے حصول کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سیادت کی خوشبو اب زیادہ آرہی ہے اور مدتوں کے بعد سیادت کی خوشبو سونگھنے میں آئی ہے۔ سید جمال الدین جب آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تو حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت ان کا اعتقاد اور واثق ہوگیا اور دل وجان سے ان کے مطیع ہوگئے۔ وہ اکثر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرتے آتے گئے۔ سید جمال الدین خرد کی دو تین پشتیں اسی طرح گزر چکی تھیں کہ ہر پشت میں صرف ایک بیٹا پیدا ہوتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا اور دل میں ارادہ کر رکھا کہ کسی دوسرے بزرگ سے بھی اس حاجت برآری کے لئے عرض کریں گے۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا پر حال ذوقی طاری تھا سید جمال الدین ادب سے کھڑے ہوئے اور نیازمندانہ مدعا خدمت والا میں پیش کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا! سید تمہیں مبارک ہو تمھارے بہت سے بیٹے اور پوتے ہوں گے تمہیں عرض حال کے لئے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے اور تم کو مال ودولت بھی بہت کچھ ملے گا جب آپ ان کی عرضی قبول فرما کر فارغ ہوئے تو ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیمار لڑکے کو لاکر حضرت قدوۃ الکبرا کے قدم پکڑلئے اور عرض کیا کہ میرا بس یہی ایک لڑکا ہے اور اللہ کے حکم سے اب یہ مرنے کے قریب ہے، خدا کے واسطے آپ اس کیلئے دعا فرمایئے کہ یہ اچھا ہوجائے، آپ نے فرمایا کہ اے اماں میں نے اعیان ثابتہ (لوح محفوظ) میں دیکھا ہے کہ تمہارے بیٹے کی عمر اب کچھ دیر کی رہ گئی ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا اگر میرے بچہ کو زندگی نہ ملی تو میں حضور کے سامنے اپنی جان دے دوں گی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو بیس سال کی عمر عطا فرمائی ہے میں اس میں سے دس سال تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ آج کی تاریخ لکھ لو اس حساب سے اس کے بعد تمہارا بیٹا آج ہی کی تاریخ میں مرجائے گا۔

غوث پر نظام عالم قائم ہے

غوث کے سلسلہ میں کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانہ کی گردش اور عالم ناپائیدار کی بقا غوث کے پیکر لطیف اور عنصر شریف کے واسطہ سے قائم ہے اور اگر غوث کا وجود ایک طرفۃ العین کے لئے بھی باقی نہ رہے تو یہ عالم نابود ہوجائے جیسا کہ صاحب فصوص شیخ ابن العربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ دنیا اسوقت تک محفوظ رہے گی جس وقت تک اس میں یہ انسان کامل (غوث) موجود رہے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس وقت وجود غوث نہ رہا اور خزانۂ عالم سے علیحدہ ہوگیا تو اس میں خزانہ حق جو کچھ تھا باقی نہ رہا اور جو کچھ تھا نکل گیا اور آپس میں خلط ملط ہوگیا اور معاملہ منتقل ہو کر آخرت (قیامت) تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں شیخ عبدالرزاق کاشی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان سے بہت سے فوائد حاصل کئے۔ ایک بار غوث کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی فرمایا کہ غوث بھلے برے جس حال میں ہو پوشیدہ نہیں رہتا چنانچہ طبقات الصوفیہ (از شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری)، میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن دراج نے بیان کیا کہ مجھے دو سفر میں ہمراہیوں سے تکلیف پہنچی وہ باہمی کینہ رکھتے تھے

www.maktabah.org

اور ایک دوسرے سے عار کرتے تھے، میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب میں تنہا ہی سفر کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، جب میں تنہا سفر کرتا ہوا مسجد فارسیہ میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک بوڑھے کوڑھی کو بیٹھا ہوا پایا سخت بلا میں مبتلا تھا۔ شیخ نے جب مجھے دیکھا تو سلام کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا حج کا ارادہ ہے میں نے اس سے گھن کھاتے ہوئے ناگواری سے جواب دیا کہ ہاں! جا تو رہا ہوں اور شیخ نے کہا کیا اپنا شریک سفر چاہتے ہو میں نے دل میں کہا کہ تندرست ساتھیوں سے بھاگا تو ایک جذامی کے ہاتھ میں پڑا۔ میں نے کہا نہیں، شیخ نے کہا کہ ساتھ لے لو۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں کسی کو ساتھ نہیں لوں گا۔ شیخ نے کہا اے ابوالحسن يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ۔ (اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ وہ کرتا ہے جسے قوی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے) میں نے کہا جی ہاں! یہ درست ہے لیکن میں اس کو ساتھ لے کر چلنے سے انکار کر کے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں دوسری منزل پر پہنچا تو چاشت کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ شیخ مجذوم وہاں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا اے ابوالحسن يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ میں نے جواب نہ دیا اور چلا گیا لیکن میرے دل میں اسکی نسبت ایک طرح کا تردد اور وسوسہ پیدا ہوا جب جلد جلد صبح کے وقت دوسری منزل پر میں پہنچا تو مسجد میں داخل ہوا، اسکو دیکھا کہ با اطمینان بیٹھا ہے اُس نے کہا يَصْنَعُ اللّٰهُ بِالضَّعِيفِ حَتّٰى يَتَعَجَّبَ الْقَوِيُّ۔ میں ان کے سامنے گیا اور زمین پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور آپ سے معذرت کا طالب ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اس معذرت طلبی سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے غلطی کی کہ آپ کو ساتھ لینے سے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کو ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے انکار کر دیا تھا اور ساتھ نہ لینے پر قسم کھائی تھی۔ اب مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں تمہاری قسم کو توڑ دوں، میں نے کہا اگر آپ ساتھ چلنے پر تیار نہیں تو کم از کم اتنا کیجئے کہ میں ہر منزل پر آپ کو دیکھ لیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

یہ سنکر سفر کی تھکان اور بھوک اور پیاس سب جاتی رہی، ہر فکر دل سے دور ہو گئی۔ اب بس یہی لگن تھی کہ کب منزل پر پہنچوں اور ان کا دیدار کروں۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دوسرے صوفیوں سے میں نے یہ قصہ بیان کیا تو شیخ ابو بکر کتانی اور شیخ ابوالحسن مزین نے مجھے بتایا کہ وہ شیخ ابو جعفر مجذوم ہیں تیس سال ہو گئے ہیں کہ ہم ان کے دیدار کے خواہاں ہیں۔ کاش ہم ان کو دیکھ سکیں، میں جب طواف میں مشغول ہوا تو میں نے ان کو پھر دیکھا، میں نے اس ملاقات کا ذکر پھر اپنے دوستوں سے کیا انہوں نے کہا کہ اب اگر تم ان کو دیکھو تو ہمیں آواز دے دینا (اور ان کا دھیان رکھنا) میں نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کروں گا لیکن میں نے منیٰ اور عرفات میں ان کو نہیں دیکھا۔ رمی جمار کے دن کسی نے میرے پیچھے سے کہا السلام علیکم یا ابا الحسن! میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت شیخ موجود تھے۔ ان کو دیکھتے ہی مجھ پر عجیب حالت طاری ہو گئی، میں نے ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گیا، اور وہ وہاں سے کہیں چلے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا بعض اولیاء اللہ بالکل ان پڑھ گذرے ہیں اور با اینہمہ وہ مرتبہ غوثیت پر فائز

www.maktabah.org

ہوئے ہیں چنانچہ شیخ ابو العباس قصاب اپنے وقت کے غوث اور قبلہ زمانہ گزرے ہیں۔ اُمی محض تھے اور ان کے علم ان کا یہ حال تھا کہ کاف اور قاف میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح شیخ ابو الحسن خرقانی بھی ان پڑھ تھے لیکن اپنے وقت کے غوث تھے حضرت پیر ہروی (حضرت عبد اللہ انصاری ہروی) فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کچھ اور تکلیف ہوتی تو وہ خواجہ کے پاس حاضر ہوتا وہ اس پر الحمد للہ پڑھ کر دَم فرماتے اسی دم اس کو آرام ہو جاتا لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے ایک بار ایک فاضل شخص کے دانت میں درد ہوا وہ آپ کے پاس گیا آپ نے الحمد پڑھ کر دم فرما دیا۔ اسی وقت درد جاتا رہا۔ اس نے کہا کہ آپ الحمد للہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے آئیے میں آپ کو صحیح کرا دوں اور اچھی طرح یاد کرا دوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اپنے دل کو ٹھیک کرو۔ اسکے بعد وہ شخص پھر اسی درد میں مبتلا ہو گیا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے خود شیخ خرقانی کی زبان سے الحمد للہ سنی ہے۔ چونکہ وہ اُمی محض تھے اسی لیے صحیح نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ غوث زمانہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کعبہ کے مجاور ہوتے ہیں (ہمیشہ کعبۃ اللہ میں رہتے ہیں) اس موقعہ پر ایک عزیز نے عرض کیا کہ بعض حضرات اولیاء کرام میں سے مختلف شہروں اور قریوں میں پائے گئے ہیں اور وہ غوث روزگار کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو العباس آملی ہیں اور غوث الثقلین بغداد میں مقیم تھے لیکن یہ حضرات غوث زمانہ تھے اور ان جیسے بعض دوسرے حضرات بھی گزرے ہیں پس اس صورت میں اگر مجاورت کعبہ غوثیت کے لیے شرط ہوتی تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا (اور یہ تعارض کس طرح دور ہو سکتا ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجاورت کعبہ کوئی لازمی شرط نہیں ہے اور اولیائے کاملین کو حق تعالےٰ نے ایسی قوت عطا کی ہے کہ وہ ایک طرفۃ العین میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور غوث تو ان حضرات میں اکمل ترین ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے مرشد (حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات) کے حکم کے بموجب بعض مریدین مختلف جگہوں پر مختلف پہاڑوں میں خلوت گزین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے درمیان کم از کم دس کوس کا فاصلہ ہوتا تھا۔ یہ حضرات حکم کے بموجب اپنی ریاضت کی مدت پوری کر کے ان پہاڑوں کے خلوت خانوں سے نکل کر حضرت مخدومی کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا کہ فلاں تاریخ کو پیر و مرشد میرے پاس تشریف لاتے تھے اور تعبیر واقعہ بیان کیا اور تجلیوں میں فرق ظاہر کیا لیکن حقیقت حال یہ تھی کہ حضرت مخدوم (بظاہر) اپنی خانقاہ سے ان تاریخوں میں ایک ساعت کیلئے بھی باہر نہیں گئے۔

حضرت غوث اعظم کا منصب غوثیت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث لوگوں کی نگاہ سے کبھی پوشیدہ رہتا ہے اور کبھی ظاہر اور یہ بھی روا ہے کہ ایک غوث کی دعا سے دوسرے ولی کو غوثیت کا منصب حاصل ہو جائے چنانچہ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک غوث ہی کی دعا سے اس منصب سے مشرف ہوتے تھے شیخ ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی عمر تمیمی شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ میں ایام شباب میں

www.maktabah.org

حصول علم کے لئے بغداد میں مقیم تھا۔ ابن سقا ان دنوں میرے دوست تھے، نظامیہ بغداد میں ہم تعلیم حاصل کرتے تھے
عبادت و فراغت کے بعد میں صلحا کی زیارت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ اس زمانہ میں بغداد میں ایک ولی
اللہ تھے ان کو غوث وقت کہا جاتا تھا وہ جب چاہتے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے تھے اور جب چاہتے
ظاہر ہو جاتے ایک دن میں، ابن سقا اور شیخ عبدالقادر تینوں نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ابن سقا نے چلنے
سے پہلے کہا کہ آج میں ان سے ایک ایسا مسئلہ دریافت کروں گا کہ ان سے جواب بن نہیں پڑے گا۔ میں نے
کہا ایک مسئلہ مجھے بھی دریافت کرنا ہے دیکھتا ہوں کہ ان کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہوتی ہے۔ شیخ عبدالقادر
نے کہا کہ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں میں تو محض ان کے شرف دیدار اور حصول برکات
کے لیے ان کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد ہم تینوں ان کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی جگہ پر موجود
نہیں تھے لیکن کچھ دیر کے بعد ہی وہ ظاہر ہو گئے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے بڑی غضب
ناک نظروں سے ابن سقا کی طرف دیکھا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ دریافت کرنا چاہتا
ہے کہ جس کا جواب میں نہیں جانتا۔ سن تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یاد رکھ ابن سقا، میں تیرے
اندر کفر کی آگ شعلہ زن دیکھ رہا ہوں! اس کے بعد شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عبداللہ تو
بھی مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے سن کہ میں اس مسئلہ میں کیا کہتا ہوں تیرا سوال یہ ہے اور اس
کا جواب یہ ہے لیکن بے ادبی کے باعث تو دنیا میں اپنے کانوں کی لو تک غرق رہے گا یہ فرما کر شیخ عبدالقادر
جیلانی کی طرف متوجہ ہوئے ان کو اپنے پاس بلایا ان کی تعظیم کی اور فرمایا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے حسنِ
ادب سے خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا ہے۔ اس حسن ادب کے باعث
میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دن بغداد کے منبر پر بیٹھو گے۔ اور برملا کہو گے

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ   میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیاء نے تمہاری تعظیم کے لئے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔ یہ فرما کر وہ اسی وقت نگاہوں
سے اوجھل ہو گئے پھر ہم میں سے کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ تھوڑی مدت میں بزرگی کی نشانیاں شیخ عبدالقادر میں بعنایت
الٰہی ظاہر ہونے لگیں ان کی ولایت پر خاص و عام نے اجماع کر لیا اور ایک دن وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا: قدمی
ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور اس وقت کے تمام اولیاء نے آپ کی بزرگی کا اقرار کیا، دوسری طرف ابن سقا نے
تحصیل علم کے بعد علوم شریعت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بہت سے علماءِ عصر سے بازی لے گئے اور ہر طرف بقطع مناظرہ در
جمیع العلوم ان کی شہرت پھیل گئی، ان کی زبان بڑی فصیح تھی اور بیان بڑا لطیف تھا، خلیفہ نے ان کو سفیر بنا کر مملکت
روم میں بھیجا۔ شاہ روم نے جب ان کے کمال علمی کو دیکھا اور ان کو زبردست فصیح پایا تو اس نے نصرانی علماء اور
قسیسین کو جمع کیا اور ان سے مناظرہ کرایا جب مناظرہ ہوا تو ابن سقا نے سب کو شکست دے دی اور اپنے
براہین قاطعہ سے ان سب کو عاجز کر دیا ملک روم کے دربار میں ان کی بڑی منزلت ہونے لگی اور ان کو زبردست

www.maktabah.org

رتبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ بادشاہِ روم کی حسین و جمیل بیٹی کو انہوں نے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گئے۔

شعر

مبتلا شد در زمان جان شریف — مبتلا اُس دم ہوئی جان شریف
بر جمال وحسن آن روح لطیف — دیکھا جب اُس روح کا حسن لطیف

انہوں نے شاہ روم سے درخواست کی کہ اپنی لڑکی ان کے حبالۂ عقد میں دیدے۔ شاہ روم نے کہا کہ اس کی شادی تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ یہ فوراً عیسائی ہو گئے

غزل

آتش حسنش درونِ جان گرفت — حُسن کا شعلہ جو سوز جاں ہوا
در بہائی عشق داد ایمان گرفت — عشق کا بدلہ مرا ایماں ہوا
در دلِ کان عشق آمد از نظر — دین و دنیا پھر کہاں اُس دل میں جو
جائی دین نبود کہ شہ ایوان گرفت — شہر یار عشق کا ایواں ہوا
عشق در ملک دلست چون بادشاہ — ملک دل میں عشق ہے اک بادشاہ
رفت غوغا ملک چون سلطان گرفت — غل مٹا جب حکمراں سلطاں ہوا
بادشاہ عشق را نبود زوال — بادشاہ عشق کو کیسا زوال
آفتاب است ظلِ او توان گرفت — پرتو خورشید کب پنہاں ہوا
پنج نوبت میزنند بر تخت بخت — پنج نوبت تخت پر بجتی ہے جب
عشق تو چون اشرف سمنان گرفت — تیرا عاشق اشرفِ سمناں ہوا

اور اس لڑکی کو مانگا اور غوث کی بات یاد آئی اور سمجھ گئے کہ یہ کچھ اس بے ادبی کا نتیجہ ہے کہ ؎

قطعہ

بی ادب ہرگز نباشد رستگار — بے ادب ہوتا نہیں ہے رستگار
از ادب گردونست باعز و وقار — آسماں کا ہے ادب ہی سے وقار
گر نہ گردد مار حلقہ از ادب — گر ادب سے باندھ لے حلقہ نہ سانپ
چون بود بالائی گنجی مہرہ دار — ہو خزانہ پر وہ کیسے مہرہ دار

اب میرا حال سُنیئے۔ میں وہاں سے دمشق آگیا۔ سلطان نور الدین زنگی شہید نے مجھے طلب فرمایا اور وزارت اوقاف میرے سپرد کر دی اور مجھ پر کمال درجہ مہربانی فرمائی اور اس طرح ان غوث وقت کا ارشاد (کہ تم سراپا دنیا میں گھر جاؤ گے) مجھ پر صادق آگیا۔ اس حکایت کے بیان فرمانے کے بعد حضرت نے فی البدیہہ یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

www.maktabah.org

رباعی

ہرچہ در تقدیر یزدان رفتہ است — جو مقدر ہو چکا، ظاہر اُسے
آید از درویش و سلطان بر زبان — کرتی ہے درویش و سلطاں کی زبان
درمیانِ دیدہ و نادیدہ گوئی — دیکھے بے دیکھے کی باتوں میں ہے فرق
ہست فرقی از زمین تا آسمان — ایسا جیسے یہ زمین و آسمان

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عنقریب عزت دوزگار کا وصال ہونے والا ہے اس سے آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کچھ مہینوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ پھر یہ نوبت کس کے دروازہ پر بجائی جائے گی۔

قطعہ

آنکہ باشد بر در او بر زنند — کون ہے در پر بجاتے جس کے ہیں
کوس دولت از مثالِ کبریا — کوسِ دولت حسب فرمانِ خدا
کیست کورا از حریمِ خاص تر — کون ہے جس کو حریمِ خاص سے
بانگ بر خیزد کہ از بیرون بیا — ہے ندا آتی کہ تو باہر سے آ

بالاتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر نے اس موقع پر عرض کیا کہ میں حضور والا سے چند بار یہ درخواست کر چکا ہوں کہ مجھے بھی رکاب سعادت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے (سفر میں اپنے ساتھ رکھیں)، لیکن اب تک مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے اس بار مجھے امید ہے کہ حضور کی ہمراہی کا شرف ضرور میسر ہوگا اور میں حاضر خدمت رہوں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری رفاقت کے بغیر مجھے بھی قرار نہیں آتا لیکن درگاہ کی دیکھ بھال اور ولایتِ اسلام کے بندوبست کی خاطر میں تمہیں یہاں چھوڑ کر چلا جاتا تھا

شعر

مرا از روئی تو دوری غریبست — مجھے بھاتی نہیں ہے تیری فرقت
ضرورت می شود امرِ عجیبست — مگر مجبور کرتی ہے ضرورت

لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوگا اور جو کچھ تم چاہتے ہو ویسا ہی کیا جائے گا چنانچہ صوبہ گجرات کی طرف روانگی اختیار کی گئی تاکہ وہاں سے اطراف دکن اور ولایت گلبرگہ کا قصد کیا جائے کیونکہ اطراف دکن و نواحی گلبرگہ حضرت قدوۃ الکبرا کو بہت پسند تھی کیونکہ اس طرف کی آب و ہوا مزاج اقدس کے موافق اور مناسب تھی۔ شعر

ندیدم تہ سبزگوں بر گہ — تہ چرخ دیکھا نہ اک لالہ زار
بگلزارِ عالم چو گلبرگہ — کہ گلبرگہ کی طرح ہو پر بہار۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا کو گلبرگہ کی زمین بہت پسند تھی کہ آپ اس کو گلبرگہ کے بجائے "گلبرگہ" فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال قطع منازل کرتے ہوئے آپ سرزمین دکن میں پہنچ گئے اور سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ میں قیام ہوا چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا کہ سفر ہو یا حضر آپ ہمیشہ تنہا رہتے تھے، چنانچہ یہاں خادموں اور ہمراہیوں کے لیے الگ خیمے لگائے گئے اور ان خیموں سے الگ تھلگ ایک بڑا خیمہ حضرت کیلئے لگایا گیا۔

شعر

ہمیشہ درمنازل خواہ اطراف | رہیں گھر یا کریں وہ سیر اطراف
چو عنقا بود عزلت گیر در قاف | تھے عنقا کی طرح باشندہ قاف

حضرت قدوۃ الکبرا متفرق اوقات میں اپنے اصحاب ولایت مآب کو اپنے پاس ملاقات کا وقت دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا حضرت نورالعین، حضرت کبیر کو آدھی رات گئے اور صبح کو اپنے پاس طلب فرمایا کرتے تھے اور معارف و حقائق سے آگاہ فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کو منصب غوثیت عطا ہونا

ایک رات شیخ الاسلام کو حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے حضور میں طلب فرمایا کچھ دیر گذرا تھا کہ آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی اور عجیب و غریب اضطراب و انقلاب پیدا ہوا کہ اسکی تشریح و توضیح ناممکن ہے۔ حضرت کا یہ اضطراب دیکھ کر شیخ الاسلام پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ پھر وہ حضرت کی خیمہ گاہ میں نہ ٹھہر سکے اور باہر آکر بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ حضرت بیخودی کے عالم میں وجد فرما رہے تھے، ایک ساعت تک حضرت کی یہی حالت رہی، پھر آپ کی بے خودی ختم ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ مجھے حاصل ہوگیا۔ حضرت نورالعین، حضرت کبیر اور حضرت شیخ الاسلام آپ کا یہ ارشاد سن کر بہت حیران ہوئے اور غور کرنے لگے کہ کون سا عجیب و غریب معاملہ پیش آیا جس نے حضرت قدوۃ الکبرا کو اس قدر مضطرب اور بے چین کر دیا تھا لیکن کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ سے دریافت کرے آپس میں تمام حضرات یہی کہتے تھے کہ صرف حضرت نورالعین ہی اپنے معمول کے مطابق یہ جسارت کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے درخواست کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے اضطراب اور بے قراری کا موجب کیا تھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج ماہ رجب ۷۷۰ھ کی پہلی تاریخ ہے وہ غوث روزگار قطب گردوں جن سے مجھے جبل الفتح میں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا اس دنیا سے کوچ فرما گئے اماثر و اکابر روزگار میں سے ہر ایک کو یہ توقع تھی اور ہر ایک کی ہمت اس امر کے درپئے تھی کہ غوثیت کا بزرگ اور شریف عہدہ اس کو ملے گا لیکن کسی بدن پر قیمتی لباس اور کسی کے سر پر عظمت کا تاج ٹھیک نہیں اترا

شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش دراند | تھے کوشش کے میداں میں سارے گئے
ولی گوی دولت نہ ہرکس برند | مگر گیند کو سب نہیں لے گئے

حق تعالی نے اپنی مہربانی اور اپنے لطف بے پایاں سے غوثیت کا وہ تاج اس فقیر کے سر پر رکھ دیا۔

www.maktabah.org

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ [1] — یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ شکرانہ اسی سلسلہ میں تھا جیسا کہ مجذوب شیرازی نے کہا ہے ؎

شعر

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا	شکر خدا کہ میں نے طلب اس سے جو کیا
بر منتہائے ہمت خود کامران شدم	خواہش کی انتہا کے موافق مجھے ملا

یہ خبر سنتے ہی تمام مریدین اور رفقاء میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور حد درجہ مسرور ہوئے ؎

مثنوی

چون نوائے پردہ آمد بشوق	جب ندا پردہ سے آئی پر ز شوق
صوفی گردون بچرخ آمد ز ذوق	صوفی گردوں کو آیا وجد و ذوق
خوش بشارت از حریم خاص شد	مژدہ آیا ہے حریم خاص سے
کز نوایش ہر یکی رقاص شد	اس کو سن کر رقص سب کرنے لگے

اب سے عزل و نصب کا حکم اس فقیر کو دے دیا گیا اور دورۂ عالم میرے سپرد کیا گیا ؎

شعر

چو پائے شہ فرو افتاد از گاہ	جو چھوڑے تخت کوئی شاہ ذیجاہ
بتختش کہ نشیند جز شہنشاہ	تو بیٹھے کون اس پر جز شہنشاہ

غوث وقت کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نے ان کی نماز جنازہ کی امامت کی اسلئے کہ غوث کی نماز جنازہ غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے۔ چاروں قیوم (قیتم) اس فقیر اور دو امامان یعنی عبد الرب اور عبد الملک اور ایک اوتاد نے مل کر ان کی میت کو اٹھایا اور ان کے مقام ہی پر ان کو دفن کر دیا

غوثیت کے منصب سے پہلے حضرت کا منصب امامان تھا

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اس عہدہ کی تفویض سے پہلے میں امامان میں سے ایک تھا اور مجھے عبد الملک کہا جاتا تھا اور غوثیت کے تخت کے بائیں جانب میرا مقام تھا، جب اس فقیر کو غوث کا منصب عطا فرمایا گیا تو عبد الرب کو جو غوث کے دائیں طرف بیٹھے تھے انہیں بائیں طرف جگہ دے دی گئی اور دائیں طرف جو جگہ خالی ہوئی اوتاد میں سے ایک کیلئے مخصوص کر دی گئی، اور اوتاد میں جو خالی ہوئی اُسے ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے پر کر دیا گیا۔ اور اخیار میں اس ترقی سے جو جگہ خالی ہوئی وہ ابرار میں سے ایک کو ترقی دے کر پُر کی گئی اور ابرار کی خالی جگہ پر ایک نجیب کو ترقی دی گئی اور نجیب کی خالی جگہ پر ایک نقیب اور نقبا

---

[1] پ ۲۷ سورہ حدید ۲۱

www.maktabah.org

میں جو جگہ خالی ہوئی اسکو مومنوں سے ایک ہستی کے لئے مخصوص کیا گیا۔ اس دفعہ میری درخواست پر نقبا میں خالی ہونے والی جگہ پر عزیزم تنگر قلی کو منصوب کیا گیا اور وہ جگہ تنگر قلی کو دے دی گئی۔

حضرت قدرۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کافروں میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی ان لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ :۔ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں عرصہ سے حضرت غوث کی خدمت بجا لاتا تھا اور خدمت شریف میں اکثر راتیں جاگ کر گزار دیتا تھا۔ ایک رات حضرت غوث الثقلین خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے پانی کی چھاگل پیش کی لیکن آپ نے التفات نہ فرمایا اور آپ مدرسہ کی طرف روانہ ہو گئے، دروازہ کھل گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ کو میری اس عقب روی کا علم نہیں ہے جب ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچے تو دروازہ فوراً کھل گیا، آپ باہر نکل آئے اور میں بھی باہر نکل آیا پھر سامنے ایک اور دروازہ آیا، ہم کچھ دور اور آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچ گئے جس کو میں نہیں جانتا کہ کہاں ہے آپ مسافر خانے میں آئے وہاں پر چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ حضرت غوث الثقلین کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آکر سلام کیا۔ میں وہاں ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اسی رباط کے ایک کونہ سے آہ وزاری کی آواز آئی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ آواز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نمودار ہوا اور وہ رباط کے اس طرف چلا گیا جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی، اس کے بعد وہی جانے والا شخص واپس نکلا، اس وقت وہ کندھے پر ایک شخص کو اٹھائے ہوئے لا رہا تھا پھر ایک شخص اور آیا اس شخص کا سر برہنہ تھا اور اس کی لبوں کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ یہ شیخ محترم کے روبرو آکر بیٹھ گیا۔ حضرت شیخ نے اسکو کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس کے سر اور لب کے بال جو بہت بڑھے ہوئے تھے کاٹ دیئے، اس کے بعد اس کو طاقیہ پہنائی اور نام "محمد" رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ان چھ افراد سے جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ اس کو اس متوفی کا بدل بنا دوں۔ ان سب نے بیک زبان کہا ہمیں قبول ہے۔

اس کام کے بعد شیخ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔ میں بھی حسب سابق شیخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہی ہم شہر بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے جس طرح دروازہ پہلی مرتبہ خود بخود کھل گیا تھا اس بار بھی کھل گیا پھر ہم مدرسہ کے دروازہ پر پہنچ گئے وہ بھی اسی طرح کھل گیا اور پھر ہم خانقاہ میں داخل ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا سبق پڑھنا چاہا لیکن رات کے معاملہ کی ہیبت مجھ پر اس طرح طاری تھی کہ اپنا سبق نہیں پڑھ سکا۔ شیخ نے فرمایا اے عزیز! پڑھو! تب میں نے شیخ کو قسم دے کر کہا کہ رات جو کچھ میری نظروں سے گزرا ہے اس کی وضاحت فرما دیں۔ میری قسم سے مجبور ہو کر انہوں نے فرمایا کہ رات جو شہر تم نے دیکھا وہ شہر نہاوند تھا وہ چھ حضرات جو وہاں موجود تھے ابدال تھے اور جس

www.maktabah.org

میت کے لئے رو رہے تھے وہ ان کا سردار تھا اور وہ شخص جو کاندھے پر ایک شخص کو ڈالے ہوئے باہر آئے حضرت خضر علیہ السلام تھے اور اپنے کندھے پر اس مردہ کو لائے تاکہ اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور وہ شخص جسے میں نے کلمہ شہادتین پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا ایک آتش پرست تھا کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اُسے اس مردہ کا جانشین بناؤں لہٰذا اُسے میرے پاس لائے اور وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اب وہ بھی انہیں کا ایک ہے۔

حضرت شیخ مبارک نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ غوث کے داہنے جانب جو بیٹھتا ہے اس کو غوث کے بعد غوث کا منصب ملنا چاہیئے کیونکہ اصحاب یمین (دائیں ہاتھ والے) اصحاب یسار (بائیں ہاتھ والے) پر برتری رکھتے ہیں اور یہاں یہ صورت ہے کہ بائیں جانب والے اس منصب پر پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ اہل یسار عالم انسانی کے ناظر اور نگراں ہیں اور انام کے دائرہ کے محافظ ہیں (یعنی دنیا کے) اور اہل یمین عالم ملکوت کے ناظر ہیں۔ اس صورت میں عالم انسانی کے ناظر کا مرتبہ ناظر عالم روحانی سے اعلیٰ ہوا۔ پس ہر صورت میں اہل یساری غوث کا منصب خالی ہونے پر اس کی جگہ متمکن ہوتے ہیں۔

شیخ نور کا مرتبہ قطب پر فائز ہونا،

ایک دن شیخ اصل الدین سپید باز نے حضرت مخدوم زادہ شیخ نور (اللہ تعالےٰ ان کے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے) کے قطب ہونے کے بارے میں گفتگو شروع کی اور دریافت کیا کہ ان کی قطبیت کا کیا مقام اور درجہ ہے؟؟ حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت مرشدی وسیدی (شیخ علاءالدین گنج نبات) کی خدمت میں مجھے باریابی حاصل تھی اور میں ان کے حضور میں رہتا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالےٰ تم کو غوثیت کے مرتبہ پر پہنچائے تو تم فرزند نور کے بیٹے قطب ہونے کی کوشش کرنا ؎

مصرعہ:- گفتہ بچشم ہرچہ تو گوئی ہمان کنم

بولے کروں گا یہ بسر و چشم میں ادا

حضرت مخدومی کے انتقال کے عرصہ دراز کے بعد ولایت بنگالہ کے قطب نے انتقال فرمایا پس تمام اولیائے کرام اور وزیران بارگاہ ربانی کا ہم نے اجتماع کیا تاکہ بالاتفاق مخدوم زادہ کو قطبیت کے منصب پر فائز کریں۔ اس وقت بعض لوگوں نے ان کے قطب ہونے کی دلیل چاہی۔ اس فقیر نے مخدوم زادہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ان لوگوں کے سوال کی طرف توجہ مبذول کیجیے اور اس پہاڑ کو اشارہ کیجیے کہ آپ کے پاس آجائے۔ بابا حسین خادم کہتے ہیں کہ جیسے ہی حضرت قدوۃ الکبرا کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے پہاڑ روانہ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ اپنی جگہ ٹھہر جا کہ میں تو پیر زادہ کو تعلیم دے رہا ہوں اور ان کو موعظت کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مخدوم زادہ نے قدوۃ الکبرا کے ارشاد کے مطابق پہاڑ کو انگلی سے اشارہ کیا کہ اے پہاڑ یہاں آ۔ پہاڑ بہت تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے

www.maktabah.org

اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا اور آپ کی ثنا و توصیف کی ؎

رباعی

ہمہ گفتند از دل برزبانی	لگے کہنے یہ دل سے سب زبانی
کہ بہتر زین نمی باید نشانی	کہ اس سے بڑھ کے کیا ہوگی نشانی
چو قطبی را نشان زینگونہ آید	جو قطبیت کی ہو ایسی علامت
دگر از حجت و برہان چہ باید	تو پھر کیا چاہیئے برہان و حجت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدوم نے جو کچھ وصیتیں کی ہیں وہ سب کی سب ہم نے پوری کر دی ہیں صرف ایک وصیت باقی رہ گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کو بھی ہم پورا کریں گے۔ بعض اکابر صوفیہ نے اس قسم کا بار اٹھانے اور عہدہ دار ہو کر زندگی بسر کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ اپنے حال کی مشغولیت کے باعث وہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں لیکن باین ہمہ بنی آدم کی ضروریات کا پورا کرنا اور دنیا کے بوجھوں کو اٹھانا بعض اکابر نے اہم قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان حضرات نے اپنے اشغال باطن پر دوسروں کی حاجت روائی اور کار برآری کو مقدم سمجھا ہے۔

جس وقت کہ حضرت مخدوم زادہ کو قطب کا منصب عطا کیا جا رہا تھا بارگاہ الٰہی کے بعض نائبین یہ چاہتے تھے کہ شیخ شرف الدین کو اس شرف سے مشرف کیا جائے اس وقت شیخ شرف الدین کے اندر عجیب اضطراب پیدا ہوا اور ایک رات وہ تمام شب خانقاہ میں ٹہلتے رہے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اگر اس بارِ قطبیت کو کوئی دوسرا اٹھائے تو بہتر ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد یہ اضطراب اور بے قراری جاتی رہی۔ بعض اصحاب نے ان سے ان کی اس بے قراری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ بعض شخصیتیں چاہتی تھیں کہ قطب کا منصب میرے سپرد کر دیا جائے لیکن میں اس سے بچنا چاہتا تھا، الحمدللہ کہ میرے بھائی نور نے اس بار کو اٹھا لیا۔

جسم غوث انتہائی لطیف ہوتا ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ غوث کا جسم جس قدر بیان کریں اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ شیخ اکبر سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہا تھا اور کسی سے مزاحمت نہیں کرتا اور اگر دو شخصوں کے درمیان آجاتا اور نکل جاتا تو ان کو جدا نہ کرتا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی روح ہے، میں نے تجسس کے ساتھ ان کی گذرگاہ پر نظر رکھی جب وہ سامنے آئے تو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ میرے ان کے درمیان بات چیت بھی ہوتی تب مجھے پتہ چلا کہ وہ شیخ احمد سبتی ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانہ میں قطب وقت کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہی قطب وقت ہوں۔ میرے بعد سید جلال اور ان کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی ہوں گے (طبقات الصوفیہ)

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں بار ہا یہ بات مشاہدہ سے گزری ہے کہ بعض سلاطین اپنے تصرف میں حضرت کو ٹھیراتے تھے اور جس قدر بادشاہوں کے محل مکلف و محفوظ ہوتے ہیں ویسے ہی وہ ہوتے تھے آدھی رات کو حضرت باہر تشریف لے آتے اور کہیں جاتے تھے، دروازہ اور قلعہ اسی طرح بند رہتا، اکثر ایسا ہوا کہ خادم یعنی نظام یمنی حضرت کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا بارہا ایسا ہوتا کہ جب میں ہاتھ کمر تک پہونچاتا تو میرا ہاتھ ادھر سے اُدھر نکل جاتا۔ آپ کا جسم مبارک قطعاً میرے ہاتھ کو حائل نہ ہوتا کبھی کبھی حائل بھی ہوتا لیکن اس قدر لطیف تھا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے غوث کے سلسلہ میں بہت کچھ اپنے "رسالہ غوثیہ" میں تحریر کر دیا ہے وہاں سے اس سلسلہ میں بہت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طائفہ قدسیہ کی ماہیت و حقیقت کا جاننا بہت اہم اور مبارک ہے بارِ خدایا ہم کو اور تمام مومنوں کو یہ رتبۂ شریفہ اور مرتبۂ بلند عطا فرما۔

امامان وہ کیا ہیں؟ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ دو اصحاب ہیں ایک کا نام عبدالرب ہے اور دوسرے کا نام عبدالملک، عبدالرب کی مسند وزارت تختِ غوثیہ کے داہنی طرف ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت کا ناظر ہے۔ دوسرے عبدالملک کا مقام تخت غوثیہ کے بائیں طرف ہے اور وہ ملک ناسوت کے ناظر ہیں! یہ اپنے منصب کے اعتبار سے داہنے ہاتھ کے امام سے برتر اور افضل ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی ؎

شعر

چو برا اورنگ باشد بادشاہی — ہوا مسند نشیں جب تخت پہ شاہ
ضرورت بی وزیران نیست جاہی — وزیروں کے بغیر اُسکی نہیں جاہ

اوتاد جن کی ذات سے اللہ تعالیٰ عالم کی نگرانی فرماتا ہے سارے عالم یعنی ہفت اقلیم و جہات عالم میں صرف چار ہوتے ہیں ؎

شعر

ز چار اوتاد گردد بیخ بابۂ — ہیں چار اوتاد برج بیخ پایہ
کہ آن اورنگ شد این چار پایۂ — کہ ہے وہ تخت یہ ہیں چار پایہ

اور یہ ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں نہ ان کی تعداد گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی ہے ان میں سے ایک شرق میں رہتے ہیں ان کا نام عبدالحیٔ ہے اور دوسرے غرب میں ہیں ان کا نام عبدالحلیم ہے، تیسرے جنوب میں ہیں ان کا نام عبدالقادر ہے، چوتھے شمال میں ہیں ان کا نام عبدالمرید ہے۔

شعر

چو غوث این خیمہ را بر کار کردہ — کیا جب غوث نے خیمہ کو آباد
طناب چارش اندر چار کردہ — طنابیں چار و اسکی چار اوتاد

حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی چاروں جہتوں کی حفاظت و نگرانی ان اوتاد کے توسط سے فرماتا ہے۔

www.maktabah.org

کہ یہ حضرات الطاف الٰہی کا منظہر و منتظر ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے الطاف بے پایاں ان کے شامل حال رہتے ہیں جس طرح سے پہاڑ زمین کے سکون و قرار کا سبب ہیں د زمین ان کے باعث ہل نہیں سکتی) اذنا دتمام عالم اور ربع مسکون (دنیا) کے قیام و قرار کا موجب ہیں پورب پچھم میں نا چاران کی تعبیر پہاڑ سے کی گئی ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا[لہ] کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اسکی میخیں نہیں بنایا

ابدال سات ہوتے ہیں وہ اپنے مقام سے جب کبھی سفر کرتے ہیں تو ایک جسم انسانی اپنا ہم صورت مستقر پر چھوڑ جاتے ہیں، تاکہ ان کی عدم موجودگی کو کوئی نہ سمجھ سکے۔ پس حقیقت میں نہ وہ بدل ہے نہ غیر اور ان میں سے ہر ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔

بیت

طناب خیمہ چون درچرخ بیخ است — طنابیں خیمہ کی ہیں چرخ میں بیخ
تن ابدال دروی ہفت میخ است — تن ابدال اس میں سات ہیں میخ

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ چالیس سے زیادہ ہیں اور بعض نے چالیس تن کو ابدال کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ خاندانِ چشت کے سربراہ اور پیشوا حضرت شیخ ابو احمد منصب ابدال پر فائز رہے یہ ان چالیس حضرات میں سے ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر آسودہ ہے ہیں آپ کے آباؤ اجداد سلاطین چشت میں سے تھے آپ کی ایک بہن تھیں بڑی ہی عابدہ اور صالحہ آپ کے گھر کبھی کبھار شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہٗ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کا قصہ یہ ہے کہ ابھی خواجہ ابو احمد کی عمر بیس سال کی تھی کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ پہاڑی علاقہ میں شکار کھیلنے کے لیے گئے۔ شکار کے دوران آپ اپنے والد اور دوسرے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے ادھر ادھر پھرتے ہوئے آپ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا کہ چالیس مردانِ خدا وہاں ایک پتھر پر تشریف فرما ہیں اور شیخ ابو اسحاق شامی ان کے درمیان ہیں ان پر بہتر حالت طاری ہوئی، گھوڑے سے اُتر آئے اور شیخ کے پیروں پر سر رکھ دیا گھوڑا اور ہتھیار جو کچھ تھا چھوڑ دیا۔

شعر

چو گوہر کان خود را دید بر سنگ — جو دیکھا کان کو گوہر نے پر سنگ
زدہ بر شیشہ ناموس بے ننگ — تو پٹکا شیشہ عزت کو بے ننگ

اور کمبل اوڑھا اور ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے نوکروں اور والد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ملے چند روز کے بعد خبر ملی کہ شیخ ابو اسحاق شامی کے ساتھ پہاڑ کے فلاں علاقہ میں ہیں۔ ان کے والد نے کچھ لوگوں کو ان کے لانے کے لئے بھیجا، بہت کچھ سمجھایا اور ساتھ چلنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

لہ پ ۳۰ سورہ النباء ۶، ۷

www.maktabah.org

اور ان کو اپنے ہمراہ واپس نہ لا سکے ؎

ابیات

نہ فرزانہ از علم باقل بود	ہنر سے ہنرمند باقل نہ ہو
نہ دیوانہ از پند عاقل بود	نصیحت سے دیوانہ عاقل نہ ہو
بخوان عاقلش گر تو فرزانۂ	کہے اس کو عاقل جو فرزانہ ہو
چو دیوانہ خوانیش دیوانۂ	کہے جو کہ دیوانہ دیوانہ ہو

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابدال سات ہیں اور ان سات میں سے چار اوتاد ہیں اور دو امامان ہیں اور ایک کو قطب کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کا نام ابدال اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کا بدل ہو جاتا ہے۔ اور ان چالیس حضرات میں سے ایک چن کر یہ تعداد پوری کر دیجاتی ہے اور ان چالیس میں جب ایک کمی ہوتی ہے وہ کمی تین سو میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے پوری کر لی جاتی ہے اور جب ان تین سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو صالحین مومنین میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان تین سو کی تعداد کو پورا کر دیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان حضرات کا نام ابدال اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کو یہ قدرت عطا کی گئی ہے کہ یہ اپنا بدل پیش کر دیتے ہیں اپنی منشا کے مطابق کسی ایسے امر کیلئے جو قائم ہے ان کی ذات میں اس حکم حال سے جو ان کے نفوس میں موجود ہے (یعنی ان کو اس حال کا علم ہوتا ہے اور اگر کسی کو اس امر کا علم نہ ہو تو ایسا شخص ابدال نہیں ہوگا۔ وہ اس مقام کے صاحبان سے نہیں ہے)

بعض مشائخ بھی صورت کی تبدیلی پر قادر ہیں

صورت کا تبدیل کرنا صرف ابدال کے لئے مخصوص و منحصر نہیں ہے بلکہ بعض مشائخ بھی صورت تبدیل کر لیتے ہیں۔ میں نے بعض ایسے بزرگوں کو دیکھا کہ ان کی صورت روحانیہ صورت جسمانیہ کا روپ اختیار کر لیتی ہے وہ اسی صورت جسمانیہ میں رہ کر بات چیت بھی کرتے ہیں اور کام بھی کرتے ہیں اور دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی صورت جسمانیہ میں موجود ہیں (یعنی زندہ ہیں) اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں صاحب کو دیکھا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے۔ حالانکہ ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوتا۔ ہم نے تم نے بارہا ایسے حضرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت مخدوم (شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ) کو ان کے بعض مرید سلاطین اور نامدار بادشاہوں نے جنگ و جدال اور میدان کارزار میں اپنی مدد کے لیے یا دکیا ہے تو انہوں نے فریق مخالف سے جدال و قتال اور باغیوں سے مقابلہ کیا ہے اور بعد میں یہ پتہ چلا کہ حضرت نے تو خانقاہ سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بزرگ و کریم خاندان (سلسلہ کے بہتیرے افراد منصب ابدال پر فائز رہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارق عادات ان سے ظہور میں آئے ہیں بلکہ پیران چشت اہل بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اس طرح کے خوارق صادر ہوئے

www.maktabah.org

ہیں۔ میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں کہ اُن کی ذات سامی قدوۃ اصحاب تصوف اور مقدمۂ ارباب تعرّف ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابن احمد چشتی قدس سرہٗ، سلطان محمود سبکتگین (جو آل سامان سے ہیں۔ اور اس فقیر کا بھی نسب اس خاندان سے ملتا ہے) کے ہمراہ سومنات کے جہاد میں موجود تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت خواجہ محمد بن احمد چشتی کو مراقبہ میں بتایا گیا کہ سلطان محمود سبکتگین کی مدد کے لیے جانا چاہیئے۔ چنانچہ ۷۰ سال کی عمر میں وہ اپنے چند احباب واصحاب اور چند خدام کے ساتھ بنفسِ نفیس بدانجام مشرکوں کے مقابلہ کے لیے وہاں پہنچے اور ان سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ کے انہی دنوں میں ایک دن اسلامی لشکر پر کافروں کا دباؤ بڑھ گیا اور مسلمانوں کے لشکر نے وہاں سے ہٹ کر ایک جنگل میں پناہ لے لی۔ یہ خیال تھا کہ عنقریب اسلامی لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ حضرت خواجہ کا چشت میں ایک مرید چکی پیسنے والا محمد کاکو تھا آپ نے آواز دی کہ کاکو خبر لو۔ اُسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ بڑھ بڑھ کر کاکو نے دشمن پر وار کرنا شروع کر دیے یہاں تک کہ لشکر اسلامی ظفر یاب ہوا اور کافر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حالانکہ محمد کاکو کو اس تاریخ اور وقت میں چشت میں دیکھا گیا تو انہوں نے اپنی چکی کا کھونٹا اکھیڑ کر دیوار پر مارنا شروع کر دیا۔ جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے وہی بات بتائی اور وہ سارا قصہ بیان کیا (کہ اس طرح انہوں نے اپنے شیخ کی آواز سنی اور اسلامی لشکر کو انہوں نے مدد پہنچائی)

شعر

چو مردانِ دین حکم داور کنند — جو مردانِ دین حکم داور کریں
زمغرب شدہ کار خاور کنند — جو ہوں غرب میں شرق کو سر کریں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر صوفیہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس افراد ہوتے ہیں جو سنت نبوی اور احکام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے کاربند ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا۔ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ ابدال عراق میں اور اٹھائیس شام میں ہیں۔ اس موقع پر حضرت در یتیم نے عرض کیا اگر ابدال صرف انہی دو ملکوں میں پائے جاتے ہیں تو پھر دائرہ ابدال کا یہ قول کہ ہر ماہ کی ہر تاریخ میں حضرت ابدال جہات ہشتگانہ میں موجود رہتے ہیں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور دوسرے اقصاء میں کس طرح پہنچتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو دو حصوں میں فرض کیا ہے نصف شرقی اور نصف غربی عراق سے آپ کی مراد نصف شرقی کے ممالک ہیں اور شام سے نصف غربی کے ممالک مراد ہیں۔ پس عراق وغیرہ مثلاً خراسان، ہندوستان، ترکستان اور تمام دوسرے ممالکِ شرقیہ یہ سب عراق میں شامل ہیں اور شام وغیرہ مثلاً مصر اور مغرب کے تمام ممالک شام میں داخل ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین یحییٰ جامی نیشاپوری ان بارہ ابدال میں شامل ہیں جو عراق سے تعلق

www.maktabah.org
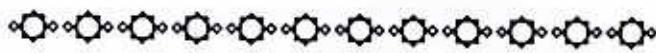
رکھتے ہیں اور یہ تقسیم اس تقسیم کے مطابق ہے جو شہنشاہ فریدوں کے دور میں دو حصوں میں کی گئی تھی تاکہ فریدوں کے شہزادے ان مملکتوں پر حسب تقسیم حکمرانی کریں جیسا کہ لفظ ایران اور توران سے ظاہر ہے۔ یہ تقسیم فریدوں کے بیٹوں کے لیے مملکت کے دانشمندوں نے کی تھی۔

بہت سے صوفیائے زمانہ اور اکابر روزگار کہتے ہیں کہ "رجال الغیب، سات حضرات ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو جس طرح سات مملکتوں (ہفت اقلیم) پر تقسیم فرمایا ہے اسی طرح ان سات مملکتوں کے لیے سات رجال الغیب بھی اس نے منتخب فرمائے ہیں اور انہی منتخب حضرات کا نام "ابدال" ہے۔ ان سات حضرات میں سے ہر اقلیم کے وجود کا بندوبست اور دیکھ بھال ایک کے ذمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابدال تیس ہیں، یہ سب قلب ابراہیمؑ پر ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے اور دوسرے کو اس کی جگہ پر فائز فرماتا ہے لیکن جب قرب قیامت ہوگا تو وہ سب کے سب وفات پا جائیں گے۔ ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں مذکورہ حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے کہ ان چالیس میں تیس ایسے افراد ہیں کہ جو قلب ابراہیم علیہ السّلام پر ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کشف المحجوب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابدال سات ہیں۔ چنانچہ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ تین سو وہ حضرات ہیں جو اخیار کہلاتے ہیں۔ چالیس حضرات ابرار ہیں اور صفت ابدال ہیں۔ چار افراد اوتاد کہلاتے ہیں تین حضرات نقباء ہیں اور ایک شخص ہے کہ اس کو قطب بھی کہتے ہیں اور غوث بھی (کشف المحجوب)

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ جو موجودات خارج میں پائے جاتے ہیں۔ انسان ہو یا کوئی اور مخلوق، ابدال ان میں سے کسی کو آزار نہیں پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ "دوجوں" کو بھی نہیں مارتے چنانچہ حضرت "امیر چیہ" سفال فروش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دوکان سے بچھو پکڑ کر جنگل میں لے جاکر چھوڑ دیتے تھے۔

شعر

میازار موری کہ دانہ کش است | ستامت کسی مور کو اے جوان
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است | کہ جاندار ہے اور شیریں ہے جان

خواجہ عبداللہ ہروی فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کسی جانور کو بھی آزار نہیں پہنچاتے تھے کہ یہ ابدال کا مسلک ہے اور وہ ابدال تھے۔ ان کا ایک وقت اچھا ہوا تو اپنے فرشتہ کو دیکھا اس سے کہا کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں جس کے باعث تم کو بشکل آدمی دیکھا کروں۔ اس نے کہا کہ کسی جانور کو مت ستایا کرو۔ اس طرح وہ اس پر عمل کرتے اور ہمیشہ فرشتہ سے ان کی ملاقات ہو جایا کرتی۔ ایک بار ایک چیونٹے نے انہیں کاٹ لیا کوئی چیز اس کے ماری اور وہ مرگیا اس کے بعد پھر کبھی اس فرشتہ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اکابر سے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے اس طرح کی باتیں ابدال دا ہلِ کمال سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

شیخ قضیب البان موصلی سے موصل کا قاضی عقیدت نہیں رکھتا تھا۔ ایک دن قاضی موصل نے ان کو ایک گلی میں سے سامنے آتے دیکھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ آج ان کو پکڑ لینا چاہیئے۔ اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کرنا چاہیئے تاکہ وہ ان کو واقعی سزا دے اب جو سامنے دیکھتا ہے تو ایک کُرد کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ (قضیب البان موصلی غائب تھے) جب وہ اور قریب آیا تو ایک اعرابی کو سامنے پایا جب وہ اور قریب آیا تو دیکھا کہ ایک فقیہ سامنے کھڑا ہے جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے کہا کہ اے قاضی تم کون سے قضیب البان کو پکڑ کر حاکم کے پاس سزا دلوانے کے لیے لے جاؤ گے۔ اسی وقت قاضی نے اپنے سوءِ ظن سے توبہ کی اور ان کا مرید ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا شہر روم میں جس کے بارے میں مشہور ہے کہ روم میں کوئی معصوم نہیں گیا۔ ایک بار ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے اور ہمراہیوں کے لئے خانقاہ بنوائی اور ایک خلوت خانہ اس کے پہلو میں تیار کرایا کہ وہاں خود آرام فرماتے تھے۔ ایک دن سلطان ولد جو حضرت مولانا رومی کے صاحبزادے تھے اور حضرت مولانا روم کے سجادہ پر رونق افروز تھے، انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے علاوہ بعض دوسرے مشائخ کو بھی مدعو کیا تھا۔ روم کے شیخ الاسلام کے دل میں حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب سے کچھ میل تھا حالانکہ وہ بہت بڑے دانشمند اور پایہ کے عالم تھے ؎

شعر

دلی کان بود فارغ از درد و غم	وہ دل جس میں بالکل نہیں درد و غم
درد جای کینہ بود بی الم	نہ ہے جائے کینہ نہ جائے الم

انہوں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ جب سید سمنانی اس مجلس میں آئیں تو ایک مشکل مسئلہ ان سے پوچھوں جس کے جواب سے وہ عاجز ہوں۔ وقتِ مقررہ پر جب حضرت اس محفل کی جانب روانہ ہوئے اور اس مکان تک پہنچے تو شیخ الاسلام نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مقدس سے ان ہی جیسی ایک صورت باہر نکل کر آئی اور اس سے پھر ایک صورت بنی اور اس طرح ویسی ہی تقریباً ستر صورتیں شیخ الاسلام کی نگاہوں کے سامنے متشکل ہو گئیں۔ اسوقت حضرت قدوۃ الکبرا نے بدیہۃً یہ اشعار ارشاد فرمائے ؎

نظم

ہر دلی کائینہ صورت گراست	ہر وہ دل خالق کا جو ہے آئینہ
صد ہزاران صورت از وی بر درست	لاکھوں شکلوں کی ہے اس دل سے بنا

www.maktabah.org

صورتی عالم چہ باشد کاندرو	شکل دنیا کیا ہے اس دل کے لیے
عرش و فرش و ہر چہ دروی مضمراست	عرش سے تا فرش ہے اس میں چھپا

مخدوم زادہ سلطان ولد نے جیسے ہی آپ کو دیکھا دروازہ تک استقبال کو آئے اور بڑے تپاک واعزاز کے ساتھ آپ کو سب سے بلند تر جگہ پر بٹھایا ۔

شعر

کسی را برترین باشد مکانی	مکاں ہوتا ہے اس کا سب سے برتر
کہ ہر دُرّ و جواہر راست کانی	کہ جو ہے معدن ہر دُر و گوہر

آپ نے شیخ الاسلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان بہت سی صورتوں میں سے تم کس صورت سے اپنا مسئلہ دریافت کرو گے ؛ شیخ الاسلام نے جیسے ہی یہ بات سنی ہیبت سے لرز گیا ۔

شعر

چنان ہیبت افتاد درجان او	پڑی اس طرح ان کی ہیبت میں جان
کہ گویا دریدند ہیجان او	کہ گویا ہوئی چاک مثل کتان

بے اختیار اٹھے اور حضرت مخدوم زادہ سلطان ولد کو اپنا سفارشی بنایا اور آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے مخدوم زادہ کو بیچ میں ڈالا ہے اور اپنا سفارشی بنایا ہے اس لئے معاف کرتا ہوں ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا ۔ یاد رکھو ان صوفیہ میں سے کسی کی طرف انکار کی نظر سے نہ دیکھنا ۔

مثنوی

مبیں در سوئے شان از چشم انکار	نہ دیکھو ان کو تم با چشم انکار
کہ محرومی بسی میدارد این کار	کہ محرومی کا مستوجب ہے یہ کار
مگو شان را کہ تنہا می نشیند	کہو مت یہ کہ وہ تنہا ہیں بیٹھے
کہ تنہا می شود زایشان پدیدار	کہ ان سے ہیں بہت سے تن پدیدار
ظہورِ ذات حق را در مظاہر	مظاہر میں ظہور ذات حق کو
ہمین تمثیل می باید کہ انکار	اسی تمثیل کا لائق ہے اقرار
چو ذاتِ او ندارد جزو تبعیض	نہیں جب ذات میں اس کے کوئی جزؤ
صدور کثرت از وحدت چنین دار	تو یوں وحدت سے کثرت کا ہے اظہار
اگر باید ترا تمثیلِ دیگر	اگر تم دوسری تمثیل چاہو
نشان آئینہ ہا بر روئے دیوار	تو آئینوں کو کر بالائے دیوار

www.maktabah.org

ہمہ آئینہ ہائی مختلف زنگ	ہراک آئینہ کا ہو مختلف زنگ
مربع از مسدس نوع بسیار	مربع مستطیل و دائرہ وار
جواہر مختلف آئینہ ہا را	ہراک آئینہ کے جوہر جدا ہیں
کہ ہریک عکس دیگر کرد اظہار	کہ ہے سب سے نئی صورت کا اظہار
برآید چون زدائی زنگ از وی	اسے تم زنگ سے گر صاف کردو
بہر آئینہ دیدن صورت یار	ہر آئینہ میں دیکھو صورت یار
چو نسبت این کنصب العین گردد	جو نصب العین ہو جائے یہ نسبت
شہودش گفتہ اند اصحاب اسرار	شہود اسکو ہیں کہتے اہل اسرار
جمالِ خویش را بین ہمچو اشرف	تم اپنا حسن دیکھو مثل اشرف
دلی ای دل مگو کین ہست تکرار	مگر اے دل نہ کہنا یہ ہے تکرار

حضرت نور العین نے عرض کیا کہ ابدال و اوتاد و اخیار کے سلسلہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ان حضرات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کو اللہ تعالےٰ نے اس عہدہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے اس بیسے اس سلسلہ میں جو حقیقت ہے اس کو از راہِ کرم بیان فرمادیں۔ یہ سُن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر پر اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے جو کچھ ظاہر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو فرزند نظام الدین نے تحقیق کر کے بیان کیا ہے۔ شیخ اصیل الدین سپید باز نے عرض کیا کہ رجال الغیب پر کس طرح توجہ کرنا چاہیے اور ان مردان غیب کو کس طرح شفیع بنانا چاہیئے۔ یہ مہینوں کی مشہور تاریخوں اور دنوں میں کہاں کہاں ہوتے ہیں ان حضرات کے ٹھکانے کس طرح معلوم کیے جا سکتے ہیں (کہ یہ حضرات کہاں کہاں موجود ہیں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان حضرات کے ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ کا معلوم کرنا اور ان حضرات کی طرف توجہ کرنا ایک ضروری اور خاص بات ہے (صوفیہ کے لیے اس کا جاننا بہت اہم اور ضروری ہے) جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ میں ہے جماعت عالیہ صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابدال کے جائے قیام کی جانب لازمی طور پر ضرور خیال کیا ہے اور جس نیت سے کہ ان کا وسیلہ کوئی لائے اور دل میں ان کی موجودگی کا خیال کرے وہ کام ضرور بر آوے اور جو کام پیش آوے ابدال سے مدد و اعانت طلب کرے اور ہر موقع پر ان کو دل سے رو برو تصور کر کے پیٹھ پیچھے رکھے اور اپنا پشت پناہ جانے۔ خصوصاً سفر میں یا کسی شورش میں ان کے مقابلہ پر نہ آئے اور جنگ و قتال میں ان کے رو برو ہونے سے پرہیز کرے۔

اثنائے گفتگو میں حضرت قدوۃ الکبرا نے اشارہ فرمایا کہ سلطنت و حکومت کے دنوں میں ترکمانوں[1] اور مغلوں

---

[1] ترکمانوں کے دو مشہور قبیلے تھے۔ آق[1] قونیلو اور قرا[2] قونیلو۔ جہاں سے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

www.maktabah.org

کا سردار و سپہ سالار بردبیگ تھا، دیدہ دلیری سے عہد شکنی پر آمادہ ہوا اور سردار لشکر مقام صفا اور محل اتفاق سے ہٹ کر نفاق کی طرف متوجہ ہوا اور سرکشی و بغاوت کے مرکب کو اچھی طرح کھینچ کر تیار کیا اور سرکشی کے مرکب پر لباس رسوائی کو دست عناد میں پہنا سر کو غلامی کی رسی سے نکال دیا اور فرمانبرداری کے طوق سے گردن پھیرلی اور پاؤں کو قانون اطاعت اور سرحد نیازمندی سے باہر رکھا، دائرہ اطاعت کہ مثل پرکار کے نقطہ کی طرح گھومتا تھا اس کو لات ماردی اور ظلم وجور کے ہاتھ کو سمنان کے بعض اطراف اور کچھ پر تفریح دیہات کے لوٹنے سے دراز کیا سہ

اشعار

ہوا جنگ آزما لشکر خزاں کا	کیا تاراج سبزہ بوستاں کا
عجب کیا ہے کہ لیکر نیزہ خار	کرے گھائے بستان کو تن افگار
سیاہ باغ یعنے سرو گلفام	بھڑا شیروں سے جاکر تاکہ ہو نام

ایک جرار لشکر اور غدار فوج کے ساتھ اس سرحد کی جانب رخ کیا اسکی فوجوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ زمین میں ان کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اس خبر کے سننے سے ماوراءالنہر کے بادشاہ کو یارائے ضبط نہ رہا اور وہ بھی اسلام کی نصرت کے لئے کمربستہ ہوگئے اور ایک لشکر جرار کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے، جب دونوں لشکر صف آرا ہوئے اور ایکدوسرے سے مقابلہ میں مشغول ہوئے تو حضرت سلطنت پناہ نے دائرہ رجال الغیب دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ آج کارزار میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ رجال الغیب سامنے ہیں ہم رجال الغیب سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ انشاءاللہ کل میدان کارزار گرم ہوگا اور ایسی جنگ ہوگی کہ سپہ کشان روزگار اس جنگ پر رشک کریں گے جب دوسرا دن ہوا اور طبل جنگ بجوایا گیا بادشاہ عالیجاہ خورشید زماں، جمشید مکاں، سکندر صفت، حیدر قدرت بھی اعدائے دین سے مقابلہ کرنے کے لیئے کمربستہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لڑائی کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے وہاں سے اس (سلہ) عبارت تک تقریباً چار صفحات ہوئے ہیں۔ ان چار صفحات میں نظام حاجی غریب یمنی (جامع ملفوظات نے اپنی نثر نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ مبالغہ اور غلو، استعارات، تشبیہات اور مترادفات کی بہتات ہے۔ اور حاصل صرف یہ سطور ہیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ اس عبارت کا اگر میں لفظی ترجمہ کرتا تو وہ قارئین کرام کے لئے بے سود اور بے حاصل ہوتا۔ مترجم شمس بریلوی۔ ۱۲

www.maktabah.org

ہوتے اور اعدائے دین کی ہزیمت کے لیے بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار میں آتے۔ تین روز تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ حامیان اسلام یعنی سپاہیان اسلام کے دل میں ایک عجیب طرح کا خوف بیٹھ گیا تھا آخر کار (بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول) شاہی لشکر ترکمانوں کی چھاؤنی تک پہنچ گیا۔ بہادروں نے داد شجاعت دینا شروع کی۔ دونوں طرف سے فوجیں جی توڑ کر لڑیں۔ دوپہر تک خونریز جنگ جاری رہی۔ دوپہر کے بعد گمراہوں کا لشکر تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور میدان سے فرار کر کے جنگل میں نکل گیا۔ اور نہایت عجلت اور سرعت کے ساتھ میدان جنگ خالی کر دیا۔

مخالف لشکر کے بہت سے سردار اسیر کر لیے گئے اور تقریباً پچاس ہزار قزلباش لشکر مغول کے قتل ہو کر واصل جہنم ہوئے۔ لشکر اسلام کو مال غنیمت میں بہت کچھ حاصل ہوا۔ تقریباً بیس ہزار غلام اور آٹھ سفید ہاتھی، بیشمار جانور اور اسلحہ جنگ ہاتھ آیا۔ (ل۱ صفحہ ۴۵)

نظام غریب یمنی عرض کرتا ہے کہ قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ جنگ و جدال اور معرکہ آہنگ و قتال کے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ فتح و نصرت جو مجھ کو حاصل ہوئی سب کچھ رجال الغیب کی برکت سے حاصل ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی فتح و نصرت ان کی اعانت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے اس لئے زمانہ کے سلاطین اور سرداروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بغیر ان کا سامنا کئے جنگ کریں۔

جب میں تخت سلطنت سے دستبردار ہوا اور امور سلطنت کی انجام دہی اور یہ تمام امور و احکام جہانداری اور نظام شہر یاری اپنے برادر عزیز مؤید سلطان محمد کے سپرد کر دیا ان کو جو پہلی نصیحت میں نے کی وہ یہی تھی کہ دائرہ رجال الغیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ ان مردان غیب کی ملازمت تمام دنیوی اور دینی مہمات میں فائدہ بخش ہوگی۔

رجال الغیب کی رفتار کا بیان

اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رجال الغیب سے التزام کا کیا طریقہ ہے؟ ان سے کس طرح ملا جائے اور کس طرح پر ان کی مدد حاصل کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کے وظائف سے فراغت کے بعد ان کے "دائرہ" پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ اس دائرہ میں جس طرف بھی ہوں ادھر متوجہ ہو کر کہنا چاہیئے (دل کو اس طرف متوجہ کر کے کہیں) کہ يَا اَرْوَاحَ الْمُقَدَّسَةِ يَا رِجَالَ الْغَيْبِ اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ وَانْظُرُوْنِيْ بِنَظْرَةٍ۔ (اے ارواح پاک، اے مردان غیب میری مدد کرو اپنی قوت سے اور مجھے دیکھو نظر کرم سے) اور پوری توجہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہے آخر میں انکی طرف پیٹھ کرے اور انکو

www.maktabah.org

اس وقت اپنا پشت پناہ سمجھے اور فکر و ذہن میں اس بات کو رکھے کہ میں نے کسی پر اعتماد کیا ہے اور اس بھروسہ پر اپنے کو کچھ بچا کر دے اور اسی طرح پابندی کرے جس نیت سے کرے گا وہ بر آئے گی ۔ یہاں تک کہ بادشاہوں کی محفلوں اور سلوک کی مجلسوں اور قاضیوں، مدرسوں، دعوتِ اسماء اعظم کے موقعوں وغیرہ پر ہر جگہ اس معائنہ دائرہ کا خیال رکھے ۔ **دائرہ رجال الغیب** یہ ہے جو اصل میں گول تھا کاتب نے آٹھ رخ سے اسکو درج کیا تاکہ سمجھنے اور نمونہ بنانے کے زیادہ قریب ہو جائے۔

۷۸۶

بائب ۵ و ۱۳ و ۲۰	مغرب ۴ و ۱۲ و ۱۹ و ۲۷	نیرت ۲ و ۱۰ و ۱۷ و ۲۵
شمال ۸ و ۱۵ و ۲۳ و ۳۰	یہ رجال الغیب کے آٹھ خانے ہیں	جنوب ۳ و ۱۱ و ۱۸ و ۲۶
ایسان ۶ و ۲۱ و ۲۸	مشرق ۷ و ۱۴ و ۲۲ و ۲۹	کیرت (اگنی) ۱ و ۹ و ۱۶ و ۲۴

اگنی دان — (ا ط یو کد) ۱ ۹ ۱۶ ۲۴
بشرقستان — (ید کب کط) ۱۴ ۲۲ ۲۹
جانب ایسان — (و کا کح) ۶ ۲۱ ۲۸
شمال اندر — (ح یہ کج ل) ۸ ۱۵ ۲۳ ۳۰
دکن بائب دان — (ہ یج ک) ۵ ۱۳ ۲۰

موی مغرب — (د یب یط کز) ۴ ۱۲ ۱۹ ۲۷
نیرت دان — (ب ی یز کہ) ۲ ۱۰ ۱۷ ۲۵
جنوبی بین — (ج یا یح کو) ۳ ۱۱ ۱۸ ۲۶

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یاد کر لینے کے لئے میں نے مختصر سا قاعدہ نظم کیا ہے تاکہ طبع اصحاب و فہم احباب کو پسندیدہ و مرغوب ہو اور یاد کر لینے میں آسانی ہو اور وہ یہ ہے ؎

www.maktabah.org

اگر خواہی کہ بدلا را بدانی از رہ فطیان — اگر ہو چاہتے جانو مقام ابدال کا ہر آن
حساب ابجد از حرفش شماری کن یقین میدان — حساب ابجد کا اُسکے حرف سے کر از رہِ ایقان
ا۔ط۔یو۔کد۔ہے کیرت ہیں — ن۔ید۔کب۔کط ہے شرقستان
۱-۹-۱۶-۲۴ — ۷-۱۴-۲۲-۲۹
و۔کا۔کح۔کو ایساں میں — ح۔یہ۔کج۔ل شمالستان
۶-۲۱-۲۸ — ۸-۱۵-۲۳-۳۰
ہ۔یج۔ک جانب باشب — د۔یب۔یط۔کز ہے غربستان
۵-۱۳-۲۰ — ۴-۱۲-۱۹-۲۷
ب۔ی۔یز۔کہ تو ہے نیرت — ج۔یا۔یح۔کو جنوبستان
۲-۱۰-۱۷-۲۵ — ۳-۱۱-۱۸-۲۶
زا شرف مرجع الیشان شنو از ضابطہ آسان — مقام انکا سنو اشرف سے اسکا قاعدہ آسان
اگر درکار بر بندی بر آید کامت از یزدان — تمہارا جو ارادہ ہوگا بر لائے گا وہ یزدان

اخیار یہ تین سو ہیں، صاحب کشف المحجوب کا قول ہے کہ اخیار سو ہیں۔

شعر

شدہ آن بادشاہ غوث را یاد — ہوئے ہیں بادشاہ غوث کے یار
سپاہی جاد دانہ سیصد اخیار — ہمیشہ تین سو اشخاص اخیار

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حضرات سات سو ہیں اور اٹھارہ افراد کا ایک گروہ ان اخیار میں سے درگاہ باری تعالے کے نوّاب ہیں اور بارگاہ ایزدی کے دربان ہیں۔

ابرار وہ سات شخص ہیں بعض نے کہا ہے کہ چھ ہیں۔

نقبا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ٹھیک ہوئے اسم باطن ہیں۔ پس مطلع ہوئے لوگوں کے پوشیدہ امور پر تو دلوں کے بھیدوں کو نکال لیا بسبب کھل جانے پردوں کے اسرار کے چہروں سے اور وہ تین سو ہیں اور یہ صاحب فصوص اور ان کے مقلدوں کا قول ہے۔ صاحب کشف المحجوب (علی ہجویری) فرماتے ہیں کہ نقباء صرف تین حضرات ہیں۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ جہاں کہیں بھی نقباء، نجباء، اور ابدال کی تعداد کا ذکر ہوا ہے وہاں لفظ نفس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مرد کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے! نفسًا کہا ہے رجلًا نہیں کہا ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالحہ عورت بھی اس مرتبہ پر فائز ہو ایسی رجلًا کس طرح کہا جا سکتا ہے؟۔

www.maktabah.org
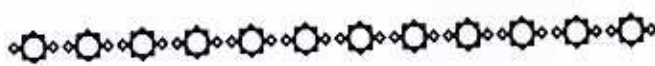
نجبا حضرات نجبا کی تعداد چالیس ہے یہ لوگوں کے امور کی اصلاح اوران کے بار کے اٹھانے کے لئے قائم ہیں صرف خلق کے حقوق میں تصرف کرنیوالے ہیں۔

مکتومان یہ چار ہزار اشخاص ہیں جو قبۂ عزت ونقاب عفت میں پوشیدہ ومستور ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے خود اپنے حال کے جمال سے بے خبر ہیں، ہر حالت میں خود اپنی ذات کے امور سے اور خلق سے مستور وپنہاں رہتے ہیں۔ بعض مشائخ کرام نے حدیث قدسی أَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قُبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اوران کو کوئی نہیں پہچانتا) کا اطلاق ان حضرات پر کیا ہے اوران مکتومان کو حضرات درگاہ حق تعالیٰ کے سپاہی اور بارگاہ مطلق کے عہدہ داروں سے جو مہمات عالم میں ارباب حل وعقد ہیں باہر جانتے ہیں۔

مفردان یہ ان لوگوں سے مراد ہیں جو نظر قطب سے علیحدہ ہیں حضرت شیخ معروف دیموی نے عرض کیا کہ قطب وغوث کے احاطہ علم واطلاع سے کوئی شخص باہر نہیں ہے۔ حضور کے ارشاد ہیں کہ وہ نظر قطب سے خارج ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارج سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی فرد قطب کے ادراک یا غوث کی اطلاع سے خارج ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ابدال اوتاد، اخیار اور دوسرے حضرات جو درگاہ الٰہی کے سرہنگ ہیں اور حضرت سبحانی کے نائبین ہیں امور عالم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور غوث کے مشورہ کے محتاج ہیں برخلاف مفردوں کے کہ وہ ان احکام سے خارج ہیں اور دائرہ ہدایت میں داخل ہیں مثل مکتوم حضرات کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین، حضرت ابن القاعد کو یکتائے بارگاہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ محمد ابن القاعد مفردین سے ہیں۔ صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ مفردون ایک ایسی جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہے اور خضر علیہ السلام انہیں سے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت انہیں سے تھے۔ اس سلسلہ میں باقی تحقیق اور اس بزرگ جماعت کا بیان میں نے شرح رسالہ غوثیہ میں کیا ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے جو اس سلسلہ میں تحقیق کا طالب ہے وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب بارگاہ الٰہی کا کوئی نائب فوت ہو جاتا ہے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اس ترتیب کو بیان کیا جا چکا ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ میں مجھ پر منکشف فرمایا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ بعض مشائخ نے درجہ بدرجہ ان کی منتقل کے بارے میں ایک دوسری ترتیب بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ شرح تعرف میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی امت چارسو ابدال سے خالی نہیں ہے (ہر امت میں چارسو ابدال ہوتے ہیں) ان حضرات میں چالیس اوتاد ہوتے ہیں ان چالیس اوتاد میں چار نقیب ہوتے ہیں اور چار نقیبوں میں ایک قطب ہوتا ہے۔ کافروں کی سلامتی مسلمانوں کی برکت کی وجہ سے ہے اور تمام مسلمانوں کی سلامتی ابدال کی وجہ سے ہے اور ابدال کی سلامتی

www.maktabah.org

اوتاد کی وجہ سے ہے اوتاد کی سلامتی نقبا کی برکت سے وابستہ ہے اور نقبا کی سلامتی قطب کی برکت سے ہے جب قطب وقت انتقال فرماتا ہے (چوں قطب بہ میرد) تو نقیبوں میں سے ایک نقیب ان کی جگہ کو پُر کرتا ہے اور جب نقبا میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اوتاد میں سے ایک اس کی جگہ کو پر کرتا ہے اور جب اوتاد میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو ابدال میں سے ایک اس کی جگہ آجاتا ہے اور جب کوئی ابدال اپنی جگہ خالی کرتا ہے تو نیک بندوں اور مومنوں میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر فائز کیا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ مردان غیب ۳۵۶ حضرات ہیں جو ہمیشہ دنیا میں موجود رہتے ہیں جب ان میں سے ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اس طرح تین سو چھپن (۳۵۶) کی یہ تعداد کبھی کم نہیں ہوتی یہ تین سو چھپن حضرات چھ طبقوں پر تقسیم ہیں پہلا طبقہ تین سو حضرات پر مشتمل ہے یہ اولیا کا طبقہ ہے ان کو مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ چالیس نفوس پر مشتمل ہے ان کو ابدال و مردان غیب کہتے ہیں۔ تیسرا طبقہ سات افراد پر مشتمل ہے ان کو اوتاد کہا جاتا ہے مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھا طبقہ پانچ نفوس پر مشتمل ہے ان پانچ حضرات کو اخیار کہتے ہیں مردان غیب بھی کہا جاتا ہے پانچواں طبقہ تین افراد پر مشتمل ہے یہ تینوں حضرات نقبا کہلاتے ہیں ان کو مردانِ غیب بھی کہا جاتا ہے طبقہ ششم میں صرف ایک ذات واحد ہے جس کو غوث یا قطب کہا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ عالم کا وجود عالمِ کثرت غوث یا قطب کے دم قدم سے قائم ہے جب اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا شخص اس کی جگہ لے لیتا ہے، کوئی مخلوق یا پہاڑ اور صحرا ان کے لیے حجاب نہیں بن سکتا اگر وہ مغرب میں رہتے ہیں تو اہل مشرق کو دیکھ لیتے ہیں اور اگر مشرق میں رہتے ہیں تو اہل مغرب کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن لوگ ان کے پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کا پہچاننا ناممکن ہے یعنی وہ زہد و پارسائی اور فضیلت سے خود کو منسوب نہیں کرتے ہیں بس بظاہر دوسرے لوگوں کی طرح رہتے ہیں لیکن اپنے باطن کو ماسوی اللہ سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کبھی نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کو مردان غیب کہا جاتا ہے۔

قطعہ

ازان در پردہ می باشند مستور	وہ ہیں اس واسطے پردہ میں مستور
کہ در چشم کسان نبوند منظور	کہ چشم غیر میں وہ ہوں نہ منظور
مر ایشان را نباشد ہیچ آثار	نہیں ان کے لئے ہے کوئی آثار
کہ از وی می توان کردن پدیدار	کہ جس سے ہوسکیں سب پہ پدیدار

صوفی کون ہے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ تصوف کے نام کا اطلاق اس کی کیفیت اور صوفی نام کا کس طرح آغاز ہوا اور اس کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ رسالہ قشیریہ میں اس طرح ہے۔

اللہ تعالے تم پر رحم فرماتے۔ تم کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو حضرا

www.maktabah.org

بزرگ شمار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی نام نہیں رکھا گیا یعنی وہ کسی علمی نام سے موسوم نہیں کیے گئے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی اسی لیے ان اصحاب کو صحابہ کہا گیا (صحابہ کے افضل نام سے موسوم کیے گئے) اور ان کے بعد کے زمانہ والوں کا جنہوں نے صحابۂ کرام سے فیض صحبت حاصل کیا تھا تابعین نام رکھا گیا کہ ان کے لیے یہی سب سے بڑی اور بزرگ علامت تھی۔ اور ان کے بعد جو حضرات گزرے ان کو تبع تابعین سے موسوم کیا گیا اس کے بعد اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف طبقات میں بٹ گئے۔ تبع تابعین کے بعد جو لوگ خواص میں شمار کیے جاتے تھے اور امورِ دینی میں کافی اہتمام کرتے تھے ان کو زاہدوں اور عابدوں کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ ان حضرات کے بعد بہت سی نئی نئی باتیں ظہور میں آئیں اور بہت سے مدعی پیدا ہو گئے اور گروہوں میں بٹ گئے اور ہر فریق یہ دعویٰ کرنے لگا کہ وہ زاہد ہیں ہے پس اہل سنت و جماعت سے جو حضرات خواص تھے وہ ان سے الگ تھلگ ہو گئے وہ اپنے اوقات اللہ کی یاد میں صرف کرتے تھے اپنے دلوں کی نگرانی کرتے تاکہ غفلت کی راہوں پر قدم نہ پڑیں انہوں نے لفظ تصوف کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ اور یہ نام دوسری صدی ہجری سے قبل ہی مشہور ہو گیا (اور یہ خواص اہل سنت و جماعت صوفی کہلانے لگے ہیں)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس گروہ میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے جس بزرگ کو موسوم ملقب کیا گیا وہ ابوالہاشم صوفی ہیں۔ آپ سے پہلے جو بزرگ گزرے ہیں وہ اپنے زہد و ورع سے موصوف تھے اور توکل و عبادت اور طریق محبت میں مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی صوفی نہیں کہا گیا۔ (ان حضرات کو زاہد، عابد، متوکل کہا جاتا ہے) چنانچہ حضرت سفیان ثوری قدس سرہٗ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ابوالہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتے، وہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب تک ہم نے ابوالہاشم صوفی کو نہیں دیکھا تھا ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی خانقاہ جو صوفیوں کے لیے بنائی گئی وہ شام کی ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہوا کہ ایک عیسائی امیر شکار کے لیے گیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس نے دو افراد کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملے۔ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے پھر اسی جگہ بیٹھ گئے اور کھانے پینے کا جو سامان ان کے پاس تھا ان دونوں نے نکال کر سامنے رکھا اور دونوں نے مل کر کھایا اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔ عیسائی امیر کو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا ان میں سے ایک فرد کو بلا کر دریافت کیا کہ وہ دوسرا شخص کون تھا انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں! کہا! تمہارا اس سے رشتہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ امیر نے کہا کہ وہ آیا کہاں سے تھا تو انہوں نے کہا مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ اس امیر نے کہا پھر یہ محبت کیسی تھی جو

www.maktabah.org

تم نے آپس میں کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ دستور اور طریقہ ہے! امیر نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم سب لوگ جمع ہوتے ہو۔ درویشں نے کہا نہیں ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے امیر نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے جگہ کا انتظام کردوں جہاں تم سب یکجا ہوسکو۔ درویشں نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے۔ پس حاکم نے شام میں رملہ کے مقام پر ایک خانقاہ بنوادی۔ پیر ہری (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری) نے اس خانقاہ کی تعریف میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔

اشعار

خیر دارٍ حل فیھا خیر اصحاب الدیار	کیا ہی اچھا گھر ہے جس میں اتریں فخر روزگار
وقدیما وفق اللہ خیر الاخیار	اور ہمیشہ اچھوں کو اس میں رکھے پروردگار
ھی المعالم والاطلال علیھا	چوٹیاں ہیں اور ہیں ٹیلے علامت کے لئے
من الاحباب الآثار	اس پہ ہیں احباب کے آثار کیسے خوشگوار

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے شرح تعرف سے یہ قول نقل فرمایا کہ اس میں آیا ہے کہ: جب پوچھا گیا کہ صوفیہ کو صوفیہ کیوں کہا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صوفی کو اس وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے ان کا ہر باطنی راز اور ہر ظاہری اثر درست و راست ہوتا ہے۔ یعنی ان کا ظاہر و باطن روشن ہوتا ہے۔ باطن کی پاکیزگی یہ ہے کہ حق کے سوا ہر چیز سے انہوں نے اپنے باطن کو الگ کرلیا ہے (غیر حق سے باطن کو پاک کرلیا ہے)، نہ غیر خدا سے امید رکھتے ہیں اور نہ غیر خدا سے کچھ سوال کرتے ہیں۔ اور جو چیز ان کو حق تعالیٰ سے باز رکھے اور اپنا مشغول کرے اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور آثار ظاہری کی پاکیزگی یہ ہے کہ ان میں ریا نہیں ہوتا عجب و غرور سے پاک ہوتے ہیں۔ غرض و طمع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس قدر خدمت زیادہ کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات نے صوفی کی تعریف اس طرح کی ہے کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے صاف ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بزرگی و کرامت کی نسبت عطا کی گئی ہو۔

حضرت نورالعین نے صوفی کی تعریف دریافت کی آپ نے حضرت شیخ سے نقل کیا کہ صوفی تو نیست ہوتا ہے اور اگر ہست ہے تو صوفی نہیں ہے اور وہ یوں ہے کہ اس نے کہا حالانکہ وہ اس کی طاقت سے نہ تھا۔ خبر نہیں کہ اس نے کہاں سے اور کس سے سنا تھا۔ سبحان اللہ اس سے زیادہ عجیب امر کس نے دیکھا کہ جہان میں نہیں ہے اور اگر ہے تو کوئی لباس میں پوشیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ مع اس جسم کے میرے دل میں گم ہے اور دل جان میں ہے اور وہ اس سے ہمیشہ زندہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ ابوالحسن خرقانی سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا صوفی سجادہ و مرقع سے صوفی نہیں ہوتا اور رسم و رواج سے صوفی نہیں ہوتا صوفی وہ ہے کہ نیست ہو بلکہ اس کا دن ایسا ہو کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات ایسی ہو کہ چاند اور تاروں کی ضرورت نہ ہو ایسا نیست ہو کہ اس کو ہستی کی

www.maktabah.org

حاجت نہ ہو اور صوفی ہونے کے لئے شرط ہے کہ رات دن حق تعالیٰ کی یاد میں بیدار رہو اور صوفی کی بیداری کے لئے شرط ہے کہ جب یادِ حق کرے تو اس کا سر سے پاؤں تک حق تعالیٰ کی یاد سے باخبر رہے نہ یہ کہ صرف لباس بدل ڈالے اور صوفی ہو جائے۔

رباعی

پوشندہ مرقع اند این حامی چند — نادان خرقہ پوش اعوام ہیں چند
بربستہ طامات الف لامی چند — محبوس ہوا حریص الف لام ہیں چند
نارفتہ رہ صدق وصفا گامی چند — رکھتے نہیں ہیں راہ صدق میں گام ہیں چند
بدنام کنندہ نکو نامی چند — بدنام کنندہ نکو نام ہیں چند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اے عزیز صوفی بننا صرف دعوے سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے گواہ چاہیئے۔ ایک پوری عاجزی دوسرا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

رباعی

ہر کہ او دعویٰ تصوف می کند — جس نے بھی دعویٰ تصوف کا کیا
در رہِ عرفان تعرف می کند — اور عارف راہِ عرفاں کا بنا
گر دو شاہد از توجہ و انکسار — لائے دو شاہد توجہ انکسار
آورد ورنہ تکلف می کند — ورنہ دعویٰ ہے تکلف سے بھرا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی کی خدمت میں یہ فقیر اور حضرت میر سید علی ہمدانی اور مشایخ زمانہ کا ایک گروہ سب بیٹھے ہوئے تھے کہ تصوف کے معنی اور اہل عرفان کی بات نکلی۔ مجلس شریف و محفل لطیف کے حاضرین سے ہر ایک نے اقتضاء وقت اور اپنی رسائی کے موافق معانی تصوف و ارباب تعرف کو بتکلف کلام دربار اور گویائی گوہر نثار سے بیان فرمایا۔ کسی نے کہا تصوف بالکل ادب ہے اور کسی نے کہا تصوف بالکل فضول کو ترک کر دینا ہے۔ کسی نے کہا تصوف اب نام ہے نہ کہ حقیقت اور پہلے حقیقت تھا نہ کہ نام ہی نام۔ رویم سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ صوفی وہ ہے کہ نہ کسی چیز کا مالک ہو نہ کسی کو مالک بنائے یہ بھی کہا کہ تصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ بالکل ادب ہی ادب ہے۔ جب سب بزرگوں نے باری باری معانی کے موتیوں کو رشتۂ بیان میں پرو دیا حضرت عبدالرزاق کاشی نے صاحب فتوحات سے نقل کیا کہ فرمایا تصوف خلق کا حق سبحانہ و تعالیٰ میں گم ہو جانا ہے۔ فرمایا تصوف خارج ہونا ہے اور داخل ہونا ہے یعنی تم سے نکلنا اور تم میں داخل ہونا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالرزاق کاشی سے پوچھا کہ حضرت شیخ اکبر نے صوفی کے بیان میں کیا فرمایا ہے؟ فرمایا صوفی وہ ہے جس کا نہ کوئی نام ہے نہ رسم ہے اور نہ وصف ہے اور اس کی نشانیاں مٹ چکی ہیں۔ فرمایا صوفی

www.maktabah.org

وہ ہے جس میں کوئی وصف قابل بیان نہیں پایا جاتا اور نہ ان کا پہچاننا خلق پر مشتبہ ہے۔ فرمایا جس نے دنیا کو اہل دنیا کے لئے اور آخرت کو اس کے طالب کے لئے اور انانیت وغرور کو شیطانوں کے لئے چھوڑ دیا اور جہل کی تاریکی اور علم کی روشنی کے درمیان سے نکلا اور شرک خفی سے بچا اور ماسوا اللہ سے نظر ہٹا لیا تو اس کے باطن قلب نے جمال صدیقیت کے نور کو عرش پر حاصل کیا اور یہ پہلی صفت صوفی کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض اکابر مشائخ نے تفصیلی طور پر اور بہت سے بزرگوں نے تاویل کے ساتھ معانی بیان فرماتے ہیں لیکن مجھے ان تمام تعریفوں میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ کا مقولہ بہت پسند آیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے التصوف کلّہ ادبٌ (تصوف تمام تر ادب ہے) اس لیے کہ تصوف کے تمام مجموعی معانی بلکہ ابتدا سے انتہا تک تصوف کا جو کچھ مقصود و مطلوب ہے اور جو کچھ اصحاب و ارباب تنبیہ کے لیے ہے وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس طائفہ علیہ کے اکثر احوال اور صوفیۂ کرام کے مقامات موجود ہیں۔ مثلاً اوّلاً اس جملہ میں یا اس تعریف میں وحدانیت کا اقرار ہے اور فردانیت کی اطلاع موجود ہے۔ درویشوں کی خدمت کے تمام لوازم ادب میں داخل ہیں۔ تمام عبادات و معاملات جیسے نماز، روزہ اور اس طرح کے دوسرے امور سب کچھ ادب ہے۔ سلوک میں جس قدر مختلف اذکار و اشغال ہیں اور حلیہ ہائے متنوعہ، مراقبہ، مشاہدہ اور وہ تمام دوسرے امور جو اس گروہ کے لیے مخصوص ہیں وہ حقیقت میں ادب ہی میں داخل ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ اس ادب سے بالاتر اور کون سا ادب ہو سکتا ہے کہ صوفی دوست کی عظمت و کبریائی اور اس کی بزرگی کے ملاحظہ کے بعد ہمہ اوست کا نعرہ بلند کرتا ہے اور سالک کو مراقبہ وحدت اور کثرت میں مشاہدہ وجہ خاص سے فنا الفنا حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بقا انعقاد سے مل جاتا ہے۔

غزل

کمال وحدتش چون اقتضا کرد
وجود کائنات او انتفا کرد
حضور حضرتش چون دید سالک
ادب آن بود کو خود را فنا کرد
چو سالک از شعور انتفا رفت
وجود خویش را آنگہ بقا کرد
چو چشم از کحل وجدان کرد مکحول
ہمہ حق دید ہر کہ چشم وا کرد
بل از ہر ذرۂ اشرف شنیدہ
"انا الحق" ہم چو بو یحییٰ ندا کرد

کمالِ شان وحدت نے جو چاہا
وجودِ خلق کو بالکل چھپایا
جو دیکھا بارگہ سالک نے اُس کی
ادب یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا
شعور نفی سے گذرا جو سالک
وجود اپنا فنا سے تب بچایا
لگایا کحل وجدان آنکھ میں جب
تو آنکھوں نے اسے سب حق دکھایا
سنا اشرف نے ہر ہر ذرہ سے ہے
"انا الحق" مثل بو یحییٰ تھا کہتا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت پیر ہروی قدس سرہٗ سے نقل فرماتے تھے کہ وہ کہتے ہیں تصوف اور تعرف نہیں ہوتے، تصوف اور تصرف جمع نہیں ہوتے اور دنیا کا افسوس کرنا اور اس کی قیمت رکھنا انسان کو تصوف کے دائرہ سے نکال لیتا ہے بالکل اسی طرح جیسے خمیر سے بال نکال لیتے ہیں۔ صوفیوں کی نظر میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس کے لیے وہ غمگین نہیں ہوتے اگر تم دنیا کو ایک لقمہ بنا کر صوفی کے منہ میں ڈال دو تو یہ اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف یہ ہے کہ اس کو حق تعالےٰ کی رضا جوئی میں خرچ نہ کرو۔ حق تعالیٰ تم سے ترک دنیا اس قدر نہیں چاہتا جتنا کہ وہ دنیا کی دوستی اور محبت کو تمہارے دل سے مٹانا چاہتا ہے یعنی تم دنیا کی محبت کو ترک کردو! دنیا تو تمہارے لئے ایک مٹی کا ڈھیلا ہے اور تم کو اس سے غیرت ہے۔

شیخ ابوالوفا خوارزمی نے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیا کہ ان حضرات (فقراء) کو صوفی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ دو اعتبار سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے یا صفاد اسرار کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ وصف میں اول ہوتے ہیں باعتبار ان دونوں معنی کے صوفی ان کو سب نے کہا ہے اکثر لوگ تو اس لحاظ سے ان کو صوفی کہتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اختیار کر لیا ہے (صوف کا لباس پہنتے ہیں) اور صوف پیغمبروں (علیہم السلام) کا لباس ہے اس کی تشریح حسب موقع ان شاء اللہ کی جائے گی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصحاب تصوف کی نسبت صفا وارباب صفت سے نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ صوفیوں کے اخلاق اصحاب صفہ سے لیے گئے ہیں۔ صفہ مدینہ منورہ میں اس جگہ کا نام ہے جس کو قبا کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ سے یہاں کا فاصلہ" دو فرسنگ کا ہے۔ وہ درویش جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے یہاں رہتے تھے۔ یہ حضرات دنیا اور اصحاب دنیا سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ یہ اصحاب صفہ جن کی تعداد چالیس افراد تھی صرف ایک ایک خرما کھا کر وقت گزارا کرتے تھے اور ان کے پاس پہننے کے لیے بہت کم کپڑے تھے اکثر برہنہ رہتے تھے، اور یہ حضرات خود کو ریت میں چھپا لیا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو سب کے لیے صرف ایک جوڑے کپڑے تھے۔ ایک فرد یہ کپڑے پہن کر نماز ادا کرتا باقی ریت سے جسم ڈھانکے رہتے۔ یہ شخص جب نماز ادا کر لیتا تو یہ کپڑے دوسرا شخص پہن لیتا اور نماز ادا کرتا اسی طرح یکے بعد دیگرے سب اسی ایک لباس سے نماز ادا کرتے۔ مذہب تصوف کی اصل اسی سے ہے۔ یعنی دنیا سے اعراض کرنا، مخلوق سے خصومت نہ کرنا جو کچھ مل جائے اسی پر قناعت کرنا اور جو نہ ملے اس کی طلب وجستجو نہ کرنا، توکل پر زندگی بسر کرنا اور اختیار اللہ تعالےٰ کے حوالہ کرنا اور قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ اہل وطن اور دوستوں سے الگ تھلگ رہنا یہ تمام صفتیں اہل صفہ کی تھیں اور بعینہ یہی تمام صفات اصحاب تصوف کی ہیں اور صوفیہ کا اصل طریقہ یہی تھا۔ امتداد زمانہ سے یہ تمام صفات تباہ ہوگئیں جس طرح اور بہت سی خرابیاں دوسرے معاملات میں پیدا ہوگئیں۔ اصل مذہب میں طعن نہیں ہے بلکہ طعن تو اس شخص کے بارے میں ہے جو مذہب کے خلاف کرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی سوداگر خیانت و بددیانتی کرے

www.maktabah.org

تو اس سے اصل تجارت پر حرف نہیں آتا بلکہ قصور سارا تاجر کا ہے (نہ کہ تجارت کا) یا کوئی غازی میدانِ جنگ سے بھاگ جائے تو اس سے جہاد پر حرف نہیں آتا کوئی عالم دنیا کا طلب گار بن جاتے تو اصل شریعت تباہ نہیں ہو سکتی بادشاہ ظلم و ستم پر کمر باندھے تو بادشاہت کا قصور نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ہر گروہ ایک دوسرے کے لائق ہوا ہے (رہبر روزگار سے ہر گرد بے در خور یکد بگر باشند) صوفیہ بھی اصل میں اسی طریقت کے حامل گزرے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ صوفیوں کے لیے دستبد (زوال) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیر ہروی فرماتے ہیں۔ حال محال اور کلام میں باطل اشارات۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر یزد نیاز قدس سرہٗ نے خواب میں خداوند عزوجل کا مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ الٰہی میری ایک حاجت ہے اس کو پورا فرمادے ؎

شعر

شبی حق را کسی در خواب دیدہ　　کسی نے خواب میں حق کو جو دیکھا
نیازی خواست شد در آب دیدہ　　مدد چاہی ہوا وہ آبدیدہ

ان کو جواب ملا کہ اب اور اس سے بڑھ کر کیا چاہتا ہے کہ میں نے تجھ کو صوفیوں کے دستبد سے رہا کر دیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی تو یہاں دنیا میں مہمان ہے اور مہمان کا میزبان سے کسی بات کا تقاضا کرنا شرطِ ادب نہیں ہے۔ اس کو تو منتظر رہنا چاہیئے تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغداد کے عجائب تین ہیں:۔ (۱) شبلیؒ کی فریاد، (۲) مرتعش کے نکات اور (۳) خلدیؒ کی حکایات۔

شیخ عبداللہ باکو فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ رودباری کا ارشاد ہے کہ تصوف تکلف کو ترک کرنا اور یکسوئی کو اختیار کرنا ہے اور دعویٰ بزرگی کو ترک کر دینا ہے۔ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ہے کہ تصوف نام ہے تمکین و تلوین کے تخت پر جلوس کرنے کا۔ الٰہی ہم کو اور تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم فرمادے۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۵

معجزہ وکرامت اور استدراج میں فرق
اور کرامت کے دلائل اور معراج شریف کا تذکرہ

(در بیان تفریق معجزہ وکرامات واستدراج و دلائل اثبات کرامت
وذکر معراج رسول علیہ السلام)

قال الاشرف:

الکرامة هی خارق العادة تصدر عن هذه الطائفة علی حسب المراد والغیر

ترجمہ:- اشرف کہتا ہے کہ کرامت ایک امر خارق العادۃ ہے جو صوفیہ کرام سے ان کی مراد کے مطابق اور بغیر مراد کے ظہور میں آتا ہے۔

حضرت نور العین نے خوارق واستدراج کی اقسام کے بارے میں درخواست کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں بیان کیا ہے:-

"جب انسان سے کوئی فعل خلافِ عادت سرزد ہوتا ہے تو یا تو دعویٰ کے ساتھ ہوتا ہے یا بغیر دعویٰ کے ہوتا ہے اس کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ دعویٰ کے ساتھ ہو۔ اب یہ دعویٰ خدائی کا ہوگا یا پیغمبری یا ولایت کا یا جادو کا ہوگا یا اطاعت شیاطین کا پس اس پہلی قسم کی بھی چار قسمیں ہوگئی ہیں اول یہ کہ وہ دعویٰ خدائی کا ہوا اور ہمارے اصحاب نے ایسا دعویٰ کرنے والے سے ان خوارق کے ظہور کو ممکن قرار دیا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اس سے خلافِ عادت امور ظہور میں آتے تھے کہ جب وہ پانی پر چلتا تو پانی کے اوپر سے عام راستے کی طرح گزر جاتا اور جب سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور جب اترتا تو پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تاکہ آسانی سے اتر سکے اور چڑھ سکے۔ یہ تمام امور خلافِ عادات ہیں۔ علاوہ ازیں دجال کے بارے میں بھی ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس سے خوارق کا ظہور ہوگا۔ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہوگیا کہ اس کی شکل اور اس کی صورت اس کے دروغ پر دلالت کرتی ہے اور سوائے تلبیس کے ظاہر ہونے کے اور کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس طرح خلافِ عادت امور کے ظہور سے کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوتا۔

اب قسم دوم ہے۔ یعنی دعویٰ نبوت۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں جن کی صورت یہ ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کرنے والا یا تو صادق ہے یا کاذب پس اگر وہ صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ پر واجب ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے ان تمام لوگوں پر جنھوں نے نبوتِ انبیاء کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اگر یہ دعویٰ نبوت

www.maktabah.org

کرنے والا کاذب ہے تو اس سے خوارق عادات کا ظہور ممکن نہیں اور اگر ظاہر ہو جائے تو پھر حصول معارضہ واجب ہوگا۔

اب قسم سوم کی طرف آیئے۔ یہ دعوئی ولایت ہے پس جو لوگ کرامتِ اولیاء کے قائل ہیں ان کے مابین اس امر پر اختلاف ہے کہ دعوئی کرامت جائز ہے یا نہیں۔ پھر اس میں کہ خلافِ عادت امور اس کے دعوئی کے مطابق ظاہر ہوں گے یا نہیں۔

قسم چہارم کا تعلق ادعائے سحر وطاعت شیاطین سے ہے۔ ہمارے اصحاب (اشاعرہ) نے ایسے لوگوں سے بھی خوارق عادات کا ظہور ممکن قرار دیا ہے لیکن معتزلہ نے اس سے انکار کیا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ بغیر دعوئی کے کسی انسان سے امر خارق العادت سرزد ہو۔ پس وہ انسان جس سے اس کا صدور ہوا تو مرد صالح اور بارگاہ الٰہی کا پسندیدہ شخص ہوگا یا کوئی پلید اور گناہ گار بندہ ہوگا۔ پس اوّل کا تعلق کرامات اولیاء سے ہے اور ہمارے اصحاب و ائمہ اشاعرہ نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے لیکن معتزلہ نے انکار کیا ہے۔ سوائے ابوالحسن بصری اور ان کے شاگرد محمود خوارزمی کے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ کی قسم دوم یعنی امر خارق العادۃ کا مردودِ بارگاہِ الٰہی سے صادر ہونا استدراج کہلاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کرامات اولیاء کے اثبات میں دلائل کیا ہیں (وہ کون سے دلائل ہیں جن سے کرامات اولیاء ثابت ہے)، آپ نے فرمایا کہ ہمارے امام امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کرامات اولیاء کا ثبوت کتاب حق میں موجود ہے اور صحیح روایات اور اجماع اہل سنت وجماعت سے بھی ثابت ہے کتاب الٰہی میں یہ ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج [1]	جب بھی زکریا اس (کی عبادت) کے حجرے میں اس کے پاس آتے تو اس کے قریب (تازہ) رزق (موجود) پاتے۔

مفسرین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ بالاجماع وہ دیکھا جاتا تھا تو یہ آیت کرامات اولیاء کے منکر کے لئے حجت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے جائز ہے عقلاً اور نقلاً دونوں اعتبار سے۔ اس سلسلہ میں جواز عقلی تو یہ ہے کہ قدرت حق تعالیٰ میں کسی کو مجال ودخل نہیں ہے اور یہ ممکنات میں سے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔ اور یہ اہل سنت وجماعت کے مشائخ عارفین وعلماء اصولین وفقہائے محدثین کا مذہب ہے اور ان کی کتابیں اس بارے میں ناطق ہیں شرق وغرب اور عرب وعجم میں اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک پسندیدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات سے جائز ہے اولیاء کے لئے اس کے مثل کرامت

[1] پ ۳ آل عمران ۳۷

www.maktabah.org

سے جائز ہے لیکن عدم دعوٰی شرط ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے وہ غلط کہتا ہے اس لئے کہ ظہور معجزہ کے سلسلہ میں نبی پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کا دعوٰی کرے اور کرامت میں ولی پر واجب ہے کہ اس کو پوشیدہ رکھے البتہ ضرورت کے وقت اس کو ظاہر کرسکتا ہے۔ یا ایسی حالت ہو جس پر ولی کو اختیار نہ ہو یا اس کا اظہار محض اس لئے ہو کہ مریدوں کے اعتقاد کو ظہور کرامت سے تقویت حاصل ہو۔

معجزہ، خارق عادات اور استدراج

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خارق عادات، معجزہ، استدراج اور سحر ایک ہی امر ہے جب کسی پیغمبر یا مدعیٔ نبوّت سے زمانہ جواز نبوّت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہیں گے اور اگر ولی سے جو اوصاف ولایت سے متصف ہو اس کا ظہور ہو یعنی کوئی امر خلافِ عادت ظہور میں آئے تو کرامت ہے اور اگر کسی مخالف شریعت سے ایسا عمل صدور میں آئے تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتب سماوی (قرآن پاک، زبور و توریت) میں آصف بن برخیا (وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام) کی کرامت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ بلقیس کا تخت بلقیس کے دربار میں آنے سے پہلے ان کے سامنے حاضر کر دیا جائے اور خداوند تعالےٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت آصف برخیا کا یہ شرف مخلوق کو مشاہدہ کرائے اور اہل زمانہ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور جائز ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں ایسا کون ہے کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے تو

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ج [1]

ایک سرکش جن بولا میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی جلد چاہتا ہوں اس وقت آصف بن برخیا نے کہا:

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ط [2]

میں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ آپ کی پلک جھپکے۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ اس کام پر ان کو مامور کر دیا۔ نہ اس سے انکار کیا اور نہ اس امر کو انہوں نے ناممکن سمجھا۔ اور یہ امر بہر حال معجزہ میں داخل نہیں تھا۔ اس لیے آصف برخیا پیغمبر نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کو کرامت ہی سے موسوم کیا جائے گا۔ اسی طرح اصحاب کہف کا معاملہ ہے۔ ان کے کتے کا ان سے باتیں کرنا ان کا طویل مدّت کے لیے سونا، غار کے اندر ان کا داہیں بائیں کروٹیں لینا، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

---

[1] پ ۱۹ النمل ۳۹ [2] پ ۱۹ النمل ۴۰

www.maktabah.org
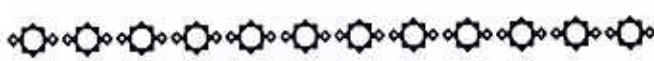
وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ [1] — اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔

یہ تمام امور خلافِ عادت ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں پس اس کو کرامت ہی کہا جائے گا۔

کرامت کا ثبوت حدیث شریف سے

حدیث صحیح ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گزشتہ لوگوں کے عجیب و غریب واقعات میں سے کوئی واقعہ (از راہِ کرم) ارشاد فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

"تم سے پہلے تین افراد کہیں جا رہے تھے جب رات کا وقت ہوا تو ایک غار میں رات بسر کرنے کے لیے چلے گئے۔ جب کچھ رات گزر گئی تو ایک چٹان پہاڑ سے ٹوٹ کر غار کے دہانہ پر گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کو یہاں سے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ بجز اس کے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے کسی نیک عمل کو خداوند تعالے کے حضور میں بطور شفیع پیش کرے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے ماں باپ زندہ تھے اور دنیا کی مال و دولت سے میرے پاس کچھ نہیں تھا جو میں ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ میرے پاس ایک بکری تھی اس کا دودھ میں ان کو پلا دیا کرتا تھا۔ میں ہر روز لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے باندھ کر لاتا اور اس کو بیچ کر اپنے کھانے پینے کا سامان خریدتا۔ ایک دن میں دیر سے واپس آیا رات ہو گئی تھی میں نے گھر آ کر بکری کو دوہا اور اس دودھ میں کچھ کھانے کی چیزیں ملا کر اپنے ماں باپ کے پاس لایا۔ یہ دونوں سو گئے تھے۔ دودھ کا وہ پیالہ میں ہاتھ میں لیے ان کے پاس اسی طرح کھڑا رہا۔ میں بالکل بھوکا تھا۔ میں ان لوگوں کے جاگنے اور انتظار میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ یہ دونوں بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ دودھ پیا۔ جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب میں بیٹھا۔ الٰہ العالمین! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو میری مدد فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد اس پتھر میں جنبش آئی اور تھوڑا سا شگاف غار کے دہانہ پر نمودار ہوا۔

اب دوسرے شخص نے کہا کہ میری ایک چچازاد بہن تھی۔ بہت حسین و جمیل! میں اس کی محبت میں گرفتار تھا ہر چند کہ میں اس کو اپنے پاس بلاتا تھا لیکن وہ کسی طرح میری بات ماننے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے اس کو سو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ایک رات تنہائی میں میرے ساتھ رہے گی۔ وہ جب حسبِ وعدہ میرے پاس

---

[1] پ ۱۵ الکہف ۱۸

www.maktabah.org

آگئی تو میرے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا اور میں نے اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بارالہا! اگر میں یہ بات سچ کہہ رہا ہوں تو میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے (پتھر دہن غار سے ہٹ جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور رستہ مزید چوڑا ہو گیا۔

شعر

اگر راست گویم درین بیدرنگ — اگر ٹھیک کہتا ہوں میں بیدرنگ
خدایا فراخی دہ از نائی تنگ — تو کردے کشادہ تو یہ راہِ تنگ

اب تیسرے ساتھی نے کہا! کہ میرے پاس کچھ مزدور کام کر رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی مزدوری روزانہ لے لیتا تھا۔ جب عمارت مکمل ہو گئی تو تمام مزدوروں نے اپنا اپنا حساب بے باق کر لیا لیکن ایک مزدور نہیں آیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خرید لی اور اس کی پرورش کرتا رہا اس طرح چالیس سال گزر گئے اور وہ شخص واپس نہیں آیا۔ میں اس کی بھیڑ اور اس کے بچوں کی پرورش کرتا رہا چالیس سال گزر نے کے بعد ایک دن وہ مزدور آیا۔

شعر

گزشت از ماجرائی ادچهل سال — رہا چالیس برس جب یہی حال
کہ پیدا شد زجائی صاحب مال — تو پھر آیا کہیں سے صاحبِ مال

اس نے کہا کہ شاید تمہیں یاد ہو کہ میں نے تمہارے یہاں مزدوری کی تھی، اب مجھے اجرت کی ضرورت ہے (جو تمہارے ذمہ باقی ہے) وہ مجھے اب ادا کر دو۔ میں نے کہا کہ بھیڑوں کا یہ ریوڑ تمہارا ہے اسے لے جاؤ۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے پس میں نے وہ سارا ریوڑ اس کے حوالہ کر دیا اور وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔ بار الہا! اگر میں یہ ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھ پر کشادگی فرما دے (غار کا راستہ کھول دے)۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پتھر غار کے دھانہ سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد غار سے باہر نکل آئے۔" ظاہر ہے کہ یہ بات بھی خوارقِ عادت میں سے ہے۔

جریج راہب کا واقعہ

اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے ایک راہب جریج نامی کا یہ واقعہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریج نام تھا۔ جریج بہت ہی عبادت گذار شخص تھا۔ اس کی ایک پردہ نشین ماں تھی۔

www.maktabah.org

شعر

در اسرائیلیان یک راہبی بود	تھا اسرائیلیوں میں ایک عابد
کہ جان در راہ دین او راہبی بود	کہ راہ دین پہ تھا صدقہ وہ زاہد

ایک دن جریج کی ماں اس سے ملنے کیلئے آئی۔ جریج نماز میں مشغول تھا اس لئے اس نے عبادت خانہ کا دروازہ نہیں کھولا جریج کی ماں بیٹے سے ملے بغیر واپس چلی آئی اسی طرح وہ دوسرے دن ، تیسرے دن ملنے کے لیے گئی اور بے نیل و مرام واپس چلی آئی۔ مایوسی کے عالم میں اس نے بد دعا کی کہ الہٰی! جریج کو رسوا کر دے اور میرا حق نہ ادا کرنے کے باعث اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ جریج کے قرب و جوار میں ایک بہت ہی بدسیرت عورت رہتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں جریج کو بُرے راستہ پر ڈالوں گی وہ خانقاہ کے اندر گئی اور جریج سے اپنا مطلب نکالنا چاہا لیکن جریج نے اس کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔ خانقاہ سے واپسی میں اس بدکردار عورت نے ایک گڈریئے سے زنا کرایا اور اس سے حمل ٹھہر گیا۔ وضع حمل کے وقت وہ شہر میں آئی۔ جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے لوگ جریج کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے اور اس کو پکڑ کر بادشاہ وقت کے پاس لے گئے۔ جریج نے (اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے) اس بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے بچے! بول کہ تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے تم پر بہتان لگایا ہے۔ میرا باپ تو فلاں گڈریا ہے (بس بچہ کا اس طرح کلام کرنا بھی ایک کرامت ہے)

شعر

ترا مادر من این بہتان نہادہ است	مری ماں باندھتی تم پر ہے بہتان
کہ جز چوپان مرا دیگر نزاد است	ہمارا باپ ہے بس ایک چوپان

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ سے یہ فرمایا ہے کہ اے میرے فرزند اگر کسی دن عرب و عجم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تم اس غار میں جا کر بیٹھ جانا جہاں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا (یعنی غار ثور میں) تمہارا رزق صبح و شام تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں اولیا اللہ کی کرامت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت امام مستغفری اپنے استناد سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس دروازہ پر لے جا کر رکھ دینا جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے اندر مزار اقدس ہے) تم اس دروازہ پر ہاتھ مارنا۔ اگر ہاتھ مارنے سے دروازہ کھل جائے تو اس کے اندر مجھے دفن کر دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انتقال کے بعد ہم نے ایسا ہی کیا اور مزار اقدس کے دروازہ پر ہاتھ مار کر عرض کیا یہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ یہ آپ کے پہلو میں دفن ہونا چاہتے ہیں ہمارے یہ عرض کرتے ہی دروازہ کھل گیا اور ہم کو یہ

www.maktabah.org

نہ معلوم ہو سکا کہ دروازہ کس نے کھولا۔ ہم سے کسی نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو دفن کر دو۔ تمہاری عزت و توقیر کی جائے گی۔ ہم کو یہ آواز کس نے دی اور کس نے کہا؟ ہمیں نہیں معلوم! کہ ہم نے وہاں کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

امام مستنفری نے مالک بن انس کی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے (خطبہ دے رہے تھے) کہ آپ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا۔

اے ساریہ بن زہنم! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑیوں کو بھیڑ بکریاں چرانے پر مقرر کیا اس نے ظلم کیا۔

لوگوں کو دوران خطبہ ساریہؓ کے ذکر سے بڑی حیرت ہوئی کہ اس وقت ساریہؓ عراق میں اسلامی لشکر کے ساتھ تھے لوگوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا کہ آج خطبہ میں ہم نے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان سے ساریہ کا ذکر منبر پر کرتے سنا اور ساریہ عراق میں ہیں! یہ کیا بات ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا بھلا ہو! ان پر اعتراض کرو۔ وہ جس بات کو کہتے ہیں اس سے عہدہ برآ ہونا خوب جانتے ہیں قریب تھا کہ ساریہ آئیں اور دشمن سے بھڑیں پھر وہ ان کو شکست دے پھر وہ پہاڑ کی طرف آیا تو آسمان سے آواز آئی لے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف جس نے شبانی بھیڑیوں کے سپرد کر دی اس نے ظلم کیا اور یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی جس کو انہوں نے سنا۔ اسی طرح تمام صحابۂ کرام و تابعین و تبع تابعین حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور طبقہ بہ طبقہ مشائخ طریقت سے اس قدر کرامتیں اور خلافِ عادت امور ظاہر ہوئے ہیں کہ تحریر و تقریر میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

شعر

قلم بشگافتہ از شرح تحریر — قلم کو ہے نہیں یارائے تحریر
زبان عاجز شدہ از حسن تقریر — زبان عاجز کہ لائے حسن تقریر

حضرت امام قشیری کا ارشاد

امام قشیری اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں

"جنسِ کرامت اس قدر کثرت و تواتر سے پائی جاتی ہے اور اخبار و حکایات اس سلسلہ میں اس قدر موجود ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کے ظہور میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ جو کوئی اس گروہ میں موجود رہا ہے (ان کی معیت میں رہا ہے) اور اس نے ان حکایات کو متواتر سنا ہے اور ان کے اخبار سے آگاہی حاصل کی ہے اس کے لیے پھر اس سلسلہ میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی "

ہم نے اس سلسلہ میں یعنی کرامات اولیا کے اثبات میں جس تاکید و تطویل سے کام لیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ سلیم القلب جس نے ان بزرگوں کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا ہے اور ان حضرات کے اقوال اس کے مطالعہ سے نہیں گزرے ہیں وہ ان جاہلوں اور گمراہوں کی نکمی باتوں اور نادر حکایتوں سے جو اس زمانہ میں بکثرت موجود ہیں

www.maktabah.org

اور انہوں نے کرامات اولیا ہی سے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ یہ لوگ تو معجزات انبیاء (علیہم السلام) کے بھی منکر ہیں۔ دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ان کے فریب میں نہ آئے اور اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

یہ لوگ جو اولیاء کی کرامات کے منکر ہیں اس کا باعث خاص یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خود کو ولایت کے مراتب اعلیٰ پر فائز ظاہر کریں، باوجودیکہ ان لوگوں کو ان احوال و الزار سے خود کوئی خبر نہیں ہے پس یہ اس کی نفی محض اس لیے کرتے ہیں کہ عوام میں ان کی رسوائی نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ انہیں خواص میں رسوا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ اب اگر ان لوگوں سے احیاناً ہزاروں خوارقِ عادت ظہور میں بھی آجائیں تو چونکہ ان کا ظاہر احکام شریعت کے موافق نہیں ہے اور نہ ان کا باطن آداب طریقت کے مطابق ہے، وہ تمام خوارق مکرو استدراج ہوں گے۔ ان کو مقولات ولایت و کرامت نہیں کہا جائے گا۔

کتاب الہدیٰ کی صراحت

کتاب الہدیٰ میں ہے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولیاء کے لئے کرامتیں ہیں اور اسی طرح ہر رسول کی امت میں ان کے فرمانبردار تھے ان کے لئے کرامتیں ہیں اور خلاف عادت امور ہیں اور اولیاء کی کرامتیں انبیاء کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ اور جس کے لئے اس کے ہاتھ پر خلاف عادت امور ظاہر ہوئے اور وہ احکامِ شریعت کا پابند نہ ہو تو ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ زندیق ہے اور جو اس سے ظاہر ہوا مکرو استدراج ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کرامتوں کی قسمیں بہت ہیں مثلاً ناپید کا پیدا کر دینا اور موجود کو ناپید کر دینا اور پوشیدہ امر کو ظاہر کر دینا اور ظاہر امر کو چھپا دینا اور دعا کا مقبول ہونا اور تھوڑی دیر میں بڑی مسافت کو طے کرنا اور امور غیب پر مطلع ہونا اور غیب کی خبر دینا اور مختلف جگہوں پر ایک وقت میں موجود ہونا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مار ڈالنا اور حیوانات و نباتات و جمادات کی کلمات تسبیح وغیرہ کو سننا اور کھانا پانی بلا سبب ظاہری کے مہیا کر دینا اور ان کے سوا وہ ہر طرح کے کام جو خلاف عادت ہیں مثلاً پانی پر چلنا اور ہوا میں سیر کرنا اور مثلاً خالی پیالہ سے کھانا اور جنگلی جانوروں کو مسخر کرنا اور مثلاً ان کے بدن کی ظاہری قوت مثل اس کے جو درخت کو ایک ٹھوکر میں جڑ سے اکھاڑ دے حالانکہ وہ محفل سماع میں وجد کر رہا ہے اور ہاتھ دیوار پر مارا تو وہ پھٹ جائے اور بعض انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پس مار پڑی کسی کی گردن پر اشارہ سے تو ظاہر ہوتا ہے اصل مشار الیہ کا سر اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے کسی ایک دوست کو اپنی قدرت کاملہ کا مظہر کرتا ہے تو مادیات عالم میں جو تصرف چاہے وہ کر سکتا ہے اور درحقیقت وہ تاثیر و تصرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا ہے جو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ درمیانی نہیں ہے۔

قطعہ

کراماتی اگر بینی کم و بیش ⁂ کرامت تم اگر دیکھو کم و بیش
ز درویشی کہ او بیگانہ از خویش ⁂ کسی درویش سے جو ہے حق اندیش

www.maktabah.org

از دکاری گر آید درمیانہ — نظر آئے اگر اس سے کوئی کام
زحق می آید آن او درمیان نہ — تو وہ حق سے ہے اس کا ہے فقط نام

بعض بزرگان عارفین نے فرمایا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ جو سب کی جامع ہے یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس میں خلاف عادت امر ایسا کیا جس کا دنیا بھر کا نفس یا اس کا نفس ہمیشہ سے عادی تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقابل اسی طرح خلاف عادت امر ظاہر کر دیتا ہے جس کا نام عام و خاص کے نزدیک کرامت ہے پس کرامت ان کے نزدیک وہ فضل خداوندی ہے جس نے ان کو توفیق اور قوت عطا کی یہاں تک کہ نفس کی عادتوں کے خلاف انہوں نے کیا یہ تو کرامت ہے ہمارے نزدیک۔ لیکن وہ جس کو عام طور پر کرامت کہا جاتا ہے لوگ اس کے دیکھنے سے بچتے ہیں اس میں صاحب استدراج کی اس کے ساتھ شرکت کی وجہ سے اور اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے تو بزرگ لوگ ڈرتے ہیں کہ وہ شاید ان کے عمل کا ثواب ہے کیونکہ ثواب کا محل تو دار آخرت ہے تو جب ثواب میں عجلت ہوئی تو ڈر گئے کہ آخرت کا حصہ ہو۔ اس بارے میں حدیثیں وارد ہیں اور کرامت و خوف کا جمع ہونا کہاں سے ٹھیک ہے تو اب وہ کرامت نہیں ہے بلکہ صرف خلاف عادت امر ہے پس اگر اس کے ساتھ خوشخبری اس کی ہے کہ وہ زیادتی فضل ہے اور ثواب آخرت نہیں گھٹاتا اور نہ کم کرتا ہے اس وقت اس کا نام کرامت ہے۔ پس درحقیقت کرامت وہ بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سب سے بڑی اور بزرگ کرامت تنہائی میں لذت عبادت پانا ہے اور یہ سانس کی اللہ کے ساتھ حفاظت کرنی ہے اور یہ اس ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اسی سے ابدی سعادت کی آخرت میں بشارت ہے اور یہاں اس کے ادب کا لحاظ کرنا ہے واردات ہر وقت اس میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ نے خلاف عادت امور کو اختیار سے ظاہر نہیں فرمایا ہے مگر یہ کہ طالب کے اطمینان قلب کے لئے اور اپنا شعار و عادت اس کو نہیں بناتے۔ جب مرتبہ وحدۃ الوجود کو پہنچ گئے تو تصرف تکلیف دینے کا کس پر کریں اور محسن ہونے کا بار کس کے دل پر رکھیں ؎

شعر

تیر مینگن کہ ہدف رائی تست — تو ہے ہدف تیر کو مت چلا
متقرعہ کم زن کہ فرس پائی تست — مار نہ کوڑا ہیں فرس تیرے پا

کیونکہ بعض اس گروہ کے جو دریائے وحدۃ الوجود میں ڈوبے ہیں اور ذات کے احاطۂ کائنات کے ملاحظہ میں تحقیق کر چکے ہیں وہ دوسرے کے رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور غیر کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ شیخ ابوالوفا خوارزمی فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا جب سرزمین شروان سے گذرے اتفاقاً ایک گاؤں کی مسجد میں اترنا ہوا [illegible] برف باری اس قدر شدید تھی جس کی شرح نہیں ہو سکتی ؎

www.maktabah.org

شعر

شد از ابر باران جہان ناامید — ہوئے ابر باراں سے سب ناامید
جوان چون زنی پیر موی سفید — جوان کے ہوتے بال بالکل سفید

کمال جوگی کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا رات میں اٹھے اور ایک گوشہ میں گئے اُن پر برف کا ایسا اثر ہوا کہ بالکل حرکت نہ کر سکتے تھے۔ ان کی زندگی میں ایک سانس سے زیادہ باقی نہ رہی حضرت قدوۃ الکبرا اس وقت تازہ وضو فرما رہے تھے۔ ابھی وضو سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت کو سردی لگنے لگی اور اتنی سخت سردی لگی کہ اس کی شرح ناممکن ہے تمام لوگ حیران تھے کہ گرمی پہنچاتے کے تمام لوازم موجود تھے۔ پوستین کا لباس موجود تھا۔ توشک، گدے اور نمدے کے نیچے تھے آگ جل رہی تھی۔ پھر اتنی سردی ان کو کیوں محسوس ہو رہی تھی کسی کے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا خواجہ ابوالقاسم چونکہ شرابِ معرفت کے کچھ گھونٹ پیئے ہوئے تھے (نورِ معرفت سے بہرہ ور تھے) سمجھ گئے کہ حضرت کا یہ عالم اپنے کسی دوسرے شخص کی تکلیف کے باعث ہے۔ وہ مسجد سے باہر نکل کر آئے اور تمام ساتھیوں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کمال جوگی اندر موجود نہیں ہیں اور وہ باہر گئے ہوتے ہیں۔ لوگ کمال جوگی کی تلاش میں گئے اور انہیں ڈھونڈ نکالا وہ برف میں دبے پڑے تھے۔ ان کو نکال کر لائے۔ اور طرح طرح کے موٹے کپڑے ان کو پہنائے۔ جوں جوں کمال جوگی کی سردی کم ہوتی جاتی تھی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی سنبھلتی جاتی تھی۔ جب کمال جوگی کے جسم سے سردی بالکل جاتی رہی حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت بھی بالکل ٹھیک ہو گئی اور سردی کا اثر بالکل زائل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ شیخ ابوالخیر تینانی قدس سرہٗ کا فرمانا ہے کہ

جو کوئی اپنے عمل کو ظاہر کرتا ہے وہ شعبدہ باز ہے اور جو کوئی اپنے حال کا اظہار کرتا ہے وہ مدعی ہے ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پانی پر چل رہا ہے آپ اس وقت دریا کے کنارے پر تھے۔ اس کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ یہ کیا بدعت ہے ادھر خشکی پر آجاؤ۔ پھر دوبارہ اس کو پکارا اور کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ حج کو جا رہا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا اب جاؤ کرامت بیچنے والا دریں میں مقبول ہوتا ہے کیونکہ محروم ہے اور خریدار کرامت اگرچہ کتے کی آواز نہ بولے سوا کتے کے کچھ نہیں ہے یعنی حقیقت کرامتوں کیلئے نہیں ہے۔

یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے بندوں کے لیے ہے اور آخرت کا ثواب اسی کی طرف سے ہے!! ان حضرات سے بہتر وہ جماعت اور وہ لوگ ہیں جن کے سامنے سے حجاب بالکل اٹھ گیا ہے اور جن کے باطن یقین کی روح سے اور معرفت کے شرف سے مشرف ہیں۔ بس ان کے یقین کو خوارق عادات کی کیا ضرورت ہے اور روشن نشانیوں کے مشاہدہ کی (جب کہ وہ سامنے ہیں دیکھنے کی) کیا حاجت ہے۔

اس موقع پر شیخ ابوالمکارم نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور آپ کی رسالت کا (جوان مردوں میں) سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کچھ زیادہ کرامتیں اور خوارق عادات کا صدور منقول نہیں ہے۔ اور اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

www.maktabah.org
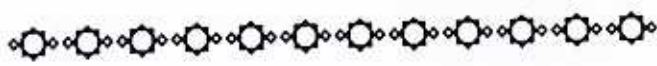
کے دوسرے اصحاب کرام سے خوارق عادات منقول نہیں ہیں لیکن صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات متاخرین میں شمار ہوتے ہیں ان کے بہت سے خوارق منقول ہیں (جیسا کہ مشہور ہے) اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کے باطن حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت، انوارِ نبوت کے مشاہدہ، نزول وحی، ملائکہ کے نزول کے سبب سے انوار یقین کی تجلیوں سے منور تھے۔ امورِ اخروی ہر وقت ان کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ سب حضرات دنیا سے گریزاں دنیا والوں کی عادات سے خالی تھے۔ ان کے نفوس پاک تھے اور ان حضرات کے دلوں کے آئینے جلا پائے ہوئے تھے۔ پس اس صورت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے ان کو جو کچھ مرحمت فرمادیا تھا اس کی بناء پر کرامات کے مشاہدہ (اور اظہار) سے وہ مستغنی تھے۔ انوارِ قدرت کا مشاہدہ جو اوروں کے لیے وجہ یقین بنتا ہے ان کو اس طرح حاصل تھا کہ جو کچھ دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے شہادت (مشاہدہ) تھا۔

امام قشیری کا ارشاد

حضرت امام قشیری فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہیں۔ ہر رسول (علیہم السلام) کے ایسے متبعین گزرے ہیں جن سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے ہیں اور ایسا ہر زمانہ میں ہوا ہے"۔

جناب سید اشرف (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ جس نبی کی امت کے کسی فرد سے اس نبی کے بعد کرامت کا اظہار ہوا یہ امر بھی اس نبی کے معجزات میں سے ہے"۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا بھی عجیب حال ہے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کی تائید اور بہت سے واقعات جو عین کشف ہیں اور اسلاف واخلاف سے منقول ہیں اور اکثر حضرات سے تو اس قدر یہ واقعات (کرامات) سرزد ہوئے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی یہ لوگ کرامات اولیا کے منکر ہیں۔ یہ نادان اگر کوئی خارق عادت دیکھتے ہیں تو اس کو سحر اور عمل شیطان پر محمول کرتے ہیں اور صاحبِ کرامات کو ساحر کہتے ہیں"۔

حضرت ابو المکارم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا کا قافلہ ایک ایسے علاقہ سے گزر رہا تھا کہ جو سانپوں اور اژدہوں کا مسکن تھا (سانپ اور اژدہے وہاں کثرت سے موجود تھے) چونکہ لوگ ان کی ایذارسانی کے واقعات سن چکے تھے اس بناء پر بہت سے ہمراہی اس راستہ سے گزرنا نہیں چاہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت راستہ سنا گیا ہے کہ بہت ہی پرخطر ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ انشا اللہ اس راستہ سے ہمارا گذر آسانی کے ساتھ ہوجائے گا۔ جب کچھ قلندر اور مجرد حضرات ان اژدہوں اور اجگروں کے قریب سے گزرے تو ایک اژدہا ظاہر ہوا جو گویا سب کو نگل جائے گا۔

شعر

نمایاں بر زمین شد اژدہا از غار	زمیں پر آکے نکلا اژ در غار
کہ گوئی اژدہائی آسمان وار	کہ گویا اژدہا ہے آسمان دار

www.maktabah.org

اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے عصا کی جانب اشارہ کیا فوراً وہ عصا شیر بن گیا اور جہاں جہاں اژدر اور اژدھے تھے ان سب کو نگل گیا۔

شعر

عصارا کرد چون موسیٰ اشارت | عصا کو کی جو موسیٰ نے اشارت
متاع مار داژ در کرد غارت | تو پونجی سانپ کی کی اس نے غارت

اسی قافلہ کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ارباب تصوف کے منکر اور معرفت کے آثار و علامات سے منحرف تھے جب ان کو اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ ان صوفیوں نے تو عجیب جادو کردیا اور ایک عجیب و غریب شعبدہ ان لوگوں نے دکھایا ہے ایک صوفی ان کی یہ یاوہ گوئی سُن رہا تھا اس نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں ان کی یہ یاوہ گوئی دہرائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سُن کر فرمایا جن لوگوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر و مکر کا اتہام لگایا ہو وہ بھلا مجھے کس طرح اس اتہام سے چھوڑدیں گے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا هٰذَا سِحْرٌ (یہ جادو ہے) اور جبکہ اس گروہ کو کسی ایسی بات سے منسوب کریں جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اظہار کرچکے ہیں تو سنت پر اس کا صدور سمجھنا چاہیئے اور آپؐ کی فرمانبرداری کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت امام یافعی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:۔

"سحر و کار شیاطین کی نسبت، مقربین اولیاء، صالحین، ابرار کی طرف کس طرح کی جاتی ہے جب کہ یہ حضرات دنیا کو ترک کرنے والے، خداوند تعالےٰ کے عبادت گزار بندے، صبر و شکر کرنے والے ہیں حق تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، پرہیزگار ہیں حق تعالےٰ پر توکل کرنے والے ہیں، نیک کاموں پر مزاولت کرنے والے ہیں، خداوند تعالےٰ سے محبت کرنے والے ہیں، پاک نہاد عارفوں کی خصلت رکھنے والے ہیں اور مذموم صفات سے پاک و صاف ہیں، عمدہ صفات کے حامل ہیں اور اخلاق الٰہی جیسے اخلاق سے متخلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مصروف ہیں، شریعت کے آداب سے عہدہ برآ ہونے والے ہیں پستیوں سے نکل کر بلندیوں کی طرف چڑھنے والے ہیں اور بلند مرتبوں کی چوٹیوں پر پہنچنے والے ہیں نہ صرف دنیا سے اعراض کرنے والے ہیں بلکہ آخرت سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے نفوس نے مزبلوں کی جاروب کشی کی جب کہ اُس کو انہوں نے مارا تاکہ ہمیشہ زندہ رہے [1]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس قدر خلاف عادت امور اور معمول کے خلاف حضرت غوث الثقلین سے ظاہر ہوئے کسی سے بھی اس گروہ میں ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ کسی بزرگ نے اور روئے زمین کے کسی فرد کامل نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اس وقت تک یعنی ہمارے زمانہ تک ایسی بات نہیں کہی جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے ارشاد

---

[1] حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مرآۃ الجنان سے ماخوذ ہے۔ مترجم نے عربی اقتباسات کا صرف ترجمہ پیش کردیا ہے۔

www.maktabah.org

فرمائی۔ یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض سالک ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلوک کو مکان قاب قوسین کے مقصد تک اور اپنے وصول (الی اللہ) کے محمل کو مقصود کے باب اعلیٰ تک پہنچا دیا ہے اور اوادنیٰ کے دشوار گزار راستہ تک اپنے حصول کی کشتی کو لے گئے ہیں لیکن ان مقامات سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں بجز اس فقیر کے کہ باعتبار تصرف میں قضاو قدر کی سرحد سے بھی گزر جاتا ہوں۔

شیخ سیف الدین عبدالوہاب ابن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے آغاز سے قبل والد محترم کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ اگر اس مہینہ میں سختی ہوتی اور بدی مقدر ہوتی تو وہ اچھی صورت کے بجائے کریہہ صورت میں والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر کسی مہینے میں نعمت اور بھلائی مخلوق کے لیے مقدر ہوتی تو اچھی شکل میں حاضر ہوتا ماہ جمادی الآخر کی آخری تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا (۶۰۰ھ) بہت سے مشائخ حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خوبرو جوان حاضر ہوا اور السلام علیکم یا ولی اللہ کہہ کر اس نے بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں اور آپ کو مبارک باد دینے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے اندر کسی قسم کی برائی اور سختی نہیں پائیں گے چنانچہ اس ماہ رجب میں سوائے اچھائی اور بہتری کے لوگوں نے اور کچھ نہیں دیکھا اور یہ مہینہ بڑی خیر اور بھلائی کے ساتھ گزرا لیکن جب ماہ رجب کا آخری دن آیا یہ یکشنبہ کا دن تھا تو ایک کریہہ المنظر شخص حاضر خدمت ہوا۔ اور کہا السلام علیکم یا اہل اللہ میں شعبان کا مہینہ ہوں اور میں آپ پر یہ واضح کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ بغداد میں کثرت اموات، حجاز میں گرانی اور خراسان میں قتل و غارت میرے اندر مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ جب شعبان کا مہینہ آیا تو جو کچھ شہر شعبان نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔

حضرت غوث الثقلینؒ ماہ رمضان میں چند روز علیل رہے۔ دوشنبہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی بہت سے مشائخ خدمت میں حاضر تھے۔ جیسے شیخ علی ہیتی، شیخ نجیب اللہ (تاہر الدین ابوالنجیب) سہروردی وغیرہم کہ ایک ہیبت ہی پر ہیبت و باوقار شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ السلام علیکم یا ولی اللہ! میں ماہ رمضان ہوں اور آپ کے پاس عذرخواہی کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں آپ کو الوداع کہہ سکوں۔ آپ کے پاس میری یہ آخری حاضری ہے یہ کہہ کر وہ واپس ہو گیا اور آئندہ سال کے ماہ ربیع الآخر میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا اور آئندہ رمضان آپ کو نہ مل سکا۔ مہینوں کی طرح ہر مہینہ کے ہفتے بھی حضرت شیخ کے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ خیر و شر مقدر ہوتا تھا اس سے شیخ محترم کو آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ صرف ہفتے ہی نہیں بلکہ ایام بھی حضرت شیخ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی[۱] فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے احوال کے مقاماتِ عروج سے آگاہ کیا گیا (میں اپنے مقامات کے عروج کا مشاہدہ کر رہا تھا) کہ اس حال میں میرے مشاہدہ میں آیا کہ کسی کا قدم مجھ

---

[۱] حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات قدس سرہٗ مرشد حضرت قدوۃ الکبرا۔

www.maktabah.org

سے بھی آگے ہے اس وقت مجھے اس پر رشک ہوا کہ یہ کون ہے جس کا قدم مجھ سے بھی آگے ہے۔ آخر الامر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روحانیت کا قدم تھا۔ یہ معلوم کر کے میں شکر بجالایا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص نے یہ عرض کیا کہ فلاں صاحب پلک جھپکتے سمرقند سے مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں۔ شیخ قدس سرہٗ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو بہت آسان بات ہے ابلیس تو اس سے بھی کم مدت میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو بھی کوئی نہ کوئی کام درپیش ہوتا ہے۔ ایسے لوگ وہ ہیں جن پر حقائق کے دروازے ابھی نہیں کھلے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ نے مزید فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ صدقہ بغدادی حضرت غوث الثقلینؓ کی مجلس وعظ میں آئے اور مشائخ کے دروازے پر بیٹھ گئے جب حضرت غوث الثقلینؓ باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے آپ نے کسی شخص سے گفتگو نہ کی اور قاری سے بھی آپ نے "تلاوت کے لیے کچھ نہ فرمایا۔ دکہ پڑھے) اس کے باوجود لوگوں میں وجد کی کیفیت پیدا ہو گئی اور حال توی سب پر طاری ہو گیا۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ قدس سرہٗ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا اور نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد کیسے طاری ہو گیا؟ مثنوی

نہ مطرب دمی چنگ بر چنگ زد	نہ مطرب کا کچھ دیر باجا بجا
نوائی زان راہ آہنگ زد	نہ نغموں کی کانوں میں آئی صدا
بجو در گوشش نامد کہ آواز کیست	نہیں کان نے جبکہ گانا سنا
ندانم کہ این وجد از ساز کیست	نہ معلوم پھر وجد کیوں آ گیا

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے شیخ صدقہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ سنو میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں (بغداد میں) ایک قدم میں آیا ہے ؎

رباعی

ز بیت المقدس بر آورد کام	جو بیت المقدس سے رکھا قدم
درینجا رسانید خود را بکام	تو پہنچایا اپنے کو یاں ایک دم
کسی کو زند از سر حال دم	چلے وجد میں کوئی ہستی کہیں
سر سرزمین را نہد در قدم	تو زیر قدم اس کے ہے کل زمیں

اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ آج کے دن حاضرین مجلس اسی کی مہمانی میں ہیں۔ شیخ صدقہ کے دل میں پھر خیال پیدا ہوا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں تک آجائے ایسے باکمال شخص کو توبہ کی کیا حاجت ہے؟ اور شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اس وقت پھر حضرت غوث الثقلینؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اس نے اس بات سے توبہ کی ہے کہ وہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اڑے گا اور اس کو میری ضرورت اس لیے ہوتی کہ میں اس کو حق تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھا دوں۔ ؎

www.maktabah.org

شعر

چہ شد گر سر آسمان زیر پا است
کہ راہ محبت از ینہا جدا ست

ہوا کیا جو ہے آسماں زیر پا
کہ راہ محبت ہے اس سے جدا

اللہ تعالیٰ اپنی محبت سب کو روزی کرے۔ بحرمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طائفہ صوفیہ کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے احوال کو چھپائیں اور اپنے معاملات کا اخفاء کریں۔ حضرت خیر الدین سندھوری ابتدائے سلوک میں اپنے بعض واقعات اور واردات بلند کو حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کردیا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاک دل پر یہ بات خوب واضح تھی کہ شیخ خیر الدین کی طبیعت اس طرف مائل ہے لہٰذا حضرت قدوۃ الکبرا نے ان سے تنہائی میں فرمایا کہ اے عزیز! اس قسم کے امور کی طرف مقامات کے حصول کی ابتدا میں ملتفت ہونا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کو مویز (منقی) دیکر بہلانا ہے تاکہ وہ مکتب چلے جائیں (جس طرح بہلا پھسلا کر کچھ مٹھائی وغیرہ دے کر مکتب بھیجا جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد وہ مکتب جانے کے عادی ہوجاتے ہیں)۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے اپنے بعض احوال و واقعات سے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کو آگاہ کیا کچھ دیر غور فرمانے کے بعد خواجہ ابو یوسف نے فرمایا کہ "یہ وہ چیزیں ہیں جن سے نو آموزانِ طریقت کی پرورش کی جاتی ہے[1] (انہیں بہلایا جاتا ہے)۔

الغرض اکابر روزگار و صوفیہ عظام نے کبھی کبھی جو اپنے احوال کا اظہار فرمایا ہے اس کا سبب اپنے مریدوں ان کی قابلیت اور ان کی استعداد اس اظہار کی متقاضی ہوتی تھی یا وہ کبھی کبھار اپنے مریدوں کے اطمینان کی خاطر اور دوستوں کے یقین کی پختگی کے لیے اس طور پر اظہار کردیا کرتے تھے کہ اس طرح وہ سعی و کوشش کے ذریعہ اس درجۂ بلند تک پہنچ جائیں ان کا یہ بیان اور احوالِ اظہار خود نمائی اور سخن طرازی کیلئے نہیں ہوتا تھا۔

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں: تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّيْ بِهَا أَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔

www.maktabah.org

لطیفہ ٦

شیخ ہونے کی اہلیت، اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب

(در بیان اہلیت شیخ و شرائط اقتداء و آداب مرشد و مسترشد)

قال الاشرف: ان یکون الشیخ عارفاً باحوال المرید وعالماً بعلوم التجرید والتفرید الخ

حضرت سید اشرف قدس سرہ نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو، ترک دنیا اور تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالماً بعلوم التجرید والتفرید) تاکہ اس کی خیر خواہی کرسکے اور مرید کو راہ راست دکھاسکے اس کے حال کے مناسب اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کرسکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے متصف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے اور ان سے کلاہ حاصل کرنا کس طرح روا ہو سکتا ہے۔

اے عزیز! (اللہ تعالےٰ تیرے باطن میں حقیقتِ وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح و شام پینے والوں میں شامل فرمائے) اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر تیز قدم رکھنے والے اور میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے "اللہ تعالےٰ روز قیامت تک ان کی کثرت فرمائے اور ان کو مقامِ رفیع پر پہنچائے" اولیاء اللہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قافلوں کے پیشوا اور اولیاء کے طائفوں کے مقتدا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور حالی پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے اور باطل کے پھندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نچلے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی و ضلالت میں اسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفتِ الٰہی کے شیریں پانی کو جو ظلماتِ طبیعت انسانی میں آبحیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا اور لیبنے القان و ایمان کو شراب وجدان کا شیریں جام نہیں پلاسکتا ہے (ایقان و ایمان وجدان سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا) جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] (اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسر نہیں آسکتی اور جنت کے باغات کی ہواؤں

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱۔

www.maktabah.org

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۞ (تسنیم سے جو ایک چشمہ ہے مقرب بندے پئیں گے) ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشن مراد میں پہنچ کر گلِ مقصود نہیں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی و سالک) کو چاہیئے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (متابعت شریعت پر) مبذول رکھے۔ جان و دل کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق و صفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ صحرائے گمراہی میں مارا مارا پھرتا رہے گا قطعہ

خلافِ پیغمبر کسی رہ گزید	چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید	تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند	نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند	پریشان و برگشتہ آخر رہے

مُراد اور مُرید کے معانی

حضرت درِّ یتیم نے بصد تکریم قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اربابِ تصوف لفظ مراد و مرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں (تصوف کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی و مقتدا دوم محب و محبوب پھر مرید کے معانی حسبِ موقع ان شاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔ البتہ مراد کے معانی بیان کیے جاتے ہیں ان کو سمع اعتقاد سے سننا چاہیئے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوتِ ولایت الٰہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ بستر ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کی استعداد اور قبول ہدایت کی اہلیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشاد و معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہِ ہدایت پر رہنمائی کے متعدد طریقوں سے کما حقہٗ اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص "سالک مجذوب" ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات نفسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدم سلوک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات و کیفیات ربانی کے مدت مدید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں (واردات و کیفیات کی مداومت سے) وہ مدارج قلبی و روحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف و یقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ انوارِ حقائق کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائنہ اس کی منزل بن گیا ہو (اس کی نظر انوارِ حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرار الٰہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں یہی سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً امداد الٰہی کی قوت اور جذبات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالم کشف و عیان میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

لہ پ ۳۰ المطففین ۲۷-۲۸

www.maktabah.org

جانے کے بعد (معرفت اور قربت کے) ان تمام منازل اور مراحل کو تدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کو صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیری و پیشوائی کا مرتبہ بس انہی دو اصحاب کے لیے مسلّم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذوب سالک) اور بس۔

ابیات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک	سالکِ مجذوب و مجذوبِ سلوک
بر سریر مقتدائی دو ملوک	اقتدا کے تخت پر ہیں دو سلوک
آنکہ باشد سالک و مجذوب بس	جو کہ سالک یا فقط مجذوب ہو
رہنمائی را نگفتہ ہیچ کس	رہنما اس کو کبھی تم مت کہو
لیک ز انفاس شریف این دو شیر	پشت پر ہو ذات پاک ہر دو شیر
میشود روباہ بر ضیغم دلیر	لومڑی ہو جائے شیروں پہ دلیر

سالک ابتر و مجذوب ابتر (یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جو ابھی تک مجاہدہ کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر و سلوک کی باریکیوں اور درجات و مقاماتِ درویشی کی حقیقتوں و خطرات و تدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا) اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد و قابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں درحقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں ؎

بیت

ہر تدا دی را کہ ایشان می کنند	کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست ویران می کنند	ہو گیا ویراں نہیں کچھ بھی بچا

مرید میں استعداد کمال مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت و تاثیرِ ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت توالد و تفریع کا ہیجان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرّفات اور کمال پرواز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخر کار اس بیضہ سے بیضگی کا لباس اتار لیا جاتا ہے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغِ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضۂ مرغ میں پرورش پلنے والے پرندہ میں اڑان کی جس قدر استعداد ہوتی ہے بہ صیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرّف و صیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ و تفریع کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور صیانت کی یہ مدت پوری بھی ہو جائے پھر بھی اس بیضہ میں اڑان

www.maktabah.org
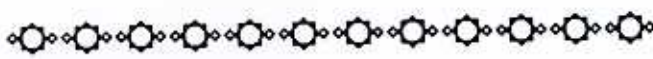
کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہو جائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرّف میں دے دیتا ہے جو مرتبہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر و طیر و سلوک و جذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب و اوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیضہ سے مرغ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ہُویّتِ ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسانی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر مرید کسی سالک ابتر یا مجذوب ابتر کے تصرّف میں ہو گیا (اس کو اپنا شیخ بنالیا) تو پھر کمالِ انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خداوندی سنت جاریہ کا مقتضیٰ ہے کہ توالد و تناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد و عورت کے تعلق زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر و اثر پذیری بواسطۂ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنے میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید و مراد کے رابطۂ محبت اور مراد (شیخ) کے تصرفات کو نزول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آسکتی ہے۔ اسی کا نام طریقت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں۔ من لم یولد مرتین لم یلج ملکوت السمٰوٰت والارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا)

رباعی

چون دو بار است شرط زائیدن	جب ولادت کو چاہیئے دو بار
یک ز مادر دگر ز صلب پدر	ماں سے، اپنے بدن سے اے ہشیار
یک بزادن درین جہان غرور	ایک کا گھر یہی جہان غرور
یک شدن زین ظلام تن سوئے نور	دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الٰہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت (بے پدر) عالم ناسوت و ملکوت میں بعض نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوئے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخت اور ارشاد کی راہ میں کامل و مکمل نہیں ہے صاحب کشف بن جاتے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی توقع سے محفوظ و مامون نہیں ہو سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلسلہ اویسیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پیر مجذوبوں

www.maktabah.org

پر نہیں کرنا چاہیئے کہ ان (اویسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مربی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں
یا کوئی اور بزرگِ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاء اللہ حسب موقع
آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی طالبِ سالک کے دل میں جذبۂ طلب پیدا ہو تو اس کے لیے سب سے
اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس
کی متابعت دل وجان کے ساتھ قولاً، فعلاً اور حالاً بجا لائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی فکرِ عظیم اور کسی بلند مقام
سے گزرنا پڑے کوئی مقام بلند اس کے سامنے گئے تو ضرور بضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے
جس سے بڑائی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی
بدولت قربِ الٰہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ
طے کر لی ہوں۔ اور بارگاہ الٰہی کے راستہ کے منازل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (کی رہبری) کا پھر بھی محتاج ہے اور کسی
حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

شیخ مجد الدین کی محرومی

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجد الدین
بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری
ہوئی اسی عالم سکر میں انہوں نے کہا کہ "ہم بیضۂ بط تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں
نے اپنی تربیت کے پروبال کے نیچے ہم کو لے لیا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس انڈہ سے نکل آئے چونکہ ہم
بیضۂ بط تھے انڈہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے
رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی)" شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ اپنے اس مرید کے قول
سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہو گئے (ان پر یہ قول کشف ہو گیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بد دعا نکلی کہ
الٰہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجد الدین کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لرز گئے اور روتے پیٹتے شیخ
سعد الدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعد الدین حموی۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔
شیخ مجد الدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرادیں
انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے قصور کی معافی کے
لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجد الدین بغدادی نے شیخ سعد الدین
کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجد الدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے
پاس آکر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر
خواہی کے لیے آئے ہو لہٰذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا (تم نے اپنا دین اور
ایمان تو بچا لیا) اور تمہاری موت دریا میں واقع ہوگی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

www.maktabah.org

کے سر تمہارے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا تہہ و بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجد الدین بغدادی شیخ نجم الدین کبری کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مژدہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر	سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودش ہمانا غم جان و سر	نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گر دین و ایمان سلامت بود	اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از عزامت بود	تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان

تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی۔ شیخ مجد الدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی مصرعہ

جمالی گرو بردازآفتاب مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب

شیخ مجد دین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب امام ابوحنیفہ کے موافق شیخ مجد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دو سب نے ڈال دیا۔

مثنوی

زہی ناخدا ترس سر باختہ	عجب ہے نڈر اور خبطی مثال
کہ گوہر بدریا درانداختہ	کہ موتی دیا جاکے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہانرا خراج	وہ موتی جو سو دنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میرود تخت و تاج	ڈبویا الٰہی مٹے تخت و تاج

یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہوگئی اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ لوگوں نے فرزند مجد الدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے۔

ابیات

دُری را کہ پرورده بودم بجان	وہ دُر تھا جو پروردۂ روح و جان
شدہ گوش آرائے اہل جہان	جو تھا زینت گوش اہل جہان
چہ بودہ کہ درآب انداختند	ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیر آب
گران گوہری را سبک ساختند	بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

www.maktabah.org

ولیکن چہ افسوس از رفتہ کار ۔۔۔ گذشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار ۔۔۔ خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں

پھر سر کو سجدہ میں رکھدیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تا کہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے فعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موجود ہے اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا ؎[1] ۔۔۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ مجد الدین کا خونبہا تمہارا سارا ملک ہو گا۔ تمہارا سر بھی جائے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سی مخلوق کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن قوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی ؎

بیت

خوش یافتہ اند در ازل جامۂ عشق ۔۔۔ پایا ہے ازل میں خوب یہ جامۂ عشق
گر یک خط سبز بر کنارش بودی ۔۔۔ گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

یہ شعر سن کر شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ع

گر یک خط سبز بر کنارش بودی
گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

در بحر محیط غوطہ خواہم خوردن ۔۔۔ ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن ۔۔۔ یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن ۔۔۔ خطرہ ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روئے زنو یا گردن ۔۔۔ ہوں سرخرو یا لال کروں گا گردن

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۵۸
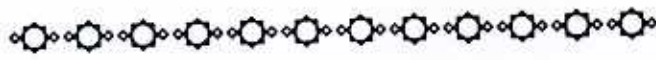
تربیتِ سالک کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابرِ صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی "تربیت" مثل اس انڈے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت و ارشاد کے تحت پرورش پا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ انڈہ گندا ہو جاتا ہے اس گندے انڈہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پروں کے نیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ (اور نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا)۔

اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپیدؔ باز نے کہا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا (یہ شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا) اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں کو عبور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (بسر حد اعیان ثابتہ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نورالانوار تک اس کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نورالانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزّل اور اطاعت و انقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بے ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے سن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہے بس اتنا کرو کہ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج و ملال کے آثار پیدا ہوتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہو سکے ؎

شعر

چو شمع جلالش زند شعلۂ — اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال

بسوزد چو پروانہ صد قلّۂ — پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں میری سفارش کر کے تصور معاف کرا دیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوتی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے سفر کا ارادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکۂ معظمہ کا رُخ کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا (جو مکۂ معظمہ میں مقیم تھے)۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد برآری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے ؎

www.maktabah.org

کسی امروز در روئے زمین نیست	نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
کہ پہلو بر زند باوی بتوقیر	جو ہوان کے مقابل یہ ہے توقیر
نیارد سر بر آورد دن بہمت	نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کس از زیر کمند آن جہانگیر	کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

حضرت قدوۃ الکبرا غلبۂ حال و مستی و صدمہ و وجد و تحیر میں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے ؎

رباعی

ہر دو عالم را بہ پیچم سر نہد در پائے من	دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش و کرسی قطرہ باشد در دل دریائے من	عرش و کرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
بلکہ از غیب و شہادت غیر ذات مطلقش	ذات مطلق کے سوا غیب و شہادت سب کا سب
قطرۂ نم آمدہ بر سبزۂ صحرائے من	سبزۂ صحرا پہ میرے قطرۂ تر ہو گیا

اور حضرت شیخ روزبہان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے ؎

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ مشت منست	وہ ہوں کہ جہان ہے حقہ مشت مرا
این قوت حق نہ قوت پشت منست	ہے قوت حق نہ دبدبۂ پشت مرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست	یہ کون و مکاں جو بھی ہے عالم میں وہ ہے
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست	مقبوضۂ قدرتِ دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روزبہان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب و غریب حالتِ وجد حضرت قدوۃ الکبرا پر ہو جاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیئے جس طرح کہ روزبہان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سربلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک و پیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے ؎ قطعہ

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ	میں اس زمانہ میں ہوں ہادیٔ صراط خدا
ز حد خاور تا آستانہ اقصیٰ	حدود شرق سے لے تا بمغرب اقصیٰ
روندگان معارف مرا کجا بینند	کہاں سے دیکھ سکے مجھکو رہرو عرفاں
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائے ورا	کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوۃ الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شطحیات کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا

چند مشائخ کے توسط سے تکمیل سلوک

حضرت کبیر نے تختِ سلطنت ولایت و مملکت وہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کسطرح

www.maktabah.org

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق وسالک واثق کا مرغ استعداد وطائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہو تو اس کے پیر کو چاہیئے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کر دے جو حصول مقامات ووصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ ومقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امر الٰہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کردینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسرائے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچا دے اور یہ مقصد برآری وخدارسی خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آدے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت و پاکیزگی رکھتا ہے ؎

شعر

غلام ہمتم آن سالکی را	میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
کہ در ہر دو جہان گیرد یکی را	کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم

ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدث با فیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہو گئے اور اُن سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو کوئی کنیت عطا فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالجناب عرض کیا کہ نون کو تشدید یا تخفیف؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرد ہو گئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت درست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے، کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ اتویل میں آئے تو بیمار ہو گئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آ گئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر و بیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمہاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آواز سے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے۔ شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سرہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

www.maktabah.org

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گرتا ہوں اور تب گرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہو گئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہو گیا اور ان کی خدمت میں سلوک میں مشغول ہو گیا ایک مدت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہو گئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن تجھے حاصل ہو گیا اور تیرا علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے!! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہو گئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدت تک وہاں ٹھہرا رہا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصر میں شیخ روزبھان بقلی کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہو گیا جب میں شیخ روزبھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روزبھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ پھر یہ شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے جیسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بیخود ہو گیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نماز تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام پھیریں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹیلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور باقی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ کر اس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روزبھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمہ سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہل حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

www.maktabah.org

پکے بتھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اس وقت عالم بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونسہ مارا اور وہی الفاظ ادا کیے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انانیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی (خیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل ہٹ گیا) کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا، "کہ تمہارے پاس جس قدر تانبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کو زرِ خالص بنا کر واپس کر دوں"! ؎

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر
بمن بفرست کو را میکنم زر
نہ آن زری کہ اورا می فروشند
کہ مردم بہر اورا میخروشند

اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
تو بھیجو تا بنا دوں اسکو میں زر
نہ وہ زر بکتا جو ہر کو بکو ہے
وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا۔ جب سلوک کی منزلیں طے کرلیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ و مشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الٰہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے ؎

قطعہ

درینجا آمدہ از روئی ارشاد
طریق انگندہ و بنیاد بنہاد
کہ مردم از صفای آن رسیدہ
بنہ در منزلِ وجدان کشیدہ

یہاں تشریف لائے بہرِ ارشاد
طریقِ حق کی رکھی پاک بنیاد
ہوا لوگوں پہ ایسا فیضِ عرفان
کہ سب نے پایا رخت ذوق و وجدان

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوتی ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں (چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے) چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتدا اور اصحاب کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوف کے قبلہ اور ارباب طریقت کے پیشوا گزرے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ ابو الغیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ و حالات مبارکہ و انفاس صادقہ و کرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

www.maktabah.org

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا کی یا صاحب العین علیك العین (اے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے)۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور رہزنی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الاقلع کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نورِ معرفت سے منور ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کرامات ان سے ظہور میں آنے لگیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں رہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطار نے ان کی شکایت شیخ ابن الاقلع سے کر دی۔ شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاح وزاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تا کہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر سکیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ انکو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کر دیتا یہاں تک کہ شیخ کبیر ابدال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک قطرہ تھا جو یہاں آکر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخر الدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہئے مصر کے ایک مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے حجرہ سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پرانی آرزو دل میں پھر پیدا ہوتی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہٰذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا ساز و سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں پڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقاماتِ سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقیدِ حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخر الدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

www.maktabah.org

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک ویران گاؤں میں شیخ اخی علی تنلقشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہو سکا شیخ اخی علی تنلقشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ ابردہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا؟ پھر بھی بطور اتفیا طوہ قریہ آبردہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور ولایت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخر الدین ابردہ آئے ہوتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مہمان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابردہ واپس آگئے جونہی انہوں نے مولانا فخر الدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا ؂

ع یار درخانہ و ما گرد جہان گردیم

یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخر الدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلے کئے اور تعلیم پائی۔

تربیت بتدریج کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت بتدریج کرنی چاہیئے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبۂ اول سے مرتبۂ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبۂ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبۂ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے بلیغ ثابتہ تک پہنچاتے۔ وہاں سے پھر نزول کرے اور ان مراتب پر بتدریج ترقی کرائے تاکہ مرید تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کر سکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے معاینہ معائنہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوخت کی خلعت پہنا دے اور تصرف کا اذن واجازت عطا فرما دے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب وشہادت اور خدا وخلق کے درمیان مقام توسط کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا وجود عرش الٰہی کی طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا رخ عالم غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالم شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالم غیب سے فیض ورحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس فیض کو عالم شہادت اور خلق تک پہنچائے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتدا ہی میں اپنے جذبہ کی بناء پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوار مقامات کی بساط کو طے کر لیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبانِ خدا کے جملہ اعمال کا حصل ہوتا ہے۔ جذبات حق کی ایک کشش دوجہاں کے اعمال کے برابر ہے (حق تعالےٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن وانس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)

چونکہ جملہ مقامات طریقت کی صفا ان کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف ووجدان کی فضا میں قیود مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقید ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے (ان میں ظلمتِ نفوس نہیں رہتی) ان

www.maktabah.org

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نورِ ربوبیت سے کامل طور پر منور ہو جاتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے کہ گناہ و معصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے، جو توبۃ النصوح کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقام زہد پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتماد میں کمی کہ حق تعالیٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت و بجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلمات صفات کا قیاس کرنا چاہیئے (جب مرید ان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرۂ یقین کا جمال تاریکیوں کے ہٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہو جانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے وریاضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود و باطن کا ہر رخ نورِ یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفاتِ نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہٰذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلمتوں سے علیحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد و تارک ہوتے ہیں اور اسباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گذرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔ خواجہ ذوالنون قدس سرہٗ نے حضرت بایزید کے پاس قاصد بھیجا اور کہا ان سے کہنا کہ کب تک خواب و راحت ہے قافلہ تو روانہ ہو گیا بایزید نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد وہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنون نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد و محبوب سرورِ کائنات چارہ گر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے صدقہ میں ہے۔

لولاک لما خلقتُ الافلاک — اے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا

کسی مخلوق کو انبیا و اولیا سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا۔ بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محب سے ترقی کر کے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصور و ناممکن ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] — (اے محبوب اہل کتاب سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالیگا۔

---

[1] پ ۳ آل عمران ۳۱

www.maktabah.org

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محب کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یہ ارشاد آیا: لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعہٗ الا اتباعی — اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدا رسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی محبوب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جاذبہ اپنے مجذوب و محبوب کو بخشش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جاذب کی خاصیت اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذوب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کرکے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف واکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصہ پایا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کرلیا ان تابعین حضرات سے مشائخ و علمائے راسخ بہرہ ور ہوتے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب یہ سلسلہ جاری رہا اور اسی نہج پر پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مراد ہوگیا۔ اور یہ سب کچھ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے اتصال کی بدولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ قدس سے اتصال حاصل ہوگیا تو اس میں محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوگئی اور اس طرح وہ محبوبی و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطہ سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطہ سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہوگئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الٰہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوبی اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اور اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہوا اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوبی اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط و آداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ شیوخت کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت سے آداب ہیں اور یہ اس قدر

www.maktabah.org

ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہر حال شیخ و مرید میں سے ہر ایک کے لیے دس دس یعنی اوسطاً دس دس آداب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چلۂ صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ تقلیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذخار کا پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرانی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب و سنت پر مبنی ہیں قول و فعل و اعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیا ہیں کیونکہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازلی ہے اور لدنی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل وفی روایۃٍ انبیاءُ بنی اسرائیل۔

میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہنے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج

وممن خلقنا امۃٌ یھدون بالحق۔

اور ان لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کر کے طریقت کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم و عمل دونوں کا پلہ برابر ہے جیسا کہ کہا ہے

اشعار

در راہ خدائی رہبرانند	ہیں راہ خدا کے پاک رہبر
بر برج حقیقت اخترانند	برج عرفاں کے ہیں وہ اختر
دانستہ و کردہ و رسیدہ	ہیں عالم و عامل و رسیدہ
دریا صفت اند آرمیدہ	دریا کی مثال آرمیدہ
با علم و عمل زبان شان راست	ہیں علم و عمل میں پختہ و راست
میزان صفت اند بی کم و کاست	میزاں کی طرح ہیں بے کم و کاست

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

والذی نفس محمدٍ بیدہٖ لئن شئتم لاقسمن لکم ان احب عباد اللہ الذین

اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو بتا دوں گا کہ بندگان خدا میں سب سے زیادہ محبوب

www.maktabah.org

یحبون اللہ و یحبون عباد اللہ	وہ ہیں جو دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور اس
الاکبر و یمشون علی الارض	کبریا کے بندوں کو اور زمین پر چلتے ہیں
بالنصیحۃ۔	خیرخواہی کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ مکیہ سے نقل کرتے تھے: "مرید کے لئے ایک شیخ کامل ضروری ہے جس کی اقتدا کی جائے کیونکہ وہ رفیق سفر ہے اور جان لو کہ اس امر کے لئے کسوٹی اور معیار ہے اور وہ قرآن وحدیث و اجماع امت باایمان ہے تو جو معیار کے موافق ہوا اور کسوٹی سے کھرا اور آمیزش سے صاف نکلا تو وہ ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہوا وہ فاسد و بے کار ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف
وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [1]	وسیلہ تلاش کرو۔

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم	میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں جن کی
اھتدیتم۔	تم نے اقتدا کی ہدایت پائی۔

اور روایت کی امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا:

الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی	شیخ اپنی قوم میں گویا ظل نبی ہے
امتہٖ	اپنی امت میں

کہا کہ یہ نہ مال و اشخاص کی کثرت سے ہے نہ قوت کی زیادتی سے بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو عقل کا نتیجہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ بظاہر بھی تم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہو کہ کم تر درجہ کے بوڑھوں کی بھی لوگ توقیر و تکریم کرتے ہیں۔ پھر ارشاد میں جو شیوخ ہیں ان کا کیا ذکر۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ شیخ وہی ہے جو راہ حق کا سالک ہو اور اس راہ کے خطرات و مہالک اور ان امور کی طرف آگاہی رکھتا ہو اور وہ مرید کو ان خطرات اور ہلاکت خیز مقامات سے آگاہ کرے۔ (روکے) ۔ اور ان امور کی طرف رہنمائی کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ ضرر رساں باتوں سے مرید کو روکے۔

پس شیخ اور اس کی صحبت ایک نیک ہم نشیں اور اس کی صحبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نشیں نیک عطار کی طرح ہے اگرچہ وہ اپنے عطر سے نہیں دیتا لیکن اس کی خوشبو تم تک ضرور پہنچتی ہے۔ اور ہم نشیں بد آہنگر کی مانند ہے اگرچہ اس کی آگ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا پھر بھی اس کی بھٹی کا دھواں اور آگ کی لپٹ تم تک پہنچے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس ضمن میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

---

[1] پ۶ المائدہ ۳۵

شعر

ہر بد و نیکی کہ ترا یار شد — اچھا بُرا جو بھی ترا یار رہے
قصہ آہنگر و عطار شد — قصۂ آہنگر و عطار رہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفلی عبادات، ہر قسم کے محرمات و ممنوعات سے آگاہی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ حلال و حرام فرض و سنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہِ حق تعالےٰ کے تمام معاملات سے آگاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آگاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق و شوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان کے خصائل ذمیمہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، بخل، حبِ جاہ و دولت و مال، حبِ شہوات وغیرہ) اور ان علوم معرفت سے اس کو پوری پوری آگاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفت الٰہی کے حصول میں پیش آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں عارف وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل تکوینات، تمکینات، آفات و فوائد سے پوری پوری آگاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بلند تک پہنچ چکا ہو۔ ان مکاشفات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، فنا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفتِ عظمت و کبریائی کا وحدانیت و فردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تاکہ وہ سالکین راہِ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمالِ الٰہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط [1]

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے) اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلقِ خدا کو حق تعالےٰ کی طرف بلانے میں بصیرت کے ساتھ یعنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور و حلیم ہو۔ درشت خو، بدخو، سخت دل نہ ہو اور نہ یاروں میں بھڑنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کرنے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت کو دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ شاکی ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرنے والا ہو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرماتے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

---

[1] پ ۱۳ سورۂ یوسف ۱۰۸

www.maktabah.org

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ ؎۱

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں

جب شیخ طریقت ان اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الٰہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع و نقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۞ ؎۲

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھادیں گے اس سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا۔"

(رسالہ مکیہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوتے تمام مضمون شیخ کے علو مرتبت اور اس کے شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصف حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس تصرف سے جو وہ مرید میں کرتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینۂ دل کو خواہش اور طبیعت کے زنگ سے لا الہ الا اللہ کی صیقل سے پاک صاف کردے اور ذات خداوندی (جل و علا) کے روبرو اس کے آئینۂ دل کو پیش کردے تاکہ اس کے آئینۂ دل میں روبرو ہونے کے باعث اور اس کی صفا کی قابلیت کے مناسب جمال ذوالجلال منعکس ہوسکے۔ اور اس کے دیدۂ بصیرت اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہوجائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ کی محبت مرید کے سویدائے دل میں جاگزیں ہوجاتے۔

پس معلوم ہوا کہ بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں مستغرق کرنا مشائخ طریقت کا کام ہے۔ اس لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طالبان حق اور سالکان مطلق کو اس بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کرکے سالکان راہ خدا تخت یقین پر متمکن ہوجائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکس جلوہ فرما ہوجائیں اللہ تعالیٰ طالبین طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متمتع فرمائے اور ان کے دلوں کو منور فرمائے۔"

؎۱ پ ۱۱ التوبہ ۱۲۸ ؎۲ پ ۱۵ الکہف ۶۶

www.maktabah.org

شیخوخیت کی شرائط

شرطِ اوّل بعض مشائخ کرام نے شیخی کی ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرط اول یہ ہے کہ سالک اس وقت تک مسندِ ارشاد پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت شریف اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اور لم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ؎

شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست — دلا جب بزرگی نہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست — بجائی بزرگاں نہ کر نا نشست

اور اس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے یا حق تعالے کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہو اور اس کو اس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اور خطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ یہ مقام پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والد محترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالے ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب ان کے یہاں یہ فرزند پیدا ہوئے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؓ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب۔ یہ فرزند بچپن ہی میں فقیروں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور ان ہی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہرچند ان کے والد محترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کراتے اور لذیذ کھانے پکواتے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہنتا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہو گئے اور ان کے اندر طلب کا جذبہ اور قوی ہو گیا۔ وہ اکثر خلوت نشین رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک بزرگ باہر تشریف لاتے اور ان کے عقب میں چھ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانہ کے صاحب ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو ان کے پاس بھیجا اور اس خواب کو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تعبیر یہ ہے کہ پیر اول شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیئے کہ انہوں نے تم کو

www.maktabah.org

بزرگ کی تربیت میں ان کو دیا ہے پس علی بن بزغش کو چاہیئے کہ اپنے اس پیر کو تلاش کرے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا (اور جن کو خواب میں دیکھا تھا) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالےٰ نے جو مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی برسوں تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل وکتابت) کی ہے[1] ایک مدت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیراز چلے گئے یہاں آکر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخلوق میں مشہور ہیں

حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے میں نے سمنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تاکہ یہ آپ کے حلقہ میں آ دے خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالےٰ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

بتو آوردہ ام مرغی ز لاہوت ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت
بدہ از دانہ یاقوتیش قوت اسے دو دانۂ یاقوت سے قوت

شرط دوم یہ ہے کہ "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہو گئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس سالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے بینائی قوت باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامعہ کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہوشیاری دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

---

[1] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "عوارف المعارف" کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیر الدین نطنزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایت شیخ عز الدین کاشانی ہیں۔ مترجم

www.maktabah.org

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغانِ طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیر و مرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریائے استغراق اور بحر مشاہدۂ حق میں اس طرح مستغرق ہو جانا چاہیئے کہ رنج و الم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کافرہ عورتیں ایک مخلوق یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہو تو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالےٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقق کے معائینہ میں اس طرح محو و مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبدالقیس کے پیر میں زخم ہو گیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کٹوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے جو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانوں تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہو گئے (نماز کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہو گیا) تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزار دل بلائیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں تھی لیکن چونکہ یہ بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہٰذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جراح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تاکہ کلام الٰہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلام الٰہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہو جائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہو گیا تو قرآن خواں خاموش ہو گیا اور وہ بھی اپنے اصل حال میں آ گئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھا لیا اور کہا کہ الٰہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تخت پہ بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تیز ہوا چلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم برہم ہو جائیں اور تمام دنیا کا

www.maktabah.org

نظام برہم ہو جائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدائی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر ایسا چاہیئے کہ راہِ تقلید چلا ہوا اور بارگاہِ تحقیق تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقق کی اقتدا ایک بنیادِ فاسد ہے! پیر وہ ہونا چاہیئے کہ طالبانِ طریقت وسلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے اعیان ثابتہ کی منزل تک پہنچا یا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو۔) نیابت رسول کی معطّر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو۔)

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق وتقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توحید ومعرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزاری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صانع کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت وابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلد کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلد ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے! شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آگئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتائیے موتی کی اصل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابرنیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے جوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک از روئے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی پگھل کر پانی بن جائیں۔ آئمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں میں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ لے جاکر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہو گئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ۔) یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفتہ کی شکل میں ہو گیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرط سوم

شرط سوم یہ ہے کہ مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے۔ خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو روانہ رکھے۔ اگر اس نے مرید کی ہفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گویا اس نے اپنے اس بلند مقام کا حق ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

www.maktabah.org

کے درپے ہے اس لیے کہ شیخوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپاکیوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کر دے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: ومثلہ کمثل امام غاش رعیتہ و فی الاخرۃ مسئول وماخوذ "اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب

حضرت قدوۃ الکبرا کا گوہر علی نامی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریائے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔ ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگرِ ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا (گوہر علی اس سے پاک و منزہ تھے) لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت توبہ و استغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد بطور وعظ آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور سخت غضبناک ہو کر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت درِیتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرمِ وصل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت درِیتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرقۂ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبانِ طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تاکہ مریدوں کے دل میں کوئی وسوسہ خلافِ شریعت و طریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت و ارادہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہو گئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے ادھر ادھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجانین (پاگلوں اور دیوانوں کا بازار) کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کر دو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روز کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

www.maktabah.org

باباحسین سوق المجانین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں در یتیم ہاتھ میں درّہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں
باباحسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوۃ الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔
آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ درّہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سُن کر حضرت درِ یتیم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیاء خدا
سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ
نے سوق المجانین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ درّہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس
گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حال کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستانِ حق
کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان
خرید لیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا
حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہ عالی میں روانہ ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے
عرض کیا کہ میں ساتھیوں کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔ حضرت کے مرید
تنگر قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ کسی
ضرورت مند کے کام آ جاتا۔ اس خطرہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا اور
فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہانِ پروری خدا کو سکھا رہا ہے۔ جو ارحم الراحمین
ہے غرضکہ تنگر قلی پر آپ نے عتاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ تنگر قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہ
عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیے گئے۔ آخر کار انہوں نے حضرت نور العین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی
خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ عذر خواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور حسبِ سابق نوازشوں سے سربلند
ہونے لگے۔

شرط چہارم شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات و انفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مرید وں
کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے کسی طرح
اور کسی موقع پر اس میں مسامحت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے
اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے
بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالبِ حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔ اس کے
لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شدائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اسکو راہ میں
تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابو مدین سے منقول ہے کہ ماللمرید الرخص (مرید کیلئے اور رخصت
یہ کیا ہے؟) شیخ ابو طالب خرزج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تادیلات کو قبول کرنے سے جو مسامحت
نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس
سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نماز مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے اغراض فرمایا کرتے تھے (کبھی چشم پوشی نہیں فرماتے تھے۔) آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام افعال و اعمال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی مرید نوافل کی ادائیگی میں بھی سستی کرتا یا اعمال حسنہ میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناراضگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تاکہ مخلوق کی آنکھ کھولدیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی ناواقفی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھولدے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے تاکہ اس کا کمال ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کر دے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمال حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں! پس مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے خبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس ہر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمال حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کر دے گا کہ نفس کی خاصیت ہی یہی ہے۔

شرط پنجم

پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے تنزیہہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (پاکیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کمی پیدا ہو گی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے[1]۔ پس لازم ہے کہ شیخ متحمل رہے اور اسرار الٰہی اور افکار ربانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

---

[1] ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلت مروت کا باعث ہوگا۔

www.maktabah.org

کرے ورنہ سم قاتل کی طرح مضرت رساں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار منتہی کے لیئے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اُس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان مہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم در سر کنی ای یار زنہار	برا دل میں کہے تو مجھکو اے یار
اگر گردی دمی در گرد افکار	اگر دم بھر پھرے تو گردِ افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سالک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔ اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کر لیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔ معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ بھید کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے استاد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علمِ توحید پر مبنی تھا۔ اس کتابچہ میں انہوں نے توحیدِ الٰہی کے بہت سے حقائق و معارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔ چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔ شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کر لیا اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔ علمائے ظاہر تک وہ غوامض توحید پہنچے چونکہ مسائل و مباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔ شیخ عمرو عثمان مکیؒ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلاج (منصور) پر کفر بیں کی اور ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ الٰہی! منصور پر کسی شخص کو مقرر فرما دے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔ پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بددعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ را نبود حیا	کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہا چون تیغ پولاد است تیز	نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گر نداری تو سپر واپس گریز	گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ و صوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوف) کو معرض تحریر میں لائے (رموز تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزان لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیئے دل ہی

www.maktabah.org

میں نہیں آتے، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قیدِ کتابت میں نہیں لایا جا سکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جو ان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقہ دوم میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلی کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور خلق پر ظاہر کر دیا۔

اشعار

سری کر سرِ بمہر نمودند عاقلان	جس سر کو عاقلوں نے کیا سر بمہر تھا
دیوانہ را نگر کہ بہردم نثار کرد	دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار
ہر گوہری کہ بود بدریای دل نہان	دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں
بیرون کشید و ردِ ہمہ روزگار کرد	سب کو نکالا رکھدیا پھر پیشِ روزگار
راز درون پردہ برون کرد چون خطیب	اندر کا بھید کر دیا باہر خطیب نے
آمد فرازِ منبر و خود آشکار کرد	منبر پہ آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

رباعی

کہا میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کونین میں میرے سوا کوئی ہے؟

کجا غیر و غیر کو نقش غیر	کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فی الوجود	قسم ہے خدا کی نہیں جز خدا
من می شنیدم وگویم من	میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں برملا
ایا ہست در دو جہان غیر من	کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام و خاص سب نے قبول کر لیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو نہ خاص نے قبول کیا نہ عام نے تو میں منفرد تن تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہرے کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص و عام نے قبول کر لیا دوسرا توکل و معاملہ و محبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل و علم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہو جائیں۔

شرطِ ششم یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس کے خلاف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش کے خلاف حکم دیں جب وہ آپس میں بیٹھے اور ان کی خواہشیں جدا گانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکنا اس گروہ کے

www.maktabah.org

نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ مرتد ہونا طریقت کے رو سے دوری و بے تعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گرجاتا ہے اور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہے اور اس کی خدمت اختیار کرتا ہے اور اگر یہ دوسرا شیخ بھی ارباب حقیقت سے ہے تو مقام پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچا نہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگایا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قید خانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بے تعلقی و رسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجہ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امر اہم کے لئے دارالسلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو وجہ سے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدمبوس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطہ ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لاکر ڈال دیا جب نظر شریف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظم ولایت وعقد معرفت کا یکتا بنا دو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار حجرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بڑے بڑے وظیفوں اور وردوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائف مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا۔ اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ مشائخ کے معمول و وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نماز فرض کو بھی کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس کو وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب

www.maktabah.org

دے اور توجہ اشغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفہ صوفیہ اور مشائخ کبراء کا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو "ابوالوقت" ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاء اللہ اس کے مقام پہ کی جائے گی۔ اب دونوں مریدوں کا کسی جگہ پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں نے اپنے اشغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر قحطی جو شیخ عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کی بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الٰہی بجا لانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غرور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصوّف اور توحید میں یگانگت چاہیئے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے کیوں نہ موافقِ ارشاد:

وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [1] اور تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی بندگی کی وفا ذات ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید یہ لحاظ نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابوبکر قحطی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ طبیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفرا کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو فاقہ کراتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسب حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے یہ مرید ایک دوسرے کے حال سے مطابقت چاہیں کہ سب کی تربیت یکساں انداز پہ کی جائے، تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پہ رکھ دیا گیا ۔

رباعی

کسی را بی مشقت تاج برسر	کسی کو بے مشقت دیدیا تاج
نہادہ بادشاہی خشکی وتر	عطا خشکی تری کا کر دیا راج

---

[1] پ ۲۳ صفٰت ۹۶

www.maktabah.org

دگررا کردہ در منزل جگر ریش — کسی کو کر دیا منزل میں زخمی
بس آنگہ خواند سوئی مسند خویش — وہاں سے لوٹا دہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کو تو اس درگاہ میں بندگی کے راستہ سے پہنچنا نصیب ہوا۔ اور خواجہ ابو منظفر کرمان شاہی کو خداداندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔ یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا۔ اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔ خود حضرت خواجہ ابو منظفر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو وادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ مجھے وہ مسند اور بالش پہ بیٹھے ہوئے مل گیا۔ ارباب رعونت ان کے اس قول کو دعویٰ پہ محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

شعر

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ — نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ ہر کس می نہد پا بر سر گاہ — نہ سب کی ہے رسائی تا بدر گاہ

اور یہ دعویٰ نقص حال پر گواہ ہے۔

شرط ہفتم یہ ہے کہ ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقین دلائے کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کیلئے یہی قوت و غذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹ کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جتلا دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا۔ فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بو یا جاتا ہے۔ اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا کا ہے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بو یا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہو گی (عبادت میں کسل اور دل میں وسوسے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت و نافرمانی کا درخت نشوونما پائے گا۔ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابو احمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک دودھ اس نومولود کو پلا سکیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو احمد ابدال سلطان فرشنافہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالحہ تھیں شیخ ابو اسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ان صالحہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔ وہ ضعیفہ عفیفہ حضرت ابو اسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

www.maktabah.org

ہاتھ سے رسی بٹتی تھیں۔ اور اس کو فروخت کرتی تھیں اور اس کی قیمت سے اپنی حوائج کی ضروریات پوری کرتی تھیں تا اینکہ ۲۶۰ھ میں المعتصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابو احمد پیدا ہوئے وہ صالحہ خاتون ان کو اپنے گھر لے آئیں اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔ کبھی کبھی شیخ ابو اسحاق شامی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور عہد طفلی میں خواجہ ابو احمد کو بھی کبھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس بچے سے ایسی خوشبو آرہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اور اس کی ذات سے عجیب و غریب احوال و آثار مشاہدہ میں آئیں گے۔[1]

شرطِ ہشتم شرط ہشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہیئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شیخ کی شیخیت، حب جاہ پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ اور وہ صرف دنیاوی دولت کو کمانے کے لیے ولی بن بیٹھا۔ ہمت و نسبتِ طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ حب ریاست اور حراست برتری کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔ (یہ بہت بڑا نقص ہے) اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوکان موسیٰ حیًّا لما وسعہٗ الّا اتباعی۔ | اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

الیاس و عیسیٰ ہمارے پیغمبر کے حکم شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجّہ ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمربستہ ہوئے جب تکیباں گاؤں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ لیجائیں تو جائیں گے اور اگلے مشائخ ہرات کو باغیچہ انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغباں کی اجازت کے ؎

شعر

بی نفس رخصت این باغبان — آنے کی رخصت جو نہ دے باغباں
رہ نتوان یافت درین بوستان — پا ہی نہیں سکتا رہِ بوستاں

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جاتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محافہ کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبداللہ انصاری کے محافہ کو نکال لائیں

---

[1] سلسلۂ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔ آج بھی لاکھوں سے فزوں حضرات اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش گوئی صادق آئی ہے۔

www.maktabah.org

اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب تسکیان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخواست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم لے چلیں کرم فرمائیے اور محافہ میں بیٹھئے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے پکڑا اور پیچھے کے دونوں بازو کو امام ظہیرالدین زیاد اور امام فخرالدین علی ہیتی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھدو تاکہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھدیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمائیے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تاکہ دوسرے لوگ محافہ اٹھائیں تاکہ ہر ایک کا ایک حصہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیر و مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادران طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اسکو آزاد چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر سو آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اکٹھا بیٹھیں اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ **مصرعہ**

روح را صحبت ناجنس عذابست الیم

روح کو صحبتِ ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیئے جس سے پوری طرح ربط ہو تاکہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حق سبحانہ و تعالیٰ کی ایک محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بجز اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گذار اور اہلِ علم درحقیقت عزت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم ان کے معتقد ہیں لیکن وہ نسبت و طریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص صحبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوحش ہوتے تھے اور لوگوں کی

www.maktabah.org

بلند حکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار محلہ خواجہ گفتی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایاتِ عالی بیان فرماتے ہوئے بیحد گرم ہوگئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب آگئے جن پر زہد و تقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہوگئے اور فرمایا "سخنے از شما گرنخت" بس اب بات ختم۔ یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ معتقد نہیں ہے۔ اس لیے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا معتقد ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹی ہے اور وہ کسوٹی "آمد سخن" ہے۔ یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلۂ کلام جاری رہنا۔ چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی پھرکی ہوا سے تیز چلتی ہے۔ تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کرسکتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں کچھ محرم اسرارِ طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علوم مکاشفہ کے دقائق اور اسرارِ مشاہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے لوگ مجلس شریف میں آئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمروا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرم اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپالو کہ تمہارے توجہ د سخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تاکہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اتنا وسیع المعنی تھا، اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے :-

اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِم [1]

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائقِ صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہ عجیب و غریب معارف اور اسرارِ طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔ جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آجاتے تو بے اختیار آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات و اسرار و معارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لے جاتے تو معرفت و طریقت کے ایسے

[1] مجھ جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سی مضمون بڑا (بخاری و مسلم)

www.maktabah.org

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری وعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے باایں ہمہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آکر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک وعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آگئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڑھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس لقمہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نوالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوزۂ مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جاسکتا ؎

شعر

عیسیٰ دلی بباید تا بشنود زبور — لازم کہ دلِ عیسیٰ ہو تا سن سکے زبور
ہر خر چگونہ فہمد مترنم طیور — سمجھے ہر ایک خر کیا یہ نغمۂ طیور

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقاماتِ خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضرویہ کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبتی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخلیہ میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جوانمرد سمجھتے تھے مصرعہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولتِ معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقدِ نکاح میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ہوگیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہوگئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرمانہ وبارتبہ تھی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمدان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بارہا فرمایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی نے جوان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک و غیرت آگئی فاطمہ نے معلوم کرلیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے ؎

شعر

میان محرم جان و تن ای یار — میانِ محرم جان و تن زار
زرویٔ قرب آمد فرق بسیار — بڑا ہے فرق نزدیکی میں اے یار

فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا رخسار و عذار کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

www.maktabah.org

انہوں نے اپنے منہ کو چھپا لیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش ونگار آپ نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے ؎

قطعہ

تا کہ میان من وتو ای نگار	میری تری دوستی تھی اے نگار
بود بہم صحبت معنی نگار	از پئے نظارۂ معنے نگار
نیست رو ہمدم زین سپس	ہمدمی جائز نہیں میرے لئے
چون نظر افتاد بدست و نگار	دیکھنے جب تم لگے دست ونگار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وارد الٰہی وفیض نامتناہی کا سبب ہوجاتی ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یکایک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی۔ آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہوگئی۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطریق عتاب وخطاب اپنے اصحاب سے فرمایا، کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف اُن طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحر شہود میں اور حال حضوری میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہود حق سے محروم نہ کردے اس سبب سے یہ لوگ احباب کی مجالست اور اصحاب کی مخالطت ہمیشہ کرتے ہیں تاکہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں۔ اور احباب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور بیشتر از وقت احباب آکر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملتے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیر نفوس کی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کرلیتے ہیں۔ (طریقت میں ایسا قرب منع ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑوں کے باطن پر تصرف کرلیتے ہیں یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ ربّ تبارک وتعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے اور کمسن بچوں کی محبت جو دلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو تجلّی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

www.maktabah.org

میں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیر حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیرِ حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحب استعداد لوگوں کے باطن پر تصرّف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کردیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیت کریمہ کے بموجب

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [1] — اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) بیان فرمائیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت مبتدی اور متوسّط کے لیے ایک زہر قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیئے سبحان اللہ سبحان اللہ، صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ ناجنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پوستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پوستین پہننی چاہی ایک دوسرے شخص کی پوستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آگئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور حلقۂ ذکر شروع ہوگیا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ رہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اچھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہیئے ویسی حاصل نہیں ہو رہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ یہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پوستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پوستین نہیں ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پراگندگی کا سبب کہیں یہی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پوستین اتاردی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل
نباشد کاندرو تاثیر دارد
بود در جامہ ہم تاثیر مردم
کسی کین نشنود تقصیر دارد

نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہو مائل
ہر اک انساں کہ ہے صحبت میں تاثیر
لباس خلق میں ہوتا اثر ہے
نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

---

[1] پ ۳۰ الضحیٰ ۱۱

www.maktabah.org

شرطِ نہم

مقاماتِ خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمالی تجلیات میں تمیز کرا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی تینوں اور اسرار سے واقف ہو۔ اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے)

امام شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحب اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرض احوال مناسب نہیں ہے اور ترک ادب ہے۔ اور اگر اہل اشراق سے نہیں ہے تو ترک عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے) بہت سے مشائخ اشراق نے (جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کو مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحب اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارج قرب کے طے کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرض حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیئے تاکہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریق ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جاننا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیئے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے ؎

مثنوی

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند	کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خردمند	کہ ہو روشن دل و پیر خردمند
ز مصرش بوئی پیراہن شمیدی	تھا بو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
چرا درچاہ کنعانش ندیدی	نہ چاہِ کنعان میں کیوں اسکو دیکھا
بگفت احوال ما برق جہانست	کہا حالت مری برقِ جہاں ہے
دمی پیدا و دیگر دم نہانست	کبھی پیدا کسی دم وہ نہاں ہے
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم	کبھی ہوں طارم اعلیٰ پہ بیٹھا
گہی بر پشت پائی خود نہ بینم	کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش بر حالی بماندی	اگر درویش اک حالت پہ رہتا
سر دست از دو عالم برفشاندی	دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ طریقت نے "اشراق برخواطر" یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا" کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمیمہ اور بعض اوصاف خبیثہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرۂ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورت حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان ذمائم سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کو خواطر سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہوتا ہے اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہروی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابو علی فارمدی کو خواطر سے آگاہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہی بھی بخشی تھی اور اس کے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنا دیا گیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحب کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلابی الہجویری الغزنوی قدس سرہ) کو منزل سلوک میں وقفہ سے دوچار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آگیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشود کار کے لیے وہ حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ اُن کو اس مسجد میں جو اُن کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہٖ وہ ایک ستون مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ان سے بغیر دریافت کیے ہوئے اس کا جواب پا لیا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میرا ہی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابو القاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اسی کا میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرط دہم مقامات خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ایک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ بس اس سے زیادہ اختلاط اور مجالست نہ کرے کہ کثرۃ المشاہدہ فقد الحرمۃ (کثرت ملاقات توقیر ضائع کرنا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول حضرت قدوۃ الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کراتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے۔ ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرما دیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوۃ الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجروں کے

www.maktabah.org

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔ اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔ اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرما دیتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کرے تیار کرائے تھے، ایک وحدت آباد، دوسرا کثرت آباد، آپ خود وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سجادہ تھا اور اس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔ حضرت نور العین، یہ خادم نظام یمنیؒ شیخ کبیر، شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام شیخ رکن الدین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک آج جو دیوار اٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے، حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو کبھی کبھی اپنے عشرہ مبشرہ کے لقب سے بھی یاد فرمایا کرتے تھے۔ کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومعہ، خدام و مریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دوبارہ کر سکتے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔ بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نور العین اور حضرت کبیر نصف شب میں یا صبح کے وقت شرف ملاقات حاصل کر لیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمدند	خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفان را در مقام وحدت آباد است وطن	عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری و ساری پایا چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشتغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہونے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

ز بہر خاص دارد بارگاہی	برائے خاص ہے درگاہ اکرام
ز بہر عام دیگر خانقاہی	بنی ہے خانقاہ اک از پئے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ و شیخوخت کی شرائط کی طرح مرید و مسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں۔

شرط اوّل یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر و شر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام و کمال پیش کر دے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

www.maktabah.org

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔ اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔ اور اس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرطِ دوم دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسب ظاہر وہ اس میں کوئی بھلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تاویل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذور نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔ اعتراض انتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔ پس اے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب طریقت و اصحاب سلوک کے بعض افعال اگرچہ بحسب ظاہر خلاف شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف و عیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ ارباب بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلاف شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔ سوائے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لیے ان کی جانب انکار و اعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو الغیث یمنی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازا سکے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹ لیا ہے۔ اس خبر کو آئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کر لو اور گوشت پکالو۔ لیکن اس کا سر اسی طرح رکھا رہنے دینا۔ اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیہوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیہوں پیس کر روٹیاں پکالو۔ فقرا نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔ اس جماعت میں کچھ فقہاء بھی موجود تھے ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابو الغیث نے فقراء سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہاء حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھ لو تو کیا پہچان لوگے اس نے کہا جی ہاں، شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا وہی سر اٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا۔) اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

www.maktabah.org

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکو اسے لوٹ کر لے گئے۔ حضرت نے گیہوں کی گون طلب فرمائی اور اس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہا نے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت پشیمان ہوئے۔ اور یہ شیخ کی عدم اطاعت سے گمراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیہ اور اصحاب طریقت اپنے اعیان ثابتہ سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے آثار و احکام سے ان کو وقوف حاصل ہو جاتا ہے اور ان آثار میں بعض احکام ذمیمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلد ان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔ تاکہ جلد ہی توبہ و استغفار کریں۔ پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اور اکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔ (پس اسی افادیت کی بناء پر ان کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجا اور بہت سا سونا اور چاندی ان کو دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچو تو یہ مال و زر ان کے جوتوں میں ڈال دینا اور ان کے جوتوں کا رخ سرزمین روم (قونیہ) کی طرف کر دینا۔ مولانا نے سلطان ولد کو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچو تو محلہ صالحیہ میں ایک مکان بیکر کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں جانا۔ وہاں مولانا شمس الدین تم کو ایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہو رہا ہوگا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے تھپڑ مارتا ہے! خبردار تم یہ رنگ دیکھ کر کہیں ان کے منکر نہ ہو جانا وہ فرنگی پسر اسی گروہ صوفیہ کا ایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن زنہار زنہار	نہ دیکھو چشم بد سے ان کو زنہار
نظر برایں ہمہ نیکان دادار	نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان	کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار	نظر آتا ہے الٹا اور بے کار

لیکن وہ خود اپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کر دیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اور ان کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت و تعظیم کے لیے سر جھکایا اور ان سب پر رقت طاری ہو گئی۔ جب فرنگی زادہ نے یہ

www.maktabah.org
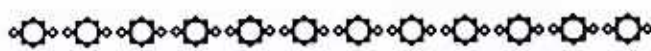
کیفیت دیکھی تب وہ سمجھا یہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ ٹوپی سر سے اتار کر رکھ دی۔ اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا۔ اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لٹا دے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھاؤ۔ اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ۔

سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رُخ روم کی طرف کر دیا پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی۔ مولانا نے ان کی گذارش قبول کر لی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد (اور دوسرے ہمراہی) ان کی رکاب میں روانہ ہوئے۔ مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ اے بہاء الدین تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

شعر

نزیبد بندہ را در خدمت شاہ	نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ بر نشیند براسپی اندرین راہ	کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ الغرض دمشق سے قونیہ تک بہاء الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب حضرت شمس الدین قونیہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سَر اور سِر، سَر تو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا۔ اور سِر سلطان ولد کو بخش دیا۔ اگر بہاء الدین کو عمر نوح بھی میسر آ جاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبت میسر نہ آتی جو اس سفر میں میں نے ان کو عطا کر دی ہے۔ امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے۔

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت و صدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ علائق روزگار اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔ جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بناؤں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبان طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا اژدحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]	وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

www.maktabah.org

وہ اپنے معمولات سے ذرا سی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو
چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا
تھا۔ ایک روز حضرت نے محض میرے امتحانِ عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا
کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسین و جمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے
اس کی طرح کا حسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور
کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پہ ہوتی ہیں موجود ہیں۔ میں کچھ دیر خدمت گرامی میں بیٹھا رہا پھر مجھے حکم
دیا کہ باہر جاؤ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ
فرما لیا اور جان لیا کہ پہلے سے سو گنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا
کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس کے باوجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل
پیدا نہیں ہوا۔ تعجب کی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مخدوم۔ اے میرے آقا۔ بندہ کو اس سے کیا سروکار
کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ ہاں۔ میں بہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جنی تھی کسی دوسرے
کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔ اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہو تو "عصمت" شرط
انبیاء ہے (ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا) اولیا کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔ جب آپ نے میرا یہ جواب سماعت
فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیا کے دفتر میں درج کیا جائے

شرط سوم

شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے۔ خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پہ کھنچی ہوں
(وہ اپنے طلب سے باز نہ آئے) ؎

بیت

عاشق ثابت قدم آنکس بود درکوئی دوست — عاشق ثابت قدم بس وہ ہے کوئے دوست میں
رو نگرداند اگر شمشیر بارد بر سرش — منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ برسے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دمشقی سے روایت ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید واثق اللہ تعالیٰ
کی ہدایت و عنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہو تو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ شیخ میں اقتدائیت
کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ بہت سے طالبانِ راہِ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس موقع پر حضرت دُرِّ یتیم
نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور مقتدی تو
اس معاملہ میں بالکل ہی کورا اور نابلد ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ "مکیہ" میں فرمایا گیا ہے
"یُعرف ذالک بلحوان الناس ومن احوال الجماعۃ الذین یعتقدون ویصحبونہ" اس کی شناخت
دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جا سکتی ہے جو اس شیخ کی پیرو ہے۔ اور ان
لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اقتدائیت

www.maktabah.org

کی بعض علامات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھینچنا چاہئے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہو کر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا ع

مشک غماز ست نتواند نہفتن بوئی را

مشک خود غماز ہے بو کو چھپانا ہے محال

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریت سرخ کی طرح ہے اور عنقائے مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرامی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں پہنچا سکتا اسی کا نام توحیدِ مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکنِ عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریق الٰہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملہ میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحیدِ مطلب سے یہ مراد ہے کہ طالب تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزاوار یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہو تاکہ شیطان اس میں تصرف نہ کرے۔ اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔ پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق بس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم و ثابت قدم رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔ یعنی بدن کے ساتھ، نفس کے ساتھ، قلب کے ساتھ، عقل کے ساتھ، اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اس کی تمام حرکات و سکنات، قیام، قعود اور دوسرے تقلبات (تبدیلیوں)، افعال و اقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیازمندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنا لو کہ اگر اعتقاد صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند ہو۔ اگر نیازمندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میسر ہو ہرگز مقصود حاصل نہ ہو گا نہ کسی معنی کا فیضان ہو گا۔

www.maktabah.org

شعر

صدق ونیاز باید تدبیر این سفر را — ہے اس سفر کا ساماں صدق ونیاز زیبا
زاہد ترا نہ بینم یک زہد آن دوائی — زاہد نہیں سمجھتا تجھ کو میں ایک ذرہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک ویرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب وروز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی ویرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں تبلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں تبلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے میں توکل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ از راہِ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملوائیے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہوئے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہو سکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذور ہیں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابد ویرانے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران و پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی نورانی داڑھی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پودے کے کانٹے سے الجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑ لیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خارِ نہالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخر کار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیئے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کر دوں گا اور اپنے اس دو رخے پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کر کے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہو گئے (اور آنا ترک کر دیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا سبب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

www.maktabah.org

ملاقات کراؤں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدہ پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جمِ غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ ادھر یہ عابد اس فکر میں غلطاں و پیچاں راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں بتاؤں گا کہ میں "خان" کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پودے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پودے کے قریب ایک بہت ہی عجیب وغریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی داڑھی سفید ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں میرے پیر و مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیازمندی کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر تصوّف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت وعقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبدالصدق ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثل صورت نے بھی جانے کا ارادہ کیا تو عبدالصدق نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کشود کار کے لیے یہ سامان مہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ ہے نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہرجائی تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہِ طلب میں مذبذب اور بزرگان طریقت نے کچے اور بے قرار ہرجائی کا ثمرہ الخیر نام رکھا ہے۔ اس ہرجائی سے سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اس کے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اس کی محبت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہو گی جو میرے احاطۂ علم سے باہر ہے تاکہ ایسا نا روا خیال اس کی فیضیابی میں سدِ راہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

www.maktabah.org

بہتر سمجھے۔ اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا یکمل ایمان المرء حتی اکون احب الیه من نفسه وولده وماله	کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور نقصان و زوال سے پاک و منزہ جانے اور مقصودِ کونین اور وجودِ دارین اسی سے حاصل کرے۔

قطعہ

زبہرِ کام خود ای کام پیکر	ہمارا مدعا ہے پیر کا در
ندارم در جہان جز پیر دیگر	نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
زبہر حاجیان کعبۂ راہ	برائے حاجیان کعبۂ راہ
نباشد قبلۂ جز پیر خوشتر	نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرطِ چہارم شرطِ چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتدا نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے اپنے لیے گوارا اور پسند کر لی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس کے لیے زہرِ قاتل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شعر

تو صاحب نفسی ای غافل میان خاک خون میخور	تو صاحب نفس ہے غافل میان خاک خون کھالے
کہ صاحبدل اگر زہری خورد آن انگبین باشد	کہ صاحبدل جو کھائے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نفلی نماز ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کر دیا ہے آپ اس کو خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرمالیا اور اس کے لیے ریاضت و مجاہدہ فرمادیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیفہ اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت و ریاضت کے لیے راتوں کو جاگنا بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

www.maktabah.org

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجوزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کر اے میرے سردار آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا

قم باذن اللہ الذی یحیی العظام وھی رمیم۔	اس خدا کے حکم سے اُٹھ جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہوگئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضعیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ بعض ایسی غذائیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھا لے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعہ

صاحب دل را ندارد آن زیان	صاحبِ دل کا نہیں اس سے زیاں
کہ خورد او زہر قاتل را عیان	زہر قاتل بھی اگر کھا لے عیاں
زانکہ صحت یافت از پرہیز رست	کیوں کرے پرہیز صحت پا گیا
طالب مسکین میانِ تپ درست	اور طالب تو ہے تپ میں مبتلا

پس جانبین کے اطوار اور طرفین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیئے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت سے اذکار و اشغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حاذق مرض کی تشخیص کر لیتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے از روئے عنایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور افادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرط پنجم مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدقِ عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

www.maktabah.org

ترقی کا اشارہ فرماتے اور فہم دقائق بیں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید خدمت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے ہیزم کشی (لکڑیاں کاٹ کر لانے) کی خدمت اس کے سپرد تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز لکڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس جگہ شیخ حکم دیتے وہاں ان لکڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائقِ معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جواہر معارف وحقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید لکڑیوں کا گٹھا لے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کو کہاں ڈال دوں؟ دو مرتبہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل از خود رفتہ ہو رہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں لکڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں۔ شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھے گا جا **آگ** میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پرخلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ ہیزم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گلزار بن گئی تھی ۔

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل	لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زتاب چشمہ آبِ زلال شد	آگ ایک نہر و چشمۂ آبِ رواں ہوئی

شرطِ ششم شرطِ ششم مرید کے لیے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجالائے (ان پر بصر وسر کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقام حصول کی نہایت ہے (اسی سے منزلِ مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجا آوری میں اس حد تک عمل کیا، موافق شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں تو کہنا ہی کیا ہے۔ (تامل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی میسر نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں از راہِ عنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

www.maktabah.org
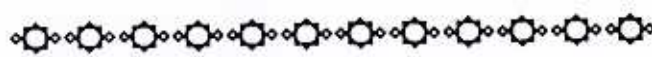
کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال و ابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کو شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصۂ ارواح واشباہ وسراپردۂ شمع دشمعدان مصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

”میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔“

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ ابوبکر سیلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید تھے۔ جن کے مرید شیخ اوحدالدین کرمانی بھی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ بہرحال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اور سیاہ نمدہ پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پہ کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخرالدین عراقی بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخرالدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نثر و نظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے[1] اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار و معارف جو فرزند عزیز فخرالدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض مصطلحات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات و معارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا مصاحب عطا فرمائے گا جو اولین و آخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

---

[1] شیخ فخرالدین عراقی قدس سرہ کی نثر میں بلند پایہ کتاب ”لمعات“ موجود ہے جس کی شرح حضرت جامی نے اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی ہے نظم میں آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

www.maktabah.org

حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف و صوت کے لباس میں پیش کرے گا۔ لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہو گی [۱]

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ۶۴۲ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔ اور شکر ریزان کی سرائے میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مولانا رومی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ چند کتابیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس و تدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔ مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قیل و قال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔ مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتابیں اٹھا لیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔ مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔ اور فرمایا۔ ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا! ان میں بعض کتابیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا (کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔) مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق و حال ہے۔ تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔ شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔ کسی نازنین پسر کو لاؤ۔ مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔ اچھا یہ چھوڑو۔ اس وقت اگر تھوڑی سی شراب مل جائے تو لاؤ کہ پینے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا رومی باہر آئے اور یہودیوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھروا کر خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حسن عقیدت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا (جس قدر بیان کی جا سکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے) اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہو سکے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس یہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

---

[۱] دیوان شمس تبریز، اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور دیوان شمس تبریز کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

www.maktabah.org

روز مولانا رومی درس سے فارغ ہو کر شاگردوں کے ساتھ شکر ریزاں کی سرائے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہو کر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔ پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ما عرفناک حق معرفتک : یا الٰہ العالمین۔ میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔ اور بایزید بسطامی پکار اٹھے سبحانی ما اعظم شانی میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔ وانا سلطان السلاطین اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابو یزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہو گئی اور وہ سیرابی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہو گیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔ لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لحہ بہ لحہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ[1] کی کشادگی کے ساتھ کشادہ ہوا۔ وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ[2] کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہٰذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے۔ پس بایزید بسطامی کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں۔ جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو جو کچھ ملا وہ محتاج بیان نہیں۔

شرط ہشتم یہ ہے کہ خود کو سب سے کمتر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دو جہاں میں حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے پیر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تاکہ اس مقام پر پہنچے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹا دی جائے خلیل کی طرح اپنے سے یہی کہے کہ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝[3]

بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف
کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا
اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

---

[1] کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کر دیا۔ پ۳۰ سورہ نشرح ۱
[2] اور اللہ کی زمین وسیع و فراخ ہے۔ ۱۲ پ۲۳ سورہ زمر ۱۰ [3] پ۷ الانعام ۷۹

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں لطور نبی کے ہے۔ پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں ؎

شعر

ایکہ کنی فرق نبی از ولی	کر نہ بیان فرقِ نبی و ولی
ہر دو یکی دان و رہا کن دوئی	دونوں کو اک جان ہٹائے دوئی
گفتم کہ پیامبری تو یا پیر	میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفتہ کہ دوئی زراہ برگیر	بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود وراہِ شہود کے سلوک کا طریقہ بتا دیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بھیجے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر برحق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اور ان کی بارگاہ کا کمینہ جاروب کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا توبہ کرو اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلب محبوب کو بڑھائے ؎

قطعہ

بدانکہ پیر سراسر صفات حق باشد	تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگر چہ تماید بصورت بشری	اگر چہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو چو کف ست بہ وصف چون دریا	تری نظر میں ہے اک کف مگر ہے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دمش سفری	مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیئے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذاتِ شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر بیچ میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے ؎

رباعی

نی رفع عطش ز تشنگان آب کند	کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
نی دفع کلال خفتگان خواب کند	اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری	حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن ز پس پردۂ اسباب کند	گو نظروں میں در پردۂ اسباب کرے

حضرت قدوۃ الکبرا بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اور ان کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

www.maktabah.org

فرماتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پہ ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں **مصرعہ**

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود و محل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے

شعر

کسیکہ در رہ اخلاص اینچنین نرود	کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگ و دو
بکوئی وصل دلآرام نازنین نرود	وصال اس کا دلآرام نازنین سے نہ ہو

یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دو جہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا ہے

قطعہ

منصب دی برتر از کونین آمد گفتہ اند	اس کا درجہ دو جہان سے بڑھکر ہے سب نے کہا
کوس عالی ہمتی بر ذروۂ اعلیٰ زنند	کوس ہمت ذروۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
رو بسوئی حور جنت کردن از دون ہمتی است	حور جنت کی طرف رخ کرتا ہے دون ہمتی
ہر کجا دون ہمت آمد بر سر او پا زنند	جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرط ہشتم یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے۔ اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے۔ اور اپنی عمارت دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کر کے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پہ گذرے تو اسی وقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک وقت میں دو مخالف امروں میں مشغول نہیں ہو سکتا تاکہ غفلت طاری نہ ہو۔ یوں برا خطرہ ہرگز نہیں گھسنے پاتا تو ذکر سے غفلت کو دور کرنا چاہئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا ہے کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم و قالب ہو جائے ہے

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئی	تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منت جان چیست چو جانان توئی	منت جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب ہو گیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھرپور سر سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

www.maktabah.org

تو مرید خرقہ ہوا اور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہو اور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہو اور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہو اور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہو اور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہوگیا ہو اور سارا وجودِ پیر مرید کی جان ہو جائے۔ تیرا پاؤں اس کا موزہ ہوگیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ' وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہوگیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہوگیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پہ پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذاتِ پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ شیخ فقیر کو دے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ ناچیز فقیر محمد دوستی مخدوم عالم پیشوائے بنی آدم حضرت شیخ علاؤالدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصاص حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے تبرکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے تبرکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرت نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے از روئے غصہ و حسد طعنہ زنی شروع کردی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچا دی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا غیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ عرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پر نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کرسکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کرسکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بین محمّد و محمّد چون این
کتنا فرق ہے حامد و محمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچا دیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تحسین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پھیلے گی۔

شرطِ نہم شرط نہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دو جہان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے جب تک اس پر

www.maktabah.org

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامح ہوگا (بھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ نہیں ہوتا

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ لہ ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

بس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یا ملک الفقراء المساکین (اے بادشاہ فقراء ارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (واؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغائرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس وسوسہ سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔ سہ

شعر

بر حرف ہیچ کس منہ انگشت اعتراض	مت رکھو کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد	یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطِ خطا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل ارشاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اس کو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہوگی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہوگا یا اس کی صحت کو پہنچ جائے گا حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے مخدوم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مثواہ) نے ایک دعا حضرت فریدالدین گنج شکر

لہ پ ۲۷ النجم ۳-۴

www.maktabah.org

سے سیکھی تھی۔ اور پیر کے ارشاد کے بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعا میں ایک لفظ پر اعراب بظاہر غلط نظر آتا تھا۔ علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔ اور اسی طرح بظاہر غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت ضد کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ لفظ غلط ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منسوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کہ طالب و سالک رہِ خدا باشد — ہر ایک شخص جو ہے طالب طریق خدا
دم از خطاش زدن برتر از خطا باشد — خطا بتانا اُسے ہے خطا سے بڑھ کے خطا

شرط دہم یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔ خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ (شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔ اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہو گا اور یہ رغبت و میلان نسبتِ ذوقیہ کے ظہور میں مانع ہو گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابوبکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مولانا ابوبکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور سخت طیش کے باعث وہ وہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ اُٹھو اس سے چل کر عذر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہو گئی وہ سامنے آ کر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب میرا جواب سنیے! کہ میں پچاس سال سے مسلکِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں

www.maktabah.org

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔ لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت اپنے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا از روئے شریعت و طریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا نے اس کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت و ملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت و تعظیم کا حکم دیا تھا۔ قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا لایا تھا لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ ہم نے عرض کیا بار خدایا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا[1] اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کر سکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفےٰ دبارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور چار دب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت بر کار علائی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی و وجدان نامتناہی کی دولت و شوکت مجھے دی۔ چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب و احباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔ جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت دُرِ یتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد و ہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبداللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد یسوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنی یار بیش قدم مقام ارشاد میں تھے

---

[1] پ ۱۴ النحل ۱۸

www.maktabah.org

دوسرے حضرات نے ادباً ان کی خدمت و ملازمت کی کیونکہ یار پیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پیر بھائی کی رحلت وسفرِ آخرت کا وقت قریب ہوا سب پیر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندقی کی طرف اشارہ کیا اور اُن کا سفرِ آخرت قریب ہوا تو سب پیر بھائیوں کو خواجہ احمد یسوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سپرد کر دیا جب خواجہ احمد یسوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سارے پیر بھائیوں کو خواجۂ جہاں خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا ؎

شعر

از صدائی گنبدِ گردون چنین آمد بگوش	کان میں یوں گنبدِ گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت بنوبت میزنند	باری باری سے بزرگوں کی ہیں بجتی نوبتیں

مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجا لائے

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے خدمتِ شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقامات خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حتی الوسع خدمتِ شیخ میں کوشاں رہنا چاہیئے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے ؎

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئی	ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچوگانِ خدمت بر آورد گوئی	ملے گیند چوگان خدمت سے ہاں

شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی

حضرت نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے لیے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شب زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروعہ لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری موافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کردو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی و راحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزار دی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو ان کو وہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) و آرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے۔ اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

www.maktabah.org

اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بار ایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محترم قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں۔ شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑلی تاکہ آپ اطمینان و آسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور باگ تڑالی۔ تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقدسہ سے یہ رباعی ہے ؎

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کویت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کویت	پھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ بر آید ای صنم روز حساب	ممکن ہے "صنم" روز قیامت مرا نام
نامم ز جریدۂ سگان کویت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر حج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفاً و تعظیماً) کو روانہ ہو گئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطۂ اودھ میں پہنچے اودھ میں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام و اہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کو شوربا بہت مرغوب تھا۔ لہٰذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہو گئے۔ شوربا تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا! کسی خادم نے بتادیا کہ شوربا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سا لعاب اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہو گیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کر دے تب بھی کم ہے بے چارہ

www.maktabah.org

مجذوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

جان نقد محقر است حافظ	جان ایک حقیر شے ہے حافظ
از بہر نثار خوش نباشد	کرنے کو فدا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ امیر علی دنیوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا۔ یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کردی۔ جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تاکہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پاکر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اے جوان مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبت عدم میں تیرے عشق آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ یہ ظاہر میں بھی ضروری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قرب ظاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت دُرّ یتیم نے آداب پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ مقامات خواجہ[1] میں بیان کیا گیا ہے:

"نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب وقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترک سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تاکہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعی آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہوچکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک و صاف نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

---

[1] چونکہ اس کتاب کا ذکر کئی جگہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے لہٰذا مترجم اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے۔ "مقامات خواجہ" سے مراد کتاب اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابوسعید" ہے۔ یہ کتاب یعنی مقامات خواجہ آپ کے پوتے کے فرزند یعنی پرپوتے کی تصنیف ہے۔ یعنی محمد ابن منور ابن ابی سعید ابن طاہر ابن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ اسرارہم نے اس کو [illegible]ھ میں مرتب کیا تھا۔ ۱۳۱۷ھ میں یہ کتاب ماسکو سے شائع ہوچکی ہے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اس کا کوئی مخطوطہ ہوگا۔ (شمس بریلوی)

www.maktabah.org

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی تو نہیں رہ گئی ہے۔ اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبانِ حقیقت از روئے صدق وارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہو (ان کی ہدایت وارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے) اور توقف کرے تا اینکہ اس کا صدق و ارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہو تب اس طرف توجہ کرے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانۂ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد و اطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانوادۂ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خاندان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کرانے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہو جاتا تو اس سے شب و روز میں دو ختم کروانے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھلوں سے کرواتے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقۂ ارادت میں لاتے (مرید کرتے) اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد و تلقین کے لیے مقرر کر دی جاتیں۔ چونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہٰذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت و ولایت کا طلب گار بن گیا ہے۔

شعر

کسی کامروز برشخصی مرید است	یہ بکتا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لافد کہ بہ از بایزید است	نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سنو جو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کاملین کا مقتدا گزرا ہے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیر زادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں! تم وزیر زادہ ہو تم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجا نہ لاسکو گے۔ پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ہر حکم بسر و چشم بجا لاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرما سر و را فرمان برم	جو بھی فرماؤ گے آقا وہ بجا لاؤں گا میں
سرنمی تابم ز حکمت بندہ ام تا زندہ ام	زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کر سکو گے۔ تین مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سر منڈوانا اور گدڑی پہننا ہے ۔

www.maktabah.org

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند — قلندران حقیقت نہ آدھے جو میں بھی لیں
قبائی اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست — قبا اطلسی اس کا جو ہے ہنر سے جدا

کیا تم یہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔ اس وقت فرمانروائی کا خیال ترک کر کے حضرت سید الطائفہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔ حضرت سید الطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اور ان کو گدڑی پہنا دی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہمیانی (پیٹی) اور زنبیل (کاسہ) ہاتھ میں لو اور جہاں جہاں تم نے حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظر میں تم امیر و بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤ اور ان سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز — عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز — عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری — رکھدے تو عشق پیر کے آگے
درمیان انچہ درمیان داری — جس کی الفت تھی آج سے پہلے

پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔ پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کر آئے تو سونا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے، تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور پیسوں کی پہنچی آخر درجہ کر روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخر کار ایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھدیا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔ حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے چلّہ میں بٹھایا۔ معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔

رباعی

کسی کو بر در دلہا گدائی — دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بپا مد بادشاہی — بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا را کسادی شد ببازار — گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار — یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود تھیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے دروازہ پر اس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ لیکن اس خدمت کی نہایت کو نہیں پہنچ سکا۔ جس طرح حضرت مخدومی کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے معیار کو ظاہر کیا ہے۔ تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف اشتغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نورالحق والدین نے خانقاہ میں آٹھ برس لکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

www.maktabah.org

ایک دن اعظم خاں۔ مخدوم زادۂ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحبزادہ) جو حضرت شیخ نور الحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔ حضرت مخدومی کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں۔ مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھڑ لاد کر لائے اور باورچی خانہ میں لا کر ڈال دیا۔ حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی تو رتم نے حضرت والد ماجد کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔ لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔ حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔ اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کر دی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اور ان بے چاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور ان کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں تم وہاں جا کر ان کے پانی کے برتن پنگھٹ سے اٹھا کر صاف ستھری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔ اور وہاں سے وہ اٹھا لیا کریں گی، چار سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آجکل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کر لیں مصرعہ

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود
بے رنج کے کسی کو خزانہ نہیں ملا

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہٗ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہو جاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پالکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔ لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ اشعار

بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت
کہ بر سر نہادہ دیگ نعمت
بسی در آتش اندوہ سختہ
بباید تا شود این دیگ پختہ
کسی کین دیگ نعمت پختہ خوردہ
ز دیگِ آسمان سرپوش بردہ
چہ داند نعمتی این دیگ خامی
نداند سِرّ ہیچ از خاص و عامی

بہت سر پہ اٹھایا دیگِ نعمت
بسا سر پہ لیا ہے دیگ نعمت
بہت دن آتشِ غم میں ہو سختہ
تو پائے پھر کہیں وہ دیگ پختہ
کسی نے دیگ نعمت سے جو کھایا
فلک کی دیگ سے سرپوش لایا
بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام
کہ سِرّ خاص کا دانا نہیں عام

www.maktabah.org

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پالکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پالکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سالے منصب وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم و عار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ و نام عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ

قطعہ

چہ می گوئی کہ زین ننگ تمام است — یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام
کہ مارا در جہان زین ننگ نام است — جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام
کسی کو را بود زین خدمتش ننگ — جو کہتا ہے اسے کار کمینہ
زند فردا ز حسرت سینہ بر سنگ — تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے لطف و کرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور میں بھی الاطاعۃ احسن من الخدمۃ (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجا لاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر دیا تھا اور اس "قدمچہ" کے صاف کرتے وقت کبھی بھی نجاست کی بو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے "قدمچہ" کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی نجاستوں کو صاف کر رہے ہو

قطعہ

نروید تا کسی خاشاک کثرت — نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت
ز جاروب عیوں درگاہ وحدت — پلک سے تا بلے درگاہ وحدت
نہ بیند پیش گاہ وحدت حق — نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق
مقید در نیاید سوئ مطلق — مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جاروب کشی سے حاصل ہوا ہے

قطعہ

آنہا کہ جام خدمت مردان چشیدہ اند — جو لوگ جام خدمت مرداں کو ہیں چکھے
در بر قبائ دولت یزدان کشیدہ اند — وہ خلعت خدا سے ہیں ملبوس ہو گئے
مردان ز راہ رنج و تعب از حضیض گل — ان مرد بعد رنج کے پستی سے خاک کے
بر اوج وصل عشق بہت رسیدہ اند — اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے مزے

www.maktabah.org

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جوانمرد کو تیار ہو کر آنا چاہیئے۔ جس طرح میرے فرزند اشرف (قدوۃ الکبرا) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کر لیئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روغن اور فلیتہ (بتی) سے تیار رکھا تھا۔ بس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ (آگ کی لو دکھاتے ہی وہ چراغ روشن ہو گیا) بس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آورد	مرید اپنا چراغ دل جو لایا
ز شمع حال خود پیرش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہوئے
چہ کار آید ز پیرش گر خراشد	تو پھر کیا پیر گر اس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں سے سب موتی ہی برسے
صدف گر نیست لولو از چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کر دیئے گئے۔ اب چند آداب بیان کیئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔ اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین و کاملین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی ہی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جزء ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس مشرب کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔ ؎

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج نریزد کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سنا دے اس کے بعد فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد و تحیۃ الوضوء جو علماء و بعض مشائخ کا پسندیدہ

www.maktabah.org

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکر جہری اس کے لیئے زیادہ مفید ہے ؎

قطعہ

سر نز ند آتش ز آہن برنگ	لوہے سے آتش نہ نکالے گی زنگ
تا نز ند بر دل سندان ترنگ	مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئے دل آرائی نہ بیند کسی	روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزداید ز آئینہ زنگ	آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالب د مرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسند ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گروہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملکہ سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلۂ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے ؎

قطعہ

چو مرأت الصفا روحانیۂ شیخ	مثال آئینہ روحانیۂ شیخ
نماید ہر چہ ہست در لوح محفوظ	دکھاتی ہے کتاب لوح محفوظ
خیال زشت دارد در جہان او	بڑا ہے بدعقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملحوظ	نہیں جو آئینہ میں ان کے ملحوظ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد و پیری کی قابلیت کی ایک شرط یہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرمۂ عرفان سے سرمگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کار اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شناخت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہو جائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت و اہلیت سے خبردار ہو جائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شب پنجشنبہ کے اتالیسویں چلہ میں میں نے بے خودی میں دیکھا

www.maktabah.org

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اور ان کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چلہ ختم ہو چکا ہو تو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اور سلام کیا۔ میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو اُن کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا اچھا۔ جب وہ اندر آیا دور سے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے ؎

مصرعہ

بر آمد صورتی کان دید در خواب ۔۔۔ وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب

اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ اِدھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرما لیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہو جاتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں ؎

شعر

دہد نیسان چو آبی گوہران را ۔۔۔ جو موتی کو ہے دیتا آب نیسان
صدف را گو کہ بکشاید دہان را ۔۔۔ صدف کو کہہ د کھولے اور دندان

تاکہ اس دولت کمال و آب فیض زلال کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اور بلند حال ہو جائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گذشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں تھا وہاں سے میری نظر اس کے نزول حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارد عالی اس پر نازل

www.maktabah.org

ہو رہا ہے اور بڑا اچھا حال اس پر کشف ہو رہا ہے اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہو کر اس کیف میں مست ہو گیا تھا میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہو اور کیا دیکھتے ہو کہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو بولا نہیں کہہ سکتا میں نے کہا بیہودہ نہ بکو کہو اس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صورت کزان عالم مرا از لطف بنمودند — کرم سے ایسی صورت مجھکو اس عالم سے دکھلایا
بفکرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم — ہماری عقل میں آتا نہیں میں منہ سے کیا بولوں
ازان دریائی حسن او کہ بی قعر است وبی ساحل — جو ہے بے قعر وبے ساحل اسی بحر تجلی سے
کشیدہ جان من جامی چسالش بر لسان آرم — پیا ہے روح نے میری پیالہ کیسے لب کھولوں

بلاشبہ مقام بہت بلند تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہوگا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبداللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبداللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہوگا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل و پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں ؎

قطعہ

چو صوفی را رسد وارد گرانبار — ہوئی صوفی کی جب حالت گرانبار
ز خلوت سر نہد در سوئی کہسار — نکل بھاگے گا وہ خلوت سے کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید — رہے جنگل میں سرگشتہ ہمیشہ
اگر واقف نباشد پیرش از کار — نہ ہو گر پیر اس کا واقف کار

خادم موجود رہتا تھا ناگاہ بابا محمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندو الیاس تھا بابا محمود کے بعد باہر جست کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندو الیاس تک تو پہنچ سکا اور ان کو پکڑ لیا لیکن بابا محمود جنگل و پہاڑ کی طرف چلے گئے ؎ شعر

ز شیرین دار وی سورا در افتاد — ہوا جب جذبہ شیریں اسے یاد
گرفتہ کوہ و صحرا ہمچو فرہاد — گیا وہ کوہ و صحرا مثل فرہاد

ہندو الیاس پیر کے انتظام و تربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابا محمود اسی طرح مجذوب و مغلوب رہے۔ شعر

مرید افتد چو از تربیت پیر — مرید آغوش مرشد سے جو نکلا
رود در جذبہ جاوید تاثیر — ہمیشہ جذب میں پھرتا رہے گا

اور ان سے کرامتیں اور خلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فراست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

www.maktabah.org

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں ؎

رباعی

مرایشاں را بود آئینہ صاف — انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صیقل انوار الطاف — چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائی بصیرت شان زند پر — کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از ذروہ این قاف تا قاف — تو دم میں طے کرے از قاف تا قاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا و سالکان راہ ہدا کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس ساتھی کا آخری معاملہ کیا ہوگا ؎

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید — ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گر یک ذرہ خورشید — عجب کیا ذرہ بھر دیکھے جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امام اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتانی کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزدوی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریائے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے مدبر تھے ہر مسئلہ کا دو دو، تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا۔ بحث کرنے لگے ؎

شعر

چو خواہی نفحۂ از عنبر خاص — اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مشامی پر کن از کافور اخلاص — تو بھر لو سر میں تم کافور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب و غریب رقت و گریہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزدوی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہونچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کراتے تھے۔ مجھکو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدر الدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھو ان پانچ

www.maktabah.org

مسلوں کو میں تمھیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے۔ ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا ان پانچ مسلوں کا مقصد مجھے بتادیا اور آخر میں فرمایا اے فرزندان پانچ مسلوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا ؎

شعر

نصیحت کردہ ام در دل نگہدار — نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تو می آید این کار — کہ اک دن کام آئے گی تری یاد

میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر کچھ کان نہ دھرتا تھا ؎

شعر

شود روز آسودہ زین رہ گذر — ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پندِ پدر — پسر گر سنے دل سے پند پدر

ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ و عہد پورا کیجئے۔ باپ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے۔ باپ نے جب سنا فکرمند ہوئے کہ دونوں صورت نقصان سے خالی نہیں ہے ؎

بیت

یکی را گر بود ہر دو تفکر — کسی کو گر کہیں ہو دو تفکر
فتد کشتیش در بحر تحیر — ہے کشتی اس کی در بحرِ تحیر

بے حد غور و فکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ اِنَّا فَتَحْنَا یاد کر لو لڑکے نے قبول کر لیا سورہ انا فتحنا یاد کر لی ؎

شعر

ز سرّ فتحنا بجز داند پسر — فتحنا کا سرّ کیسے جانے پسر
کہ او را ازو پیش آید ظفر — کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر

ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دارِ دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین و خلفاء باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا ؎

www.maktabah.org

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ — لیا جب باغ سے پیڑوں نے مایہ
بود از تخمِ او امیدِ سایہ — تو ہوگی تخم سے امید سایہ
صدف گر رفتہ از دریای گوہر — صدف نے بحر سے پھینکا جو گوہر
چہ باکست گر بود بر جائی گوہر — حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخر لڑکے کو سجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اور اس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میووں کے لئے تیار تھا ایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھی اور روانہ ہوا۔ جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی۔ چند میل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اور شہر میں عزت و احترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید اعلیٰ اور ادنیٰ سب تھے خلوص و عقیدت کے ساتھ سب امڈ پڑے لیکن علماء نے اعتراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہو اس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کو راستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہونچا اس نے علماء کو بلا کر اس واقعہ کو دریافت کیا علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیرزادہ کو بھی بلانا چاہیئے۔ بادشاہ نے مجمع کیا سب علماء کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا۔ بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ علماء کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقراء کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں ؎

قطعہ

زعالم چون نباشد زاہد آگاہ — نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد — کرے انکار گر وہ تو ہے معذور
چہ داند مشرب آبحیات او — وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ در ظلمات خود مستور باشد — کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں۔ علماء نے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں۔ انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورہ انا فتحنا پڑھیں۔ پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنا دی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا ؎ شعر

بود درویش را نوعی سرانجام — فقیروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ از آغاز دریابند انجام — کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہاء الدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلی مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہرًا اسلام کی صورت میں بہروپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آگیا۔ فورًا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہو گیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھدیا اور مرید ہو کر سلوک میں مشغول ہوا ؎

چنان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد	دلِ صاحب نظر ایسا ہے اک آئینۂ صافی
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہہ بر دارد	کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اتر جاتی

دوسرا ادب (پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال و خدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کر کے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی املاک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف و حال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دل جمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت و صاحب عزم ہو اور کیف و حال میں مضبوط و قوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روزمرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کر دینے کے بعد مطالبۂ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگر قلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور بڑا دبدبہ تھا اور اقتدار رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیحدگی اختیار کریں اور تعلقات و موانع سے دامن بچالیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس توکل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے شعر

گرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ایعزیز	گرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
بر نتابد ہر کسی این بار از روئی تمیز	زور ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

www.maktabah.org

تیسرا ادب یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہوتا کہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے اور چاہیئے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیئے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صالحیہ میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور سارے کل وجز اسباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیئے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں ؎

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سر این تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میکردند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہر کز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کرے پھر کیوں کسی کا

حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و جیش کے ساتھ ان کی برکت سے قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔ **قطعہ**

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در بکشائی بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باجود
کہ خوش دانند راہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزودن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

www.maktabah.org

حضرت شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہ العزیز کا سالانہ خرچ دسترخوان خانقاہ دو لاکھ اشرفی تھا اور میں حساب کرتا ہوں تو پانچ لاکھ اشرفیوں کی اپنی جائیداد ہمارے طریقہ کے صوفیہ پر وقف کی اور اسی طرح مثلاً شیخ الشیوخ حضرت ابو سعید ابوالخیر کے پاس اسقدر مال و منال تھا کہ جب سفر کعبہ کا قصد کیا تو ریشمی خیمے کھڑے کئے جاتے تھے جن کی طنابیں بھی ریشمی ہوتی تھیں اور سونے کی میخیں لگائی جاتی تھیں ؎

قطعہ

چو گردون برزدہ خرگاہ زربفت	فلک نے گاڑا جب خیمہ سنہرا
طناب ریشمین با میخ زربست	طناب ریشمی سونے کا کھونٹا
دران خرگاہ چون خورشید زرین	تو اس خرگاہ میں خورشید پایہ
مہ مہتر شدہ اصحاب پروین	تھا آقا چاند ہر ساتھی ستارہ

اثنا مراہ میں خرقان پہنچے اور شاہی پردے اور بادشاہی خیمے کو شہر کے کنارے نصب کیا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے نور فراست سے جان لیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک بزرگ مہمان آیا ہے کچھ فقیرانہ مہمانی کرنی چاہیئے۔ دو جو کی روٹی بڑی دشواری سے مہیا کی اور خادم کے ہاتھ بھیجا۔ جب خادم بارگاہ حضرت شیخ میں پہنچا دیکھا کہ ایک دنیا خیمے کے گرد سر ڈالے ہوئے ہے اور ایک آسمان ستاروں سے بھرا ہوا دروازے پر کھڑا ہے ؎

شعر

درون درگہی دید چون آسمان	وہاں جا کے دیکھا عجب یہ سامان
زمین بوس او ہم زمین ہم زمان	زمیں بوس ہے ہر زمین و زمان

خادم مجمع کی وجہ سے حضرت شیخ کے پیام کو پہنچانے سے عاجز رہا اور کہا کہ کون ہوگا جو میری خبر حضرت شیخ ابوسعید کے کان تک پہنچا دے۔

قطعہ

کہ باشد آنکہ عرض مور مسکین	کوئی ہے جو کہ عرض مور مسکین
رساند بر سلیمانی بہ تمکین	کو پہنچا دے سلیمان تک بہ تمکین
فرستادہ چو مور اندر خور خویش	مثال مور دی اپنی غذا ہے
پر ملخی ضیافت از کم و بیش	ضیافت کے لئے جو کچھ ملا ہے

دیر ہو گئی کہ خادم دروازہ پر بیٹھا رہا۔ جب حضرت شیخ کے خادموں نے دسترخوان سامنے بچھایا فرمایا کہ بھائی شیخ ابوالحسن کا خادم دروازہ پر بیٹھا ہے اور دعوت کا کھانا لایا ہے۔ بلایا۔ خادم اندر آیا جو کی دو روٹیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں بڑے شوق سے مائل ہوئے اور حضرت شیخ ابوالحسن کی تعریفوں میں زبان کھولی ؎

www.maktabah.org

قطعہ

دو نانی جو کہ پیش آور دبی قید — دو روٹی جو کی لایا ہے جو بے قید
بسی بہتر ز قرص ماہ و خورشید — مقابل اس کے کیا ہے ماہ و خورشید
بلی بر خوان دولت سرفراز است — ہے دسترخوان دولت پر سرافراز
یکی از ناز دیگر با نیاز است — کوئی با نیاز اور کوئی ہے با ناز

بالآخر فرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز و نعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کو سوز و گداز و دوڑ دھوپ کے بعد دیتے ہیں اور پچھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ پیر کے لئے اتنی دنیا جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مریدین کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیا دی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے

شعر

نیارد ہر مرید اندر ہدایت — مرید نو کو کیسے ہوگا معلوم
کہ باشد در یقین رزق غایت — کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تاکہ مرید سے بیحد عاجزی اور اطاعت ظاہر ہو اور طریقت کا رکن اعظم پیر کی غلامی ہے اور پیر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے، بعض لوگ اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں ساتھیوں کے لئے سامان و اسباب کی کثرت و افراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سو نفر فقراد حزبا مختلف شکل کے مثلاً قلندر، جوگی جنی اور کمبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف و معرفت پہنے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی بدولت کھانے پہننے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دلجمعی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں باآرام رہتا تھا

قطعہ

کریمی کہ در پیش بسیار کس — سخی ایک بہتوں کے آگے جو روز
ز نعمت کشد روز دستار خوان — بچھاتا ہے نعمت کا دسترخوان
دگر عکس او میخورد باد دیگ — کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگ
چہ نسبت بود در دل این و آن — ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان

چوتھا ادب (شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے) یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے موافقت ہو۔ یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کے لئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پہ

www.maktabah.org

کاربند ہونا چاہیئے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیسا کہ اگلوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل وحظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس مصلحت سے پیر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کاربند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے ؎

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر	ہوں کسی ماتم میں گر سو نوحہ گر
آہ صاحب درد باشد کارگر	آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تاکہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ؕ	کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ	نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ
تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [1]	بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے ؎

بیت

پذیرا سخن بود شد جای گیر	تھیں مقبول باتیں ہوئی جائے گیر
سخن کز دل آید شود دلپذیر	کہ جو بات دل سے ہو ہے دلپذیر

لکھا ہے کہ امام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لڑکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تاکہ اس کو سمجھا دوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے امام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تاکہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو ؎

شعر

اگرچہ پند را تقصیر نبودہ	نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر
سخن ناکردہ را تاثیر نبودہ	پہ قول بے عمل میں کیا ہو تاثیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابو حفص کبیر

---

[1] پ ۲۸ الصف ۲، ۳

www.maktabah.org

رحمۃ اللہ علیہ سے ایام بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پروئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایام بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بچھو نے آپ کو کاٹا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آکر جواب دیا میری املاک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کر رہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آکر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔ حضرت خواجہ شقیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔ مدت کے بعد جب شقیق کامل ہو گئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شقیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔ نجس نجس کو پاک نہیں کر سکتا جب آپ طاہر ہوئے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے مجھ کو پاک کر دیا ؎

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر	نجاست جب ہوئی پانی ہیں ظاہر
نباشد ہمچو آب جوئی طاہر	نہ دریا کی طرح وہ ہو گا طاہر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ علوم اس سے حاصل کرنا چاہیئے جس نے خود اس سے فائدہ اٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔ جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیئے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اس شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)

پانچواں ادب (کمزوروں اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

www.maktabah.org

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے کیونکہ جب طالب میں عقیدت و ارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ مدارات کرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو اسے قبول کرلے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھادے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور حلد رخصت پر اقتصار کرے تاکہ جلدی میں متنفر نہ ہو اور الٹے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے ؎

شعر

چو مرغی کز برائی دانہ کام — مثال مرغ جو از بہر دانہ
بتدریجش فتد در حلقۂ دام — ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کا رنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت و جنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑ لے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کر کے وقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خوگر ہے اور اس سے انس ہوگیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور دلدہی سے بسر کرنا چاہیئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہیئے۔ جب وقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے تنگ قلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحب جاہ تھے اور جب توفیق توبہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایکبارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضائے طبع تھا اسی قسم کا کھانا کپڑا دیا ؎

شعر

چو بام وصل بلند آمدای عزیز جہان — ہے بام وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو برآمدن از سرعتی چگونہ توان — ہے اس پہ جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھر امکان

چھٹا ادب (کلام کی صفائی) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہیئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق و مہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے تاکہ مریدین اسکے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہیئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

www.maktabah.org

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ وتعالیٰ سے معنی کے لئے دُعا کرے کہ اس وقت کا کلام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پرنالہ سمجھے کہ حق تعالیٰ چشمۂ معرفت سے ابر کرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو "نے" سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا ہے

شعر

بشنو از نی چون حکایت میکند	سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند	دوری کی کرتی شکایت ہے عیان

کیونکہ نے کو خدارسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہوگئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقعوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گردہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کرکے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے

شعر

چو ابری کز دم دریا برآید	اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
دگر باسیل سوئے خود گراید	تو کل سیلاب دریا میں گرایا

جسطرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمۂ والحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجانیوالے سے ہے نہ کہ اس سے

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد از دم نی	صدا کوئی اگر اس نے سے آئی
ز نائی میدہد خبری نہ از وی	خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی

اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہوگئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال و اقوال و اخلاق و اوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبۂ مظہریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو ان سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ:

www.maktabah.org

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[1] — اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جسطرح نے سے پہلی مرتبہ ہیں ؎

رباعی

آتش ست این بانگ نائی نیست باد	بانگ نائی کو ہوا مت کہہ ہے آگ
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد	وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
آتش عشق است کاندر نی فتاد	عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جوشش عشق است کاندر نی فتاد	جذبۂ الفت کی نے میں ہے اُبھار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گیا ہو اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابو المکارم کو جب راہ حق تعالیٰ کے سالک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کر کے اور منزلیں قطع کر کے آیا اور اپنے دقایق کا حل چاہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابو بکر فالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ وہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مجھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک میں بھوکا تھا ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرط مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابو القاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہوگا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کے لئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب بات کا بطور کنایہ کہنا ہے۔ پیر جس وقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تاکہ وہ اس سے پاک ہو جائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیئے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۳۱

شریفہ و مقاماتِ لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا ؎

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار	کرے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر ورق رخسار	بتا دیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار

جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر نگاہ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا ؎

شعر

چو در بحرِ دلش این دُرِّ اسرار	جو نکلا بحر دل سے دُرِّ اسرار
برآمد از تبسم کرد اظہار	تبسم کا کیا اس وقت اظہار
زہی دریائے اسرار منور	زہے دریائے اسرار منور
کہ ریزد از تبسم دُرّ و گوہر	تبسم سے ہے جھڑتا دُرّ و گوہر

معرفت و حقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصہ مجنوں کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے شرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے ؎

شعر

درین سودا کہ از عشق بتانست	یہ سودا جو کہ ہے عشق بتاں کا
یکی را سود و دیگر را زیانست	ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا

اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہیئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہٰذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذرا ہے سب بیان کرنا چاہیئے اس نے سب عرض کیا ؎

شعر

ز اوّل تا بہ آخر ہر چہ بودہ	ز اوّل تا بہ آخر جو ہوا تھا
بعرضِ سلطنت یکیک نمودہ	وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا

اور قلب اقدس میں جما دیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

www.maktabah.org

چاہیئے ورنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ہے

شعر

صاحب دل آئینہ شش سر بود
زانجہت از شش طرف ناظر بود

صاحب دل آئینہ شش سر بنا
شش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریض ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ دشاں کے آگاہ کر دینا اور با خبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانۂ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت و قوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفیٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے ہے

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ [1] اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کس کو مظہر ستار باشد
بلعیب برہنہ ستار باشد
ازاں راہ اولیاء او برحمت
بیاران بر زجان دلدار باشد

جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
اسی سے اولیاء حق کی رحمت
ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے خلق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگرچہ دوسرے موقعہ پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تا دیل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ایکبارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے ہے

شعر

دلی کان بود از خم آہن بتر
درو پند مردم نگیرد اثر

جو دل لوہے سے ہو کچھ میں بتر
نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

---

[1] پ ۲۹ القلم ۴

www.maktabah.org

توحیلہ پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ وتعریض کے نہ کہ از راہ شک وتردد آپ نے کہا هٰذَا رَبِّیْ (یہ میرا رب ہے) تاکہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں۔ جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر وتبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو سہ

شعر

اگر این وصف را شمری ز صانع — اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چہ باشد فرق در مصنوع وصانع — ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اسے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آگیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر اور حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آگئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تلبیسات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھا تھا سہ

بیت

مکن انکار تو در کار اخیار — نہ کر ہرگز کبھی انکار اخیار
کہ ہست در کار شان بسیار اسرار — کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار

اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ شمس بلخی سے نقل کرتے تھے انبیاء اظہار نبوت کے بعد اور اظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفان ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو هٰذِهٖ اُخْتِیْ (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ حیلہ کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّیْ سَقِیْمٌ (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہو گا کیونکہ حارث برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحییٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی سہ

سلہ پ ۷ الانعام ع ۹

www.maktabah.org

شعر

کسی را کہ در نار باشد مقر | کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سر از حظ دعوت بر آرد بدر | ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالائقی سے جو لوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سارے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم وادب سے بتوں کی پوجا کو اٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نماز ادا کرتے تھے ؎

شعر

بمحراب بتان از ترس اغیار | عدو کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئے دادار | کیا سجدہ خدا کا تا نہ سمجھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت ومحنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسند قرب پر جلوس فرما ہونے لگے ؎ ع

بقربت ز دیگر کسان برگزشت | وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرأت انہوں نے کی ہے ان کو بلایئے تا کہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کر دے اور مردہ کو زندہ کر دے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کر دے اور ہیں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تا کہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے قواس نے شمعون اور یحیٰی سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اُس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مردہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والا کر دو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے تھوک سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا اور دعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعون ویحیٰی سے ظاہر کیا شمعون نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

www.maktabah.org

قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تو اس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجا بطور تلبیس کیا تھا ؎

شعر

مرو از رہ تو از تلبیس ابلیس | نہ بن تو پیرو تلبیس ابلیس
کہ میباشد برا ینسان این ز تلبیس | کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب

نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نذیر نہیں ہو سکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت وجماعت ومشرب اساطین دین و دیانت کے مخالف ومعاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لاد و جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کریں کہ شریعت طریقت سے علیحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج وترقی ونزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف وتحقیق سے اس کو متنبط کیا ہے۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور صوفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند وبالا مقام ومقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دینوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کرا دو انہیں میں نے وضو کرا دیا اور داڑھی کا خلال بھول گیا ان کی زبان بے قابو تھی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لاکر خلال کیا پھر جان دے دی۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا۔ حضرت ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کرکے کہا ٹھہر جا مجھکو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھکو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آگیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کرکے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کرلیں اور جان دے دی۔ اللہ اللہ مردوں نے راہ عبادت وطریق تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہو اور اس کے

www.maktabah.org

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے۔ جس طرح کہ یحییٰ معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے فرمایا کہدو کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو سے

قطعہ

آنہا کہ در طریق آئینہ دو دیدہ اند	طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند	وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند در سلوک بجائی رسیدہ ایم	کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند	ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ پہ دوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیائے معرفت کے غواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیئے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی وقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہو اور صحرائے وجود کا سیاح ہو اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جزو کو وجود تعالیٰ کا آئینہ جانے اور اس میں اسماء الٰہی و اوصاف نامتناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دار الجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضیٰ جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضیٰ اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہوگا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیئے اور پوری سعی بجالانی چاہیئے تاکہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے سے

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست	مجلس رنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود برہم شکست	لشکر تقوے کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہر دم ہمدم رندان بود	جو کہ ہر دم ہمدم رنداں بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود	رند وہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مروی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال منکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت

www.maktabah.org
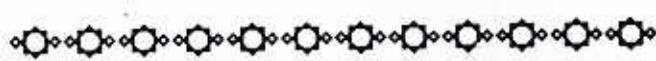
نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادت مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کئے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کامل اور ناداں لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف و عبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ	اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ
الْيَقِيْنُ[1]	آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علماء ظاہر کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجۂ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد معبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھادیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ	یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے
يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[2]	اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرند ہے نہ معلوم کس سعادتمند کی شاخ پر بیٹھے ۔ شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش درانند	ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
دلی گوئی دولت نہ ہر کس برند	مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب (مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اترنا ہے مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کی امید نہ رکھنی چاہیئے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر و حضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی و تن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

---

[1] پ ۱۴ الحجر ۹۹ [2] پ ۲۷ الحدید ۲۱

www.maktabah.org
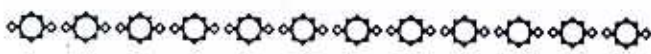
چاہیئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے قریب قریب حضرت قدوۃ الکبرا نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ ولباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف وقاعدۂ دادرسی سے پیراستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہوگیا ؎

شعر

یک کنیزک دیدشہ بر شاہ راہ	شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ
شد غلام آن کنیزک جان شاہ	ہوگیا پھر اس کا خادم بادشاہ

جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آگیا، بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔ قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چنے اور اس کے تل کے لب جوئبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بار خزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار جمال پر چلا ؎

شعر

چون خرید اورا و برخوردار شد	جب خریدا اور پھل کھانے لگا
آن کنیزک از قضا بیمار شد	ہوگئی بیمار وہ شان خدا

حکماء شہر واطبا نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رونما نہ ہوئی ؎

شعر

ہرچہ کردند از علاج واز دوا	جس قدر سب نے علاج اس کا کیا
گشت رنج افزون وحاجت ناروا	مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رخ کیا اور عاجزی ونیازمندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان وعطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آگئی۔ خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اُٹھ کل جو پیری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب وعدہ کی صبح افق نصیب ومطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دروازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں۔ کہا ان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھے ہی نہیں ہیں ؎

شعر

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند	بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا
آن عمارت نیست ویران کردہ اند	کچھ نہ کی تعمیر ویران کردیا

www.maktabah.org

کیونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس اطبا نبض و قارورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے ہے

شعر

درد دل را از کجا داند طبیب | درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
گرچہ باشد در ہمہ حکمت لبیب | گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب

مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پہ لپٹے ہوئے ہیں اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کردے ہے

مثنوی

رنجش از سودا واز صفرا نبود | سودا اور صفرا سے بیماری نہ تھی
بوئی ہر ہیزم پدید آید ز دود | لکڑیوں کی بو دھویں سے کھل گئی
عاشقی پیدا است از زاری دل | عاشقی کا چشمہ ہے زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل | کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
علت عاشق ز علت ہا جدا است | ہر مرض سے علت عاشق جدا
عشق اصطرلاب اسرارِ خدا است | عشق اصطرلاب ہے سرِّ خدا
عاشقی گرزین سر و گرزان سراست | عاشقی اِس سرسے ہو یا اُس سرسے ہو
عاقبت مارا بدان در رہبر است | فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندرونی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو تاکہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کروں جب سب نے خالی کر دیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی و خبر مصطفوی کے معنے سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیز گاری برتی اور چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید مرا جب بیمار نے صریح طور پہ بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لئے جاتا تھا نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا ہے

قطعہ

سوئی قصہ گفتنش میداشت گوش | قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
سوئی نبض جستنش میداشت ہوش | جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
تاکہ نبض از نام کہ گردد جہان | ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
او بود مقصود جانش در جہان | ہے وہی مقصود خاص و عام سے

www.maktabah.org

ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ یک بیک نام لیتا تھا تو صفحۂ دل سے امتحان لئے جانے کا نقش صاف کر رہا تھا ؎

بیت

نام شہری برد زانہم درگذشت — نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روئی او دیگر نگشت — کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا رہا

پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار و گلشن پر از شاخسار کا نام لیتے ہی اس کے غنچہ دہن سے بھی نکل پڑا "سمرقند" ؎

شعر

نبض جست و روی سرخ و زرد شد — نبض کو دی رنگ چہرہ کا گیا
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد — گویا زرگر پیارا اس کا آ پڑا

طبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے درپے ہوا کہ یہ جان لے کہ اس کا محبوب کس قوم کا ہے اور کیا نام رکھتا ہے اسی طریقہ سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض و رنگ رخ کو دیکھتا تھا۔ ؎

رباعی

تا کہ نام زرگرش بر لب رسید — نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید — نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم او کہ مطلوبش چو زر — سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست در زی زرگری عالی ہنر — ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر

طبیب نے جب اس کے زرِ رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگا لیا تو اس کو وصال کی خوشخبری دی اور کہا؛

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیست زود — مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحرہا خواہم نمود — مثل جادو اب کروں گا میں دوا
شاد باش و فارغ و ایمن چو من — مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سدا
آن کنم با تو کہ باران با چمن — سمجھو مجھکو بہر گلشن ابر سا
ہان و ہان این راز را با کس مگوی — ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گرچہ شاہ از تو کند صد جستجوی — گرچہ شہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی بیماری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیماری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہوگئی ہے کہ کوئی معجون و شربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے سنہرا اور جواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

www.maktabah.org
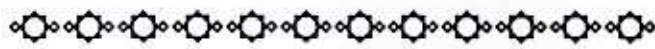
کے عرق میں ڈالنا چاہیئے تاکہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہو جائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا باہنر سنار جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال وزر کی امید دلا کر لانا چاہیئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گذرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تاکہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہوگئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پا گئی ؎

شعر

چو داروئی وصالش خورد بیمار — دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
شدہ نیکو ز رنج و درد بسیار — ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار

ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہو گیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سہرا بن اضمحلال دستی کے خورشید میں جا لگا تو معشوقۂ باہرد کے دل سے اس کا عشق سست ہو گیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت اوپر کو دکے آ گئی ؎

شعر

عشق نبود عاقبت ننگی بود — عشق کا ایسے نتیجہ ننگ ہے
عشقہائی کز پئی رنگی بود — یعنے وہ جو از برائے رنگ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل وحاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوئے ہیں اور اس حذاقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر و مرشد کو اس سے سو مرتبہ بڑھکر حذاقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے ؎

غزل

روح افزا روح ودلہا را طبیبی دیگر است — روح افزا روح و دل کا ہے کوئی دیگر طبیب
بہر بیمارئی دلہا را طبیبی دیگر است — دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیبی را نصیبی از دوا آمد ولی — ہر طبیب اس کو دوا سے اک نصیب آیا مگر
حضرت مخدومی ما را نصیبی دیگر است — پیر و مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
بر منابر گرچہ خطبا خطبہ میخوانند ولی — منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
خطبۂ عشقی کہ میخوانند خطیبی دیگر است — عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

www.maktabah.org

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی — میں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر
در عجائب اصفیا ما را غریبی دیگر است — ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب
در سپاہی بیحدت گرچہ نقیبانند ولی — تیرے لشکر میں نقیبوں کی ہے کثرت گو مگر
اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است — اشرف سمنان ترے درگاہ ہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر دل کو ضرور چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اور ان کے جو کشف و واقعات کو معلوم کرے اس کا اظہار و اشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگرچہ نعمات الٰہیہ و انعامات نا متناہیہ سے ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اور اس میں نگاہ جمانا بُعد و دوری اور نا امیدی و مہجوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بنا پر ایسا فرمایا کہ اُن مکاشفات کے ہونے سے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب (مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تاکہ موافق حدیث نبوی و اثر مصطفوی:

زر غبًا تزدد حبًّا — زیارت کر و ناغہ کر کے بڑھو گے محبت میں

کے عمل کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب و شرائط کے جامع قوانین ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ سے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے ؂

شعر

پائے من جز بدرت بر در دیگر نہ رود — تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در
گر مرا سر برود عشق تو از سر نہ رود — سر سے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی سر

اس کی بارگاہ کی ملازمت اور اس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضرور جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے ؂

www.maktabah.org

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست	صحبتِ شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست	ذکر با شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
زانکہ او نیست آن صفات خداست	اس کا پیکر نہیں وہ تو ہے صفات خدا
وصف او نیست وصف ذات خداست	وصف اس کا ہے اصل وصف ذات خدا

مثنوی

ہر کہ با شیخ ہمنشین گردد	پیر کا جو کہ ہمنشیں ہوگا
پاک از خشم و کبر و کین گردد	نہ کبھی اہل کبر و کیں ہوگا
صحبت شیخ صحبت حقست	صحبت پیر حق کی صحبت ہے
رحمت شیخ رحمت حقست	رحمت پیر حق کی رحمت ہے
پیش او میر تاکہ میر شوی	اس پہ مرجاؤ تاکہ میر بنو
از ہمہ واقف و خبیر شوی	سب سے واقف بنو خبیر بنو
پیش او ہر کہ مُرد زندہ شود	جو مرا اس پہ ہوگیا زندہ
چون ملائک بسوئی عرش رود	ملکوتی بنا وہ عرش گیا
لیک گر طبل باز گونہ زند	کوئی بانونی لات گر مارے
بہر روپوش گرد ہزل زند	منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
تو ازانہا مرم میفت از اسپ	بھڑ نہ ان سے الجھ نہ گھوڑے سے
رو ہمی کن علوم حق را کسب	علم حق سیکھ لے تو سینے سے
دامنش را مہل و پیش مرو	چھوڑو دامن نہ اس کے پیچھے چلو
ہر طرف رو مکن بدان سو شو	ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
ہرچہ گویند کہ خواہد او آن شو	جس طرح تجھکو چاہے وہ ہوجا
ہر سوئی کو رواندت میدو	جس طرف تجھکو لے چلے تو جا
رنج او را بکش کہ گنج بری	کرو محنت ملے خزانہ ہزار
پائی او بوس تا سری بیری	پاؤں کو چومو تا بنو سردار
ہر کہ از جان غلام شاہ شود	جو بنا جان سے غلام شاہ
ملک و انس را پناہ شود	ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ میں ہے مرید کیلئے

www.maktabah.org

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تصوف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہو سکتا ہے لہٰذا جب مرید پیر کی صحبت میں باادب ہوتا ہے پیر کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنا لیتا ہے اسی ذریعے سے اللہ کا منظور نظر ہو جاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھکو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہو تو دوبارہ کوشش کرو کہ ان کے دل میں جگہ بنالو ؎

شعر

جائے کن در اندرونہا خویش را	اُن دلوں میں کرلے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را	فہم غیر اندیش کا لینا نہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوا نہیں دے سکتا پس پیران طریقت، جو معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں، کا وقار وتعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کہ بموجب فرمودہ

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ	جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے) اللہ کا (بھی) شکر ادا نہ کیا۔

پیر، جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسباب ربوبیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر رہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مربی کے ساتھ تواضع نہ کی وہ رب اعلیٰ تک نہ پہنچا ؎

قطعہ

بتو نعمت ز دست ہر کہ رسد	تجھکو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بمیدان شکر گر بی پائی	شکر کی راہ گو کہ ہووے پائے
کی بشکر خدا قیام کنند	کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدائی	تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبرانے) حضرت نور العین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزندی کے رتبہ کو پہنچا دیا اور حضرت نور العین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کیے جو ایک انسان اور جنس عنصری سے ممکن ہے ؎

www.maktabah.org

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ — تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید او ز جنس آفریدہ — کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا

لہٰذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے ؎

بیت

اگر آئینۂ دل صاف گردد — اگر آئینۂ دل صاف ہو جائے
مظلہ نور پر الطاف گردد — تو ظل نور پر الطاف ہو جائے

اگر کوئی فرزند نسبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ [1] وہ آپ کے اہل سے نہیں۔
اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آیہ کریمہ :
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [2] اگر تم شکر کرو گے (تو) یقیناً تمہیں (اور) زیادہ دوں گا۔
سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا قصد سماتا ہے پیر ہر حال میں مرید کا زینہ ہے تاکہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ و تعالیٰ کا عرفان ہو اور حقتعالیٰ کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آسکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہوگئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ — بے شک میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا — ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں
وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [3] — شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدۂ بصیرت دو دیکھنے کے پردہ سے پاک ہو جاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اُٹھ جاتی ہے. جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شروع میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچا دیا ؎

قطعہ

فراز ذروۂ تحقیق توحید — عروج ذروۂ تحقیق توحید
رسیدن میتوان از شیب تقلید — پہنچ سکتے ہیں اس پر اہل تقلید

---

[1] پ ۱۲ ھود ۴۶ [2] پ ۱۳ ابراھیم ۷ [3] پ ۷ الانعام ۷۹

www.maktabah.org

ریا ہم باعث اخلاص گردد — ہو تو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بردید — کہ دیکھا بیج سے مالی نے بے پھل

اوران بزرگ نکتوں اور لطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پر انجام ہوا اور کوچہ ریا سے محل اخلاص میں پہنچا۔

آدابِ مُریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور رہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگر چہ بطور مکر وریا ہو اور ان کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار لوگ ہلاک ہوئے جو کچھ سارا ادب ہے جمہور صوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہئے کہ میرا کشود کار پیر ہی کی خدمت و ملازمت صحبت سے ہو سکتا ہے تو اس کے آستانہ دولت پر مجھکو یا جان دیدینی چاہئے یا مقصود تک پہنچنا چاہئے چنانچہ مجذوب شیرازی کہتے ہیں ؎ شعر

خدارا رحم ای منعم کہ درویش سرکویت — خدارا رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے منگتا
درِ دیگر نمیداند رہی دیگر نمیگرد — نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اور جو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دور کرنے سے وہ نہیں پھرتا اور اس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پیروں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جو ان کے امتحان سے کامیاب نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہو جاتا ہے ؎

شعر

عبارت گر ز محک پیر گردد — کھرے گر دقت محک پیر ہو جاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد — تو بالکل کیمیا تاثیر ہو جاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابو عثمان حیری سے نقل کیا کہ وہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں نیشاپور پہنچے اور حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب ان کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ بافیض کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اور اپنا مرید کر لیا انہوں نے واپس ہونے تک شاہ کرمانی سے یہاں رکنے کی اجازت لے لی اور ابھی شروع جوانی میں تھے ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابو عثمان نے تعمیل حکم کیا اور الٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غائب ہو گئے

www.maktabah.org

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلا دیں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرحبا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنا لیا۔

حضرت نور العین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی زادہ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوۃ الکبرا کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت عمداً بے پرواہی کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر دو ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیختا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہو جاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لنگی منہ پر رکھکر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (یعنی قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ ولایت سے محروم ہیں تو بھی انہیں میں سے ہوجا محنت کی حد یہی ہے جو تم کر چکے اب نہیں کر سکتے ؎

چو آب محنت از سر بر گذشتہ	جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
در آب ورطہ پائی شدہ	بھنور میں چاہئے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک لحظہ گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کافی مقدار کو ہو چکے ہیں گھبرا کر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا ؎

اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب بخواب	یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
خویشتن را درچنین نعمت پس از چندی عذاب	اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہِ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کر لیا اور اس گروہ کے مقامات و مکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلا دیا اور نیشاپور کی ولایت سپرد کی جب تک جیے وہیں رہے اور جس مقام و منزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا ادب <u>پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے</u> اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیازمند راضی اور خوش رہے کیونکہ اسکی

www.maktabah.org

محبت و ارادت کے موتی سوا اس طریقہ کے چمکدار نہ ہوں گے اور اس کی سچائی واخلاص کی گہرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابو عثمان ہارونی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابو عثمان کا دل تنگ ہوگیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابو عمر جو ان کے مریدوں سے ہیں نماز عشاء کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابو عثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کو اس بارے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابو عثمان خوش ہو گئے ان کو دعا خیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابو عثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابو عمر سے بے حد امیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خرچ کے لئے لے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابو عمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور برسر مجمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تاکہ میں اس کو واپس دوں۔ ابو عثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابو عثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابو عثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نور العین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نور العین کے نبض و قارورہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نور العین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مرید نے جو اس شکل کا ہے ایک ہاتھ لا کر دیا اور میں نے روغن تیار کر لیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں سرتاپا حیرت میں ہو گیا ؎

شعر

کسی کز بہر جانان جان کشیدہ	جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں
چہ شد گر پارۂ از جان بریدہ	عجب کیا کاٹا گر اک پارۂ جاں

حضرت قدوۃ الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے متردد ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کر کے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

www.maktabah.org

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبرا معرفت گوئی میں آئے کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہوگئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سا دم کر دیا ہاتھ نے وہیں سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا ؎

شعر

برہر زمین کہ روزی آن نازنین برآید	نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پائی بوسش دست از زمین برآید	نکلے گا ہاتھ بہر پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہو آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابو نصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا ارادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو پڑھو ان میں سے ایک نے آواز بلند کی ؎

رباعی

ہمائی اوج وحدت از خوش آواز	ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسوئی آشیانت کرد پرواز	لگا کرنے تری جانب کو پرواز
چو صیت مرغ لاہوتی رسیدہ	صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسوئی باغ وحدت پر کشیدہ	بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آ گئے اور کہا تم جیسوں کے لئے بوجھ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابو نصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آ گئے ہو، لوٹ جاؤ اور ان کے پاس جاؤ ؎

شعر

کسی را کعبہ گر در خانہ باشد	اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہووے
بوادی سر زند دیوانہ باشد	ہے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جو ان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا لُو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقسیم دو نماز کے

www.maktabah.org

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کرلو اور دے دو آپ نماز عصر ادا کررہے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچا دیا۔ پہنچتے ہی کھا لیا اور پیالہ کو صاف کرکے رکھدیا۔ جب حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کردیا کیونکہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا عرض کیا ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزہ آسان ہے لیکن خطِ فرمان سے سرکشی گراں ہے ؎

شعر

کسی از دم پیر یابد اثر ـــــ دم پیر سے با اثر ہو کوئی
کہ از خطِ او سر نیارد بدر ـــــ کرے گا نہ پھر حکم سے سرکشی

چوتھا ادب یہ ہے کہ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے۔ نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ اس میں نحوست ضرور ہے ؎

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست ـــــ دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست ـــــ بجائے بزرگاں نہ کر نا نشست

اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلدہی و بردباری اور حسن خلق پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تاکہ اس پرہیز سے ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور و جمعیت کی نسبت مرید کے باطن میں منتقل ہو مثل فتیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے ؎

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی ـــــ جو شمع نسبتِ مرشد جلائے
کند نورش بباطن دلفروزی ـــــ چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے

اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات و تصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت سے محبت الٰہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں کھانا کھاتے تھے اور آش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھا رہا تھا فرمایا گوشت زیادہ کھانا انسان کی فطرت کو گراں کر دیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں سستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

www.maktabah.org

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑی دیکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں۔ حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختی طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی ورنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی۔ فرمایا بلاشبہ سچا طالب امر ونہی کے راستہ میں جب تک اس درجہ پہ پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا ؎

کسی را گوش ہوش ارباز باشد	جو اپنے ہوش کو اک کان کر دے
براہ بندگی جان باز باشد	رہِ طاعت میں جاں قربان کر دے
زہر گوہر کہ ریزد از دہان پیر	جھڑے موتی زبان پیر سے جو
مرید از جان صدف پرداز باشد	صدف کے مثل اپنی جان کر دے

پانچواں ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائق ہیں۔ واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیئے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہو سکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہئیے کہ کلام پیر میں کیا مذکور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجرِ موسیٰ جاننا چاہیئے ؎

مثنوی

درا در وادی ایمن کہ ناگاہ	تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت اِنّی اَنَا اللّٰہُ	شجر تجھ سے کہے اِنّی اَنَا اللّٰہُ
چو سرِ اَنَا بر آید از درختی	اَنَا کا سر ہے کہتا جب درخت ایک
[illegible] نبود روا از نیک بختی	تو کیوں بولے نہ اس کو نیکبخت ایک

اور یقین کرلے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بے نطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علوم وکشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے ؎

دلِ پیران بدان ای یار ہوشیار	سمجھ پیروں کے دل کو یار ہشیار
کہ باشد بہتر از دریائے ذخار	مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخار

www.maktabah.org

چو بادِ فیض آید در وزیدن	ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوئ شہوار	تو جھڑتا ہے زبان سے دُرِ شہوار

بس ہمیشہ منتظر و حاضر رہنا چاہیئے تاکہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجذوب شیرازی کیا خوب کہتے ہیں ؎

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید	تو مے سے رنگ سجادہ اگر پیر مغاں کہدے
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا	کہ ناواقف نہیں سالک ہے راہ و رسم منزل سے

روایت ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرتؐ کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا اور اس سے منع کیا کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا	اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور
بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الآیہ	اس کے رسول سے۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ اَلشَّیْخُ فِی قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ (پیر اپنی قوم میں پرتو ہے نبی کا اپنی امت میں) وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پہ نازل ہوئی ہے کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات وسموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور محبتِ دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں ؎

استماع کلام او بہتر	بات کو اس کی سننا ہے بہتر
از ہزاران کتاب علم وہنر	پڑھنے سے کل کتاب علم وہنر
رحمت عالم است مرد خدا	رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دوسرا	مرشد و دستگیر ہر دوسرا
دست دردی زنید تا برہید	تھام لو ان کو تا رہائی ملے
روئ سویش بعشق وصدق نہید	ملو ان سے بڑی محبت سے
نوح وقت است او درین دوران	اس زمانہ میں ہیں وہ نوحِ جہاں
کشتی او رہاند از طوفان	وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفاں
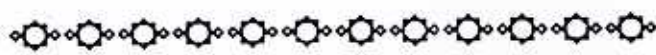
؎ پ۲۶ الحجرات ۱

www.maktabah.org

رنج طوفان وآب سہل بود ‏ — رنج طوفان و آب سہل تو مان
زان قوی تر بدانکہ جہل بود ‏ — اس سے بڑھکر ہے جہل اسکو جان
ہست طوفان حقیقت این عالم ‏ — ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
غرق در وی امیر و شاہ و حشم ‏ — غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
بگریزند بسوئ کشتی نوح ‏ — بھاگتے ہیں بسوئے کشتیٔ نوح
تا ز غرقہ خلاص یابد روح ‏ — تاکہ بچ جائے ڈوبنے سے روح
شہوات جہان چو طوفانست ‏ — شہوات جہاں تو طوفاں ہے
ہر کہ زو رُست او مسلمانست ‏ — جو بچا جلد وہ مسلماں ہے
وآنکہ از جہل ماند در شہوات ‏ — جس نے شہوت کی سمت کی پرواز
کافراست ارچہ آورد صلوات ‏ — ہے وہ کافر پڑھے اگرچہ نماز
کشتی ایمنی ولیّ خداست ‏ — کشتی مطمئن ولی خدا
از برائ شما میانِ شماست ‏ — واسطے تیرے ہے پناہ نرا
تا شما را رہاند از طوفان ‏ — پاس آئے نہ تیرے تا طوفاں
زانکہ این درد است او درمان ‏ — اس مرض کا ہے وہی اک درماں
اللہ اللہ فداء او گردید ‏ — اللہ اللہ اسپہ ہونا فدا
تا چہ او برنہم فلک گردید ‏ — آسمان نہم پہ تا ہو جا
اللہ اللہ درا غلام شوید ‏ — اللہ اللہ غلام اس کے بنو
ہر طرف کو رود جملہ روید ‏ — جس طرف وہ چلے ادھر ہی چلو
تا چنین دولت نگردد فوت ‏ — ایسی دولت کہیں نہوے فوت
روید وآورید ہش از موت ‏ — ہاں چلو ان کی طرف قبل از موت

چھٹا ادب مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کا پست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترکِ ادب ہے ؎

بیت

ز طبع نازک دلدار ترسم ‏ — ہوں طبیع نازک دلبرے ڈرتا
کہ آوازہ ام آزردہ گردد ‏ — کہ آزردہ مرے آوازہ سے ہو

روایت ہے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنحضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی کہ:

www.maktabah.org

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]	اے ایمان والو اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا پستی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ [2]	بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیئے کہ اُن سے خطاب کرنے میں تعظیم و احترام کا خیال رکھے۔ مروی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم و توقیر سے نہ لیتے یا محمد یا احمد کہکر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ [3]	اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو ایکدوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آوازیں باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا [4]	نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ تو تم کہو يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔ جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام و توقیر کو واجب سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ ہنسے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو ہلنے اور کودنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب | مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

---

[1] پ ۲۶ الحجرات ۲ [2] پ ۲۶ الحجرات ۳ [3] پ ۲۶ الحجرات ۲ [4] پ ۱۸ النور ۶۳

www.maktabah.org

دین و دنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہیئے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کرکے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں باادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت و معرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہیئے کہ پیر کی ہمجنسی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمجنسی سے فیوض غیبی و واردات لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے۔

شعر

حرامش بود نعمت بادشاہ	حرام اس پہ ہے نعمت بادشاہ
کہ وقت سخن را ندارد نگاہ	جو وقت سخن پہ نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرتؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ [1]	اے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہوگیا۔ نقل ہے کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پہ عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہیئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوا بے کار ہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو سائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب

بھیدوں کے چھپانے میں ہے مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کرامات و واقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کرو اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے۔

فرد

قلم سر سلطان چہ نیکو نہفت	قلم شاہ کا خوب ہے رازدار
کہ تا کارد برسرز فتش نگفت	کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور حلاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کر دینے سے آئی مروی ہے کہ عمرو عثمان مکی نے

---

[1] پ ۲۸ المجادلہ ۱۲

www.maktabah.org

جواُن کے استاد تھے مسئلہ توحیداورعلم صوفیہ میں چند جز تصنیف کئے تھے جن کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پالیا اور ظاہر کردیا اور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے سے

رباعی

ہر کہ اورا طالع شاہی بود	جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الٰہی بود	محرم اسرار الٰہی وہ ہے
وآنکہ از اسرار دل آگاہ نیست	جو نہیں ہے سرِّ دل سے باخبر
در حریم سر حقش راہ نیست	اس پہ قصر سرِّ حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مہجور کردیا۔ استاد نے حلاج پر نفرین کی اور کہا الٰہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھادے سے

شعر

کسی کو سرِّ وحدت کرد اظہار	کیا ہے سرِّ وحدت جس نے اظہار
سزایش در طریقت دار باشد	سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیرو مرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دعا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کھٹکھٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہو اور کہا کون سی لکڑی ہوگی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر وحضرت قاضی رفیع الدین اودھی وحضرت شیخ ابوالمکارم وخواجہ ابوالوفاد خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب وغریب حال ووجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثنا میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا سے

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ	کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گوہر ریختہ خاموش کردہ	ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

"قال الاشرف الناس کلھم عبداً لعبیدا" فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں، جب ایک

www.maktabah.org

مدت گذر گئی حاجی صدرالدین علماء و فضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کو نقل کیا اس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسد لوگ جو ہٹ دھرمی پر آمادہ تھے اعتراض پر آگئے اور اس باریک بات کی تحقیق میں شروع ہو گئے۔ اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان نے حضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کو نقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام و حالت میں بات کہی ہے اور کس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ ہم معرض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شطحیات (متشابہات) کی قسم سے ہو اس میں غور کرنا اچھا نہیں ہے بالخصوص یہ ایک سید ہیں بے حد بلند حال اور بڑے باکمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کو نہیں دیکھتا کہ زور مقاومت میں ان کے ہم پلہ ہو سے

شعر

ندارد ہیچ کس آن زور بازو	نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ باگردی بود او ہم ترازو	شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو متبحر علماء اور قابل فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی متکبرانہ و جابرانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لائے کہ محمود بہیہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔ حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہیہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدانہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کروں گا اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہو سے

شعر

برگ گل ہر چند دارد نازکی	برگ گل میں نازکی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است	اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوۃ الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آگئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کر کے لاکر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ بعض فقہی باریکیاں اور قابل غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ [1] ہر گروہ (ان میں سے) اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

مصرع: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است
جس میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

---

[1] پ ۲۱ الروم ۳۲

www.maktabah.org

بات رفتہ رفتہ تصوف و معرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آگئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا حقائق الٰہی و دقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک وجبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و جماعت علیہ کے کلمات اور باریکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپے سے باہر ہو گئے

مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد	کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد	صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند	نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کمند	کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد	پرویا نوادر گہر خوب سا
ز اسرار ناگفتنی گفتہ شد	جو تھی ان کہی اسکو بھی کہدیا
چنان مجلس از وجد آمودہ گشت	وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان و دل از ذوق آسودہ گشت	کہ آسودہ جان اور دل ہو گیا
روان از می ذوق از دست شد	مئے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
ز ہستی کہ بودہ ہمہ پست شد	کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز و بیابان مجاز کو عبور کیا اور قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ فقرا کے چھوٹے سے کثیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت قاضی نے خوفزدہ ہو کر بڑی شرم سے عرض کیا ؎

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم	رو برو سرکار کے ہے کس میں دم
کز رہ اعراض فشارد قدم	جو چلے اعراض سے دو اک قدم
آری اگر فائدہ خویش را	ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را	عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علما ز زمانہ و فضلائے شہر نے حضرت میر اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہوا و ہوس کے بندے ہیں

www.maktabah.org

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہوا و ہوس کو ہمارا بندہ و محکوم بنا دیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کر دیا ؎

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم	ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم	مملوک خدائے رب اعلےٰ
تو بندۂ بندگان مائی	بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندۂ بندگان چہ خواہم	کیا بندۂ بندگان ہیں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کر سکوگے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا۔ حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوۃ الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون رو سیاہ تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدرالدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ؎

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ	ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون ز دہن پیر رفتہ	زباں سے اپنے کہتا ہے وہی پیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مرید تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھے ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بارہا کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتایئے تاکہ میری ارادت و اخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو۔ پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیحدہ کر دکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تاکہ تمہارے ساتھ اس کو کروں اور اس بھید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھدیا ہے آؤ تاکہ کسی مقام تخلیہ میں لے جا کر دفن کر دیں، اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کر دیا۔ پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جا کر بتا دیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں نے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کر دیا ہے

www.maktabah.org

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت بھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ بھیجئے تاکہ واقعہ کی صورت میں صاف کھولدوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پر پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کرکے بورے میں ڈال کر دفن کر دیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کر دیا اور بر سر مجمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی و بے عزتی کی ؎

محرم دولت نبود ہر سری | محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہر خری | بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے ؎

ہر کہ او از چشم مردم شد نہان | جو ہو آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد چو اشکِ مردمان | گر پڑا وہ مثلِ اشکِ مردماں
چون گل از گلشن بگلخن می فتد | باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین بتر او را چہ باشد در جہان | اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے چاہیے کہ اپنے اسرار کو واردات ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق نما رائے کے لئے عرض کرے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تار میں گرہ پڑ جاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہو جاتا ہے ؎

مثنوی

مر بد و نیکی کہ مرا شد عیان | جو بد و نیکی ہوئی مجھ پہ عیاں
در دل خود راز نکردم نہان | دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ زیاری کرد وفادار شد | جو ہے وفادار کسی یار کا
کرد نہان سر ز اسرار خود | محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہما نرا کہ سقیم غریب | پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان درد درون از طبیب | درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

www.maktabah.org

عقدۂ پر پیچ کہ در دل فتاد
کیست جز از یار کہ آرد کشاد
ہر کہ برد مہر شہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سرانجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
دررہ بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ با رفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہر چہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورت رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دہد پیش تو از ہر کنار
نور درفشان کہ کشاید نقاب
ذرہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ انا الحق زند
در ہمہ آفاق انا الیق زند
باید مر سالک سیار را
کز ہمہ اعراض کند یار را
یک بیک از ہر چہ بود از نیاز
عرض دہد پیش خداوند راز
تا چہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدۂ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جز یار کے جو کھولتا
جسپہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے رہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ بارفیق
تاکہ نہو یار بدریا غریق
جا سکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آگیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گلعذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھول دے جب وہ نقاب
ذرہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ انا الحق کہے
خلق میں ساری انا الیق کہے
چاہیئے یہ سالک سیار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یار کو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

www.maktabah.org

بعضی ازان لائق اقبال ہست	اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
برخی ازان درحق انزال ہست	ان میں سے کچھ درپے انزال ہے
ہر چہ کہ قابل بود آن اقبلش	جو کہ ہو قابل اُسے اقبل کہو
زانچہ کہ اعراض بود انزلش	موجب اعراض کو انزل کہو
ہرکہ ازین گونہ نصیحت شنید	جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
رخت بدر وازۂ وجدان کشید	اس کا اثاثہ در وجداں گیا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعاتِ سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نار گمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کا فرنے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صحرائے بے دینی و کوہستان خودی میں پریشان پھرتے ہیں۔ مروی ہے کہ ہرقل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد و ریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا درجہ پر پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا ؎

شعر

چنان در شغل باطن بود مشغول	تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
کہ دل ازخورد و پوشش داشت معزول	کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزول

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دو نور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا ؎

بیت

چو رنگ تیرہ درروشن برآمد	سیہ اک رنگ نکلا ایک اجلا
زنور روز وشب روشن ترآمد	وہ نور روز و شب سے بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہرمن و یزدان کہنے کا مصداق یہی ہے اور ان انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کرلیا تو زاہد سے منکر ہوگیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کردی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے ؎

شعر

دوراست سراب درین بادبان ہوشدار	اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
تا غول بیابان نفریبد زسرابت	دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گذار جنگل کو طے کرلینا ممکن ہی نہیں ہے ؎

www.maktabah.org
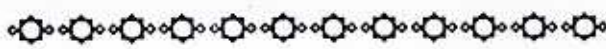
مثنوی

کیست درین منزلِ حیرت فزائی	کون ہے اس منزل حق کا بھلا
راہ نماید بخدا جز خدائی	ہاں بخدا جز بخدا رہنما
ہر کہ درین راہ بہ بی نور روئی	چمکتا نہیں جس کا اس رہ میں رو
گام زند خیرہ شود سو بسوئی	رکھے وہ قدم تو پھرے سو بسو
در دو جہان راہ نما تر ز پیر	پیر سے بڑھکر نہیں ہے رہنما
ہیچ کسی نیست زمن یادگیر	دو جہاں بھر میں نہیں ہے شک ذرا
وصل اگر بایدت ای راہ رو	وصل تجھکو راہرو گر چاہئے
گفتۂ اشرف شنو و راہ رو	گفتۂ اشرف کو تو سن راہ لے

دسواں ادب یہ ہر قسم کے آداب صوفیہ پر مشتمل ہے جو ان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہئے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی و باریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکلموا الناس علیٰ قدرِ عقولھم۔ (کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن با ہر کسی باید بقدر فہم او گفتن	سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہئے کہنا
چہ دریا بند انعام از رموز نکتۂ دانا	بھلا چوپائے کیا سمجھیں رموز نکتۂ دانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہو جائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیئے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیسا کہ مشائخ رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا سفر کعبہ کے ارادہ سے کمر بستہ ہوئے جب مبارک قدموں نے خطۂ اودھ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اترنا ہوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کر لی تو حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرما کر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمایئے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین و اصحاب و خلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ اُن کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائدہ مند ہوں۔ اسی گفتگو

www.maktabah.org

ہیں کچھ راستہ خطۂ اودھ سے ہمراہ جا رہے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبۂ منگلسی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں وقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھکو پہنچے گا وہ خدا نے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلسی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے ؎

ابیات

فراق روئ مبارک مرا چنان باشد	فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ جنان باشد	تھا جیسے حضرت آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آنچنانست فراق جمال میمونت	ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ وقت مرگ روان از بدن روان باشد	کہ وقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
ز چشم مردم چون نور میشود بیرون	ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد	تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
ز چشم ماہ وجمال تو فرق دانی چیست	ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقدان باشد	جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
ہمان نصیب بود بہر باز رخسارت	مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
کہ برگ گل چمن از ماہ آسمان باشد	گل چمن پہ جو ہے ماہ آسماں کی عطا
مرا کہ ذرۂ نور تو شمس کرد جدا	تمہارے نور کے ذرہ نے مجھکو شمس کیا
چگونہ ذرۂ خورشید در جہان باشد	تو کیسے ذرہ ہو خورشید سے جہاں میں جدا

قصبۂ منگلسی سے خطۂ اودھ تک حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف پیٹھ نہ کی اسی طرح الٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غار نشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے ؎

مثنوی مولوی

وعدۂ باشد حقیقی دلپذیر	وعدے ہوتے ہیں حقیقی دلپسند
وعدۂ باشد مجازی طاسہ گیر	وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نا اہل شد رنج روان	وعدۂ نا اہل ہے غم کا مکاں

www.maktabah.org

ان کلمات شریفہ و مقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ و جوانب ملک میں بزرگان عصر و اکابر دہر کی خدمت میں پہنچا اور اس گردہ کے طرح طرح کے آداب برتتے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیر و مرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا ہے

بیت

فرو تر نباشد برخسار آب	گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تف بر رخ آفتاب	کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگرچہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی۔ کوئی بارہ برس متفرق طور پہ درگاہ عالم پناہ حضرت پیر و مرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول و براز نہ کیا ہے

چو فردوسم دہد یار از عنایت	کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در وی بول و غایت	براز و بول اس میں پھر نہ کیجیے
ازان روزی کہ او گندم چریدہ	اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سر از فردوس عالی بر کشیدہ	تھا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانہ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا وضو نہیں توڑا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گذر رہے تھے۔ نظر مبارک ایک کتے پر پڑی جو اصحاب کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالباً یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیر و مرشد کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیامگاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھکر کتے کو حضرت نے کھلایا ہے

سگی کز آستان یار و کوی دل ربا آید	کوئی کتا مکان و کوچۂ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ آشنا را آشنا آید	تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیئے اور نہ نفل وظیفوں میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ کوئی شغل پیر دلپذیر کے رخسار کے نظارہ و دید سے بڑھکر نہیں ہے ہے

کسی بکوچۂ مقصود جان گذر دارد	وہی تو کوچۂ مقصود میں گذر رکھے
کہ بر دو ابروی چون طاق تو نظر دارد	جو طاق ابروئے تیرے ہو اک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را	جو ہوئے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگونہ بر دارد	وہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما وکثرت ربا رخسار کے دید و مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ وعلانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے رشک وانکار کے طور پر اس سے کہا کہ چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ وحصہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال وافعال کا مانع ہو جاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب میں یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

تا روی ترا بدیدم ای شمع طراز	جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز	کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون با تو بوم مجاز من جملہ نماز	تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
ور بی تو بوم نماز من جملہ مجاز	گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شمہ تھا اس بزرگ گروہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی کرے تو جو مقصود ہے رحمت الٰہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار وبرکت کا اثر ناوہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۷

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لا ینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ واصطلاحاتہ ومقاماتہ واطلاق کلماتہ فی مجازی حالاتہ

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات و احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی[1] سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہوگیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لیے فرمایا کہ جب تک طالب طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر

---

[1] حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی و مصنف فصوص و ملوک حضرت شیخ صدرالدین قونوی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شارح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تصنیف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔ احقر مترجم کے پاس بحمداللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

www.maktabah.org

اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ[1] کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں میں نے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اس وقت تک اس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کیے کما تضرع بریاح الورد بالجعل (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیڑے کو مضطرب کر دیتی ہے) ؎ حسود گر نتواند شنید علی نیست (حاسد اگر نہ سن سکے تو کوئی حرج نہیں ہے) جُعَل بود متنفر ز نکہت گل۔ (گوبر کا کیڑا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم کو جو نظام غریب یمنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہم کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کیے ہیں تحریر کرو تاکہ ہندوستان کے صوفیا بھی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

شرف الف[2]

الالف:۔ الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازال میں اول اشیاء وہی ہے۔

الاتحاد:۔ وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیاء حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ایسا وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

---

[1] (اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) (پ ۲۵ شوریٰ ۱۱) [2] اصطلاحات میں جو باب بندی کی گئی ہے اس میں "باب" کی بجائے مولف نے "شرف" کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً باب الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

www.maktabah.org
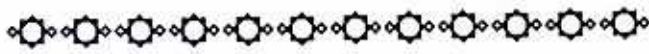
الاتصال:۔ بندہ کا اپنے عین کو ملاحظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کرکے تقید سے اور اس کے تعین میں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو ساقط کردینا ہے اور علیحدگی کو ہٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے

الاثبات:۔ احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات وانوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد:۔ اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات و اسمار تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ:۔ اعتبار ذات ہے۔ سب کو ساقط کرکے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کرکے

الاحدیۃ الاحد الجمع:۔ ذات کا اعتبار ہے نہ ساقط کرکے نہ ثابت کرکے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لاشے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب:۔ یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محجوب وحجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالٰھیہ:۔ اسمار الٰہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا اور بقاء احدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماء الٰہیہ اسمار سے متخلق و متصف ہونا موافق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (متصف ہو اخلاق خدا سے) کے تو وہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب ہے بشرط فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ [1]	وہی وارث ہیں جو ٹھنڈے سائے والے باغوں کی میراث پائیں گے۔ وہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے۔

اور احصاء اسماء یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تو وہ جنت افعال میں داخل ہونے کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا و سزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال:۔ بندہ پر پروردگار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب سے کہ پھیرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ و طبقات دوری سے صفات حقیہ و درجات قرب کی طرف اور یہی ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان:۔ بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھے۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۱۸ المومنون ۱۰-۱۱

www.maktabah.org

كَاَنَّكَ تَرَاهُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھا ہے تو حق کو درحقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نورِ بصیرت سے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص:۔ معاملہ الٰہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے دوست بنایا

شیخ یعقوب مکفوف فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مروزی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مرجع ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے) ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مرجع تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مرجع اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے۔ (اما الرضا بما فعل والاخلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہو اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ خالق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراك: ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک بسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور کچھ نہیں۔

الادب:۔ شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدمۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدمۃ:۔ ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جا رہی ہے۔ "الفناء عن رویتها" بحد مبالغہ۔ یعنی خدمت بحد مبالغہ کی جائے بعدم شعور خدمت کے ساتھ اسکی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق:۔ اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لیے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لیے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا، ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل بسیط سے ہوتا ہے۔

الارادۃ: یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے۔ شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

www.maktabah.org

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے
شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو ساقط کرکے ارادۂ حق کا ظہور ہے
ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں، غلبۂ خواب کے وقت سونا، کم کھانا، ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق کاشی[1] فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ اور انوارِ مؤدت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا فرمان ہے کہ یہ ذاتِ الٰہیہ کا تعلق ہے وجود وعدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید:۔ وہ اسمار ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔

الاسم:۔ اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات ہے مسمّٰی کا باعتبار صفتِ معیت کے اور صفت معیت باوجودیہ ہے جیسے علیم وقدیم یا عدمیہ ہے جیسے قدوس وسلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسمار الٰہیہ سے۔

الاسماء الذاتیہ:۔ وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگرچہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف ہو اور اس کو اسمار اولیہ ومفاتیح الغیب واسمیہ واعمابیہ اور اسمار کہتے ہیں۔

استقامت:۔ شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان (گم ہوجانے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ[2] (استقامت کرو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)

الاشارہ:۔ یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضور عین کے اور باوجود بعد کے بھی۔

الازل:۔ وہ ہے جس کی ابتدا یا اول نہ ہو۔

الابد:۔ وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم:۔ اسم اعظم تمام اسمار کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔ جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا مجامع ہے[3]

الاصطلام:۔ دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور افراطِ محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے وہ اصطلام ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلام وہ غلبات حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنا لیتے ہیں۔ امتحان لطف کے لیے قلب ممتحن اور قلب مصطلم دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ ہجویری)

---

[1] شیخ عبدالرزاق کاشانی نے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کی ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو سالک کو حصول حقیقت کے لیے مستعد اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو داعی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ مترجم۔

[2] پ ۱۲ هود ۱۱۲ [3] تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

www.maktabah.org

الاعراف :۔ مقام طلوع ہے اور وہ اطراف پر نظر اٹھانے کا مقام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ [۱] اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔
(کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جو اعراض کا مطلع ہے اور یہ مقام مقام شہودِ حق ہے)

الاعیان ثابتہ: اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جو حق تعالیٰ کی صورِ علمیہ میں معلوم ہیں۔ اسمائے الٰہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یا ارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الفاظ میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ در علم خداوندی۔ (کاشانی)

الافق المبین :۔ مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقام قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ :۔ افق اعلیٰ وہ ذات ہے جو اپنے تمام صفات و افعال سے موصوف ہے۔ تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہو اور وہ کمال ہے اور نہایت مقام ارواح ہے اور وہ حضرت الٰہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی :۔ افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات و افعال سے اور اس جمع میں تفرقہ نہیں ہے، اور وہ غایت نقصان ہے اور معنی ہجران ہے۔

الاقتصاد :۔ آنے والی عادت کے معنیٰ میں ہے۔

الالھیہ والالوھیہ :۔ مرتبۂ اسماء الٰہیہ مراد ہے اسماء الٰہیہ موثرہ سے اور موثر ہر اسم الٰہی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہے۔ اور شیخ کے نزدیک حق کی علامت ہے عارفین کے دلوں پر۔

الالھیۃ :۔ ہر اسم الٰہی ہے منسوب فرشتہ یا روحانی کے۔

الالھام :۔ وہ چیز ہے جو ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔

الالقاء :۔ دل میں ایک نور ہے از قسم خیر، جس سے فسق و تقویٰ میں بندے فرق کرتے ہیں۔ اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہو تو اس کو وسوسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس :۔ عبارت ہے امّ الکتاب کے فیض اور عقل اول سے۔

اُمّ الکتاب :۔ اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔

الامھات الحقائق : ائمہ اسماء امہات الحقائق ہیں۔ اور یہ سات ہیں۔

الامناء :۔ ملامتی لوگ ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

---

[۱] پ ۸ الاعراف ۴۶

www.maktabah.org

الآن الدائم:- امتداد حضرت الٰہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امتداد ازلی میں مندرج ہے۔ اور ازل و ابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل و ابد کے ساتھ وقت واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت ثابتات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ متغیرات کی نسبت ثابتات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام و صور ہیں۔ جو شئی سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرت عندیت بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس عند ربک صباح ولا مسائٍ (میرے پروردگار کے پاس صبح و شام نہیں ہیں اور وہ صبح و شام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت: انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق: وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عبد معدوم ہے "وما فی یدہ لمولاہ" اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولا کا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی کا تحقق ہے بحیثیت رتبۂ ذاتیہ کے۔

الانزعاج۔ وعظ و سماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت (وعظ و سماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الٰہی کے لیے حرکت پیدا ہونا)۔

الانموذج:- الظل والظل ھو الفرع وایضاً الانموذج ھو الامر لکل المجمل یعنی انموذج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموذج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانصداع الجمع: یہ ایک فرق بعد از جمع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔

الانس: دل میں حضرت الٰہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمالِ جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر ابن عربی کی اصطلاح میں ہے۔

الانتباہ:- حق کا تنبیہہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تصوف کے۔

الانابت:- غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الٰہی) کی طرف "انابت" ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمۃ الاسماء:- ائمۃ الاسماء سات ہیں:- ۱- حی ۲- عالم ۳- مرید ۴- قادر ۵- سمیع ۶- بصیر ۷- اور متکلم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الٰہیہ ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے سبع[1] اسمائے الٰہیہ میں سمیع بصیر کے بجائے الجوا اور المقسط ذکر کیا ہے۔ اور شیخ عبد الرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

---

[1] سبع وصول کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

www.maktabah.org

والجواد بھی اسمائے ثانیہ ہیں وہ فرماتے ہیں۔ کہ جود و عدل ائمہ سبعہ پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جود کہتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبانِ استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمۂ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی استعداد کے موافق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ[1] یعنی بلسانِ استعداد حضرت کاشانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجد و خالق و رازق اور یہ تینوں اسماء اسمائے ربوبیت ہیں۔ بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔ اسم الحی عالم پر مقدم بذات ہے اور حیات علم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے الحی العالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک اضافی امر ہے جو ماموم کا متقضی ہے اس لیے امام ماموم سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم مقتضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ اور حیات متقاضی "بغیری" نہیں ہے۔ اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی مقتضی نہیں ہے۔ ظاہر ہوا کہ علم اشرف ہے حیات سے۔ اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرف حاصل ہے۔

شرف ب

الباء:۔ البا سے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔ یعنی موجود الممکن وہ مرتبہ ثانیہ ہے یعنی تعین اول وثانی و تجلی ثانی جو مرتبہ وحدت واحدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الابواب:۔ توبہ ہے

البارق:۔ یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لائحہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل:۔ ماسوی الحق کو باطل کہتے ہیں۔ اور وہ کوئی شے نہیں ہے (وھولیس لشئی یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن: صور علمیہ کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم:۔ عین وجود ہے جو تمام شیون و اعتبارات کو شامل ہے۔

البدن:۔ کنایہ ہے اس نفس سے جو مراحل سالکین و منازل سائرین میں سیر تاطعہ میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق:۔ لوامع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب میں۔

---

[1] جو کچھ تم نے (حسب استعداد لسان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پ۱۳ سورہ ابراہیم ۳۴

www.maktabah.org

البرزخ: - وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے۔ اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے قاصد و مقصود کے درمیان۔

برزخ البرازخ: حضرت واحدیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہی تمام برازخ کی مجموع کی اصل۔ جاس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں۔

البسط: - بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجاء مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے جس طرح خوف مقابلہ رجاء ہے۔

البسط فی المقام الخفی: - یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کیساتھ پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے۔ وہ منبسط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تاکہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شے میں نہ سما سکے وہ مؤثر ہو اشیاء میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے

البصیرت: - نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کہ سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو "قوت عاقلہ نظریہ" کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البُعد: - شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک مخالفات پہ قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البقاء: - بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الٰہی ہے (رویت العبد لفعله بقيام الله على ذلك)

البقرہ: - اس نفس سے کنایہ ہے جو ریاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد ریاضت جس میں پیدا ہو جائے) اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آجائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کبش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بدنہ کہتے ہیں۔

البوادہ: - بوادہ۔ بادہ کی جمع ہے۔ اور بادہ وہ حیرت ہے جو ناگاہ غیب سے قلب پہ طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو ناگاہ

www.maktabah.org

دل میں غیب سے آئے بطور وہلہ کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔

بیت الحکمت: بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پہ اخلاص غالب ہو۔

بیت المقدس: وہ قلب طاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔

بیت الحرام: انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔

بیت العزۃ: وہ دل ہے جو "فنا در حق" میں مقام جمع سے داصل ہو۔

شرف ت

التاء: کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعددات کے۔

التانیس: مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے مانوس بنانے کے لیے تاکہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعلی بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔

التجرید: سالک کے قلب کا ماسویٰ اللہ سے خالی ہونا۔

التجلی: انوار غیوب (انوار الٰہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے[1] (متصف ہونا ہے اخلاص دالہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے)

التجلی الاول: تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور بہ عین ذات ہے۔ بحیثیت ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔

التجلی الثانی: مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلہ اول میں بہ اجمال ہیں۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

التجلی شہودی: اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مسمّی ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔

التجرید: غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التحقیق: اسمائے الٰہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محجوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

---

[1] اصطلاح تجلی کی توضیح مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کاشانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ ہجویری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

www.maktabah.org

التحکم:۔ دعا میں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔

التلوین:۔ پردہ ہوتا ہے احکام حال سے یا مقام بلند ہے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرتا ہے۔ تمام تجلیات اسمائیہ سے حالت بقا میں فنا کے بعد۔ (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جو "فرق در جمع" ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے "کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ" اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تمکنیات اسمائیہ کا تغیر ہے بعض پر۔ تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے) اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر فرماتے ہیں کہ بعض عرفا کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے اس لیے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کل یوم ھو فی شان[1]

بعض ارباب تصوف و مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین۔ نہایت حال تمکین ہے۔ وہ تلوین جو تلونیات ہے وہ "فرق بعد از جمع" کے مبادیات میں سے ہے۔ اور اس مقام پر موحد آثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔ حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب فصوص (مصنف فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تمکین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے۔)

التجلی:۔ متصف ہونا ہے اخلاق الٰہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔

التقویٰ:۔ ترک شہوات و شبہات کا نام ہے۔

التخلی:۔ خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔

التدانی:۔ مقربین کی معراج ہے۔

التدلیّ:۔ مقربین کا نزول ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔

الترقی:۔ احوال و مقامات و معارف میں نقل و حرکت کرنا ہے۔

التفرید:۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

التصبر:۔ نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔

التصوف:۔ آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے اور وہ خُلق الٰہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۹

www.maktabah.org
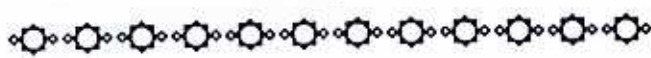
برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اسکو لینا جو بندہ پر حق سے وارد ہو تا ہے۔

المتوکل:۔ توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے وعدہ اور وعید میں۔ بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا اور اپنے کام کو اس کے سپرد کر دینا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے سبب سے قطع نظر کر لینا توکل ہے۔

التولی:۔ بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا۔

التوبہ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرتِ دعاء مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ ظاہر میں ہے اور انابت باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے ستّر دروازوں سے زیادہ کشادہ ہے۔ حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر شے سے توبہ کرے۔

التمکین:۔ شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلوین میں موجود ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے

التوحید:۔ احدیت جمع وفرق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے لیے اور اس توحید کی صورت ابتداء میں اشہد ان لا الہ الا ھو ہے۔

التواجد:۔ استدعاء وجد کا نام ہے۔ بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظہار حالۃ الوجد من غیر وجد بغیر وجد کے حالت وجد کا اظہار و تحریک قلب یا استماع سماع بغیر تحرک ابدان اور دل میں حرکت پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو۔ اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو مثلاً تمارض اور تجاہد۔

التواضع:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے غلبہ وبلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جگہ آرام کو چھوڑ دے اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح و ذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے۔ جب لوگ اسکو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحییٰ بن معاذ نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو انکے ایمان کو سوختہ کر دیتی ہے۔

شرف ث

الثروت:۔ ماسوی اللہ سے غنا، سالک کو ثروت کہتے ہیں۔

ثلج احساس:۔ سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فناء الفناء کے بعد۔

www.maktabah.org

شرف ج

الجبروت :- شیخ ابوطالب مکی کے نزدیک وہ عالم عظمت (الٰہی) ہے لیکن اکثر عرفا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جو اعیان ثابتہ ہیں۔

الجذبۃ :حق تعالیٰ کے حضور میں تقرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت و رحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرما دینا جبکہ بندہ طے منازل و قطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت امور کے۔

الجزاء :- اس کے معنے یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے اس کے نزدیک اُس عمل کا جو موافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لیے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائیگی اور جس کا عمل صرف اللہ کیلئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اُس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں

الجرس :- اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجسد :- جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جسد کثیف ہے برخلاف جسد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس متشکل ہوا اس کیلئے پورا بشر)[1]

جلا :- ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات

الاستجلا :- ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات میں حضرت قدوۃ الکبراء نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلاء عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استجلاء عبارت ہے ظہور حق سے مرتبۂ انسانی میں جو خلقت آدم علیہ السلام سے ہے کمالِ اسمار میں۔ کہا گیا ہے کہ جلا مرتبۂ وحدت میں استجلا حضرت واحدیت میں ہے۔

جلال :- بصائر و ابصار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویتِ حق کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ[2] "اور نہیں جان سکتے قدرِ حق کو جیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے۔" کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ[3] (بینائی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)

الجلوہ :- بندہ کا صفات الٰہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال :- حق کی تجلی ہے بطریقِ حق حق کے لئے اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی قہاریت

---

[1] پ ۱۶ سورہ مریم ۱۷ [2] پ ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [3] پ سورہ انعام ۱۰۳

www.maktabah.org

ہے اور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اسکی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیساکہ کہا ہے،

تراجمال حقائق میں سارے ہے ظاہر بجز جلال کے تیرے نہیں کوئی ساتر
حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روشن تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر

تعیناتِ اکوان میں اُس کا محتجب ہونا ہے اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدرک نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدرک ہوتی ہے یہ جمال جلال ہے اور جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدرک ہو جاتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔

الجمعیت:۔حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔ (اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔

الجمع: شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع:۔ شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطہ سے۔

جنت الاعمال:۔ ظاہری جنت ہے۔ یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [1] (ان کے اعمال کا انعام)

جنت الوارثیۃ:۔ نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہو سکتا ہے۔

جنت الصفات:۔ یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحب دل کا دل ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۠ [2]

جنت الذات:۔ وہ جمالِ احدیت کا مشاہدہ ہے، اور وہ روح کی جنت ہے۔

الجنایب:۔ نفوس میں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری وطاعت ہیں اور ان کی سیر سیر الی اللہ ہے اور اہل شہود واعیان کے اعتبار سے اہل جنائب پردہ میں ہیں تو جو قائم ہیں وہ اہل عین ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنائب ہیں۔ یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعیل جنوب سے اُسکے معنی دوری کے ہیں یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں وہم سے نسبت رکھتی ہیں استدلال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بنا کر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تاکہ اہل دل ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جہتا الضیق والسعۃ:۔ ذات کے لیے تنگی و فراخی دو اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور دو اعتبار وحدت حقیقت ہے۔ مصرعہ

---

[1] پ ۲۶ سورہ احقاف ۱۳ [2] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۹۔

www.maktabah.org

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل

نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ اسماء وصفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے۔ اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔

جہتا الطلب: - یہ دونوں جہت وجوبیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسمایہ ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان ہے۔ یہ دونوں سوال و حضرت او حضرت تعین اول ہے۔

جواہر العلوم والانبیاء والمعارف: - حقائق ثابتہ ہیں، کہ ان میں اختلاف شرائع سے تغیر و تبدیل نہیں ہوتا اور نہ امم و زمانہ کے اختلاف سے ان میں کچھ تبدیلی آتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ[1] تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم ہم نے نوح کو دیا اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

شرف ح

حال: - ایک عطیہ ہے جو صرف موہبت الٰہی سے بغیر عمل کے دل پر طاری ہوتا ہے۔ جیسے خوف و غم یا قبض و بسط یا شوق و ذوق۔ صفات نفس کے ظہور سے حال زائل ہو جاتا ہے خواہ اس کے بعد دل پر حال وارد ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ حال دوامی بن جائے یا ملکہ بن جائے تو پھر اس کو حال نہیں کہتے بلکہ یہ مقام کہلاتا ہے۔

حجۃ الحق علی الحق: انسان کامل ہے جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر حجت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ[2] (اے آدم ان کے ناموں سے فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے) إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ (صدق اللہ العظیم ۝) (کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں) سچ فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے۔)

حجاب: - دل میں صور کونیہ (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلی کو مانع ہوں۔

---

[1] پ ۲۵ سورہ شوریٰ ۱۳ [2] پ سورہ بقرہ ۳۲

www.maktabah.org

حروف حقائق:۔ اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات:۔ شیونات ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح گٹھلی یا بیج میں درخت پوشیدہ ہے۔

حروف المغتیہ:۔ وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کو مخاطب کرے۔

حربیہ:۔ اس کے چند مراتب ہیں، حریۂ عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حریۂ خاص مرادوں کی نیازمندی کے لئے اپنے ارادوں کو ارادہ حق میں فنا کرنے سے اور حریۂ خاص الخاص رسوم و آثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو تجلی نور الانوار میں فنا کرکے۔

حضرت جمع وحضرت وجود:۔ حقیقت الحقائق

الحضور:۔ دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العهد:۔ واجبات کی فرمانبرداری کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العهد الربوبية والعبوديه:۔ بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت: اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی فاعل نہیں ہے تیرے ساتھ، تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا[1]۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقین کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہوجانا، حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت وصل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق:۔ جو واجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کو واجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

حقیقت الحقائق:۔ وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعه:۔ جو ثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیة:۔ جو متحقق ہے اگرچہ تقدیرًا۔

الحزن:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے (وہ اسکی بارگاہ میں ہیں) اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جو حزین و غمگین ہے۔ اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طریق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سری نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

---

[1] پ ۱۲ سورہ ہود ۵۶ ترجمہ:۔ کوئی چلنے والا نہیں جسکی چوٹی اسکے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔

www.maktabah.org
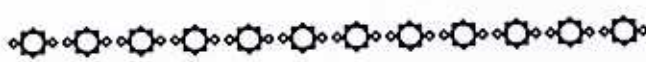
حروف اصلیہ: حروف اصلیہ ہیں باعتبار مندرج و داخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں الحقیقۃ الحقیقۃ المتحقق ولو تقدیرا

الحقیقت المحمدیہ: ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسم اعظم ہے۔

حقائق الاسماء: ذات کی نسبت و تعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیہ اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے ممتاز کرنا ہے۔

حقائق الاشیاء وحقائق الکونیہ: صور علمیہ ہیں۔

حق الیقین: مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت: حقائق اشیاء کا علم اُن کے اوصاف و خواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب کا مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انضباط کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے مقتضاء کے بموجب عمل کرنا، فرمایا گیا ہے: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا[1]۔ (اور جسے حکمت دی گئی اسکو خیر کثیر دی گئی۔)

الحکمۃ المنطوق بھا: علم شریعت و طریقت ہے، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے "بدان وبگو" (جانو اور بیان کرو) اور علم طریقت یہ ہے کہ "بداں وبگو با اہل طریقت" (یعنی علم وحکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)

الحکمۃ المسکوت عنھا: حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر و عوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں، مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔ اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔

الحکمۃ المجھولہ: یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

---

[1] پ ۳ سورہ بقرہ ۲۶۹

www.maktabah.org

الحکمت الجماعۃ: حقیقت کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آگاہی اور اس سے اجتناب! جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ (الٰہی ہمیں حق کو حق دکھا اور اسکی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمیٰ:۔ حیرت عظمیٰ تک نبی یا ولی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، وہ چند نفیاں ہیں وہ اظلال ذ گم گشتگی ہے، وہ سطوت محبت ہے کہا گیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق بہ:۔ وہ عقل اول ہے اور امام مبین ہے۔

الحیاء:۔ حضرت جنید قدس سرہ سے حیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اور اپنی تقصیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا نام حیا ہے۔ بعض سماء نے کہا ہے کہ بدبختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبتِ دنیا، امید کی درازی اور قلتِ حیاء (یعنی قلتِ حیا یک گونہ بدبختی ہے) حضرت ابوبکر دراق نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھکر فارغ ہوتا ہوں اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو حیا کی وجہ سے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الٰہی و خیال متناہی کے گلزار و لالہ زار کے شہود وجود سے نکل کر خار فضول سے اسکے وقت کا دامن الجھ جائے (مشاہدہ جمال الٰہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے۔)

شرف خ

الخاطر:۔ ہر وہ خطاب جو قلب و ضمیر پر وارد ہو اور یہ چار قسم پر منقسم ہے اور اول خاطر ربانی ہے۔ شعر

نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گذر ہے

دسیل ابن عبداللہ اس خاطر کو سببِ اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اور نشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جو مندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض و مستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی:۔ وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چہارم خاطر شیطانی:۔ یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ[1] (اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لمسۃ للشیطان تکذیب بالحق وایعاد الشر

---

[1] پ۳ سورہ بقرہ ۲۶۸

www.maktabah.org

(البتہ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا وعدہ کرنا ہے، خاطر شیطانی کا نام وسواس ہے۔
(حضرت شیخ محی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کو کہتے ہیں کہ کسی سابقہ تفکر یا تدبر سے قلب میں پیدا ہو۔ (انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے)۔
اور چاروں خاطروں کو میزان شریعت میں تولنا چاہیئے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر ملکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطانی ہے۔ اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق صافی دل جو حضوری حق سے فائز ہے وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کر سکتا ہے بتوفیق الٰہی۔

الخاتم: خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کر لیے ہوں اور نہایت کمال پر پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت: وہ ذات گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرما دیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

خرقۃ التصوف: یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زیب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے تلبس حاصل کر سکے۔ جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے اسی طرح اس کے لباس تقویٰ سے بھی ہم رنگ ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاءاللہ اس کے موقع و محل پر پیش کریں گے۔

الخزائن العلمیہ: حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخزائن الوجودیہ: یہ اسمائے الٰہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کونیہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

خضر: عبارت ہے بسط سے اور الیاس عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضر کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہونا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضر کی صورت میں متمثل ہو کر مسترشد کے ارشاد کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جویا اس سے رشد و ہدایت حاصل کر سکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنصری نے اتنی مدت حیات پائی ہو۔ (بہماں وجود عنصری امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متمثل ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمحل ہو جاتی ہے۔ وہ حضرت خضر

www.maktabah.org

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔ اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جسمانی اور ہیئت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔ جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثل و متشکل ہو سکتا ہوں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی، وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہو کر میں حضرت دلپذیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر بہ سبیل تفریح پانی کی سیر کر رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے یکایک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دیر گزری ہو گی۔ کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی ایک بوڑھے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچے کے روپ میں نظر آئے۔

الخطرہ:- یہ وہ جذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔ اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

الخلۃ:- صفات حق تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلت کہلاتا ہے۔

الخلوۃ:- حق کے ساتھ سِرّ کا محادثہ خلوت ہے (گفتگو راز حق کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔ یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہو جانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی و حقیقتِ خلوت تک رسائی پا سکتا ہے۔

الخلع العادات:- عبودیت کا تحقق ہے حق میں اس طرح پر کہ اس عبودیت میں البسادا عیہ باقی نہ ہو۔ جو اقتضائے طبیعت و عادت ہو۔

الخلق الجدید:- نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچانا ہے۔ ممکن الوجود بذاتِ خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔ چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے در پے متصل ہے ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنۃ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاء وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں اور ہر آن ان میں خلقِ جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذار:- کنایہ ہے ان کے مستحبات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

www.maktabah.org

شرف د

الدبور: وہ صولت (شان وشکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدور میں آئے اس کو پچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسمانیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"میں صبا سے منصور و مظفر ہوا اور قوم عاد دبور سے ہلاک کی گئی"

الدرۃ البیضاء: درۃ البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اول ما خلق اللہ العقل، (سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ اول ما خلق اللہ الدرۃ البیضاء۔ (سب سے اول درۃ البیضا کو پیدا کیا گیا)

شرف ذ

ذخائر اللہ: اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے فاقہ کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق: شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے در پے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر تجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رکا ہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر رسائی پائے تو ذوق ہے[1]۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اسکو "ری" کہا جاتا ہے۔

ذو العقل: وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لیے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کا جمال (یعنی ظاہر) اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں یہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذو العین: ذو العقل کے برعکس ذو العین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے۔ جس طرح آئینہ صورتوں کی

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الٰہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عرفانی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

www.maktabah.org

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح۔

ذوالعقل والعین:۔ جو خلق و حق کو ایک ساتھ دیکھے اور ان دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذاتِ واحد احد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت حقیقیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے۔ جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذہاب:۔ دل کا غائب ہو جانا ہے ہر محسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے حسن طرح پر ہے۔

شرف ر

الراعی: علومِ سیاست کی معرفت سے متحقق اور ایسے نظام کی تدبیر سے متمکن ہو جو صلاح عالم کا موجب ہو۔

الران:۔ وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لیے اوٹ بن جائے۔ ہیئات نفسانیہ کے غلبہ سے اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کلی طور پر حجاب میں آ جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ[1] (نہیں نہیں ان کے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے۔)

الرب:۔ اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔ اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور اعیان ثابتہ سے ہے۔ جو اسم الٰہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کائنات خارجیہ کی طرف تو یہ منشا اسماء ربوبیت ہیں۔ جیسے رزاق اور حفیظ۔ رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الٰہی ہے۔ اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو مربوب ہو اور وہ اقتضاء معبود کو ثابت کرتا ہے اور معبود کا مقرر فرمانا حضرت علمیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماء ربانی کی ایک صورت اسمی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب سے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں

رب الارباب:۔ حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔ وہی نہایت النہایات و قبلہ حاجات و کعبہ خواہشات و رغبات و حاوی مطالب و جامع حاجات و معارب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ[2] (اور بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے)۔ اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا مظہر ہیں۔ اور ربوبیت عظمیٰ آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبۃ اسماء الٰہیہ:۔ تمام اسماء الٰہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر عدمی

---

[1] پ ۳۰ سورہ مطففین ۱۴ [2] پ ۲۷ سورہ نجم ۴۲

www.maktabah.org

نسبی مخصوص و معین ہے جیسے اول و آخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس و سلام " ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔ اگر ان اسماء کے معنی عدمی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔ جن کا اعتبار عقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔ تو یا تو ان کا تعلق غیر ذات پر موقوف نہیں ہے جیسے حیٌ اور واجبٌ، یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق و رازق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں

الرتق :۔ اصطلاح میں اجمال مادۂ وحدانیت ہے اس کو عنصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے اور بستہ تھا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کشادہ ہوگیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیاء پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت میں حضرت واحدیت میں تفاصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم میں۔

الرجاء :۔ ثقة الجود من الكريم۔ رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجا ہے۔

الرحمٰن :۔ اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائیہ کے جو حضرت الٰہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو متابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔ اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرحیم :۔ اسم حق ہے باعتبار کمالات معنویہ کے فیضان کے اہل ایمان پر، جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمة الانشائیه :۔ یہ وہ رحمت رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمتی وسعت کل شئي (میری رحمت نے ہر شئی کو ڈھانک لیا ہے۔)

الرحمة الوجوبیه :۔ یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لیے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] یہ رحمت داخل ہے انشائیہ میں کیونکہ وعدۂ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)

الرداء :۔ بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

المردی : ذکر کے ساتھ وہ بندہ کا حق کے صفات کا ظاہر کرنا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی بلا کی ہے۔ حدیث قدسی ہے :۔ الکبریاء ردائی و العظمة ازاری فمن نازعنی فی واحد منهما قصمته ای کسرة۔

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزع کیا میں اس کو توڑ دوں گا۔)

---

[1] پ سورہ اعراف ۵۶ (بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے)

www.maktabah.org

الرجا: کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھنا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسم: خلق اور صفات خلق کا نام ہے کیونکہ ماسوی اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس جلیل قدرت افعال والے کے افعال سے۔

الرسی: تمام مقامات ہیں ان کی نہایات کا نام ہے۔

رسوم العلوم رقوم العلوم: انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الٰہیہ ہیں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے دارالقرار کے دروازہ پر حق و باطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام وکمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ: حظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو مقتضی ہے۔

الرقیقہ: لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر جو دو شی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حق سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقہ العروج اور رقیقہ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علوم طریقت وسلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سر عبد لطیف ہو جائے اور حواس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح: یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القا کرنے والا ہے دل کی جانب علم غیب کو مخصوص طریقہ پر اصطلاح صوفیا میں انسانیت مجردہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطباء میں ایسا بخار لطیف ہے جو روح و نفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ مدرک کلیات و جزئیات ہے۔ حکما (فلاسفہ) نے قلب و روح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب و روح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم، والاقدم والاول والآخر: عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الالقاء: علم غیب کا قلب پر القا کرنے والا اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القاد کہتے ہیں۔

الرغبۃ: نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سیر کی رغبت حق میں ہے۔

الرھبۃ الظاھر: تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ: (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے نکلنا ہے۔ (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

www.maktabah.org
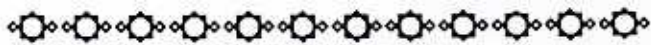
شرف ز

الزاجر:۔ مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے۔
الزجاجة:۔ صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے۔ اس صاحب دل کی روح چراغ ہے اس کا نفس شجرہ ہے اور اس کا بدن مشکوٰۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں۔
الزمرا: نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں۔
الزمان:۔ زمانہ حضرت عندیت (واجب الوجود) کی طرف مضاف ہے۔ اس لیے اس کی آن "دائم" ہے۔
زواهر الانبياء زواهر العلوم زواهر الوصلہ:۔ یہ علوم طریقت ہیں۔ جو تمام علوم میں اشرف وانور ہیں۔ اس کو زواہر وصلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے۔
الزوائد:۔ غیب پر ایمان ویقین کی زیادتی ہے۔
الزیتونیہ:۔ وہ نفس ہے جو قوت فکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو۔
زاینت:۔ نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں۔
الزاهد:۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہو سکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرما دیا اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کر دیا اور دنیا کے عیوب کو اور اسکی بیماری و دوا کو اسے دکھا دیا اور اسکو دنیا سے دارالسلام کی جانب سلامتی کے ساتھ نکال لیا۔ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں: مال، کلام، طعام اور خواب ومنام۔ مال سرکش بنا دیتا ہے، کلام غافل کر دیتا ہے خواب نسیان لاتا ہے اور طعام بے ہوش کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبت دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو نہ لا سکو گے۔ شیخ جلاد فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے۔ شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبت دنیا نے مخمور کر دیا ہو کچھ نہ پوچھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہ محبت سے تجھ کو ہٹا دے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں۔

شرف س

السابقہ:۔ ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ [۱]

اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے انکے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

---

[۱] پ سورہ یونس ۲

www.maktabah.org

السالک:۔ اللہ کی طرف سیر کرنے والا، یہ مرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے۔ جب تک کہ وہ سیر میں ہے۔

السبحۃ:۔ تمام ہیئتوں (ہیئات) کا جوہر ہے۔ یعنی ہیولی کہ بذات خود غیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و تشخص نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگا رنگی ہے کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔

الستر:۔ ہر وہ چیز جو خدا سے محجوب کر دے جیسے عطار دنیا اور عبادات و اعمال پر رکا رہنا۔

الستائر:۔ اعمال و صور کو یہ ہیں کہ اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں۔

الستور:۔ بدن انسانیہ کی ہیاکل (ہیئت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔

سجود القلب:۔ شہود حق تعالیٰ کے وقت، ذاتِ حق میں بندہ کا فنا ہو جانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ جوارح کی مشغولیت اسکو حق سے باز نہ رکھے (جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)

السحق:۔ بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔

سدرۃ المنتھی:۔ وہ برزخ کبیر ہے جہاں کامل مکمل کی سیر اور اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔ (اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائیہ کی انتہا ہے۔

السر:۔ علم حق کو کہتے ہیں۔

سر الحال:۔ جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔

سر العلم:۔ حقی ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے اعتبار میں۔

سر الحقیقت:۔ ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔

سر التجلیات:۔ ہر شی میں کل شی کا نظارہ کرنا یا شہود (شہود کل شی فی کل شی) ؎

آن یکی در ہر یکی پیدا نگر — اک وہی ہر ایک میں ہے مستتر
یک نظر در چشم مست ما نگر — میری چشم مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسماء میں مشاہدہ کرتا ہے ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسماء سے بسبب اتحاد اسماء کے ذات احدیت سے اور ممتاز ہوتے اسماء کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسماء ہیں۔

سر القدر:۔ ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا احوال ہے وہ سر القدر کہلاتا ہے اب اس عین کا جو کچھ اقتضاء ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانہ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و حکیم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں جان لیا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

www.maktabah.org

سرّ الرّبوبیہ:۔ توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فوائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اور نسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اور یہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں:۔

الربوبیۃ سر لو ظہرت لبطلت	ربوبیت ایک سر ہے جو اگر ظاہر ہو جائے تو
الربوبیۃ۔ ؎	ربوبیت باطل ہو جائے۔

سر سر الربوبیہ:۔ ایک قسم کا ظہور ہے صور اعیان میں اور صور اعیان بحیثیت اسکے کہ وہ مظہر رب ہیں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعینات اعیان سے اور اعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عبد اور مربوب ہیں اور حق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔ پس ہر آئینہ سر الربوبیۃ کو بھی ایک سر ہونا چاہیئے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سر تب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لو ظہرت لم یبطل الربوبیۃ۔

سر الآثار:۔ اسماء الہیہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

السرار:۔ سالک کا فنا ہونا، وصول کامل کے حال میں، جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔

سعۃ القلب:۔ انسان کامل کا تحقق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب و امکان کا۔

السفر:۔ حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ اسفار چار ہیں۔

اوّل:۔ السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔ یہ دل کا مقام نہایت ہے۔ اور مبدا ہے تجلیات اسمائے حق کا۔ اس مقام پر تحقق ہوتا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔

سیر ثانی:۔ السیر فی اللہ ہے۔ یہ صفات حق سے اتصاف (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔

سیر ثالث:۔ ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دوئی باقی ہے اور جب دوئی اٹھ گئی اور مغائرت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام او ادنیٰ ہے۔

سیر رابع:۔ السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔

سقوط الاعتبارات:۔ احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

؎ مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جسکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

www.maktabah.org

السمائیۃ :- وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔

سوال الحضرتین: وہ سوال ہے جو حضرت وجوب (واجب الوجود) سے لسان اسمائے الٰہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو صور اعیان (ثابتہ) کا طالب ظہور تھا۔ اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے ہے زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسما ربین اور طالب امداد نفس ہے اتصال پر۔ دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔

السُکر :- وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جاتا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے مخمور ہو جاتا ہے۔

السکینۃ :- جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون و اطمینان پاتا ہے۔

سواد الوجہ فی الدارین :- ذات خداوندی میں اس فنائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہراً و باطناً کیا دنیا کیا آخرت سالک کیلئے کوئی اور ہستی باقی نہ رہے۔ اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اسی بنا پر کہا گیا ہے :

اذا تم الفقر فھو اللہ۔ جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

حرف ش

الشاھد :- مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ یہ علم لدنی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال و تجلی سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔

الشجرۃ :- انسان کامل کو کہتے ہیں۔

الشرب :- تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔

الشریعۃ : اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔

الشطح :- (شطحیات جمع) الشطح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے چکی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔ پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے ابلنے لگتا ہے تو اس موقع پر کہتے ہیں شطح الماء فی النھر" عارفوں کی اصطلاح میں واجدین (وجد کرنے والوں) کی تیز حرکت کو "شطح" کہتے ہیں۔ جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے ابل پڑتا ہے اور معارف و اسرار الٰہی سے جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آ جاتا ہے۔ اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ ان عبارات اور بیان کو شطح کہتے ہیں۔

شعب الصدع :- حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمع و فرق ہے لیکن صدع الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔ بقا بعد از فنا کے حال میں غیر کی تکمیل کے لئے۔

www.maktabah.org

الشفع:۔ خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبۂ ثانیہ ہے اور شفع و وتر دونوں منقسم ہیں، جفت وطاق کی طرف کیونکہ اسماء الٰہیہ ظاہریہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفعیت حضرت احدیت کی وتریت سے نہ ملی، اسماء الٰہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

الشکر:۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بارالٰہا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے)

شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت و حرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابوعثمان کہتے ہیں کہ "شکر شناخت عجز است از شکر" شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بناؤ۔

الشہود:۔ رویت حق بحق شہود ہے۔ (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)

شہود المفصل فی المجمل:۔ ذات احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔

شہود المجمل فی المفصل: احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔

شواھد الحق:۔ مکون سے حقائق اکوان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواھد التوحید:۔ تعینات اشیا کو کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (یکتائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بنا پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔

شواھد الاسماء:۔ احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے۔ محی زندہ سے اور مردہ ممیت سے۔

الشیون:۔ تعین اول کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور اُن انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرف ص

الصدیق:۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اسکو مقبولیت کے وقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہوگئی، ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر:۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

www.maktabah.org

تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد میرے اخلاق اختیار کرو کیونکہ میں صبور ہوں اور ابوعثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم کرلو اور ابن عطا نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے

الصعق:۔ حق میں تجلی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورۃ الحق:۔ یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بسبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احدیت و واحدیت کے ساتھ اور اسکی تعبیر صاد سے کی جاتی ہے جیساکہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے. جب صاد کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرش رحمٰن تھا۔

شرف ط

الطوالع:۔ تجلیات اسمائے الٰہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تنویر باطنی سے اس کے اخلاق و اوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاہر:۔ وہ پاک وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاہرالظاہر:۔ وہ شخص جس کا دامن معاصیٔ ظاہر سے پاک ہو۔

طاہرالباطن:۔ وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ وسواس اور خطرات شیطانی اور تعلق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاہرالسِرّ:۔ وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاہرالسِرّ العلانیہ: وہ صاحب کمال جو حقوق حق و خلق کی ادائیگی میں دائم و قائم ہو جانبین کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعۃ:۔ وہ فعل یا حرکت جو بغیر ارادہ کے سرزد ہو۔ صوفیہ کے نزدیک طبیعت کے معنی ہیں وہ سرایت کرنے والی شیئی جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول و نفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری وساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچا دے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے. جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب الروحانیہ: قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض و آفات کو بیان کرتا ہے مع حفظ صحت و اعتدال کے اور دفع امراض و صحتِ کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔ (اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظِ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں)

www.maktabah.org

طبیب روحانی :۔ وہ شیخ ہے جو طب روحانی کا عارف ہو اور ارشاد و تکمیل پر قادر ہو۔ طبیعت کو کمال پر پہنچا سکے۔

الطبیعۃ الکلیہ :۔ یہ نفس رحمان ہے۔

الطریقۃ :۔ وہ سیرت جو سالک الی اللہ کے ساتھ مخصوص ہو از قسم قطع منازل و ترقی درجات و مراحل

الطراز الاول :۔ احکام الوہیت کا نام ہے۔

الطمس :۔ تمام رسوم کا فنا ہو جانا کلی طور پر صفات نور الانوار میں طمس ہے۔

شرف ظ

الظاھر الوجود و وجود الظاھر :۔ وہ حق کی تجلی و ظہور ہے صور ممکنات میں قبل وجود ظاہر کے تعینات اعیان ثابتہ میں پہلے اور تعینات خارجیہ میں دوبارہ۔ دوسری مراد ظاہر وجود سے حضرت وجود کی حیثیت عالیہ ہے۔

ظاھر العلم :۔ صور علمیہ کو کہتے ہیں۔

ظاھر الممکنات :۔ صور اعیان اور صفات الممکنات میں تجلی حق ہے۔ اس تجلی کو وجود اضافی کہتے ہیں ظاہر وجود بھی کہا جاتا ہے۔

الظل الظاھر :۔ ایک وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنہ کے تعینات کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور تعینات معدومات کے احکام کو بھی کہتے ہیں جو اسم النور کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اور یہ وہ وجود خارجی ہے جو اعیان ممکنہ سے منسوب ہے۔ صور اعیان میں جو نور ظاہر ہے وہ اعیان کی ظلمت عدمیہ کو چھپا لیتا ہے۔ اس طرح وہ نور سایہ بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ظل کے وجود کا ظہور نور سے ہے۔ (نور نہ ہوتا تو سایہ نہ ہوتا) اور سایہ خود اپنے نفس میں معدوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ[1] (کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا) پس یہ وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنات کو دیا گیا ہے کہ اس نور سے پہلے ظلمت عدم تھی۔

الظلمۃ :۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ ظلمت عدم نور کا نام ہے۔ یہ اسی کی شان ہے کہ جب چاہتا ہے اس کو منور فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[2] — اللہ ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو ان کو ظلمات سے نکال کر عالم نور میں لاتا ہے۔

---

[1] پ ۱۹ سورہ فرقان ۴۵ [2] پ ۳ سورہ بقرہ ۲۵۷

www.maktabah.org

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔

الظل الاوّل:۔ عقل اول کو کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اول عین (وجود) جو نور حق سے ظاہر ہوا اور جس نے صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اول ہے۔

ظل اللہ:۔ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔[1]

شرف ع

العالم:۔ ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صور مجموع میں ظاہر ہے ظہور حق اور وجود ممکنات مسمّیٰ ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود بہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدمیت کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس بہر طور عالم صورت حق ہے اور حق ہویت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں احکام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلی ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت:۔ اسماء صفات الٰہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامر و عالم الملکوت و عالم الغیب: عالم ارواح و روحانیات ہیں جو امر حق سے موجود ہیں مادہ اور مدت کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق و عالم الملک و عالم الشہادۃ:۔ عالم اجسام و جسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف:۔ وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات و صفات و افعال کا دیکھنے والا بنا دیا ہے اور اسکی یہ معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا:۔ عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ہے اور شہداء آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔

العارف العظیم القلب الکبیر العباد:۔ عہد کا توڑ دینا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ (بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس کو جو نہیں کرتے)[2]

العبادت:۔ انتہائی مسکینی و بے چارگی ہے ؎ شعر

دروازہ پہ ان کے ہوں پڑا خوار و حقیر   جیسے کوئی اک بندۂ مسکین و فقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لئے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں

---

[1] جیسا کہ مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ؎ پیر کامل صورت ظل الٰہ یعنی دید پیر دید کبریا

[2] پ ۲۸ الصف ۲

www.maktabah.org

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی و تعبد میں اور یہ گروہ مقام احدیت فرق و جمع میں حق کے ساتھ ہے۔

العبادلة:۔ تجلیاتِ اسمائیہ والے ہیں جب تحقق پائیں اسماءِ الٰہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ:۔ حضرت قدوۃ الکبراء نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندۂ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلّی فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ کا جامع نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم و اکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف الٰہی کے ساتھ اتصاف حاصل کرلے چنانچہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اسم خاص ہے آپ کی ذاتِ گرامی سے مخصوص ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ [1]

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں۔)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیازمندی کے باعث اور ان حضرات پر جو غیر اقطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحاب سلوک سے ایسا کوئی سالک نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے موسوم ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنے کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں مختصراً بیان کردیا ہے۔

العبرة:۔ جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں پر نفع و نقصان سے دنیا و آخرت میں ثواب و عذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزا میں اور بواطن و امور پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیوب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرت ان یکون نطقی ذکرًا و صمتی فکرا و نظری عبرۃ (میں مامور ہوں کہ میری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت فکر ہو اور میری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور داخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق و صفاتِ حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے:

العلم الاضافی:۔ وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین:۔ وہ جو طریق نظر و استدلال سے ہو۔

عین الیقین:۔ جو بطورِ کشف و عطا ہو۔

حق الیقین:۔ جو آلودگی خاک و گل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین ادیباء کے لئے اور

---

[1] پ ۲۹ سورہ جن ۱۹

www.maktabah.org

عین الیقین خواص اولیار کے لئے اور حق الیقین انبیار کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا حال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ ذہنیہ حقہ ہے بغیر تردد و اضطراب کے، اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہو جانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم و علم و معلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہو گیا علم و معلوم، اور جب ترقی کی حق الیقین تک تو ہو گیا معلوم اور کچھ نہیں۔ علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین وہ ہے جس کو مشاہدہ و کشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا مقصود یہ مشہور ہے اور یہ اصطلاح منیر سے سب۔

العقیدہ:۔ اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم:۔ جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل:۔ وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان و زمین اور جو اُن میں ہے قائم ہے۔

العقل العادی:۔ وہ عقل ہے جو وہم و خیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق:۔ جو اُس کے مقابل ہے۔

العقاب:۔ علم ہے

العقل الاول:۔ عقل اول جبرئیل علیہ السلام ہیں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل:۔ بعض جبرئیلؑ کو اور بعض اسرافیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول:۔ عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائکہ و اجسام سے اور عرش سے تحت الثریٰ تک عناصر و مو الید سے۔

العماء السحاب:۔ اس رقیق بادل کو کہتے ہیں جو قدرے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔ یہ لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح تصوف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر۔ اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس سے حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلة:۔ عبارت ہے بندہ کی بقاء لذت سے عمل یا حال یا مقام میں یا اسم کا بقا ہے صفت کے ساتھ۔

العمدة معنويه:۔ روح عالم و قلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العنقا:۔ کنایہ ہے ہیولیٰ سے۔ اس لیے کہ ہیولیٰ عنقا کی طرح دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور ہیولیٰ بغیر صورت کے متشخص نہیں ہو سکتا۔ بظاہر موجود نہیں ہو سکتا۔ ہیولیٰ مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

عوالم اللبس:۔ حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کو کہتے ہیں اس لیے کہ ذات اقدس تنزل فرما کر تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ فگن ہو کر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیہ سے۔

العين الثابتة:۔ حقیقت شی حضرت علمیہ (الٰہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے۔ ثابت ہے علم الٰہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشیٔ:۔ عین اشیاء حق ہے۔

www.maktabah.org

عین اللہ و عین العالم:۔ انسان کامل ہے جو حقیقتِ برزخیہ کبریٰ کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پر رحمت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔
لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)
چونکہ اللہ تعالیٰ اسم البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات: اسم "الحی" کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حی سے اور چشمہ حیات سے شربت پئے
العید: مایعود علی القلب من التجلی و وقت تجلی کیف کان۔ یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پر عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔
عین الحکم:۔ زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے

شرف غ

الغراب:۔ جسم کلی سے کنایہ ہے اور جسم کلی حضرت احدیت کے عالم قدس سے بغایت دور ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بُعد کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور غراب (کوا) بُعد درنگ میں اس کے مانند ہے۔
الغشاوہ:۔ وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔
الغنی:۔ مالک تمام اغنی بالذات صرف ذات حق تعالیٰ ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔ جب بندہ مطلوب کو پالیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے۔ (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔)
الغوث:۔ وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اُس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور چند نام اس کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدار اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔
الغربۃ:۔ بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اُس کی لازمی حقیقت ہے۔
غربۃ الحق:۔ معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔
غیبۃ القلب:۔ اُس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے حس کو مشغول کر لیتا ہے۔
الغیب:۔ ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

www.maktabah.org

غیب الھویۃ و غیب المطلق :۔ ذات حق ہے باعتبار لاتعین کے۔
الغیب المکنون والغیب المصئون :۔ ذات اور کنہ ذات ہے
وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ[1] اور انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا۔
مصرعہ ؎ غیر او قدر او نمی داند غیر حق قدر حق کو کیا جانے
الغین المدین : ایک صدا اور زنگ ہے اور صد باریک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہوجاتا ہے نور تجلی سے بواسطۂ بقار ایمان کے اس کے ساتھ لیکن غین[5] شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہوجانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

ف

الفتوۃ :۔ یہ رتق کا مقابل ہے تفصیل ہے مائدہ مطلقہ کی مادۂ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائیہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کونیہ تعین خارجی کے بعد۔
الفتوح :۔ جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری و باطنی نعمتوں سے جیسے ارادتیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفے وغیرہا۔
الفتح القریب :۔ وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات و کمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے :
نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ[2] اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح
الفتح المبین : وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت و تجلیات انوار اسمار الٰہیہ سے جو مٹادینے والے ہیں دل کے صفات و کمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا :۔
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا[3] بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح
یعنی صفات نفسیہ وقلبیہ کو۔
الفتح المطلق :۔ یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل واعظم ہے۔ اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لیے فتح کردیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

---

[1] پ ۲۴ سورۃ زمر ۶۷ [2] پ ۲۸ الصف ۱۳ [3] پ ۲۶ الفتح ۱

[5] حضرت علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ "کشف المحجوب" میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غین" دل پر ایک باریک پردہ ہوتا ہے جو استغفار سے اٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف دوسرا غلیظ۔ غلیظ غافلوں کا فرد اور غافلوں کے لیے۔

www.maktabah.org

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ [1] جب اللہ کی فتح اور مدد آئے

الفترت:- انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہو جانا ہے جو طالب کے لیے بدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (بدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔

الفرق الاول:- خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم خلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔

الفرق الثانی:- تمام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے اور غیر سے پردہ میں ہو جانا ہے بوجہ وحدانیت کے وحدت وکثرت سے۔

الفرقان:- عالم تفصیلی ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع:- مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیون ہے۔

فرق الوصف:- ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں

الفرق بین المتخلق والمتحقق:- متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور فضائل اخلاق کو حاصل کیا ہو اور رکیکیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الٰہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے یعنی متحقق باسمائے الٰہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و اسماء کا مظہر بنایا ہو اور اس پر اپنے اسماء و اوصاف کی تجلی فرمائی ہو اور اخلاق و اوصاف [illegible] اس سے محو ہو گئے ہوں۔

الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ:- کمال سے مراد اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حصول ہے جس شخص میں ان اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حظ وافر موجود ہوگا اور ان کا ظہور [illegible] تم ہوگا وہ جمعیت الٰہیہ تمام اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا کمال زیادہ ہوگا اور جس میں اسمائے الٰہیہ سے یہ حظ کم اور ناقص ہوگا اتنا ہی وہ مرتبہ خلافت الٰہیہ سے بعید تر ہوگا۔ لیکن شرف عبارت ہے ان وسائط کے درمیان کی چیزوں سے موجد اور موجود کے درمیان اور ہر شے کہ اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام وجوب اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ اغلب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان تو احسن ہے تو عقل اول و ملائکہ مقربین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان ان سے زیادہ اکمل۔

الفطور:- خلق کی تمیز حق سے تعین اور توابع تعین کی وجہ سے۔

الفھوانیہ:- عالم مثال میں مکالمہ (اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی) [2] کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔

الفیض الاقدس:- صور اعیان میں جو خود اس کے علم میں تھیں حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ازل ان صور اعیان کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

---

[1] پ ۳۰ النصر ۱
[2] پ ۹ الاعراف ۱۷۲

www.maktabah.org

الفیض المقدس :۔ عبارت ہے ظہور وجود حق تعالٰی سے پست احکام و آثار و اعیان سے اور یہ دوسری تجلّی ہے مرتب ہے تجلّی اول پر یہ مرآۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیتہ الاولٰی :۔ اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیتہ الظہور :۔ محبت اوّل ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے۔ (جو اس حدیث قدسی کا مشارٌ الیہ ہے) فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔ کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانیں)۔

قاب قوسین :۔ امر الٰہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔ جس طرح بداء (تخلیق) و اعادہ، نزول و عروج، فاعلیتہ و قابلیتہ میں تقابل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز ذاتیہ و اعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض :۔ ذات بندہ کا ذاتِ حق میں فنا ہو جانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہوتا ہے) تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔ اور اگر بندہ آلۂ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القبض :۔ قبض و خوف و رجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف و رجاء کا تعلق متوقع، مرغوب و مکروہ امور سے ہوتا ہے (مرغوب سے رجا اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض و بسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم :۔ سابقہ ازلی اور عنایت لم یزلی ہے۔ اپنے اس حکم سے حق تعالٰی بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام و کمال کر دیتا ہے۔ بندہ کے ساتھ اللہ تعالٰی کی یہ آخری عطا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا یزال جھنم یقول ھل من مزید حتّٰی یضع الجبار فیھا قدمہ فیقول قطُ قطُ

(جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا۔ بس! بس!!)

اس موہبت آخر کو قدم کہتے ہیں۔ کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے حق تعالٰی کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہو جاتا ہے۔

www.maktabah.org

قدم الصدق:۔ بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف و کرم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ (الآخر) [۱]

(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دیجئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے۔)

القرب:۔ حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کو وفا کرنے کا نام "قرب" ہے۔

القشر الفراد:۔ هو العلم اللدنی الاجمالی الجامع للحقائق کلها۔

قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پوست کی مانند ہے گویا قشر شریعت سے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حال طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا (شریعت اس کی نگہداری نہیں ہوتی) اس کا حال و انجام آخر کار وسوسہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ونعوذ باللہ من الحور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں[۲]) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندقہ تک پہنچ جاتا ہے۔

القطب:۔ وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبیة الکبریٰ:۔ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطن پیغمبر ہے۔ قطب الکبر اصرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہی سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامة:۔ موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک برزخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تموتون وکما تموتون تبعثون (جس طرح تم مبعوث ہوئے مرو گے اور جس طرح مرو گے مبعوث ہو گے) اور یہ قیامت صغریٰ ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامته (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اور دوسری قیامت موت کے دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے مر جاؤ تاکہ طبیعت سے دائی

---

[۱] پ ۱۱ یونس ۲

[۲] تصوف پر تنقید کرنے والے کاش اس قول کو پیش نظر رکھتے۔ کاش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا مطالعہ کیا ہوتا۔ مترجم

www.maktabah.org

پاؤ اور یہ قیامت وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اومن کان میتا فاحییناہ (کیا جو تھا مردار تو زندہ فرمایا ہم نے) یہ نور ولایت بنایا گیا ہے اور تیسری قیامت اٹھنا ہے حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا بالحق کے وقت اور یہ قیامت کبریٰ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے:۔
فاذا جاءت الطامۃ الکبریٰ (پس جب آئی قیامت کبریٰ)۔

القلب:۔ ایک نورانی جوہر مجرد ہے جو روح و نفس کے درمیان واقع ہے یہ جوہر انسانیت سے متحقق ہو جاتا ہے حکمائے اس جوہر کو مرکب تسلیم کیا ہے اور اس کو نفس و بدن میں متوسط سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن پاک میں الزجاجہ (شیشہ، کانچ) کے مثل بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد ربانی میں ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ[1]

ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اور وہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع:۔ مقتضیات طبع و نفس و ہولے سے باز رکھنے والے موانع ہیں۔ قوامع اسماء الٰہیہ کی امداد میں اور سیر فی اللہ میں تائیدات الٰہی ہیں اہل عنایت پر۔

شرف ک

الکتاب المبین:۔ لوح محفوظ کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ[2] (ہر خشک اور ہر تر لوح محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل:۔ حضرت واحدیت الٰہیہ کے اعتبار سے اسم حق ہے جو تمام اسماء کا جامع ہے اور اسی اعتبار سے کہا گیا ہے اَحَدٌ بِالذَّاتِ وَكُلٌّ بِالْاَسْمَاءِ (ذات کے اعتبار سے احد اور اسماء کے لحاظ سے کل)۔

الکلمۃ:۔ ماہیات و اعیان حقائق موجودات خارجیہ کے ہر واحد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلمہ معنویہ کے ساتھ اور کلمہ وجودیہ سے علیحدہ اور کلمات مرتب جو مجرد۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجود اور لوازم وجود کے ہے اسکو حرف غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت اپنے لوازم (وجود) کے ساتھ ہے تو اسے کلمہ غیبیہ کہتے ہیں اور اگر ماہیت وجود بے لوازم کے ساتھ ہو تو اسے حرف وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ حضرت:۔ کلمۂ کن کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[3]
(اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس کو فرمائے ہو جا، تو وہ فوراً ہو جاتی ہے)۔
کلمہ کن مثل صورت میں ارادت کلیہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے مراد سے ہونے سے۔

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ الانعام ۵۹ [3] پ ۲۲ یٰس ۸۲

www.maktabah.org

کمال ذاتی:۔ ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الٰہیہ کونیہ میں مشاہدہ میں آتے ہیں اور ثابت ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اس اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے)[1] بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسمائی تعین ثانی میں۔

کمال اسمائی:۔ ظہور ذات ہے تعینات میں بموافق معلومات علمیہ کے صور خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر و سوا سے تو شے کا ہونا اس کا ہونا ہے شے میں بالقوہ

الکشف:۔ کشف سے مراد وہ عقیدہ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشف تمام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی:۔ ھویت احدیت مکنون در غیب (غیب میں پوشیدہ ھویت احدیت) یہی ھویت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکنود:۔ شریعت میں تارک فرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے اور حقیقت میں وہ نادان ہے جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الفطور:۔ یغیر مشیت ہے اور یہاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں تکثیر واحدی جو حق ہے تمیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ جمعیت الٰہیہ واحدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

کوکب الصبح:۔ پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس مظہر پر جو نفس کلیہ کی مظہریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا[2] (پس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (کچھ رات بھیگی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا)

الکیمیا:۔ موجود پر قناعت اور مفقود کے لیے تشویش کو ترک کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں القناعۃ کنزٌ لا یفنی (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت:۔ اخلاق کی درستگی ہے کمینگیوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم:۔ باقی رہنے والی اُخروی پونجی کو بعوض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

---

[1] پ ۱۰ عنکبوت ۶ [2] پ ۷ انعام ۷
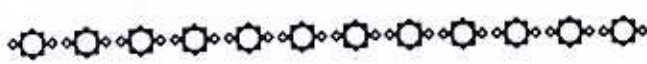
کیمیاءالخواص:۔دل کا خالص کرلینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

شرف ل

اللائح:۔ جو نور تجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔

اللاھوت:۔ وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری وساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یہ روح ہے۔

اللب:۔ وہ عقل جو نور قدس سے منور ہو اور اوہام و تخیلات کے قصور سے پاک صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ [1]

ترجمہ:۔ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لبُّ اللّب:۔ مادۂ نور الٰہی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخیلات واوہام کے قصور سے باہر آکر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے، جو بالا ہیں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رسمی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقتضی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس:۔ یہ وہ صور عنصریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ جَعَلْنَٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَٰهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ ۝ [2] (اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں)

اور اسی لبس کی وجہ سے حقیقۃ الحقائق صور انسانیہ ہیں۔ جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا)

اور اللبس وہ ہے جس سے پند الٰہی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو۔ جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق انسان کامل ہے جو مظہریت اسم المتکلم سے متحقق ہو۔

اللطیفہ:۔ وہ اشارہ جسکے معنے دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنی فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آسکے۔

اللطیفہ الانسانیہ:۔ لطیفہ انسانیہ کو حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات "دل" کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریبہ کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

---

[1] پ ۲۳ الزمر ۹ [2] پ ۷ انعام ۹

www.maktabah.org

سے مناسبت ہے اور ایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر وجہ اول موجود ہو تو اس لطیفۂ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں۔ اور اگر وجہ ثانی موجود ہو تو پھر اس کو دل کہتے ہیں۔

اللوح :۔ وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

اللوائح :۔ بجلی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جمع ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو حس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہو اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

اللوامع :۔ روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالم خیال سے حس مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہرے سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قہر ہیں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبے سے ہیں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلۃ القدر :۔ وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بنا پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداد ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لیے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

شرف م

المسالک والمسلوک لاجلہ :عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) لولاک لماخلقت الافلاک (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک کو پیدا نہ کرتا) شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ اپنی تصنیف "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں "افلاک دائرہ میں بنی آدم کے انفاس کے ساتھ ساتھ" شیخ اکبر (محی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

ماءُ القدس :۔ وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدث کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدائیہ :۔ یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشاد ہی ہے اور اسماء و صفات و اضافات و اعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

www.maktabah.org

المبداء:۔ اعتبارات واضافات اور نسبتوں کا سرچشمہ وخزانہ ہے ظاہر وجود وباطن ہے میدانِ تعلقات واذہان میں۔ اور وجود مطلق واحد واجب العبادات بے تعین وجود سے نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں اور اس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کو مبدا رکہتے ہیں۔

مبادي النهايات:۔ عبادت کے فروض (فرائض) ہیں جیسے۔ نماز، روزہ وغیرہ نہایت صلوٰۃ کمال قرب ہے اور حقیقت سے واصل کرنے والی ہے۔ اسی طرح نہایت زکوٰۃ از روئے عشق و اخلاص مشغولیت حق ہی غیر حق کا بذل ہے (غیر حق سے تعلق ختم کر دینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خود کو روک لینا ہے رسوم خلقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا ہوں) اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہو اور بقا بعد از فنا کا تحقق ہو اسلئے کہ تمام مناسک حج جو وضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کو اس مقام احدیت تک پہنچا دیتے ہیں جہاں جمع وفرق موجود ہے۔

المبادی الاول:۔ جیسے عقل کل ونفس کل اور دوسرے نزول کے مراتب نوع اخیر تک۔

مبنی التصوف:۔ بروایت ابو محمد رویم[1] تین خصلتیں ہیں فقر واحتیاج اور صرف وایثار اور ترک اعتراض واختیار۔

المتحقق بالحق:۔ وہ محقق ہے جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے ہر متعین میں بغیر اس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگرچہ مشہود ہے ہر مقید میں اس کے اسم یا صفت یا اعتبار یا حیثیت سے وہ محصور نہیں ہوتا ان مقیدات میں اور نہ مقید ہوتا ہے اس تقید سے، یہ تقید نہ اطلاق ہے اور نہ تقید۔

المتحقق بالحق والخلق:۔ وہ صاحب نظر جو اس امر کا مطالعہ کرے کہ ہر مطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہے اور ہر مقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہے اور وہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہے اسکی وجہ وجہ مطلق ہے اور ایک وجہ سے مقید ہے اس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہے حق اور خلق کے ساتھ اسی طرح فنا وبقاء کے ساتھ۔

المجذوب[2]:۔ وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لیے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لیے اس کو اختیار فرمالے اور اپنے باب مقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنا دے اور تمام نعمتیں اس کو اس طرح عطا فرما دے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف ومشقت وطلب کے طے کرے۔ اس فقیر (یعنی حضرت

---

[1] شیخ الشیوخ رویم ابن احمد المتوفی ۳۰۳ھ تفصیل کے لیے دیکھئے نفحات الانس از حضرت جامی قدس سرہ و طبقات الصوفیہ

[2] کتاب التعریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ مجذوب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جہد وکوشش کے تمام مراتب ومقامات عالیہ پر پہنچ جائے (التعریفات)

www.maktabah.org

اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) کے خیال میں چونکہ مجذوب مقامات کلیہ کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے اس کو مشیخت اور اقتدائی کے لیے مناسب خیال نہیں کیا گیا (وہ مقتدا اور شیخ نہیں بن سکتا) مجذوب کے مراتب چہارگانہ ان شاء اللہ آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

المجالی الکلیہ والمطالع الاصلیہ والمنصات:۔ یہ مفاتح الغیوب کے مظاہر ہیں اور یہ پانچ ہیں اول مرتبۂ وحدت ہے جو تعین اولی ہے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین واطلاق اور احدیت صرف کا ہے۔ ثانی مرتبہ واحدیت کہ تعین دوم ہے، سوم ارواح ہیں چہارم امثال اور پنجم اجسام۔

مجمع البحرین:۔ بارگاہ قاب قوسین ہے بحر وجوب و امکان کے اجتماع کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بارگاہ جمع الوجود ہے باعتبار جمع ہونے اسمار الٰہیہ وحقائق کونیہ کے۔

مجمع الاھواء:۔ بارگاہ جمال مطلق ہے کہ کوئی خواہش بغیر اس جمال کے میلان نہیں کرتی مگر اس کے التفات سے۔

مجمع الاضداد:۔ یہ ہویت مطلق اضداد ہے

المحبۃ الاصلیۃ:۔ محبت ذاتیہ ہے یعنی خود اپنا محبوب ہے اور خود اپنا محب ہے اور یہ محبت اصلیہ تمام اقسام محبت کی اصل ہے، دوست کے درمیان جو دوستی ہوتی ہے تو یا ذات میں مناسبت کی وجہ سے یا طرفین کی وجہ سے یا متحد ہونے کی وجہ سے وصف ہیں یا مرتبہ میں یا حال ہیں یا فعل ہیں اور اگلوں نے کہا ہے کہ محبت تو محبوب کی محبت ہے۔

المحفوظ:۔ وہ ہے جس کی حفاظت مخالفتِ قول وفعل اور ارادت میں حفیظ مطلق فرماتا ہو تاکہ وہ جو کچھ کہے یا کرے یا وہ جو چاہے وہ حق کو پسند ہو اور وہ نہ چاہے مگر اس کو جسے خدا چاہے۔

محوارباب الظواھر:۔ اوصاف عادات کو اور بری خصلتوں کو مٹانا ہے اور اس کے مقابل اثبات ہے اور وہ احکام عادات کو قائم کرنا اور اخلاق پسندیدہ کو حاصل کرنا ہے۔

محوارباب السرائر:۔ علتوں اور آفتوں کو زائل کرنا ہے اور یہ اثبات بندہ کے اخلاق ورسوم افعال و اوصاف کے رفع کرنے سے ہے، حق کے افعال واخلاق وصفات کی تجلیوں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) کنت سمعہ الذی یسمع بہ (میں بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے) (محوارباب السرائر کا یہ وصف ہے)

محوالجمع ومحوالحقیقی:۔ وحدت میں کثرت کا فنا ہو جانا۔

محوالعبودیہ ومحوعین العبدیۃ:۔ اعیان کی طرف وجود کی اضافت کو ساقط کر دینا ہے کیونکہ اعیان شیون ذاتیہ ہیں ظاہر حضرت واحدیت میں بحکم عالمیت کے اور اعیان معلومات ہمیشہ معدوم العین ہیں اور وجود حق ہے ظاہر آئینہ اعیان ہیں اور آئینہ باعتبار وجود عین نظر آتا ہے اور اعیان

www.maktabah.org

اس بناء پر کہ ممکنات ہیں، معدوم ہیں اور اعیان ممکنات کے لئے آثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہو سکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔ تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود، پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین و تقید کے صورت عبد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عبد نے عدم اصلیہ میں جگہ پائی وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی[1] (اور نہیں پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا۔) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:۔ مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمۡ وَلَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمۡ (نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ[3] (بے شک کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے۔) پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اسکی شان اُس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحق:۔ وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا۔ جس طرح محو ہے کہ افعال عبد کا فعل حق میں فنا ہو جانا ہے۔ اسی طرح وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا محق ہے۔ طمس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہو جانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شیئی سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لما یرید) کا فعل سمجھنا اور دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوف میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشاہدہ کرنا۔ اور طمس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضرہ:۔ حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ و تقدس سے فیض حاصل کیا جائے

المحاذات:۔ غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحادثہ:۔ عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع:۔ مقام سر قطب ہے افراد واصلین سے۔

المدد الوجودی:۔ حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفس رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیح دیتا ہے وجود عالم کو عدم عالم پر اور وہ تحلیل ہونے میں بدل دیتا ہے غذا سے اور نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

---

[1] پ ۹ الانفال ۱۷، [2] پ ۲۸ المجادلہ ۷ [3] پ ۶ المائدہ ۷۳

www.maktabah.org

ظاہر محسوس ہے لیکن جمادات افلاک و روحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مرجح کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا :۔

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ [1] (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)

المراتب کلیۃ :۔ اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت الٰہیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے۔ سوم مرتبہ ارواح مجردہ، چہارم مرتبہ نفوس عالم جسے عالم ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں پنجم مرتبہ ملک ہے جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ ششم مرتبہ کون و جامع یعنی انسان کامل جو مجالی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کہے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذات احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذات احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرأت الکون :۔ وجود وحدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف و احکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی و مستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور روحیہ مرأۃ ظہور صور (صورتوں) کے ظہور کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مرأۃ الوجود :۔ وہ تعینات جو شیئون باطنہ سے منسوب ہیں اور اکوان شیئون کی صورتیں ہیں اور شیئون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شیئون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود واحد ان صور اکوان میں متعین ہے۔

مرأۃ الحضرتین :۔ حضرت وجوب و امکان۔ اور آئینہ حضرتین انسان کامل ہے کہ وہ حضرت الٰہیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسمار کے ساتھ۔

المسافرۃ :۔ بندہ کے لئے ہے سترمیں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الاثنینیۃ :۔ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بغیر اسمار وصفیہ و فعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذاکر کا شہود اسمار ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسمار کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصاف حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جائے اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو مقید کر دیا گیا۔ اور حق کی ثنا اگر اسمار ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبوح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسمار تو حق کی ثنا اور مجموع اسمار کہہ دیا گیا

مستوی الاسم الاعظم :۔ بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ ق ۱۵

www.maktabah.org

المعرفت: ۔حضرت واحدیت ہے جو تمام اسماء الٰہیہ کا منشا ہے۔
المستھلک: ۔ذات احدیت میں فنا ہو جانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔
المسئلۃ الغامضہ: ۔اعیان ثابتہ ہیں کہ صور اسمائے الٰہیہ حضرت علمیہ ہیں وجود کی احدیت کے اعتبار سے عین واجب الوجود ہیں۔
المستریح: ۔وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ سِرّ قدر سے مطلع فرمادے اور اس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم پر وقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مقدور نہیں ہے اس کا وقوع ممتنع اور محال ہے جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المقدور کائن (جو مقدور ہے وہ ہوگا)
مشارق شمس الحقیقت: ۔عین احدیت میں فنائے کامل سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔
مشارق الفتح: ۔یہ تجلیات اسمائیہ ہیں اور تجلیات اسمائیہ اسرار غیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔
مشرق الضمائر: ۔وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آگاہی فرمادے آدمیوں کے دلوں پر اسم الباطن کے نور تجلی کی بزرگی سے۔ جیساکہ شیخ ابوسعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔
المضاھات بین الشیون والحقائق: ۔حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الٰہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذاتیہ پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے اور اسماء ظلال شیون
المضاھات بین الاکوان: ۔اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب و حضرت امکان و حضرت جمع بین الوجوب والامکان سے۔ جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف واعلیٰ ہوگا جیساکہ ملکیہ وروحیہ و بسیطہ فلکیہ اگر یہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر اتنا ہی اخس اور ادنیٰ ہوگا جیساکہ سفلیہ عنصریہ و بسیطہ و مرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت انسانیہ ہوگی۔ اور یہ انسان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں اور محجوبوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس کا شمار سابقین وصدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ، اور اگر یہ میلان برابر اور مساوی ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصداً من المومنین (وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر کرنے والا تھا) کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔ اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفہ (مختلف ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے)
المطالعہ: ۔عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقیعات (فرامین) ہیں اور عارفوں سے سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجع ہو حوادث و مطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ انوار فرمان اور اسکی چمک کی ابتداء میں۔

www.maktabah.org
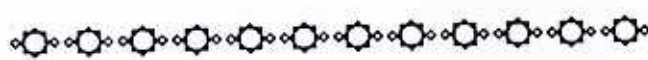
المطلع :- قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جو ذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا مورد وہ آیت ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون بصفۃ الٰھیۃ ھی مصدق تلک الآیۃ (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الٰہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہوگیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہو گئے جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ما زلت اکرر ایتہ حتی اسمعھا من المتکلم (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ نما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ وارد ہے حدیث میں ما من ایۃ الا ولھا ظھر و بطن و لکل حرف حد و لکل حد مطلع (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)

معالم اعلام الصفات :- حضرت شیخ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم اعلام سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ، کان۔ کہ اس محل پر صفات کے معانی راسرار ظاہر ہوتے ہیں گویا یہ اعضا معلم محل ظہور ہیں۔ مثلاً معالم الدین معالم الطریق۔

المعلم الاول و معلم الملک :- حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا آدم انبئھم باسمائھم[1] (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس :- تعینات حق کے باعث ذات حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں پنہاں۔

مفتاح سر القدر :- ازل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول :- غیب الغیوب یعنی احدیت صرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جس طرح شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔ اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان اخراج مفرح الکروب :- ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض :- سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے [illegible]

---

[1] پ سورہ البقرہ ۳۳

متحقق اور افاضۂ نور ہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ وذریعہ ہیں۔

مجموع المقام: ہر اسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے وفا نہ کرے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں) تو سالک اوپر کے مقام پر ترقی نہیں کرسکتا، مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کیلئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہوسکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور وفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کرسکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس ومعلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے حصول یعنی مقام عالی اس طرح ہو کہ وہ اس کا مسمّٰی بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جاسکے۔ یعنی اسم اپنے مسمّٰی کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی: یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔

المکانت: منازل عند اللہ میں یہ ایک منزل ارفع واعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیساکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ[1] (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)

المشاهدة: اس کا اطلاق دلائل توحید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کو بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلاشک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

المکاشفہ: تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المرید: وہ جس کی ارادت ناقدہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سب سے بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔

المراد: وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے، تو وہ بغیر مشقت کے رسوم و مقام کا بڑھ جاتا ہے۔

المحو: اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشر و تنقیہ فرمائے۔

---

[1] پ ۲۷ سورہ قمر ۵

www.maktabah.org

المجاھدۃ:- بدنی مشقتوں کو نفس کا برداشت کرنا ہے اور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔

المکر:- باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے در پے آنا ہے اور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہے اور بغیر کام وسعی کے آیات وکرامات کا ظاہر کرنا ہے۔

الملک:- عالم شہادت کا نام ہے اس کو عالم محسوس بھی کہتے ہیں۔

الملکوت:- ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں، صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب۔ حضرت قدوۃ الکبراؔ نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرفِ خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنی "عالم معانی" کے ہیں جو "عالم قوت" کے مقابل میں ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ اس کے مظہر ہیں۔ حضرت اجمالی کو بھی عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔

ممد الھمم:- ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو واسطۂ افاضۂ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد وعورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔

المناصفہ:- وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو، اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمنانی) کے نزدیک باہمی نزول ہے جو جانبین کے درمیان ہے۔

المنہج الاول:- تمام صفات واسماء کا مرتبت ذات میں انتشار ہے اور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبۂ اسماء وصفات کے نور سے تمام مرتبۂ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ منہج اول سے مراد سفر اوّل ہے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک ہیں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاحِ کبیر حضرت شیخ صدر دین قونوی قدس سرہٗ کی توضیحات ہیں۔[1]

منقطع الواحد:- غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)

منقطع الاشیاء:- حضرت وجود اور حضرت جمع کو کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت قدوۃ السالکین قدوۃ الکبرا جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فصیح وبلیغ عربی زبان میں کی ہے۔ لیکن لطائف کے ترجمہ میں اس امتیاز کو قائم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس ہیچمدان شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔ مختصر عربی عبارات بھی کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

www.maktabah.org

منتھی المعرفۃ:۔ حضرت واحدیت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔ اگرچہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر اشرف کے نزدیک مرتبہ وحدیت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے مگر من لم یذق لم یدرع (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے) کہ حضرت واحدیت منشار غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبۃ الذاتیۃ:۔ حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دو وجہوں سے ثابت ہے۔ (۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جو اُس کی تجلی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کرسکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس ہیں بغیر تعین کے کیونکہ قادح نہیں ہے عصمتِ وجدان ووحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان وخواص وسائط سے۔ (۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسمار الٰہیہ کے ساتھ اس کا تحقق! اگر کبھی ایسا ہو کہ وجہ اوّل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب مقرب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجہ اوّل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اوّل (یا وجہ اوّل) میں موافق غلبہ نور وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبہ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام وجوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے، اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہوجائے تو بوجہ اوّل کے جو کمال ہے محبوب حق ومقصود بالذات ہوا در بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزاخ وآئینۂ ذات والوہیت معًا ہوجائے۔

المنازلۃ:۔ شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازلت دو فاعلوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو میں سے ہر ایک کا تنزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے۔ دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین میں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بربنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے اور ہم نے اس کا نام نزول اس لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزدل بالحق چاہتا ہے۔

المیمون:۔ یہ وہ مہتم بالشان ملائکہ ہیں جو جمال حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ یہاں تک نہیں معلوم کہ خدائے تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چوں کہ وہ غیر حق سے غائب ہیں اس لیے وہ سجدہ آدم کے لیے مکلف نہیں تھے

الموت:۔ خواہشات نفس کا ختم کر دینا موت اختیاری ہے اور اگر نفس حیوانیہ مائل ہے لذتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس ناطقہ کو جذب کرے گا۔ اس صورت میں دل یعنی نفس ناطقہ کی موت واقع ہوجائے گی حیات حقیقت علیہ

www.maktabah.org
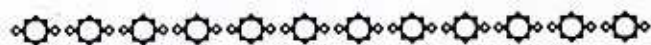
سے موت جمیلہ کی طرف اور اگر نفس جو صاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیہ کے سبب سے جو حبّ الوطنِ من الایمان (وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضا ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کر نور سے زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس کی حیات ذاتیہ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ [1] (تو توبہ کرو اپنے خالق کی طرف پس قتل کرو اپنی جانوں کو) اس مخالفت نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

الموت الابیض:۔ اس سے مراد بھوک ہے، جس کا پیٹ مرگیا اس کا دل زندہ ہوگیا۔

الموت الاخضر:۔ زنگا رنگ پیوندوں کی گدڑی پہننا حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کرکے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الاحمر:۔ نفس کی مخالفت کرنا موت احمر ہے۔

الموت الاسود:۔ مخلوق کی ایذا رسانی کا بغیر رنج و غم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذت یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو تو کل ما یفعل المحبوب محبوبٌ (جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہو جانا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اُس سے فعل محبوب میں فنا (انعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہو جانے کے مشاہدہ سے۔ اگر نفس موت اسود سے فنا ہو جائے تو اس وقت دل زندہ ہو جاتا ہے۔

المیزان:۔ ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوال راست) اور افعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کر سکنا اور یہ عدالت ہے اور وحدت حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علم شریعت، علم طریقت، علم حقیقت پر۔ ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے، مقام احدیت جمع و فرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نور قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علم طریقت ہے اور ارباب خاص الخواص کی میزان عدل الٰہی ہے اور عدل الٰہی کا تحقق انسان کامل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے۔

شرف ن

النبوت:۔ خبر دینا ہے حقائق الٰہیہ سے یعنی معرفت ذاتِ حق، اسماء صفات، اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے احکام سے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفات ذات و اسماء ذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریع جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغ احکام اور تادیب اخلاق (تعلیم اخلاق) تعلیم حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[1] پ سورہ بقرہ ۵۴

www.maktabah.org

النجبا:۔ یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت، تصریح و توضیح لطیفہ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس:۔ لطائف غیوب سے دلوں کی تفریح (فرحت پذیری) کا نام ہے۔ محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی:۔ وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرت غیوب معانی میں ہے۔ یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے) جس طرح حروف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اوّل و آخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ نفس رحمانی ترویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمٰن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی:۔ باطن سے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔ سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس:۔ ایک بخار لطیف ہے اور ایک پاکیزہ جوہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس و حرکت ارادیہ ہے حکما اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔ یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں شجرۃ الزیتونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارکہ کی صفت سے موصوف ہے۔ جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ یعنی نہ شرق عالم ارواح مجردہ سے ہے۔ اور نہ غرب عالم کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامّارہ:۔ طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے (لذات شہوانیہ پر ابھارتا ہے۔) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے (تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سیئہ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ [1] (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)

النفس اللوّامہ:۔ وہ نفس جو نور دل سے ہدایت یاب ہوا در خواب غفلت سے بیدار ہو جائے اور اصلاح دل میں کوشاں ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر ظلمانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے تدارک اور تنبیہ کے لیے خداوندی نور کو اپنے لیے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم و غفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ [2] (میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت ملامت کرنے والا ہے۔)

النفس المطمئنہ:۔ لباس صفات ذمیمہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا النفس، نفس مطمئنہ ہے

---

[1] پ ۱۳ سورہ یوسف ۵۳ [2] پ ۲۹ سورہ قیامۃ ۲

www.maktabah.org

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت جناب اقدس کی طرف جو پاک ہے جس ظلمانیہ کی نجاست سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت و بندگی پہ ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہو جائے تاکہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔ [1]

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

النکاح الساری فی جمیع الذاری:- جس کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا (تھا میں خزانہ پوشیدہ) اشارہ ہے خفا و غیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور و تعین کا اطلاق سبق ازلی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) اشارہ ہے امید اصلی و حب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا و ظہور کے اور لِاُعْرَفَ اشارہ ہے بجائے اصل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل و عیال میں اور وحدت مقتضی ہے حسب ظہور احدیت کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ و تفاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی و تفرقہ و اقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت ہے اور یہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت وحدیت میں احدیت وجود اضافی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود و قیاس و تعلیم و تعلم و غذا و متغذی و مرد و عورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت و محبوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تثلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر و فاعلیت و مفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل و عیال میں۔

نہایت سفر اوّل:- وجہ احدیت سے حجاب کثرت کا اٹھ جانا۔

نہایت سفر الثانی:- حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنہ سے

شعر

کثرت چو حجاب وحدتش آب	کثرت ہے حجاب وحدت بے آب
بردار حجاب آب دریاب	کر رفع حجاب تا ملے آب

نہایت السفر الثالث:- ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تقید کو زائل کر دینا یا ان کا زائل ہو جانا ہے احدیت عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نہایت السفر الرابع:- حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں۔ اس سفر کی نہایت

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷، ۲۸

www.maktabah.org

ہی عین واحد کو صورت کثرت میں مشاہدہ و مطالعہ کرنا ہے اور صورت کثرت کو عین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم: ۔"ن" حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔

النور: ۔حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور وہ ایک تجلی حق ہے "اسم" الظاہر کے ساتھ یعنی مجموع اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجود اور ان تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوتی ہیں علوم ذاتیہ سے اور ارادت الٰہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔

نور الانوار: ۔حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہے اور وہ عین ثابتہ ہے۔

حرف و

الواؤ: ۔تمام موجودات ہی وجہ مطلق کا نام ہے۔

الواحدیت: ۔اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء و احدیت کی پوشیدگی و استتار اسماء بذات میں ہے اور تکثر اسمائے صفات کے ساتھ ہے (لہٰذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے)۔

الواحد: ۔اسی اعتبار کے ساتھ (جو احدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔

الوارد: ۔جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے[1]

الواقعہ: ۔عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔

واسطۃ الفیض وواسطۃ الامداد: ۔انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے، دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں :۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا میں آسمانوں کو)

الوتر: ۔سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

الوجود: ۔حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجہا الھدایہ: ۔جذبہ و سلوک کی غایت کو کہتے ہیں اور ان دونوں سے مراد ہدایت ہے۔

وجہا الاطلاق والتقید: ۔اعتبار ذات کو کہتے ہیں جبکہ جمیع اعتبارات ساقط ہو جائیں اور اعتبار ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

---

[1] حضرت ہجویری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حلول معانی جو دل میں آئے۔ تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر وارد ہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ مترجم۔

www.maktabah.org

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شے کے ساتھ ہے، بغیر مقارنت کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا مقارن نہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہو اور ہر شے غیر ہے بغیر مذایلت کے کہ غیر وجود اعیان معدومہ ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے

والمعدوم:۔ لیس بشیءٍ عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیاء وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کرلے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان اللہ ولم یکن معہ شیءٌ (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز) محققین نے کہا ہے کہ وہ اب بھی جیسا تھا اور اگر مقید کریں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہو سکتا ہے اگر تجلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہو جائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موحد کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن میں زائد اور شک نہیں کہ سیاہ کی سیاہی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجہ الحق:۔ حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا ہے مصرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ اوست

(جو بھی دیکھو بوجہ حق سب ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیاء میں اور وہ قیوم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[1] (تو تم جس طرف بھی رخ کروگے وہاں ذات الٰہی موجود ہے) اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیاء میں دیکھتا ہے۔

وجہ جمع العابدین:۔ تمام عالم کی توجہ اسکی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:۔ نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراء اللبس:۔ واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء و حقائق اعیان میں اس کے بعد صورت روحانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:۔ احدیت جمع ہے اور وجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

---

[1] پ۱ سورہ البقرہ ۱۱۵

www.maktabah.org

الوصف الذاتی للخلق:- امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل:- وحدت حقیقت ہے جو بطون وظہور کے مابین واصلہ ہے۔ بعض مشائخ نے وصل کو سبق رحمت بہ محبت کا حاصل کہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:- فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ (میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا) بعض حضرات نے اس کو قیومیت اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا تنزہ اشیاء عین حدوث ہے، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قرار فی التوحید کی منزل پر پہنچ گیا، حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔ وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہوجانا وصل ہے اور یہ اسمائے الٰہی کا تحقق ہے جو احصار اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احصاھا دخل الجنة۔ (جس نے احصار کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگیا)

الوصل الفصل:- جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور، جو سبب وصل ہے فصل کے لئے بسبب اتحاد کثرت کے وحدت سے جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فصل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل:- جانے کے بعد لوٹنا ہے اور نزول کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے تنزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہبوط سے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہبوط یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سلوک کی طرف رجوع کرلیا اور السیر الی اللہ وفی اللہ میں معروف ہوکر صفات حق سے اتصاف پیدا کیا اور ذات حق میں فنا ہوگئے تاکہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آجائے جو ازل میں میسر تھا۔

الوفا بالعھد:- اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ[1] کے جواب میں بَلٰی کہہ کر کیا تھا۔

الوفا بحفظ العھد التصرف:- عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیئے تاکہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے وقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت:- دل کا حاضر وقت ہونا تاکہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہوا گر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۱۷۲

فعل رضائے الٰہی کے مصداق ہونا چاہیئے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیے اور خاطر میں غیر کا خطور ہرگز نہیں ہونا چاہیئے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کرلے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کردے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے تدارک کی فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پالینا ضروری ہے۔

الوقت الدائم:- ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفۃ:- وقفہ سے مراد دو مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تاکہ مقام اوّل کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کرسکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقام ثانی کے آداب سے۔

الواجد:- جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الولہ:- وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الوقوف الصادق:- مرادِ حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مرادِ حق ہو۔

ولی اور والی:- اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آچکے ہیں۔

شرف ہ

الھا:- اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الھو:- اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب و فقدان کے۔

الھباء:- ایک مادہ ہے کہ مصور اجسام عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اسکو عنقا بھی کہتے ہیں، حکماء نے اس کا نام (ہیولیٰ) ہیولا رکھا ہے۔ حضرت امام نے اس کو "ہبا" فرمایا ہے۔

الھیولا:- جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے۔ ہر وہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اسکو ہیولا (ہیولیٰ) کہتے ہیں۔

الھجوم:- قوت وقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف اور تصنع کے۔

الھیبط:- دل پر جلالِ الٰہی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ھمت الافاقت:- درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یہی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور فانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے۔

ھمت الانفس:- ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے اجر عمل پر (عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے۔) اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ھمت ارباب الھمم العالیۃ:- یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں سوائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں رہتیں اور اس کے غیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

www.maktabah.org

ہمت احوال ومقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اسماء وصفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔ اور سوائے عین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی:۔ نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت:۔ حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمۃ:۔ یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کر لینے کے (۲) بمقابلہ ابتداد صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفا ایام ہے۔

حرف ی

الیاقوت الحمراء:۔ وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے ممتزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ ہے) اس کا تعلق جسم سے ہے بر خلاف عقل مفارق کے کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان:۔ اسماء الٰہیہ متقابلہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل، اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ[1] (تجھے کون سی چیز مانع ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت وجوب وامکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقابل اعم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جا سکتا ہے جیسے جمیل اور جلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جا سکتا ہے جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعہ:۔ ملاقات ورسائی کا وقت ہے تعین جمع سے ۔ شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد　　مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمعہ کا دن ہے کہ کچھ جمع ہو جائے اور یہ مجمع کیا مبارک ہوگا جو اس دن جمع ہو۔)

یوم العید:۔ سالک کا جمع الجمع سے واصل ہونا۔ اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین:۔ یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت وطریقت وحقیقت سے ان کے عقائد واحوال ورسائی کے موافق مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلہ (یقین مکمل ایمان ہے) ابو سعید الخدری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے جو تجھے اٹھائے رہے۔ ابو منصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔ علم جو ہموار کرے ذکر جو انس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روک دے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب اور ان کے رسائل میں جو مصطلحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصرا بیان کر دیں۔

---

[1] پ ۲۳ سورہ ص ۷۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۸

حقیقتِ معرفت راہ سلوک وسلسلۂ تربیت ووجہ خاص وحجب ظلمانی ونورانی وانواع تجلیات وتلبیس ابلیس

قال الاشرف:

السلوك هو الخروج عن الصفات البشرية والدخول في مقامات العلية۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر (قدوۃ الکبرا) فرماتے ہیں کہ صفات بشریہ سے نکلنا اور مقامات علیہ میں داخل ہونا سلوک ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر گروہ صوفیہ کا سلوک مختلف ہے چونکہ اس جگہ ہم کو صوفیہ کے مہتم بالشان گروہ اور طائفہ علیہ کے سلوک کو بیان کرنا مقصود ہے لہٰذا دوسرے مذاہب کے طریقۂ سلوک کو بیان کرنا تضیع وقت سمجھا گیا۔ حضرت نور العین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ کلمات مشائخ میں کہا گیا ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے طریقے مخلوق کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں یعنی ناقابل شمار)۔

ایک اور جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ نہ شرق میں ہے نہ غرب میں۔ نہ عجم کے ساتھ مخصوص ہے نہ عرب کے ساتھ بلکہ بندہ کے دل میں ہے۔ بظاہر مشائخ کے ان دونوں ارشادات میں تعارض پایا جاتا ہے اس لئے کہ مقولہ اول سے غیر محدود ہونا سمجھا جاتا ہے اور کلمۂ ثانی سے حد بندی معلوم ہوتی ہے پس ان دونوں متضاد بیانات میں تطبیق و توفیق کس طرح ہو سکتی ہے؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ طرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق سے مراد راستوں کی کثرت نہیں ہے جن سے سلوک کیا جائے بلکہ مراد اس سے حق کا پانا ہے ہر سالک عارف کو ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں اور غیر متناہی ایجادوں سے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ما رایت شیئاً الّا رایت اللہ (میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نہ کیا ہو) تو ہر مصنوع مثل ایک راہ کے ہے اپنے صانع کی طرف تو مشائخ کا قول پورا اترآیا کہ اللہ کی طرف راستے بتعداد انفاس خلائق ہیں ۔ شعر

ففی کل شئ لہ آیۃ	ہر شئے میں اس کی ایک نشانی موجود ہے جو اس امر
تدل علی انہ واحدٌ	کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ وہ واحد یکتا ہے۔

www.maktabah.org

گوشہ نشین گنجہ (نظامی گنجوی) نے کیا خوب کہا ہے ؎

شعر

ہر آنچہ آفریدست بینندہ را | نگاہوں میں اہل نظر کے جہاں
نشان میدہد آفرینندہ را | ہے خلاق کا اپنے دیتا نشاں

پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ ان غیر محدود اور غیر منحصر راستوں پر گامزن نہیں ہو سکتے تو اب سوائے دل کے راستہ کے سلوک کا اور کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس سلوک کے تمام مشائخ نے بحسب تفصیل بہت سے مشرب مقرر کیے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مشرب بے شمار ہیں لیکن وہ مشارب کثیرہ اور مذاہب کبیرہ صرف ان دو مشربوں پر منحصر ہیں ایک سلوک سلسلہ تربیت اور دوسرا سلوک وجہ خاص۔

اخیار، ابرار، شطار اور ان کے علاوہ طرق سلوک، سلوک سلسلہ تربیت میں داخل ہیں۔ اور بہت سے اولیائے اکمل اور عرفائے مکمل اسی سلوک سلسلہ تربیت کی راہ سے منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔ صرف تھوڑے سے مشائخ نے اپنے بعض مریدوں اور طالبوں کو، "سلوک وجہ خاص" کے ذریعہ منزل پر پہنچایا ہے لیکن یہ طریق سلوک ہر طالب کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

معشوق در دو عالم چون فرد شد بخوبی | معشوق دو جہاں میں خوبی میں جب ہے یکتا
عاشق نشاید الا از ہر دو کون فردی | کونین میں ہے اس کو عاشق بھی فرد زیبا
ہر رو بہی نیارد در راہ عشق رفتن | ہے راہ عشق چلنا دشوار لومڑی پر
در راہ عشق باید مردی و شیر مردی | اس راہ میں چلیگا جو شیر مرد ہوگا

یہ مشرب تو ایک ایسا گلستان ہے کہ ہر باغبان اس میں گل چینی نہیں کر سکتا اور یہ مذہب (مسلک) ایسا بوستان ہے کہ ہر شخص یونہی اس میں جا کر نہیں بیٹھ سکتا۔

لجامعہ

بہ گلزاری کہ گل بسیار باشد | بہت گل رکھتا ہے جو صحن گلزار
رہش از ہر طرف پر خار باشد | ہے اس کی راہ ہر جانب سے پرخار
درین گلزار چون آرد قدم زد | قدم رکھے وہ کیسے اس چمن میں
کسی کورا قدم افکار باشد | کہ جس کا ہر قدم ہو پر از افکار

اس سلوک اول میں (سلوک سلسلہ تربیت) بعض سالکوں کو چالیس سال اور بعض کو پچاس پچاس سال گزارنے پڑے ہیں۔ تب کہیں وہ عروس مقصود کی نقاب کشائی کر سکے ہیں اور اپنے معبود (مقصود) کے چہرہ زیبا سے نقاب لٹ سکے ہیں۔ اور دوسرے سلوک میں اگر پیر و مرشد کی مدد طالب راہ کے مقدر اور طالع کے موافق ہوئی اور مرشد

www.maktabah.org

کی دستگیری اور عنایت اس کے حال کے مطابق ہو گئی تو تھوڑی مدت ہی میں سالک اپنے وجدان مقصود وعرفان معبود کی سرحد میں پہنچ جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض طالبوں اور کامل مریدوں کو حق تعالیٰ اس راہ میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ میں منزلِ مقصود تک پہونچا دے اور دریائے غیب سے ساحل شہود پر بٹھا دے۔

شعر

راہرو پیمود رہ را در دو گام	دو قدم میں راہ کو طے کر لیا
حاصل از رہ کرد خود را در دو گام	منزل مقصود کو حاصل کیا
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ[1]	یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سلوک کے یہ دونوں طریقے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تمسک رکھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں طریقہ اول بہت مشہور رہے۔ وہ ہی معمول رہا ہے حالانکہ طریقہ ثانی نادر و آسان ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ جس قدر زیادہ وقت گزرے گا حقائق ظاہر ہوں گے اور سلوک وجہ خاص کا صدور خلائق سے ہوگا۔ اب سلوک بہ سلسلہ تربیت کی تشریح کی جاتی ہے۔ توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝	بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا پھر اس
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ۝[2]	کو ہر نیچی سے نیچی بات کی طرف پھیر دیا۔

جب حقیقت انسانی کے شہباز نے وحدت صمدانی کی فضا سے پرواز کر کے صحرائے واحدیت میں اپنے پر وبالِ انفصال کو کھولا تو فضائے عالم ارواح کو چار ہزار سال تک اپنی شکارگاہ بنائے رکھا۔ ہزار سال بھی اس مدت کو کہا گیا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إن الله خلق الارواح قبل الاجساد	بے شک اللہ تعالیٰ نے ارواح کو جسموں سے چار
باربعة آلاف	ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا۔
وفی روایة الف سنة	ایک روایت میں ہزار سال آیا ہے۔

قطعہ

چو انسان را حقیقت ہمچو شہباز	وجود انس نے جب تنکے شہباز
ز وکر وحدت خود کرد پرواز	کیا ہے مامن وحدت سے پرواز
نشیمن ساختہ بر شاخ ثانی	نشیمن کر لیا پھر شاخ ثانی
بباغ روح کردہ باغبانی	چمن میں روح کے کی باغبانی

---

[1] پ ۶ مائدہ ۵۴ [2] پ ۳۰ التین ۵-۴

www.maktabah.org

اسی فضا میں روح انسانی کے شجر سے بہت سی شاخیں ہوئیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے ارواح انبیاء علیہم السلام پیدا کی گئیں اور ارواح انبیاء سے ارواح اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) ظہور میں آئیں اور ارواح اولیاء سے ارواح مومنان کا وجود ہوا اور ارواح مومنان سے ارواح عاصیاں کا ظہور ہوا اور عاصیوں سے منافقوں اور منافقوں سے کافروں کی روح پیدا کی گئیں۔ الغرض روح انسانی کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر شاخ پر مرغ روحانی کا بسیرا تھا۔ ان روحانی شاخوں میں سے چند یہ ہیں۔ عقل کل۔ نفس کل۔ جوہر یا تشکل کل۔ جب اس مرغ روح نے یہاں سے پرواز کی تو شاخ مثال پہ آکر بیٹھا۔ شعر

ز باغ روح چون پرواز کردہ	چمن سے روح کے کی جبکہ پرواز
بہ گلزار مثال آواز کردہ	تو گلزار مثال آکر دی آواز

اس طرح ایک مدت تک شاخ مثال پہ مرغ روح ترنم سرا رہا تب کہیں صحرائے مثال سے نکل کر میدان اجسام میں پہنچ سکا۔ شجرہ روح کی طرح درخت انسانی کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ جسم کل عرش و کرسی۔ فلک زحل۔ فلک مشتری فلک مریخ۔ فلک شمس۔ فلک زہرہ۔ فلک عطارد۔ فلک قمر۔ کرہ نار۔ کرہ باد۔ کرہ آب۔ کرہ خاک۔ جمادات و نباتات اور حیوان اور حیوان میں انسان ہے (حیوان ناطق) پس حقیقت میں انسان اپنے مرحلوں سے گزر کر اس عالم فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ موجود تمام موجودات سے پست ترین ہے۔ اسی طرح لطافت حقیقی سے انتہائی بعد کے باعث نہایت کثیف ہے چنانچہ تمام موجودات میں آخریں اور اسفل ہے۔ پس جو فیض بھی (عالم بالا) سے اس کو پہنچتا ہے وہ ان تمام مراتب بالا سے گزرتا ہوا اس تک پہنچتا ہے اور ان احکام و آثار سے منصبغ (مستفید) ہوتا ہوا اس تک پہنچتا ہے کہ یہ انسان دوسرے عالم معنوی کی جمعیت کے اعتبار سے جامع ترین موجودات ہے اگرچہ بحسب صورت (بظاہر) ان میں ہی داخل ہے اور اسی کلی کا ایک فرد ہے۔ اسی کا نام عالم انسانی ہے کہ یہی عالم انسانی، عالم ظہور ذات احدیت ہے جس میں تمام موجودات سفلی و علوی ظاہری و باطنی جمع ہیں۔

مثنوی از حضرت جہانگیر اشرف

دران گلزار چون کم دید آرام	جو دیکھا اس چمن میں کم ہے آرام
نہادہ رو بسوئے باغ اجسام	توجہ کی بسوئے باغ اجسام
نہال باغ را بسیار شاخ است	نہال جسم کی شاخیں ہیں زیادہ
کہ بلبل را درو میدان فراخ است	ہے بلبل کو جہاں میدان کشادہ
چو انسان شاخ پائین شجر شد	جب انساں شاخ پائین شجر ہے
ازان ہر شاخ شاخش پر ثمر شد	لہٰذا ٹہنی ٹہنی پر ثمر ہے

www.maktabah.org

بلی شاخی کہ دارد میوہ بسیار
نہد سر را نشیب از بار اثمار
گل گلزار انسانی غریب است
بل بازار سبحانی عجیب است
زہی باغی کہ ازوی شاخ انسان
دہد مر باغبان را باغ عرفان
بسی در وی گلی اسمار کلی
شگوفہ از نسیم فیض ازلی
درخت باغ را این طرفہ بار است
کہ در بارش درختان و ثمار است
ہزاران بلبل اندر باغ عالم
بہ اسمار می کند باہم ترنم
عجب این قطرہ از دریائی وحدت
کہ در قطرہ بود صحرائی کثرت
ازیں قطرہ چو گردد بحر مواج
دری آید کہ باشد درۃ التاج
اگر خواہی کہ در دریائی عرفان
زنی غوطہ چو غواصان وجدان
طلب از گوہر اشرف کہ ثمینست
کہ بحر وحدت اورا تابسینت
نہنگ بحر عرفان نام دارد
درد بحر نہنگ آشام دارد

اک ایسی شاخ جس ہیں میوہ اکثر
جھکاتی بوجھ سے نیچے ہے وہ سر
ہے کیا نادر گل گلزار انساں
عجوبہ ہے مل بازار سبحاں
عجب ہے باغ جس سے شاخ انساں
ہے دیتا باغباں کو باغ عرفاں
گل اسماء کلی خوب اس میں
نسیم فیض ازلی سے کھلی ہیں
درخت باغ کا طرفہ ہے یہ بار
کہ جس سے پھل ہیں ہیں اشجار و اثمار
ہزاروں بلبل اندر باغ عالم
ہیں نغمہ سنج سب اسمار سے باہم
عجب ہے بحر وحدت کا یہ قطرہ
کہ اس قطرہ میں ہے کثرت کا صحرا
اسی قطرہ سے جب ہو بحر مواج
ملے موتی کہ جو ہے درۃ التاج
اگر غوطہ زنی ہو بحر عرفاں
ہے مقصد مثل غواصان عرفاں
اشرف سے کر تو چشم بینا
ہے بحر وحدت ان کے تابسینہ
نہنگ بحر عرفاں نام ان کا
وہیں بحر نہنگ آشام ان کا

حقیقت انسانی مذکور ہر ایک مراتب مسطور میں کہ تنزل فرمایا ہے تو ضرور اس کے لئے ایک تعین و تقید رونما ہوا اور اس تعین و تقید کے سبب سے دولت قرب شہود سے دور اور حضور کی لذتوں سے مہجور پڑا رہا۔ خصوصًا خلقت انسانی و صور جسمانی میں کہ یہاں ایک خاص تعین پیدا ہوا اور قابل گریز تقید ظاہر ہوا جس کے سبب سے بعض افراد انسانی نے دعوٰی انانیت سے سرکشی کی اور اپنے کو مستقل الوجود دیکھا۔ عجب دوری و مہجوری ہے۔ اللہ کی پناہ ہے اس سے بیابان محرومی و صحرائی مہجوری میں شہسوار

www.maktabah.org

حقیقت انسانی شکار کرتا تھا اور آرزو کے ہرہرن اور شکار رنگ و بو کے پیچھے رہوار کو فکریں تھیں ناگاہ سعادت ازلی و دولت لم یزلی کا شیر و ببر غیبی کچھار اور لاریبی بیشہ سے رونما ہوا اور ہوائی ہرنوں اور خودنمائی کے شکار اس سے گوشۂ عدم میں آگئے اور اس کا میلان شکار گاہ احدیت و فنائی الصمدیۃ کی طرف ہو۔ اس وقت اس نے سرِ ارادت کو بارگاہ میں رکھا کہ اس کو گوشۂ خطرناک و بیابان پر خطر میں گذارنا ہو سکے مظہر موسیٰ ہو کر طور راہ پر قدم رکھے اور دامن کسی خضر صفت کا کہ جس کی شان میں

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[1]	تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر) کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔

نازل ہوا ہے پکڑ لے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں پیر و مقتدا ہونے کی قابلیت و استعداد کے شرائط اس آیت سے استنباط کئے گئے ہیں تو پیر کو چاہیئے کہ ان پانچوں اوصاف سے موصوف اور معرفت عارفانہ سے معروف ہو جیسا کہ مرصاد فرماتے ہیں پہلے عبدیت خاص سے مخصوص ہونا کہ مِنْ عِبَادِنَا ہے۔ دوسرے حقائق ایتاء و عطاء کا قبول استحقاق کرنا بارگاہ سے بلا واسطہ کے کہ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً ہے تیسرے رحمت خاص کے پانے کی خصوصیت ہونی مقام عندیت سے کہ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ہے۔ چوتھے علوم کے سیکھنے کا شرف حضرت حق سے ہونا کہ عَلَّمْنٰهُ ہے پانچویں بلا واسطہ علوم لدنیہ کی دولت پانا کہ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہے۔ قریب قریب مثنوی مولوی کے اشعار پڑھے ؎

مثنوی

پیر تابستان و خلقان تیر ماہ	پیر گرمی خلق ہے گرمی کا ماہ
خلق مانند شبند و پیر ماہ	خلق گویا رات ہے اور پیر ماہ
کردہ ام بخت جوان را نام پیر	کر دیا بخت جواں کا نام پیر
کو زحق پیر ست نی ز ایام پیر	ہے جو پیر حق نہیں ہے سن میں پیر
او چنان پیر است کش آغاز نیست	ابتدا جس کی نہیں ایسا ہے پیر
یا چنان در یتیم انباز نیست	ایسا گوہر ہے نہیں جس کا نظیر
خود قوی تر میشود خمر کہن	خود قوی تر ہوتا ہے خمر کہن
خاصہ آن خمری کہ باشد من لدن	لیکن اچھی ہے شراب من لدن

---

[1] پ ۱۵ الکہف ۶۵

www.maktabah.org

پیر را مگزین کہ بی پیر این سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
گر نباشد سایۂ پیر ای فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
غولت از رہ افگند اندر گزند
از تو دانا تر درین رہ بس پرند

پیر کو لے کیونکہ ہے اس کے سفر
ہے بہت پُر آفت و خوف و خطر
پیر کا سایہ نہو گر اے فضول
تجھ کو پھر سرگشتہ رکھے بانگِ غول
ڈالے تجھ پر غول آفت راہ سے
تجھ سے دانا تر اسی رستہ چلے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جب ایسا پیر ہاتھ لگے تو اس کا دامن مضبوط پکڑے اور پیر کو چاہئے کہ پہلے مرید کو علوم شرعیہ کی جس کی ضرورت اصلی ہے سکھائے اور بعض عقائد صوفیہ سے بطور اجمال کے آگاہ کردے اس کے بعد کسی شغل میں جو اس کی حالت کے مناسب ہو مشغول فرمائے لیکن سب اشغال سے مرید مبتدی کے لئے ذکر جہر زیادہ مفید ہے۔ مریدان اذکار و افکار اور رات دن سیر بدرجہ کمال میں پہلے مرتبہ حیوانیہ پر پہنچتا ہے اور جو کچھ تمام حیوانات پر ظاہر ہوتا ہے اس پر ظاہر ہوتا ہے ؎

شعر

درین منزل بود از لطف سبحان
بکشف دیدہ اش مکشوف حیوان

ہے اس منزل میں ہوتا فضل سبحاں
اسے کھلجاتا ہے مکشوف حیواں

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو مرتبہ نباتیہ میں پہنچتا ہے نباتات کی خاصیتیں معلوم کرتا ہے اور اشیاء کی تسبیح کو سمجھتا ہے ؎

قطعہ

درینجا شد ضمیر پاک سالک
بملک بر نبات مرز مالک
شدہ در ہر زمان اسرار تسبیح
بہ پیش فکر سالک راہ تشریح

ہوا اس جا ضمیر پاک سالک
شہ ملک نبات از حکم مالک
زمانہ میں ہوئے اسرار تسبیح
برائے فکر سالک راہ تشریح

جب اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے اور خیمہ بیان ترقی دعروج میں قائم کرتا ہے تو شہر جماد میں پہنچتا ہے اس کے عجیب اسرار اور نادر حکمتوں پر آگاہ ہوتا ہے اس کے کانوں کے دفینے اور خزانوں کے جواہر گویا آنکھوں کے دیکھے ہو جاتے ہیں ؎

مثنوی

درینجا از جواہر کان اسرار
بہ پیش جوہری آرند خروار

یہاں پر گوہروں کے کان اسرار
حضور جوہری کرتے ہیں انبار

www.maktabah.org

دلی این جوھر کان معانی — مگر یہ جوھر کان حقائق
بکار جوہری ناید تو دانی — نہیں ہے جوہری کے کچھ بھی لائق

جب اس منزل سے اوپر ٹہلتا ہے تو خیمہ مرغزار خاک میں نصب کرتا ہے یہاں ایک دفتر دیکھتا ہے اور دیوان پاتا ہے عجائب و غرائب سے بھرا ہوا جس میں کلمات اسرار و الفاظ آثار بے حد و بے شمار ہیں ؎

مثنوی

بآخر خاک چون بریشت شب تنگ — ہے آیا خاک میں جس دم کہ رہوار
عجائب خود بدہ شہری خوردہ اورنگ — تو دیکھا شہر شاہی کا سزاوار
چہ نادر مسکن انواع اصناف — ہے کیسا مسکن انواع اصناف
کہ نبود ہیچو او در ہیچ اطراف — نہ اس کی مثل ہے قطعاً باطراف
چو سیمرغ درون قاف مظہر — ہے کوہ قاف میں سیمرغ جیسا
رسیدہ صیت او در ہفت کشور — ہے ہفت اقلیم میں آوازہ اس کا

جب اس مرتبہ سے عبور کرتا ہے تو سلوک کی کشتی کو دریائے آب میں ڈالتا ہے اور قلزم

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط [۱] — اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی دی۔

میں تیراک ہو جاتا ہے اور کشتی

بَسَطْتُ الْاَرْضَ عَلَى الْمَآءِ — اور پانی پر زمین کو بچھا دیا۔

ساحل مقصود کو مل جاتی ہے ؎

مثنوی

چو کشتی را در آب افگند ملاّح — جو کشتی ڈال دے پانی میں ملاّح
بدریائے عیان شد غرق ارواح — تو بحر کشف میں ہوں غرق ارواح
چہ دریائی کہ او را نیست پایاب — عجب دریا نہیں ہے جس کا پایاب
بہر سو آشنا را کرد غرقاب — ہوا تیراک ہر سمت اس میں غرقاب

جب سالک کا سامان دریائے آب سے ساحل ہوا کو پہنچتا ہے تو ایک ایسی دنیا میں گذر واقع ہوتا ہے کہ باد ہوائی و نسیم خوشنوائی کے سوا کوئی لطافت و دلبستگی اس گلزار و سمن زار سے باہر نہیں آتی ؎

---

[۱] پ ۱۷، انبیاء ۳۰

www.maktabah.org

مثنوی

چو در بحر ہوا افگند زورق — جو بحر بادمیں کشتی کو ڈالا
جہانرا یافت جملہ ظل بیرق — تو پایا خلق کو جھنڈے کا سایہ
بصحرائے ہوا زانیجا گذر کرد — بیابان ہوا میں وان سے گزرا
بصورتہائے غیبی در نظر کرد — امورغیب کو آنکھوں سے دیکھا

اسی طرح مرتبہ بمرتبہ نزول کے برعکس عروج کرتا ہے جتنا سالک کی کثافت اور تقید کم ہوگا لطافت ظاہر اور وسعت زیادہ ہوگی اور مراتب عالیہ سے نسبت زیادہ کامل ہوگی اور علم وادراک بہت وسیع ہوگا یہاں تک کہ اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے اور وہ اسم کہ اس کا عین ثابت جس کا مظہر ہے بصورت استعداد کلی ہیولانی الوصف کے اس پر جلوہ فرما ہو جائے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت عین ثابت میں سالک ان تین مراتب میں ایک سے خالی نہ ہو۔

مرتبہ اوّل:۔ یہ کہ اس کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ و صور علمیہ کو جامع و شامل ہو مثلاً عین ثابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض کامل و فرمانبرداروں اور کامل سالکوں کے اعیان ثابتہ کو جنہوں نے قدم بقدم سلوک کیا ہے پس اپنے عین ثابت پر ہی آگاہ ہوجانا یقیناً آگاہ کردے تمام اعیان ثابتہ اور اس کے احکام وآثار پر ازل سے ابد تک۔ گوشہ نشین گنجہ نے اس مقام کا مکرر نشان دیا ہے ؎ شعر

دران دائرہ گردش راہ او — یہاں پر تو وہ گردش راہ ہے
نمود از سر او قدمگاہ او — نمودار سر سے قدمگاہ ہے

پیروان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جنہوں نے اپنے مرکب سلوک کو قدم مبارک کے نشان پر چلایا ہے صاحب فصوص ہیں کہ وہ اپنے مقام جمعیت سے خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا میری بصارت و بصیرت و خیال کی آنکھ کو تو میں نے چشم بصارت سے وہ دیکھا جو محسوس نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم بصیرت سے وہ دیکھا جو مدرک نہیں ہوتا مگر اسی سے اور میں نے چشم خیال سے وہ دیکھا جو نہیں دیکھا جا سکتا مگر اسی سے تو ہوگیا معاملہ میرے لئے دیکھا بھالا ہوا اور حکم جو خیالی وہمی تھا تقلید کی وجہ سے موجود یقینی ہوگیا تو میں نے جان لیا مرتبہ اس کا جس نے پیروی کی حضور کی اور حضور رسول مبعوث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں نے مشاہدہ کیا تمام انبیاء کا آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور مشاہدہ کرا دیا اللہ تعالیٰ نے مجھکو انبیا کے تمام ماننے والوں کا یہاں تک کہ نہیں باقی رہا ان میں سے کوئی جو ہو چکا اور جو ہوگا قیامت تک ان کے خواص وعوام سے اور میں نے تمام گروہ کے مرتبوں کو دیکھا تو جان لیا ان کے اقرار کو اور آگاہ ہوگیا سب چیزوں سے جس پر وہ بالاجمال ایمان لائے اس چیز سے۔ جو عالم علوی میں ہے اور میں نے ان

www.maktabah.org

سب کو دیکھا بھالا۔

مرتبہ دوئم:۔ یہ کہ سالک کا عین ثابت بعض اعیان ثابتہ کا جامع ہو تو اس کی آگاہی اس مقام میں بعض افرادِ عالم کے لئے ہوان کے احکام و آثار کچھ بیان کرے۔ جیسا کہ فتوحات میں دوسرے سے نقل فرماتے ہوئے منقول ہے کہ جب میں بلاد اندلس سے بحرروم کو پہنچا تو اپنے دل میں قصد کیا کہ دریا میں اس وقت تک سوار نہ ہوں گا جب تک اپنے احوال ظاہرہ و باطنہ وجودیہ کی تفصیلات کو نہ دیکھ لوں جو کچھ مقدر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر اپنی آخر عمر تک تو متوجہ ہوا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پورے حضور و شہود اور کامل مراقبہ کے ساتھ تو دکھا دیا اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے ساتھیوں کے تمام احوال کو جو میری آخر عمر تک جاری ہوں گے ظاہر و باطن میں یہاں تک کہ تمہارے والد اسحٰق بن محمد اور تمہاری صحبت کو اور تمہارے احوال و علوم و ذوق و مقامات و مکاشفات اور تمہاری تمام خصوصیات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پھر میں دریا میں سوار ہوا علم و یقین کی حالت میں اور وہی ہوا جو معلوم ہوا تھا اور وہی ہوگا بغیر کمی بیشی کے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم شیخ عبدالرزاق کاشی اپنے پیر سے نقل کرتے تھے کہ میرے پیر کی ایک خاص نگاہ تھی کہ جب چاہتے کہ کسی کے حال پر آگاہ ہو جائیں تو اس پر ایک نظر کرتے اور اس کو اس کے دنیا و آخرت کے احوال کی خبر دے دیتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت سید علی ہمدانی مدینۃ الاولیاء میں بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے حالات موجودہ و واقعات آئندہ کما حقہ معرضِ بیان میں لائے حضرت میر کے قلب مبارک کی توجہ کو فقیر کے دل میں حق تعالیٰ نے القا فرمایا اور ان حضرات کے حالات کو ظاہر کر دیا جیسا کہ تمام جزوی و کلی واقعہ میں نے حضرت میر سے عرض کر دیا چند روز گذرنے پر جو عرض کیا گیا تھا وہی دیکھا گیا۔

مرتبہ سوم:۔ یہ ہے کہ اس کا عین ثابتہ کسی کے اعیان ثابتہ کا جامع نہ ہو صرف اپنے ہی عین ثابتہ کا جامع ہو جیسا کہ شیخ نجم الدین صغیر نے اپنے مکشوفات حضرت قدوۃ الکبرا سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ چلہ کے آخر میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ کو اولین و آخرین کے حالات مجھ پر منکشف کر دیئے گئے بلکہ ازل و ابد کے معاملات کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا اور اب جب کہ میں ساٹھ سال کا ہوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری اولاد مقام میثاق ازلی میں بابا آدم کے تلوے میں تھی ؎

شعر

چو عکس او بجام خام افتاد	پڑا جب عکس اس کا جام مے میں
نظر آغاز بر انجام افتاد	پڑیں اول سے آخر تک نگاہیں

www.maktabah.org

شیخ نجم الدین کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ سالکوں اور درویشوں کے چاروں مراتب براہ کرم بیان فرمادیں فرمایا جب تک کہ طالب از سرتاپا طلب یعنی علم یقین سے آراستہ نہ ہو ایک دن پریشانی وخلل سے چھوٹا اور بے کار ہوجائے گا اور وہ سالک جو حق کا فیض کامل عین اللہ سے دل میں نہیں رکھتا نفس کی ذات سے ایک کتا ہوجائے گا ؎

قطعہ

الف سالک است بیعت صدق	یہی بیعت الف ہے سالک کی
زدشدہ سالک راہ حق زیبا	راہ حق چلنا اس کو ہے زیبا
از رہ لطف جوہر طالب	ہے لطافت سے جوہر طالب
ظل آبست ممترخ ز صفا	سایہ پانی کا باجلاء وصفا

جب سالک عنایت الٰہی ومدد غیر متناہی سے اپنے عین ثابت تک پہنچ جائے تو اس مقام میں سلوک ختم ہوجاتا ہے اور سیر جذبہ جلیہ سے بدل جاتی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک اس راہ میں رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس سلوک والے کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ جب اس مرتبہ سے نزول فرماتا ہے اور اپنے مقام اصلی کی طرف لوٹتا ہے تو طالبوں کی تربیت کرسکتا ہے۔

بیت

ہر آن سالک کہ کرد انزال داعراج	بلند وپست کی پائی جو معراج
بفرق طالبانست درۃ التاج	مریدوں کے ہے سر پر درۃ التاج

اور اگر عنایت ازلی وہدایت لم یزلی سے ناگاہ بلا واسطہ سلوک کے شرف جذبہ سے درگاہ عرفان معروف میں مشرف ہو اور اسی جذبہ کی حالت میں اگر کسی بزرگ کی بارگاہ میں پہنچ جائے جس کا دونوں سلوک میں کام مقصد تک انجام پاچکا ہو اور وہ اس کو سلوک سلسلۂ تربیت میں کرکے حضرت جذبہ میں لوٹالائے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں تو ایسا شخص بھی اقتداء کے لئے مناسب ہے سو ان دونوں صاحب دولت کے راہ یقین کے سالکوں اور برسوں کے راستہ کے چلنے والوں کی تربیت کے لئے کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ ایک تاج ہے عظیم الجواہر جس کے سر پر رکھدیں اور لباس ہے بڑے مرتبہ کا جس کے بدن پر پہنادیں ؎

رباعی

درآنحضرت کہ بار عام باشد	جب اس سرکار کا دربار ہے عام
بدیدارش ہمہ را کام باشد	تو اس کی دید سے ہراک ہے خوش کام
ندانم تاکرا لطفش بخواند	خبر کیا لطف اس کا کس سے بولے
کہ در خاصان کلام از عام باشد	کہ خاصوں میں ہے ہوتی گفتگو عام

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک جذبہ کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکے اور راستہ ہی میں ٹھہر جائے تو اس کو صرف سالک کہیں گے۔ اگر حد جذبہ پر ٹھہر جائے اور راہوار سلوک کو صحرائے ہدایت میں نہ دوڑائے (منزل سلوک کو طے نہ کرے) تو اس کو فقط مجذوب کہیں گے۔ ان دو بزرگواروں میں سے کسی سے سالکوں کی تربیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان کا نفس (فرمودہ) بہت جلد کارگر ہوتا ہے ان حضرات کی روش ان کی سیرت اور ان کے طور طریقے اور کھانے پینے کے معاملات بالکل خلاف قیاس ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کتنا ہی کھالیں پیٹ نہیں بھرتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل کھاتے ہی نہیں۔ قریب قریب فرمایا کہ

شیخ ابراہیم مجذوب کا حال

حضرت شیخ نجیب الدین بزغش نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابراہیم مجذوب کی ہم نشینی کی بہت آرزو تھی میں نے ایک دن موسم سرما میں انہیں بازار میں دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ یہ وقت ہے کہ ہم تم ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آج کی رات بازار کی مسجد میں گزاریں گے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مسجد میں چلا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا لے آؤں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد بارش ہونے لگی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ پرنالے بہنے لگے۔ جب ہم نے عشا کی نماز پڑھ لی۔ اور تمام لوگ مسجد سے نماز پڑھنے کے بعد چلے گئے صرف ہم دونوں وہاں رہ گئے تو شیخ ابراہیم مجذوب نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے کھانے کے لیے کچھ لاؤ۔ رات بہت اندھیری تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ بجلی خوب چمک رہی تھی میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں وہ میں نے ان کو دے دیں اور کہا کہ اس وقت تو آپ معاف کیجئے کہ ایسی بارش اور اندھیری رات میں کھانا کیسے لایا جائے گا۔ ان شاء اللہ کل صبح اس رقم سے کھانا خرید لیں گے۔ انہوں نے اشرفیاں لے لیں اور کچھ دیر صبر کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے اٹھو اور میرے لیے کھانے کو کچھ لاؤ میرا مکان اس مسجد سے بہت فاصلہ پر تھا لیکن اس مسجد کے پاس ہی میرے ایک عزیز رہتے تھے جو بہت مالدار تھے، میں مجبوراً مسجد سے نکل کر ان کے گھر پر گیا چونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ شیخ ابراہیم مجذوب بہت زیادہ کھاتے ہیں لہٰذا میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میرے یہاں کچھ مہمان آگئے ہیں میں نے کچھ لوگ اس لحاظ سے کہا کہ ایک بھی حقیقت میں جمع ہے اور اس میں بہت سے لطیفے جیسے نفس، قلب و روح موجود ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بہت دیر ہوئی پکا ہوا کھانا تو ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے نوکروں کو حکم دیا اور ہر ایک نے سینی میں ناپختہ اناج رکھ لیا۔ کسی کی طباق میں چاول تھے۔ کسی کے سر پر باقلا (سبزی) سے بھری ہوئی سینی تھی بعض میں چنا اور گندم تھا ایک عدد دنبہ تھا اور ایک عدد پتیلی تھی یہ سب میرے ہمراہ مسجد میں لائے اور کہا اب آپ خود کھانا پکالیں۔ میں نے یہ تمام سامان اٹھا کر شیخ ابراہیم کے سامنے رکھ دیا۔ میرے خیال میں یہ سب سامان پچاس (عجمی) من ہوگا اور میں نے شیخ سے کہا کہ میں ابھی کھانا تیار کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ رہنے دو میں ایسا ہی کھالوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ تمام اجناس ناپختہ

www.maktabah.org

ہی کھالیں اور کچھ دیر سکون سے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد ایک فقیر (دریوزہ گر) مسجد کے قریب سے گزرا انہوں نے اس کی جھولی چھین لی۔ اس جھولی میں تقریباً دس من (عجمی) روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کی چیزیں موجود تھیں وہ جھولی فقیر سے چھین کر مسجد میں لے آئے اور یہ تمام کھانا بھی کھالیا۔

جب آدھی رات گزر گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اب سو جاؤ۔ تم نے میری وجہ سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ لیکن اگر تم نے حرکت کی یا تم جاگتے رہے تو میں تم کو مار ڈالوں گا۔ میں مسجد کے ایک گوشہ میں چلا گیا اور سونے کی کوشش کی۔ میری یہ ہمت نہیں تھی کہ میں ذرا سی بھی جنبش کروں یہاں تک کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں کھجلی بھی ہوتی تو کھجانے کی مجال نہیں تھی۔ اسی مسجد میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر گھنٹے کے بعد اٹھتے اور اس پتھر کو اٹھاتے اور میرے سرہانے آکر کہتے کہ جی چاہتا ہے کہ اس پتھر سے اس کو کچل کر ہلاک کر دوں۔ پھر آپ ہی آپ کہتے کہ نہیں! اس کا مار ڈالنا مناسب نہیں ہے کہ اس کا باپ بوڑھا شخص ہے۔ کل قیامت کو زاری کرے گا اس پتھر کو پھر اپنے مقام پر رکھ دیتے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ مجھ کو ڈر سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اپنے کو ایسا دکھاتا تھا کہ میں نیند میں ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سو نہیں رہے ہو۔ خیر میں نے تم کو بہت زحمت دی ہے اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور معاف کرتا ہوں اور اب میں مسجد کی چھت پر جا رہا ہوں تاکہ تم مجھ سے بے خوف ہو جاؤ۔ اور آرام سے سو جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چلے گئے۔ مسجد کے ناودان کے مقابل ایک کمرہ تھا امام مسجد نے وہاں بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ ابراہیم مجذوب اس کمرہ کے اندر چلے گئے خوف کے باعث میں اوپر گیا اور اس کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تاکہ میں آرام سے سو جاؤں۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا کہ اندر سے روٹی کھانے کی آواز مجھے سنائی دی مجھے سخت تعجب تھا کہ اس کمرہ میں سوائے کتابوں کے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی پھر وہ کیا کھا رہے ہیں۔ جب صبح کو وہاں سے چلے گئے تو میں اس کمرہ کے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تمام کتابوں کی جلدیں کھا گئے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کے بغیر منزل نہیں مل سکتی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلوک میں اگر بارگاہ نبوی و سرکار مصطفوی کی فرمانبرداری و اطاعت کے راستہ سے کچھ بھی انحراف ہو تو اپنے منزل مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ بعض اگلوں نے اپنے مرکب سلوک کو بلا واسطہ برزخ البرازخ کے چلایا ہے درگاہ نور الانوار تک نہیں پہنچے ہیں اور ان کو اس بارگاہ سے ڈانٹ کر ہٹا دیا ہے۔ تقریباً شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے نقل کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی نے فرمایا ہے کہ واقعہ میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا کہ آپ بو علی سینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ایک شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہا بغیر میرے وسیلہ کے تو میں نے اسکو روک دیا

www.maktabah.org

اپنے ہاتھ سے اس طرح تو گر گیا جہنم میں اور اسی طرح شیخ شہاب الدین مقتول جو اُن کے پیروی کرنے والوں سے ہیں لیکن حضرت شیخ فخر الدین رازی عتابد کئے گئے ہیں لبسبب اپنے کمال حیرت ناگوار کے تیس برس کے بعد ایک اپنے تحقیق کردہ مسئلہ سے رجوع کیا ہے اس واقعہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے روتے تھے کہ اگر میری تمام تحقیقات اسی طرح پر نکلیں تو کیا کروں گا؟ ے

شعر

یقینی را کہ دانستم گمان شد	گمان ثابت ہوا جس پر تھا ایقان
چہ سودائی کہ سود من زیان شد	یہ کیا سودا کہ خود ہے نفع نقصان

اُن کے ایک شاگرد نے اس واقعہ کو حضرت شیخ محی الدین عربی سے زبان عجم میں بیان کیا، آپ نے امام کو لکھا کہ اگر چاہتے ہو کہ تم کو اپنے معلومات سے رجوع نہ کرنا پڑے اور چیزیں ٹھیک طور پر معلوم ہو جائیں تو چاہیئے کہ تصفیہ درجہ خاص کو اپنی حالت کا ملازم خاص بنالو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ میں بعض کو کھانے پینے کی بالکل حاجت نہیں ہوتی اگرچہ بہت دن اور بے شمار سال گذر جائیں چنانچہ شیخ اردبیلی جس وقت کہ وہ نزع میں ہوئے تو روئی تر کرکے اُن کے حلق میں لوگوں نے ٹپکایا اور تھوڑا سا شوربا بھی ان کے حلق میں ٹپکانے لگے انہوں نے روکا اور کہا تیس برس سے روزہ میں رکھتا رہا اب روزہ ہی کی حالت میں جاتا ہوں۔

حکایت بروایت جعفر خلدی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ بعض اہل جذب عقلا اور صاحب معرفت ظرفا سے عجیب وغریب حالات اور تعجب خیز واقعات کا صدور ہوا ہے۔ بظاہر اگرچہ ان کے اقوال خلاف ادب معلوم ہوتے ہیں لیکن بارگاہ الٰہی میں وہ آب زلال سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں اس لیے کہ ان حضرات میں سے اکثر معشوق صفت گذرے ہیں اور یہ حضرات ہمیشہ سے محرمان اسرار رہتے چلے آئے ہیں اور دائمی طور پہ حریم راز کے ہمنشین رہے ہیں۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تمام چہرہ اپنی عبا میں چھپائے ہوئے تھا یکایک وہ اٹھا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہنے لگا کہ تو کس کو زیادہ پسند کرتا ہے یہ کہ دہی کا شربت اور فالودہ دو یا یہ کہ تیرے گھر کی ان قندیلوں کو توڑ ڈالوں۔ پھر اپنی جگہ پر لوٹ کر سو رہا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شیخ کوئی گنوار ہے یا کوئی ولی اللہ ہے۔ میں یہی سوچ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا اس کے پاس ایک بڑی سی زنبیل تھی یہاں تک کہ اس شخص کو اس نے دیکھ لیا اور اس کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے پہنچ کر کہا کہ میں تمہارے لئے کچھ چیز لایا ہوں، یہ کہکر اس نے زنبیل سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ نکالا۔ وہ شخص اٹھ کر بیٹھ گیا اور یہ دونوں چیزیں کھالیں اور

www.maktabah.org

کچھ باقی چھوڑ دیا۔ اور کہا لے یہ اپنے بچوں کے لیے لے جا۔ وہ شخص بچا ہوا سامان لے کر واپس ہوا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اس کے پاس پہنچ کر میں نے کہا کہ اے شخص تم کو خدا کی قسم سچ کہنا کہ تم اس شخص کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے بچے کئی روز سے مجھ سے چھاچھ کا سالن اور فالودہ کی فرمائش کر رہے تھے۔ میں ایک غریب شخص ہوں محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے بچوں سے کہہ دیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کچھ زیادہ مزدوری دلا دے گا تو میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ آج میں نے ایک دینار کمایا تھا۔ حسب وعدہ میں نے چھاچھ کا سالن اور فالودہ پکانے کا سامان خریدا باورچی خانہ میں جا کر ان چیزوں کو تیار کرنے لگا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور جو کچھ پکایا ہے مسجد اقصیٰ میں لے جا اور اس شخص کو کھلا دے جس نے اپنے منہ کو عبا میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ہمارا ایک شوخ مہمان ہے۔ یہ ہم نے تمہارے ہاتھ سے اسی کے لیے تیار کرایا ہے جو کچھ اس کے سامنے سے بچ رہے وہ اپنے بچوں کو کھلا دینا کہ اس میں نیک بختی کا اثر ہو گا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے بچے وہ کھانا نے کر آئے کہ وہ کھائیں۔ لیکن میں وہ سب لے کر یہاں آ گیا جیسا کہ تم نے دیکھا۔

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ روم کے اکابر میں سے ایک صاحب حضرت قدوۃ الکبرٰیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے دریافت کیں۔

حضرت نے اس سلسلہ کے تمام نکات ان کے سامنے بیان فرمائے۔ چونکہ سائل کا اس استفسار سے مقصود استفادہ نہیں تھا۔ اس نے حضرت سے الجھنا شروع کر دیا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اے عزیز، تم سلوک دانی کا دعویٰ کرتے ہو اور خود کو مرشد کہتے ہو۔ اپنی اس بزرگی کا کچھ باطنی نشان اور علامت پیش کرو۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے اسباب دنیا کو جمع کیا اور ان کو ایک رسی سے باندھا اور اس کو دریائے یاسیت (ناامیدی) ڈال دیا۔ اس وقت میں نے اس فانی دنیا سے آرام و استراحت حاصل کی اور حضرت جبار جل جلالہ تک پہنچا۔

تو بتاؤ کہ دریائے ایاسیت کیا ہے اور صحرائے ایاسیت کس کا نام ہے اور جب اس دریا کو عبور کیا تو کس کشتی میں بیٹھ کر اس کو عبور کیا اور کس ساحل پہ پہنچے یہ سالک کے لیے اول منزل ہے یا اسکا آخری درجہ ہے۔ یہ صوفیہ کرام کے رموز و اشارات ہیں کہ جو کوئی اس گروہ سے متعلق ہے وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔

رباعی

کسی کین بحر را غواص باشد　　اگر اس بحر کا کوئی ہو غواص
بداند سرّ غواصان دیگر　　تو جانے راز غواصان دیگر

www.maktabah.org

کسی کو نیست از جوہر فروشان — نہیں ہے جوہری کوئی تو پھر کیا
چہ داند قیمت یاقوت و گوہر — وہ جانے قیمت یاقوت و گوہر

دردمندان غمخوار کی ماہیت اور سالکان جاں سپار کی کیفیت سوائے بہرہ مند کے اور کوئی نہیں جانتا اور سوائے خردمند (سالک) کے اور کوئی بیان نہیں کرسکتا ؎

آنکس داند حال دل غمگینم — میرے دل پرغم کی وہ حالت جانے
کو را ہم ازین نمد کلاہی باشد — جسکی کہ بنی ہو اسی نمدہ سے کلاہ

مرد ہے وہ کہ جس نے ترک کا خود اپنے سر پر رکھا ہو اور ہمت کے اسلحہ سے سر سے پاؤں تک آراستہ ہو وہی اس معرکہ میں زخم کھا سکتا ہے اور اس زخم پر مرہم کا پھاہا رکھ سکتا ہے۔

قطعہ

جرعہ ترک نوش باید کرد — آہنی گھونٹ چاہیئے پینا
تا شوی مست فقر تا بابد — تا کہ ہو مست فقر تا بابد
خرقہ از صفائی صبر بپوش — صبر کے صاف خرقہ کو پہنو
تا شوی مرد فرو نزد احد — تا بنو ایک مرد نزد احد

جز و کل کو ترک کرنا چاہیئے جس سے مراد جان قربان کرنا ہے اور شمع الٰہی کا پروانہ بننا ہے۔ بیشک جو کچھ آبخورہ میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے ؎

ع

از کوزہ ہمان برون تراود کہ در وست — کوزہ سے نکلتا ہے وہ جو اس میں ہے

نفس کی نظر سے اس فقیر کے قول پر نظر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دیدۂ دل سے دیکھنا چاہیئے کہ اس نہر میں کون سے دریا کا پانی جاری ہے۔ ؎

غزل

درون مصر جان خود چہ یوسف نازنین دارم — عجب یوسف ہے مصر جان میرے نازنیں پیدا
کہ صد ہمچو زلیخائی بکوشش ہمنشین دارم — زلیخا سیکڑوں ہیں گرد اس کے ہمنشیں پیدا
بخلوتخانہ سینہ کہ از اغیار خالی شد — یہ خلوتخانۂ سینہ ہوا غیروں سے جو خالی
چہ شاہد نازک موزون من خلوت نشین دارم — عجب معشوق نازک اس میں ہے خلوت نشیں پیدا
زوصل شاہد بلقیس در عالم سلیمانم — سلیمانِ جہاں ہو وصل سے بلقیس عالم کے
کہ جن و انس حش و غیر در زیر نگین دارم — کہ جن و انس و حیواں ہیں میرے زیر نگیں پیدا

www.maktabah.org

چو در دل صورت خورشید معنی بشود طالع | ہے ہوتا دل میں طالع صورت خورشید معنی جب
سر گردون بزیر پائی ہمت برزمین دارم | سر گردون مری ہمت کے نیچے ہے زمین پیدا
نثار وصل تو اشرف مثال دین و دنیا را | تمہارے وصل پر اشرف نچھاور دین و دنیا کو
کند نقد روانرا ہم کہ صد دنیا بدین دارم | کرے اور نقد جاں بھی کو ہوں سو دنیا و دین پیدا

حضرت در یتیم نے ظلمانی حجابوں اور نورانی بجلیوں کے متعلق ادب سے سوال کیا حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تجلیات و مکشوفات کا بیان داظہار مشائخ نے بطور تفصیل کے فرما دیا ہے اور ہر ایک نے سلوک کے مطابق طویل راہ طے کی ہے اب اختصار دکمال اختصار کے طور پر کہا جاتا ہے کہ جب طالب صادق اور سالک واثق اذکار وافکار میں مشغول کرتا ہے اور ریاضت کی راہ بمشقت طے کرتا ہے تو اس کے لئے اچھی اور بری صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس طرف توجہ نہ کرے اور نہ بجلیوں کی طرف نہ چمکوں کی طرف نہ چمکتے انوار کی طرف اور نہ روشن رنگوں کی طرف اور جان لے یقینی طور پر کہ نورِ حقیقی پاک ہے اس سے کہ رنگین اور شکل دار اور کسی جہت میں ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ لِلّٰہِ تعالیٰ سبعین الف | بے شک اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار حجاب
حِجابٍ مِّن نُّورٍ وَّ ظُلمَۃٍ | نور و ظلمت کے ہیں۔

ظلمانی حجابات اور نفسانی پردے تو جیسا کہ پانچوں حواس اور طبیعتیں اور عوارض اور برے اخلاق اور ذلیل عادتیں اور خواہش و شہوات اور شیطانی خیالات اور نفسانی وسوسے ہیں اور ظلمتوں کے ان اقسام سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کہ جس کی شرح زیادہ طول رکھتی ہے اور ظلمانی حجابوں کا اٹھ جانا سالک پر بہت آسان ہے بہ نسبت نورانی حجابوں کے کیونکہ نفس بالطبع نور کی طرف مائل ہے بہ نسبت ظلمت کے۔ دس دس ہزار رنگ ہر لطیفہ قالب و قلب و نفس کے نیچے پوشیدہ ہیں کہ جن کا مجموعہ ستر ہزار رنگ ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار ظلمانی حجابات لطیفہ قالبیہ میں چھپے ہیں اور ان کا رنگ تاریک ہے۔ جب اشغال واذکار ترقی پکڑتے ہیں تو انوار روشن ہوتے ہیں تو ان تہ بہ تہ تاریکیوں کو بعض کو بعض کے اوپر مشاہدہ کرتا ہے۔ جب سالک کا وجود زیادہ لطیف ہوجاتا ہے تو انوار کی لطافت زیادہ صاف ہوجاتی ہے جیسا کہ سفید پانی کا بہنا۔ اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ نفسیہ میں پوشیدہ ہیں جن کا رنگ نیلا ہے اور برائیوں کے خطرات اور تاریکیوں کے صفات کا سرچشمہ ومنشا اسی میں ہے اور دس ہزار ان میں سے پوشیدہ ہیں لطیفہ قلبیہ میں جن کا رنگ زیادہ لال ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ ہے

www.maktabah.org

شعر

چو نورشمع رویش برفروزد — جواس کے شمع رو کا نور چمکے
نقاب از غیرت از پیشش بسوزد — نقاب رخ کو آگے سے جلادے

دس ہزار حجابات لطیفہ سریہ میں پوشیدہ ہیں کہ اس کا رنگ سفید ہے جیسے سفید اور صاف شیشہ جس میں آفتاب کا عکس پڑ رہا ہو ؎

بیت

شعاع نور او کز اضطراب است — اس کی شعاع نور تو ہے اضطراب میں
تو گوئی آفتابی اندر آب است — جیسے کہ آفتاب ہی اندر ہے آب میں

اور ان میں سے دس ہزار لطیفہ روحیہ میں رکھدیا ہے جس کا رنگ زیادہ زرد ہے نہایت صفائی اور لطافت میں ؎

شعر

ازان نوری کہ تابانست واحمر — اسی سے جو ہے نور سرخ و تاباں
نمایاں شد برنگ نور اصفر — ہوا ہے نور اصفر میں نمایاں

اور دس ہزار مندرج ہیں لطیفہ خفیہ میں کہ جس کا رنگ قلعی کردہ آئینہ کی طرح ہے مثل آنکھ کی سیاہی کے پتلی کے کنارے ہیں اس جگہ سالک چشمۂ آب حیات سے کچھ سیراب ہو جاتا ہے اور دس ہزار پوشیدہ ہیں لطیفہ حقیقت میں کہ جس میں لطائف اور انوار قائم ہیں اور اس کا رنگ زیادہ ہرا ہے اور آنکھ کو روشن کرتا ہے اور دل میں فرحت پہنچاتا ہے زندگی کا رنگ اسی سے نکلتا ہے۔

اس کے بعد عقیق کے رنگ میں نمایاں ہوتا ہے ؎

بیت

درینجا سالک سرّ دقیق است — یہاں باریک سر کا ہے وہ رہرو
کہ آخر نور از رنگ عقیق است — کہ آخر ہے عقیقی رنگ سے ضو

حضرت قدوۃ الکبرا مرصاد سے نقل فرماتے تھے کہ جب آئینۂ دل آہستہ آہستہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی قلعی سے صیقل پا جائے اور طبیعت کا زنگ اور بشری صفات کی تاریکیاں اس سے مٹ جائیں تو غیبی انوار کے قابل اور لاریبی اسرار کے پرتو ہونے کا محل ہو جاتا ہے شروع حالت میں وہ انوار اکثر بطور بجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں اور ہر چمک پر ہزار طرح کی ترقی بڑھتی ہے ؎

www.maktabah.org

شعر

یا ایھا البروق الذی تلمع — اے چمکدار بجلیو بولو
من ای اکناف الجمیع تطلع — کس طرف سے طلوع کرتی ہو

جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی ہے انوار کو زیادہ قوت ہوتی ہے۔ بجلیوں کے بعد چراغ و شمع و مشعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں ابتدا چھوٹے تاروں کی صورت سے اور بڑا یہ کہ چاند کی صورت میں مشاہدہ واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد آفتاب کی طرح پر اور اس سے بڑے انوار مثال سے پاک نمایاں ہوں گے۔

سالک کو ان انوار سے اعراض کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سالک کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ ان تمام انوار سے اعراض کرے اور اپنی تمام تر توجہ مراقی عروج (عروج کی سیڑھیوں) پر مبذول رکھے۔ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے شاید اسی موقع کے لیے یہ شعر کہا ہے: ؎

شعر

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود — ہوں ان کی ہمت عالی کا زیر چرخ غلام
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است — ہر ایک رنگ تعلق سے جو کہ ہیں آزاد

ان انوار کے منشا اور ان انوار کے منابع رنگارنگ ہیں۔ سالک کی روحانیت شیخ کی ولایت، انوار نبوت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء و مشائخ کے ارواح پاک اور بارگاہ حضرت عزت اور مختلف ذکروں کے انوار، خصوصاً کلمہ طیبہ کا نور اور قرآن و ایمان و احسان و اسلام اور مختلف عبادتوں اور طاعتوں کا نور کہ ہر ایک کے لئے جداگانہ نور ہے اور ہر عبادت و منشا سے دوسرا نور ہوتا ہے اور ہر طاعت سے دوسرا سرور اٹھتا ہے اس کے مناسب

؎

ہر عبادت را حضوری دیگر است — ہر عبادت کا جداگانہ حضور
ہر اطاعت را سروری دیگر است — ہر اطاعت کے لئے دیگر سرور
ہر چراغی کز عبادت بر کنی — تم عبادت سے جلاؤ جو چراغ
مطلع انوار و نوری دیگر است — مطلع انوار اور دیگر ہے نور

یعنی ہر ایک کا ذوق اور رنگ دوسرا ہے۔ جب انوار پوری طرح سے ظلمانی حجابات سے باہر نکل آتے ہیں تو پھر خیال کے لئے ان میں تصرف کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ

www.maktabah.org

میں فرمایا کہ ایک درویش اپنے خلوت خانہ میں مصروف عبادت تھے اوران کے مرشد نے جس شغل کا حکم دیا تھا
اس میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک ایسا نور نمایاں ہوا جس نے تمام دنیا کو ڈھانک لیا اور ہر چیز کو اپنے اندر
چھپا لیا درویش کو یہ خیال ہوا کہ یہ نور الٰہی ہے اور حضور نامتناہی کی شان تجلی ہے ان کے پیر اس خطرہ سے
آگاہ ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ راہ سے بھٹک جائے گا تو صورت مثالی میں تجلی کی اور فرمایا کہ اے
مرید ہرگز دوسرا خیال نہ لا اور سلوک کی راہ اختیار کر اور ان سب کو نہ دیکھ اور چلا چل کہ یہ تو
تیرے وضو کا نور ہے ؎

چو بینی ذرۂ خورشید انوار — جو دیکھو ذرۂ خورشید انوار
درخشد در ہمہ اطراف و اقطار — چمکتے اس سے ہیں اطراف واقطار
ولی باید ترا خورشید روئی — مگر اس دم کوئی خورشید رو ہو
کہ آگاہد ترا زین رنگ و بوئی — بتائے تم کو جو اس رنگ و بو کو

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کے عقیدہ کی تقویت اور پختگی کے لیے
مشائخ کی ارواح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جس کے باعث مرید کی عقیدت اور پختہ اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اکابر
(شیوخ) کے مرتبوں کا فرق بھی اس سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ
حضرت بایزید کے کسی مرید سے جو حساب میں تجربہ کار تھا منقول ہے کہ ایک دن کسی نے اس سے پوچھا کہ تم اس خاندان
کے کس طرح ارادتمند ہوئے اور اس کا کیا سبب ہے کہ بایزید بسطامی کے سوا تم نے کسی اور سے بیعت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ مجھے
اور تو کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ایک مرتبہ میں وضو کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ قبلہ کی دیوار
شق ہو گئی اور اس طرف کی فضا نمودار ہو گئی اور آسمان پر ستارہ مشتری نظر آنے لگا۔ میں نے حیرت سے
دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ سلطان العارفین بایزید بسطامی کا نور ہے۔ ذرا دیر کے بعد
ایک دوسرا آسمان نظر آیا۔ یہ آسمان تمام تر نورانی ہو رہا تھا۔ جیسے سورج! میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے
بتایا گیا کہ یہ شیخ مجد الدین بغدادی کا نور ہے یہ سن کر اس درویش کو سخت تعجب ہوا۔ یہ بات سنانے کے بعد
میں نے کہا کہ یہ بات میں نے اس وجہ سے بیان نہیں کی ہے کہ میں ان بزرگوں کے مراتب میں کسی قسم کی تفریق
کر رہا ہوں یا شیخ مجد الدین بغدادی کو میں سلطان العارفین پر ترجیح دے رہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے۔ بات صرف
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جس مشرب کے حوالہ کر دیا ہے۔ جب وہ اس مشرب کی طرف متوجہ ہو جاتا
ہے تو وہ اسی طریقہ کا متبع بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اثبات قدم کے لئے اس مسلک
میں اس کے شیخ کو اعلیٰ مراتب میں اس کو جلوہ فرما دکھا دیتا ہے۔

نور مطلق کیسا ہے؟

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب نور اور رنگ بے حد ہو جاتا ہے تو بے لونی
و بے رنگی و بے مقامی و بے تسکلی میں آجاتا ہے اور نور مطلق وہ ہے جو ان سب سے پاک

www.maktabah.org
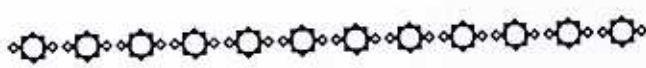
اور الوان وانوار سے منزہ ہے اور جو کچھ ظاہر میں نمایاں ہوتا ہے کبھی ہوتا ہے کہ ذکر کا نور ہو اور کبھی ہوتا ہے کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے غلبوں سے بشری صفات کے پردے پھٹ جاتے ہیں اور ابر کی طرح ایک پرتو روحانیت کا بجلی کی طرح دکھائی پڑتا ہے اور لوامع ذکر کے نور سے ہیں اور وضو کے نور سے بھی ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا ؎

بیت

چہ نسبت بہ وان رخ بے نظیر کہاں مہر کہاں وہ رخ بے نظیر
کہ ذرہ کجا و آفتاب منیر وہ ذرہ ہے یہ آفتاب منیر

لیکن لوائح وہ نور ہے جس کا منشا نماز و قرآن و اسلام و ایمان ہے اور بروق و لوامع و لوائح کے درمیان فرق یہ ہے کہ بروق بجلی کی طرح تڑپتے ہیں اور جلد منقطع ہو جاتے ہیں اور لوامع و لمعان یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں کچھ دیر رک جاتے ہیں اور لوائح نور آفتاب کی طرح ہے کہ چمک کا عکس آئینہ سے ہر جگہ پڑتا ہے اور کسی قدر ٹھہرتا ہے۔ پھر حجاب میں ہو جاتا ہے تو نماز یا قرآن یا اسلام یا ایمان کا نور آئینہ دل پر عکس ڈالتا ہے اور لوائح میں ذوق بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے لیکن جو کچھ کہ چراغ و شمع و مشعل اور اس کے مثل دیکھتا ہے تو وہ ایک نور ہے حاصل کیا ہوا پیر کی ولایت کے آفتاب سے یا بارگاہ نبوت سے جو سِرَاجًا مُّنِيرًا ہے یا تحصیل علوم سے یا قرآن سے یا ایمان سے اور وہ چراغ و شمع دل ہے اور اگر قندیل و فانوس کی صورت میں ہے تو عرفان کا نور ہے جیسا کہ اس کی مثال بیان فرمائی

مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ[1] (الآیۃ) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو۔

اگر علوی چیزیں مثلاً تارے اور چاند اور سورج کو دیکھے تو انوار روحانیت سے ہے اور کبھی ان کا معائنہ آسمان میں ہوتا ہے لیکن آسمان ایسا ہوتا ہے جو ہوا کی طرح صاف ظاہر ہوتا ہے اور کبھی نفس ایسا صاف ہوتا ہے کہ وہ آسمان کی طرح دکھائی دیتا ہے اور دل اس مقام میں چاند کی طرح نمایاں ہوتا ہے جب آئینۂ دل بالکل صاف ہو جاتا ہے تو ماہ کامل نمایاں ہوتا ہے اور کدورت کی وجہ سے ناقص دکھائی دیتا ہے اور اگر دو چاند ایک بار نمایاں ہوں تو روح دل کا آفتاب ہے جب آفتاب اور چاند اور تارے دریا اور حوضوں اور کنویں میں دکھائی دیں تو روحانیت کے انوار ہیں روح کی صفائی کی ترقی تاروں کے درجہ سے لیکر آفتاب تک ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے ہوا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور اس محل میں سچا حاکم دل ہے جو وہ کہے اس کو سنے لیکن وہ دل جو سننے کے لائق ہو۔

رباعی

نہ ہر دل صاحب اسرار باشد نہیں ہوتا ہر اک دل جائے اسرار
نہ ہر کس صادق الاقرار باشد نہ ہر اک شخص کا سچا ہے اقرار

[1] پ ۱۸ النور ۳۵

www.maktabah.org

دلی کو دارد از عرفان صقالت ۔۔۔ وہ دل صیقل ہوا عرفان سے جس کا
بہ پیشش جام جم بیکار باشد ۔۔۔ مقابل اس کے جام جم ہے بے کار

اسی کے حکم میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔۔۔ نہیں جھوٹ بولا دل جو دیکھا۔

اور آیہ کریمہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [۱] ۔۔۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

کہ حقیقت میں لکھنے والا تو وہ دل ہے اور دکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہے جب هٰذَا رَبِّيْ (یہ میرا پروردگار ہے) کا بتانے والا حق ہو اور کام دل اس ذوق کے قابل ہو اور غیب و شہادت و ظاہر و باطن یکساں ہو تو اس مرتبہ میں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ [۲] ۔۔۔ عنقریب ہم انہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں گے (عالم کے) اطراف میں اور ان کے نفسوں میں۔

کی لذت عطا ہوتی ہے اگر اپنے میں دیکھے تو حق کو دیکھے جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ما نظرت فی شیٔ الا ورأیت اللہ فیہ۔ جب پردے بالکل سامنے سے اٹھ جائیں اور شہود کا مقام بلا واسطہ میسر ہوتا ہے تو کہتا ہے ما نظرت فی شیٔ الا ورأیت اللہ فیہ۔ اور اگر شہود کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب جائے تو شاہد کا وجود جویاں ہو جاتا ہے ؎

بیت

چو در دریا فتد یک قطرۂ آب ۔۔۔ پڑے دریا میں جب پانی کا قطرہ
بود آن قطرہ ہم دریائی سیراب ۔۔۔ تو وہ قطرہ بنے سیراب دریا

اس مرتبہ میں سید الطائفہ کا قول جلوہ گر ہوتا ہے کہ ما فی الوجود سوی اللہ (اللہ کے سوا کچھ وجود میں نہیں) اس مقام میں تمام مشاہد کا شہود ہوتا ہے ان کے آئینہ میں نیز مشاہد کی نگاہ سے ہوتا ہے چنانچہ صاحب مرصاد کہتے ہیں ؎

رباعی

عمریست کہ در راہ تو پایست سرم ۔۔۔ عرصہ سے تری راہ میں ہے پاؤں یہ سر
ما خاک در تو بدیدہ کان می سپرم ۔۔۔ آنکھیں ہیں مری اور ہے تری خاک در
زان روی کنون آئینہ روئے توام ۔۔۔ اس رو سے کہ میں آئینہ رو ہوں ترا
از دیدۂ تو بروی تو می نگرم ۔۔۔ ہے تری نگہ سے رخ پہ ترے میری نظر

---

[۱] پ ۱۸ النور ۳۵ [۲] پ ۲۵ حٰم السجدہ ۵۳

www.maktabah.org

اور مقام انوار میں انوار کے رنگ جو دکھائی پڑیں تو وہ دوسرا رنگ رکھتے ہیں اس مقام کے مناسب۔ مقام لوامگی نفس میں (جبکہ نفس لوامہ کی آمیزش اس مقام میں ہو) نور کا رنگ ارزق (نیلا) ہوتا ہے اور یہ کیفیت نور روح کے امتزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا ظلمت نفس اس نور کے ساتھ امتزاج پاتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ضیائے روح ظلمت نفس نوری سے مل کر ارزق بن جاتا ہے۔

بیت

اگر با روح نور نفس ملحق	جو نور نفس سے ہو روح ملحق
بود رنگی نماید ہمچو ارزق	نمایاں اس سے ہوگا رنگ ارزق

نیلا لباس جو مبتدی صوفی پہنتے ہیں اسی مقام کی علامت ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شروع میں مشائخ طالبوں کو تجلیات کے رنگ کے موافق لباس پہناتے تھے تاکہ ہر شخص کی علامت ہو اس مقام و انوار سے ۔

شعر

درین رہ طالبا ترا ہر زمانی	یہاں طالب کا جو وقت و زماں ہے
لباس ہر کسی باشد بیانی	لباس ہر شخص کا اس کو بیاں ہے

جیسے جہاد اصغر میں جنگ کی علامتیں جب نفس کی تاریکیاں کم ہو جاتی ہیں اور نور روح بڑھ جاتا ہے تو نور سرخ نظر آتا ہے اور جب صفائی بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو نور سفید ظاہر ہوتا ہے جب نور روح دل کی صفائی سے ملتا ہے تو سبز نور ظاہر ہوتا ہے اور جب بالکل مصفا ہو جاتا ہے تو ایک نور مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے اور جب پورا روشن ہوتا ہے تو نگاہ اُس پر قابو نہیں پاتی

قطعہ

بصر ز نور تو بر تو ظفر نمی یابد	تری چمک سے نہیں قابو پاتی تجھ پہ بصر
ترا چنانکہ توئی دیدنش نمی یابد	تو جیسا ہے نہیں پاتی ہے ویسا اس کی نظر
ز تو چگونہ خبر شد دل مرا کہ ز لطف	ہوئی خبر ترے دل کو مری بھلا کیسے
طراز پیرہن از تو خبر نمی یابد	لباس وجسم کو اب تک نہیں ہے تیری خبر

نور حق کا انعکاس جب نور حق سایہ نور روح پر ڈالتا ہے تو مشاہدہ ذوق شہود سے ملا ہوا ہوتا ہے جب نور حق بلا روحی حجابات اور دل بے پردہ مشاہدہ میں آتا ہے تو بے رنگی و بے کیفیتی و بے حدی و بے مثلی و بے نہایتی و بے ضدی و بے ندمی ظاہر کرتا ہے تمکین و تمکن اس کے لوازم سے نہیں ہے۔ یہاں نہ طلوع رہتا ہے نہ غروب نہ داہنا رہتا ہے نہ بایاں نہ نیچے رہتا ہے نہ اوپر نہ زمان رہتا ہے نہ مکان نہ نزدیکی رہتی ہے نہ دوری، نہ رات رہتی ہے نہ دن

www.maktabah.org

لیس عند اللہ صباح ومساءٌ

یہاں نہ عرش ہے نہ فرش نہ دنیا ہے نہ آخرت سے

ابیات

چو تابد آفتاب ذات دادار — جو چمکے آفتاب ذات دادار
نہ ماند از وجود کون آثار — رہیں پھر کون کے باقی نہ آثار
ہمہ سر در عدم گیرند الحق — عدم میں سرنگوں سب ہونگے الحق
ز نور آفتاب ذاتِ مطلق — جو چمکے آفتاب ذاتِ مطلق
دگر بیضائی عرش ست ذرہ گردد — جو بیضا عرش کا ہے ہوگا ذرہ
دگر دریائی فرش ست قطرہ گردد — جو دریا فرش کا ہے ہوگا قطرہ
بنزد او نباشد صبح وشامی — نہیں نزدیک اس کے صبح اور شام
چہ روز است اینکہ او را نیست نامی — عجب دن ہے نہیں جس کا کوئی نام
شرف از قطرۂ دریا کشیدہ — شرف قطرہ سے دریا کو ہے پہونچا
شدہ دریا داز قطرہ ندیدہ — ہوا دریا مگر قطرہ نہ دیکھا

قطعہ

نور یبدو اذا ابدی متمکن — چمکا ہے نور اور ہوا وہ متمکن
شمس طلعت ومن راھا امن — نکلا ہے شمس جو اسے دیکھے وہ ہے ایمن
والقوم ذات اذ من کم قلت — ہے قوم ایک ذات یہی قول ہے مرا
وکم اقوال لیکن مع من — اور کتنے قول ایسے ہیں جن میں کہ ہے مامن

ذکر انوار جلالی

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار جمالی کا بیان بالاجمال مذکور ہوا اب انوار جلالی کی شرح سنو، صفات جلالی عالم خداوند سے ہے اس کا فنا دالفنا اقتضا کرتی ہے ان حالتوں کی شرح کا بیان قاصر ہے کیونکہ احوال عیان ہیں نہ کہ بیان بلکہ غیب ہے نہ کہ شہادت، پہلے نور ظاہر ہوتا ہے جلا دینے والا کہ خاصیت لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ[1] (نہ باقی رکھتا ہے نہ چھوڑتا ہے) ظاہر ہوتی ہے درحقیقت سات جہنم اسی نور کے پرتو سے ہے۔ بے چارہ مجذوب شیرازی اسی بیان کی خبر دیتے ہیں سے

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۲۸

www.maktabah.org

زِ باغِ وصلِ تو یابد ریاضِ رضوان آب — ترے وصال کے گلشن سے جنتیں سیراب
زِ تابِ ہجرِ تو دارد شرارِ دوزخ تاب — بنی شرارِ جہنم ترے فراق کی تاب

صفاتِ جمال کے انوار چمکانے والے ہیں نہ کہ جلانے والے اور جلال کے انوار جلانے والے ہیں نہ کہ چمکانے والے اور ہر عقل اور سمجھ ان معانی کا ادراک نہیں کرتی اور کبھی ہوتا ہے کہ صفات جلال کا نور محض تاریک ہوتا ہے اور عقل کس طرح سمجھے تاریک نور کو کیونکہ عقل دو ضدوں کے جمع کو محال جانتی ہے اگر اس اشارہ کو سمجھ سکتے ہو جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کو چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سفید ہوگئی پھر اور چند ہزار سال روشن کیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی اور اب سیاہ ہے تو اس سیاہ آگ کے دھوئیں کو عقل کیسے سمجھے اور اس مقام سے کہ وحدت کی حقیقت وحدانیت ہے جب نظر کرو تو ہر جگہ دو جہان میں جو نور و ظلمت ہے یہ قہر و لطف کے انوار کے پرتو سے ہے کہ:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط [1] — اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

اور اسی حقیقت کی بنا پر نور و ظلمت کو لفظ جَعَلَ سے ثابت کیا نہ کہ لفظ خَلَقَ سے فرمایا

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ — آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور
جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط [2] — تاریکیوں اور نور کو بنایا۔

خلقت دوسرے کی بنائی اور جعلیت دوسرے کی ان اشاروں کے ضمن میں بہت سے معنی ہیں جو ہر سمجھ کے لائق نہیں ہیں ؎

شعر

محرم دولت نبود ہر سری — محرم دولت نہو ہر ایک سر
بار مسیحا نکشد ہر خری — بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

لیکن صفات جلال سلوک کے مقام فناء الفنا میں الوہیت کی ہیبت ظاہر کرتی ہیں ایک سیاہ نور بقا دینے والا مارنے والا جلانے والا دیکھا جاتا ہے کہ اس کی میت ہونے کی سطوت عظمت سے ظلم اعظم و رسوم فہم کا توڑ دفعیہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی میں ایک رمز فرماتے ہیں ؎

شعر

دیدیم نہان گیتی واز اصل جہان — دیکھا کہ ہے پوشیدہ جہان و گیتی
وازِ علت دعا بر گزشتم آسان — آسانی سے چھوڑ آیا میں سب تاریکی

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۵ [2] پ ۷ انعام ۱

www.maktabah.org

در نور سفید و سیاہ ماہ ندیدیم — میں نور سفید و سیاہ میں رہتا تھا
زان نیز گزشتیم نہ این ماند نہ آن — اس سے بھی نکل آیا یہی ہے نہ وہی

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب راہ ارنا الاشیاء کما ھی (دکھا ہم کو چیزیں جیسی ہیں) میں صفات لطف و قہر کے انوار کا ظہور طلب فرماتے ہیں جو صفات ذات ہیں اور جس چیز کا عالم میں کوئی وجود ہے یا صفات لطف کے انوار کے پرتو سے ہے یا وجود حقیقی لایزالی ولم یزلی کے انوار کے پرتو سے ہے جیسا کہ فرمایا:

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ج [1] — وہی اول ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن۔

دوسری جو چیز ہے اس کے ساتھ ہے یا اس سے ہے یہ ہے صاف بے پوست کی بات ؎

رباعی

دل مغز حقیقت است تن پوست بہ بین — دل مغز حقیقت ہے بدن ہے اک پوست
در کسوت روح صورت دوست بہ بین — اس کسوت روح میں تو ہے صورت دوست
ہر چیز کہ او نشان ہستی دارد — جو چیز کہ رکھتی ہے نشان ہستی
یا اوست بجائی دیدہ یا دوست بہ بین — یا خود ہے بجائے دیدہ یا ہے ہمہ اوست

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ابتدائے سلوک میں یا انتہائے سلوک میں بعض سالکوں کو یہ مرحلہ پیش آتا ہے کہ تجلی صمدیت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہی سالک کی ہلاکت کا مقام ہے یہاں مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہی اس کو بھنور سے نکال کر لا سکتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اخی محمد دہستانی جب مغلوب الحال ہو گئے تو ان کے شیخ نے ان کو للکارا اور دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو اور تم نے کیا دیکھا بتاؤ تو انہوں نے کہا نہیں جانتا ہوں اور نہ ہی کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کیا کہ اس کرتے ہو (گھاس مت چباؤ۔ ژاژ مخائی) اس کے بعد وہ جو جو کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ مقام "بہت عالی تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر تجلی صمدیت ان پر آشکارا ہوئی۔ یہ مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر سالک کی کھانے پینے کی احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ جب اخی محمد دہستانی نے اپنے آپ کو اس مقام میں دیکھا تو ان میں غرور پیدا ہوا اور دل میں یہ خیال آیا کہ نہ کھانا حق کی صفت ہے اور اب یہ صفت مجھ کو حاصل ہو گئی ہے۔ پس اس کے باطن میں خدائی کا دعویٰ پیدا ہونے لگا اور کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا۔ میں[2] ان کو بہت مارتا تھا اور ان کے منہ میں لکڑی ٹھونس دیتا تھا ان کے منہ میں شربت ڈالتا تھا

---

[1] پ ۲۷ الحدید ۳ [2] یعنی ان کے شیخ ۱۲

www.maktabah.org

وہ فوراً الٹ دیتے تھے اور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا۔ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ خود ہی کھائیں گے۔ لیکن چھ سال گزر گئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا لیکن وہ میرے پاس رہے۔ ان کی ایک سعادت یہ تھی کہ وہ خود کو مجھ سے کسی وقت بے نیاز نہیں سمجھتے تھے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو جاتا تو وہ اس بھنور میں پڑ کر کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں اس معاملہ کے بعد کعبہ شریف کو گیا اور ان کو ہمراہ لینا گیا۔ ان کو ساتھ لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ لوگ اس حال کو ناممکن سمجھتے تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے اور اس شک میں ان کا نقصان تھا جب ان لوگوں نے ان کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو ان کا وہ شک رفع ہو گیا اور یقین آ گیا۔ جب کعبہ مکرمہ سے ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے اخی محمد دہستانی سے کہا کہ اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو اور اگر تم میرے مرید ہو تو تم کو وہی کرنا پڑے گا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے اور میں کرتا ہوں (یعنی کھانا پینا جاری رکھنا) اگر ایسا نہیں ہے تو تم جہاں سے جاؤ۔ اب تم میرے پاس نہیں رہ سکتے اس وقت میرے ساتھ علی دوستی موجود تھے انہوں نے ان کے منہ میں لقمہ رکھ دیا اور انہوں نے کھا لیا۔ اس کے بعد میں نے ان کے لیے تین نوالے روزانہ مقرر کر دیے اور وہ کھانے لگے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے ان کو اس بھنور سے بچا لیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ سالک و عارف کی کامیابی کی غایت و نہایت اس کے عین ثابتہ وصور علمیہ تک ہے۔ یہ مقام خاص اہل وراثت میں اکمل شخص کے لئے ہے اور بعضوں کو ہوتا ہے کہ اس مرتبہ سے عبور عطا فرماتے اور منزل وحدت تک پہونچا دیتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ[1]۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب ابن القائد مرتبہ وصول میں حضرت واحدیت تک پہنچ گئے اچانک ان کو وہاں قدموں کے نشان نظر آئے ان کو بڑی غیرت آئی کہ یہ کس کے قدم کے نشان ہیں۔ حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی شخص مجھ سے اس منزل میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔ آخر کار ان کو بتایا گیا کہ قدموں کے یہ نشانات تمہارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تب ان کے دل کو تسکین ہوئی۔

شعر

چہ عالی ہمتانند کز فتوت	ہے کیسی عالی ہمت وہ جماعت
کہ پی در پی روند راہِ نبوت	چلے جو پے بہ پے راہِ نبوت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک روز حضرت مخدوم شیخ علاؤالدین گنج نبات کے روبرو کشف کا ذکر ہوا حضرت مخدومی نے فرمایا کہ کشف محققین کی اصطلاح میں نسبت شہودیہ کا ملکہ بن جانا ہے اور وجود ذوقیہ کا وصف لازم بن جانا کشف ہے اس طرح کہ ایک ذرا دیر کے لیے بھی سالک اس کی نسبت سے غافل

---

[1] یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

www.maktabah.org

نہ ہو اور اس شہود سے غفلت نہ برتے۔ بعض مشائخ کے نزدیک کشف سے مراد سالک کی چشم نگاہ سے حجاب کوئی و نقاب ظاہری کا اٹھ جانا اور دور ہو جانا ہے اس طرح سے کہ سو کوس اور ہزار کوس کے واقعات بھی اس کے سامنے ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے معاملات اور واقعاتِ روزگار کا وہ مشاہدہ کرے۔

رومیوں اور زنگیوں کی جنگ

ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا بلخ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ بعض احباب و اصحاب کبار مثلاً شیخ نجم الدین صغیر، شیخ نجم الدین کبیر، بابا قلی ترک اور ان کے علاوہ کچھ اور حضرات تھے۔ اس وقت آپ معارف (طریقت) پر اظہار خیال فرما رہے تھے اور اہالیان مجلس ہمہ تن گوش ان معارف کو سن رہے تھے کہ یکایک آپ اپنا عصا لے کر اٹھے اور جامع مسجد کی دیوار پر کئی مرتبہ بڑے غضب کے ساتھ مارا۔ حاضرین اس عجیب و غریب حالت کے مشاہدہ سے حیران تھے جب یہ حالت جلال فرو ہوئی تو حضرت نور العین نے جرأت کر کے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا صورت تھی اور آپ نے کس وجہ سے عصا دیوار پر مارا آپ نے بہت کچھ ٹالا۔ لیکن اصرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس وقت دریائے پارہ کے قریب رومی فوج کے ایک دستہ اور زنگیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی اور دلیرانہ جنگ و جدال جاری تھا۔ رومیوں کے دستہ میں ہمارا ایک مرید بھی شامل تھا اس نے ہم سے مدد چاہی تھی۔ ہمت فقیرانہ نے اس کی دستگیری کی اور حق تعالیٰ نے رومی دستہ کو مظفر و منصور فرمایا اور زنگیوں کا لشکر منہزم ہو گیا۔ سو سوار زنگیوں کے میدان جنگ میں کام آئے۔ ان حبشیوں میں سے ایک حبشی ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا ایسا کاری زخم آیا کہ وہ کٹ گیا۔ بعض مریدوں کی تسکین خاطر اور کچھ طالبوں کے یقین و عقیدۂ فاتر کے لئے فرمایا کہ اس واقعہ کی تاریخ لکھ لو۔ چند روز کے بعد اسی جنگ کا ایک زخمی سپاہی یہاں آیا اور اس کے بیان سے اور حضرت کے بیان سے جب مقابلہ کیا گیا تو بالکل ایک ہی بات نکلی ؂

قطعہ

زہی نورِ ضمیر حضرت میر
کہ جام جم بہ پیشِ او سفال است
ز ماضی تا باستقبال احوال
بہ پیش چشم او موقوف حالست

خوشا نورِ ضمیر حضرت میر
ہے جام جم مقابل اس کے ایک جام
گذشتہ اور آئندہ کی حالت
نگہ میں حال ان کے ہیں سب انجام

صاحبقران تیمور لنگ کے حملہ کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا بعض اصحاب کے ساتھ مثلاً حضرت نور العین و حضرت شیخ ابو القاسم و شیخ علی سمنانی و بابا حسین خادم و مولانا عزیز الدین بطور تفریح طبع بہادروں کی جنگ اور مقابلہ کا منظر دیکھنے کے لئے ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں چڑھ کر دیکھا کہ دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں ؂
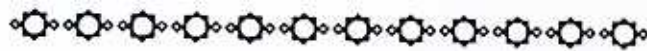
www.maktabah.org

مثنوی

یلان برنشستند از بہر جنگ — ہوئے پہلوان بہرِ حملہ سوار
زرہ پوش درجنگ کردہ نہنگ — زرہ پوش نے ہاتھ میں لی کٹار
چو میدان بلشکر برآراستند — جو میداں میں فوجیں ہوئی ہیں کھڑی
ز ہر سو یلان مردمی خواستند — دکھانے لگے پہلواں مردمی
ز ہر فوج آمد یل جنگ ساز — ہر ایک فوج سے نکلا ایک جنگجو
چو کوہی کہ آید بکوہِ فراز — پہاڑ آئے جس طرح خود کوہ کو
ہزبران تناور در آریختند — شجاع و پہلواں بھڑنے لگے
چو شیران بشیران بہم ریختند — بہم شیر سے شیر لڑنے لگے

جب دونوں لشکر گتھ گئے اور فوج کے بہادروں نے تلواریں بلند کیں تو حضرت نے فرمایا کہ دونوں لشکر میرے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہوں فتح دوں اور جس کو چاہوں کامیابی بخشوں۔ اس گفتگو کے اثنا میں آستینیں چڑھائیں اور اپنے دونوں بازو بڑھائے اور اپنے داہنے بازو کو ایک فوج کے مقابل رکھا اور بائیں بازو کو دوسری فوج کے مقابل لائے اور جس پنجہ کو اوپر کرتے تھے اس طرف کا لشکر فتحمند ہوتا تھا۔ اور دوسرا لشکر شکست خوردہ ہوتا تھا۔ آپنے پانچ مرتبہ اپنے پنجہ کو بلند فرمایا اور جس طرف یہ پنجہ بلند کیا تھا اس کو پانچوں بار فتح حاصل ہوئی۔ اس حالت کا وقوع عجائبات میں سے ہے۔ اور آپ شیخ روزبہان کی رباعی پڑھتے جاتے تھے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ درمشتِ من است — وہ ہوں کہ جہاں بھر میں ہے سکہ میرا
این قوت حق ز قوت پشتِ من است — یہ قوت حق ہے نہ کہ دعویٰ میرا
این کون و مکان ہر چہ درین عالم ہست — یہ کون مکاں جو بھی ہیں اس عالم میں
در قبضۂ قدرت دو انگشتِ من است — دو انگلیوں سے سب پہ ہے قبضہ میرا

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے تلبیس ابلیس کا ذکر واقع ہوا۔ فرمایا کہ سالک طریقت کے لئے ہر تجلی جو رحمان نمایاں فرماتا ہے بعینہ وہی تجلی سالک کے سامنے شیطان بھی آراستہ کرتا ہے جس طرح کہ رحمان کے لئے ایک عرش ہے اور وہ اُس پر مستولی ہے اسی طرح شیطان کے لئے بھی ایک تخت ہے اور وہ اس پر مسلط ہے پس اس راہ میں ایک باخبر پیر ہونا چاہیئے تاکہ تجلیات رحمانی و مکائد شیطانی میں تمیز کرے۔ بیچارے مجذوب شیرازی اس خونخوار وادی میں بہت روئے ہیں اور کہا ہے ؎

www.maktabah.org

بیت

دوراست سرآب درین بادیہ ہشدار ... ہے دور یہاں پانی رہو ہوش سے تاکہ
تاغول بیابان نفریبد بہ سرابت ... دکھلاکے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ شیخ ابومحمد خفاف چند مشائخ شیراز کے ساتھ یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ درمشاہدہ کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک اپنے اپنے حال کے مطابق اس سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ شیخ ابومحمد خفاف خاموش بیٹھے تھے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا کہ کچھ تم بھی کہو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں بہت عمدہ باتیں کہی جاچکی ہیں۔ لہٰذا میں کیا کہوں! شیخ موصل حصاص نے کہا آخر کچھ تو کہو! انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ حضرات نے فرمایا وہ علم کی انتہا تھی حقیقت مشاہدہ نہ تھی۔ حقیقت مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہوجائے اور آپ اس ذات کو عیاں دیکھیں ان لوگوں نے کہا یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی اور تم کو یہ کس طرح علم ہوا؟ تب انہوں نے کہا کہ میں ایک بار تبوک کی وادی میں تھا۔ بہت سے فاقہ کرچکا تھا اور بہت سی تکلیفیں میں نے برداشت کی تھیں۔ میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اٹھ گیا۔ اور میں نے اس بجنت کو عرش پر جلوہ گر پایا۔ میں نے اس کے حضور میں فوراً سجدہ کیا اور عرض کیا: مَوْلَایَ مَا هٰذَا مَكَانِيْ وَمَوْضِعِيْ مِنْكَ۔ اے میرے آقا! تیرے حضور میں میرا مرتبہ ومقام کیا ہے۔ جب حاضرین نے یہ بات سنی سب لوگ خاموش رہے۔ شیخ موصل حصاص نے ان سے کہا ذرا چلو تاکہ بعض مشائخ کی زیارت کریں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ موصل حصاص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو محدث وقت شیخ ابن سعدان کے گھر لے گئے۔ ان کو سلام کیا۔ ابن سعدان نے ان کی تعظیم وتکریم کی اور مرحبا کہا۔ شیخ موصل حصاص نے محدث ابن سعدان سے کہا کہ اے شیخ ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

للشیطان عرش بین السماء والارض اذا اراد لعبد فتنة کشف له عنه	شیطان کے لئے ایک تخت ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے جب وہ کسی بندہ کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو اس بندہ پر ظاہر کردیتا ہے۔

جب شیخ ابومحمد خفاف نے یہ حدیث شریف سنی تو کہا کہ ازراہ کرم ایک بار اس کو اور دھرا دیجئے جناب محدث ابن سعدان نے اس کو دہرا دیا۔ یہ سن کر رونے لگے اور وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور چند روز تک میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ چند روز کے بعد جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ اتنے دنوں سے کہاں تھے انہوں نے کہا کہ اس روز کے بعد سے جتنی نمازیں میں نے پڑھی تھیں ان کی قضا پڑھ رہا تھا۔ اس لیے کہ میں نے اس دن سے شیطان کی بندگی کی تھی اور جس جگہ میں نے اس کو دیکھا تھا اور سجدہ کیا تھا میں وہاں پہنچا اور میں نے اس پر لعنت

www.maktabah.org

بھیجی اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ شیخ ابو محمد خفاف نے بیان نہیں کیا۔

ایک بار شیخ کبیر نے صوفیہ کرام کے مذاہب کی تکمیل اور مشارب کی تفصیل پر گفتگو شروع کی اور یہ بات ہونے لگی کہ مشارب صوفیہ میں سے کون سا مشرب مقصد سے نزدیک ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ طریق الٰہی و سبیل نامتناہی کے ارباب سلوک و اہل سیر سلوک وجہ خاص کے ذریعہ سے سرحد تک پہنچ گئے ہیں لیکن سلسلۂ ترتیب و ترکیب کی راہ و درگاہ کے تیز رفتاروں اور رہ نوردوں کی فضیلت ہی دوسری ہے، کیونکہ یہ لوگ ہر منزل میں دوسرا فائدہ پاتے ہیں اور ہر محفل میں دوسرے نعمت کھاتے ہیں اور جو سالک کہ اس طریق سے سلوک تمام نہیں کرتا بالآخر اس کو ندامت ہوتی ہے اور اس کے وقت کا نتیجہ حسرت سے مل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز خانقاہ سکاکیہ میں مجھ پر غیبت طاری ہوئی (میں خود سے غائب ہو گیا) اس حال میں میں نے امام محمد غزالی کو دیکھا کہ وہ سر بزانو بیٹھے ہوئے تھے ان کی انگلیوں میں قلم دبا ہوا تھا اور حیران و ششدر تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا تحریر کر رہے ہیں۔ اور کس فکر میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ فکر مند کیوں نہ ہوں کہ میں نے دنیا میں سیمرغ کی بہت سی صفات تحریر کی تھیں اب اس وقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ سب غلط تھا۔ میں نے اپنے اس مشاہدہ کو شیخ نور الدین اسفرائنی سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے میں نے بھی جبکہ میں قصبہ سقان میں تھا مشاہدہ کیا کہ حق تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ تجھے نہیں معلوم کہ جس قدر بھی حسرتیں ہو سکتی ہیں ان سب میں اہم حسرت امام غزالی کی ہے کہ وہ سلوک کے مدارج تمام کیے بغیر ہی ہمارے حضور میں آگیا۔ جب میں اس غیب سے بیدار ہوا۔ تب میں عالم ظاہری میں سختی کے ساتھ سلوک میں مشغول ہو گیا۔

سلسلۂ ترتیب کی شرح اجمالاً جو مناسب تھی بیان کر دی گئی جو اس گروہ کے لیے موزوں ہو سکتی تھی۔ اب رہا "سلوک وجہ خاص" کا بیان جو صرف طالبان صادق کے ساتھ مخصوص ہے اس کو ان شاء اللہ "لطیفۂ اذکار" میں بیان کیا جائے گا۔

ہرچند کہ صرف صوفیہ کا مخصوص طبقہ ہی سلوک (طریقت) کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو صناع کے تمام طبقے (ہر قسم کے صناع) اور مختلف قسم کے لوگ بھی راہ سلوک طے کر رہے ہیں اور یہ بات تم پر ایک مثال سے واضح ہو جائے گی۔ تم آسمان اور زمین کے درمیان خانقاہ و گنبد فرض کر دو اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک شیخ کامل، دوسرے ارباب ولایت و اصحاب ہدایت کو آپ کے بیشمار خلفاء اور بندگان کبیر متصور کرو صوفیائے نامدار و مشائخ روزگار کو ان کے اصحاب و طلبہ جانو۔ اور باقی جس قدر طالبان سلوک اور مریدین ہیں یہ سب کے سب گویا ان کے خادم ہیں یہ تمام اصحاب جان و دل کے ساتھ راہ سلوک طے

www.maktabah.org

کر رہے ہیں۔ اب جس قدر ارباب صنعت و حرفت ہیں اور جو اپنے اپنے کام اور صنعت میں مشغول ہیں یہ
درحقیقت طالبوں کے کام میں مشغول ہیں کیونکہ بیج بونے والا جو کھیت میں کام کرتا ہے اور طرح طرح
کی کھانے کی چیزیں مرتب کرتا ہے اس میں طالبوں کا حصہ ضرور ہے اور کپڑا بننے والا جو بنائی کی کاریگری میں
شغل رکھتا ہے اُن کے لئے لباس بناتا ہے اور اسی طرح تمام طرح کے لوگ اور امراء زمانہ و شاہان یگانہ جو
بظاہر دولت و حکومت رکھتے ہیں مگر حقیقت میں درویشوں کے خزانہ کے نگراں اور ان کے کاروبار کے
محاسب ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا قول

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ [1]

اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے عروس کے چہرہ کا جمال رخسار سے نقاب اٹھاتا ہے اور وہ یوں کہ جن وانسان ہر ایک کسی کام پر ہیں
تاکہ وہ اہل اخلاص خدمت حق میں مشغول رہیں۔ پس دنیا والے جو خانقاہ دنیا کے عملہ ہیں ان کو چاہیئے
کہ نیت یوں کریں کہ میں اس کام کو اس لئے کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کی حاجتوں کے پورا کرنے اور ان کی
ضروریات میں صرف ہو اور اہل طاعت اطمینان سے مشغول رہیں۔ اگر ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق
حرفتوں اور صنعتوں میں مشغول نہ ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور کسی کو مخلصانہ عبادت و دلجمعی کا اطمینان
نہ رہے اور عالم کا دارومدار انہیں فرمانبرداروں کی فرمانبرداری پر ہے اور ہر حالت میں راہ شریعت پر
ثابت قدم رہیں اور اپنی کمائی کو مال حرام و شبہ سے بچائے رکھیں اور نہ زیادہ لیں نہ کم دیں اور جب کسی
کو پائیں کہ اس حرفت میں ناواقف ہے اور اس مال کی قیمت نہیں جانتا تو زیادہ قیمت پر اس سے نہ
بیچیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بازار تشریف لے گئے ایک جگہ زمین پر گیہوں
کا ڈھیر لگا تھا اور اسے بیچا جا رہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیری میں دست مبارک ڈال کر
گیہوں کو دیکھا آپ کا دستِ مبارک نمی سے تر ہو گیا آپ نے جب دریافت کیا تو اس غلہ کے مالک نے
کہا اوپر گرمی پہنچ گئی ہے جس کے سبب سے اس میں نمی آگئی ہے۔ حضور علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جو گیہوں
بھیگا ہوا تھا وہ تم نے اوپر کیوں نہیں ڈالا تاکہ ہر شخص دیکھ لیتا کہ یہ گیہوں بھیگا ہوا ہے۔ پھر حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور اس بارے میں کوشش کرے کہ اس کے ہاتھ سے دوسرے کو راحت و آرام پہنچے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت
داؤد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ الٰہی! بہشت میں جو میرا ہم نشیں ہوگا اسکو میں دیکھ لوں! ارشاد باری ہوا کہ کل تم

---

[1] پ ۲۷ الذّٰریٰت ۵۔

www.maktabah.org

شہر سے باہر نکلنا جو پہلا شخص تم کو ملے گا وہی جنت میں تمہارا ہم نشین ہو گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لادے آرہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ ہے کہ کس طرح اس کی عبادت کرتے ہو؟ جس کے باعث نبیوں کی ہم نشینی کا تم کو شرف حاصل ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: جناب میں ہر روز اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چن چن کر یہ گٹھا تیار کرتا ہوں۔ اس کو شہر میں لاتا ہوں۔ نصف درم میں فروخت کرتا ہوں۔ اس نصف درم میں سے دو "چھدامیں" (دو دانگ) اپنی والدہ کو دے دیتا ہوں، دو چھدام اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور باقی دو چھدام (دمڑیاں) اللہ کی راہ میں محتاجوں اور درویشوں کو دیتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سن کر کہا جاؤ اپنا بازار دیکھو تم واقعی اس کے لائق ہو کر نبیوں کی ہم نشینی تم کو حاصل ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو! ہیزم کش نے جواب دیا کہ مجھے بہشت میں یہ مرتبہ اس بوجھ اٹھانے کے باعث حاصل ہوا ہے۔ یہ سلسلہ تو میری موت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ [1]	اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

ایک اور جگہ اس سلسلہ میں اس طرح تاکید فرمائی گئی ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ [2]	تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

یہ تاکید اہل صنعت و حرفت کے روشن دلوں سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ان کو یہ بات اور یہ تاکید اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے جب وہ اس روش اور طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے تو بظاہر بھی ان کا یہ طرز عمل سلوک کہا جائے گا۔ اور بباطن بھی واللہ اعلم بالصواب۔

بیت

ہر کرا توفیق این افعال شد	جن کو ان احوال کی توفیق ہے
در جہان او صاحب احوال شد	صاحب احوال دنیا میں ہوئے

---

[1] پ ۳ البقرہ ۲۶۷ [2] پ ۱۷ الحج ۲۸

www.maktabah.org

لطیفہ ۹

شرائط تلقین اذکار مختلفہ جو مشائخ میں جاری وساری رہے ہیں وفضیلت ذکر جلی بر خفی

(دربیان شرائط تلقین اذکار مختلفہ موضوعہ مشائخ وفضل ذکر جلی بر خفی)

قال الاشرف :

الذکر عبارۃ عن المداومۃ علی الکلمۃ الطیبۃ

ترجمہ: حضرت اشرف جہانگیر سمنانی نے فرمایا ذکر نام ہے کلمہ طیبہ پڑھنے کی پابندی کا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کے اذکار عشق الٰہی کے میخانہ کی شراب ہے اور آب رواں اور کبھی نہ ختم ہونے والے چشمہ کا پانی ہے جو بالکل پوشیدہ طریقہ سے پیاسے کے حلق اور ناطق کے دہن میں پہنچتا ہے مقصود کونین اور وجود خافقین (کائنات) اور جو کچھ اس میں ہے اسی شراب اور اسی پانی کے ایک گھونٹ کا اثر ہے ؎

بیت

مئی ذکراست از میخانہ عشق
جہاں یک جرعہ از خمخانہ عشق

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا[1] اوران کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

سے مراد یہی شراب ہے۔ جب عالم غیب سے ایک گھونٹ اس شراب کا حصار وجود میں پہنچتا ہے تو اس کا پرتو دل طالب میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تب وہ انتہائی مستی اور ذوق میں سرخوشی اور شوق سے جمال ذوالجلال کی طلب میں مشغول ہوجاتا ہے۔ اس وقت غوغائے بشریت مغلوب ہوجاتا ہے اور جسمانی اشتغال وشغف مٹ جاتے ہیں نفسانی تحریکیں اور شخصی خواہشات فنا ہوجاتی ہیں۔

جب تلقین ذکر اور اس کی شرائط کی بات چھڑی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس بارے میں صاحب "ہدایہ" نے بہت کچھ لکھا ہے جن کا تذکرہ "مرصاد العباد"[2] میں بہت زیادہ ہے بلکہ اپنے اصحاب کو اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس کام کی ابتدا میں اہم ترین شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کامل اور صاحب تصرف سے حاصل کیا جائے کہ فوائد کلی اسی صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں اس لئے کہ ذکر تقلیدی اور چیز ہے اور ذکر تحقیقی اور ہے

---

[1] پ ۲۹ الدھر ۲۱ [2] کتاب مرصاد العباد کی فصل دوازدہم تا چہاردہم اس پر مشتمل ہے۔

www.maktabah.org

لوگوں کے منہ سے سن کر یا ماں باپ سے سن کر اس ذکر کو یاد کر لینا ذکر تقلیدی ہے ؂

شعر

صدف گر باشد از دریائے تحقیق
به از لؤلؤئ تقلیدی بتصدیق

ترجمہ:۔ سیپ اگر دریائے تحقیق سے ہو تو وہ اس موتی سے بدرجہا بہتر ہے جو تقلیدی ہے۔

اگرچہ یہ ذکر دفع شیطان کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن حصول مقصود اور وصول معبود اس سے شاذونادر ہی ہوتا ہے جس طرح ایک تیرگر کی دکان سے تیر لے لیا جائے اس سے دشمن سے مدافعت تو کی جاسکتی ہے لیکن اس تیر کی بات ہی کچھ اور ہے جو بادشاہ کے ترکش سے لے لیا جائے، اُس سے سب دشواریاں ہٹادیں گے۔

بیت

اگر تیری بود از ترکش شاہ
امان بخشد جہانرا از ہدف گاہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ حضرت نجیب الدین سہروردی قدس سرہ سے منقول ہے کہ شیخ شمس الدین صوفی جامع شیراز کے امام تھے ان کے تمام اوقات ذکر و تلاوت اور گوناگوں عبادات میں بسر ہوتے تھے۔ لیکن انہوں نے کسی شیخ سے تلقین ذکر حاصل نہیں کی تھی ایک دن انہوں نے واقعہ میں اپنے ذکر کو نور کی صورت میں دیکھا کہ اُن کے منہ سے نکل کر زمین میں اُتر گیا ہے۔ دل میں کہا کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں وارد ہے:۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ [1]　　اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے۔

انہوں نے اس کے خلاف پایا وہ سمجھ گئے کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مشائخ سے ذکر کی تلقین حاصل نہیں کی ہے۔ پس فوراً وہ شیخ روزبہان بقلی کے کسی مرید سے رجوع ہوئے اور ان سے تلقین ذکر حاصل کی۔ اسی رات انہوں نے واقعہ میں مشاہدہ کیا کہ اُن کا ذکر نور کی صورت میں صعود کر رہا ہے (بلندی پر جارہا ہے) اور اس نے آسمان کو پھاڑ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچے اور پھر بڑا مرتبہ حاصل کیا۔

شرائطِ ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر بغیر ادب اور اس کی شرائط پوری کئے چنداں سود مند نہیں ہوتا اس لئے میں سب سے پہلے اس کی چند شرائط بیان کرتا ہوں، ان شرائط کو پورا کیا جائے تاکہ ذکر اور فکر کے ثمرہ سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔

اوّل شرط یہ ہے کہ مرید کو ارادت میں صادق ہونا چاہیئے اور پیر کے ہر حکم کی بجا آوری میں اس طرح ہو

---

[1] پ ۲۲ فاطر ۱۰

www.maktabah.org

جیسے پیر پر عاشق ہوے

شعر

مرید ار عاشقِ پیری نباشد
مرادورا ہیچ تدبیری نباشد

دوم یہ کہ اس میں دردِ طلب ہو اور راہِ سلوک کا پورا پورا جذبہ ہوے

گر ندارد دردِ اصلی مردِ راہ
ہیچ دارو نیستش جز دردِ راہ

ترجمہ:۔ مردِ راہ اگر اصلی درد نہیں رکھتا تو اس کا علاج سوائے دردِ راہ کے کچھ نہیں ہے۔

سوم یہ کہ خلق سے گھبرائے اور ذکر سے مانوس ہو۔

قال الاشرف من اشتغل بالخلق لا یکون طالبًا للخالق۔ حضرت اشرف نے فرمایا جو خلق میں مشغول رہا وہ خالق کا طالب نہیں بن سکتا۔

ہر حالت میں اوّلاً عوام کی عادات کو ترک کرے اور عوام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کرے تاکہ سب سے الگ ہو کر ذکر کی پناہ میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ؕ[1] پھر انہیں چھوڑ دیجیے اس حال میں کہ وہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں۔

چہارم شرط یہ ہے کہ جب ذکر کو مستقل اور ہمیشہ کے لیے اپنائے اور اختیار کرے تو اس کی بنیاد پختہ اور استوار تر بہ پر رکھے۔ تمام گناہوں سے باز رہے۔

یہ شرائط جو بیان کی گئی ہیں اگر ان کی مخالفت کی جائے گی تو ذکر کا تصرف زیادہ نہیں ہو سکتا۔

آدابِ ذکر پہلا ادب ذکر تو یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت پورا وضو کرے اگر غسل کر سکے تو اور بھی بہتر ہے کہ دوست کا ذکر کرتے وقت اعدائے کفار نفس سے مقابلہ ہے اور بغیر ہتھیار کے مقابلہ دشوار ہوتا ہے

جواں گر اژدر پیکار باشد
دلی بی اسلحہ بی کار باشد

ترجمہ:۔ جواں مرد کیسا ہی شیر جنگ کیوں نہ ہو اگر جنگ میں اس کے پاس ہتھیار نہیں ہیں تو وہ بے کار ہے۔

جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الوضوء سلاح المومن وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ کپڑے پاک پہنے۔ سنت کے اعتبار سے لباس کی پاکیزگی کی چار شرطیں ہیں: ۱۔ نجاست سے پاکی ۲۔ مظلمہ سے پاکی (وہ لباس جو کسی سے باجبر و ظلم حاصل نہ کیا ہو۔)

---

[1] پ ۷، انعام ۹۱

www.maktabah.org

۳ - حرمت سے پاکی یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو۔
۴ - تکبر اور رعونت سے پاک ہو (یعنی کوتاہ ہو) جیسا کہ ارشاد ہے :- وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ[1] اِی فقصر (اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے، یعنی کوتاہ رکھیئے)

تیسرا ادب یہ ہے کہ ایسا گھر انتخاب کرے جو خالی ہو پاک و صاف ہو، چھوٹا ہو اور تاریک ہو کہ ایسا گھر اثر کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ چنانچہ گوشہ نشیں گنجہ نے فرمایا ہے :- ؎

سکندر بتاریکی آورد رائی — کہ خاطر بتاریکی آید بجائی
نہ بینی کزین قفل زرین کلید — بتاریکی آرند جوھر پدید

ترجمہ :- سکندر نے تاریکی میں فیصلہ کیا کیونکہ تاریکی میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ تونے نہیں دیکھا کہ اس سنہری چابی والے تالے سے تاریکی میں جوہر ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر تھوڑی سی خوشبو بھی جلائی جائے (عود لوبان وغیرہ) تو زیادہ اچھا ہے

چوتھا ادب یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور ہر وقت مربع ہو کر بیٹھنا منع ہے (دونوں پاؤں بچھا کر) لیکن ذکر کے وقت منع نہیں ہے۔ کہ حضرت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمانے کے بعد اسی جگہ مربع صورت میں تشریف فرما ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے، یہ سلسلہ آفتاب کے طلوع ہونے تک جاری رہتا۔ ذکر کا بہترین وقت رات ہے خصوصاً سحر کے وقت، اس لئے کہ رات میں حواس ظاہری کا تصرف عالم محسوس میں نہیں رہتا جب عالم محسوس سے باز رہا تو حواس کی توجہ باطن کی طرف زیادہ کی جاسکتی ہے ؎

چو فارغ گشت مرد از کار محسوس
شدہ در باطنی اسرار جاسوس

ترجمہ :- محسوسات کے کام سے جب انسان فارغ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسرار باطن کی طرف توجہ کرتا ہے اور ان کا جاسوس بن جاتا ہے

اس وقت وہ واردات غیبی اور الہامات خداوندی کا ادراک کرسکتا ہے یہی سبب تھا کہ بارگاہ الٰہی سے۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ[2] کا خطاب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچا (یعنی اللہ تعالیٰ نے ذکر کے لیئے آپ سے رات کے وقت اٹھنے کو فرمایا کہ "اے کمبل پوش رسول رات کے وقت اٹھیئے) اور اس طرح بیداری شب کی خلعت آپ کے قد زیبا کو پہنائی گئی۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے اس شب بیداری کی سعادت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں : ؎

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — با فقر گر بود ہوس ملک سنجرم

---

[1] پ ۲۹ المدثر ۴ [2] پ ۲۹ المزمل ۱

www.maktabah.org

سر چون قلم ز لوح وجودم بریدہ باد گر تا بپائی دوش فرود آید این سرم
تا یافت جان من خبر از ملک نیم شب صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

ترجمہ:- شاہ سنجر کے چتر کی طرح میرے بخت کا چہرہ بھی سیاہ ہو جائے اگر اس فقر کے ہوتے ہوئے بھی میں ملک سنجر کی آرزو کروں۔ خدا کرے کہ میرا سر لوح وجود سے اس طرح اڑا دیا جائے جس طرح قلم کا سر قلم کرتے ہیں اگر میرا یہ سر کسی غیر کے لیے جھکے۔ جب سے میری جان کو ملک نیم شب (شب بیداری) کی خبر ملی ہے کہ اگر کوئی ملک نیم روز مجھے ایک جو کے بدلہ میں دینے پہ تیار ہو تو بھی میں اس کو نہیں خریدوں۔

اس راہ کا مدار مشقت پر ہے اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے زیادہ دشوار اور مشکل ہوتی ہے۔ ؎

قطعہ

یدوم العز ثم ینام لیلاً یغوص البحر من طلب اللآلی
و من ادام العلیٰ من غیر کدٍ اضاع العمر فی طلب المحالِ

ترجمہ:- ہمیشہ کی عزت ہے اگر رات کو طلب کرے۔ جو گوہر کا طالب ہے وہ بحر میں غوطہ لگائے جو کوئی بغیر کوشش کے بلندی چاہتا ہے وہ طلب محال میں عمر ضائع کرتا ہے۔

طریق تعلیم طالب صادق، مبتدی

کیفیت ذکر گفتن: ذکر کے وقت ہاتھوں کو رانوں پر رکھے دل کو حاضر کرے اور آنکھوں کو بند کرے اور نہایت تعظیم کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ سے ذکر کا آغاز کرے۔ یہ پاک کلمہ اتنی قوت کے ساتھ ادا کرے جتنی کہ اس میں ہے۔ بلند آواز سے یہ کلمہ کہے۔ تلقین ذکر کی دوسری شرطیں یہ ہیں:-

مرید شیخ کی وصیت و نصیحت سے تین روز تک روزہ رکھے۔ اگر ملے کے یہ تین دن ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ ان دنوں میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور ہر وقت ذکر کرتا رہے خواہ ادھر ادھر آتا جاتا ہو مگر پھر بھی دل میں ذکر کرتا رہے۔ لیکن لوگوں سے ملنا جلنا کم کر دے۔ اور زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ ان تین دنوں میں خلوت گزیں رہے صرف ضرورتاً کلام کرے۔ افطار میں زیادہ کھانا نہ کھائے۔ اور شب کو ذکر میں جاگ کر گزارے۔ یا جس طرح بھی طالب کا تقاضائے طبیعت ہو اتنا ہی جاگے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرزند تنگر قلی چونکہ امیر زادہ تھے جب وہ تلقین کے شرف سے مشرف ہوئے تو ان کو "طے" کے لیے میں نے نہیں کہا۔ چونکہ نازک طبع تھے صرف ان سے تین روزے رکھوائے گئے۔ القصہ اس کے بعد شیخ کے حکم سے غسل کرے اور غسل میں غسل اسلام کی نیت کرے۔ جس طرح جب کوئی شخص (غیر مسلم) دین اسلام میں داخل ہوتا۔ تو سب سے پہلے غسل اسلام کرتا اس کے بعد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔ پس جب اسلام مجازی کے لیے غسل لازمی ہے تو اس اسلام حقیقی کیلئے اور بھی ضروری اور اولیٰ ہے۔

www.maktabah.org

غسل میں جب پانی جسم پر ڈالے تو اس وقت یوں کہے ، خداوندا! وہ جسم جو ناپاک تھا اس کو میں پانی سے پاک کر رہا ہوں۔ الٰہی! تو میرے دل کو جو خداوند کی انگلیوں میں ہے اپنی عنایت کی نظر سے اور معرفت کے نور سے پاک فرما دے۔" جب غسل کر چکے تو عشاء کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر شیخ کے مقابل میں بیٹھے اور شیخ کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اس وقت شیخ اس کے مناسب حال جو کچھ وصیت اور شرط مناسب ہے وہ اس کو کرے اور تلقین کے اسرار اور ذکر کے خواص اس کی صلاحیت اور اہلیت کے مطابق بیان کرے اور وجود جسمانی کی تعریف کرے (اس کی معرفت سے آگاہ کرے) کہ جو عالم کبریٰ کا نمونہ ہے۔ اگرچہ اس وجود جسمانی کو عالم صغریٰ کہتے ہیں لیکن حقیقت میں عالم کبریٰ ہے۔ لیکن اس طرح جو فہم مرید میں آسکیں اور طالب پر نظر کرتے ہوئے اس کی جمعیت خاطر کے لیے چند کلمات بھی کہہ دے۔

مرید شیخ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے اور دل کو تمام چیزوں سے ہٹا لے۔ اپنی قوت تصرف سے اس کے دل کو اپنی طرف حاضر کرے۔ مرید اپنا منہ شیخ کی طرف رکھے۔ اور بصد نیاز شیخ کا خیال دل میں رکھے (شیخ کے دھیان کے سوا اور کچھ دل میں نہ ہو) شیخ پہلے اس کو درود شریف تین مرتبہ تلقین کرے۔ اور ایک دفعہ بڑے سکون اور طمانیت کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہے۔ مرید بھی اس کے بعد شیخ جیسی آواز میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بہت زور سے کہے! شیخ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کہے اس طرح تین بار اس کی تکرار کرے۔

ہمارے بعض مشائخ کا ارشاد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کو شیخ مرید کے سامنے کہے اور مرید اس کو گوش ہوش سے سنے اس کے بعد مرید کہے اور شیخ سنے۔ جب مرید کلمہ پڑھے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ مرید کو کلمہ شروع کرنے کی جگہ اور ختم کرنے کی جگہ بتا دے یہاں تک کہ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے کہے، اس کے بعد شیخ دعا کرے اور مرید اس دعا پر آمین کہے۔ پھر شیخ اسی طرح تین بار درود شریف پڑھے۔ جس طرح پہلے تین مرتبہ پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ عطاءِ تلقین یوں کرے کہ جس طرح میں نے اپنے پیروں اور مشائخ سے اس کو پایا ہے وہ میں تجھ کو دیتا ہوں۔ مرید اس کو قبول کرے۔ جب تین بار اس طرح تلقین ہو جائے تو اُٹھے اور فاتحہ پڑھے اور قبولیت کے لئے تکبیر کہے اور اپنے خلوت خانہ میں چلا جائے اور وہاں قبلہ رو ہو کر مربع (دونوں زانو بچھا کر) بیٹھے اور موافق ترتیب کے ختم ذکر میں مشغول ہو جائے۔

ذکر کے اطوار و انداز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں کہ نفی کی ابتداء داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب واقع ہے۔ توجہ سے ذکر سخت اور بلند آواز سے پے بہ پے کرے۔ دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور وسوسوں اور خواطر کی نفی کرے چنانچہ جب معنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر غور کرے گا۔ تو ہر وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔ چنانچہ ضرب

www.maktabah.org

اس طرح لگائے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا، میں کچھ طلب نہیں کرتا، اور سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی محبوب اور مقصود نہیں ہے سوائے اللہ کے تمام خواطر کی لا اِلٰہ سے نفی کر دے اور ارادہ ثلاثہ میں مبالغہ کرے یعنی لا مقصود الا اللہ ولا محبوب الا اللہ ولا موجود الا اللہ جب مرید ذکر میں خوب ڈوب جائے اور گرمی پیدا ہوجائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں محو کر دے۔ یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔ اور مرید پر اس آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہوجائے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ [1] جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔

بیت

چنان در ذکر دل منظور گردد
کہ ذاکر ذکر یک مذکور گردد

ترجمہ:- ذکر میں دل اس قدر محویت اختیار کرجائے کہ ذاکر اور ذکر ایک ہو جائیں۔

جب ذاکر دریائے شہود سے نکل کر ساحل وجود پر آجائے تو کچھ دیر مراقبہ کرے اور جس سے اس کو دلی تعلق ہو اپنی نظروں سے اسکو بھی دور کر دے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اثنائے ذکر میں شیخ کی ولایت سے مدد طلب کرے اور لا اِلٰہ کی نفی سے اس تعلق قلبی کو منقطع کر دے اور اس چیز کی محبت کی جڑ کو دل سے اکھاڑ پھینکے۔ الا اللہ (اثبات) کے تصرف سے حق تعالیٰ کی محبت اس مجازی محبت کی قائم مقام بنا دے۔ پس اسی طریقے اسی ترتیب پر ہمیشہ عمل کرے تاکہ رفتہ رفتہ اپنے تمام محبوب اور مالوف چیزوں سے اس کا دل فارغ ہوجائے۔

ع

با خانہ جای رخت بود با خیال دوست

ترجمہ: خیال دوست سے گھر کو سجالے۔

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے اہتار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیہ کے یہاں اہتار یہ ہے کہ ذکر کے غلبات سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سماجائے اور ذکر اور ذاکر ایک ہو جائے اور علائق وعوائق (تعلقات وروابط) کا بار اس کے وجود سے اتر جائے اور دنیا اور عالم جسمانیات سے سبکبار ہو کر عالم روحانیات میں آجائے (اس کو اہتار کہا جاتا ہے) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

سیروا سبق المفردون! قیل منھم دیکھو کر مفردون تم سے سبقت لیگئے! کہا گیا کہ

---

[1] پ ۲۷ الرحمٰن ۲۶، ۲۷

www.maktabah.org

یا رسول اللہ قال الذین یھتدون بذکر اللہ حتی وضع الذکر عنھم اوزارھم فوردوا القیامۃ خفافا۔

یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں۔ فرمایا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بوجھوں کو ان کے ذکر الٰہی نے اتار پھینکا ہے۔ اور یہ لوگ قیامت میں سبکبار ہو کر وارد ہوں گے۔

دل تو خلوت گاہ حق ہے کہ فرمایا گیا ہے:۔

لا یسعنی ارضی وسمائی وانما یسعنی قلب عبدی المومن

(ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی قلب ہے کہ جہاں تو سما سکے)

کیونکہ بادشاہ دل کی بارگاہ میں غیروں کا گزر جب ہوتا ہے تو دربارِ وحدت اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہاں نفر یدکر دی جائے (صرف فرد باقی رہے وہاں اور کوئی نہ ہو) پس جب لا الٰہ کا دربان اور نگہبان بارگاہِ دل کو زحمتِ اغیار سے خالی کر دے تو سلطان اِلّا اللہ کی تجلی کی آمد آمد کا منتظر رہنا چاہیئے ذکر اب دل میں سلطان الا اللہ تشریف فرما ہوگا) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ [1]

تو جب آپ (تبلیغ رسالت کے کاموں سے) فارغ ہوں تو (عبادت و ریاضت) میں محنت فرمائیں (صرف) اپنے رب کی طرف راغب رہیں۔

شعر

جا خالی کن کہ شاہ ناگاہ آید
چون خالی گشت شہ بخرگاہ آید

ترجمہ:۔ جگہ خالی کر کیونکہ اچانک شاہ آنے والا ہے۔ جب جگہ خالی ہوگی تو خرگاہ سے شاہ آئے گا۔

تلقین ذکر کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تلقین ذکر کی مثال درخت کے اس بیج کی طرح ہے جو بویا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مثال بیان کی ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ [2]

کیا آپ نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاک کلمہ کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔ جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اور وہ شجر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ جب مزاولت اور مداومت کے ساتھ اس درخت کی پرورش ہوگی تو اس کی جڑیں اور جڑوں کے ریشے دل سے تمام اعضاء جوارح تک پہنچیں گے اور پھر سر سے پیر کے ناخن

---

[1] پ ۳۰ نشرح ۷ [2] پ ۱۳ ابراہیم ۲۴

www.maktabah.org

تک کوئی ایسی جگہ نہیں رہے گی کہ جہاں شجرۂ ذکر کے ریشے اور سوتے نہ پہنچ جائیں۔ چونکہ اس جڑ کی کشت کاری شیخ کے ہاتھوں سے زمین قالب میں ہوتی ہے اس لئے شجرۂ ذکر کی شاخ آسمانِ دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ[۱] اس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں۔

اس مقام اور منزل پر پہنچ کر زبان سے ذکر کو دل لے لیتا ہے اور خود صریحاً کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا شروع کر دیتا ہے جب دل ذکر کو شروع کر دے تو اس وقت ذکر زبان کو روک دینا چاہیئے تاکہ دل زیادہ سے زیادہ ذکر کر سکے۔ کیونکہ ذکر زبان سے اس کو تشویش ہوتی ہے۔ پس جب دل ذکر سے رک جائے تب زبان سے ذکر کرنا چاہیئے تاکہ دل رفتہ رفتہ پورے طور پر ذاکر بن جائے۔ غرضکہ ذکر دل کو ذکر زبان سے مدد پہنچاتا رہے تاکہ شجرِ ذکر پرورش پاتا رہے اور اوپر کو بڑھتا رہے اور پھر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اس کی نہایت حضرت جلّ وعلا ہے اور اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ[۲] اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

شگوفۂ مشاہدہ جب یہ شجرہ طیبہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں مشاہدے کے شگوفے آنے لگتے ہیں اور پھر مشاہدات کے یہ شگوفے رفتہ رفتہ مکاشفات اور علم لدنی کے پھل لانے لگتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ:

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ[۳] ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

ان پھلوں کا اصل مقام وحدت ہے۔ پہلے تخم توحید بویا جاتا ہے پھر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ تب اس سے ثمرۂ وحدت حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک بڑا راز ہے اور آفرینش سے مقصود یہی نکتہ ہے۔

بجز توحید در گیتی دگر نیست
درختِ کون را بہ زین ثمر نیست

ترجمہ:۔ سوائے توحید کے اس دنیا میں کچھ اور نہیں ہے اور درختِ وجود کا اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں ہے۔

یہ اسرار مکنونات غیب کا خلاصہ ہیں، اور جو گوہر اسرار کہ غیب کے خزانوں میں مدفون ہیں سب ان موتیوں کے لئے سیپ ہیں۔ اور آیتِ کریمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ[۴] اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا۔

---

۱ پ ۱۳ ابراہیم ۲۴ ۲ پ ۲۲ فاطر ۱۰ ۳ پ ۱۳ ابراہیم ۲۵ ۴ پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

www.maktabah.org

میں اسی صلاحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر شخص کے لیے بقدر صحت و قدرت اس شجرہ کی پرورش کرنے میں صلاح و فلاح ہے اور ان میں ایسے صاحبان دولت بھی موجود ہیں جو سلطنت حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1] اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ذکر کے اقسام

شیخ ابوالوفا خوارزمی قدس سرہ نے ذکر کے اقسام جو معدن معانی اور مخزن سبحانی ہے حضرت قدوۃ الکبرا سے دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا کہ ذکر چار قسم کا ہے۔ ایک وہ کہ زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو۔ دوسرے وہ جو زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی ہو۔ "شکر زبان دل کا مرے ترجمان ہے" لیکن لیا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل اس سے غافل ہوتا ہے اور دوسری چیز میں مشغول ہوتا ہے لیکن زبان اپنا کام کرتی ہے۔ یعنی ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ تیسرے وہ کہ زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے اور دل بھی۔ چوتھے وہ کہ دل ذاکر ہوتا ہے اور زبان خاموش رہتی ہے۔ یہ حقیقت ذکر ہے۔ کہ دل بولے اور زبان چپ رہے یہ انتہائے مقام (ذکر) ہے اس مقام پر دل کا ذکر سماعت میں آتا ہے۔ جس طرح صرف زبان سے ادا کرنے میں کان سنتے ہیں لیکن دل اس سے غافل رہتا ہے۔ اسی طرح یہاں دل ذاکر ہوتا ہے کان اس ذکر کو سنتے ہیں اور زبان اس سے غافل ہوتی ہے یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ اس مقام میں دل زبان بن جاتا ہے اور زبان دل بن جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ سلطان المشائخ (حضرت معروف کرخی قدس سرہ) کے زمانہ میں ایک صوفی تھے وہ کثرت کے ساتھ ذکر دل میں مشغول رہتے تھے اور خود اپنے کانوں سے دل کا ذکر سنتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں اس گمان سے نکل کر چلے گئے کہ جس طرح میں ذکر دل سن رہا ہوں اور تمام دنیا بھی سنتی ہوگی۔ حضرت شیخ معروف کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی اور دریافت کیا گیا کہ کیا دوسرے لوگ بھی اس کو سنیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ذکر کو صاحب ذکر کے علاوہ کوئی اور نہیں سن سکتا۔ البتہ اگر کوئی صاحب دل ہو اور اس مقام پر پہنچ گیا ہو اور اس ذکر کی لذت سے آشنا ہو تو وہ سن سکتا ہے

~

از دُرِ دریائے دلِ دردمند ـــ جز صدف دل نبود بہرہ مند
ہمدم دریائے دل خویش شو ـــ ورنہ ازیں بحر بساحل کرد

ترجمہ:۔ دریائے دل دردمند کے موتی سے صدفِ دل کے علاوہ کوئی بہرہ مند نہیں۔ اپنے دل کے دریا کا ہمدم بن جا ورنہ اس دریا کو ساحل بنالے۔

---

[1] پ ۲۸ جمعہ ۱۰

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فتاویٰ صوفیہ سے یہ قول نقل فرمایا کہ:۔
"اس کتاب فتاویٰ صوفیہ کے مرتب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے یہ بات سنی کہ وہ اپنے محترم والد کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے اور یہ صاحب شیخ کبیر کے خلفاء اور فقراء میں سے تھے (درویش دوست بزرگ تھے) کہ میرے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ شیخ مذکور کے فقیروں (خلفاء) میں سے ایک فقیر کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا (مولف فتاویٰ صوفیہ کے والد) میں اس وقت کم سن تھا لیکن ذی فہم تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں دونوں حضرات گفتگو کرنے لگے اور میں ذکر الٰہی سن رہا تھا اور یہ دونوں گفتگو میں مشغول تھے میں اس ذکر اور اسکے ذاکر سے بہت متحیر ہوا کہ اس وقت حجرہ میں ان دونوں حضرات کے اور میرے علاوہ کوئی چوتھا شخص نہیں تھا۔ جب ہم لوگ واپس ہوئے اور والد محترم حجرہ سے باہر نکلے تو میں نے والد محترم سے عرض کیا کہ ایسا واقعہ پیش آیا۔ تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اس فقیر کے دل کا ذکر تھا تمہیں مبارک ہو اے فرزند کہ تم نے وہ ذکر سن لیا تم کو اللہ تعالیٰ مقام فقر کی رسائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے ولی ہوئے۔

ذکر کلمۂ نفی واثبات

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ تخصیص ذکر لا الٰہ الا اللہ میں دوسروں کے اذکار سے پہلے قرآن پاک کے ارشادات سنو جو اس کے اختصاص کے گواہ ہیں۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى[1] اور اللہ نے لازم کر دیا ان پر تقویٰ کا کلمہ

اور یہ کلمۂ تقویٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے اور اس کا نام کلمہ تقویٰ اس لیے رکھا گیا کہ بندہ جس وقت گویا ہوتا ہے تو اس کے دل میں جو نور توحید موجود ہے اس سے وہ اس کلمہ کو کہتا ہے۔ پس جب وہ انتہا کو پہنچے گا پل صراط پر تو یہی نور اس کو آتش دوزخ سے بچائے گا، یہ نور ٹھنڈک ہے جو آگ کے شعلہ کو دباتی ہے کیونکہ یہ نور رحمت کا نور ہے اور یہ رحمت مومن کو نصیب ہوتی ہے اس کے پروردگار کی طرف سے پس بندہ نے جب اس رحمت کو زبان سے کہا تو نور توحید سے اپنے دل کو روشن کر لیا۔ اور اس روشنی سے اپنے سینہ کو منور کر لیا اور گویا اسی چمک کے نور سے انسان ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کو نوری کہنے کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ ذکر کرتے تھے تو ان کی زبان سے نور نکلتا تھا اور ادھر ادھر پھیل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد یہ ہے کہ:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا[2] اے مومنو! اللہ سے ڈرو۔ اور سیدھی بات کہو۔

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۲۶ [2] پ ۲۲ الاحزاب ۷۰

www.maktabah.org

یعنی قولوا قول لا الٰہ الا اللہ (یعنی قول لا الٰہ الا اللہ کہو) رسالہ مکیہ میں آیا ہے (صاحب رسالہ مکیہ تحریر فرماتے ہیں:

وکل قلب احب اللہ وارضاہ وقربہ وادناہ واراد ان یوصلہ الی مقام النبوۃ ان کان فی زماننا او مقام الولایۃ فھو تعالٰی یسلط الذکر علی ذالک القلب لینورہٗ ویظھرہٗ بشدۃ ضیائہ وقوۃ تصرفہ فکلمۃ لا الٰہ الا اللہ التوحید وقد ذکر اللہ ھذہ الکلمۃ فی القرآن صریحًا فی موضعین الاول قولہ تعالٰی اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَہٗ والثانی قولہ تعالٰی: فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ معناہ اعلم ان اللہ ھو الذی یستحق الالوھیۃ دون غیرہ واذا علمت ان التوحید انما یصح بکلمۃ لا الٰہ الا اللہ علمت ان ھذا الاسم من اعظم الاسماء فائدۃ وان ھذا الذکر افضل الاذکار، قال صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"

وقال سھل التستری رحمۃ اللہ علیہ لیس لقول لا الٰہ الا اللہ ثواب الا النظر الی وجھہ عز وجل والجنۃ ثواب الاعمال، اعلم ان کلمۃ التوحید اذا قالھا الکافر ینفی عن ظلمۃ الکفر ویثبت فی قلبہ نور التوحید اذا قالھا المومن وان قالھا فی کل یوم الف مرۃ فبکل مرۃ ینفی عنہ شیئًا لم ینفعھا المرۃ الاولی مقام العلم باللہ لا ینتھی الی الابد ولھذا قال لما قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ لم یقل علمت لان العلم باللہ لا نھایۃ لہ الی الابد۔

ترجمہ:- ہر وہ دل جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا اور چن لیا اور نزدیکی وقرب عطا فرمایا اور ارادہ فرمایا کہ اس کو بارگاہ نبوت کی حاضری نصیب فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ میں ہو یا مقام ولایت تک پہنچادے۔ پس اللہ تعالیٰ ذکر کو ایسے دل پر مسلط فرما دیتا ہے تاکہ اس کو منور کردے اور شدت ضیاء اور قوت تصرف سے اس کو ظاہر کردے۔ پس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کلمۂ توحید ہے اور بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے صریح طور پر دو مقامات پر۔ اول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:- اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ[1]

---

[1] جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ پ ۲۳ الصّٰفّٰت ۳۵

www.maktabah.org

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؎ اس
کے معنی یہ ہیں کہ جان لو کہ بے شک اللہ ہی الوہیت کا مستحق ہے نہ کہ اس کا غیر، اور جب
تم نے یہ جان لیا کہ توحید اس کے سوا نہیں ہے تو کلمہ لا الٰہ کو صحیح طور پر جانا بے شک یہ اسم
باعتبار فوائد کے اسم اعظم سے ہے اور بے شک یہ ذکر تمام اذکار میں افضل ہے۔ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔

اور شیخ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ثواب دیدار الٰہی
عز وجل ہے جب کہ جنت تو ثواب عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کلمہ توحید کو جب کافر کہتا
ہے تو یہ کلمہ اس کو تیرگئی کفر سے نکال دیتا ہے اور اس کے دل میں نور توحید ثبات حاصل کر لیتا ہے،
اور جب مومن یہ کلمہ ادا کرتا ہے اور روزانہ ہزار مرتبہ کہتا ہے تو ہر بار اس چیز کی نفی کرتا ہے جس کی پہلے
نفی نہیں کی تھی۔ خدا شناسی کے مقام کی انتہا نہیں ہے اس سبب سے جب بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم سے فرمایا یہی فرمایا کہ پس جان لو کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ
نے جانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے کیونکہ خدا شناسی کی ابد سے کوئی انتہا نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً ان الفاظ میں فرماتے تھے کہ ہر نفس (شخص) پر ایک شیطان خوبصورت پرندہ کی شکل
میں بیٹھا ہے۔ جب طالب صادق ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک ایسا نور اس کی زبان سے جھڑتا ہے جس سے وہ شیطان
اُن کے سروں سے اٹھ جاتے ہیں، ذاکر بھی اس شیطان سے آگاہ ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم قیصری کہتے ہیں کہ میں
ہفتہ میں صرف ایک بار کچھ کھاتا تھا۔ ایک جن میرے پاس آیا کرتا تھا اور سلام کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ لیکن وہ مجھے
دکھائی نہیں دیتا تھا ایک روز میں نے اس جن سے کہا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تم میرے سامنے آجاؤ۔ یکایک میں نے
دیکھا ایک خوبصورت نوجوان میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کون ہو اس نے کہا میں صاحب ایمان
جنوں میں سے ہوں۔ جب تم جیسے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے اور میں ان کے سلام
کے لیے حاضر ہوتا ہوں (بس اسی وجہ سے تمہارے پاس آتا ہوں) میں نے کہا اب جب کبھی تم میرے پاس آیا کرو
تو ظاہر صورت میں آیا کرو! اس طرح میرے اور اس کے درمیان دوستی ہو گئی اس نے مجھ سے بہت سی باتیں سیکھیں
ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں اور کچھ دیر وہاں بیٹھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا کہ ان آدمیوں
کو تم کس طرح دیکھتے ہو میں نے کہا بعض کو خواب میں بعض کو جاگتے ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ ان کے سروں پر ہے دیکھتے ہو
میں نے کہا نہیں مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے میری آنکھوں کو مَلا۔ میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے سر
پر کرا بیٹھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں تک اپنے پر پھیلا رکھے ہیں اور بعض لوگوں کے محض سر

؎ ۔ تو آپ یقین رکھئے کہ کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔ پ ۲۶ محمد ۱۹

www.maktabah.org

پر بیٹھا ہوا ہے۔ کبھی ایک کے سر سے اتر کر دوسرے کے سر پر جا بیٹھتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا تماشہ ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا نہیں پڑھا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ [1]

اور جو اندھا بن گیا رحمٰن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہے۔

یہ شیطان ہیں جو ان کے سروں پہ بیٹھے ہیں اور ہر ایک پر اس کی غفلت کے مطابق اس کا غلبہ ہے۔ وہ جن دوست اسی طرح میرے پاس آتا رہا۔ ایک دن اس نے مجھے صدقہ اور خیرات کا کھانا کھاتے دیکھ لیا بس اسی روز سے آنا بند کر دیا۔

قطعہ

زاغ غفلت بر سر ہر سالکی ۔۔۔ بر نشستہ تا فرو ماند زیاد

گر کسی تیر خدنگ یاد زد ۔۔۔ پر زند از فرق مردم ہمچو باد

ترجمہ:۔ ہر سالک کے سر پر ایک زاغ (شیطان) بیٹھا ہوا ہے۔ تاکہ اس کو یاد الٰہی سے روک دے اگر سالک کے پاس یاد الٰہی کا تیر موجود ہے تو وہ اس کو نشانہ بناتا ہے۔ اور پھر وہ زاغ اس کے سر سے ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے۔

کلمہ کی خصوصیت ظاہری اور باطنی

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی خصوصیت ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی (باعتبار شریعت اور باعتبار معرفت) باعتبار شریعت تو یہ ہے کہ سرور کونین سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے افضل الذکر لا اِلٰہ اِلّا اللہ یعنی سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ورد ہے اور باطنی اعتبار سے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ [2] (اس کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے) کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی یہ کلمہ بارگاہ الوہیت تک جا سکتا ہے کیونکہ اس کلمہ میں نفی و اثبات مرکب ہے اور نسیان کا مرض اس نفی و اثبات کے معجون سے دور کیا جا سکتا ہے کیونکہ غفلت مرکب ہے ذکرِ حق کی نفی اور ذکر اغیار کے اثبات سے لہٰذا شربت سکنجبین کو سرکہ نفی اور شکر اثبات سے کام میں لائیں تاکہ غفلت کے صفراوی مادہ کو کاٹ دے لا الٰہ سے ماسوا اللہ کی نفی کرے الا اللہ سے حضرت حق کا اثبات کرے۔ یہاں تک کہ جب اس علاج کی پابندی و ہمیشگی کرے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ سے روح کے لگاؤ کی بیماری شربت لا اِلٰہ اِلّا اللہ سے زائل ہو جائے اور غفلت کی بیماری کٹ جائے اور ذاکر کی تندرستی بواسطۂ جمال الا اللہ کے سراپردۂ عزت

---

[1] پ ۲۵ زخرف ۳۶ [2] پ ۲۲ فاطر ۱۰

www.maktabah.org

ے رونما ہو اور موافق وعدہ

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ [1] تو مجھے تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

کے حرف و آواز کے لباس سے پاک ہو جائے اور عظمتِ الوہیت کے نور کی تجلی میں

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [2] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

کی خاصیت آشکار ہو اور ذکر روح ذاکر اور وجود ذاکر کے ساتھ دریائے ناپید اکنار ذاکری اَذْکُرْکُمْ میں ڈوب کر فنا ہو جائے۔ یہاں پر اَذْکُرْکُمْ ذاکری روح کی قائم مقامی کرے ذکر و ذاکر و مذکور ایک ہو جائے اور اب ذکر بغیر شرکت کے ہاتھ آئے

مصرعہ

تا ز خود بشنود نہ از من و تو

ترجمہ:۔ تاکہ اپنے آپ سے سنے نہ کہ من و تو سے

آیہ کریمہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ [3] آج کس کی بادشاہی ہے صرف اللہ کی جو ایک ہے سب پر غالب۔

اور راز

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [4] اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

یہاں پر ظاہر ہوتا ہے۔ گوشہ نشیں گنجہ شاید اسی خزانہ سے گوہر ریزی کرتے ہیں ؎

چون قدمت بانگ برابلق زند ۔۔۔ جز تو کہ آرد کہ انا الحق زند

کیست درین دائرۂ دیر پائی ۔۔۔ کو لمن الملک زند جز خدائی

ترجمہ:۔ جب پہلی بار تو نے آواز بلند کی تو تیرے بغیر کون تھا جس نے انا الحق کہا اس دیر پا دائرہ میں کون ہے جو لمن الملک کہتا ہے سوائے خدا تعالیٰ کے۔

اور حضرت شیخ یوسف حریری کا اشارہ جو فرمایا کہ کسی نے اللہ نہیں کہا سوا اللہ کے اس حالت میں سمجھ میں آتا ہے اور اس کا علم ہوتا ہے اور محقق کو اس کلمہ کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اس کلمہ پر کیوں رکھی ہے، دوسرے کلموں پر کیوں نہ رکھی

مصرعہ

کہ داند سرّ این اسرار ہیہات

کون اس بھید کو جانتا ہے۔ آہ

یہ اس لئے ہے چونکہ شرک معنوی سے رہائی کی صورت بغیر اس کلمہ کے معنی کے نہیں ہو سکتی ہے۔

---

[1] پ ۲ البقرہ ۱۵۲ [2] پ ۲۰ قصص ۸۸ [3] پ ۲۴ المومن ۱۶ [4] پ ۳ آل عمران ۱۸

www.maktabah.org

آفرینش راہمہ پی کن بہ تیغ لا الٰہ
تا دلت خالی شود سلطان الا اللہ را

ترجمہ:- تمام آفرینش کو لا الٰہ کی تیغ سے ختم کرتا کہ تیرا دل خالی ہو الا اللہ کے سلطان کے لئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے "لبشارت الذاکرین" میں فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں عبادتِ پروردگار عالم کا شوق فزوں ہوا اور انہوں نے ملازمت حق تعالیٰ میں رنگا رنگی پسند فرمائی (چند قسم کی عبادات کا شوق پیدا ہوا) تو سر نیازانہ بارگاہ الٰہی میں جھکا دیا اور سوز و گداز کے ساتھ عرض کیا کہ الٰہ العالمین! اپنی مقررہ عبادت میں مجھ کو کچھ زیادہ جسمانی محنت نہیں اٹھانی پڑتی۔ لہٰذا میں ایسی مزید عبادت چاہتا ہوں جس میں مجھے محنت اٹھانی پڑے ؎

قطعہ

اگر در راہ رفتن رنج باشد مسافر راہ محنت سنج باشد
چو زاد رنج رہرو خورد یابد کہ او امید دار گنج باشد

ترجمہ:- اگر راہ چلنے میں رنج اٹھانا پڑے تو مسافر محنت کا عادی ہو جاتا ہے اگر راہرو کے پاس رنج کا سامان تھوڑا ہو تو خزانے کا امیدوار کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت خالق زمین و آسمان کی بارگاہ سے خطاب ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (تم کلمہ طیب پڑھا کرو)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو میری جان کی غذا ہے اور ہر وقت میری زبان پر رواں ہے میں تو اور عبادت کا تجھ سے طلب گار ہوں۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی اور کسی اور عبادت کی طلب پر جسارت فرمائی۔ پھر ارشاد ہوا قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؎

چو موسیٰ را گذشت از حد جسارت شدہ از داور گردون اشارت
کہ از من ای عبادت خواہ میدان بگفتن کلمۂ اسرار آسان

ترجمہ:- حضرت موسیٰ کی جسارت جب بارگاہ ایزدی میں حد سے بڑھی تو فرمان ہوا کہ مجھ سے عبادت کے طلبگار جان لے کہ کلمہ اسرار کہنا آسان ہے۔

اور فرمایا کہ اے موسیٰ اس اسرار الٰہی کے کلمہ کو پڑھنے کی میں نے تمہیں توفیق عطا کی ہے اور تمہارے دل کے دریا میں میں نے یہ موتی اس طرح رکھ دیا ہے کہ تم آسانی سے اس کو ساحلِ زبان تک پہنچا دیتے ہو (آسانی سے ادا کرنے کی ہم نے تم کو توفیق بخشی ہے) ذرا ان کافروں اور نافرمانوں کو دیکھو کہ ان کے لیے ایک کلمہ پاک کا کہنا اور زبان سے ادا کرنا اتنا دشوار ہے کہ اس کے مقابل ناخن سے پہاڑ کھودنا وہ آسان خیال کریں گے۔ ؎

برای کافران زین در سفتن
بسی آسان نماید کوہ کندن

www.maktabah.org

ترجمہ: کافروں کے لئے اس کلمہ کا پڑھنا ناخن سے پہاڑ کھودنے سے بدرجہا مشکل ہے۔

خصائص ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا سے ذکر کی خصوصیات کے سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر میں وقت کی پابندی نہیں ہے اس لیے کہ بندہ ذکر کے لیے مامور نہیں ہے۔ یعنی وقت کی پابندی کے ساتھ اس پر ذکر مذہب نے فرض نہیں کیا ہے کہ فلاں وقت ذکر کرو اور فلاں وقت نہ کرو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ نماز اگرچہ سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے لیکن بعض اوقات میں اس کا پڑھنا درست نہیں ہے۔ لیکن ذکر عام حالات میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ [1]	جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین (مشائخ) نے فرمایا ہے کہ اس حکم سے تمام اوقات اور ہمہ حالات میں ذکر کی اجازت ہے اور اس کا استیعاب ہوتا ہے۔

ذکر کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذکر کے مقابلہ میں اپنے ذکر کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ سے ثابت ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے اخبار سے یہ خبر منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ:

یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے۔ جو گذشتہ امتوں میں سے کسی امت کو بھی میں نے نہیں دی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے اے اخی جبرئیل؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور یہ آپ کی امت کے سوا اور کسی امت سے نہیں کہا گیا ہے۔ (لم یقل ھذا الاحد غیر ھذہ الامۃ)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت میر سے نقل فرمایا ' واضح رہے کہ لطائف اشرفی میں جہاں جہاں لفظ حضرت میر آیا ہے اس سے مراد حضرت سید السادات قدوۃ الطائفہ سید جلال بخاری ہیں' کہ انہوں نے روضۃ العلماء سے نقل فرمایا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ستون ہے جس کا سر یاقوت سرخ کا ہے اور یہ ستون عرش کے نیچے ہے اور اس کا پاؤں اس مچھلی کے پشت پر رکھا ہے جو زمین کے ساتویں طبق میں ہے۔ پس جب کوئی بندہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صدق نیت کے ساتھ کہتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے پس ہل جاتی ہے مچھلی اور

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

وہ پایہ جس پر ستون ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے عرش ساکن ہو جا، اس وقت عرش عرض کرتا ہے کہ یارب میں کس طرح ساکن ہو جاؤں حالانکہ تونے اس کلمہ کے کہنے والے شخص کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہیں بخشے ہیں خواہ وہ آشکارا ہوں یا پوشیدہ تب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آسمان کے رہنے والو! تم گواہ رہنا کہ بے شک و شبہ میں نے اس کلمہ کے پڑھنے والے کے تمام صغیرہ اور کبیرہ، علانیہ اور پوشیدہ گناہ بخش دیئے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الٰہ الا اللہ کے بجز کسی پر بھروسا اور اعتماد نہ کرو کہ بے شک یہ اسلام کی سپر ہے اور جب یہ سپر مستحکم نہیں ہوتی تو تیر اس میں پیوست ہو جاتا ہے۔"
اور سید ممدوح نے فرمایا "جو تیر سپر کو پار کر جاتا ہے وہ صاحب سپر کو ہلاک کر دیتا ہے۔"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جو کوئی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو مردہ یا زندہ کی نجات و بخشش کے لیے پڑھے تو اس کو ضرور نجات حاصل ہو گی۔ جیسا کہ شیخ ابوالربیع سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا تھا اور اس کا ثواب کسی کو نہیں بخشا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں ایک دعوت میں گیا وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے اور ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا جو صاحب کشف تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو اس لڑکے نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن کوئی لقمہ نہیں کھایا اور پھر یکبارگی رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے وہاں میری والدہ عذاب میں مبتلا ہیں۔ شیخ ابوالربیع نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ الٰہی! تو اس بات سے واقف ہے کہ میں نے ستر ہزار بار کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا ہے اب میں اس کو اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے بخشتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں یہ نیت تمام کی تو وہ لڑکا ہنسنے لگا۔ اور بڑی مسرت کے ساتھ کہنے لگا کہ اب میری ماں کو عذاب جہنم سے نجات مل گئی۔ الحمد للہ یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کر دیا۔ شیخ ابوالربیع فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صحت کی اس لڑکے کے ذریعہ تصدیق ہو گئی اور اس لڑکے کے کشف کی صحت حدیث نبوی سے ؎

رباعی

چو گردد روان تیر آتش بسر ۔۔۔ شود کلمہ لا الٰہ اش سپر
گر آن تیر را این سپر کم بود ۔۔۔ کند از در ہفت گردون گذر

ترجمہ:- جب آگ کا تیر چھوڑا جاتا ہے تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سپر بن جاتا ہے۔ اگر اس تیر کے لئے سپر درست اور مضبوط نہ ہو تو آگ کا وہ تیر سات آسمانوں سے بھی نکل جائے گا۔

اذکار جہریہ حضرت قاضی حجت نے قدوۃ الکبرا کے حضور عرض کیا کہ اذکار جہریہ و سریہ کے سلسلہ میں مشائخ کے درمیان کافی اختلاف ہے اور ہر ایک کی فضیلت کے بارے میں بے حد اختلاف پڑ گیا ہے۔

www.maktabah.org

بعض مشائخ نے مکمل طور پر اذکار جہر یہ سے منع کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اذکار جہریہ قرآن وحدیث وفقہی روایات آثار اور عمل مشائخ سے ثابت ہے سب سے پہلے اس سلسلہ میں قرآنی احکام سنو:

ارشاد ربانی ہے:

فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا [1] — تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ذکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اظہار میں مبالغہ کی تاکید ہے (یعنی اس سے بھی زیادہ ذکر کرو) اگر کوئی پوشیدہ کرے یا اس کو چھپائے تو اس کے کافی ہونے پر دلیل ہوتی ہے اور چونکہ فخر کرنا اس میں شامل ہے (کہ اپنے آبا کا ذکر اظہار تفاخر کے لیے کیا کرتے تھے) تو اس کا اظہار و اعلان ضروری ہے۔ پس واجب ہوا کہ ذکر خدا کا اعلان اس سے زیادہ کیا جائے (لہٰذا ثابت ہوا کہ ذکر جہریہ کی تاکید ہے)۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تمام اوقات میں ذکر جہریہ کی کس طرح دلیل بن سکتی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ — پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

اس آیت بالا میں "فاء" تعقیب کے لیے آئی ہے اور اس سے مراد تکبیر ہے۔ اس لیے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد کوئی دوسرا ذکر واجب نہیں ہے۔ اور یہ تکبیر اوقات مخصوصہ میں نماز فرض کے بعد مشروع ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن اس کا ہم یہ جواب دیں گے کہ اس سے مراد تمام اوقات میں ذکر الٰہی ہے نہ کہ اوقات مخصوصہ میں تکبیر کی ادائیگی۔ (تکبیر اوقاتِ مخصوصہ میں کہنا اس سے مراد نہیں ہے بلکہ ہر وقت ذکر کرنا مقصود ہے) چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو اور یہ لوگ اپنے آبا کا ذکر فخریہ طور پر ہر وقت کیا کرتے تھے۔ نہ یہ کہ کسی مخصوص وقت میں کرتے ہوں۔ پس ان کو حکم دیا گیا کہ تمام اوقات میں اپنے آبا کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ایک زیادہ واجب کہ جو حق اللہ ہے اس سے کیوں تشبیہ دی گئی جو اس سے وجوب میں کہیں کم ہے یعنی "حق والد" اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے ذکر میں مبالغہ کیا کرتے تھے "از روئے فخر" بس اسی طرح یہ حکم دیا گیا کہ بقدر امکان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر ذکر خدا میں مبالغہ کریں۔ ہر چند کہ دونوں کے مرتبہ میں تفاوت اور فرق ہے باری تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

---

[1] پ ۲ البقرہ ۲۰۰

www.maktabah.org

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا [1] تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض نہیں کی ہے۔ جس کی حد معلوم نہ ہو اور حالات عذر میں اس کے تارک کو معذور بھی رکھا ہے۔ سوائے ذکر کے۔ کہ وہ کسی حد پر منتہی نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے کسی عذر کی بناء پر معذور رکھا گیا ہے سوائے مجنون اور مغلوب العقل کے بلکہ اپنے بندوں کو ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا [2]۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو دن میں بھی اور رات میں بھی، حضر میں بھی اور سفر میں بھی تونگری میں بھی اور فقیری و مفلسی میں بھی پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی، ہر حال میں۔

(یہ دو آیات قرآنی تھیں جن کو بیان کیا گیا) لیکن حدیثیں تو بہت ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو مذکور ہے مصابیح میں انہوں نے کہا:۔

كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا سلم من صلوته قال بصوته الاعلىٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الى اخره	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو جاتے تو بلند آواز سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ (الی آخرہ) فرماتے۔

دوسری حدیث وہ ہے جو بستان النوادی کے باب الاذکار میں آیا ہے کہ

ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يجهر مع اصحابه رضوان الله تعالىٰ عليهم بالاذكار والتسبيح والتهليل بعد الصلوة۔	بے شک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ ذکر تسبیح و تہلیل بلند آواز سے فرماتے تھے۔
تیسری حدیث وہ ہے جو مذکور ہے روضہ میں۔ حاكيًا عن الله تعالىٰ من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في ملاءٍ ذكرته في ملاءٍ غير منه۔	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو اس کو میں اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جو کوئی مجھے مجلس یا مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو بر سر مجلس یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر جماعت ہوتی ہے۔

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں۔ مجموع نوازل، خانی، الحامیہ، کبریٰ اور صغریٰ میں مذکور ہے کہ قرأت قرآن با آواز بلند حمام میں مکروہ ہے لیکن آواز خفی کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن حمام میں

---

[1] پ ۵ النساء ۱۰۳ [2] پ ۲۲ احزاب ۴۱

www.maktabah.org

باآواز بلند تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔ جیسا کہ صلوٰۃ النوازل، حسامیہ اور الصرفیہ اور ملتقط میں اور البرانی اور رکنی کی کتاب الکراہیۃ التجنیس میں اور نفائس تجنیس وغیرہ میں مذکور ہے۔ سراجیہ کی کتاب الکراہیۃ اور مختصر الکبریٰ میں آیا ہے کہ حمام میں تسبیح و تہلیل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خواہ بلند آواز سے ہو جامع نے کہا ہے "لاباس" سے کراہت اور اسارت کی نفی مراد ہے۔ جیسا کہ اصول میں معروف و مشہور ہے۔ پس یہ روایت قول اوّل کی حمایت میں ہے۔ حوالۂ جو دو مسئلے میں نے بیان کیے ہیں ان کی میں نے تفصیل بعض لوگوں کی ضرورت علمی کے باعث کر دی ہے اور میں نے اخبار کی توضیح و تشریح کو ضروری نہیں سمجھا۔ یعنی مسئلہ قرأت قرآن و مسئلہ تسبیح و تہلیل ان کی تفصیل کتب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جو درسی کتب ہیں قرأت قرآن پاک کا مسئلہ تو بطور کلی ہے (یعنی حمام میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے)۔ لیکن تسبیح و تہلیل کا باآواز بلند ہونا اس کے جزئیات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اس کے لیے "کل" میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کل سے ہے۔ (ولیس الشرط یکون فی کل بل ان یکون من الکل) پس جب حمام میں باآواز بلند قرأۃ قرآن کا بدون کراہت جواز ہے اُن شرائط و آداب کے ساتھ جو قرأت قرآن کے لیے ضروری ہیں تو پھر تسبیح و تہلیل کا آواز بلند سے پڑھنا بغیر کسی کراہت کے اولیٰ ہے۔ جیسا کہ قنوت کے بارے میں آیا ہے۔ لاباس بان یظهر ذکر اللہ تعالیٰ فی الحمام کہ حمام میں اگر ذکر الٰہی ظاہر کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تو ادعیہ و اذکار میں کوئی بھی مانع موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حدث بھی مانع نہیں۔ یہاں تک کہ جنبی کیلئے قرآن کا دعا و ذکر کی نیت سے اور دعاؤں اور قنوت کا پڑھنا جائز ہے اور اس پر فتویٰ ہے اس لیے کہ بندہ ہر جگہ ذکر الٰہی کے لیے مامور ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ حمام کے بارے میں یہ مسئلہ ایک جزئیہ کی شکل رکھتا ہے اور حمام وہ جگہ ہے جہاں غسل کیا جاتا ہے اور لوگ اپنا میل کچیل، اپنی نجاستوں اور گندگیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ ایک روایت تو یہ ہے کہ حمام شیطانوں کا مقام ہے اور ان کا گھر ہے۔ کتاب خلاص میں مذکور ہے "ظاہر ہے کہ حمام اگر نجاستوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے عورات کھلے ہوتے ہیں۔ ستر عورات نہیں ہوتا اس لیے وہاں قرأت قرآن مکروہ ہے۔ لیکن تسبیح و تہلیل آواز بلند کے ساتھ جائز ہے باوجود ان چیزوں کے۔ پس تسبیح و تہلیل کا جواز مسجدوں میں، خانقاہوں میں، مشائخ کی رباطوں میں اور خلوت نشینوں کے گوشوں میں، پاک جگہوں پر، ٹاٹ کے فرش پر جو پاک ہو، وضو کی حالت میں تضرع و عاجزی کے ساتھ مربع نشست میں تو اور بھی اولیٰ و اعلیٰ ہوا۔ اس لیے کہ ان سب کی بنا تو اذکار و تسبیح ہی کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۙ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ [1]

(اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا کہ بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے اس میں اللہ کا نام اور اس کی پاکی بیان کرے صبح و شام)۔

---

[1] پ ۱۸ نور ۳۶

www.maktabah.org

امام فقیہ زندویسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بے شک دشبہ ہر حال میں فرائض اسلام سے ہے اور جہر اولیٰ ہے اخفاء سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [1]

اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ بعض کتابوں میں بعض علماء کا یہ قول مذکور رہے ہے:

یکرہ الصوت بالذکر والدعا

دعا اور ذکر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

اور ان حضرات نے سورۂ اعراف کی ان دو آیتوں سے اپنے قول کا استدلال کیا ہے کہ:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [2]

دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا،

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ [3]

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر دعاجزی اور خوف کے ساتھ اور زبان سے (آہستہ) بغیر پکارے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الذکر الخفی

بہتر ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔

وقال علیہ السلام لقوم صاحوا بذکر أتدعون اصمًا وغائبًا انکم تدعون سمیعًا قریبًا حاضرًا انہ لمعکم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے جو ذکر بلند آواز سے کرتے تھے فرمایا کہ کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکارتے ہو بے شک تم سننے والے نزدیک اور حاضر خدا کو پکار رہے ہو۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ ان آیات مذکورہ بالا کے سلسلہ میں چند جوابات سنو! لطائف قشیریہ میں ہے کہ:

ادعوا ربکم تضرعًا ای علانیۃ وخفیۃ ای سرًا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے دعا میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھتا ہے جو مسلمانوں پر دعائے بد کریں حد سے گزر جاتا ہے اور تضرع، ضراعت سے مشتق ہے جس کے معنی شدت حاجت کے ہیں۔ والخفیۃ خفیہ سے مراد اخلاص دل ہے ادعوا ربکم کے معنی ہیں اس کی بندگی کرو اور اپنے حوائج اس کی جانب بلند کرو تضرع کے ساتھ اور خفیہ طور پر۔ ضراعت ذلت ہے اور خفیہ میں ریا کا دخل نہیں ہے اور بے شک وہ معتدین یعنی مشرکین کو دوست نہیں رکھتا ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں۔ (لطائف قشیریہ) تفسیر بُستی میں ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ کی تفسیر میں کہا ہے:

---

[1] پ ۲۲ احزاب ۴۱ [2] پ ۸ اعراف ۵۵ [3] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [4] پ ۳۰ اعلیٰ ۱

"اے مخاطب اپنی آواز کو اپنے پروردگار کے ذکر میں اپنے رب کے حکم سے بلند کر"
اور تفسیر الدرر میں اسی آیت مفصل سبتج کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔
"اور بلند کر اپنی آواز ذکر میں"
بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی ہے سورہ توبہ میں یہ کہکر
إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ لَأَوَّٰهٌ حَلِيمٌ ○ [1] — بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت علم والے تھے۔
اور اس تفسیر میں مذکور ہے کہ "اواہ" کے معنی ہیں دعا۔ مگر قرآن میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُذْكُرْ رَّبَّكَ [2] (اپنے رب کا ذکر کر) تو اس ذکر کے معنی ہیں "امام کے پیچھے نماز میں اپنے نفس میں قرأت کرنے کے"۔ اور یہ قول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے تفسیر بستی میں
دوسرا جواب یہ ہے کہ پوری سورۂ اعراف کا نزول مکہ میں ہوا ہے (سورہ اعراف تمام ترمکی ہے) پس یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس وقت مسلمان قلیل تھے اور مشرکین کا غلبہ تھا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسلام ہر طرف پھیل گیا۔ تب سورۂ انفال اور سورۂ شعرا کی پچھلی چار آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں ذکر کثیر کا حکم دیا گیا سورہ انفال میں

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا [3]	اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سورہ شعرا میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَٱلشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ ٱلْغَاوُۥنَ ○	اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔
أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِى كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ○	کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ○	اور بے شک وہ کہتے ہیں جو (خود) نہیں کرتے۔
إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا [4]	مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کو یاد کیا۔

سورہ احزاب میں فرمایا گیا ہے:۔

وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا [5]	اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد

اور اسی سورہ میں فرمایا گیا ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ○ [6]	اے ایمان والو! تم اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

---

[1] پ ۱۱ توبہ ۱۱۴ [2] پ ۹ اعراف ۲۰۵ [3] پ ۱۰ انفال ۴۵ [4] پ ۱۹ شعرا ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷
[5] پ ۲۲ احزاب ۳۵ [6] پ ۲۲ احزاب ۴۱

www.maktabah.org

سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا گیا

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔

ان تمام مذکورہ بالا آیات میں ذکر کثیر کا حکم ہے اور کثیر کی حد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس نے اعلان کا حکم دیا ہے۔ ظہور اسلام کے لیے اس کے ہر طرف پھیل جانے اور مشرکین پر غلبہ پانے کا۔

اس سلسلہ میں مشہور تفاسیر میں جو کچھ مذکور ہے اور جو کچھ مشہور و معروف تقاریر میں موجود ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت قدوۃ الکبرا نے آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً [2] کے جو معانی بیان کئے ہیں وہ سنیئے! فرماتے ہیں: کہ تضرع سے مراد بدن کی عاجزی اور خفیہ سے مراد اخلاصِ دل ہے بعض مشائخ نے بھی کہا ہے کہ تضرعًا سے مراد زاری کرنے والے اور خفیہ سے مراد خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

تفسیر قیامی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ خفیۃ ای جھرۃ یعنی خوف کرنے والوں سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا۔ بلند آواز سے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [3] (بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے) تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ [4] (اور کان لگا کر سن کہ ندا کرے گا ایک منادی مکان قریب سے) کے یہی معنی ہیں۔ دوسرے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کی آیت کا نزول دعا کے بارے میں ہوا ہے اور دعا ذکر میں داخل نہیں ہے (غیر ذکر ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [5] — تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

اور ذکر کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ [6] — پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

اور لفظ خفیہ لغات اضداد سے ہے یعنی الخفیہ پنہاں کرنا اور آشکارا کرنا دونوں معنی میں آتا ہے جس طرح لفظ "ظن" وغیرہ (یہ بھی لغت اضداد میں ہے)

کذا فی القاموس — جیسا کہ قاموس میں بیان کیا گیا ہے۔

اور کلیہ ہے کہ جہاں لغت اضداد بیان ہوگا تو وہ محتاج تاویل ہوگا۔

---

[1] پ۲۸ جمعہ ۱۰ [2] پ۸ اعراف ۵۵ [3] پ۱۱ توبہ ۱۲۰ [4] پ۲۶ ق ۴۱ [5] پ۲۴ المؤمن ۶۰ [6] پ۲ البقرہ ۱۵۲

www.maktabah.org

تفسیر ابی لیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ: خفیۃ ای علانیۃ اور آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ۔ سے مراد قرأت متوسط ہے ابتدائے اسلام میں کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے تو اس وقت حکم ہوا کہ آہستہ آواز میں پڑھیئے تاکہ آواز سن کر وہ مسجد میں جمع نہ ہوجائیں اور مضرت نہ پہنچائیں۔

اس سلسلہ میں حدیث شریف سے جو جواب ہے وہ تفسیر الحقائق میں مذکور ہے۔ بہر صورت یہ احتمال ہے کہ وہاں آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ بے شک غزوات میں جس طرح کہ جنگ بدر میں آواز بلند کی گئی (اور جنگ فریب ہے اور جنگ میں فریب روا ہے) اسی طرح لڑائیوں میں گھنٹا بجانے سے منع فرمایا ہے لیکن ذکر میں آواز بلند کرنا تو بالکل جائز ہے تاکہ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار ہو سکے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو تفسیر بُستی میں سورۂ بنی اسرائیل جو مکہ میں نازل ہوئی ہے کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا [1] — اور آپ اپنی نماز میں نہ بہت زیادہ بلند آواز سے (قرآن) پڑھیں اور نہ بالکل آہستہ۔

شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سے پہلے تلاوت قرآن میں آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور بعد عشاء اپنے صحابہ کو آواز بلند کرنے کی تاکید فرماتے تھے شیخ ابوبکر نے اور فرمایا کہ آواز بلند کرنے کے جواز کی حدیثیں بہت مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض حجرات میں قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ آپ کی قرأت وہ شخص بھی سن لیتا تھا جو باہر ہوتا تھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ کی آواز سنی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے کوئی مزمار دے دیا گیا ہے اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ — یعنی مزین کرو قرآن کو اپنی آوازوں سے

یعنی اپنی آوازوں کو زینت دو قرآن کی تلاوت سے۔

شیخ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی یعنی نص الٰہی اور اس خبر میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ محمول کیا جائے کہ قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت مکہ میں اس وجہ سے تھی کہ مشرکین مکہ رسول اکرم صلی اللہ

---

[1] پوری آیت یہ ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ اختیار کرو۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل ۱۱۰

www.maktabah.org
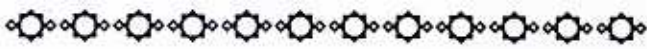
علیہ وسلم کو غلطی میں ڈالنا چاہتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس کو مت سنو۔ یہ محض بیکار کی باتیں ہیں۔ اور حضرت ابی موسیٰ سے جو حدیث مروی ہے وہ اس وقت کی بات ہے جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اسلام ظاہر ہی نہیں بلکہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ دور امن وامان تھا اور مشرکوں کی ایذا رسانی سے مسلمان مصئون و مامون تھے۔ اس وقت قرآن کی تلاوت میں آواز کا بلند کرنا شعار دین بن گیا تھا جیسے اذان میں اور نعرۂ جنگ میں آواز بلند کرنا۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے شہروں اور قصبوں میں اور مشرق سے مغرب تک سلف سے خلف تک میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ وہاں مجالس وعظ میں جہاں بڑے بڑے علما فقہا اور نامی صاحبان موجود تھے ذکر جہر کیا جاتا ہے (عوام وخواص سب ہی طرح کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ معترض ہوتا ہے)۔

مشائخ چشت اور ذکر جہر

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مشائخ چشت (قدس اللہ اسرارہم) ذکر جہر نہیں فرماتے تھے۔ پس ذکر بالجہر ان کی متابعت کے خلاف ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقیر تیس سال تک زمانہ کے ہر گوشہ میں پرکار کی طرح پھرا ہے اور بہت سے مشائخ زمانہ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشائخ سہروردیہ اور فردوسیہ بھی ذکر جہر کرتے ہیں۔ جب یہ فقیر حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ کے روضہ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوا اس وقت حضرت قطب مشائخ خواجہ قطب الدین مخدوم زادہ صاحب سجادہ تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ حلقہ میں بیٹھ کر ذکرِ جہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ کے زمانہ سے آج تک یہ ذکر جہر مشائخ چشت کے دودمان کریم وخاندان قدیم میں مروج ہے۔

میں جب مشہد امیر المومنین حضرت علی موسیٰ رضا میں پہنچا تو سید اجل مقبل الدین، سید رضی الدین، سید قاضی اور انکے اخوان سید شمس الدین وسید تاج الدین وسید شہاب الدین وسید محمد محمود مرقندی حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ تمام حضرات بھی ذکر جہر کرتے تھے۔ خصوصاً صبح وشام کے وقت ذکر جہر کے لیے اپنے تمام معتقدوں کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بیٹھتے تھے۔

غزل

کسی کز بند خود آزاد باشد	دلش در نالہ وفریاد باشد
بیادِ روئی تو ہر صبح وشامی	سمات خانہ در افتاد باشد
کسی کو روی آن شیرین سخن دید	بکوہِ جانکنی فرہاد باشد
نشانِ عاشقِ صادق جزاین نیست	کہ در نعرہ دل وجان اد باشد
شرف از دیدن گلزار رویت	چو بلبل در فغان دلشاد باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی قید خودی سے آزاد ہوتا ہے اس کا دل ہر دم نالہ وفریاد میں رہتا ہے۔ تیرے چہرے کی یاد میں ہر صبح وشام گھر کے کونے میں پڑا رہتا ہے جس کسی نے اس شیریں سخن کا چہرہ دیکھا، جانکنی کے پہاڑ کا فرہاد بنا۔ (یعنی

www.maktabah.org

اس شیریں سخن محبوب کو جس نے بھی دیکھا بس اس کا گھر برباد ہو گیا)
عاشق صادق کا نشان اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دل و جان کے ساتھ نالہ و فریاد کرتا ہے یا نالہ و فریاد میں اس نے اپنی جان دے دی ہے۔
اشرف تیرے گلزار جمال کی دید سے بلبل کی طرح فریاد کرنے میں بھی خوش ہے۔
منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ حضرت خواجہ سری سقطیؒ کے ارشاد کے بموجب بلیس سال تک نفی و اثبات اور اسم ذات کے ذکر میں اپنے پیر (حضرت سری سقطی) کے آستانہ کی دہلیز پر مصروف رہے اور ادائے فرائض و شرعیہ کے بعد سوائے ذکر جہر کے آپ کا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ اور ذکر جہر میں آپ اتنا اہتمام کرتے اور آپ کی مشغولیت کا یہ عالم ہوتا اور اس طرح نالہ و فریاد کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ کے ہمسایوں نے خلیفہ بغداد کے حضور میں فریاد کی کہ یہ شخص اتنی بلند آواز سے ذکر کرتا ہے کہ نہ ہم کو دن میں چین ہے اور نہ رات میں ہم کسی وقت سو بھی نہیں سکتے۔

مثنوی

زبس کو نالہ و فریاد کردہ　　مرا از بند خواب آزاد کردہ
چنان در ذکر دارد نالۂ زار　　کہ خلقی را کند از خواب بیدار

ترجمہ:- بس وہ نالہ و فریاد کرتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔ ذکر میں اس قدر روتا ہے کہ خلق کو خواب سے بیدار کر دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ کوئی فقیر اور کوئی شیخ یاد حق سے غافل نہیں ہوتا اور نہ ہوگا۔ اور اگر خالی ہو تو اس کو فقیر اور شیخ نہیں کہتے ہے

ہر کہ نہ گویائی تو خاموش بہ
ہر چہ نہ یاد تو فراموش بہ

ترجمہ:- جو کوئی تیری باتیں نہیں کرتا اس سے خاموش بہتر ہے اور جو تجھے یاد نہیں کرتا اس سے فراموش اچھا ہے۔
تمام مخلوق ذکر کرنے پر متفق ہے،

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ ؂۱ اور فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؂۲

اس کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے اور ذکر کرو تم خدا کی نعمتوں کا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

؂۱ پ ۲۱ روم ۲۶ ؂۲ پ اعراف ۶۹

www.maktabah.org

صرف یہی آیت نہیں بلکہ تمام کلام اللہ ذکر حق پر دال ہے۔ ہمارا موضوع بحث ذکر مطلق نہیں تھا بلکہ بحث ذکر جلی اور خفی کے بارے میں تھی۔ ہر ذاکر حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمام مشائخ بھی متوجہ بحق ہیں پس اس مقصد واحد میں دونوں مشترک ہیں۔ پس ہر آواز میں (ذکر) عین موافقت ہے۔ مخالفت کا کوئی عنصر نہیں ہے اگر مرشد ایسا کام اختیار کرے جس میں اس کی توجہ غیر کی طرف ہو اور مشائخ کی توجہ حق کی طرف ہوتی ہے تو بہ ضرور ضدین ہے۔ شاید قائل کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اس میں غور کرے اور اگر وہ مشرب عشاق اور ذاکران دنیا کے احوال سے باخبر ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ یہاں تعلق اور معاملہ عمل کا ہے قول کا نہیں ہے۔ بہر حال وہ لوگ جو اہل کمال کہلاتے ہیں۔ لیکن کامل کرنے والے (مکمل) نہیں ہیں ان کو احول کہا جاتا ہے کہ وہ اس حالت میں جس وقت چشم باطن کھولتے ہیں بزم وحدت سے انیس ہوتے ہیں۔ اور پھر جب وہ عالم کثرت میں آتے ہیں تو وہ ذوق حاصل نہیں ہوتا جو (مکمل) کامل بنانے والوں کو حاصل ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا حوصلہ اور ان کا ظرف وجود تخلیق فطرت کے وقت تنگ تھا۔ جیسا کہ یحیٰی معاذ رازی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں روز میثاق میں شراب الست کا ایک گھونٹ پی کر ہی ایسا بے ہوش ہوا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی ہوش میں نہیں آیا۔

قطعہ[1]

شرابی کز ازل در جام کردند	ازان یک جرعہ ام در کام کردند
چنان مستم من از یک جرعۂ او	کہ از کونین بیخود تام کردند
ازان روز ازل تا ابد آباد	زیک جرعہ مرا گمنام کردند
خمار آلودہ را مستان چشمش	مئی از ساقی وحدت دام کردند
زہشیاری نگشتہ مست اشرف	دمادم گرچہ مئی در جام کردند

ترجمہ:- ازل میں جو شراب میرے جام میں ڈالی گئی ہے اس کا صرف ایک گھونٹ مجھے پلایا گیا ہے
مجھے اس ایک گھونٹ نے اس قدر مست کیا ہے کہ کونین سے مکمل بے خود کر دیا گیا ہوں۔
اس روز ازل سے ابد تک اس ایک گھونٹ نے مجھے گمنام کر دیا ہے۔
اس کی دونوں مست نگاہوں نے شراب پلانے کے لیے ساقی وحدت سے تھوڑی سی شراب لے لی ہے
اشرف اپنی ہشیاری کے باعث مست و بے خود نہ ہو سکا اگرچہ اس کو پے در پے جام پلائے گئے۔
ایسا شخص اگر ذکر خفی کہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے اپنے نفع کے لئے کیونکہ وہ مقام وحدت میں ہے اور پیر خلق کو کثرت سے وحدت کی طرف بلاتا ہے۔

---

[1] یہ قطعہ حضرت عراقی قدس سرہ خلیفہ و خویش حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس سرہ کی اس مشہور غزل کی زمین میں ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎
نخستیں بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی دام کردند
حضرت عراقی قدس سرہ کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ مترجم۔

www.maktabah.org

مقام قاب قوسین

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ جب سرورِ کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں مقام قاب قوسین پر پہنچے تو انتہائی حیرت اور ہیبت کے سبب آپ کو مجال سخن نہ رہی (از غایت دہشت حیرت مجال نطق نہ داشت) حضرت رب العزت نے جو بے کام و بے زبان ہے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ بیان فرمایا :

التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سلام رحمت کو سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و دہشت میں کچھ کمی ہوئی تو آپ نے فرمایا :
السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین. جیساکہ سکندر نامہ میں گوشہ نشین گنجہ شیخ نظامی نے کہا ہے ؎

در آن جائی کاندیشہ نادیدہ جائی — درود از محمد قبول از خدائی
گزر بر سر خوان اخلاص کرد — ہم او خورد ہم بخش ما خاص کرد

ترجمہ :- اس جگہ جہاں ان دیکھی جگہ کا اندیشہ تھا وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اخلاص کے دسترخوان پر گذر ہوا تو حضورؐ نے خود بھی کھایا اور ہمارا حصہ بھی مخصوص کیا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) اور تمام دوسرے فرشتوں نے وصال الٰہی و مقال ربانی کی صدائے لامکان و اعلان انعام کو سنا ؎

مثنوی

صلائی نازِ باہم چون ز لاہوت — رسید در صماخ گوش ملکوت
بیکبار آن ہمہ از نیک خواہی — زجان دادند بر دعویٰ گواہی

ترجمہ :- جب مقام لاہوت سے صلائے ناز بلند ہوئی تو ملائکہ کے کانوں میں بھی پہنچی ان تمام ملائکہ نے بیک زبان ہو کر دل و جان سے اس دعویٰ کی گواہی دی۔

سدرۃ المنتہیٰ سے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے (یہ مقام ملائکہ سے بہت بُعد اور مسافت بیشمار پر تھا) وہ ندائے الٰہی اور صلائے کرم نامتناہی جب ان تمام ملائکہ کے کانوں میں پہنچی تو سب پکار اٹھے : اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

(حضرت قدوۃ الکبرا نے اس مقام پر فرمایا کہ بے شک زمانہ کے یہ دعویدار اور معارضہ کرنے والے مشرب عشاق کے ایک رمز کا اثر بھی اپنے اندر نہیں رکھتے (اثر عشق سے بالکل کورے ہوتے ہیں) اور صادقین کے مذہب کے ناز و انداز سے ان کو مطلق خبر نہیں ہوتی لہٰذا ان کی زبان میں بھی گفتگو کرنی چاہیئے۔ اس طول کلام کی کیا ضرورت تھی اور ہم کو اس تمثیل سے کیا کام ہے ہر شخص سے اس کی سمجھ کے موافق بات کرو۔ ؎

سخن با ہر کسی باید بقدرِ فہم او گفتن
چہ دریابند انعام از رموزِ نکتہ دانیہا

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ بات اگلے کے فہم وادراک کے مطابق کرنی چاہیئے
نکتہ دانیا ہے کیا انعام حاصل کرتا ہے۔

اے برادر عزیز! سرور کونین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صاحب دعوت تھے، اولیاء انبیاء علیہم السلام کے تابع ہیں اور فرمانبردار صاحب فرمان کا نمونہ ہے۔ اگر تم صوفیہ کرام کے اقوال اور ان کے افعال اور ان کے امر ونہی کو ریا پر مبنی تصور کرتے ہو تو یہ کفر محض ہے اور اس کے کہنے میں کوئی تاویل نہیں ہے؛ اصل بات یہ ہے کہ جو ایسا خیال کرنے والا ہے وہ حقائق ودقائق سے آگاہی نہیں رکھتا وہ نہ آغاز کو سمجھ سکا اور نہ انجام کو۔ نہ اس نے خود کو پہچانا اور نہ خدا کو جانا ہے

ازان در پایۂ حیران بماند
بظلمت خوار د سرگردان بماند

ترجمہ: وہ اپنے خیالات کے باعث حیران وسرگرداں رہتا ہے اور اندھیرے میں ادھر ادھر خوار د ذلیل پھرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت پر مبنی ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ قرآن کریم کے بعض احکام مقتضائے وقت کے اعتبار سے تھے جس طرح فجر وعشاء (کی نماز) میں قرأت جہری کا حکم کہ بعض مشرکین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے جب وہ ان حضرات سے قرآن پاک سنتے تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم جہری قرأت کے لیے ان اوقات میں دیا گیا جبکہ یہ کفار ومشرکین اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ نماز فجر کے وقت تو وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب وعشاء کے اوقات میں وہ اپنے دھندوں میں لگے ہوتے تھے۔ غافل ہوتے اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز ظہر وعصر کے لیے قرأۃ خفی کا حکم دیا گیا چونکہ مشرکین وکفار سے ایذا رسانی کا خوف تھا۔ ذرا آیت لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[1] پر غور کرو جس وقت اسلام کمزور حالت میں تھا سورہ الکافرون کا نزول ہوا اور جب اسلام نے قوت حاصل کر لی اور دین کے آثار کامل اور تمام ہو گئے تو اس وقت حکم ہوا:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ[2] مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔

اسی طرح اے دوست! اے بھائی: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً[3] کے حکم کا قیاس کر لو کہ وہ بھی ابتدائے اسلام میں مقتضائے وقت تھا) اب تمام شہروں میں مسلمان اور مومنین صبح کی نماز میں اوعیہ واذکار میں قرأۃ جہری کرتے ہیں۔ اس طرح کہ آس پاس کے لوگ ان کی قرأت کو سنتے ہیں۔ پس اس فعل کو کس طرح "ریا" کہا جا سکتا ہے۔

---

[1] پ ۳۰ الکافرون ۶ [2] پ ۱۰ توبہ ۵ [3] پ ۸ اعراف ۵۵

www.maktabah.org

کسی کین کار را گوید ریائی ۔۔۔ مراین آثار را از خود نمائی
ریائی دارد آن از پای تا سر ۔۔۔ کہ ہمچون خود بداند ۔ بہر دیگر

ترجمہ:۔ جو شخص اس عمل کو ریا کہتا ہے اور ان آثار کو خود نمائی قرار دیتا ہے وہ خود از سرتاپا ریاکار ہے کہ اپنی طرح دوسروں کو ویسا سمجھ رہا ہے۔

اے برادر! یہ عمل محض صدق و اخلاص ہے نفاق اور ریا تو خود تجھ میں موجود ہے کہ تو ایسا مسلمانوں کے حق میں خیال کر رہا ہے کیا شریعت کا تجھے کچھ علم ہے تو جانتا ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ فاسد کی بنیاد فاسد ہے اور صحیح کی بنیاد صحیح ہے مگر پڑھنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی باریکیاں تو نہ سمجھا بنیاد صحیح کہ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ[1] ذات گرامی صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ خرقہ مشائخ ان سے حضرت حسن بصری رئیس التابعین کے توسط سے مشائخ چشت تک پہنچتا ہے۔ (قدس اللہ ارواحہم) اور ان سے متصلاً حضرت شیخ نظام الحق والدین (حضرت نظام الدین) تک۔ اچھی طرح سمجھ لو اور دل کی آنکھیں کھولو اور خود کو ضلالت و گمراہی میں مبتلا نہ کرو کہ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ[2] یعنی قیامت کے دن تجھے مال اور بیٹے کوئی چیز نفع نہیں دے گی سوائے صدق کے کہ يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ[3] کہ اس دن صدیقین کے کام ان کا صدق آئے گا

پس تمام پیران چشت کامل تھے اور ان کے خلفاء کرام جو ان کے قائم مقام ہیں وہ بھی کامل ہیں اور جو ان کی نگاہوں میں منظور اور پسندیدہ ہے وہ بھی کامل ہوا کہ صحیح بنیاد ٹھیک ہوتی ہے اور اگر تم اس کے برعکس سمجھتے ہو تو وہ تمہاری بھینگی نظر کا قصور ہے اور عیب ہے۔ پس تو ابھی تک معائب نفس میں مبتلا ہے ؎

فرد

معیوب عیب ہمہ کسانرا نگرد
از کوزہ ہمان بیرون تراود کہ بدست

ترجمہ:۔ معیوب دوسروں کے عیب دیکھتا ہے۔ کوزہ سے باہر وہی کچھ آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کل اناءٍ یترشح بما فیہ ایسے لوگ تلاب (دھوکہ باز) بھی کہے جاتے ہیں۔

اے برادر! اور یہ جو تم نے سنا ہے کہ ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے (قال علیہ السلام افضل الذکر الخفی) تو تم نے اس حدیث کے حقیقی معنی نہیں سمجھے ہیں۔ سنو! ذکر خفی کا بس وہی اہل ہے کہ جس کی زبان غیر حق کی یاد سے بے خبر ہو اور اس کا دل ذاکر ہو گیا ہو آج کل کے زمانہ میں دنیا بھر کے لوگ معصیت میں گرفتار ہیں

---

[1] پ ۱۳ ابراھیم ۲۴ [2] پ ۱۹ شعراء ۸۸ [3] پ ۷ مائدہ ۱۱۹

www.maktabah.org

کہ (ظھر الفساد فی البر والبحر) تو تبلیغ کے اظہار کیلئے ذکر بالجہر کرنا زیادہ اولیٰ اور ضروری ہے دنیا کے شجیع اور بہادر مسلمان جب میدان کارزار میں کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں تو تکبیر بلند آواز ہی سے کہتے ہیں

مثنوی

در آیند گردان چو در روز جنگ　　بمیدان دلیران کشند چون نہنگ
چنان نعرہ برہم زنند از کمین　　کہ گوئی فتاد آسمان بر زمین

ترجمہ:۔ جب جنگ کے دن وہ آتے ہیں تو میدان میں شیر کی طرح آتے ہیں اور کمین گاہ سے اس طرح نعرہ بلند کرتے ہیں کہ گویا آسمان زمین پر آگرے گا۔

تاکہ اس کی ہیبت سے کفار بھاگ جائیں اور ان کی تکبیر کافروں کے دلوں پر اثر کرے اور جنگ درہم برہم ہو جائے

حضرت قدوۃ الکبرائے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ شیروان کی زمین میں بہت سے لوگ گئے ہیں اور سیاحوں نے اس کی سیر کی ہے اور اس سرزمین کے عجائب وغرائب دیکھے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہمیشہ اس سرزمین کے مسلمان کافروں سے برسر پیکار رہتے ہیں اور یہ معاملہ سکندر و دارا کے زمانہ سے اسی طرح جاری ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کو "شیروان" کہا جاتا ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ جنگ میں فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آتش پرستوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

مثنوی

چو گردان نہادند روسوئے جنگ　　نمودند پیکار از نام و ننگ
نبردی شد اندر سیاہ و سفید　　کہ گردان شدند از روان ناامید
ز شروان برآمد صدائے ظفر　　بگبران رسیدہ ہزیمت و فر

ترجمہ:۔ جب جنگ کی طرف انہوں نے منہ کیا تو ننگ و نام سے برسر پیکار رہوئے۔ سیاہ و سفید میں کوئی فرق نہ رہا اور وہ اپنی جانوں سے ناامید ہو کر لوٹ پڑے۔ شیروانوں سے فتح کی صدا بلند ہوئی اور کافروں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

شیروان کے چند کفار جو جنگ سے بھاگے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایسے ہتھیاروں اور آلات جنگ کے ہوتے ہوئے بغیر جنگ کے تم کیسے پسپا ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ تمہاری تکبیر کی آواز جب ہمارے کانوں میں پہنچی تو ایسی ہیبت اور دہشت ہم پر طاری ہوئی کہ دنیا ہماری آنکھوں میں تاریک ہو گئی ہے

مثنوی

شنیدم چو آواز ہیبت فگن　　نوائے دلیران لشکر شکن
شد از ہیبت او چنان آب خون　　جہان گشت بر چشم ما تیرہ گون

www.maktabah.org

ترجمہ :- جب تکبیر کی وہ ہیبت اثر آواز ہم نے سنی جو لشکر شکن دلاور لگار ہے تھے تو اس کی ہیبت سے ہمارا خون پانی ہو گیا اور دنیا آنکھوں میں تیرہ وتار ہو گئی۔ پس اے بھائی! اگر ذکر کی آواز ان غفلت پرستوں کے کانوں میں پہنچ جائے اور ان میں اثر کرے اور وہ غفلت کی غرقابی سے نکل آئیں اور خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاید اس حدیث شریف کے معنی پر تم نے غور نہیں کیا ہے کہ رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر۔ جب میدان عبادت کے بہادر اور انانیت کی رزمگاہ کے دلیر نفس کی پیکار میں مشغول ہوتے ہیں اور رستم کی طرح جنگ کرتے ہیں تو ان کو فتح وفیروزی حاصل ہوتی ہے اور :

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا[1] بیشک ہم نے تم کو ایک فتح ظاہر عطا کی ہے۔

سے اس فتح کی جانب اشارہ ہے :

مثنوی

چو یابی نصرت از جنگ رجعنا بشادی کوس زن انا فتحنا
کسی کین جنگ را نصرت پناہ است بادرنگ جہان او بادشاہ است

ترجمہ :- جب جنگ رجعنا یعنی جہاد اکبر (نماز) سے فتح ونصرت حاصل کر لو تو پھر مسرت کے ساتھ انا فتحنا کا نقارہ بجاؤ کہ جس کو اس جنگ (عبادت) میں فتح ونصرت حاصل ہو گئی وہ پھر اس دنیا کے تخت پر بادشاہ بن کے بیٹھتا ہے۔

ذکر خفی سے کیا مراد ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر خفی سے مراد ذاکر کا ذکر میں فنا ہو جانا ہے بلکہ ذاکر وذکر دونوں کا مذکور کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

اس اعتبار سے اگر ذاکر یا ذکر کا شعور اس میں باقی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی فنا فناء الفناء کے مرتبہ پر نہیں پہنچی ہے۔ اس فناء الفنا سے مراد ذاکر کے شعور کا ذکر ومذکور سے فنا ہو جانا ہے اور اس قسم کا ذکر، ذکر جلی سے افضل ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

افضل الذکر الخفی ذکر خفی افضل ہے۔

اور یہ رباعی اسی ذکر خفی کے سلسلہ میں ہے :

رباعی

ذکر کن ذکر تا ترا جان است پاکیٔ دل ز ذکر یزدان است
چون تو فانی شوی ز ذکر بذکر ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ :- جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ کہ دل کی پاکی اسی ذکر الٰہی سے قائم ہے۔ جب تو ذکر سے

---

[1] پ ۲۶ الفتح ۱

www.maktabah.org

ذکر میں فنا ہو جائے گا تو اسی کا نام ذکر خفی ہے۔
حضرت ابو بکر دینوری کے اس قول میں کہ :۔

ادنی الذکر ان ینسٰی دونہ و نہایۃ الذکر ان یغیب الذاکر فی الذکر عن الذکر و یستغفر بمذکورہ عن الرجوع الیٰ مقام الذکر وھذا حال فناء الفناء۔

ادنی ذکر یہ ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو بھول جائے اور نہایت ذکر یہ ہے کہ ذاکر ذکر میں غائب ہو جائے اور مذکور سے (خداوند تعالیٰ) استغفار کرے کہ وہ پھر مقام ذکر کی طرف نہ لوٹے۔ اس کو حال فناء الفناء کہتے ہیں۔

اور وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے :

اتدعون اصماً و غائباً — کیا تم بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔

استدلال کرتے ہیں (ذکر خفی پر) ان کو یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ اس قول شریف کا صدور ایک واقعہ کی بنا پر ہے جیسا کہ امام نجم الدین صاحب "منظومہ" نے بیان فرمایا ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر میں تھے۔ جب یہ حضرات ایک بلند مقام پر پہنچے تو انہوں نے تکبیر و تہلیل بلند آواز میں کی اور اس بلندی (پہاڑی) کے نیچے اعداء دین کا پڑاؤ تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کسی بہرے اور غائب کو پکار رہے ہو۔ بلکہ تم تو ایک سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو (پھر آواز میں بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

شریعت میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ بعض احکام شریعت کسی ایک شخص یا ایک مخصوص زمانہ (وقت) کے لئے تھے نہ کہ عام طور پر وہ حکم تھا (طریق عموم پر نہیں) جیسے ۹ عورتوں سے نکاح یا فدیہ کا کھانا۔

مَدِ ذکر کی تفصیل

اس موقع پر حضرت نور العین نے ذکر کی مد (کھینچا) کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک تفسیر میں یہ مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا (من قال لا الٰہ الا اللہ ومدھا ھدمت عنہ اربعۃ آلاف ذنب من الکبائر) تو اس کے چار ہزار گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔ اور آسمان سے اترتا ہے ذکر کو مین کے وقت اور کہا گیا ہے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا اور وہ دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی کے خلاف قسم کھائی یوں کہا اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو اور آواز کو مد کے ساتھ کھینچا حالانکہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محض کلمہ طیبہ کی مد کے ساتھ پڑھنے سے بخش دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں حضرت میر کی خدمت میں مقام اوچہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ صاحب ضیائیہ آئے اور انہوں نے حضرت میر سے درخواست کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائیں۔ حضرت میر نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور

www.maktabah.org

تلقین کلمہ فرمائی اس وقت انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کو اتنا بلند اور طویل کھینچا کہ حاضرین مجلس کا دم گھٹنے لگا کہ ان کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی اسی طرح مد کے ساتھ کلمہ پڑھا حضرت میر نے بھی ایک سانس میں کلمہ لا الہ الا اللہ کو پورا کیا۔ اس کے بعد حضرت میر نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قال لا الہ الا اللہ ومدھا دخل الجنۃ۔ — جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کو کھینچا پس وہ جنت میں داخل ہوا۔

حضرت میر نے فرمایا کہ ذکر محبانہ بھی ہے اور محبوبانہ بھی۔ محبوبانہ یہ ہے کہ کلمہ لا کو مدادر شوق کے ساتھ طویل کھینچے کہ اس کی اصل لقا میں ہے۔ امید ہے کہ کلمہ نفی سے اثبات پر پہنچ جائیں گے حالت مد میں نفی واثبات کے اسرار کو دل میں لائے اور کلمہ نفی کی مد، کلمۂ اثبات (الا اللہ) سے دراز تر ہونا چاہیئے۔ فضل الٰہی سے جب کسی کے کلمۂ اثبات کی تکمیل ہو جائے گی تو وہ محبوب حق بن جائے گا اور اس ذکر میں اس بات پر مستعد اور منتظر اس کا ہو جاتا ہے کہ شاید نفی (کلمہ لا الہ) ہی میں اس کو پیام اجل آجائے اور پھر الا اللہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے صاحب ذکر کو چاہیئے کہ ذکر میں ہمیشہ کوشاں رہے کہ ذکر درست ادا ہو۔ اور ذکر کے حروف (الفاظ) تعظیم کے ساتھ حضور قلب کے ساتھ زبان پر لائے اور دل کو زبان کا ہم سخن بنائے (دل میں ذکر بن جائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من ذکر اللہ وقلبہ ساہٍ عن اللہ فاللہ خصمہ یوم القیامۃ — جس نے اللہ کا ذکر کیا اور اس کا دل اللہ سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دشمنی فرمائے گا۔

شعر

اتلعب بالدعاء وتزدر بہٖ — وما یدریک ما نع الدعاء

سھام اللیل لا تخطئ ولکن — لھا امد وللامد القضاء

ترجمہ:- کیا تو نے دعا کو بازی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور مکر کرتا ہے اس کے ساتھ اور کیا چیز تجھے آگاہ کرتی ہے کہ مانع دعا کیا ہے سہام شب خطا نہیں کرتی ہے لیکن ان کے لئے نہایت ہے اور نہایت قضا ہے۔

ربط قلب حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا پیر و مرشد سے دلی لگاؤ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جب تک مرید صادق کو یہ دلی لگاؤ نہ ہوگا کوئی کام اس کا آگے نہ بڑھے گا خصوصاً ذکر کی حالت میں مرید پر لازم ہے کہ پیر کے روحانیہ کو اپنے پاس حاضر رکھے کیونکہ پیر کی روحانیت کسی جگہ قائم نہیں ہے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام برابر ہے۔

بیت

بہر جا کہ باشی خدا یار تست

بہر رہ خرامی پئی کار تست

ترجمہ:- تو جہاں ہے خدا تیرے ساتھ ہے تو جس راہ پر بھی چلے گا وہ تیرا مددگار ہے۔

www.maktabah.org

" مرید اپنے شیخ کی روحانیہ سے الگ نہیں ہوتا اگرچہ شخصیتاً اس سے الگ ہے، دوری کا تعلق تو مریدسے ہے۔ جب مرید دل سے شیخ کو یاد کرتا ہے تو پیر اس کے نزدیک ہو جاتا ہے اور پیر کا دل اُس سے متعلق ہو جاتا ہے پھر وہ پیر سے فائدہ حاصل کرتا ہے جب حاجت پڑے مشکل کشائی کے لئے تو پیر کو اپنے دل میں حاضر کرلے اور پیر سے سوال کرے زبانِ ظاہر سے جو دیکھے تو پھر روحانیہ پیر زبان باطن سے الہام کرتا ہے حقیقت واقعہ کا

رباعی

دل دانائی من دارد زبانی | کہ گوید سِر عرفان ترجمانی
کسی را گر کشادہ گوشِ باطن | بود او بشنود از حق بیانی

ترجمہ:- میرا دل دانا ایک زبان رکھتا ہے جو سرِ عرفانی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر کسی شخص کے گوش باطن کھلے ہوئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے کسی پیام کو سن سکے۔

یہ بات میسر نہیں ہو سکتی مگر اسی وقت جبکہ اپنے شیخ سے رابطہ دلی رکھتا ہو۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے! جب مرید شیخ سے ارتباط دلی پیدا کرے گا تو وہ فیض جو شیخ کے آئینہ دل میں جلوہ فگن ہے اور اس کو پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر مرید کے دل پر بھی پر تو فگن ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ماصب اللہ شیئاً فی صدری الاوقد صببتہ فی صدر ابی بکر | اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ڈالی جو میں نے (حضرت) ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈال دی ہو

مثنوی

ازین دل تا بآن دل راہ باشد | کسی داند کزین آگاہ باشد
چو تو در راہ دل تا در زدی گام | چہ دانی حاصل منزل سرانجام

ترجمہ:- اس دل سے اس دل تک تعلق ہونا چاہیئے اس بات کو وہی جانتا ہے جو اس رمز سے آگاہ ہے جب تم دل کے راستہ پر شاذ ہی قدم رکھتے ہو تو پھر منزل اور اس کے سرانجام کو کیا جانو۔

اس موقع پر حالت ذکر میں حضوری قلب کا تذکرہ آگیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اس راہ کی نہایت حصول اور اس بارگاہ میں غایت وصول صرف حضوریہ دل سے ذکر کرنا ہے ؎

مثنوی

چو در ذکر خدا حاضر نباشی | چہ حاصل گر ہمہ عمر خراشی
ولیکن یادِ آن روئی دلآرام | نباشد خالی از فائدہ وکام

ترجمہ:- جب تم ذکر خدا میں حاضر نہیں ہو تو عمر بھر بھی خروش کرتے رہو اس سے کیا حاصل لیکن اس محبوب دلآرام کی یاد فائدہ و مقصد سے خالی نہیں ہے۔

www.maktabah.org

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنا خواہ وہ بغیر حضور قلب ہی کیوں نہ ہو۔ فائدہ کلی اور سرمایہ اصل ہے۔ چنانچہ "عقیدہ نجاح" میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بغیر حضور قلب بھی معتبر ہے اور اس کے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اچھے آثار ہیں اور محض فرمانبرداری بھی تو عبادت ہے اگرچہ قبول کا حال نہ جانے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے۔"

اس سلسلہ میں تفسیر بستی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّ الذَّاكِرٰتِ [1] — اور اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تین قسم کے افراد ہیں اور انہی میں سے ہیں زبان ہی سے ذکر کرنے والے اور یہی قول یحییٰ بن سلام کا ہے۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ نے فرمایا کہ ذکر خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہو ایک سلطان عظیم ہے (غلبہ بزرگ) اس کی مثالیں "فتویٰ الکبرا" "فتاویٰ خانیہ" اور دوسری کتب میں موجود ہیں۔ کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور دل اس کا غافل ہے تب بھی وہ ذکر ہے اگر دعا کے ساتھ ساتھ دل کی نگہبانی بھی ہو تو ایسا ذکر افضل ہے اور اگر ذکر کے ساتھ رقت قلب نہیں ہے تو ذکر کے ترک سے یہ افضل ہے کہ بغیر رقت قلب کے ہی ذکر کرے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی استطاعت میں نہ ہو (رقت پر اس کو قدرت حاصل نہ ہو)

پس جب ذکر کی فضیلت کو تم نے جان لیا تو تم کو سزاوار ہے کہ تم خدا کا ذکر کرو اور اس کو ہر حال اور ہر وقت میں یاد کرو اور اپنی تمام ضروریات کو اس کی طرف رجوع کرو کہ بے شک یہ عبودیت و بندگی کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو وہ قیامت کے دن تک بطن ماہی میں رہتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول اور مقررہ قاعدہ تھا کہ آپ ذکر جہر فرماتے تھے ہر وقت (بلا قید وقت) کہ طالب مشتاق اور کوئے افتراق کے مجاور کی یہی نشانی ہے کہ وہ نالہ و فغاں میں مصروف رہے۔ اسی طرح آپ اپنے اصحاب (مریدوں) کو بھی ذکر جہر کی تاکید فرماتے تھے۔ اور ہر حال میں اپنے احباب کو حکم فرماتے کہ ذکر جہر کریں یہاں تک کہ حضرت کے مریدین کوچہ و بازار سے بھی ذکر جہر کرتے ہوئے گزرتے تھے۔

رباعی

دلی کان طالب گلزار باشد — چو بلبل در پیٔ گلزار باشد
نباشد خالی او از نالۂ زار — اگر در کوچہ و بازار باشد

ترجمہ:- وہ دل جو اس محبوب کا طالب ہے وہ اس گل کے لیے ہمیشہ بلبل کی طرح فریاد و زاری کرتا رہتا ہے خواہ وہ کسی گلی میں ہو یا بازار میں، ہر جگہ نالۂ زار کرتا رہتا ہے۔

---

[1] پ ۲۲ احزاب ۳۵

www.maktabah.org

حضرت کے بعض ہم عصر اس طریقہ پر اعتراض کیا کرتے تھے اور اس طریقہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس طرح ذکر کرنا بدعت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان لوگوں سے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ طالبانِ حق اور سالکان راہ مطلق اگر اس طرح ذکر نہ کریں تو اس ارشاد ربانی فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ[1] سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ شاید یہ بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر جگہ ذکر کرنا اولیٰ ہے خواہ وہ غفلت پرستوں کی مجلس و محفل ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر "درر" میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وضاحت کی گئی ہے اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا[2] اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ذکر اللہ فی الغافلین مثل الشجرۃ الخضراء فی وسط الشجرۃ التی قد خلت درقہا و ذکر فی الشرعیہ یغتنم الذکر بین الغافلین و فی معارک الاسواق

اللہ کا ذکر غافلوں میں ایسا ہے جیسے ایک سرسبز درخت ان درختوں کے بیچ میں جن کے پتے رسوکھ کر گر پڑے ہوں اور شرعیہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ غافلوں میں اور بازار کے جھگڑوں میں ذکر غنیمت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

ذکر اللہ فی الغافلین کالمبارز فی القاتلین

غافلوں میں خدا کا ذکر اس طرح ہے جیسے قتال کرنے والوں میں کوئی مبارز (مبادرت) آ پہنچے۔

صحاح میں آیا ہے:

لا تقوم الساعۃ علی الارض ما دام یقول اللہ۔ اللہ

اس وقت تک قیامت زمین پر قائم نہیں ہوگی جب تک کوئی کہتا ہے اللہ اللہ

اور یہ بھی التنبیہ میں مذکور ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من دخل السوق فقال لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیئ قدیر ہ کتب اللہ لہ الف الف حسنۃ و محا عنہ الف الف سیئۃ و رفع لہ الف الف درجۃ

جو شخص بازار میں داخل ہوا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ملک ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے وہ زندہ کرتا ہے وہ ہی مارتا ہے اور وہ خود ایسا زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزار

---

[1] پ۵ نساء ۱۰۳ [2] پ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار ہزار برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے ہزار ہزار درجے (مرتبے) بلند کر دیتا ہے۔

جامع من الفتاویٰ میں آیا ہے

"ابراہیم بن یوسف رحمتہ اللہ علیہ ایام عشرہ میں بازار سے گزر رہے تھے بغیر کسی ضرورت کے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے"۔

لیکن مجلس فسق میں ذکر کرنے کے بارے میں تو خلاصہ وکبریٰ میں مذکور ہے:۔

انہ ان قوی الفسق ویشغلون بالفسق وانا نشتغل بتسبیح اللہ فھو احسن و افضل لمن سبح اللہ فی السوق وتری ان الناس یشتغلون بامور الدنیا و انا اسبح اللہ فاذا سبح اللہ فی مثل ھذا الموضع کان افضل من ان یسبح اللہ وحدہٗ فی غیر السوق ۔

جبکہ فسق طاقت پکڑ جائے اور فسق زور پکڑے اور ہم اس وقت تسبیح خدا میں مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اور افضل ہے اس بات سے کہ کوئی شخص بازار میں تسبیح خدا اور ذکر کرے اور اس بات کی نیت کرے کہ بے شک لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور میں خدا کی تسبیح کر رہا ہوں۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو یہ افضل ہے اس سے کہ تسبیح خدا کرے کوئی شخص تنہا غیر بازار میں (یعنی یہ دونوں نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ لہو ولعب میں مشغول ہیں اور میں بازار میں ذکر خدا کر رہا ہوں۔ اس میں انانیت ہے اس انانیت سے بہتر ہے کہ تنہائی میں ذکر کرے۔ اور بازاروں میں ذکر کرنا اس وقت افضل ہے جبکہ دعویٰ انانیت نہ ہو)

ایک بار فقرا اشرفی کا حضرت سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ (گلبرگہ دکن) میں نزول ہوا حضرت مخدوم زادہ کے خلوص کے باعث حضرت قدوۃ الکبرا چار مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ایک دن ان ملفوظات کا جامع (نظام یمنی) حضرت نور العین وشیخ ابو المکارم و شیخ مبارک وشیخ یوسف اور بعض دوسرے احباب بطور تفریح طبع ایک باغ میں پہنچے کچھ نوجوان باغ کے چمن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فسق وفجور کے آلات۔ شراب، کباب، چنگ و رباب تمام سامان عیش مہیا تھے ہر ایک شراب کے نشہ میں مست تھا اور اس وقت کے مناسب اشعار خوانی ہو رہی تھی اور لذت جسمانی اور حظ نفسانی کی داد دے رہے تھے اتفاق سے ہم لوگ ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ ہم لوگ اس باغ کی تفریح میں بلبل بیقرار کی طرح نالہ وزاری کر رہے تھے۔ فرد

چو بلبل در سر گلزار باشد
بگل بر در فغان وزار باشد

ترجمہ:۔ بلبل کی طرح گلزار میں پھول پر آہ وزاری کی۔

www.maktabah.org

جیسے ہی ان لوگوں نے ہمارے ذکر کی آواز سنی عیش کوشی سے رک گئے اور کچھ دیر تک بڑی توجہ سے وہ ہمارے ذکر الٰہی کو سنتے رہے۔ ذکر صفا اور اس کی برکت سے توفیق الٰہی نے ان کی مدد فرمائی اور توفیق الٰہی کے ساقی نے حال وکیف کا ایک گھونٹ ان کو پلا دیا اور وہ خمار معصیت سے نکل آئے۔ مستی کی غفلت، فسق وفجور کی سرخوشی سے ہوشیار ہوگئے۔

مثنوی

زساقی ساغر توفیق خوردند — شراب توبہ را در کام بردند
حریف مجلس توفیق دادار — بمستی غفلت آمد کرد ہشیار

اور ناگاہ گریہ وزاری کرنے لگے اور ہمارے پاس آگئے بڑے عجز وانکسار کے ساتھ ہمارے قدموں پہ سر رکھ دیا اور کہنے لگے؛

مثنوی

شدہ کشتی ما در بحر غرقاب — عنان کشتیم در آب درباب
بود کز ورطۂ غرقاب کشتی — بساحل پے نہاد از پاد پشتی

ترجمہ:- ہماری کشتی گناہوں کے سمندر میں ڈوب گئی ہے اور ہماری مدد کرو کہ ہم بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کشتی کے یہ ڈوبنے والے آپ کی پشت پناہی سے ساحل نجات تک پہنچ جائیں۔

اس حکم کے مطابق کہ بھائی کا بھائی کی مدد کرنا ایثار ہے۔

ہم نے ان لوگوں کو ساتھ لیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سب لوگ شرف توبہ سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور معاصی ومناہی سے ان کو چھٹکارا مل گیا۔

مثنوی

چو بیژن بود اندافتادہ در چاہ — کہ آمد رستم توفیق درگاہ
گرفت از چاہ عصیانش برآورد — بسوئے خانہ توبہ برآورد

ترجمہ:- افراسیاب نے بیژن کو گرفتار کرکے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ افراسیاب کی بیٹی منیژہ اس پر فریفتہ تھی آخر کار رستم نے اس کو کنویں سے نکالا۔ بارگاہ الٰہی سے توفیق کا رستم آیا اور ان کو کنویں سے نکالا۔ اور توبہ کے گھر تک پہنچایا۔[1] اللھم رونا بماء الاستغفار وادرنا عن رقدۃ الاصرار بالنبي وآلہ المختار

طریق ذکر مشرب شطاریہ

حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں مشرب شطاریہ کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ مشرب شطاریہ کو مشرب قدیم نہیں کہا گیا ہے (یہ مشرب قدیم نہیں ہے) لیکن اس مشرب میں حصول فوائد اور وصول مقاصد زیادہ

---

[1] الٰہی ہم کو استغفار کے پانی سے سیراب کر دے اور خواب اصرار سے بیدار کر دے۔ بطفیل سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ الاطہار رضی اللہ عنہم۔

www.maktabah.org

ہیں۔ اس مشرب کا رواج شیخ الشیوخ کے خلفاء سے بہت زیادہ ہوا۔ اور آپ کے متاخرین خلفاء کے باعث اس کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ بہت پھیلا۔ میں نے بھی حضرت میر (سید جلال بخاری) کے ذریعہ اس مشرب کا مزا چکھا ہے۔ اس مشرب کے اصول آٹھ ہیں۔ اور ان اصول کو حروف ہشتگانہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ بؔ۔ ذؔ۔ صؔ۔ مؔ۔ شؔ۔ تؔ۔ فؔ اور دؔ۔ ؎

برزخ وذات باصفات بود	شد باند از نکات بود
تحت وفوقی بواسطۂ سالک	باقی از فانی الصفات بود

ب سے مراد برزخ ہے ذ سے ذات مراد ہے ص سے صفات مراد ہیں م سے مراد مَد ہے ش سے مراد شد ہے ت عبارت ہے تحت سے ف سے مراد فوق ہے اور د عبارت ہے دم سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس مشرب کے ارکان ہشتگانہ سے پہلا رکن برزخ ہے برزخ دو قسم کا ہوتا ہے کبریٰ اور صغریٰ چنانچہ برزخ صغریٰ مرشد کا تصور ہے جس کو مطلق تصور، واسطہ اور رابطہ بھی کہتے ہیں۔ اور طریقت میں مرشد کا تصور ہی اصل کل ہے ؎

نباشد از فنائی خود تحیّر	کہ گم گردد دو عالم در تصوّر
خدا از روئی معنی چون جہانگیر	تجلی میکند در صورت پیر

ترجمہ:۔ اپنے فنا کی کچھ حیرت نہیں ہے کیونکہ دو عالم تصور میں گم ہو جاتے ہیں از روئی معنی خدا، پیر کی صورت میں تجلّی کرتا ہے۔

اس مشرب کا دوسرا رکن اسم ذات اللہ ہے فقہاء کے نزدیک یہ اسم ذات جامع صفاتِ کمالیہ کا ہے (جمیع صفات اس میں جمع ہیں) اور علمائے طریقت اور کاملین حقیقت کے نزدیک اسم ذات ہُو ہے۔ پرکار کا ایک ایسا دائرہ ہے جو مرکز موجودات اور نقطۂ کائنات کو محیط ہے۔

پس اسی بنا پر بعض اگلے مشائخ نے ذکر ھو کو اختیار کیا اور بعض نے ذکر لہ کو اور ذکر اللہ کو ان میں بعض ذکر کرتے وقت کہتے ہیں "ھو انت ھو" اور بعض ذکر لہ اور ذکر اللہ لا الٰہ الا ھو اور جمہور نے اختیار کیا ذکر ھو کو اور عوام کا ذکر اللہ ہے اور خواص کا ذکر ھو اور اخص الخواص کا ذکر ھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شطاریہ مسلک میں ذکر اسم ذات ہشت رکن کے ساتھ بہت سے فوائد کا حامل اور بے شمار ثمرات کا عطا کرنے والا ہے اور اگر ان ارکان ہشتگانہ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ زیادہ فائدہ بخش نہیں ہے مگر جبکہ تیئیس ۲۳ سال ذکر اسم اللہ کی پابندی کرے اس کے بعد نتیجہ دیتا ہے۔ اور فائدے دکھاتا ہے اور تحت عبارت ہے ناف کے نیچے سے کہ نام اللہ کا الف وہیں سے ہوتا ہے اور مد عبارت ہے بہت زیادہ کھینچنے سے لفظ اللہ کے کہ اسماء صفات کا ملاحظہ وہیں سے کیا جاتا ہے اور ناف جسم کے بیچ میں ہے اور اس میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں اور آگ کا گھر ہے اور شد عبارت ہے لفظ اللہ کو

www.maktabah.org

سختی کے ساتھ کھینچنے سے جس قدر شدّ کو سختی سے کھینچے اتنا ہی خطرات کو لایعنی کرے اور ذوق و شوق ظاہر ہو تو طالب صادق کو چاہیئے کہ آٹھوں اسمار کا لحاظ رکھے اور اتنی کوشش کرے کہ کوئی رکن آٹھوں ارکان سے رہ نہ جائے تاکہ سبب انقطاع ذکر میں نہ ہو بیت

چو باشد عالم اندر ذات انسان بود ناچار در وی ہشت ارکاں

یوں تو اصناف مشرب حد سے زیادہ ہیں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو مقصود اصلی فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے سے

کسی کو طالب این راہ باشد
ز بحر قطرۂ آگاہ باشد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ذکر اثبات و نفی کے وہ اقسام جو مشائخ سلف نے وضع فرمائے ہیں ان کی شرح ناممکن ہے چنانچہ ذکر دو ضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، دہ ضربی تک مقرر کئے ہیں۔ دو ضربی، سہ ضربی، چہار ضربی کو مربع، مسدس، مثمن سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(اس سلسلے میں نقش اس لطیفہ کے آخر صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ذکر قلندریہ اس ضمن میں ذکر قلندریہ کا موضوع چھڑ گیا، فرمایا کہ یہ خاص طور پر صحرائے ہمت کے شیر دل کے ساتھ مخصوص ہے۔ بڑے جوانمردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہر بوالہوس اس مشرب خونخوار میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہر ہوسناک اس جان لیوا صحرا کی طرف رخ کر سکتا ہے۔ مثنوی

نیارد ہر کسی پا داشتن پیر ز بیم جان خود در بیشۂ شیر
مگر آن شیر دل کز آہوی جان بشوید دست خود از خان و ازمان

ترجمہ:۔ اس میدان میں ہر کوئی شیر کے ڈر کے باعث قدم نہیں رکھ سکتا مگر وہ شیر دل جو جان و مال کی پرواہ نہ کرے اس کے لئے رستم کی ضرورت ہے جو دلیرانہ طور پر یہاں قدم رکھے اور ایسے پہلوان کی ضرورت ہے جو کارزار اذکار میں ہمت کے ساتھ جان کی بازی لگا سکے۔ اس میدان میں جب تک خون نہیں بہایا جاتا مقصود کا درخت پھل نہیں لاتا سے

نہ ہر کو آید از کوہی بود با دعوت موسیٰ نہ ہر کس زاید از زالی شود باہیبت رستم

ترجمہ: نہ ہر شخص جو پہاڑ سے اترتا ہے وہ حضرت موسیٰ کی طرح دعوئ پیغمبری نہیں کر سکتا اور اسی طرح زال سے پیدا ہونے والا ہر بچہ رستم کی طرح پُرہیبت نہیں ہو سکتا۔

اذکار کے یہ اقسام بے حد و بے شمار و بیرون از قیاس ہیں اور ان کے گوناگوں اسرار حضرات صوفیہ کی کتب سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ خود میں نے "بحر ذاکرین" میں اذکار کے اصناف و انواع اور تمام مشارب طریقت کے اسرار گوناگوں کو بیان کیا ہے جو ان سے آگاہی حاصل کرنا چاہے۔ بحر ذاکرین کے مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگرچہ میں نے تمام مشارب کے اذکار اور ان کے اسرار کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں بیان کر دیا ہے اور اپنی عمر گرانمایہ کو ان کی شرح میں صرف کیا ہے۔ لیکن ذکر کی حقیقت کہ سالکان

www.maktabah.org

احرار کا مقصود جس سے وابستہ ہے اور کیفیت اسرار اذکار کا پایا جانا اسی پر موقوف ہے وہ متعلق ہے پیر کی رہبری اور مرید کی تابعداری سے ۔

معانی ہرگز اندر حرف ناید　　　　که بحر قلزم اندر ظرف ناید

ترجمہ :۔ یہ معانی قید حروف میں نہیں آ سکتے کہ قلزم کبھی ظرف میں نہیں سما سکتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس درگاہ کے بعض طالبوں اور اس راہ کے بعض سالکوں کو جو بلند ہمت ہوتے تھے مشرب قلندریہ میں مشغول فرمایا کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کو حضرت قدوۃ الکبرا حکم دیتے تھے کہ ریگستان میں جاکر اس مشرب کے اذکار میں مشغول ہوں اگر ریگستان میں نہ جائیں تو زندہ یا اسی طرح کی کسی چیز سے ایک جھونپڑی بنالیں اور اس میں بیٹھ کر یہ شغل کریں۔ اور خادم کو آش پکانے کا حکم کرتے تھے ۔ اکثر اوقات آش بُغرا[1] پکانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب ذاکرین ذکر سے فارغ ہوتے تو وہ دسترخوان پر بیٹھتے اور اس آش کے صرف چند چمچہ کھاتے۔ اگر وہ اس وقت کھانے کی طرف راغب نہ ہوں تو ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں۔

مشائخ چشت ذکر حلقہ کی صورت میں فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ذکر حلقہ صبح و شام مشائخ چشت کا معمول رہا ہے۔ جب میں حضرت خواجگان چشت کے مزارات منورہ کی زیارت کے لیے چشت پہنچا تھا تو میں حضرت مخدوم زادہ صاحب سجادہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی اور گوناگوں لطائف سے انہوں نے مستفید فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے فرمایا صبح و شام ذکر حلقہ کا التزام رکھو اسکو کبھی ترک نہ کرنا کہ یہ ہمارے مشائخ کرام کا معمول رہا ہے اور اس قسم کے ذکر (حلقہ) میں بہت سے فائدے ہیں۔ جب تم وظائف معہودہ (مقررہ وظائف) اور مسنونہ اوراد سے خاص طور پر مسبعات عشر کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو پھر حلقہ میں بیٹھ جاؤ۔ اس وقت صاحب حلقہ کو چاہیئے کہ نفی و اثبات کا کلمہ شروع کرے اور دوسرے شرکاء حلقہ اس میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔ اور جہاں بتانے کی ضرورت ہو (محاضرہ و تقریر) اس کا لحاظ رکھیں اور اس امر میں پوری پوری کوشش کریں کہ اثبات (میں سب لوگ (تمام حاضرین) ایک ساتھ شریک ہوں اور کسی کی آواز "اثبات" میں دوسرے سے الگ اور جدا نہ ہو جب کلمہ نفی و اثبات سے تھکاوٹ پیدا ہونے لگے تو کھڑا ہو جائے اور تین بار کلمہ طیبہ کہے اور کلمہ اثبات کو شروع کرے اور کلمہ اثبات پہلے سے زیادہ کہے جب اس سے بھی تھک جائے کھڑا ہو جائے اور کلمہ طیبہ تین بار کہے اس کے بعد اسم ذات میں مشغول ہو جب تک سکت رکھے۔ جب

---

[1] آش بغرا ایک خاص قسم کا آش ہے جس کا موجد بغرا خان امیر ترکستان ہے اس میں جو کی پھلوڑیاں بھی پڑتی ہیں۔

www.maktabah.org

تینوں کلمہ ختم ہو تو مقام ذکر میں ٹھہرے اور دل میں غور کرے کہ کن واردات سے بہرہ مندی حاصل ہوئی۔ دل کی دھڑکن کا رخ علوی ہے یا سفلی ہے اور مریدوں اور حاضرین ذکر کے دلوں کے رموزات کو معلوم کریں اور اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ سالک کے دل کی دو صفتیں اصلی ہیں. مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے دل کو گم کر کے اس کو شناخت کر لیا اور جس نے اس کی طلب میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو پا لیا اور جس میں آ دراک نہیں ہے اس کو اپنے دل کی خبر نہیں ہے۔

قطعہ

دل کہ جام جہان نمائی بود | مرأت وحدت خدائی بود
خبر شہ سکندر و جمشید | کس چہ داند کہ از چہ رائی بود

ترجمہ:۔ دل جو کہ جام جہاں نما تھا اور وحدت خدائی کا آئینہ تھا، شہ سکندر و جمشید کی کسے خبر کہ کون تھے۔

اور یہ بات مریدوں کے لیے ہے جب وہ اس دریا کو پار کر کے ساحل پر پہنچ جائے پھر دم ولفس پڑھے جیسا کہ شروع میں انہوں نے پڑھا تھا۔ ان امور سے فراغت کے بعد پیران چشت (قدس اللہ اسرارہم) کا فاتحہ پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مزید دولت ذوق وشوق کی خواہش کرے اور اپنے پیر اور سر حلقہ کی درازیٔ عمر اور مسلمانوں کی دعا کے واسطے تکبیر کہے اور اصحاب مصافحہ کریں اور شیخ کے قدموں پر تمام مریدین و ارباب حلقہ سر جھکائیں. باہم بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور پیش قدم پیر بھائی کے لئے دوسرے بھائیوں سے زیادہ عاجزی کریں۔ مصافحہ کا طریقہ اور شیخ کے سامنے سر رکھنے کی وضع کے بارے میں لطیفہ ہفتم میں بیان کیا جائے گا. ان شاء اللہ تعالیٰ

ذکر کے اختتام کے بعد سر حلقہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ مناجات پڑھے ارباب حلقہ بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائیں اور آمین کہیں. مناجات کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔ مناجات یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ السَّادَاتِ وَالْعَالَمِيْنَ شَفِيْعِ الْعُصَاةِ وَالْمُذْنِبِيْنَ مُتَمِّمِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ مُطَهِّرِ الْقُلُوْبِ عَنْ دَنَسِ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا ذَاكِرِيْنَ وَاَمِتْنَا ذَاكِرِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الذَّاكِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَاشِقِيْنَ وَاَمِتْنَا عَاشِقِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْعَاشِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَارِفِيْنَ وَاَمِتْنَا عَارِفِيْنَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْعَارِفِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنَا مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ

www.maktabah.org

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ وَ اَمِتْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَ احْشُرْنَا عَلَی الْاِیْمَانِ وَ لَقِّنَّا کَلِمَۃَ الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا فِیْ حَیٰوۃِ الْعُلَمَاءِ وَ اَمِتْنَا بِمَوْتِ الشُّھَدَآءِ وَ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ الْاَوْلِیَاءِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا سَعِیْدًا وَّ اَمِتْنَا سَعِیْدًا وَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ السُّعَدَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِوَالِدَیْنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَ لِاِخْوَانِنَا وَ لِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَ وَلِاَرْبَابِنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ وَلِمَنْ حَضَرَ اِلَیْنَا وَلِمَنْ غَابَ عَنَّا وَلِمَنْ اَسَّسَ بِنَاءَ ھٰذَا الْمَکَانِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا فِی الدُّنْیَا زِیَارَۃَ قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِی الْاٰخِرَۃِ لِقَائَہٗ وَشَفَاعَتَہٗ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ یارب درود نازل فرما سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام سرداروں اور کل جہان والوں کے سردار اور گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اخلاق کی خوبیوں کے کامل کرنے والے دلوں کو شرک و نفاق کے میل سے پاک کرنے والے اور ان کی آل پاک اور ذریت طاہر پر اللہ تعالیٰ ان کے تمام اصحاب سے راضی ہو، یارب ہمیں زندہ رکھ اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمیں موت دے اس حال میں کہ ہم ذاکر ہوں اور ہمارا حشر ذاکرین کے گروہ میں کر، یارب ہمیں عاشق زندہ رکھ اور عاشق مار اور عاشقوں کے گروہ میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں عارف زندہ رکھ اور عارف مار اور عارفوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں مسکین کی زندگی جلا اور ہمیں مسکینی میں موت دے اور مساکین کی جماعت میں ہمارا حشر کر، یارب ہمیں اسلام و ایمان پر ثابت رکھ اور ہمیں ایمان پر موت دے اور ایمان پر ہمارا حشر کر اور ہمیں کلمہ ایمان کی تلقین فرما، یارب ہمیں علماء کی زندگی جلا اور شہداء کی موت مار اور اولیاء کے گروہ میں ہمارا حشر کر اور انبیاء کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، یارب ہمیں سعید زندہ رکھ اور سعید مار اور سعیدوں میں ہمارا حشر کر، یارب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سابق ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے خلش نہ کر، یارب تو رؤف و رحیم ہے، یارب ہمیں بخش اور ہمارے

www.maktabah.org

والدین کو اور ہمارے استادوں کو اور پیروں کو اور ہمارے بھائیوں اور دوستوں اور احباب واصحاب کو اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو اور تمام اسلام والے مردوں اور عورتوں کو زندوں کو اور مردوں کو اور ہمیں اور انہیں نیکیوں میں ملا اور جو ہمارے پاس حاضر ہوا اور جو غائب رہا اور جس نے اس مکان کی بنا رکھی' یارب ہمیں نصیب کر دنیا میں زیارت قبر شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آخرت میں ان کی ملاقات اور شفاعت' پاکی ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کو جو رب العزت ہے اس سے جو کفار کہتے ہیں اور سلام رسولوں پر اور حمد اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تکبیر عاشقاں جو بعد ختم فاتحہ پیران چشت یا قبل ذکر حلقہ پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:-

تکبیر عاشقان صبح وشام مردان را ومردان صبح وشام را مزید ذکر ذاکر از عظمتی وبزرگی جمال وجلال خدائے انور پاک مصطفیٰ را چہار یار با صفا را سر زلفین آل طٰہٰ ولیٰسین را دوازدہ امام چہاردہ معصوم پاک را اہل بیت را اولیا را انبیا را اصفیا را اتقیا را زہاد را وعباد را مشائخ را سادات را وعلماء شریعت را وپیران طریقت را روندگان راہ را وجویندگان درگاہ حق را ائمہ کبار را قبول طاعت ونگاہداشت ایمان خوشنودی مرخدائی را وبلائی کوری شیطان را سلامتی صاحب سجادہ مع فرزندان وخلفاء ومریدان ومعتقدان برائی مزید دولت دارین و شوق وذوق محبت واخلاص کو بین ہر کہ با درویش ودرویش زادگان بصدق واخلاص ظاہر باطن درآید کارش برآید وہر کہ درافتد کار او برافتد برای انہدام لشکر کفار ونصرت عسکر اسلام دیندار معنی محمد دوازدہ امام ہمبرین سرشاہ تکبیر برآریم اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ شَیْئًا لِلّٰہِ رَجُلَ اللّٰہِ رِجَالَ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ برگزیدہ رحمان انبار ایشان خاندان مصطفےٰ ومجتبیٰ چہار یار باصفا شہداء دشت کربلا محمد دوست حبیب اللہ دوست علی ولی اللہ دوست یا کریم یا رحیم اللہ دوست اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ دست وکلہ بر زمین نہم پیش خواجگان چشت۔

اس کے بعد اصحاب مصافحہ کریں اور سجدہ بھی کریں اور اپنے سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں۔

ذکر مشرب وجہ خاص حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگلے درویشوں اور پہلے خدا ورسول کا سلوک درویشی اسی سلسلہ تربیت پر ہے اور آج بھی ہے۔ اکثر طالبان درگاہ حق اور سالکان راہ مطلق اس طریقہ سے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور مشائخ طریقت اپنے جن مریدوں میں اس کی قابلیت اور صلاحیت دیکھتے ہیں ان کو اس طریقہ سے بھی مخصوص کر دیتے ہیں شعر

www.maktabah.org

بہر زیر بر کی شتابندہ الیست

بہر راہ جوئندہ یابندہ الیست

ترجمہ:- پستی سے بلندی کی طرف کون گیا ہے، وہی جس نے راہ کی تلاش کی اسی نے (منزل) کو پایا۔

جب میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی ملازمت سے مشرف ہوا تو میں نے دیکھا وہ اسی مشرب وجہ خاص کا شغل کرتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کو اسی ذریعہ (راستہ) سے حق تعالیٰ سے واصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے بعض حضرات نے دریافت کیا تو آپ نے اس مشرب کو لازم کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کے لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں (لوگ پست ہمت ہیں) اور سلسلہ تربیت کی راہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مریدوں کی تربیت کے طریقے اور راستے سالکان راہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ (شیوخ جانتے ہیں کہ مریدوں کو سلوک میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور شیخ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ اپنے مریدوں کی تربیت کس طرح کرے) پس اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ طالبان خدا اور سالکان راہ کو اس مختصر طریقے سے ہی مقصد تک پہنچا دوں (مدت دراز تک ان کو ریاضت میں مشغول نہ رکھوں) اور ان کو وصول حق کے تخت پر بٹھا دوں۔

مثنوی

یکی با قافلہ طی کرد کہسار	یکی در کشتی بنشست درکار
براہ برّ او عمری بسر کرد	ز راہ بحر این کشتی بدر کرد
بکعبہ میرسند ہر دو بتقدیر	یکی در سرعت و دیگر بتاخیر

ترجمہ:- ایک نے قافلہ کے ساتھ پہاڑی راستہ طے کیا اور ایک نے کشتی میں بیٹھ کر۔

وہ خشکی کے راستے میں عمر بسر کرتا گیا اور وہ بحری راستے میں کشتی کو کنارے تک لے گیا۔

دونوں کعبہ پہنچ گئے ایک ذرا جلدی اور دوسرا تاخیر سے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے اس مشرب خاص کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اس بازار میں خوب گرمی پیدا ہوئی ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا کہ کیا خواجہ بہاء الدین قدس سرہ کا طریقہ متاخرین مشائخ میں سے کس کے طریقہ تربیت سے مناسبت رکھتا ہے اور کس کے مماثل ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ متاخرین کو تو ذکر ہی کیا ہے۔ متقدمین کے بارے میں سوال کرو (کہ متقدمین مشائخ میں سے کس کے مشابہ اور مماثل ہے) دو سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ایسے گوناگوں انوار ولایت اور ایسی نوع بنوع عنایت کے انوار جو اللہ کے لطف و کرم اور عنایات نامتناہی سے ان کے حصہ میں آئے کسی اور شیخ طریقت کو نہ حاصل ہو سکے۔

مثنوی

برآمد خوش چنین پاکیزہ مذہب	ز دود از جذبہ آئین مشرب
کہ مردم دیدہ اند آئینہ شان	عکوس پرتو انوار سبحان

www.maktabah.org

ترجمہ:- وہ ایسے پاکیزہ مذہب ہوئے ہیں کہ ان کے جذبۂ آئینہ مشرب میں سے لوگوں نے انوارِ سبحان کے پرتو کا عکس دیکھا۔

کیا بات ہے بانی مشرب کی کہ آنکھ جھپکتے مقامِ علم سے منزلِ عین میں اپنے دم سے لے آئیں اور کیا کہنا ہے صاحب مذہب کا کہ نفس زدنی سے رتبۂ عین سے درجہ علم میں لا نکالیں۔

قطعہ

اگرچہ مظہرِ نورِ الٰہی مشائخ بودہ اند لے یار بسیار

ولیکن چوں بہاء الحق والدین نبودہ نقشبند این نقش پندار

ترجمہ:- اگرچہ بہت سے مشائخ نورِ الٰہی کا مظہر ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ بہاء الحق والدین کی طرح نقشبند کوئی نہیں ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص (ایک سالک) حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ حضرت کا یہ سلسلہ کہاں منتہی ہوتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عزیز کوئی شخص سلسلہ سے کسی جگہ اور مقام پر نہیں پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ سلوک سلسلہ صوری سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق سلسلہ معنوی سے ہے ؎

ابیات

کسی کز خویش را در سلسلہ بست چہ حاصل گر نہ او از سلسلہ رست

چو خود را بستہ چوں شیر زنجیر گسل زنجیر و راہ بیشہ در گیر

کہ بر شیری رسی در تیہ تجرید کہ باشد بستہ زنجیر تفرید

چہ زنجیری کہ از سر حلقۂ او مسلسل میرود ہر حلقۂ او

ز مبدا تا معاد راہ وحدت میانہ حلقہ ہائی زار کثرت

کہ اول حلقۂ زنجیر این در! تعین اول ست تا دور آخر

بود دُنبلت افتادہ باشد چہ پوری کہ مراتب نزادہ باشد

اگر شیری ترا این زنجیر جنبان! دگر نہ ہیچو روبہ زیر سینان!

کسی کین سلسلہ جنبان نہ باشد بدو جز بار در انبان نہ باشد

ترجمہ:- جس نے خود کو کسی سلسلہ سے وابستہ کر لیا تو اگر وہ زنجیر دنیا سے آزاد نہیں ہوا تو کیا حاصل۔ جب تو نے خود کو شیر کی طرح زنجیر سے جکڑ لیا ہے تو پہلے شیر کی طرح اس زنجیر کو توڑ دے اور آزاد ہو کر جنگل کا راستہ لے تاکہ تو تجرید کے جنگل میں پہنچ کر کسی شیر سے مل سکے۔ اور ممکن ہے کہ تو تفرید کی زنجیر میں بندھ جائے کہ وہ ایسی زنجیر ہے کہ جس کی ہر کڑی سلسلہ وار دوسری کڑیوں سے ملی ہوئی ہے۔ مبدا سے لے کر معاد تک راہِ وحدت ہے اور ہر کڑی کے درمیان کثرت کا میدان ہے۔ اس زنجیر کا پہلا حلقہ اور پہلی کڑی آخری کڑی تک تعین اوّل ہے اور اس کے بعد

www.maktabah.org

موالید ثلثہ (جمادات، نباتات اور حیوانات) تک یہ سلسلہ موجود ہے اگر تو شیر ہے تو پھر اس زنجیر کو جنبش دے ورنہ پھر تو لومڑی کی طرح شیر کا غلام بنا رہے گا۔ جو کوئی اس سلسلہ سے منسلک نہیں ہے وہ بار کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک عزیز نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے سوال کیا کہ آپ کی یہ درویشی موروثی ہے یا کسبی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس حکم کے مطابق کہ جذبات حق کا ایک جذبہ عمل الثقلین کے برابر ہے ہم اس جذبہ کی سعادت سے مشرف ہیں۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ آپ کے طریقہ میں ذکر جہر و خلوت و سماع ہے فرمایا کہ ہمارے یہاں انجمن میں خلوت ہے یعنی بظاہر خلق کے ساتھ بباطن حق کے ساتھ ہے

شعر

دل و جانم بتو مشغول نظر در چپ و راست
تا ندانند رقیبان کہ تو منظور منی

ترجمہ:۔ دل و جاں تیرے ساتھ مشغول ہیں لیکن نظر دائیں بائیں ہے تا کہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو میرا مقصود و منظور ہے

جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

پس حضرت خواجہ کے مقبول و محبوب مسلک و مشرب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس گروہ کے موافق عقیدہ درست کرے اور اعمال نیک و اتباع سنت کرنے اور حرام و مکروہ سے بچنے اور دلائل وجود الٰہی و توحید و ازلیت و ابدیت کو بطریق تصور و حضور حضرات خمس حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ کی حضوری ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بغیر کسی قسم کے انقطاع و پریشانی وغیرہ کے۔

اور جب یہ حضور سالک کے نفس کا ملکہ بن جائے گا ذکر بلا تکلف اس سے یہ فعل سرزد ہونے لگے اتب اس ملکہ کو مشاہدہ کہا جائے گا۔ اس دولت عظمیٰ کا حصول تین طریقوں سے ہوتا ہے:۔

پہلا طریقہ ذکر کا ہے یعنی حضور قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی تکرار کرے اور تمام محدثات کی نفی کرتے ہوئے عدم اور فنا کی نظر سے ان کو دیکھے اور اثبات کی جانب معبود برحق کے وجود کو بلحاظ قدم و بقا مشاہدہ کرے کلمہ طیبہ کی تکرار کے وقت زبان کو تالو سے لگالے اور اپنے دل صنوبری کی طرف جو قلب

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

www.maktabah.org

حقیقی ہے متوجہ رہے اور اپنی سانس کو اندر کھینچے اور پوری قوت سے اس کو ادا کرے اور اس طرح ادا کرے
کہ دل اس سے متاثر ہو بغیر اس کے کہ اس کا اثر اس کے ظاہر سے نمایاں ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت اس
کے پہلو میں بیٹھا ہو تو وہ بھی اس تاثر قلبی سے آگاہ نہ ہو سکے۔ لیکن اس فقیر نے اپنے مریدوں کو اس قدر شدت
سے ذکر کے اخفا کے لیے کبھی نہیں کہا (ذکر اخفا اس قدر شدید ہو) اور اپنا تمام وقت اس ذکر میں صرف کرے اور کسی صورت
میں بھی اس شغل کو ترک نہ کرے۔ چلتے پھرتے۔ آتے جاتے۔ گفتگو کرتے، کسی کی بات سنتے۔ سوتے، اٹھتے، بیٹھتے میں یہ
شغل ترک نہ ہو۔ اگر بعض دنیوی اشتغال کے باعث اس میں بظاہر فتور پڑ جائے تب بھی دل کی آنکھیں اسی طرف لگی
رہنی چاہیئے۔ بالکلیہ غافل نہ ہو۔ اگر صبح سے پہلے اس ذکر کی تکرار کی جائے تو اس کے اثر اور برکات زیادہ ہوتے
ہیں اور تمام دن اس کی برکات جاری رہتی ہیں۔ خیال رہے کہ کھانا کھاتے، پانی وغیرہ پیتے وقت اس سے غفلت
نہ ہو کہ اس صورت میں اس کا اثر جب تک پیٹ میں کھانا رہے گا باقی رہے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ معمول تھا۔
کہ انہوں نے بابا حسین کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ وہ تمام دوستوں اور مریدوں کے سامنے کھانا کھاتے وقت یہ
کہتے رہیں کہ اے دوستو! خبردار کھاتے وقت اپنی نسبت سے غفلت میں نہ پڑ جانا ورنہ تمہاری جمعیت
میں تفرقہ پڑ جائے گا (جمع تفرقہ سے بدل جائے گی) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔

غزل

کسی کو طالب دیدار باشد — شب و روز او پی این کار باشد
نہ باشد خالی یکدم از خیالش — وگر در خواب وگر بیدار باشد
اگر طالب نباشد این چنین او — چہ کار آید ازو بیکار باشد
بدست او خورد آب و طعامی — بپایش در رہ رفتار باشد
بچشم او بہ بیند ہر جمالی — بگوشش سامع گفتار باشد
نجنبد گاہی اشرف بی ارادہ — کہ ہرگز دور بی دوار باشد

ترجمہ :- جو کوئی طالب دیدار ہوتا ہے وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہتا ہے۔
وہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے خیال سے خالی نہیں رہتا خواہ وہ عالم خواب میں ہو یا عالم بیداری میں
اگر وہ ایسی باتوں کا طالب ہے تو اس کے یہ باتیں کام نہ آئیں گی، اس کے لئے بے کار رہوں گی۔
طالب ایسا ہو کہ اس کا کھانا پینا محبوب کے ہاتھ سے ہو اور رفتار میں وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو۔
وہ ہر جمال کو اس دوست ہی کی نظر سے دیکھے اور ہر گفتگو کو اسی کے کانوں سے سنے۔
اے اشرف بغیر ارادے کے وہ جنبش ہی نہیں کرتا۔ جو کوئی اس دوست کے پیچھے ہر وقت پھرنے والا ہے۔
اس شغل میں اس کو ایک کیفیت بے خودی کی اور بے شعوری پیدا ہو گی جو اس جذبہ کا پیش خیمہ ہے
پس طالب کو چاہیئے کہ خود کو اس کیفیت کے حوالے کر دے اور بقدر طاقت اس کی نگہداری کرے اور جب وہ کیفیت

www.maktabah.org

ختم ہوجائے تو پھر تکرار میں مصروف ومشغول ہوجائے۔ جب یہ کیفیت یکے بعد دیگرے پیدا ہونے لگی تو امید ہے کہ اسے ملکہ حاصل ہوجائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت بالفعل اس کا حال نہ ہو اور اس کا حال علم میں گم ہوجائے لیکن جس وقت بھی چاہے گا معمولی سی توجہ سے وہ حال اس کو میسر آجائے گا۔ اور حبس نفس کی صورت یہ ہے کہ اگر مزاج اس کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار جتنا کہ کرسکے کلمہ کی تکرار کرے۔ خطرات کے مٹانے اور بے خودی کی کیفیت میں پورا دخل ہے اور وجدان وشیرینی اُس سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ توجہ ومراقبہ ہے کہ اُس حقیقت بیچون و بیمثال کو جو اسم پاک اللہ سے سمجھی جاتی ہے بلا واسطہ عبارتِ عربی وفارسی وغیرہ کے اس کو ملاحظہ کرے اور اس حقیقت پر نگاہ رکھتے ہوئے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور اس معنی پر ہمیشگی برتے اور اس پر نگاہ رکھنے میں اُس وقت تک تکلف کرے کہ کلفت جاتی رہے اور جب یہ معنی تصرف جذبہ سے پہلے وجود سالک میں بالکل دشوار ہو تو چاہیئے کہ معنی مقصود کو ایک نورانی بے ترکیب شکل میں جو تمام کائنات وموجودات کو گھیرے ہو دل کی آنکھ کے سامنے لائے اور اس سے تمام قوتوں اور ادراکوں کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ وہ صورت درمیان سے اُٹھ جائے اور مقصود اُس پر مترتب ہوجائے۔

تیسرا طریقہ پیر کے ساتھ رابطہ ہے جو تربیت یافتہ ہو کر مقام مشاہدہ تک پہنچا ہوا اور جو تجلیات ذاتی سے متحقق ہو چکا ہو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رَاَوْا وُجُوْهَهُمْ ذُكِرَ اللّٰهُ [۱] — وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کے چہرے دیکھتے ہیں۔

اس کے رابطہ اور دیدار سے ذکر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی صحبت سے اس ارشاد کے مطابق کہ

هم جلساؤ الله [۲] — وہ خدا کے ہم نشین ہیں۔

اللہ کی محبت کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جب تم کو ایسے عزیز کی دولت ہم نشینی حاصل ہو اور اس کا اثر تم خود اپنی ہی ذات میں پالو تو جہاں تک ممکن ہو اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس حصول میں کبھی فتور پڑ جائے تو پھر اس صحبت کو حاصل کرو تاکہ اس کی برکت سے اصل مقصد پر توجہ ہو (اللہ تعالیٰ کے جلساء میں شمولیت ہو جائے) پس اس کا سلسلہ اس طرح جاری رکھے کہ یہ رابطہ شیخ بھی ملکہ کی صورت اختیار کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ محترم ہستی کبھی موجود بھی نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں رکھتے ہوئے ظاہری اور باطنی قوتوں سے کام لے کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو اور پھر جو کچھ بھی دل میں آئے اس کی نفی کرے تاکہ بے خودی اور مستی

---

[۱] پ [۲] پ

www.maktabah.org

کی کیفیت حاصل ہو جائے اور بار بار کے اعادہ سے یہ بھی ملکہ بن جائے اور اس طریقہ سے زیادہ اور کوئی طریقہ اقرب نہیں ہے۔

یہ بات بہت زیادہ وقوع پذیر ہوتی ہے کہ جب مرید میں صلاحیت ہوتی ہے کہ پیر اس میں تصرف کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں پیر مرید کو پہلی صحبت ہی میں مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ اس زمانہ میں ایسے گرامی مرتبت اور صاحب حال پیر کا ملنا کبریت احمر کے حصول سے بھی زیادہ مشکل اور دشوار ہے تو پھر ایسی صورت میں جبکہ ایسا رہنما اور صاحب کشف و مشاہدہ پیر نہ ملے تو پھر اول الذکر دو طریقوں میں سے جو پہلے مذکور ہوئے ایک طریقہ کیساتھ شغل کرے۔ ان تینوں طریقوں کے بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قلب صنوبری پر توجہ جس کو صوفیہ حضرات وقوف قلبی کہتے ہیں تمام اوقات میں ضروری ہے۔ اور حضرت والا نے اس کو لازم سلوک طریقت میں شمار فرمایا ہے چنانچہ حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ شعر اس طرف اشارہ ہے:

شعر

مانند مرغی باش ہان بر بیضۂ دل پاسبان کز بیضۂ دل زایدت مستی و ذوق و قہقہہ

ترجمہ:- اپنے دل کی پاسبانی اور نگہبانی اس طرح مداومت اور مستعدی کے ساتھ تم کرو جس طرح پرندہ اپنے انڈہ کو سیتا ہے کہ تمہارے بیضۂ دل سے بھی ذوق و مسرت و مستی پیدا ہو سکے۔

اب رہا وقوف زمانی کا معاملہ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وقوف زمانی سے مراد اوقات کا محاسبہ ہے کہ تفرقہ سے اُس جمعیت تک گذرتا ہے۔ اسی طرح وقوف عددی ہے۔ اس سے مراد ذکر کی تعداد کا ملاحظہ کرنا ہے کہ اس تعداد سے نتیجہ مرتب ہوا یا نہیں لیکن یہ کوئی لازمی نہیں ہے ممکن ہے کہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے کسی ایک طریقہ سے انوار و واقعات کا ظہور ہونے لگے اور ہر طرف سے آثار تجلیات کی درفشانی پیدا ہو۔ چاہیئے کہ اس سے روگردانی کرے مقصود حقیقی سے مشغول رہے حضرت خواجہ کے ارشادات سے ہے کہ واقعات علامت ہیں قبول طاعت کی۔ بس واقعہ سے کوئی دوسری بات حاصل نہیں ہوتی۔

شعر

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ:- میں تو آفتاب کا غلام ہوں جو کچھ کہوں گا وہ آفتاب ہی سے متعلق ہوگا نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

جب خداوند بزرگ و برتر ان پسندیدہ طریقوں میں مشغول ہونے کی سعادت عطا فرمائے تو یہ خیال رہے کہ خود کو ان کے ساتھ مشہور نہ کرے اور نہ خود مشہور ہونے کی کوشش کرے۔ اپنے ان طریقوں کو پوشیدہ رکھے اور بقدر امکان اس کے اخفا کی کوشش کرے اور ہر محرم نامحرم سے اس کو پوشیدہ رکھے۔

اندرون شو آشنا و از برون بیگانہ وش این چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ دل سے یگانہ و آشنا اور باہر سے بیگانہ و ناواقف رہنا دنیا میں یہ پسندیدہ طریقہ بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت خواجہ اقدس سرہ سے منقول ہے کہ اس صورت کے لئے زیادہ لطیف نقاب تعلیم و تعلم کا طریقہ ہے جو ارباب علم میں ہوتا ہے اور ہر طائفہ کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے کہ اس بہانہ سے اپنے حال، روش اور مدارج ترقی کو پوشیدہ رکھتے ہیں! حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت کا یہ ارشاد مریدوں اور طالبان سلوک کے لیے ہے سرورانِ مشائخ وقت اور پیشوانِ عصر پہ لازم ہے کہ وہ بطریق شہرت ان احوال باطنی میں مشغول ہوں اور خلق کو معلوم ہونے دیں (ان کی نگاہوں سے نہ چھپائیں) حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے ایک مرید نے اس قسم کی بات حضرت خواجہ کو لکھی تھی تو آپ نے جواب فرمایا تھا کہ تمہاری کتب مطولہ و متداولہ اور دوسری ضخیم کتابوں کی طلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تحصیل و تکمیل علوم کا شوق ہے۔ مناسب ہے۔ یہ کیسے کہا جائے کہ علم حاصل نہ کرو۔ ہاں ضرور حاصل کرو لیکن اس طرح کہ طلب علم مقصود اصلی میں حارج اور مانع نہ ہو اور ان علوم کی طرف تمہاری توجہ خاطر تم کو اس طرف سے غافل نہ کردے۔ جب ملک الموت کا سامنا ہوگا تو آخری سانس سے یہ تمام علوم و فنون جدا ہو جائیں گے۔ اس وقت بس تحقیق سرِ وحدت اور مطلوب حقیقی کی محبت باقی رہ جائے گی جو حقیقتِ انسانی بن چکے ہیں اور اس کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ کسی درویش سے کہا گیا کہ جناب ایک مشہور و معروف شخص جو اپنے خیالی کمالات پر مغرور ہے کہتا ہے کہ اب مجھے کسی مردہ یا زندہ کی احتیاج باقی نہیں ہے (میں کسی کا محتاج نہیں ہوں) یہ سُن کر ان بزرگ درویش نے فرمایا واہ واہ کس قدر غلیظ طبیعت ہے اور کس قدر دبیز حجاب اس کے درمیان حائل ہے اور تنبیہ و ہدایت نہ ہونے کے باعث اب اس کا مرض بہت پرانا ہو گیا ہے اب اس کے علاج کی آسان ترین صورت میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اس کی ان مونچھوں اور داڑھی کو جن کی پرورش وہ مدت مدید سے کر رہا ہے اس وقت وہ جس عزت و جاہ پر پہنچا ہوا ہے اعراض کی قینچی سے کاٹ دیا جائے۔ اور وہ بزرگ عمامہ جس کی صورت اس کی گردن پر ایک بار ہے وہ اتار کر کنیزوں اور ہیواڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور اس کی قیمتی کپڑوں کو مخنثوں (ہیجڑوں) کے گھروں میں بھیج دیا جائے اور اس کو گدڑی پہنا کر سر برہنہ کر کے اور ایک جھولی اخروٹوں سے بھر کر اس کی گردن میں ڈال دی جائے۔ پھر اس کو بازاروں اور محلوں میں پھرایا جائے اور وہ اخروٹ گلی کوچوں کے بچوں کی دست برد بنائے جائیں بچوں میں بطور انعام تقسیم کیے جائیں کہ انہوں نے اس مغرور کے سر پہ جو چپتیں لگائی ہیں یہ ان کا صلہ ہے ممکن ہے کہ اس طرح ہستی کا موٹا اونٹ کچھ دبلا ہو جائے۔ (غرور و خودی کم ہو جائے) اور اس کے وجود میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ وحدت فقر کی سوئی کے ناکہ سے نکل سکے (فقر کی دنیا میں قدم رکھ سکے) تب کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ

www.maktabah.org

خیال وصل تک پہنچ جائے۔

مثنوی

زموباریک ترکن رشتۂ تن — درآید تا درآن سوراخ سوزن
چوتن ازروزن سوزن برآید — خیال وحدت حق رو کشاید!

ترجمہ:۔ رشتۂ تن کو بال سے زیادہ باریک کرلو تاکہ وہ وحدت کی سوزن کے سوراخ سے نکل سکے جب جسم اس سوراخ سوزن سے باہر ہو جائے گا تو اس وقت وحدت حق کا خیال اور تصور ممکن ہے۔

فقر و مذلت کا چہرہ عجز و انکسار کی زمین نیاز پر رکھے ظلمت ہستی اور رعونت خود پرستی سے حق تعالے کی پناہ کا طالب ہو تو ممکن ہے کہ پروردگار اپنی عنایت بے غایت سے اس کو اس کشف حجاب اور دبیز پردہ سے نجات دے دے۔ ورنہ یہ ممکن ہے کہ اگر وہ اس حال پر رہا تو موجودہ حجاب رعونت سے کہیں زیادہ دبیز پردہ اور نہ اس پر پڑ جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے جو ہم خیال نہ ہوں خاص طور پر ایسے لوگوں کی صحبت سے بچے جو نور ایمان سے دور ہیں۔ اور طبیعت کی ظلمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ وہ فیض بخشی اور نور رسانی کا دعوی کرتے ہیں اور فقر کا لباس پہن کر علم معرفت کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور اپنی تمام عمر دروغ بافی، مکاری اور تباہ کاری میں گزاری ہے (اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے عقائد کی خباثتوں اور ان کی مکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے)۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خلیفہ کی یہ رباعی بھی اس سلسلہ میں خوب ہے:

قطعہ

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت — وز تو نہ رمید زحمت آب وگلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

ترجمہ:۔ تم جس کے پاس بیٹھے ہو اگر اس سے تم کو جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی تو ایسا شخص تمہاری زحمت و پریشانی کا مداوا نہیں کر سکتا۔ ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو ورنہ بزرگوں کی روح تم کو کبھی معاف نہیں کریگی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر گروہ صوفیہ کی صحبت اور اس جماعت کی ہم نشینی سے کوئی اثر تمہارے اندر مرتب نہ ہو تو پھر تم کو اس جماعت سے نکل آنا چاہیئے۔

قطعہ

آنہا کہ ریاضت کش و سجادہ نشینند — باید کہ خدا را بنمایند و بہ بینند

www.maktabah.org

چوں حق نمایند و نہ بینند تحقیق | نی اہل سمٰوت کہ یا جوج زمین اند
قطاع طریق اند مرد در پی ایشان | کایشان ہمہ غارت گر گنج دل و دینند
تسبیح بکف و پس زانوئ بہ تلبیس | در بحر کمین غرق و فارغ ز یقینند

ترجمہ:۔ جو لوگ ریاضت کرنے والے اور سجادہ نشین ہیں ان کو تو خدا نما ہونا چاہیئے۔ دوسروں کو بھی دکھائیں اور خود بھی دیکھیں اور اگر وہ حق نما اور حق بین نہیں ہیں تو پھر بالتحقیق وہ ڈاکو ہیں۔ ان کو اہل آسمان کہنا غلط ہے وہ زمین کے یاجوج ہیں تم ان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ دین و دل کے خزانہ کے لوٹنے والے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح ہے لیکن زانو کے نیچے دھوکا ہے وہ بحر کمین میں غرق ہیں اور یقین سے فارغ ہیں۔

اس قسم کی باتیں بیان کرنا یا ان کو معرض تحریر میں لانا میرا شعار نہیں ہے لیکن چونکہ تمہارے اندر اخلاص موجود ہے اس لئے یہ باتیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

قطعہ

شدہ عمرم ہمہ بی گرد کردار | بمنزل نا رسید از ہیچ ہنجار
نشان دادست از کنج مقصود | توانی گر گہر از سنگ بردار

ترجمہ:۔ میری تمام عمر کردار کے لئے تھی لیکن کوئی بھی منزل تک نہ پہنچا۔ کنج مقصود کا نشان بنا دیا ہے تو اگر پتھروں سے موتی اٹھا سکتا ہے تو اٹھا لے۔

حضرات نقشبندیہ کے مسلک کے اہم اصول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ خواجگان نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کا ارشاد ہے:۔ یادکرد۔ بازگشت۔ نگہداشت۔ یادداشت۔ وقوف زمانی۔ وقوف عددی۔ وقوف قلبی۔ نظر در قدم۔ ہوش در دم۔ خلوت در انجمن۔ سفر در وطن

مثنوی

اگر سالک براہ نقشبنداست | مرادرا زاد رہ این نقش چند است
کہ گو ید مقتدائ نقش بندان | چنین رہ است در دل نقش بندان
نظر در راہ بر پشت قدم دار | بیاد یار اندر ہوش دم دار!
چو خلوت خواہی اندر انجمن کن | سفر از سیر باطن در وطن کن!
براہ یاد کرد او نشستی | یکی کن سوئ دلبر بازگشتی
بانفاس عدد باید نگہداشت | بیاد یار باید کرد دل داشت
وقوف قلبی و دیگر زمانی | وقوف عددی باید نشانی

ترجمہ:۔ اگر سالک طریقہ نقشبندیہ پر گامزن ہے تو اس کے لیے اس سلسلہ کے چند اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے کہ نقشبندیوں کے پیشوا (حضرت بہاء الدین نقشبند) کا یہ ارشاد ہے کہ:

www.maktabah.org

بس یہی راستہ ہے تم ان نقوش کو دل میں رکھ لو کہ اس راستہ میں پشت قدم پر نظر ہونا چاہیئے اور محبوب حقیقی کی یاد کو عالم ہوش میں ہر سانس کے ساتھ قائم رکھو۔ اگر خلوت کے خواہاں ہو تو انجمن میں خلوت کی کیفیت پیدا کرو اور وطن میں رہ کر باطن کے سفر میں مشغول ہو جاؤ اور اس محبوب کی یاد میں ہر وقت بیٹھے رہو اور تمہاری بازگشت اسی محبوب کی طرف ہونا چاہیئے اپنی سانسوں کے عدد کا لحاظ رکھو اور دوست کی یاد میں دل کی نگرانی کرو۔ وقوف قلبی اور وقوف زمانی کا خیال رکھو اور وقوف عددی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اس سلسلہ کے لطائف واشارات اس فن کے طالبوں پر پوشیدہ نہیں ہیں وہ ان سے واقف ہیں بس ان کے حصول کے لیے دل کو خدا سے لگانا ضروری ہے اور اس کے سوا جو کچھ دل میں ہے اس کا ترک شرط ضروری ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا[1] (پس تم اس سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے روگرداں ہے) یہ حضرت باری تعالیٰ کی پیش گاہ واجب الامتثال کا حکم ہے اور یہاں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ پس جو کوئی ظاہری اور معنوی مشاغل سے پورے طور پر اعراض کر سکتا ہے وہی اس دولت کی نقدی کو پا سکتا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال اینست و بس	روز خود گم شو وصال اینست و بس
از خود جو گذشتی ہمہ عیش است و خوشی	از تو تا دوست بس حجاب تو تولیٰ

ترجمہ:- تو خود اصلاً نہ رہے بس یہی کمال ہے۔ تو خود اس میں گم ہو جا بس یہی وصال ہے۔
اگر تو خود سے گذر گیا تو سب عیش و مسرت ہے، دوست کے اور تیرے درمیان حجاب تو خود ہے۔

پس جمعیت کی نسبت اسی کے لیے مسلّم ہے کہ اپنی حقیقت کو اس حدیث کے بموجب کنت کنزاً مخفیاً (الیٰ آخرہ) اپنے انفاس سے اپنی نسبت کو علیحدہ کر دے (اپنی ہستی کو فراموش کر دے) اور حق و سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اس کے انفاس سے اور کچھ متعلق نہ ہو۔ اور یہ بات اس وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کو بحسب انفاس معرفت قلب حاصل ہو۔ سالکوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ ان کا دل لگاؤ کس سے ہے۔ اگر غیر حق سے ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دل واصل بحق نہیں بلکہ واصل بغیر ہے اور اگر حق سے آگاہی ہے اور دل اس سے مشغول ہے تو حق سے پیوستہ ہے اور خود سے کٹا ہوا ہے۔ جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے:

مثنوی

اتصال بی تکیف و بی قیاس	ہست رب الناس را با جان و ناس
تا معیشت راست آمد زانکہ فرد	با کسی حق است گورا دوست کرد
گر کشائیم بحث ایں رامن لبانہ	با سوال و با جواب آید دراز
ذوق نکتہ عشق از من می رود	نقش خدمت نقش دیگر می شود

---

[1] پ ۲۷ نجم ۲۹

www.maktabah.org

بس کنم خود زیرکان را این بس است   بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا تعلق انسانوں اور جنوں سے بے حد و بے حساب ہے یعنی ایسا تعلق جسے ہم سوچ نہیں سکتے اور نہ جس کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (۲) ایسے انسان کی زندگی کے اسباب بالکل درست ہیں جو سچے انسانوں کو اپنا دوست بنائے (یعنی جھوٹوں سے دور رہے)

(۳) اس سلسلے میں اگر گفتگو شروع کردوں تو سوال و جواب کا سلسلہ بہت طویل ہو جائے گا اور بحث پھر بھی پوری نہ ہوگی۔ (۴) اگر تو باذوق ہے (یعنی سالک راہ عشق ہے) تو مجھ سے عشق (عرفان الٰہی) کا یہ نکتہ سیکھ لے کہ غیر سے کبھی تعلق نہ پیدا کر۔ (۵) میری اتنی چھوٹی سی بات ہی عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ اگر کسی کو پیالے کی تلچھٹ ہی مل گئی ہے تو اُسے اسی پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے بندہ کو محض اس کے اصطفا (صفائے قلب) کے باعث برگزیدہ کیا ہے اور اس کو مقام شہود و حضور سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے نفس کو محل ظہور سے اور اعتبار کے درجہ سے بغلبۂ شہود و نور اس کی نظروں سے ساقط کردیا ہو تو ایسا نفس منور اس لائق ہے کہ اس کو "نجم" کہا جا سکے۔ اور اس کی قسم کھائی جا سکے جس طرح کہ اس کی قسم کھائی گئی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ[1] (اور قسم ہے ستارے کی جب وہ آسمان سے اترے) یعنی محل ظہور سے غربت اور درجۂ اعتبار سے اس کا سقوط اور اس کا منور ہونا ہی عینیت "نورالنور" ہے (نورِ حقیقی ہے)

اذکار خضریہ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا ہم نے بعض طالبان طریقت کو اذکار خضریہ میں مشغول رکھا تھا اور ان کے اسرار کو ان کا معمول بنا دیا تھا۔ اگرچہ یہ مشرب و مسلک خضریہ بھی لطافت و غرابت سے خالی نہیں ہے اور مقصد سے زیادہ نزدیک ہے لیکن مشرب خاندان چشتیہ اور اس دودمان بہشتیہ کے ذوق و شوق کی تو بات ہی کچھ اور ہے (اللہ تعالیٰ بزرگان چشت کی خوابگاہ کو جنت بنائے) مشائخ سلف نے اپنے مریدوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے اور مستفیدان طریقت کے سلوک کے لئے خود سے اور انفرادی طور پر ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور ایک نہج مقرر فرما دیا تھا (ہر ایک شیخ کا ہر فرد کے لحاظ سے ایک مخصوص اور معین طریقہ تھا جس پر وہ ان کو عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے) لیکن مشائخ چشتیہ کا طریقہ اور ان پسندیدہ کیشوں کی روش (اس معاملہ میں) کچھ اور ہے۔ **قطعہ**

بدان کاندر جہان از روی عرفان   گرفتہ ہر کسی پاکیزہ مذہب
ہمہ اصحاب از وجدان و عرفان   تفاخر می کنند باہم ز منصب
اگر دانند ذوق از مشرب ما   گذارند مذہب دگیر ند مشرب

ترجمہ: از روئے عرفان دنیا کے اندر ہر کسی نے ایک پاکیزہ مشرب کو اختیار کرلیا ہے، تمام ہی لوگ از روئے وجدان و عرفان اپنے اپنے منصب پر نازاں ہیں۔ اگر ان حضرات کو ہمارے مشرب کے ذوق

---

[1] پ ۲۷، سورۃ النجم ۱

www.maktabah.org

کا پتہ چل جاتا تو اپنا مشرب ترک کر کے ہمارا مشرب اختیار کر لیتے۔
ان حضرات چشتیہ کا مشرب مقصد سے بہت زیادہ نزدیک ہے پس جو کوئی سلسلہ چشتیہ کی دوستی کا مدعی ہے اور اس خاندان قدیم اور دودمان کریم اہل چشت کی دوستداری کا دعویدار ہے اس میں یہ دو صفتیں ہونا چاہیئے ایک ترک و ایثار اور دوسرے عشق و انکسار جس میں یہ دو صفتیں موجود نہیں سمجھ لیجئے کہ اس کو مسلک چشتیہ سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور وہ بہشتی مشرب سے بہرہ یاب نہیں ہے۔

قطعہ

اگر در طالبان راہ ای یار ... نباشد ترک مال و عشق دلدار
مگو دی را تو ای دل طالب حق ... کہ ہستند طالب دنیائی غدار

ترجمہ: اگر طالبان معرفت کے اندر ترک مال اور عشق محبوب کی کیفیت نہیں ہے تو اے دل تو ایسے لوگوں کو طالبان حق مت کہہ وہ تو اس دنیائے غدار کے طالب ہیں نہ کہ حق کے۔
اس لیے کہ جب ان کی نظر دنیا کے مردار پہ ہوگی اس کے خواہاں ہوں گے اور اس جیفہ مردار کی طرف ان کو رغبت ہوگی تو ان کی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور تربیت میں تردد رونما ہوگا۔

قطعہ

ہمہ آفت کہ باشد طالبان را ... ز میل جیفۂ خونبار باشد
اگر این راہ زن دنیا نباشد ... ہر کس طالب دیدار باشد

ترجمہ:۔ طالبان راہ کے لیے تمام تر آفت اس مردار و خونبار دنیا کی طرف رغبت ہے اگر یہ رہزن دنیا بیچ میں نہ ہوتی تو پھر تو ہر شخص ہی طالب دیدار ہوتا ہے۔

لیس الحجاب بین الخالق والمخلوق الا منزلا واحدا وھی الدنیا وزخرفھا ... خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں سوائے منزل واحد کے اور وہ ہے دنیا اور اس کی آرائش

طریقہ ارشاد و تربیّت مشائخ چشتیہ

اس خاندان میں ارشاد کی ابتدا اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید دوامی طور پہ دل کے آئینہ پر اپنی توجہ مبذول کرے تا کہ رفتہ رفتہ محسوسات ساقط ہو جائیں اور پیر کی صفات مرید میں سرایت کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کے انوار مرید کے دل میں جلوہ گر ہو جائیں اور یہ آیہ کریمہ:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[1] ... اور فرما دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

کے بموجب مقصود حاصل ہو جائے۔ خواہ حالت بسری ہو یا جہری، شدت ہو یا نرمی ہر صورت میں جس چیز پہ

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱

www.maktabah.org

بھی نظر کی جائے دیدۂ دل سے دوست کے خیال پر نظر کرے۔
قال الاشرف کلما نظرت فی العالم الصانع ما رایت مصنوعا الا شاھدت فیه قدرت اللہ۔
(اشرف کہتا ہے میں نے عالم صانع میں کسی ایسے مصنوع کو نہیں دیکھا جس میں قدرت الہی کا میں نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔)
کلمہ لا الہ الا اللہ ایک صیقل کی طرح ہے اور دل آئینہ کی مانند ہے جب بھی دل پر مناہی کا زنگار اور معصیت کا حجاب آجاتا ہے تو پھر وہ عالم علوی کے مکاشفات اور معارف بالحق کے قابل نہیں رہتا اگر دنیا کی محبت موجود ہے تو وہ آفتاب وجود اور اطوار دل کے درمیان ایک برزخ بن جائے گی۔کہا گیا ہے کہ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی اصل ہے اور ظاہر ہے کہ آئینہ دل کا زنگار صیقل سے دور کیا جا سکتا ہے اگر آئینہ دل پر بشریت کا زنگار بہت زیادہ ہے تو ایک اربعین (چلہ) سے وہ دور ہو سکتا ہے۔اور اگر یہ زنگار کم ہے تو ایک عشرہ تک خلوت میں معتکف رہے تو یہ تلوین، صفا سے بدل جائے گی اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ ذکر کے ایک حلقہ کی نشست ہی سے ان کے آئینہ دل سے غبار چھٹ جاتا ہے ؎ شعر

خواہد کہ بہ بیند رخ اندر رخ مقصود	زنگار ز آئینہ بہ صیقل بزدائید

اگر تم چاہتے ہو کہ رخ مقصود کا نظارہ کرو تو صیقل ذکر سے دل کے آئینہ سے زنگار دور کردو
لیکن یہ بات صرف منتہی حضرات کیلئے مخصوص ہے۔ مبتدی کو اس سلسلہ میں بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ مبتدی کو ذکر پر مداومت رکھنی چاہیئے تب کہیں وہ اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اذکار جعفری اور اس سلسلہ کے معارف باطنی کا حصر ممکن نہیں ہے محض تیمنًا و تبرکًا اور طالبوں کے تسکین قلب کے لئے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں کہ ان اذکار میں اشارات غریب اور عجیب نشانیاں موجود ہیں من ذاق یدر (جو چکھے وہی جانے)

دلت ای یار شدان لوح اسرار	کہ بروی حرف دیگر نیست جز یار
ولیکن چون برآید حرف دوئی	بجو لوح از صورۂ کثرت نشوئی

ترجمہ: وہ لوح تیری تجلی سے اے دوست لوح اسرار بن گئی ہے کہ اس لوح پر سوائے دوست کے اور کچھ مرقوم نہیں ہے لیکن جب اس پر دوئی کی گفتگو تحریر نہیں ہے کلام دوئی نہیں کیا جاسکتا ہے پھر اس لوح کو صاف نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کثرت کی تحریر کو مٹا نہ دیا جائے۔
(ب ۴۵۶ پر صورت شکل صنوبری مرقوم ہے)
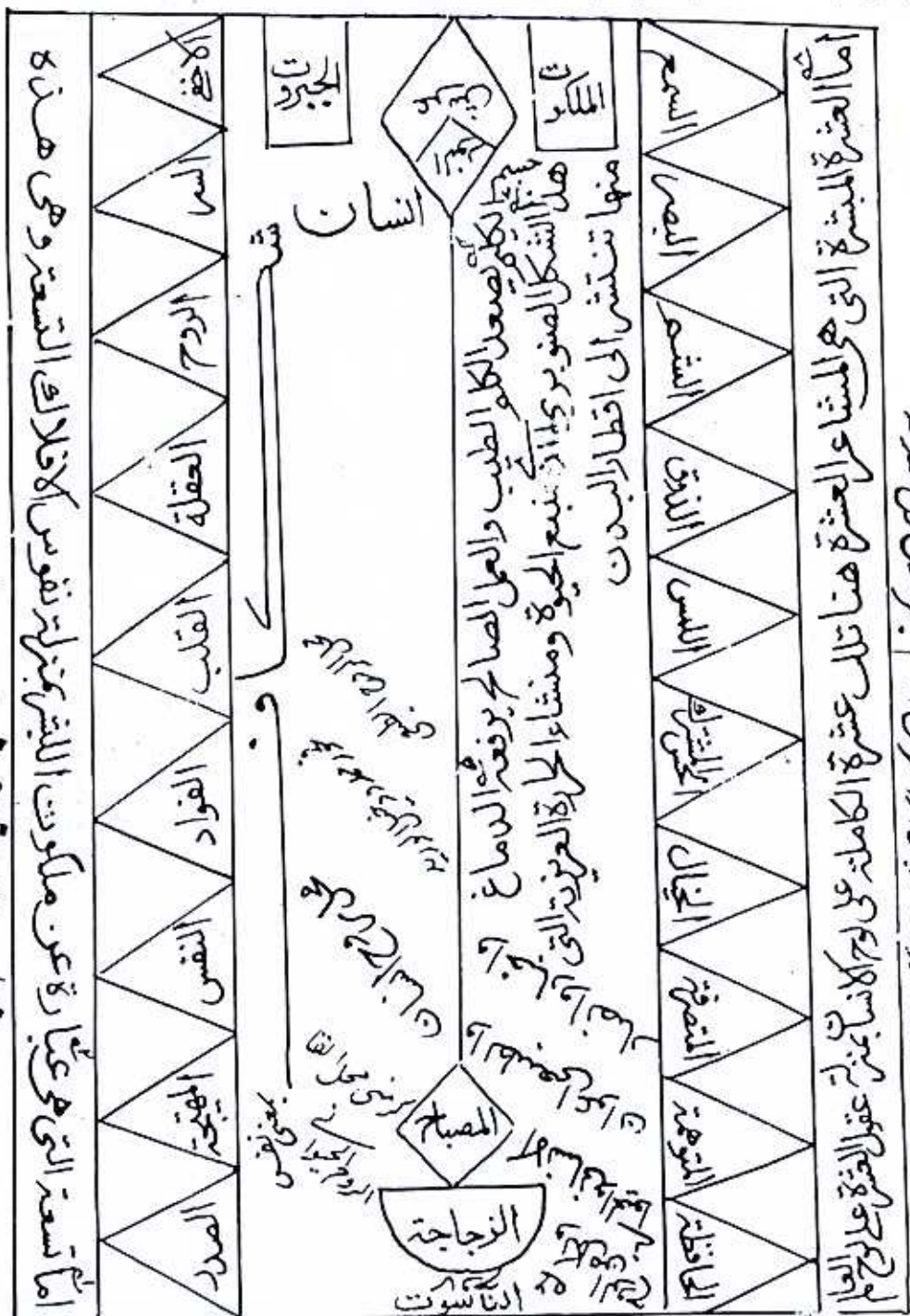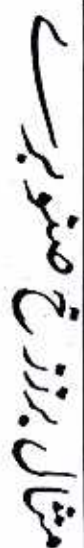
www.maktabah.org

لواحة البشر علیها تسعة عشر

۱ واو اینست ۱۲ ۲ لیکن نہ کہ آن عبارت است از ملکوت بشر بمنزلہ نفوس افلاک تسعہ پس آن این ست ۱۲ ۳ سوزندہ است او میان را فرشتگان بر آن دوزخ نوزدہ اند ۱۲ ۴ بسوئے او صعود میکند کلمات طیبہ و بردارد عمل نیک ۱۲ ۵ میگوید مراد از عمل دماغ است ۱۲ ۶ و برائے ہر یک از روح انسانی و حیوانی و طبعی اعوان و: خبار و انصار است ۱۲ ۷ این شکل صنوبری منبع حیات و منشاء حرارت عزیزی است کہ منتشر میشود از و بسوئے اقطار بدن ۱۲ ۸ لیکن عشر مبشرہ کہ مشاعر است اینجا پس آن عشرہ کاملہ است بر لوح انسان بمنزلہ عقول عشرہ بر لوح عالم ۱۲

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۰

تفکر و مراقبہ، جمع و تفرقہ کے شرائط

(در بیان شرائط تفکر و مراقبہ و جمع و تفرقہ)

قال الاشرف:

التفکّر هو الاخراج عن الباطل والاندراج في الحقّ الكامل

ترجمہ:۔ اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ باطل سے خارج ہونا اور کامل حق میں مندرج ہونا تفکّر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ کوئی عبادت تفکر سے بالاتر نہیں ہے۔ نوع انسانی کو دوسری انواع کے مقابل میں اس سے شرف خاص حاصل ہے وہ شریف ترین قوت جو سرشتِ انسان میں انواع کے اعتبار سے رکھی گئی ہے اور نفیس ترین جوہر جو سلسلہ جسمانی میں ودلیعت کیا گیا ہے وہ یہی تفکر ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

بیت

ای برادر تو ہمین اندیشۂ ما بقی تو استخوان و ریشۂ

گر گل است اندیشہ تو گلشنی ور بود خار تو ہیمہ گلخنی

ترجمہ:۔ اے عزیز! تیرے اندر جو کچھ ہے وہ یہی اندیشہ اور تفکّر ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محض ہڈیاں اور رگیں اور پٹھے ہیں۔ اگر تو پھول ہے تو تیرا اندیشہ گلشن ہے اور اگر تو خار ہے تو آتش دان میں جائے گا

صوفیہ کرام کے نزدیک تفکر کے چند مراتب ہیں جب مقدماتِ علوم میں سالک کو غور و فکر پیدا ہو تو اس کو تذکر کہتے ہیں۔ اور جب وہ اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور اس سے بلند مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو فکرت کہتے ہیں اور فکرت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا نام تفکر ہے۔ (پس اس طرح یہ تین مراتب ہوئے۔ تذکر، فکرت، تفکر) چنانچہ گلشن راز کے مصنف (محمود شبستری) فرماتے ہیں ؎

مثنوی

تفکّر رفتن از باطل سوئی حق بجزو اندر بدیدن کل مطلق

حکیمان کاندرین کردند تصنیف چنین گفتند در ہنگام تعریف

کہ چون حاصل شود در دل تصوّر نخستین حال او باشد تذکّر

وزو چون بگذرد ہنگام عبرت بود نام وی اندر عرف فکرت

www.maktabah.org

تصوّر کان بود بہر تدبّر بنزدِ اہل دل باشد تفکّر

ترجمہ :- باطل سے نکل کر حق محض کی طرف پہنچنا اور کل مطلق کا دیکھنا تفکر ہے۔ حکما اور ارباب دانش نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے تفکر کی تعریف کے وقت وہ اس طرح کہتے ہیں کہ جب دل میں تصوّر حاصل ہو تو پہلے مرتبہ میں اس کا نام تذکر ہوگا اور جب اس کے آگے عبرت کے حصول کے لئے قدم بڑھایا جائے گا تو پھر اس کا نام تفکرت ہوگا، وہ تصوّر جو تدبّر کے لئے ہو اہل دل اس کو تفکر کہتے ہیں۔

جناب قاضی حجت نے ان تینوں آثار کا استفسار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستۃ وستین سنۃ ومن عبادۃ الثقلین

(ایک گھڑی کا تفکر چھیاسٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جن و انسان کی عبادت سے)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہر ایک شیخ نے اس حدیث نبوی اور اخبار مصطفوی کے معانی اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق مراد لئے ہیں۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث شریف میں پہلا اشارہ دلائل اثبات صانع میں تفکر ہے اور دوسرا اشارہ دلائل وحدت صانع میں تفکر ہے اور تیسرا اشارہ صانع حقیقی سے جو عجائبات اور صنائع غریبہ ظہور میں آتے ہیں ان میں غور و فکر کرنا ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ پہلا اشارہ عالم ملک میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا عالم ملکوت کے تدبر کی طرف، اور تیسرا عالم جبروت کے تحیر پر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلا اشارہ اجزائے بدنیہ اور اعضائے نفسیہ میں تفکر کی طرف ہے اور دوسرا اشارہ دلالت کرتا ہے انوار قلبی اور آثار لاریبی میں تفکر کرنے پر اور تیسرا اشارہ دلالت کرتا ہے پے بہ پے کواشف روحیہ اور یکے بعد دیگرے عوارف فتوحیہ کی جانب۔ لیکن اس فقیر (قدوۃ الکبرا) کے نزدیک پہلا اشارہ ہے توحید افعال کے تذکر کی طرف اور دوسرا دلالت ہے فکرت توحید صفات پر اور تیسرا اشارہ حصول تفکر توحید ذات کی طرف اور اس میں فنا ہو جانے کی طرف ہے افعال و صفات کے ساتھ اس لئے کہ سالک کا حصول کار اور وصول آثار صرف تفکر نہیں ہے بلکہ تفکر کا نتیجہ کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ ہے غیبت وجود (اپنے وجود سے غافل و غائب ہو جانا) جیسا کہ میر حسن حسینی نے کہا ہے ؎

شعر

فکر تو ہنوز خار خار است

چون فکر نماند عین کار است

ترجمہ :- ابھی تو تیری فکر الجھنوں میں گرفتار ہے جب کوئی فکر نہ رہے تب سمجھ کہ اب کام بنا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب سے بہترین نعمت جو انسان کے خوانِ دل میں رکھی گئی ہے اور عظیم ترین دولت جس کی طرف لوگوں کو راغب کیا گیا ہے وہ تفکر ہے۔ اس بنا پر اصحاب تفکر اور ارباب تذکر کو قرآن مجید میں خطاب کے شرف سے نوازا گیا ہے اور چند مقامات پر ان کی نفاست کے باعث یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

www.maktabah.org

چنانچہ ارشاد ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ[1]

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں وہ غور کرتے ہیں۔ (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تونے یہ (سب کچھ) بیکار پیدا نہیں کیا۔

مثنوی

چہ گوہر آمد از دریائے افکار
که زرخ او بود کونین یکبار

چو گوہر افتد از دریاء فکرت
بدست آید ہمہ صحرائی فطرت

چہ سودی ہست در سودائی فکرش
کہ برتر آمد از کالائی ذکرش

چہ سرّی ہست در راہ تفکّر
کہ برہم میزنند دل از تحیّر

چو فکرت نیست در انبان انسان
مگو انسان کہ ناطق نیست حیوان

چو انسان شد بنطق ہر معانی
بیان ملہم از بہر چہ خوانی

چو انسان را نباشد از تفکّر
چہ حاصل آید ازوی جز مدوّر

زہی کز فکر پوی در جلادت
ہزاران سال ندید از عبادت

ازان فرمود آن فرخندہ افعال
کہ فکرت ساعت وسبعین الف سال

زہی بہر تفکّر تیز رفتار
کہ اورا نیست ہر دہ بحرد کہسار

شرف از فکر یابد بہرہ سالک
شود بر گردش افلاک مالک

ترجمہ:۔ تفکر دریائے فکر کا ایسا گوہر آبدار ہے کہ یہ کونین اس کا یکبار گی سودا ہے۔ (یعنی دونوں جہان اس کی پہلی بولی (زرخ یکبار) ہیں۔ اگر دریائے فکر سے یہ موتی تیرے ہاتھ آجائیں تو کیا کہنے ہیں کہ ان کے حاصل ہونے سے تمام صحرائے فطرت تیرے قبضہ میں آجائے گا۔ اس سودائے فکر کا ذرا نفع تو دیکھو کہ اس متاع ذکر سے اونچی اور بلند قیمت اور کوئی متاع نہیں ہے۔ راہ تفکر پر چلنا کیسا بھید ہے کہ حیرت سے دل برہم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی جھولی میں فکر کا سرمایہ نہیں ہے تو اس حیوان کا ناطق ہونا تو کجا حیوان ہونا بھی مشتبہ ہے۔ انسان جب اس قوت نطق کی بدولت ہر معانی کو سمجھتا ہے تو پھر بیان ملہم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ انسان کے پاس اگر تفکر کا سرمایہ نہیں ہے تو پھر وہ یوں ہی بیکار کی طرح چکر کھاتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے کیا کہنے جس کی بدولت فکر کو توانائی اور جوانمردی حاصل ہو اور ایسی توانائی جو ہزاروں سال کی عبادت سے بھی نہیں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کی فکر ستر ہزار سال کی عبادت سے برتر ہے۔ سبحان اللہ تفکر کی چال اس قدر تیز رفتار ہے کہ بحرو کہسار کوئی اس کے مانع و حائل نہیں ہو سکتے۔ اے شرف (اشرف) سالک کے پاس فکر کا حصہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہے کہ وہ فکر سے بہرہ ور ہے تو وہ گردش افلاک کا مالک بن جائے گا۔

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۹۱

www.maktabah.org

یہاں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ ذاتِ الٰہی میں تفکر اس لئے ممتنع اور محال ہے کہ اس کی ذات پاک کا دامن دستِ تفکر سے نہیں پکڑ سکتے اور پائے فکر سے اس خطرناک راستہ کو طے نہیں کیا جا سکتا (اس لئے ذات الٰہی میں تفکر کرنے سے منع کر دیا گیا ہے)

قطعہ

زہی کز خوف بحذر کم روان نیست — نہایت منزل اورا عیان نیست
چرا باید شدن راہِ خطرناک — بسودائی کہ سودی کاروان نیست

ترجمہ:۔ اس راہ پر چلنا پر خوف ہے کیونکہ منزل عیاں نہیں ہے لہٰذا خطرناک راہ پر کیوں چلا جائے کہ یہ سودا کاروان کے لئے سودمند نہیں ہے۔

یہ آنکھیں اس کے مشاہدہ جمال سے چکا چوند ہیں (خیرہ ہیں کیا جانیں کہ کیا دیکھا) اور بصیرت باطن اس کے جمال کی حقیقت کی دریافت سے عاجز و درماندہ ہے اور انجام کار اس کا حاصل بے سیرگی کے سوا کچھ نہیں اور سوائے خیرگی اور حیرانی کے کچھ نہیں مل سکتا۔

مثنوی

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست — فی الحقیقت آن نظر در ذات نیست
ہست آن پندار او زیر براہ — صدہزاران پردہ آمد تا اللہ

ترجمہ:۔ یہ جو اس کی ذات میں تفکر کر رہا ہے یہ حقیقت میں اس کی ذات میں تفکر نہیں ہے کہ اس گمان کی راہ میں رکاٹیں ہیں کہ اس گمان اور اس کی ذات کے مابین ہزاروں پردے ہیں۔

اگر اس کے خورشید جمال کا ایک پرتو بھی پڑ جائے تو کائنات تاب نہ لا کر معدوم ہو جائے اور اس کے خورشید ذات کی ایک کرن چمک جائے تو موجودات درہم برہم ہو جائیں۔

مثنوی

ذرہ خورشید ز نور قدم — گر سوئے آفاق بر آرد علم
نیست بو درنحت ہمہ کائنات — از تفِ یک لمعہ خورشید ذات

ترجمہ:۔ اگر اس نور قدم کے خورشید کا ایک ذرہ بھی اس دنیا پر جلوہ نما ہو جائے تو تمام کائنات کا سرمایہ اس خورشید ذات کی ایک تجلی سے فنا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں مراقبہ اور محاسبہ کا تذکرہ آ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ سالک کی ابتدائے کار کے سلسلہ میں مشائخ عظام نے جو چند الفاظ وضع فرمائے ہیں وہ مواعظہ و محاسبہ اور مراقبہ ہیں۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مراقبہ صرف مبتدی کیلئے ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مبتدی کیلئے بھی ہے اور منتہی کیلئے بھی، البتہ ہر محل کے لئے اس کی کیفیات مختلف ہیں۔ چنانچہ ابتدائے کار میں (مبتدی کے لیے) اس کی صورت یہ ہے کہ دل میں ہمیشہ اور ہر وقت اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ میرے احوال کا ناظر ہے اور ان سے مطلع ہے اور جو کچھ

www.maktabah.org

ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس کے علم میں ہے۔ بعض بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو یہی تاکید فرماتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں جب مرید کے تمام اوقات اس تفکر میں گزریں گے کہ خداوند تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور میرے احوال پر ناظر ہے اور میرے اسرار سے آگاہ ہے تو پھر اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوگا اور اگر معصیت پر آمادہ بھی ہوگا۔ تو اس یقین کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے گا۔ اس صورت حال سے اس کی ترقی ہوگی (سلوک میں اس کے قدم آگے بڑھیں گے)

ایک شیخ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے بہت سے ارادتمند تھے۔ ان عقیدت کیشوں میں ان کا ایک مخصوص مرید تھا جو دوسروں کے رازوں سے شیخ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ ایک بار دوسرے مریدوں نے رشک کے باعث شیخ سے اختصاص کی وجہ دریافت کی شیخ نے کہا کہ کسی موقع پر تم کو بتادوں گا۔ ایک دن شیخ نے ان بے شمار مریدوں میں سے ہر ایک مرید کو ایک ایک چھری اور ایک ایک مرغ دیا کہ جا کر ہر ایک فرد اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ تمام مریدوں نے اپنے اپنے مرغ کو ذبح کیا اور وہ اسی طرح غیر مذبوح مرغ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شیخ نے اس مرید خاص سے کہا کہ تم نے اپنا مرغ کیوں ذبح نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو اور حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ناظر ہے (دیکھنے والا ہے) پھر میں اس کو کس طرح ذبح کر سکتا تھا۔ یہ سن کر شیخ نے دوسرے مریدوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس کی اسی خصوصیت وزیرکی کے باعث ہیں نے اس کو مخصوص خدمت بخشی ہے۔

اشعار

زہی بال ہما و دیدۂ طیر	کہ صاحب طیر بود و داہب سیر
کہ مرغان را چو داد او کام د کارد	کز ینہا مرغ بال او کہ دارد
چو دام کارد بر مرغان نہادند	زبانِ مرغ زیرک در فتادند
جز آن مرغی کہ بد پروردۂ بال	چہ خوش دریافتہ از صورتِ حال

ترجمہ:۔ ہما کے پر اور پرندے کی آنکھ کیا خوب ہے کہ پرندے کا مالک سیر کرانے والا ہے جس نے پرندوں کے منہ کو چاقو یا چھری کی طرح بنایا اور کیا خوبصورت پر عطا کئے۔ جب پرندوں کے گلے پر چھری رکھتے ہیں تو ہشیار پرندے کی زبان اسکے منہ میں دبا دیتے ہیں۔ سوائے اس پرندے کے جو کسی کا پالا ہوا ہو کتنی اچھی صورتِ احوال اس نے پائی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کرام نے مراقبہ میں بیٹھنے کی مخصوص ہیئت بھی مقرر فرمائی ہے (کہ اس صورت و ہیئت کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا جائے) اور یہ کئی طرح کی ہیں۔ لیکن اس فقیر کی نظر میں مراقبہ کا تعلق باطن سے ہے ظاہری صورت سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر حالت میں سالک اس بات پر مامور ہے کہ وہ خود کو خداوند تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ اس کو اپنے دل میں حاضر کرے اب اگر اس کی حضوری اور مراقبہ

www.maktabah.org

کوشست سے مقید کر دیا جائے گا تو پھر جہاں بیٹھنے کی جگہ یا موقع نہ ملے گا وہاں مراقبہ نہیں کر سکے گا اور ایسا نہیں ہے۔
بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بعض جگہیں مراقبہ کے لئے مناسب اور لائق نہیں ہیں جیسے غسل خانہ، پیشاب کرنے کی جگہ یا وہ جگہ جہاں مباشرت کی جاتی ہو لیکن یہ قید ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت مراقبہ میں مشغول ہوں نا مناسب اور بعید ہے۔

قطعہ

چو یاد تو گرفتہ تا سر و پائی — نباشم خالی از یادِ تو ہر جائی
چو یاد یار باشد روحِ سالک — تن بی روح چون گردد ممالک

ترجمہ:۔ جب تیری یاد میرے سر و پا میں جاگزین ہو جائے تو میں کسی بھی جگہ پر رہوں تیری یاد سے خالی نہ رہوں گا۔ جب دوست کی یاد سالک کی روح بن جائے تو پھر تن بے روح ملکوں ملکوں کس طرح پھر سکتا ہے۔
منقول ہے کہ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کی خدمت میں کسی شخص نے کہا کہ سقایہ (غسل خانہ اور ذخیرۂ آب جہاں ہو) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے وہاں ایک درد مند بھی موجود تھا اس نے جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میں خود کو اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ جب گھوڑے سے اترتا ہی نہیں تو بے چارہ گھوڑا کیا کرے ؎

شعر

چو تو از بر بخوانی سورۂ یار
چہ پاک از کعبہ واز کوئی خمار

ترجمہ:۔ جب تو دوست کا ذکر از بر کر سکتا ہے تو پھر جگہ کی کیا قید وہ کعبہ ہو یا مے فروش کا کوچہ۔
مراقبہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا:۔
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۙ[1] بس تمام ملائکہ نے اس کو سجدہ کیا۔

شعر

نہ مسجود ملائک بود آدم
کہ نورِ پاک در وی بود مدغم

ترجمہ:۔ آدم مسجود ملائک نہیں تھے بلکہ اس میں ذات پاک کا نور مدغم اور پنہاں تھا پس فرشتوں نے اس نور کو سجدہ کیا تھا۔

شعر

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد
تو چراغ دل از نور رقابت برکن — کہ مبادا کہ درین خانہ نگاری باشد

---

[1] پ ۱۴، الحجر: ۳۰

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ زمانہ کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ کہ ممکن ہے کہ اس گرد و غبار میں کوئی سوار پوشیدہ ہو اور وہی تیرا مقصود ہو تو اپنے چراغ دل کو نور انتظار سے روشن رکھ۔ کہ بہت ممکن ہے کہ اس گھر میں وہ محبوب موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام (ان پر اللہ کا سلام ہو) پر وحی نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ تم علم نافع حاصل کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی علم نافع کیا ہے۔ فرمایا کہ علم نافع وہ ہے جس سے تم میری عظمت و جلال میری کبریائی اور ہر چیز پر میرے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاؤ۔ پس بے شک یہ علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ سے نزدیک کر دے گا۔

پس علم نافع مشاہدہ حق کا نام ہے بظاہر بھی اور بباطن بھی (یعنی علم نافع وہ ہے جو تم کو مجھ تک پہنچا دے گا اور وہ اس طرح کہ ہر چیز میں تم مجھ کو ہی پاؤ اور ہر آن میں مجھ کو یاد کرو)۔

شعر

کہ جہان صورت ست معنی دوست
در بمعنی نظر کنی ہمہ اوست

ترجمہ:۔ کہ یہ دنیا ایک صورت ہے اور وہ دوست اس صورت کے معنی ہیں اب اگر تم معانی پر غور کرو تو پھر ہر چیز میں وہ ہی وہ ہے۔

خلقت موجودات اور فطرت کائنات اسی فہم کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۠ [1]

اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے (بھی) ان کے برابر (سات) ان کے درمیان (قضاءِ الٰہی کا) حکم جاری ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ نے احاطہ فرمایا ہر شے کا (اپنے) علم سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور بمثل یتنزل الامر بینهن یعنی وہ ظہور کرتا ہے ہر صورت اور ہر شی میں تاکہ تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ "عالم کنت کنزاً مخفیاً بعالم مخلقت الحق" یعنی عالم خفا سے تنزل فرمایا ہر معنی کی لطافت میں جو مقدر ہو چکی تھی اور ہر صورت میں جو ممکن تھی لتعلموا ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ تاکہ تم اس کی قدرت کو ہر شی میں معائنہ کر سکو۔ اور بمصداق اس کے کہ وما رأیت شیئاً الا و رأیت اللہ فیہ (میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جلوہ گر پایا)

---

[1] پ ۲۸ الطلاق ۱۲

اس فقیر (حضرت قدوۃ الکبرا) کی نظر میں علم النافع وہ ہے جو قطرہ کو دریا سے ملا دیتا ہے اور جز کو کُل میں سمو دیتا ہے اور ہجر سے نکال کر وصال تک اور دوری سے نکال کر اتصال کی قربت تک پہنچا دیتا ہے۔

قطعہ

توحید کہ از مشرب عرفان باشد — در مذہب اہل عشق ایمان باشد
آنکس کہ نہ دیدہ قطرہ با بحریکی — حیران شدہ ام کہ چون مسلمان باشد

ترجمہ: وہ توحید جو مشرب عرفان سے ہے، ایسی توحید اہل عشق کے مذہب میں ایمان ہے (اہل عشق اسی کو ایمان کہتے ہیں) وہ شخص جس نے قطرہ اور سمندر کو ایک نہیں جانا میں حیران ہوں کہ وہ مسلمان کس طرح ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ اہل ظاہر ایک سے ہزار جانتے ہیں۔ اہل باطن ہزار کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک ہی دیکھتے ہیں۔

مثنوی

دیدہ ام دیوانہ برہم زدہ — سر برآوردہ پا برہم زدہ
کو وصالی داشت با یار دگر — صد الف را یک الف بین در گذر

ترجمہ: میں نے ایک دیوانہ شوریدہ سر کو دیکھا کہ وہ سر ٹکرا رہا تھا اور پاؤں پٹخ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تم حقیقی دوست سے وصال کے خواہاں ہو تو ہزاروں کو صرف ایک سمجھ کر گزر جاؤ۔

شیخ منصور حلاج نے اسی قسم کی وصیت جان دیتے وقت کی تھی اور کہا تھا کہ دنیا والے تو اعمال حسنہ اور افعال پسندیدہ کی کوشش میں مصروف ہیں اے مخاطب تجھے اس امر میں کوشش کرنا چاہیئے یعنی وہ کام کرنا چاہیے جس کے مقابل میں عبادت ثقلین اور طاعت کونین کم ہو۔ پوچھا گیا کہ اے شیخ وہ کون سا عمل ہے فرمایا کہ حقیقت کا علم۔ اسی علم حقیقت کو علم نافع کہتے ہیں۔ جس کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔

قطعہ

یاری دارم کہ جسم و جان صورت اوست — چہ جسم و چہ جان جملہ جہان صورت اوست
ہم معنی خوب و صورت پاکیزہ — کاندر نظر تو آید آن صورت اوست

ترجمہ: میرا محبوب ایسا محبوب ہے کہ یہ جسم یہ جان اسی کی صورت ہے۔ یہ جسم و جان ہی نہیں بلکہ کل جہان اس کی صورت ہے اس کا باطن بھی خوب ہے اور اس کی صورت بھی پاکیزہ ہے اور ایسی صورت ہے کہ جو چیز بھی مجھ کو نظر آئے گی وہ اسی کی صورت ہو گی۔

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ [1]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب راز توحید کا انکشاف فرمایا ہے یعنی بیعت جو تم کر رہے ہو یہ تمہارا فعل نہیں ہے بلکہ تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اس کا ہاتھ ہو تو بیعت کرنے والا ہاتھ بھی اس کا ہاتھ ٹھہرا اس طرح صاحب بیعت نے خود اپنی ذات سے بیعت کی۔

اس سر پر دلیل یہ ہے:۔

فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ ۚ[1] ترجمہ جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

قطعہ

شبی درخواب دستم داد دلدار — کہ این دستم برائ جان دل دار
بروئ سینہ دستِ خویش دیدم — چو گشتم من زخواب خویش بیدار

ترجمہ:۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے محبوب نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ میرے اس ہاتھ کو اپنے جان و دل پر رکھ لو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے۔

العلم نقطة کثرها الجهال (علم نقطہ وحدت ہے جاہلوں نے اس کو کثیر بنا دیا ہے)

شعر

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست — علمی کہ رہ بحق ننماید جہالتست

ترجمہ:۔ اے سعدی لوح دل کو نقشِ غیر سے صاف کر دو۔ وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

پس یہ علم ہے کہ وہ نقطہ وحدت کو دیکھے اور دوسرے کو دیکھنے کی جہالت سے پاک رہے۔ اور جاہل وہ ہے جو غیر کو دیکھتا ہے۔

لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ[2] اگر تو نے شرکت کیا تو تیرے اعمال بے شک باطل کر دیے جائیں گے۔ کو پڑھو اور اس پر غور کرو۔

قطعہ

بیا ای طالب جویائ دلدار — ببین درجان معنی صورت یار
کہ نقطہ در مراتب کرد حرکت — بر آمد صورتِ پرکار دوار

ترجمہ:۔ اے دلدار کے طالب و جویا۔ آ۔ اور جان معنی میں دوست کی صورت کا نظارہ کر۔ غور کر کہ ایک نقطہ نے بہت سے مراتب میں حرکت کی ہے اور اس سے پرکار کا ایک دائرہ وجود میں آگیا۔

مراقبہ افعال و اوصاف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ[3] اور (اے محبوب) آپ نے (خاک) نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ الفتح ۱۰ [2] پ ۲۴ سورۃ الزمر ۶۵ [3] پ ۹ سورہ انفال ۱۷

www.maktabah.org

قطعہ

جو بوئی آیدت از مشک و عنبر　　بدان آن بوئ از زلف معنبر
سحر بلبل کہ بر گلذار باشد　　نہ از بلبل کہ از گلذار باشد

ترجمہ:۔ یہ خوشبو جو تم مشک و عنبر میں محسوس کر رہے ہو یہ اس زلف معنبر کی بخشی ہوئی خوشبو ہے صبحدم بلبل جو پھول پہ نالہ وزاری کر رہی ہے یہ بلبل کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس چمن سے ہے۔

رایت ربی فی صورۃ امرد شاب فوضع یدہ علی صدری فوجدت بردا نامله فعلمت علم الاولین والاخرین۔ (میں نے اپنے پروردگار کو امرد جوان کی صورت میں دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا میں نے اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کیا (سرانگشت کی سردی محسوس کی) تو مجھے اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا۔

بدستِ ناز آن یارِ نکویم　　گرفت از شیوہ یکروزی گلویم
بگفت ای عاشق جان باز دیگر　　چہ خواہی گفتمش دیگر چہ گویم
بتِ سیمین تنم چون کرد آغوش　　بدست ناز کردہ حلقہ در گوش
غزیوی خواستم کردن کہ ناگاہ　　نہادہ لب بروئ لب کہ خاموش

ترجمہ:۔ اس یار کے نازک ہاتھوں ایک روز جو میرے گلے میں تاثیر پیدا ہوئی وہ میں بیان نہیں کر سکتا، کہنے لگا اے عاشق جانباز اور کیا چاہتا ہے میں کیا جواب دوں۔ اس بتِ سیمیں نے میرے تن (وجود) کو جب آغوش میں لیا اپنے ناز والے ہاتھوں سے میرے کانوں میں حلقہ پہنایا اور اچانک اس نے میرے لبوں پر اپنے لب رکھ کر خاموش رہنے کا حکم دیا۔

مراقبہ صمدیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو جوف (خلا) نہ رکھتا ہو اس لئے کہ جو مجوف ہوتا ہے وہ محتاج ہوتا ہے اور جب اس کا وجود غیر مجوف ہو گا تو کسی چیز کی اس کے وجود میں سمانے کی گنجائش نہ ہو گی۔ لیکن اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

شعر

جہان در آفرینش ہمچو ظرفست
نہ ظرفی کش بود جوفی شگرف است

ترجمہ: دنیا ایک ظرف کی طرح ہے لیکن ایسا ظرف نہیں جس میں جوف نہ ہو، اس میں جوف نہ ہونا تعجب ہی کی بات ہو گی۔

مراقبہ عینیہ لا وصل ولا فصل ولا قرب ولا بعد۔

نہ وصل ہے نہ فصل۔ نہ قرب ہے نہ بعد۔ یعنی وصل ہو تو کس سے ہو اور فصل ہو تو کس سے ہو اور

www.maktabah.org

قرب ہو تو کس سے ہو اور بعد ہو تو کس سے۔

قطعہ

کسی کو از صفات ذات عالی وجود او لطیف و پاک باشد
نیابد قرب و بعدش در عبارت کہ برتر از رہ ادراک باشد

ترجمہ:۔ وہ ذات جو اپنے صفات عالی کے باعث وجود لطیف و پاک رکھتی ہو تو اس کا قرب و بعد عبارت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں: علم التوحید مباین للوجود و وجودہ مفارق لعلمہ یعنی علم توحید وہ ہے جو موحد کے وجود کو جدا کرے اس کے علم سے، اور وجود توحید یہ ہے کہ اس کی ذات سے اس کا علم جدا ہو۔ وحدت یہ ہے کہ صرف ایک ذات کا مشاہدہ مدام ہو۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے در آنحالیکہ فرشتے اور ارباب علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں۔

اس شہود کی علامت یہ ہے کہ عالم کو ایک جانے بغیر کسی حس و حرکت کے اور متصرف سمجھے اس میں حق تعالیٰ کو جس طرح روح قالب میں متصرف ہے اسی نکتہ کو اس موحد (منصور حلاج) نے اسی طرح بیان کیا ہے، جس کو یہ حقیقی مشاہدہ حاصل ہو گیا ہو اس کا احساس مضمحل ہو جاتا ہے۔ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہر اس چیز سے جو اس کے سوا ہے۔ (کاشف بالحقیقۃ فیضمحل احساسہ بما سواہ)۔

پس ایسا صاحب مشاہدہ "الشاہد الجمع" ہے سر بسر اور اس کا ظاہر وصف تفرقہ سے
(فھو المشاھد لجمیع سر السر وظاھرہ بوصف التفرقہ)

مثنوی

جہان در چشم وحدت یک وجود است کہ پیش واحد خود در سجود است
کسی کز سجدۂ خود گردد آگاہ نیاید در مقام لی مع اللہ

ترجمہ:۔ چشم وحدت میں یہ سارا جہان ایک وجود رکھتا ہے کہ وہ اس ایک واحد کے سامنے سجدہ ریز ہے جو کوئی اپنے اس سجدہ سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ مقام لی مع اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔

مراقبہ حضرت شیخ نجم الدین صغیر سغری فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین المعروف بشاہ مدار اپنے مریدوں کو اسی نسبت شریفہ سے مخصوص فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ بات قدوۃ الکبراء سے بیان کی گئی تو حضرت نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

مراقبہ جلوس الموحد فی میدان التوحید وقیل المراقبۃ رویت اللہ بلا حجاب
یعنی موحد کا میدان توحید میں بیٹھنا مراقبہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک خداوند تعالیٰ کا دیدار بغیر کسی

www.maktabah.org

حجاب کے مراقبہ ہے۔
اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں قبلہ رو ہو کر اس طرح بیٹھے کہ ریڑھ کی ہڈی میں خم نہ ہو اور اس خلوت میں کوئی مداخلت کرنے والا اور سامنے بولنے والا نہ ہو۔ سامنے آنکھیں لگی ہوں۔ اللہ کا نقش اپنے سینہ میں تصور کرے اور پاس انفاس کرے اور غیر حق کو خیال میں مدخل نہ ہونے دے۔ اس طرح اسی حال میں ایک ہفتہ تک مراقبہ کا کام انجام دے اور بزم توحید میں دوست کے ساتھ اس کے نورانی حضور میں ہم مجلس رہے

قطعہ

چون نقش یار را در سینہ دارد — نفس را پاس با آئینہ دارد
شود علم وصال دوست حاصل — کہ آن را دایہ در سینہ دارد

ترجمہ: یار کے نقش کو جب سینہ میں رکھے تو سانس کو پاس کرتے ہوئے آئینہ کی طرح دیکھے۔ وصالِ دوست کا علم حاصل ہوگا اور اس کو سینہ میں محفوظ رکھے۔

مراقبہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی ابن برغش سے ایک شخص نے مراقبہ کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ اسرار توحید کی آئینہ کائنات میں کوئی مثال بیان فرما دیجئے اور انکار و تفرید کو وجود موجودات میں کسی تمثال سے ظاہر فرمائیے تو آپ نے کہا کہ دو آئینے ہیں اور ایک سیب ہے ظاہر ہے کہ ہر آئینہ میں ایک ایک نظر آئے گا در آنحالیکہ سیب ایک ہے۔ فاضلوں میں ایک وہاں موجود تھا۔ انہوں نے ایک قطعہ میں اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے

قطعہ

شیخ کامل نجیب الدین پیر کہن — این حرف نو آورد بصحرائی سخن
گفتا کہ ز وحدت ار مثال خواہی — سیبی یکی دو آئینہ تصور میکن

ترجمہ:۔ شیخ کامل نجیب الدین قدس اللہ سرہٗ نے صحرائی سخن میں یہ ایک نیا نکتہ بیان فرمایا کہ کائنات کے وجود میں اگر وحدت کی تمثیل تم چاہتے ہو تو سنو کہ ایک سیب کو دو آئینوں میں تصور کرو۔

اس طرح کی متعدد رباعیات شیخ عزالدین محمود الکاشی (صاحب مصباح الہدایت) نے لکھی ہیں۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے بسلسلہ رشد و ہدایت کئی بار یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مراقبہ میں طالب رشد و ہدایت کو عجیب ذوق اور عجیب حالت میسر آتی ہے۔

قطعہ

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن گرت بدین دست رس است
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔ مجھے دل نے کہا کہ علم لدنی ہوس ہے۔ اگر تجھے دین میں دسترس ہے تو مجھے تعلیم کر۔ میں نے کہا کہ الف،

www.maktabah.org

اس نے کہا اور آگے۔ میں نے کہا کہ مزید آگے کچھ بھی نہیں۔ اگر اس خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔

قطعہ

این عکس رخ تو داد نورِ بصرم — تا در رخ تو بنورِ تو در نگرم
گفتی منگر بغیر ما آخر کو — غیراز تو کسی نیاید اندر نظرم

ترجمہ: تیرے عکس رخ کو میں نے اپنی آنکھوں کا نور دیا تاکہ تیرے چہرے میں تیرا نور دیکھوں، اس نے کہا کہ میرے بغیر نہ دیکھو کیونکہ میری نظر میں تیرے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔

قطعہ

ای دوست میان ما جدائی تا کی — چون من تو ام این دتوئی و مائی تا کی
با غیر تو مجال غیری چون نماند — پس در نظر این غیر نمائی تا کی

ترجمہ: اے دوست ہمارے درمیان جدائی کب تک۔ جب میں تو ہوں تو یہ میں اور تو کب تک۔ جب تیرے بغیر کسی اور کی مجال نہیں ہے تو پھر اس نظر میں غیر نمائی کب تک۔

قطعہ

کثرت چو نیک می نگری عین وحدت است — ما را شکی نماند درین گر ترا شک است
در ہر عدو ز روئی حقیقت چو بنگری — کز صورتش بہ بینی و کز مادہ اش یک است

ترجمہ: کثرت کو جب غور سے دیکھے گا تو یہ عین وحدت ہے۔ ہمیں تو اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔ اگر تجھے شک ہے تو ہر عدد کو از روئی حقیقت اگر تو دیکھے تو خواہ صورت کو دیکھے خواہ مادہ کو وہ ایک ہی ہے۔

قطعہ

تا توئی درمیانہ خالی نیست — چہرۂ وحدت از نقاب کسی
گر حجاب خودی بر اندازی — عشق ومعشوق عاشقست یکی

ترجمہ: جب تک تو درمیان سے ہٹ نہیں جاتا چہرۂ وحدت نہیں دیکھ سکتا۔ اگر خودی کے حجاب کو تو اتار دے تو عشق ومعشوق اور عاشق ایک ہی ہے۔

مراقبہ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِيۡ [1] اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں۔

کے ارشاد کے بموجب آدم آئینہ کی طرح ہے اور اللہ کی ذات بس اس صورت مرئی کی طرح ہے جو خارج سے نظر آتی ہے اور روح اس صورت کے مشابہ اور مانند ہے جو صورت رائی کے مقابل میں آئینہ میں منعکس ہوتی ہے۔ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِيۡ کے معنی یہی ہیں ہر چند کہ ایک صورت داخلی آئینہ میں نظر آتی ہے اس کی

---

[1] پ ۱۴ سورہ الحجر ۲۹

www.maktabah.org

صورت خارجی کا وجود ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد کے:-

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [1] اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے جمع و تفریق کی وضاحت کے موقع پر ایک عارف باللہ کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ:

بعض عارفین نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی تجلی فرماتا ہے کسی ذات میں تو تمام ذات و صفات اور افعال کو دیکھتا ہے اور ان شعاعوں میں تلاش کرتا ہے اس کی ذات کو اس کی صفات کو اور اس کے افعال کو اور تمام مخلوقات سے اس کے نفس کو پالیتا ہے۔ گویا کہ وہ تمام مخلوقات کے لئے مدبر ہے اور وہ مخلوقات اس کے اعضاء ہیں اور کوئی شخص ان اعضا سے کسی کو الگ اور جداگانہ نہیں پاسکتا سوائے اس کے کہ اس کو سلم و کامل پاتا ہے۔ اس کی ذات واحد کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اسکو اسکی ذاتِ واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر اس کی صفت اس کی صفت اور اس کا فعل اس کا فعل بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ بالکلیہ عین توحید میں مستہلک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے لئے اس مرتبہ سے وراء اور کوئی مقام توحید میں نہیں ہے۔ جب روح کی نگاہ جمال ذات کی طرف منعطف ہوتی ہے تو اس وقت وہ نور عقل جو فرق کرنے والا ہے چیزوں کے مابین غلبۂ نور ذات قدیم کے باعث پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ پھر حدوث و قدم کے درمیان تمیز ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اب باطل حق کے نزدیک ہونے کے باعث مٹ گیا اس حال کو "حال جمع" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراقب منطق و منظومہ

مثنوی

مرد آن باشد کہ در یادِ حضور	نیارد اندر خاطر از حور و قصور
زانکہ در یادش چنانم دولتی است	کان زہر دو کون برتر شوکتی است
ہر کہ از نزدیک یادش ماند دور	گرچہ با حور است دارد صد قصور
ای برادر ہر چہ بینی در جہان	ہست در وی ذات پاک او نہان
گر بود چشمِ دل تو پاک تر	باشد از ہر چیز دلبر جلوہ گر
ہست ہر فردی خدا را آئینہ	بین تو در ہر آئینہ ہر آئینہ
بعد ازین دیدار او برتر برائی	بین جمالِ یار خود در ہر سرای
این ہمہ افراد یک آئینہ دان	کش فلک او را بود آئینہ دان
کاندران آئینہ روئ یار بین	گر بود چشم تو یاران یار بین
بعد ازیں برتر ترا بہر خیال	بین وجود خویش را آئین مثال
اندرو عکس ہمہ اسماء حق	بین ہم تو کن لباس غیر شق

[1] پ ۲۰ القصص ۸۸

www.maktabah.org

برترآ زین خاطر خود پاک کن
ذات او را آئینہ ادراک کن
در چنین آئینۂ ذات خدائ
عکس اسمائی جہان بین از درائ
تا بود محو تو در عکس شہود
تو نمائی درمیان الاّ وجود
گر چنین محوی ترا حاصل شود
فرق با جمعیتی واصل شود
ہر کرا بر دست آید این مقام
ہست او اہل مقام والسّلام
این مقام اشرف سمنان بود
نی زلیخا یوسف کنعان بود
صورتم جام جہان بین آمدہ
نے چو جمشید جہان بین آمدہ

ترجمہ: حقیقی جوانمرد وہ ہے جو یاد الہٰی میں اپنے دل میں حور و قصور و جنت کا خیال بھی نہ آنے دے اس لیے کہ اس دوست کی یادالہٰی عظیم دولت ہے کہ اس کی شان و شوکت دونوں جہاں سے بڑھ کر ہے۔ جو بھی اس کی یاد کے قرب سے دور رہا ایسا بدنصیب اگر حوریں بھی رکھتا ہو تو ننگ و نا کامیاں اس کے دامن میں ہیں۔ اے عزیزہ! دنیا میں تم کو جو کچھ بھی نظر آتا ہے۔ اس میں اس کی ذات پاک پوشیدہ ہے۔ اگر تمہاری چشم دل ماسوا سے پاک ہے تو ہر چیز میں وہ محبوب حقیقی تم کو جلوہ گر نظر آئے گا ہر فرد خداوند تعالیٰ کی ذات کی جلوہ گری کے لیے آئینہ ہے بے شک تم ہر آئینہ میں نظر کرکے دیکھو اور اپنی ذات میں اس دیدار کے بعد ذرا اور آگے بڑھو تو اپنے دوست کا جمال ہر جگہ دیکھو گے۔ کائنات کے تمام افراد کو (باعتبار کل) ایک آئینہ سمجھو اور یہ آسمان بھی اس کی جلوہ گری کا ایک آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں اپنے محبوب کے جمال کا نظارہ کرو اور اگر تمہارے پاس آنکھ ہے تو دوست کے دوستوں کو دیکھو۔ اس کے بعد عالم خیال میں آکے دیکھو کہ یہ تمہارا وجود ایک آئینہ کی طرح ہے اور اس آئینہ میں تمام اسمائے حق کا عکس پڑ رہا ہے۔ تو اس میں نظر کرو لیکن غیر کے لباس کو اتار دینا شرط ہے۔ اس سے آگے اگر اور تم بڑھنا چاہتے ہو تو اس خیال کو بھی دل سے نکال دو اس وقت تم خود اس کی ذات کو ایک آئینہ پاؤ گے۔ اس وقت اس آئینہ میں جو ذات خداوندی کا آئینہ ہے تم کو اس کے ماورا تمام اسمائے جہاں کا عکس نظر آئے گا۔ جب تمہاری ذات اس شہود حق میں محو ہو جائے گی تو پھر اس میں تم ہی تم نظر آؤ گے ہاں تمہارا وجود اس میں نہیں ہوگا۔ اگر تم کو یہ محویت حاصل ہوگئی تو پھر تمہارا حال تفریق جمع سے ہوگا تفرقہ مٹ جائے گا اور حال جمع حاصل ہو جائے گا۔ جس کسی خوش بخت کو یہ مقام ہاتھ آجائے بس وہی صاحب مقام ہے (اس کے آگے اور کیا کہوں۔) اس کے فضل و کرم سے اشرف سمنانی کو یہ مقام حاصل ہے۔ اب وہ زلیخا (عاشق) نہیں ہے بلکہ اب وہ خود یوسف کنعان (محبوب حق) ہے۔ اس کے لطف و کرم سے میری صورت اب ایک "جام جہاں بین" کی طرح ہے اس دانش مند جمشید کے جام کا کیا ذکر کہ وہ جام جہاں نما رکھتا تھا اور میری صورت جام جہاں بین ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۱

مشاہدہ و وصول و رویتِ صوفیہ و مومنانِ دیقین

قَالَ الْاَشْرَفُ !

المشاھدۃ ھی معائنۃ الوجود فی مرات رویۃ المقصود بعین الیقین المفقود۔

ترجمہ:۔ اشرف سمنانی فرماتے ہیں کہ وجود کا آئینہ میں معائنہ کرنا اور چشمِ یقین سے مقصود کا دیکھنا مشاہدہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ رویت باری تعالیٰ اور اختیار کا مسئلہ سلف میں بھی مشکل تھا (اسلاف کے خیالات بھی ان ہر دو مسائل میں مختلف و متضاد رہے ہیں) اور آج بھی اسی طرح مشکل ہے۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے اور کیا طریقت و حقیقت کے اعتبار سے، پھر بھی عارفان کامل اور علمائے مکمل نے اس مسئلہ کی اس طرح شرح اور وضاحت کی ہے جس سے اربابِ صدق و صفا کو اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں، کہ بعض مشائخ اور اربابِ تصرف نے مشاہدہ، وصول، رویت اور یقین کو الفاظِ مترادف خیال کیا ہے۔ (معنی ایک ہی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہیں) لیکن محققین صوفیہ نے مشاہدہ، وصول اور رویت میں کچھ فرق کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مختلف ہیں اور فرمایا کہ مشاہدہ اور وصول کا تعلق تو اس جہان فانی سے ہے۔ اور رویت دار آخرت سے موعود ہے یعنی آخرت میں وعدہ کردہ شدہ ہے۔

قطعہ

گرچہ دارد نازنین من نقاب | بر رخ کش ذرہ گردد آفتاب
لیک چشم از بہر توئی آسودہ کرد | جلوہ در آخرۃ موعود کرد

ترجمہ:۔ اگرچہ مرے نازنین کے اس چہرہ پر نقاب پڑا ہے جس کی تجلی کے ایک ادنی کرشمہ سے ذرہ آفتاب بن جائے لیکن اپنے جمال کے پرتو سے میری آنکھوں کی تسکین کے لیے اس نے اپنے دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا ہے۔

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتے ان آنکھوں سے اور نہ دل سے مگر جہت یقین سے اس کا دیدار ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ایک گروہ نے اسی بات کو روا رکھا ہے کہ بندہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے آنکھوں سے اور دل کے مشاہدہ سے لیکن علمائے

www.maktabah.org

اہل سنت وجماعت اور ارباب دین و دیانت کا اس پر اجماع ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں ان کو بدعتی کہتے ہیں یہ تمام تر مبالغہ علمائے ظاہر اور متشرعان حضرات نے روا رکھا ہے۔ صوفیہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرات صوفیہ اور مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت ہیں دونوں میں حق تعالیٰ کا دیدار تمام مسلمان مردوں اور عورتوں اور مومنین و مومنات کے لیے نص قرانی، احادیث شریفہ اور اقوال صحابہ کرام و ائمہ و مشائخ اور اخص الخاص سے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر مشائخ کے اقوال سے بھی تائید ہوتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ عام مسلمان آخرت میں ان جسمانی آنکھوں سے اس کا دیدار کریں گے اور خاص بندے (ارباب طریقت) دیدۂ دل سے دنیا میں اس کا دیدار کریں گے جس میں نہ چگونگی اور نہ کوئی کیفیت اور نہ احساس اور نہ ادراک! لیکن جو بندگان اخص (خاص الخاص) ہیں وہ دنیا میں چشم جاں سے اس کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ حالت خواب ہوتی ہے یا حال مراقبہ ہوتا ہے۔

بیت (خواجہ حافظ)

دیدن روئے ترا دیدۂ جان بین باید
واین کجا مرتبہ چشم جہان بین منست

ترجمہ:۔ ترے دیکھنے کے لئے تو چشم جان بین کی ضرورت ہے۔ میری اس چشم جہان بین کو سلیقہ کب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من رانی فی المنام فقد رای الحق — جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا۔

ایک دوسری حدیث میں کیا ہے:

رایت ربی فی المنام علی احسن صورتہ — میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں خواب میں دیکھا۔

اسی کا نام مشاہدہ ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک سو بیس بار دیکھا اور اس سے ستر بار سوال کیا اور ان میں سے چار کا میں نے اظہار کیا لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ پس میں نے باقی کو چھپا لیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا رب ارنی انظر الیک اے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تجھے دیکھوں! اگر حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں ناممکن و محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رویت باری کی درخواست دنیا میں نہ کرتے۔ اس لیے کہ محال طلبی انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ہے۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا لن ترانی فرمانا اس وجہ سے تھا (ظاہری آنکھ) سے دنیا میں رویت ممتنع اور ناممکن ہے۔

مثنوی

گرچہ در دنیا جمالت دیدنی است — دیدنی گویند ولیکن دید نیست

www.maktabah.org

دیدنِ را ہر کہ او منکر بود — گر مسلمان است خود کافر بود
دیدنِ باشد دلی نوع دگر — دیدہ را زین دیدنی نبود اثر
ہرکرا زین دیدنی ذوقی بود — تا ابد از دیدہ در شوقی بود
واصلِ فانی کہ در باقی بود — حاصل دیدار در باقی بود
شرح دیدن برتر ازکیفیت است — ماہری داند کہ از ماہیت است
خیز از قانونِ ارنی در نواز — تا بردن آید ترا زین پردہ راز
رازساز پردہ ازگوشِ دل — گوش را آن نغمۂ غیرت گسل
تا ترا این جملہ یکسازی شود — ہر سرِ مویت در آوازی شود
بشنوی گوش از شجرۂ شہود — نغمۂ انی انا اللہ از وجود
گرترا از لن ترانی زخمہا است — زخمہا نبود تر آن نغمہا است
لن ترانی ناز معشوقی بود — گر نہ داند ناز او شوقی بود
سنگِ دل را قابل دیدار کرد — معدنی ازگوہری اسرارکرد
لن بسوئی چشم انظر بردلست — ہرکہ این چشمک بداند کامل است
اشرف این ناز و نیاز دلبران — ہرکہ داند از یقین نہ دلبر آن

ترجمہ:- اگرچہ دنیا میں تیرا جمال دید کے قابل ہے۔ اس کو دیدنی تو کہتے ہیں لیکن اس کی دید ہوتی نہیں۔
پس دیدنی کا جو کوئی بھی منکر ہے اگر مسلمان بھی ہو تو وہ کافر ہے۔
ہاں یہ دیدار ایک اور ہی قسم کا ہے۔ اس دید میں ان آنکھوں کا کوئی تعلق نہیں ہے جو کوئی ان آنکھوں سے اس کے دید کا ذوق رکھے گا وہ ابد تک اس شوق میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں! جب یہ فانی اس باقی سے واصل ہو جائے گا۔ اس کی ذات میں فنا ہو جائے گا تب اس باقی میں دیدار حاصل ہو جائے گا۔ اس کے دیدار کی شرح کیفیت میں نہیں سما سکتی۔ وہ اس سے کہیں برتر ہے کہ ایک ماہر ہی جان سکتا ہے کہ ماہیت کیا ہے۔ اٹھ اور رب ارنی کا ساز بجا تاکہ اس راز سے پردہ تیرے سامنے سے اٹھ جائے۔ دل کو اس راز کے ساز کا پردہ بنالے اور پھر اس دوئی کو مٹانے والے نغمہ کو سن۔ تاکہ خودسراپا اِک آواز بن جائے اور تیرا ہر سر مو ایک آواز بن جائے۔ پھر تو اس وقت شجرہ شہود (شجر طور) سے انی انا اللہ کا نغمہ سن سکتا ہے اگر تیرے دل پر لن ترانی کے زخم آتے ہیں تو وہ زخم نہیں ہیں (بلکہ نغمات ہیں) یہ لن ترانی تو ایک ناز معشوقانہ ہے جو کوئی اس ناز معشوقانہ کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر وہ ایک شوق ہے ایک آرزو ہے۔ ذرا غور تو کر دل کے پتھر میں اس نے قبول دیدار کی صلاحیت پیدا کر دی ہے اور اس کو گوہر اسرار کی کان بنا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ لن (نفی) کا تعلق چشم سے ہے اور انظر کا ربط دل سے ہے یعنی اس کو دل سے دیکھ سکتے ہیں اور چشم سر سے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو اس لطیف فرق کو جانتا ہے

www.maktabah.org

وہ دراصل مرد کامل ہے اور طالب صادق ہے۔ اے اشرف معشوقوں کے بےناز و نیاز جو یقین کامل کے ساتھ سمجھتا اور جانتا ہے وہی حقیقت میں دلبر ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب دل کو مرتبہ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ وہ "وہ" ہے اور جب بندہ کا یہ یقین درست ہو جاتا ہے تو بس سمجھ لینا چاہیئے کہ دیدار حاصل ہو گیا۔

شعر

بدرد یقین پردہ ہائے خیال
نماند سرا پردہ الا جلال

ترجمہ:۔ اس منزل پر یقین خیال و گمان کے تمام پردے چاک کر ڈالتا ہے اور عبر جلال ذات کے سوا اور کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔

اصحاب کشف و وجدان اور ارباب شہود و عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کو اسمائے صفات کے واسطہ کے بغیر اور آئینہ کائنات کے رابطہ سے الگ ہو کر نہیں دیکھ سکتے۔ آئینہ کائنات کا رابطہ اور اسمائے صفات کا واسطہ اس کے دیدار کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اس کی ذات والا صفات ایسی پر نور ہے کہ اس کے نور کا ایک ذرہ بھی کونین کی تمام آنکھوں ..... کو جلا دینے کے لیے کافی ہے اور چار سمتوں (خافقین) کے انوار کو درہم برہم کر دینے والا ہے اور اس کی تجلی اسمائے صفات کے پردہ میں رہ کر ہی عارفان روزگار کی بصیرت کی بقا کا باعث ہے اور اس کے رخسار جمال کے ناظروں کا شوق بڑھانے والی ہے۔ جیسا کہ ظاہری طور پر ایک دنیاوی مثال ہے کہ ابر کا ایک رقیق پردہ جب دیکھنے والی نگاہوں اور سورج کے مابین واسطہ بن جاتا ہے تو دیکھنے والا اس ابر کے پردہ کے باعث خورشید کو نہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ابر کا یہ پردہ نہ ہوتا تو خورشید کا نظارہ ممکن ہوتا۔ پس اسی طرح یہ اسمائے صفات بھی اس کے خورشید ذات اور اصحاب شہود کی بصیرت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔

مثنویات

ای برادر چون جمالِ آفتاب	نیست صدک ناظران را بی سحاب
پس چنان آن نور خورشیدِ جمال	بی وقایت می ورایدِ درخیال
شد وقایت درمن و خورشید ذات	بہر ادراک جمال این صفات
گر نباشد این وقایت درمیان	ہیچ کس او را نہ بیند در عیان
ہر کہ دانشمند این معنی بود	حد وقائع شرح لایعنی بود
گر بتابد ذرہ آن آفتاب	ز آسمان غیب مطلق بے نقاب
محو گردد عالم و آثارِ او	در شعاع لمعۃ انوارِ او
جلوہ دارد عجب خورشید رو	از تہ جلباب کثرت سو بسو

www.maktabah.org

عکس خوبانِ جہان باشد عیان ‌ ‌ ‌ کا شکار پردہ نی پردہ نہان
ورنہ نور ذات را تقصیر نیست ‌ ‌ ‌ یک چشما نرا چنان تدبیر نیست
ہر کہ اشرف اینچنین دارد نظر ‌ ‌ ‌ او خدا را دید و سرکرد از نظر

ترجمہ:- اے عزیز! جس طرح آنکھیں بغیر حجاب اور پردہ کے جمال آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں اسی طرح اس خورشید جمال کا نور بھی بغیر پردہ کے کب خیال میں آسکتا ہے (بغیر پردہ دیکھنے کا خیال کس طرح ہو سکتا ہے) یہی پردہ اس خورشید ذات اور میرے درمیان حائل ہے تاکہ اس کی صفات کے جمال کا ادراک کیا جا سکے۔ اگر یہ پردہ درمیان میں نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کو عیاں نہیں دیکھ سکتا تھا جو کوئی اس بات کا سمجھنے والا ہے اس کی نظر میں ایسی سینکڑوں رکاوٹیں لایعنی اور بے معنی ہوں گی۔ اگر اس آفتاب جمال کا ایک ذرہ بھی آسمان غیب مطلق سے بے نقاب ہو کر اپنی تابانی دکھائے تو یہ عالم اور اس کے تمام آثار فنا ہو جائیں اور مٹ جائیں۔ بایں ہمہ وہ خورشید محبوب اپنے انوار کی کرنوں کی ایک ایک شعاع کی عجیب جلوہ نمائی کرتا ہے۔ کہ کثرت کے پردوں کے پیچھے سے ہر طرف جلوہ نما ہے۔ خوباں جہاں کے عکس سے دنیا میں عیاں ہے کہ وہ پردہ سے آشکارا ہے لیکن پھر بھی پردہ میں عیاں ہے۔

ورنہ نور ذات کا تو کوئی قصور نہیں کہ وہ پردوں کے پیچھے سے بھی عیاں ہے۔ یہاں ہماری نگاہوں کو اس کے دیدار کا سلیقہ نہیں آتا۔ اے اشرف جو کوئی ایسی نظر رکھتا ہے کہ پردوں میں اس کے جمال کا مشاہدہ کر سکے تو وہ خدا کو دیکھ سکتا ہے لیکن نظر اس بارے میں سرگرداں رہے گی۔

جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا ہے سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عالم کثرت میں اس کا یہ نور بحسب ظہور و تجلی ہے۔ بحسب حقیقت نہیں ہے اس لئے کہ اسکی حقیقتِ ذات کا ابد تک ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا احاطہ ہو سکتا ہے کبھی بھی نہ بحسب مجموع نہ بحسب تفصیل۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ نسبت شہود کا ملکہ پیدا ہو جانے کو صوفیہ کرام وصول اور مشاہدہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو عروس وصول کے ناظر ہیں اور خورشید ہائے حصول کے دیکھنے والے ہیں ان کا کچھ اور ہی مشرب ہے (وہ یہ بات نہیں کہتے) کہ ان کے مشرب کی وضاحت کے لیے عبارت کا دامن تنگ ہے اور نہ اشارات میں اس کو سمو سکتے ہیں اور نہ اس کا وزن کر سکتے ہیں۔

مثنوی

دیدن رخسار او اندر نقاب ‌ ‌ ‌ گرچہ دارد ذوق و شوقی بی حساب
لیک در چشم شہود عارفان ‌ ‌ ‌ پردہ بر رخسار نبود بیگمان

لہ بے حجابی میں بھی نکلیں ان کی پردہ داریاں ؂ شمس وہ اتنے نمایاں ہیں کہ پنہاں ہو گئے

www.maktabah.org

بلکہ ایشان را درین ذوق وصال ہست ذوقی دیگر از راہِ کمال

ترجمہ: اس محبوب کے رخسار کا دیدار نقاب کے اندر اگرچہ بڑے ذوق وشوق کا حامل ہے۔ لیکن عارفوں کی نگاہ شہود میں اس کے رخساروں پر کوئی پردہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کو اس ذوق وصال میں ایک دوسرا ذوق از راہِ کمال حاصل ہے۔

ہر چند کہ عارفوں کو دنیا کے کارخانہ عروسی میں عروس زیبا نگار یعنی پروردگار کا مشاہدہ حاصل ہے لیکن اس عروس زیبا نگار کے رخساروں پر جو ایک باریک پردہ پڑا ہوا ہے وہ اس دنیا میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس لیے کہ اس کے اٹھنے کا وعدہ دار آخرت میں کیا گیا ہے۔ تاکہ مشاہدہ وروبیت میں فرق باقی رہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر مشاہدہ کی نسبت کامل تر ہوگی۔ پس اس دار امکان اور دار آخرت کی لطافت کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ اور یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لوکشف الغطاء لما ازددت یقیناً (اگر یہ حجاب دور بھی ہو جائے تو یقیناً میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (اس کی ذات پر جیسا یقین اس وقت ہے اس وقت بھی رہے گا۔) اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع یقین میں تو کچھ زیادتی نہیں ہوگی۔ ہاں شوق وصول اور ذوق حصول میں اضافہ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدوستی السمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک تجلی کے وقت کسی صورت کا مشاہدہ کرے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تجلی صوری ہے اور حق تعالیٰ کو اس صورت سے منزہ سمجھنا چاہیئے۔ البتہ اس کو تجلی حق تعالیٰ جاننا چاہیئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ درخت جس سے یہ آواز آئی تھی خدا تھا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور کوئی یہ کہے کہ یہ بات خدا نے نہیں فرمائی تو ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پس تجلی صوری کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور ایسا ہی اعتقاد ضروری ہے اس روز جبکہ انہوں نے یہ بات فرمائی۔ اخی علی دوستی بھی موجود تھے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے علی دوستی کا یہ واقعہ اور جو کچھ انہوں نے اس وقت کہا بہت پسند آیا میں اس وقت درویشوں کے اعتقاد کی استقامت کے لیے اس کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال ایک بار "کل موجودات کی صورت میں" تجلی فرمائی۔ علی دوستی نے اس کی تنزیہہ اور تسبیح ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کر دی جو صور لفظی میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ادا کرائے تنزیہہ وتسبیح اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے متعلق ان سے دریافت کیا کہ کیا تو نے مجھے دیکھا۔ علی دوستی نے جواب دیا نہیں اے پروردگار! فرمایا کہ پھر یہ جو کچھ دیکھا یہ کیا تھا۔؟ علی دوستی نے کہا کہ یہ سب تیرے آثار وافعال اور صور صفات تھے تیری ذات تمام چیزوں سے منزہ و پاک ہے۔ ان کا یہ جواب بارگاہ رب العزت میں بہت پسند کیا گیا۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے طوالع الشموس[1] سے یہ بات نقل فرمائی کہ جب یہ بات محقق ہوگئی کہ بصارت بصیرت سے ہے اور اس سے قائم ہے اور کوئی ادراک بھی بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ جیسے شعاع جو چراغ کی روشنی سے متعلق ہے اسی طرح بصارت کا تعلق بصیرت سے ہے پس کسی صورت کا دیدار بھی اس وقت تک ہے جب تک بصیرت، بصارت کے ساتھ ہے اور اس سے متعلق ہے۔ جب بصیرت کا تعلق حق سے ہو گیا اور وہ حسن باقی سے متعلق ہو گئی اور اس کی طلب اس میں پیدا ہو گئی تو پھر یہ بصارت کہاں باقی رہی وہ تو رخصت ہو چکی کہ اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا جب بصیرت نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اس موقع پر بصارت خود بصیرت بن جاتی ہے۔ اور اس کا وصف اختیار کر لیتی ہے پھر وہ کسی صورت کو نہیں دیکھتی اور بصیرت میں حق جلوہ گر ہے۔ پس اب بصارت و بصیرت میں سوائے حق کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور جب بصیرت صفت حق بن گئی تو اب بصارت بصیرت بن کر تر تیل دیکھتی ہے نہ بعد، نہ دایاں دیکھتی ہے نہ بایاں نہ اس کے فوق ہے نہ تحت ہے۔ اب نہ یہاں مناسبت اضداد باقی رہتی ہے اور نہ مشابہت انداد (ضدین کا شکل میں آنا) اب بس وہی جیسا کہ وہ ہے رہے گا۔ وھو کما ھو لا ھو اس نسبت کا تعلق صرف کشف سے ہے کہ قوت ادراک یہاں بیکار ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ز وَھُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج [2] — نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ احاطہ کئے ہوئے ہے سب نگاہوں کا۔

یہاں غور کرو۔ دیکھو کہ بصیرت یہاں کار فرما ہے اور عقل اس کے ادراک سے بیکار ہے۔ بہر حال یہ بحث بہت طویل ہے۔ ہزاروں دفتر بھی بھر جائیں پھر بھی اس نکتہ رویت کو نہیں پا سکتے۔

رویت کے اقسام و انواع

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں:

سیرون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر فی لیلۃ البدر۔ — نزدیک ہے کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

عارف کے لیے ایک انکشاف کامل ہے۔ جس میں معارف عزیبہ پوشیدہ ہیں اور یہ بات معلوم ہو گی کہ رویت تین طرح کی ہے۔ یقین، مشاہدہ اور عیانی۔ یقین یعنی رویت الیقینی، یہ جملہ مومنین کو حاصل ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ رویت حق تعالیٰ حقیقی ہے اور ہم اس کا دیدار کریں گے۔ یہ قسم عوام ہے۔ اور مشاہدہ یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے وہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی کرتے ہیں لیکن چشم دل کے ساتھ:

---

[1] طوالع الشموس حضرت قاضی حمید الدین ناگوری خلیفہ اجل حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ [2] پ ۷ الانعام ۱۰۳

www.maktabah.org

کانہ یراک　　گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اور رویت عیانی کا تعلق کل قیامت سے ہے کہ چشم سر سے اس کا دیدار کریں گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ وصول علم یقین ایسے صوفیہ کرام کو حاصل ہے جو صرف کامل ہی نہیں بلکہ کمل (کمال پر پہنچانے والے) ہیں۔ یہی وصول علم الیقین رویت ہے۔

چنانچہ رسالہ غوثیہ میں ہے:

یا غوث من سألنی عن الرویت بعد العلم فهو محجوب بعلم الرویة فمن ظن ان الرویت غیر العلم فهو معذور ۰

یا غوث حصول علم کے بعد جس نے مجھ سے رویت کے بارے میں دریافت کیا وہ علم رویت سے محجوب ہے، جس نے یہ سمجھا کہ رویت غیر علم ہے وہ معذور ہے۔

وصول کیا ہے؟ ایک موقع پر وصول کے بارے میں گفتگو ہونے لگی کہ وصول کیا ہے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ شبلی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ وصل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ عطفتین کو دور کر دے۔ تجھے وصل حاصل ہو جائے گا۔ یعنی دو میلانات یا دو خواہشات کو ترک کر دے اس پر سائل نے سوال کیا کہ حضرت عطفتان کیا ہیں؟ فقال قام ذرة بین یدیکم فحجبتکم عن اللہ کہ ایک ذرّہ تمہارے سامنے ایستادہ ہے بس وہ تمہارے لیے خدا سے حجاب بن گیا ہے۔ سائل نے پھر سوال کیا فقال ما تلک الذرة قال الدنیا والعقبیٰ　　کہ یہ ذرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ج [1]　　تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا۔

پس ان میں اللہ کا طالب کون ہے۔ پھر شبلیؒ نے فرمایا:

اذ قلت اللہ فهو اللہ و اذا سکت فهو اللہ یا من ھو۔ لا ھو سبحانہ وحدہ لا شریک لہ　　جب تو نے کہا اللہ تو وہ اللہ ہی ہے اور جب تو خاموش رہا تو بھی اللہ ہی ہے، اے وہ ذات جس کے سوا کچھ نہیں وہ پاک اور واحد ہے۔

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے ان کو وہاں سے اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا وصول دو طرح پر ہے ایک تو وہ ہے جس کے بارے میں علمائے ظاہر فرماتے ہیں کہ، العلم باللہ وصول الیہ　　اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم باللہ ہے۔

---

[1] پ ۴ آل عمران ۱۵۲

www.maktabah.org

چنانچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا علم یہ ہے کہ جس نے اس کو جانا اور اس پر ایمان لایا گو یا وہ اس تک پہنچ گیا اور دوسری نوعیت وصول کی ہے جو صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "غیر سے الگ ہو جانا اور خدائے عزوجل سے اتصال حاصل کرنا وصول ہے"۔ اس لئے کہ بندے اور خدا کے درمیان نہ آسمان، نہ زمین نہ پہاڑ نہ دریا نہ دشت نہ بیابان کوئی چیز بھی حجاب نہیں، سوائے اس کے کہ بندہ غیر کے ساتھ مشغول ہو۔

شعر

چون نماند در دلت اغیار نام
پردہ از محجوب برخیزد تمام

ترجمہ:۔ جب تیرے دل میں غیر کا نام باقی نہیں رہے گا تو اس محبوب کے رخ سے تمام پردے اٹھ جائیں گے۔
اس منزل پر سالک کو کمالِ مشاہدہ اس درجہ مستغرق کر دیتا ہے کہ اس میں کسی غیر کو نہیں سنا جا سکتا۔

مصرع: انا من اھویٰ ومن اھویٰ انا

ترجمہ:۔ میں وہ ہوں جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں وہ میں ہی تو ہوں۔ سے اس مرتبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مثنوی

ہمدم گر از بر دُرّ وجود غرق گردد در دل بحر شہود
دُرّ و دریا ہر دو باہم گم شود ہمچو جوئی کاخران قلزم شود

ترجمہ:۔ اگر کوئی ہمدم ایک دُرّ وجود کے لیے بحر شہود کے اندر غرق ہو جائے تو اس وقت دُر اور دریا دونوں ایک ہو جائیں گے جس طرح ایک نہر قلزم میں گر کر خود قلزم بن جاتی ہے

مومنوں کی رویت

جب یہ ذکر چھڑا کہ مومنوں کو رویت حق کس طرح ہو گی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا مومنوں کی رویت کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ اصحاب سنت و جماعت اور ارباب دین و دیانت کی رائے اس سلسلہ میں مشہور رہے اور ان کا اعتقاد ظاہر ہے۔ اور اسلاف کرام کی کتب عقائد میں اس کی صراحت موجود ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں آئی ہے،

واذا نظروا الی الجمال طابوا واذا نظروا الی الجلالہ ذابوا۔

اور جب اس کے جمال کا نظارہ کریں گے تو شادماں ہوں گے اور جب اس کے جلال کا مشاہدہ کریں گے تو پگھل جائیں گے۔

یعنی جو مومنین بہشت میں پہنچیں گے اور بہشت کو حور و غلماں سے آراستہ پیراستہ پائیں گے تو خوشی سے مست ہو جائیں گے اور اس کے بعد جمال حق کا نظارہ کریں گے تو بے حد و حساب طرب حاصل ہو گی۔ اور جب جلال حق پر نظر کریں گے تو ان میں گداز پیدا ہو گا

www.maktabah.org

شعر

چشم شوخ تو خون من ریختہ بود
آہ از نہ لب تو دستگیرم بودی

ترجمہ:۔ تیری شوخ چشم نے میرا خون کر دیا ہے۔ آہ تیرے لبوں نے میری دستگیری نہ کی۔
کہ بہشت پگھلنے کی جگہ نہیں۔

قطعہ

چون جمال یار دیدہ آن زمان	درطرب آیند از حسنش نیاز
ور جلال او نماید ذرۂ	گر بود صد کوہ آید درگداز

ترجمہ:۔ جب دوست کا جمال دیکھیں گے تو دوست کا حسن دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوں گے اگر اس کا جلال اپنا ایک ذرہ بھی بے نقاب کر دے تو اگر سو پہاڑ بھی ہوں پگھل جائیں۔

اس موقع پر شیخ خادم حسین نے عرض کیا کہ "گداختن" سے یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا یہ گداز حقیقی ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ گداختن حقیقی نہیں ہے۔ کہ جنت پگھلنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ گداختن سے مراد یہ ہے کہ جب وہ جمال حق کا مشاہدہ کریں گے تو ان تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جو انہوں نے جنت میں دیکھی ہوں گی۔ اور اس وقت ان کو کوئی چیز یاد نہ رہے گی۔ اور وہ یہ خیال نہ کر سکیں گے کہ وہ چیز انہوں نے دیکھی ہے یا نہیں؛

غزل

چو بینند عاشقان در روئی معشوق	چہ معشوقی کہ او را نیست ثانی
زنند خیمہ ز ملک خویش بیرون	ز دیدار جمال کامرانی
جمال حور دارد کامرانی	بجنب صورت آن پر معانی
بل از ہر دو جہان چیزی نباشد	کہ تمثیلش بود از انس و جانی
اگر از نعمت کونین معرض	نباشد پیش حسن جاودانی
مگو از ناظران روئی باقی	کہ نبود از وجود خویش فانی
اشرف از گلشن دیدار آنکس	گلی چیند کہ داند باغبانی
اگر نبود وجودش ہمچو نرگس	چہ بیند گلشن دیدار جانی

ترجمہ:۔ جب عاشقوں نے معشوق کے چہرے میں دیکھا۔ ایسا معشوق کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ تو اپنے ملک سے باہر خیمہ زن ہو گئے، دیدار جمال سے کامران ہوئے۔ حور کا جمال کامرانی کا حامل ہے۔ جو اس پر معانی صورت میں ہے بلکہ دو جہاں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو انس و جانی کی تمثیل ہو۔ اگر کونین کی نعمت بھی حاصل ہو جائے تو حسن جاودانی کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے باقی کا چہرہ دیکھنے والوں سے نہ کہو کہ اپنا وجود

www.maktabah.org

فانی نہیں تھا۔ اس کے گلشن دیدار سے اشرف نے وہ پھول چنے جو باغبان جانتا ہے۔ اگر اس کا وجود نرگس کی طرح نہ ہوتا تو گلشن میں دیدار جانی کیسے کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ۝ [1]

اور جب تو وہاں (کسی طرف بھی) نظر اٹھائے نعمت ہی دیکھے اور بہت بڑی بادشاہت۔

منقول ہے کہ جب مومنین جمال حق کی پہلی نظر دیکھیں گے تو اس کے ذوق سے اسّی سال تک مست و بے خبر رہیں گے۔

بیت

جمال در نظر شوق ہم چنان باقی
گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گداست

ترجمہ:۔ نظر شوق میں آرزوئے جمال اسی طرح باقی ہے اگر گدا اگر کو تمام عالم بھی دے دیا جائے جب بھی وہ گداگر رہے گا۔

اس موقع پر قاضی اشرف نے عرض کیا کہ جب مومنین حالِ دیدار میں ہوں گے تو وہ ان چیزوں سے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جیسے نعمتوں سے بہرہ ور ہونا، حوروں سے مباشرت کرنا اور اس طرح کی دیگر لذتوں سے بہرہ یاب اور محظوظ ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب "معدن المعانی" میں اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ تمام نعمتیں دوسری حالت میں ہوں گی لیکن یہ نعیم دارین میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ بہشت کی لذتوں اور خواہشات لذت کے اعتبار سے دیدار خداوندی کل نعیم کا دیکھنا ہے۔ یہ ایک نعمت نعیم دارین کا جمع ہو جانا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

فرد

ہر چہ ہست از منظر حسن و جمال   محو گردد پیش حسن لایزال
(ہیچ ہیں سب منظر حسن و جمال   سامنے ہے جب وہ حسن لایزال)

اس اعتبار سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بہشت حواس کی بہرہ مندی کے لیے تو ایک معدن ہے لیکن دل کی لذت تو خدائے عزوجل کے دیدار میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام کا طبقہ عالیہ اگرچہ جنت میں حور و قصور کی طرف متوجہ اور ان کی لذتوں سے بہرہ یاب ہوگا لیکن ان کا ذوق و شوق عام مسلمانوں کے ذوق و شوق سے سوا ہوگا بلکہ وہ رویت الٰہی جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے حور عین کے نظارہ اور مندرجہ بالا محلات کے ملاحظہ سے حاصل کریں گے یہ نکتہ ہر طبیعت کے ادراک کے لائق نہیں ہے ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ الدھر: ۲۰

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کو اینچنین ادراک باشد زلذتہائی بشری پاک باشد
بود ذوقی مرایشان را بدیدار کہ برتر از ہمہ ادراک باشد

ترجمہ :۔ جب کسی کو ایسا دیدار میسر آجائے جو ادراک سے بالاتر ہے تو یقیناً بشری لذتوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ ذوقِ دیدار اسی کو ہو سکتا ہے جو تمام ادراک سے بلند و بالا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ رویت کی لذت شوق کے اندازہ کے مطابق ہے جس مقدار کا کسی کو شوق ہوگا (اتنا ہی بہرہ یاب ہوگا) بعض کو دنیا سے مشتاق لے جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

قطعہ

روز محشر کہ من از خواب گران برخیزم ہمچو نرگس بجمالت نگران برخیزم
گر در انجای شہیدان غمت را طلبند من بخون غرق کفن نعرہ زنان برخیزم

ترجمہ :۔ جب روز محشر میں خواب گراں سے میں بیدار ہوں گا تو نرگس کی مانند تیرے جمال کو دیکھتا ہوا اٹھوں گا اور اگر وہاں تیرے غم کے شہیدوں کو طلب کریں گے (پکاریں گے) تو میں خون میں غرق کفن میں سے نعرہ مارتا ہوا اٹھوں گا۔

اور بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے آخرت میں یہ شوق عنایت فرما دے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا جب دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ مخاطب فرمائے گا (دیر تک انتظار کرو) تو اس خطاب کی لذت سے دوزخی عذاب کی وحشت اور دوزخ کی عقوبت کو بھول جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا

یا غوث لا وحشت ولا حرقۃ فی النار بعد الخطاب لاھلھا — یا غوث دوزخیوں سے خطاب کے بعد آگ میں حرکت اور وحشت باقی نہیں رہے گی

ان کا رونا دھونا اور آہ و بکا کرنا فراق کے باعث تھا نہ کہ بوجہ عذاب۔

قطعہ

چو یوسف برسر زندان گذر کرد خطابی کرد با زندانیان ساز
ز یاد شوق آن آواز زندان شدہ گلشن پر از گلہائی طناز

ترجمہ :۔ جب حضرت یوسف قید خانہ کی طرف سے گذرے اور قیدیوں سے مخاطب ہوئے تو قید خانہ ان کی یاد کے شوق میں رنگا رنگ پھولوں سے مہکتا ہوا گلشن محسوس ہونے لگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب کا دل آتش شوق کے دیدار سے جلتا ہے اور سالک کی جان یار

www.maktabah.org

کی محبت کے شعلے سے جلنے لگتی ہے تو اس وقت تمثیل کے پانی سے اسکی اس آگ کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے اسلیے کہ عاشقوں کے لیے یہ لباس تمثیل نہ ہو تو ان کا لباس حیات پارہ پارہ ہو جاتے۔

قطعہ

عاشقان را وصال دانی چیست | یافتن راہ در بساط مثال
زانکہ وصل خدائی بی کم وکیف | جز تمثل محال ہست محال

ترجمہ:۔ تمہیں معلوم ہے کہ عاشقوں کے لیے وصال کیا ہے؟ ان کا وصال یہ ہے کہ ان کو لباط مثال کی طرف راستہ مل جائے اس لیے کہ اس ذات کا جس میں نہ کم ہے نہ کیف ہے تمام اغراض سے پاک ہے سوائے تمثیل کے وصال محال ہے محال۔

چنانچہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اضطراب و اشتیاق بہت زیادہ ہوا اور جدائی کی آگ حد سے بڑھ گئی تو آپ کو معراج مثال کا عروج عطا کیا گیا۔ (معراج عطا ہوئی) اور آپ کے سراقدس پر وصل کا تاج سجایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رایت ربی فی لیلۃ المعراج فی احسن صورتہ شاب امرد ذی قطط | میں نے اپنے رب کو لیلۃ المعراج میں ایک جوان امرد مرغولہ مو کی بہترین صورت میں دیکھا۔

اور اسرار مثال سے مطلع ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور انوار مثال پر نظر رکھنا کسی معمولی کردار کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطعہ

ای برادر پائی در راہ مثال | مشکل است وبہترین پندار حال
ہر کرا شاہ مثال یار داد | بر سریر لایزالی پا نہاد

ترجمہ:۔ اے دوست راہ مثال میں پاؤں رکھنا بہت مشکل ہے لیکن اسکو بہترین حال سمجھنا چاہیئے۔ جس کسی کو شاہ مثال اپنے حضور میں باریاب فرماتا ہے۔ گویا اس نے لایزالی تخت پر اپنا قدم رکھ دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ سہل عبداللہ تستری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اس عالم میں ایک تمثل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور وجود کو تمثیل مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیکر تخیل مرتضوی میں جلوہ نما فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ [1] | بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدپُر نور کا سایہ نہ ہونا اسی بنا پر تھا

---

[1] پ ۶ المائدہ ۱۵

www.maktabah.org

شعر

سایہ نداری کہ تو نور مہی
رد کہ توخودسایہ نور الٰہی

ترجمہ۔ چونکہ آپ ایک عظیم نور تھے اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا اور نورِ الٰہی کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ بے شک آپ کا وجود مبارک آفتاب حقیقت کا پرتو تھا اور ظاہر ہے کہ پرتو کا سایہ نہیں ہوتا

مثنوی

بود ذاتش پرتو خورشیدذات ۔۔۔ تافتہ انوارِ او از شش جہات
لاجرم نور خدا مسند بود ۔۔۔ سایہ او انوار باہم ضد بود

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خورشید ذات کا ایک پرتو تھی جس کے انوار شش جہات سے تاباں تھے۔ بے شک خدا کا نور حقیقت محمدی میں تھا اس لیے اس کا سایہ نہ تھا کہ سایہ اور نور تو باہم متضاد ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام ابوبکر محمد طوسیؒ فرماتے ہیں:

رایت رب العزۃ علی صورۃ النبی الامی۔	میں نے خدا کو نبی الامی کی صورت میں دیکھا۔

اور تجھے معلوم ہے کہ یہ ذات گرامی کون ہے تو النبی الامی کو سمجھ اور عندہٗ ام الکتاب (اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) کو پڑھ اور سمجھ۔ اور یہ جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یہ بھی تمثیل ہے۔ یہ بطور تمثیل و تشبیہ نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت مولانا رومیؒ کے معارف سے یہ بات فرمائی کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ انسان دنیا میں اس حشمتِ سرمدی کے لائق اور دولت ابدی کے شایاں اس وقت بن سکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سفلی سے گزر کر گلزار علوی میں پہنچ جائے جس طرح وہ پہلے لالہ زار علوی سے نکل کر اس کوہسار سفلی میں آیا تھا۔

قطعہ

اگر خواہی کہ بینی بارعلوی ۔۔۔ ز سفلی برگذر و آثار علوی
کہ علوی روئے علوی را بہ بیند ۔۔۔ درین گلذار سفلی گل بچیند

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر سالکوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجاہدہ سے مشاہدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور بعض حضرات کو اس حالت میں کہ مسند نشین ریاست ہوتے اور صدر بالش پر بیٹھے ہوتے ہیں اس عروس کا نظارہ میسر آجاتا ہے۔ بہرحال وہ مستغنی ہے جیسا چاہے کرے کسی کے لئے دم مارنے کا موقع نہیں ہے۔

www.maktabah.org

مثنوی

یکی بیہودہ راہ عشق بسیار بدیدہ تا جمال یار دلدار
یکی در بزم عیش خود نشستہ شراب وصل خوردہ با خجستہ

چنانچہ خواجہ مظفرؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے جو کچھ دوسرے لوگوں کو سخت مراحل، خونخوار جنگلوں کو طے کرتے اور جانگداز دشت و دریں رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ ہیں نے سروری اور حکومت کے تخت پر بیٹھ کر پا لیا۔ اصحاب دعوت ان بزرگ کے اس قول کو ایک دعویٰ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ایسا کہنا ان کے حال کا نقص تھا۔ نشان کمال نہیں تھا۔ ؎

بدستان راست ناید کار رستم
ززالی زشت آید زیب پرچم

ترجمہ:۔ عام لوگ رستم نہیں بن سکتے اور عورتوں کے ہاتھ میں پرچم زیب نہیں دیتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں باباتنگر قلی جو قلماق ترک تھے اور دوسرے دوست علی جو ازبک ترک تھے منازل سلوک طے کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان دونوں اصحاب کے حال کے مطابق ہر ایک کے لئے الگ الگ طریقہ کار مقرر کیا گیا۔ تنگر قلی کو ذکر کے لئے ایک ایسا کمرہ عنایت کیا گیا جس میں اعلیٰ درجہ کا فرش تھا اور دوست علی کے لیے سخت ریاضت مقرر کی گئی۔ ہمارے بعض ساتھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مرشد حضرات حاذق اطبا کی مانند ہیں کہ وہ مرض کے مطابق ہی ادویہ سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی

طبیبان را نظر تیز است ای یار کہ دردِ ہر کسی دانند زنہار
یکی از دردِ سر دیگر ز سودا بنالیدند ہر دو پیش بیطار
ز نظر تربیت فرمود شان را گلاب این را و آنرا نیز جادار

ترجمہ:۔ اے دوست جو طبیب ہیں ان کی نظر بہت تیز ہے اور وہ ہر ایک کی بیماری کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دو شخص تھے ایک کے سر میں درد تھا اور دوسرا سودا کی بیماری میں مبتلا تھا۔ یہ دونوں بجائی طبیب کے معالج حیوانات کے پاس پہنچ گئے، اس نے دونوں کے علاج کیلئے گلاب تجویز کر دیا (حالانکہ دونوں مرض ایکدوسرے کے متضاد ہیں)

بس کچھ عرصہ کے بعد تنگر قلی حجرۂ تربیت سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حضرت نے ترکی زبان میں پوچھا "از حجرہ کوردنگر" تو انہوں نے کہا "منی بعنار پیکر اول کوردم وکیم ہیچ کبشین عالمدار کورمسا بولقاہی اور فی البدیہہ ترکی زبان میں یہ شعر پڑھا ؎

شعر ترکی:۔

کوروم اول خورشید نی کم برچہ عالم ذرہ
دوراپخندم اول دریانی کم کم عرش پرسنگ قطرہ

(اس سے آگے آخر تک ترکی عبارت ہے)

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۲

صوف وخرقہ وغیرہ سے لباس مشائخ کے اقسام اور ہر ایک کے معنی اور مرید ومراد کے شرائط اور مقراض طاقیہ کا تذکرہ

(دربیان انواع لباس مشائخ از سوف وخرقہ واشال آن ومعنی ہر یکے شرائط ارادت مرید ومراد ذکر مقراض طاقیہ)

قال الاشرف:

الارادة وھی داعیة مختلفة فی الصدور مقدمة علی الافعال۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ ارادت ایک داعیہ ہے مختلف النوع جو لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے اور یہ افعال پر مقدم ہے۔

اصحاب ارادت پر واضح ہو کہ جب عنایت ربانی کی ہوا فضائے سبحانی سے چلنا شروع ہوتی ہے اور دریائے وحدانیت سے شجرۂ ایمانی پر رحمت صمدانی کی بارش شروع ہوتی ہے تو باغ دل تر و تازہ ہو جاتا ہے اور نہال ایمان میں حرکت و جنبش ہونے لگتی ہے تو اس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے اور دل میں طلب ارادت (مرید ہونے کی خواہش) پیدا ہوتی ہے اور انسان مبدا و معاد کی جستجو میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پس اس وقت بادِ عنایتِ ایزدی کے جھونکے اپنی آغوش میں لے کر کسی صاحب دل (مرشد) تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو قبول فرمالے۔

شعر

گر تو سنگ صخر وفا مرمر شوی
چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:۔ اگر تم سنگ خارہ ہو تو سنگ مرمر ہو جاؤ گے۔ اگر کسی صاحبِ دل تک پہنچ جاؤ گے تو گوہر بن جاؤ گے۔

جب تم اس کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے تو وہ شریعت کے حکمت خانہ سے تم کو شربتِ شفا پلائے گا اور طریقت کے دواخانے دفا کی معجون مفرح کھلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ [1] — اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے۔

یہ شرعی دوائیں امراض جسمانی میں اعتدال اور امراض سے مقابلہ کی قوت پیدا کرتی ہیں اور طبیعت نفسانی کے قویٰ میں ہوائے روحانی کی جانب سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو امراض جہالت سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

---

[1] پ ۱۵ بنی اسرائیل ۸۲

www.maktabah.org

شعر

علاج علت سرسام عنابست ونیلوفر
تو از سیر و عدس جوئی دوائی اد زہی سودا

ترجمہ:۔ سرسام کا علاج ترعناب اور نیلوفر سے کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے اس کو لہسن اور مسور کھلا رہا ہے۔ کیا پاگل پن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مریدوں کا اولیائے روزگار کی ارادت میں داخل ہونے اور زمانہ کے اصفیا سے مستفید ہونے کا سرچشمہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ [1]	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ایک دوسری آیت ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ [2]	ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تفسیر قیامی میں لکھا ہے کہ الوسیلہ الی اللہ کے معنی فقرا و مشائخ کا تقرب ہے جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء ومن اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع الفقراء	جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے وہ فقراء کے ساتھ بیٹھے۔

اس ارشاد میں فقرا سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحرا میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

جب ارادت کا ان دلائل سے ثبوت ہم پہنچ گیا تو پھر بیعت بھی لازم و واجب ہوگئی۔ اس لیے کہ ارادت تو بیعت کے بغیر ایک بے بنیاد وعدہ ہے ؎

شعر

چو برہم دست در یاران نباشد
یقین میدان کہ آن پیمان نباشد

ترجمہ:۔ جب تک یاروں کا ہاتھ یار کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ یقین کر لو کہ وہ عہد و پیمان نہیں ہے۔

اصحاب بیعت اور ارباب ارادت کی دلیل یہ آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] پ ۶ المائدہ ۳۵ [2] پ ۲۶ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۟ [۱]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت توڑی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام شجرہ المبالغہ بھی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارادت دو طرح کی ہے "ارادت صوری اور ارادت معنوی" ارادت معنوی کے بارے میں تو کہا جا چکا ہے کہ وہ اس سلسلہ سلوک کا ایک فرض ہے اور اس درگاہ کے واجبات میں سے ہے اور ارادت ظاہری سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ استحسانِ مشائخ ہے اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور متقدمین حضرات کے عہد میں سلسلہ بیعت اور سر منڈانے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ بعد میں اس کو مستحسن سمجھا گیا البتہ خرقہ کا دینا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا تم کو معلوم ہوگا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا البتہ یہ بیعت قصر وحلق نہیں تھا۔ قصر وحلق اور بیعت کا قاعدہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے عہد سے شروع ہوا ان کی نسبت کسی بدعت کا گمان ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ متقدمین کے پیشوا اور قدوۃ کاملین تھے۔ جب تک ان کو صحیح نقل نہیں ملی ہوگی انہوں نے اس سلسلہ کو شروع نہیں کیا ہوگا۔ بایں ہمہ صحیح یہ بات ہے کہ ارادت کا تعلق اور بیعت کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مشائخ سے منقول اور ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ ارادتِ صوری کا تعلق ایسے شخص اور ایسی ذات سے قائم کیا جائے جو خدارسیدہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں برگزیدہ ہو۔

شعر

ارادت باکسی آر ای برادر | کہ باشد ہمچو ما در آب و آذر
بگیر آن کف کہ در بحر ہوائی | بگیرد دست تو از آشنائی

ترجمہ:- ارادت ایسے شخص سے قائم کرنا چاہیئے جو ہماری طرح آگ اور پانی میں ہو۔ اس شخص کا ہاتھ پکڑ (بیعت کر) جو سمندر دل اور طوفانوں میں تجھے پہچان کر تیری دستگیری کرے۔

---

[۱] پ ۲۶ الفتح ۱۰

www.maktabah.org

اور اس برگزیدہ شخص کا سلسلۂ اجازت مسلسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بلا فصل پہنچا ہو اگر اس کے سلسلۂ اجازت میں کہیں سے خلل ہو (وہ سلسلہ درمیان میں کہیں سے ٹوٹا ہو) تو ایسے شخص سے بیعت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جن کا سلسلۂ اجازت صحیح ہے ان سے بیعت کرنا درست ہے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرنا مناسب ہے خواہ وہ سرحد کمال تک نہ پہنچا ہو۔

حضرت شیخ خواجگی سے منقول ہے کہ ایسے خلفاء سے جن کا سلسلۂ ارادت ان مشائخ تک پہنچتا ہے بیعت کرنا زیادہ درست ہے اور دوسروں کو ان کے احوال پر چھوڑ دے۔ ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ شیخ حارث محاسبی، سید الطائفہ جنید، شیخ ابو محمد رویم، شیخ ابو العباس ابن عطاء، شیخ عمرو عثمان مکی قدس اللہ اسرارہم (ان حضرات کے سلسلہ کے خلفا سے بیعت کرنا زیادہ بہتر ہے) اس فقیر کے خیال میں ایسے سلسلہ میں بیعت کرنا اچھا ہے جن کا تعلق ان چودہ مشہور خانوادوں سے ہے اور ان کی اقتدا اہم ہے۔ انکے علاوہ ان سلسلوں میں بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جن کا سلسلہ ائمہ سادات تک پہنچتا ہے یہ پسندیدہ اور مناسب ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ سلسلہ صحیح میں بیعت کرنے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ ان واسطوں کے درمیان بیعت کرنے والے شخص کا پیر اس کی استمداد کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو اس سلسلہ میں انتہا تک کوئی نہ کوئی پیر ایسا ضرور ہوگا جو اس کی فریاد کو پہنچے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص کو موت کے وقت ایک مشکل مرحلہ سے دوچار ہونا پڑا اس نے اپنے پیر کی طرف توجہ کی لیکن وہ پیر اس مشکل کو حل نہ کرسکا تو اس نے اپنے پیر کی طرف رجوع کیا لیکن اس کے پیر سے بھی وہ مشکل مسئلہ حل نہ ہوسکا تو انہوں نے اپنے پیر سے رجوع کیا اور اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہر ایک اپنے پیر کی روحانیت سے رجوع کرتا رہا تا اینکہ روح مقدس و پرنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ پہنچا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس نے اس مرید کی دستگیری فرمائی اور اس کی مشکل کو حل فرما دیا۔ (آپ کی ذات گرامی کونین کے غموں کو دور کرنے والی ہے) اسی طرح جب کبھی اصحاب طریقت کی راہ میں کوئی دشواری حائل ہوتی ہے تو پیر اس کی مدد فرماتا ہے۔ اور اگر وہ پیر مدد نہیں کرسکتا تو پھر اس کا پیر مدد کرتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر توبہ کی راہ میں کوئی خلل واقع ہوجاتا ہے تو بے شک اس کی مدد اس کا پیر کرتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور اگر وہ مدد نہیں کرسکتا تو پھر وہ مدد کرتا ہے جو اس سے بلند ہے یعنی اس کا پیر ہے اور اگر اس سے بھی اس مشکل کا حل ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ سلسلہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مدد فرماتے ہیں:

مثنوی

ہر کہ درین سلسلۂ خاندان   دست زدہ واصل جانانہ دان

www.maktabah.org

رست ازین سلسلۂ روزگار　　سلسلہ یافت زِ زلف نگار
گرچہ درین سلسلۂ حلقہ　　سست بود، ہیچ مکن فرقہ
زانکہ سرِ حلقۂ او محکم است　　کش بود آویختہ عالم کم است

ترجمہ:- جو کوئی اس سلسلہ خاندان سے وابستہ ہو گیا سمجھ لو کہ واصل جانانہ ہو گیا یعنی محبوب حقیقی تک پہنچ گیا جس کے ہاتھ میں اس محبوب کی زلف آگئی وہ اس سلسلہ روزگار سے آزاد ہو گیا۔ اس سلسلہ (زنجیر) میں کوئی کڑی کمزور بھی ہو تو پرواہ نہیں ہے۔ کچھ فرق نہ سمجھو کہ اس زنجیر کا سرا اور پہلی کڑی تو بہت مضبوط ہے وہ پہلی کڑی ایسی ہے کہ اس سے تمام عالم بھی وابستہ ہو تو بھی بہت کم ہے۔ وہ اس سے زیادہ وزن کی متحمل ہو سکتی ہے۔

شرائط بیعت

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ سلسلہ وسائط مشائخ (مشائخ کے واسطوں کا سلسلہ) حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے تا اینذم (ہمارے زمانہ تک) بہت طویل ہے۔ اور اس سے یہ راہ سلوک وطریقت بہت روشن ہو گئی ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت اخی علی مصری سے منقول ہے کہ اکابر کے واسطہ اور مشائخ کے سلسلے در بیان میں جس قدر زیادہ ہوں گے اتنی ہی یہ راہ روشن ہو گی اور اسی قدر فوائد حاصل ہوں گے۔ اور راہ سلوک آسان ہو گی۔ احادیث شریف کے سلسلہ میں اس کے برعکس ہے کہ جس احادیث کی اسناد میں جس قدر وسائط کم ہوں گے اتنی ہی وہ حدیث معتبر ہو گی اور صحیح تر ہو گی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام نے فرمایا ہے کہ وسائط جس قدر زیادہ ہوں گے اتنا ہی تغیر کا احتمال زیادہ ہو گا۔ اس کے خلاف جس قدر خرقے زیادہ اور نور شائخ سے نسبت زیادہ ہو گی اتنا ہی راستہ زیادہ روشن ہو گا۔

مثنوی

گرچہ شہ بر لشکر سیارہ سر　　میکند از راہ لطف خود گذر
لیک فوجی کہ در سرحد بود　　از جماعت بیشتر دارد نظر

ترجمہ:- اگرچہ بادشاہ لشکر سیارہ سر پر اپنے لطف وکرم سے گزرتا ہے لیکن وہ فوجی جو سرحد پر کھڑا ہے وہ جماعت سے زیادہ نظر رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بیعت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی۔ جب تک شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے اور سر پر قینچی نہ چلائی جائے۔ (بال نہ کترے جائیں) اور شیخ سے خرقہ نہ پائے اگرچہ مقراض اور خرقہ کو لازمی شرائط میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سلسلہ صوفیہ میں اس کا استعمال اس کثرت سے ہوا ہے کہ اب اس کو کوئی ترک نہیں کرتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے منقول ہے کہ مرید اس وقت تک کامل مرید نہیں بن سکتا جب تک شیخ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے اور اس کے بال نہ کاٹے جائیں اور اس کو شیخ خرقہ عطا نہ فرمائے۔ خرقہ سے مراد ٹوپی اور ایک چادر یا کپڑا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ

www.maktabah.org

میں فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کنبوہ حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طاقیہ کی درخواست کی حضرت نے ان کو طاقیہ (کلاہ جو عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے) عنایت فرمادیا اور بیعت نہیں کی۔ جب حضرت شیخ نظام الدین نے سفر آخرت اختیار فرمایا تو شیخ احمد حضرت شیخ نصیر الدین (چراغ دہلی) کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا بس وہی کافی ہے۔ اس وقت جو صوفی حضرات وہاں موجود تھے۔ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ان کو جو طاقیہ ملا ہے وہ محض تبرک ہے بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہوتی۔ (یعنی شیخ احمد مرید نہیں ہیں) حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔ پھر دہلی کے اکابر اور دوسرے مکاتب صوفیہ سے اس سلسلہ میں رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس استفسار اور حضرات صوفیہ کی تصانیف ورسائل کے مطالعہ اور چھان بین کے بعد یہی بات قرار پائی کہ "بغیر بیعت کے ارادت درست نہیں ہے" پس وہ کلاہ جو شیخ احمد کو دی گئی ہے وہ محض تبرک ہوگی۔

حضرت شیخ ابو اسحاق جب شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ کے مرید ہوئے تو صرف بیعت کی (خرقہ و کلاہ حاصل نہیں کیا) لیکن مقراض اور خرقہ بھی اہم امور میں سے ہے اور بعض ارباب تصوف اور مشائخ کا کہنا یہ ہے کہ بیعت ان تین چیزوں کا نام ہے اول مقراض یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا دوم پیر راہبر کا اقرار سوم پیر سے خرقہ حاصل کرنا۔ کم ہو یا زیادہ (یعنی خرقہ کے کپڑے کم ہوں یا زیادہ ہوں) بعض مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ سر کے صرف تین بال دو سیدھی طرف سے کہ علائق کونین سے قطع تعلق کی جانب اشارہ ہے کاٹ لینا چاہیئے اور ایک بال بائیں طرف سے جس سے وجود غیر سے قطع تعلق کی طرف اشارہ ہے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بال لینے کے سلسلہ میں تعداد کا تعین کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن معمول یہ رہا ہے کہ مرید کے سر سے تین بال کاٹ لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ طالب و مطلوب کے درمیان جو کثیف ترین پردے ہیں وہ یہ تین ہیں۔ اول خلق جو طاعت و عبادت میں حجاب بنتا ہے دوم دنیا جو آخرت کا حجاب ہے سوم عقبیٰ جو حجاب مولیٰ ہے پس جب مرید کے یہ تین بال لیے جاتے ہیں تو اس سے مراد ان تمام حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ بعض مشائخ بجائے تین بالوں کے چار بال لیتے ہیں ایک بال پیشانی سے اور ایک ایک دائیں بائیں سے اور ایک گدی کی طرف سے ان چار بالوں کے قطع کرنے سے بھی انہی چار حجابات کا قطع کرنا ہوتا ہے۔ تین حجابات تو مذکور ہو چکے چوتھا حجاب نفس ہے یا اس سے مراد چار ترک کونین ہے (یعنی کونین کو بالکل ترک کر دینا اس کے تمام لوازم کے ساتھ)

مثنوی

تا نبری چار تار موئے سر	چار تار بار کی گیری بسر
چار تار عشق گیرد ساز کن	پردہ را آنگہ ز دل آغاز کن
چار تاری یار کی آید بباز	گر نمانی گوش نفس خویش باز
چار تار یار گر آید بچنگ	بشنوی از نغمۂ ہر موئے رنگ

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ جب تک تو سر کے یہ چار بال نہیں کاٹے گا تو دوست کے چار تارہ تجھے میسر نہیں آ سکیں گے پس عشق کے ان چار تاروں کو حاصل کر کے اس سے چار تارہ بنا لے اور چار تارہ پر اپنا راگ چھیڑ دے۔ لیکن دوست کا یہ چار تارہ (ساز) اس وقت تک نہیں چھیڑ سکتا جب تک تو اپنے نفس کی گوشمالی نہیں کرے گا۔ جب دوست کا یہ چار تارہ چھڑ جائے گا تو اس کے ہر تار سے "رنگ" کا نغمہ پیدا ہو گا۔

مقراض کی ابتداء کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جب کوئی پیدا ہوتا تو آپ اس کو کسی نہ کسی کسب میں مشغول فرما دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے یہاں شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر ہی سے حضرت شیث (علیہ السلام) کی عادت یہ تھی کہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ رہتے اور زمانہ کی پابندیوں سے خود کو آزاد رکھتے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس طرف راغب پایا تو سوچ میں پڑ گئے کہ ان کو کس کسب میں مشغول کروں وہ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا الشیث صوفی (شیث صوفی ہے) اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو خلوت میں بٹھا دیا گیا۔ ان کی خلوت نشینی کا ہر طرف شہرہ ہو گیا اور پھر یہ شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی کہ وہ مرجع خلائق بن گئے لوگ آپ کی زیارت کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے اور آپ سے فوائد حاصل کرتے تھے جب لوگوں کا آنا جانا اس طرح حد سے بڑھ گیا تو جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور حضرت شیث علیہ السلام کو مقراض دی اور کہا اب جو کوئی محبت اور دوستی کا تعلق تم سے پیدا کرنا چاہے اس قینچی سے اس کے سر کے بال کاٹ لینا تاکہ تمہارے اور اس کے درمیان اتحاد کی علامت بن جائے۔

مثنوی

کسی کو در جہاں خلوت نشین بشد	در او مجمع اصناف دین شد
وگر چون موئی حکمش بر سر آمد	کہ گیرد موئی فرق کش در آمد
گرفتہ موئی از فرق خلائق	کہ مشعر گشت بر قطع خلائق

ترجمہ:۔ جب کوئی خلوت نشین ہو جاتا ہے تو اس کے مجمع میں دین کو اضافہ ہوتا ہے اور جو کوئی اس کے حکم کے بال سر پر رکھ لیتا ہے یعنی حکم مان لیتا ہے تو سر کے بال اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ خلائق کے سر سے بال اتار کر ثابت کیا جاتا ہے کہ قطع خلائق کیا گیا ہے۔

مقراض قطع کا آلہ ہے یعنی پیر مرید کو اس مقراض کے ذریعہ غیر سے منقطع کر دیتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات تین بال سیدھی طرف کے اور کبھی بائیں طرف کے اور کبھی پیشانی سے کاٹ لیتے تھے یہی سلطان المشائخ کا معمول تھا۔ لیکن اگر امراء و سلاطین حلقہ ارادت میں داخل ہوں تو بجائے سر کے بالوں کے ان کی مونچھوں کے بال لیے جائیں۔ یہی اولی ہے اور ان کے گلے میں دستار ڈال دی جائے۔ جس سے

www.maktabah.org

بہ ظاہر ہو کہ یہ بندہ گنہ گار جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا تھا۔ اب اس کی بارگاہ میں خطا کاروں کی طرح حاضر ہو رہا ہے اور اپنے نفس کی گردن کو شریعت کی قید میں مقید کر رہا ہے اور اب باری تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ کی پناہ کا خواہاں ہے اس طرح شر نفس اور شیاطین سے پناہ طلب کرتا ہے۔

مثنوی

گریزد بندہ گر از خداوند — بصحرا سر نہد ز آرام گاہی
چو خواہد آمدن بر خواجۂ خویش — بصاحب دولتی جوید پناہی
رسن در گردن اندازد بیارد — بہ پیش خواجہ و خواہد گواہی

ترجمہ:۔ جو بندہ خداوند کریم سے گریز کرتا ہو وہ اپنا سر صحرا کی آرامگاہ میں رکھتا ہے لیکن اگر وہ اپنے خواجہ و آقا کے حضور آنا چاہے تو پیر و مرشد کے ہاں پناہ حاصل کرے۔ گلے میں رسی ڈال کر آئے اور اپنے خواجہ کے سامنے توبہ کرے اور گواہی دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مرید کے سر پہ کلاہ چار ترکی رکھی جائے اس کلاہ میں تکمہ ہونا چاہیئے کہ یہ تکمہ اشارہ ہے اس نقطۂ وحدت کی طرف یعنی چار چیزوں کو ترک کرکے وہ نقطۂ وحدت پر آگیا ہے اور اپنے اعیان ثابتہ کے نقطہ نظر پر پہنچ گیا ہے اور یہ بات مرید منتہی کے منصب اور مرتبہ سے نسبت رکھتی ہے کہ وہی اس کا اہل ہے اگر مرید قابل سعادت اور افادت کے لائق ہے تو اس کو اپنی کلاہ عنایت فرما دے ورنہ عام صورت میں اپنے سر سے مس کرکے اس کو اڑھا دے اور وہ مرید شیخ کے تمام اصحاب اور حاضرین مجلس سے مصافحہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوگانہ ادا کرے۔ یہ شکرانہ اس سلسلہ میں ہے کہ اس کو توبہ کی دولت حاصل ہوئی اور شیخ کی دست بوسی کی نعمت میسر آئی اگر مرید اس لائق ہے کہ وحدت کا کام (کار وحدت) کر سکتا ہے تو اس کے مناسب حال کوئی خدمت اس کے سپرد کر دی جائے۔ اور اگر وہ شیخ کے ہاتھ پر صرف توبہ ہی کرنا چاہتا تھا اور بیعت سے اس کا مقصود صرف توبہ کرنا تھا تو یہ بھی ایک گرانمایہ اور عظیم سعادت ہے اور بہت ہی خوشگوار دولت ہے۔

شعر

سری باید کہ پوشد تاج دولت
بری شاید کہ بیند زیب و حشمت

ترجمہ:۔ تاج دولت پہننے کے لئے موزوں اور مناسب سر ہونا چاہیئے اور زیب و حشمت کے لئے مناسب جسم درکار ہے۔

جب کوئی مرید ارادت کے لیے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ارادت کا نام لیتا تھا تو حضرت اس سے بہت بچتے تھے اور آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور فرماتے تھے آج کل مرید کہاں ہے

www.maktabah.org

اگر کوئی مرید تھا تو حلقۂ مریدانِ جہاں کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیروں اور مرشدوں کے سردار سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور ان کے بعد چند اور دوسرے حضرات متقدمین میں تھے۔ جو ارادت کی حدوں تک پہنچے تھے چونکہ آپ کے خدام عظام نے آپ کے زبان سے متعدد بار یہ بات سنی تھی اس لیے جب کوئی طالب ارادت خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اس کو سمجھا دیا جاتا تھا کہ ارادت کے بجائے توبہ کی التماس کرے۔ جب آپ کے گوش مبارک میں توبہ کا نام پہنچتا تو آپ حد درجہ مسرور ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بھائی آؤ۔ آؤ۔ ہم تم مل کر توبہ کریں اور ہم تم کہ بحر عصیاں میں غرقاب ہیں توبہ کر کے ساحل بخشش تک پہنچ جائیں، جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ) نے کہا ہے ؎

شعر

بنال بلبل اگر با منت سر یاریست
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

(آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل)

فرماتے تھے کہ اس بیعت میں ایک فائدہ اصل اور سرمایہ کل یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس طرح ایک مغفور کا ہاتھ اس وسیلہ سے حاصل ہو جائے جو ایک بدکار کی مغفرت اور ایک زشت کار کی آمرزش کا موجب بن جائے۔

شعر

چہ بہتر زین کہ از ایصال دستی
بدست آرد سعادت نیکبختی

ترجمہ:۔ کتنا اچھا ہے کہ ایسے ہاتھ سے اتصال کے نتیجے میں نیک بختی کی سعادت ہاتھ آجائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے مرید اس زمانہ کے پیروں سے اچھے ہیں کیونکہ مرید کا بیعت سے مقصود دین کا استفادہ ہے (حصول دین ہے) اور بیشتر پیروں کا مقصود مرید کرنے سے اس کمینی دنیا کا حصول ہے اور فرق صاف ظاہر ہے۔ (کہ دونوں میں کون بہتر ہے)۔

عطائے کلاہ و خرقہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ کلاہ سر سوائے مرید قابل کے اور اپنا خرقہ جز مرید کامل کے کسی اور کو نہیں دینا چاہیئے کیونکہ تاج شاہی کی قدر و قیمت اور شاہی خلعت کے اسرار ہر بے سر و پا کی سمجھ میں نہیں آسکتے ؎

شعر

نباشد ہر سری در خور و تاجی
نیابد ہر بری زیب و داجی

ترجمہ:۔ ہر ایک سر تاج کے قابل نہیں ہوتا اور ہر ایک جسم پر قبا خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔

www.maktabah.org

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی کا بیان ہے کہ: جب میں مصر سے نکل کر بغداد پہنچا تو وہ طاقیہ جو شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینی نے مجھے عطا کی تھی اور بہت سے اکابر کے سر پر رہ چکی تھی۔ میرے پاس تھی۔ بغداد میں میری ملاقات پیر تاج گیلانی سے ہوئی انہوں نے یہ طاقیہ مجھ سے طلب کی۔ چنانچہ جیسا کہ فقیروں اور درویشوں کا دستور ہے کہ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے ا میں نے وہ طاقیہ ان کو دے دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ طاقیہ مجھ سے فریاد کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام بتا رہی ہے جن کے سروں پر وہ رہی تھی کہ میں فلاں کے سر پر رہی ہوں اور فلاں بزرگ نے مجھے استعمال کیا ہے اور آج تم نے مجھے مئے نوش کے سر پر رکھ دیا جو ہر وقت شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے ایک مرید کو ساتھ لے کر اس طاقیہ کو حاصل کرنے کے لیے نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس وقت میخانہ میں ہے اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ چنانچہ میں وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں کمرہ میں ہے جب اس کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بدمست پڑا ہوا ہے اور وہ طاقیہ اس کے سر پر موجود ہے۔ میرے ہمراہی نے کہا آپ باہر چلیں میں ٹوپی کو اس کے سر سے اتار کر لاتا ہوں۔ میں باہر چلا آیا، چنانچہ میرے ہمراہی نے وہ طاقیہ اس کے سر سے اتار لی اور کمرہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور طاقیہ لے کر میرے پاس آیا کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کو ایک ایسی دوا پینے کو مل گئی (کسی پیر کی نظر اس پر پڑ گئی) کہ تین روز تک مدہوش پڑا رہا۔ عالم غیبت میں رہا۔ جب عالم غیبت سے ہوش میں آیا تو ایک سال تک مطلقاً کسی سے بات نہیں کی اگرچہ اس نے اس تاج کرامت کی قدر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ مل گیا۔

مثنوی

گلی کز دوست آید چون نبوئی   رساند بوئی خود از نیکخوئی

کسی کش از دماغِ پاک بوید   ز گلزارِ دو عالم دست شوید

ترجمہ:۔ وہ پھول جو دوست سے حاصل ہوا ہے اگر تو اس کو نہیں سونگھتا پھر بھی وہ اپنی نیک خوئی سے تجھے اپنی خوشبو پہنچائے گا اور جو کوئی پاکیزہ دماغ کے ساتھ اس کو سونگھ لے گا تو پھر دونوں عالم کے باغ اس کے لئے بے کار ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ طریقت کے اشغال کی طلب اپنے پیر سے کرنا چاہیئے اور راہ سلوک کی راہنمائی اسی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ البتہ اگر پیر معذور ہوں نقدان حال کی وجہ سے یا مُرید اور شیخ کے درمیان بُعدِ مسافت ہو یا راستہ طے کرنا دشوار ہو یا پیر کا وصال ہو گیا ہو تو دوسرے پیر کی طلب کی جا سکتی ہے لیکن اولیٰ اور انسب یہی ہے کہ پیر بیعت وارشاد ایک ہی ہو۔ خود پیر کی رضامندی حاصل کر کے دوسرے شیخ کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم لطیفہ آداب میں بیان کر چکے ہیں۔

قطعہ

خدا ایک دل نہادہ در سر و تن   کہ بریک یار بندی دل بہنجار

www.maktabah.org

نہ بہر آنکہ دل صد پارہ سازی　　دہی ہر پارہ از بہر صد یار

ترجمہ:۔ خداوند تعالیٰ نے سر و تن کے ساتھ ایک ہی دل عطا فرمایا ہے تاکہ تم ایک ہی دوست سے دل کو لگا ؤ دل اس لیے نہیں ہے کہ اس کے سو ٹکڑے کر کے سو یاروں میں ایک ایک ٹکڑا تقسیم کر دو۔

ہر چند کہ شیوخ نامدار اور اکابر روزگار میں یہ مقولہ مشہور رہا ہے کہ "ارادت یکجا و نعمت صد جا" لیکن ان لوگوں کو ایسے لوگوں سے کیا نسبت جن کو شیخ اول ہی سے دولت حاصل ہوئی ہے اور اسی کے توسط سے دولت اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں ؎

شعر

چہ نسبت درمیان این و آنست
کہ فرق از زمین تا آسمانست

ترجمہ:۔ ان کے اور اُن کے درمیان کیا نسبت، کیونکہ ان کے مابین تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بایں ہمہ مشائخ روزگار نے متعدد اکابر سے بھی کسب فیض کیا ہے جیسا کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مجھے ۱۴ مشائخ سے یہ نعمت ارشاد حاصل ہوئی ہے اور طائفہ صوفیہ میں سے خواہ دور یا نزدیک جس کسی کے بارے میں یہ سنا گیا کہ صاحب بصیرت ہے میں نے اس کی صحبت حاصل کی ہے اور شرف دیدار حاصل کیا لیکن ان تمام فیوض و برکات کو میں نے حضرت مخدومی (شیخ علاؤ الدین گنج نبات قدس سرہٗ) کا طفیل سمجھا اور ان ہی کی دولت و سعادت کا ایک حصہ جانا ؎

قطعہ

کرم از از ہمائی استخوانی　　رسیدہ از طفیل شاہ بازاست
خورد گر تشنہ از جوئے آبی　　ز دریا دیدہ از ان جان نواز است

ترجمہ:۔ ہما کی ہڈیوں کو جو برابر کرم پہنچا وہ شاہباز کے طفیل سے پہنچا ہے۔ پیاسے نے اگر نہر سے پانی پیا تو یہ اس جان نواز دریا کا ہی پانی ہے۔

خدا کی قسم اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے اور ہر زبان کو ہزاروں بیان مل جائیں تب بھی میں اپنی اس دولت سرمدی اور حشمت ابدی کا ذرا سا بھی شکرانہ ادا نہ کر سکوں ؎

ہر سر مو گر زبان گردد　　ہر زبان درخور بیان گردد
سر موی بیان شکرانہ　　نتوانم چو صد لسان گردد

الحمد للہ ان تمام مشائخ سے ہم نے فرزند عزیز نور العین کے لئے دولت حاصل کی ہے اور ان سب حضرات نے ان کے حق میں دعا کی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ روزگار سے منقول اور صوفیہ نامدار کا معمول ہے کہ جب انہوں نے

www.maktabah.org

اپنے کسی مرید کی پرواز کی صلاحیت کو غیر معمولی پایا ہے تو انہوں نے خود دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تاکہ وہ (دوسرا شیخ) اس مرید کو سیر و سلوک کی انتہا تک پہنچا دے جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت شیخ ط حضرت شیخ اسماعیل سمنانی کی خدمت میں منازل سلوک طے کر رہے تھے اور بہت سی منازل طریقت کو ان کی خدمت میں رہ کر قطع کر لیا تھا۔ لیکن جب شیخ اسمٰعیلؒ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ ط کا ظرف قابلیت بہت وسیع ہے تو ان کو لے کر حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی بہت زیادہ سفارش کی اور کہا کہ آپ شیخ ط کی تربیت میں کبھی بھی دریغ نہ فرمائیں گے اور میری یہی آخری گذارش ہے حضرت قدوۃ الکبراؒ نے حضرت شیخ اسمٰعیل کے ارشاد کے بموجب شیخ ط کی تربیت میں بھرپور کوشش فرمائی حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فرزند ط سمنان کی یادگار ہے یہ گوہر نفیس مجھے سمنان کے معدنِ لطیف سے ہاتھ آیا ہے لہٰذا اس کی پرداخت اور تربیت میں کوئی کوتاہی میں نے نہیں کی ہے۔

مثنوی

کسی کو را باحسان یار جانی | فرستد از دل و جان ارمغانی
بباید داشتن از نیک خوئی | بہ نیکو تر مکان از تازہ روئی

ترجمہ:۔ جب کوئی کسی کو دوست جانی دل و جان سے تحفہ دیتا ہے تو اسے نیک خوئی سے اچھے مکان میں تازہ روئی کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ محمد بابا سماسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کو حضرت میر کلال قدس سرہٗ کے سپرد فرماتے ہوئے ارشاد کیا تھا کہ میرے اس فرزند بہاؤالدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا اگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی کی تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔

حضرت میر کلال نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں مرد نہیں اگر میں خواجہ کی اس وصیت میں ذرا بھی کوتاہی کروں۔ جب حضرت خواجہ بہاؤالدین جوان ہوئے تو حضرت میر کلال نے حضرت خواجہ محمد سماسی کے ارشاد کے بموجب ان کی بھرپور تربیت فرمائی اور ایک دن مجمع عام میں خواجہ بہاءالدین نقشبند کو طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند بہاءالدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی وصیت اور ان کے ارشاد کو تمہارے حق میں پورا کر دیا اس کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنی چھاتیوں کو تمہارے لیے خشک کر دیا (جو کچھ میرے سینہ میں موجود تھا تم کو پہنچا دیا) اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے باہر آ گیا ہے (بشریت کی ظلمت تمہارے وجود سے نکل چکی ہے) چونکہ تمہارا مرغ بہت بلند پرواز ہے اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں جہاں کی خوشبو بسی ہے خواہ وہ ترک میں ہو یا تاجیک میں وہاں سے مزید رشد و ہدایت حاصل کرو اور اس حصول میں ذرا بھی دریغ نہ کرنا۔ یعنی

www.maktabah.org

اب تم کو کسی اور مرشد سے رجوع کرنا چاہیئے میرے پاس جو کچھ دولت طریقت تھی وہ میں نے تم کو دے دی چنانچہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند ترک مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ قثم کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے۔ اس کے بعد سمنان تشریف لائے اور سمنان میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ایک خلیفہ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ شیخ کے حضور میں پہنچ کر ارادت حاصل کرنا اور بیعت سے بہرہ مند ہونا کچھ اور ہی بات ہے (یعنی بہتر اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کرے اور حلقہ ارادت میں شامل ہو) لیکن اکثر بزرگوں اور حضرات شیوخ نے دور دراز جگہوں سے دوسرے مقامات پر کلاہِ ارادت بھیجی ہے (ایسا بھی ہوا ہے کہ شیخ اور مرید کے درمیان بُعدِ مسافت ہے اور مرید نے خواہش کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے اس کو کلاہِ ارادت وہاں سے بھیج دی ہے) اور باوجود دوری کے خرقۂ اجازت سے بھی نامزد کر دیا ہے

طبقات الصوفیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش طریقت کی تکمیل اور تعلیم تصرف کی دولت جب حضرت شیخ الشیوخ (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی) سے حاصل کر چکے اور شیراز واپس ہوئے تو شیخ الشیوخ نے شیخ نجیب الدین بزغش اور شیخ شمس الدین کو (جنہوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا) چالیس ٹوپیاں مرحمت فرمائیں۔ ہر ایک ٹوپی پر شیراز کے کسی ایک بزرگ اور شیخ کا نام لکھا ہوا تھا اور کہا کہ جب تم لوگ شیراز پہنچو تو سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ یہ ٹوپیاں ہر اس شخص کو پہنچا دینا جس جس کا نام اس پر تحریر ہے۔ پھر کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالوفا نے بھی اپنی کلاہ شیخ علی ہیتی کے ہاتھ سے شیخ جاگیر کو بھیجی تھی اور ان کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دی اور کلاہ ارسال کرتے وقت فرمایا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ شیخ جاگیر کو میرے مریدوں میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے عنایت فرما دیا۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ مشائخ نے اپنے مریدوں اور طالبوں کو کلاہِ ارادت اور خرقہ اجازت دور دراز مقامات سے ارسال کیے ہیں۔ اور اس طریقہ پر عمل کیا ہے۔ پس ان حضرات کا عمل ہمارے لیے ایک دلیل ہے۔

بچپن میں مرید کرنا

ایک دن بچوں کو داخل ارادت کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے فرمایا کہ بچوں کی ارادت یہ ہے کہ ان کے باپ اپنے بچوں کو جس شیخ کا چاہیں مرید کرا دیں۔ ایسی ارادت جائز ہے اس کا قیاس اسلام قبول کرنے کے سلسلہ پر کرنا چاہیئے کہ باپ کے ساتھ بچے بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور کسی ہوشمند بچے کا مرتد ہونا بھی اسی طرح درست ہے جیسے اس کا اسلام لانا اس پر جبر کیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے پس جب ان کا اسلام لانا درست ہے تو اسی طرح بیعت کرنا بھی درست ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا قیاس اس مسئلہ نکاح پر کرنا چاہیئے جس کا تعلق ولی سے ہے۔ جب کمسن کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح اپنی ولایت میں کر دیا ہے تو بیٹے کے

www.maktabah.org

بالغ ہونے پر بھی وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے جیسے چچا وغیرہ نے کر دیا ہے تو بلوغ پر اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار ہے پس یہاں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی بچہ کے باپ نے اپنے بیٹے کو کسی شیخ کا مرید کرا دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ بیعت کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر باپ کے علاوہ ایسا ہوا ہے تو وہ بیعت کا اعادہ کر سکتا ہے۔

بیعت ہر طبقہ سے لینا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ روزگار اور صوفیہ صافی کردار جوانمرد اور صاحب ہمت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں جو صالح اور نیک کردار ہوتے ہیں لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ ہر رذیل شریف اور ادنیٰ و اعلیٰ سے خواہ وہ کسی طبقہ سے ہوں اس طائفہ عالیہ کو بیعت میں قبول کر لینا چاہیئے اور جو لوگ توبہ کرنا چاہتے ہوں

مثنوی

ببارندگی چون در افتاد میغ　　ندارد زبوم و بر آبی دریغ
کہ ہر کس کہ او اہل احسان بود　　برو نیک و بد ہر دو یکساں بود

ترجمہ:۔ جب بادل برسنے پر آتا ہے تو زمین ہو یا پانی ہر جگہ برستا ہے اسی طرح جو کوئی صاحب احسان ہوتا ہے اس کا رویہ ہر نیک و بد کے ساتھ یکساں ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ غفار ہے اور مشائخ کرام صفت غفاری کے مظہر ہیں۔ اسی طرح ان کا ایک لازمی وصف ستاری اور عیب پوشی بھی ہے۔ پس جو کوئی مہربانی اور رحمت سبحانی کو فاجروں اور بدکاروں سے دور رکھتا ہے وہ شیوخت کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا۔ ~~

مشو تا توانی ز رحمت بری
کہ رحمت برندت چو رحمت بری

ترجمہ:۔ جہاں تک ہو سکے رحمت سے بری نہ ہو کہ اگر رحمت سے گریز کرے گا تو رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

جب پہلی مرتبہ رایات علائی و اعلام فقرائی کا نزول ظفر آباد میں ہوا "اللہ تعالیٰ اس شہر کو آفتوں سے محفوظ رکھے" تو حضرت شیخ حاجی چراغ ہند اور قدوۃ الکبرا کے درمیان جامع مسجد ظفر خان میں اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات وہاں تشریف فرما تھے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک جماعت وہاں آئی یہ لوگ چوری اور ڈکیتی میں بہت مشہور تھے انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے داخل ارادت ہونے کی درخواست کی اور اس پر مصر ہوئے۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے ازراہ انکسار حاجی چراغ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کر لیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ارادت نام ہے توبہ کا اور یہ لوگ توبہ کرتے نہیں ہیں۔ پس یہ ارادت میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں باہم بہت کچھ اصرار ہوا حاجی چراغ ہند کسی طرح راضی نہیں ہوئے تب حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ ہم جوانمرد لوگ ہیں اور سائل کو اپنے دروازہ سے

www.maktabah.org

ناامید واپس نہیں کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے کہا کہ آگے بڑھو تاکہ ہم تم کو اپنی بیعت وارادت میں داخل کریں۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیئے جیسے ہی حضرت نے ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا وہ لرز گئے اور توبہ واستغفار کرنے لگے جب خود انہوں نے توبہ کی استدعا کی تو حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو توبہ کرائی ان کے سر پر ٹوپی رکھی اور ان کے بال تراشے جب حق تعالیٰ نے ان کو شرف ارادت سے مشرف کرایا تو بیعت کی برکت سے سلوک کی توفیق ان کو حاصل ہوئی اور اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ اور بزرگان طریقت میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ؎

گہ آری خلیلی ز بتخانہ
کنی آشنائی ز بیگانہ

ترجمہ:۔ کبھی بت خانہ حضرت خلیل جیسے خدا دوست کو پیدا کرتا ہے۔ اور ایک بیگانہ کو اپنا آشنا بنا دیتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک کسی کو مرید نہیں کرتے۔ جب تک لوح محفوظ میں اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں دیکھ لیتے۔ اور کسی کے ہاتھ میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں دیتے ہیں جب تک مغفورین میں اس کا نام لکھا نہیں پاتے۔ آپ بعض مریدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم اور تمہاری دو تین پشتوں تک ہم نے (ارادت میں) قبول کر لیا ہے۔ ان ملفوظات کا جامع اور مولف (حاجی نظام غریب یمنی) حضرت کا ہم رکاب تھا۔ اس وقت جزائر فلسطین میں بعض لوگوں نے فرنگیوں کے ڈر سے پوشیدہ طور پر حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور کافی تعداد میں بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آئے۔ حضرت نے از راہ ترحم ان سے فرمایا کہ تم کو اور تمہارے بیٹوں اور پوتوں تک کو ہم نے قبول کر لیا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی اولاد نے بھی اس ارادت کو پورا کیا۔ (وہ اس خاندان میں رہے)

نظم

میان ما و شما عہد در ازل رفتست   ہزار سال بر آید ہمان نخستینی
مرا یقین است کہ بر تختہ عقیدہ خویش   بجائی مہر رخ من دگر تو ننگر بینی

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازل سے یہ عہد ہو چکا ہے، ہزاروں سال گذرنے کے باوجود بھی وہی اولیت ہے، مجھے یقین ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق تم میرے رخ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھو گے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کبھی کبھی از روئے لطف و کرم و فور جذبات کے وقت احباب سے تقریباً یوں فرمایا کرتے تھے کہ اشرف جہانگیرام کم از شیخ جاگیر نیستم (یعنی میں اشرف جہانگیر ہوں میں شیخ جاگیر سے کم نہیں ہوں) جن کا یہ قول ہے" میں اس وقت تک کسی سے عہد نہیں لیتا جب تک میں اس کا نام لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتا۔ کہ میرے مرید دل میں اس کا نام مرقوم ہے جن کی مغفرت کا وعدہ کیا جا چکا ہے"۔ اور یہ قول بھی ہے "مجھے ایسی کاٹ کرتی ہوئی گزرنے والی تلوار دی گئی ہے جس کے ایک طرف مشرق اور ایک طرف مغرب ہے اگر میں پہاڑ کی طرف اشارہ کر دوں تو وہ بھی

www.maktabah.org

ریزہ ریزہ ہو جائے"۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے حالتِ وجد میں یہ اشعار فرمائے۔ ؎

قطعہ

گر ہمائی ہمتم از ہم کشاید بال و پر | بیضۂ گردون بود در زیرِ بالم استخوان
بادشاہان چون نشینند بر سریرِ سلطنت | گر نہ باشد بر سرِ شان سایہ من سایبان

ترجمہ:۔ ہمائے ہمت اگر اپنے بال و پر کھولے تو آسمان میرے پروں کے نیچے آجائے، بادشاہ تختِ شاہی پر کس طرح بیٹھ سکتے ہیں اگر ان کے سروں پر میرا سایہ نہ ہو۔

بابا حسین خادم اور مولانا عزیز الدین شجرہ نویس، شیخ یحییٰ کلاہ دار خدمت میں موجود تھے۔ جبکہ ۷۶۶ھ میں روح آباد میں عید الفطر آئی۔ چند دن میں اطراف و اکناف سے تقریباً دس ہزار افراد شرف ارادت کے حصول سے مشرف ہوئے۔ ان مذکورۃ الصدر لوگوں نے معمول اور قاعدہ کے مطابق ان تمام مریدوں میں سے ہر ایک کا نام مریدوں کے دفتر میں تحریر کیا۔ کئی دفتر بھر گئے۔ مذکورہ بالا خدام نے مریدوں کے دفاتر کی کثرت اور بہتات کے بارے میں عرض کیا اور کہا کہ اب تو ان دفتروں کی نگہداشت دشوار ہو گئی ہے آپ نے حکم دیا کہ مریدوں کے تمام دفتر میرے پاس لاؤ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی آپ نے خود اپنے دست مبارک میں وہ دفتر لیے اور ان سب دفتروں کو دھو ڈالا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے تمام مریدوں کے اعمال نامے دھو دیئے ہیں اور ان کے نام مغفرت پانے والوں کے دفتروں میں لکھ دیئے ہیں اور ہم نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کوئی شہر اور کوئی زمین ایسی باقی نہ رہے جہاں اشرف کے مرید موجود نہ ہوں۔ اور اس فقیر کے خلفا دوزخ کا منہ نہ دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ استدعا اپنی عنایت بے غایت سے قبول فرمائی ہے۔

شعر از سکندر نامہ

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد بر داد کردم سپاس

ترجمہ:۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی جس قدر خواہشیں کی ہیں اس نے اپنے لطف و کرم سے ان کو قبول کر لیا ہے۔

عورتوں کی بیعت کا معاملہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ صوفیہ اور اس طائفہ علیہ نے عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری و ساری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ [۱]

تو انہیں بیعت فرما لیا کریں اور ان کیلئے اللہ سے استغفار فرمائیں بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

---

[۱] پ ۲۸ الممتحنہ ۱۲

www.maktabah.org

عورتوں کو بیعت کرنے کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے۔ بے شک جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو بیعت کرنے والی عورتیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر حاضر ہوتیں اور وہ اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتیں۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈالتے اور عورتیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں،

انہ کان اذا بایع النساء دعا بقدح من ماء فغمس ایدیھن فیہ غمس رسول اللہ علیہ وسلم یدہ فیہ جالسًا من وراء الحجاب۔

مشائخ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔ اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے۔

سکندر نامہ

چہ خوش گفت جمشید بازای زن   کہ در پردہ یا گور بہ جائی زن
زنی کو نماید بہ بیگانہ روئی   ندارد شکوہ خود و شرم شوئی

ترجمہ:۔ جمشید نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ عورت کی جگہ پردے میں یا قبر میں بہتر ہے جو عورت نامحرم کو منہ دکھاتی ہے۔ اس کی نہ عظمت باقی رہتی ہے اور نہ شرم و حیا۔

عورت کو مرید کرتے وقت نماز و روزہ کی تاکید کرنی چاہیئے اور شوہر کی رضاجوئی اور رضا طلبی کی اس کو ترغیب دیں تاکہ عورت اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور زیب و زینت کر کے خوش گوئی کے ساتھ شوہر کا استقبال کرے۔ شوہر کی خاطر جوئی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی ورد یا وظیفہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں ان عورتوں کے بارے میں کہی گئی ہیں جو زیور و زینت کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔ ورنہ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشفِ واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحاب سلوک کشفِ واقعات میں ان کے دست نگر رہے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دوچند تھا۔ جیسا کہ صاحب فتوحات (محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے علیہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن باعتبار تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں چند ابدال بھی ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو کہا کہ چالیس نفوس۔ جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا ہے آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن سلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے "نساء عابدات و عورات عارفات" کے احوال میں ایک جداگانہ تذکرہ لکھا ہے اور اس میں کافی شرح و بسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کیئے ہیں۔

www.maktabah.org

قال بعضہم ولو کان لنساء کما ذکرنا لفضلت النساء علے الرجال۔
(بعضوں نے کہا ہے۔ اگر ایسی عورتیں ہوں جن کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ مردوں سے زیادہ بزرگ ہوں گی)

شعر

فلا التانیث لاسم الشمس عیب
ولا التذکیر فخر للھلال

ترجمہ:۔ شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے لیکن ہلال کے لئے مذکر ہونا قابل فخر نہیں ہے۔

چنانچہ ایسی صالح عورتوں میں ایک حضرت رابعہ عدویہ ہیں، شیخ سفیان ثوری ان سے بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں گئے اور ان سے دریافت کیا کہ سلامتی کیا ہے؟ یہ سوال سن کر رابعہ عدویہ رونے لگیں۔ سفیان نے دریافت کیا کہ آپ کس بات پر رونے لگیں تو انہوں نے کہا کہ میں اس سلامتی سے تنگ آچکی ہوں۔

حضرت بی بی رابعہ بصری اور حضرت فاطمہ منکوحہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل اور مجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں جیسا کہ شرائط و آداب میں گذر چکا ہے اور طبقات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ام احسان اہل کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت سفیان ثوری ان کی خدمت میں بھی گئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان (ام احسان) کے زہد و عبادت کی بنا پر حضرت سفیان نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں ایک بار ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے یہاں چٹائی کے ایک ٹکڑے کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اور وہ بھی پرانی چٹائی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے چچازاد بھائیوں کو ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا جائے تو وہ یقیناً تمہارا خیال کریں گے (اور سامان خانہ داری فراہم کردیں گے) انہوں نے مجھے جواب دیا اے سفیان میرے دل اور میری نظر میں تو اس سے بھی بہت بلند خیال موجود ہے جو تم نے کہا۔ میں دنیا کا جب اس ہستی سے سوال نہیں کرتی جو اس دنیا پر متصرف ہے اور اس کا مالک ہے تو پھر کسی اور سے کیا سوال کروں جو اس پر تصرف اور قدرت نہیں رکھتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگرچہ عورتیں بھی بلند مراتب پر پہنچی ہیں لیکن ان سے مریدوں کی تربیت نہیں ہو سکی ہے (لوگ ان کے مرید نہیں ہوئے) اس لیے کہ ان کا پردہ اس چیز میں حائل اور اس کے منافی ہے۔ جس طرح کہ نبوت کے مرتبہ پر کوئی عورت نہیں پہنچ سکی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مشائخ نے ان سے استفادہ کیا ہے اور معارف و حقائق حاصل کئے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک فاطمہ بنت المثنی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں اور ان کی عمر غالباً ۹۵ سال سے کچھ زیادہ ہی ہو گی پھر بھی مجھے شرم آتی تھی کہ میں ان کے چہرہ پر نظر ڈالوں، ان کو ایک نظر دیکھوں، اس عمر میں ان کے چہرہ کی تازگی اور ناز کی کا یہ عالم تھا کہ کتنے میں کہ

www.maktabah.org

جو کوئی ان کو دیکھتا تھا وہ ان کو چودہ سال کا سمجھتا تھا۔ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عجیب ہی معاملہ تھا وہ مجھے ان تمام لوگوں میں جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے زیادہ بہتر سمجھتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اس شخص کی مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو اپنے تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ یہاں آتا ہے اور باہر کچھ بھی نہیں چھوڑ کر آتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے اور میرے سامنے کچھ چھوڑ کر نہیں جاتا۔

حضرت شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ”فاتحہ الکتاب“ کو مجھے مشغول رکھنے اور میری خدمت بجا لانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ ”فاتحہ الکتاب“ اللہ تعالیٰ سے میری مشغولیت میں مانع ہو کر اپنی طرف مجھے کبھی نہ مشغول کر سکی۔ اور میرا حجاب نہ بن سکی۔ ایک دن کچھ مشائخ آپ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میرا شوہر فلاں شہر میں ہے اور وہاں وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ فاطمہؒ نے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ تیرا شوہر واپس آ جائے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے فاطمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے مادر محترم! آپ سن رہی ہیں کہ یہ عورت کیا چاہتی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس عورت کا مقصد پورا ہونا چاہیئے۔ انہوں نے فوراً فاتحہ الکتاب سے کہا کہ اسے فاتحہ الکتاب بجاؤ اور فوراً اس کے شوہر کو لے آؤ۔ یہ کہہ کر انہوں نے فوراً فاتح الکتاب کو پڑھنا شروع کر دیا (سورہ فاتحہ) اور ان کے ساتھ میں بھی پڑھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ انہوں نے سورہ فاتحہ کو پڑھ کر کوئی صورت پیدا کی ہے اور اس صورت کو اس عورت کے شوہر کو لانے کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ بھیجتے وقت انہوں نے کہا کہ اے فاتحہ الکتاب فلاں شہر میں جاؤ اور جہاں اس عورت کے شوہر کو دیکھنا اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تک یہاں نہ لے آؤ۔ چنانچہ فاتحہ کے بھیجنے کے بعد اس کے شوہر کے آنے میں بس اتنا وقت صرف ہوا جتنا اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرؒا نے فرمایا کہ بیٹے کی ارادت باپ سے اولیٰ اور آخریٰ ہے کہ بیٹے کے پیکر عنصری اور ہیکل جسمانی کی پرورش اس سے ثابت اور لازم ہے۔ پس اگر وہ طریقت کی تربیت بھی کرے تو دو حق جمع اور دو نسبتیں باہم محقق ہو جائیں گی۔ اس طرح اگر کوئی باپ بیٹے کا مرید ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ جب حضرت شیخ احمد ابدال کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سلوک عطا فرمائی اور وہ حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تو جب شیخ مرید ہو کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے والد کے میخانہ کے ظروف توڑنا شروع کر دیے اور میخانہ کا دروازہ خوب مضبوط بند کر دیا تو ان کے والد محل کی چھت پر چڑھے اور بالاخانہ کے ایک بڑے سوراخ سے ان پر نیچے پتھر پھینکنا شروع کیے تو وہ سوراخ رفتہ رفتہ تنگ ہونا شروع ہو گیا۔ جب خواجہ احمد ابدال کے والد نے اپنے بیٹے کی یہ کرامت دیکھی تو اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کے مرید ہو گئے اور اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں کہ لوگ اپنے بیٹوں کے مرید ہو گئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جس پر چاہے نوازش کرے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

www.maktabah.org

مرید حقیقت میں مراد ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو کوئی مرید ہے وہ حقیقت میں مراد ہے اس لیے کہ وہ مراد حق نہ ہوتا تو مرشد اس کو خلعت ارادت عطا نہ فرماتا۔ پس مرید و مراد میں فرق اتنا ہے کہ مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ مرید متحمل ہے اور مراد محمول ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝[1] — اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرما دے۔

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا گیا:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝[2] — (اے محبوب) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا (مبارک) سینہ (علم و حکمت اور نور معرفت کیلئے) کشادہ نہ فرمایا۔

یا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ — اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا۔ میں تجھے دیکھوں

قَالَ لَنْ تَرَانِي[3] — فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ[4] — کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہ دیکھا

اس طرح مرید راہ رو ہے اور مراد منزل رسیدہ ہے۔ پس ایک راہ رو منزل رسیدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

مرید کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں

منقول ہے کہ مرید حقیقی میں چار چیزیں ہونی چاہئیں تاکہ وہ حقیقی مرید بن سکے۔

۱۔ مرض و صحت دونوں اس کے لئے یکساں ہوں اور ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہے۔
۲۔ فقر و غنا اس کی نظر میں برابر ہوں۔
۳۔ مخلوق کی مدح و ذم دونوں کو یکساں سمجھے۔
۴۔ بہشت و دوزخ دونوں اس کے لئے برابر ہوں۔

چنانچہ ایک مرید کا مقولہ ہے کہ میں کونین سے سوائے اُس کے اور کچھ نہیں چاہتا ہوں۔

مرید کو ارادت خود نہیں ہوتی (بلکہ توفیق الٰہی سے اس میں پیدا ہوتی ہے) اور مرید قائم بخود ہے لیکن مراد قائم بحق ہے (یہی ان دونوں میں فرق ہے)

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے دریافت کیا گیا کہ درویش کو کم سے کم کیا چیز مطلوب ہونا چاہیئے جس کے باعث اس پر فقر و ارادت صادق آئے آپ نے فرمایا اس میں تین چیزیں ہونا چاہیئے اور

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۲۵ [2] پ ۳۰ الم نشرح ۱ [3] پ ۹ الاعراف ۱۴۳ [4] پ ۱۹ الفرقان ۴۵

www.maktabah.org

ان تین سے کم نہ ہونا چاہیئے۔
۱۔ پیوند درست لگا سکے۔ ۲۔ سچ بات سن سکے اور کہہ سکے۔ ۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھ سکے۔
اس وقت حاضرین میں کچھ درویش بھی موجود تھے۔ جب ان باتوں کو سن کر یہ لوگ اپنے مقام پر واپس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس موضوع پر ایک دوسرے سے کچھ گفتگو کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس سلسلہ میں کہا۔ جب شیخ علی ہجویری (داتا گنج بخش) کی بولنے کی باری آئی تو آپ نے کہا

۱۔ درست پیوند لگانے سے مراد یہ ہے کہ پیوند فقر کی نیت سے لگائے، زینت کے خیال سے نہ لگائے اگر فقر کی نیت سے پیوند لگائے گا اور اگر وہ نادرست بھی لگ گیا تو حسن نیت کے باعث وہ درست ہوگا۔
۲۔ سچ بات سننے اور کہنے سے مراد یہ ہے کہ حال سے سنے خودی سے نہ سنے اور نیت وحق اور ذکر و وجد کو اس میں صرف کرے نہ بہر منزل (یعنی حق رسی سے اس میں تصرف کرے نہ کہ خوش طبعی اور مزاح کے طور پر) اور اس بات کو عقل سے نہیں بلکہ حقیقتِ زندگی کے ساتھ سمجھے۔
۳۔ سیدھا پاؤں زمین پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پاؤں جب زمین پر مارے تو وجد کے ساتھ مارے لہو ولعب کے طور پر نہ مارے۔

شیخ ہجویری کی اس توضیح کو ان کی عدم موجودگی میں شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے درست کہا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

خرقہ پہنانا

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقہ پہنانے کے سلسلہ میں فرمایا:

الخرقۃ علامۃ العشاق وھیبۃ علی الفساق (خرقہ عاشقوں کی علامت ہے اور فاسقوں کے لیے ایک ہیبت ہے۔)

خرقہ پہنانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بارگاہ صمدیت سے خرقہ لے کر آئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چار ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ایک قطعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اور ایک قطعہ حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کی حفاظت کرو، حاجت کے وقت اس کو نکالو، ایک دن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں حضرات سے وہ قطعات طلب فرمائے۔ اصحاب مذکورین سے تین حضرات نے یہ ٹکڑے تلاش کئے لیکن ان کو نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چاروں قطعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا کہ اے علی تم کو مبارک ہو پہنو اور دوسروں کو پہناؤ۔

www.maktabah.org

نزول خرقہ کا سبب طائفہ مشائخ نے ایک اور بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ کے سرپر" درۃ التاج " درخشاں تھا۔ جو بہشت میں آپ کو عطا ہوا تھا اور خزانہ الٰہی سے ایک خلعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنایا گیا تھا۔ جب آپ نے وہ خلعت خاص پہنا تو خاطر شریف میں یہ خیال گزرا کہ میرے امتیوں کو بھی اس خلعت خاص سے بہرہ اندوزی حاصل ہو تو کیا ہی خوب ہو چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خلعت خاص سے آپ کے امتیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ ایک شرط اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے جو کوئی اس شرط کو پورا کرے گا وہی اس خلعت کے لیے سزاوار ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے شرط معین حضور پر ظاہر فرمادی۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی سیر سے دنیا میں واپس تشریف لائے تو اصحاب کرام پر یہ بات ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ چاروں اصحاب کرام میں وہ کون ہے جو رموز کنوز الٰہی اور در مکتوم لامتناہی کے بارے میں بات کریگا چنانچہ پہلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم کو یہ خرقہ پہنایا جائے تو تم کیا کروگے انہوں نے جواب دیا کہ میں صدق و صفا میں اس کی آخری حدوں تک جاؤں گا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عدالت کا ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں حیا کی بارش سے کشت زار روزگار کو سیراب کروں گا پھر حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ خرقہ نفس کا پردہ پوش ہے لہٰذا سزاوار یہ ہے کہ اس سے ستر عیوب کا کام لیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ تم کو مبارک ہو کہ اس کی شرط یہی تھی جو تم نے بیان کی۔

مثنوی

چو خرقہ آمد از ستار عیوب — بسوئی خانقاہ شیخ محبوب
مریدان را بتوفیق خلافت — نویدی داد با عز و کرامت
کہ من با ہر کسی از رہ خطابی — سوالی میکنم گوید جوابی
مرا درا خرقہ تشریف دادار — بپوشانم برائی شیخ ستار

ترجمہ: ستار عیوب کی بارگاہ سے پیارے محبوب کی بارگاہ میں جب خرقہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توفیق خلافت کی بنا پر بڑے عزت و احترام کے ساتھ اپنے اصحاب سے اس کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ میں ہر ایک سے ایک سوال کرتا ہوں جو کوئی اس کا صحیح جواب دیگا تو دادار اعظم پروردگار عالم کا یہ خرقہ اس کو عطا کروں گا، جو عیب پوش شیخ ہوگا۔ (اس کی صراحت اوپر گذر چکی ہے)

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سات قسم کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔

۱۔صوف ۔ ۲۔ملمعہ۔ ۳ مرقع ۔ ۴۔کبود۔ ۵۔سیاہ۔ ۶۔سفید۔ ۷۔ہزار میخی

۱۔صوف سب سے پہلے جس نے صوف (اون) کا لباس پہنا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے کہ جب وہ بہشت سے دنیا میں تشریف لائے تو ہدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک گوسفندان کے پاس بھیجی۔ اس کے بالوں کو حضرت حوا نے کاتا اور حضرت آدمؑ نے اس اون سے کپڑا بُن کر پہنا۔ آپ کے بعد حضرت یحییٰ و حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون یا صوف کا لباس پہنا اور صوفی کی اسی صوف سے نسبت کامل ہے۔ صوف کے تمام حروف کے معانی مشہور ہیں۔ پس جو کوئی اس معانی سے بہرہ ور ہے وہ اس کا سزاوار ہے (ص سے صبر۔ و سے وفا عہد اور فا سے فقر) وہ مبتدی مرید جو صوف پوش ہے اس کو چاہئیے کہ وہ ریاضت اور کثرت مجاہدہ میں کوشش بلیغ بجالائے تاکہ یہ صفات اس میں بدرجہ کمال سرایت کر جائیں۔ اگر یہ صفات اس میں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک اسم بغیر مسمی ہے (وہ نام اس پر صادق نہیں آئے گا) پھر وہ صاحب خرقہ نہیں بلکہ خرقہ کا طفیلی ہوگا۔ البتہ وہ حضرات جنہوں نے اپنے جسموں کو مجاہدہ کی بھٹی میں ۔کی آگ سے گداختہ کیا ہے اور جنہوں نے اپنے نفسانی و حیوانی خواہشات کے آلات کو لذائذ سے روک لیا ہے اور جسم و جان اور خانماں کو اس راہ پر فنا کر چکے ہیں اور جن کا:

موتوا قبل ان تموتوا   مرجاؤ تم مرنے سے پہلے۔

پر عمل ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفوس کو لذتوں اور شہوتوں (بیویوں) غذاؤں اور پینے کی چیزوں (ماکولات مشروبات اور ملبوسات) سے ہماری خاطر روک لیا ہے۔ یقیناً ان کو ہم اپنا راستہ دکھا دیں گے یعنی اپنی ذات تک پہنچنے کا راستہ۔

مثنوی

ای صوفی صافی گہر، مہر و چنین بے سر و پا   از جسم و جان اندر گذر بی ہر دو شو جویان ما

مانند عیسیٰ ای پسر بکشای بال و پر و پر   خوش پر شو از دام زمین بر چرخ و بر کیوان ما

ترجمہ: اے صوفی صافی گہر بغیر سر اور پاؤں کے ایسے چلتا جا کہ جسم و جاں سے گذر جا اور ان دونوں کے بغیر بھی ہمارے متلاشیوں میں ہو جا حضرت عیسیٰ کی طرح اے بیٹے اپنے بال و پر کھول لے اور خوبصورت پروں کے ساتھ پرواز کرتا ہوا زمین کی قید سے نکل کر ہمارے آسمان پر آجا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس فقیر کے نزدیک وہ جامہ جس کا تعلق عادت سے ہے (یعنی عادتاً جو لباس پہنا جاتا ہے) اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ جامہ اور خرقہ عین شخص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک عرض و قائم بالغیر) ہے جس کا تعلق جو ہر وجود سے ہے جس وقت تمام اعضا اور جوارح انسان اس خاکدان (دنیا) میں مرنے کے بعد چھوڑ جاتا ہے تو پھر ان کا کیا اعتبار رہتا ہے۔ ایک معین لباس کا پہننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابھی اسباب فانی کی طرف میلان باقی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ ظاہر کو نہیں چھوڑ سکا ہے اور

www.maktabah.org

ترک عادت نہیں ہو سکا۔ پس جو کوئی اس مرتبہ پر ہوتا ہے اس کو خام کہا جاتا ہے:

قال الاشرف لیس الحجاب بین العبد و المعبود سوی العادات المطبیعة

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ عبد اور معبود کے درمیان عادت اور طبیعت کے سوا اور کوئی حجاب نہیں ہے۔

قال الاشرف لیس الوصول الی اللہ مالم یخرق العادات

حضرت اشرف فرماتے ہیں کہ اس وقت تک وصول الی اللہ میسر نہیں ہو سکتا جب تک عادات (طبیعہ) کو ترک نہ کیا جائے۔

۱۔ جامۂ غیر معین شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک ولی اللہ تھے ہمیشہ غیر مخصوص لباس پہنا کرتے تھے یہ فقیر (اشرف سمنانی) جس وقت حضرت مخدوم عالم و پیشوائے بنی آدم شیخ علاؤ الدین (گنج نبات) قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کی ظاہری اور باطنی نظر سے نوازا گیا۔ حضرت نے طرح طرح کے لباس مجھے مرحمت فرمائے میں نے وہ تمام کپڑے اسی روز ایک فقیر کو دے دیے۔ بعض معاندین اور معارضہ رکھنے والے لوگوں نے خود پرستی اور حسد کی بنا پر میری غیبت میں میرے اس طرز عمل پر نکتہ چینی شروع کر دی اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ آج تک نہیں ہوا ہے کہ مرشد کے خاص لباس کو دوسرے کو دے دیا جائے یہ بات کہاں سے سیکھی ہے کہ شیخ کا خرقہ سائل کو بخش دیا۔

قطعہ

اگر یابد کسی از خلعت خاص	نباشد جائزش بر دیگر ایثار
کہ آن لطفی بود از جانب او	نباید دادنش از دست یکبار

ترجمہ: اگر کسی شخص کو خلعت خاص مل جائے تو اسے دوسرے پر ایثار کرنا جائز نہیں ہے یہ خلعت بخشنے والے کی طرف سے ایک لطف خاص ہے اس کو یکبار ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔

لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ (قدس سرہ) تک پہنچا دی (کہ اشرف نے عطا فرمودہ خرقہ کسی کو خیرات کر دیا ہے) حضرت نے ان لوگوں کی بات سن کر فرمایا کہ فقیر کا فعل بے معنی نہیں ہوتا تم خود اس سے (اشرف سے) جا کر دریافت کرو کہ ایسا کیوں کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس فقیر سے دریافت کیا۔ اس عاجز نے ان سے کہا کہ بتائیے جامہ عین پیر ہے یا غیر پیر۔ عین پیر تو اس کو کسی طرح سمجھا ہی نہیں جا سکتا اس لیے کہ جامہ عرض ہے جوہر نہیں ہے اس لیے وہ بہر صورت غیر ہے اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی۔ اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اگر میں عوارضات پر توجہ کروں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے۔ اور جس نے پیر کی صفات سے اکتساب نہیں کیا ہے اس کو پیر سے کیا نسبت۔

مصرعہ:۔ مشتان بین مُحَمَّدٌ و مُحَمَّدٌ

(مُحَمَّدٌ اور مُحَمَّدٌ کے لفظی ترجمہ میں بڑا فرق ہے)

www.maktabah.org

جب ہماری یہ گفتگو حضرت پیر و مرشد کے سمع مبارک تک پہنچی تو بہت زیادہ تعریف فرمائی اور تحسین و آفرین کی۔ اور اس فقیر کے حق میں دعا کی کہ دولتِ اشرفی کا شہرہ اور شوکتِ سنگرفی کا آوازہ مشرق سے مغرب تک پہنچے

قطعہ

چہ فرخ ساعتی کو در حقِ من برآورد از لب خود یک دعائی
زدم از ہمت او کوس دولت بچرخ ہفتمین چون بادشاہی

ترجمہ:۔ سبحان اللہ وہ کیسی عمدہ ساعت تھی کہ حضرت نے میرے حق میں اپنے مبارک لبوں سے ایک دعا فرمائی ان کی دعا کی برکت سے آج میری سطوت و دولت کا نقارہ فلک ہفتم پر بجایا جا رہا ہے۔

۲۔ خرقہ ملمعہ چمکیلا اور بھڑکیلا خرقہ مبتدی اگر پہن بھی لے تو اس کو کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا مالک بنے کہ اس کے حروف کے معانی سے خود کو موصوف بنائے اور اگر کوئی کامل اس کا استعمال کرے تو اس کو اپنی بلند ہمت سے ملک و ملکوت سے گزرجانا چاہیئے کہ وہ سلوک کی ابتداء سے نہایت منزل تک پہنچنے میں ہر منزل سے فیض یاب ہوا ہے اور اس کو اس مرتبہ اور درجہ سے نصیب کامل حاصل ہوا ہے اور لمعات غیبی کی کرنیں اس پر چمکی ہیں اگر متوسط اس کو استعمال کرے تو زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ابھی وہ لمعانِ انوار کی منزل سے نہیں گزرا۔

مثنوی

ملمعہ آن کسی در پوشد ای یار کہ برتابد ہمہ لمعان انوار
نہ آن کو در دورنگی بودہ باشد کہ یکرنگی بتابد اندرین کار

ترجمہ:۔ اے دوست ملمعہ وہ پہنے جو تمام لمعان انوار کو چمکائے نہ کہ وہ جو دورنگی میں پھنسا ہوا ہو کیونکہ اس کام میں یکرنگی ہی چمکتی ہے۔

۳۔ خرقہ مرقعہ اگر مرید پیوند دار خرقہ پہنے تو اس کو اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کر لینا چاہیئے کہ میں نے یہ مرقعہ اس لیے پہنا ہے کہ مجھے یہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے میراث میں ملا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ز [1]	اور دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

اور اس کے حروف کے وصف سے خود کو متصف کرنا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ جب سلوک میں باطن کا اعتبار ہے تو پھر اس ظاہری خرقہ

---

[1] پ ۱۶ طٰہٰ ۱۲۱

www.maktabah.org

کی کیا ضرورت ہے (اس سے کیا حاصل) حضرت نے جواب میں فرمایا اس لیے پہنتے ہیں کہ عوام میں اور ان میں تمیز ہو سکے اور ان صفات سے جو اس خرقہ کے جوہر حروف سے حاصل ہوتے ہیں اگر صوفی متصف ہے تو کل روز قیامت میں وہ اولیاء کے ساتھ ہوگا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہم نشینی اس کو نصیب ہوگی اور وہ ان ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ ورنہ وہ اولیا اور انبیاء کے اس لباس سے بے بہرہ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لباس اس کی جان کا دشمن بن جائے گا۔ اشرف کہتا ہے کہ:

من لبس الخرقة فيكون مشتغلاً على تغيير الاخلاق ذميمة وان لم يفعل ذالك فقد خان من لباس الانبياء والاولياء۔

جس نے خرقہ پہنا لیں وہ اپنے اخلاق بد کو بدلنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس نے بے شک اس نے اولیاء اور انبیاء کے لباس سے خیانت کی۔

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سیاہ پوش درویش تھا (ایک درویش سیاہ خرقہ پہنتا تھا) اور اطراف واکناف کی سیر کرتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے سامنے دو سرخاب دریا کے کنارے اپنے بال و پر کھولے بیٹھے تھے۔ ناگاہ مادہ سرخاب نے دور سے اس سیاہ پوش فقیر کو دیکھ لیا کہ سامنے سے آرہا ہے مادہ سرخاب نے اپنے نر سے کہا کہ ایک خونخوار اور ہمارا کھا جانے والا آدمی آرہا ہے لہٰذا ہم کو اپنے بال و پر سمیٹ کر اڑ کر پانی میں چھپ جانا چاہیئے۔ نر سرخاب نے کہا کہ تو یہ ٹھیک کہتی ہے کہ آدمی ہمارا دشمن ہے لیکن تو یہ نہیں دیکھتی کہ وہ ماتمی رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہے اس لیے میرا خیال اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی اس لیے کہ جو شخص ایسا لباس پہن لیتا ہے تو دوسرے کے دکھ کو وہ اپنا دکھ سمجھنے لگتا ہے لہٰذا تو بے خوف بیٹھی رہ۔ یہ دونوں جانور گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اس سیاہ پوش فقیر نے صیاد کی طرح ظلم کا جال بچھایا اور نر سرخاب کو پکڑ لیا۔ مادہ سرخاب نے جب اپنے نر کو گرفتار پایا تو اس کی جان پر بن گئی (کہ پرندوں میں جس قدر محبت سرخاب کے جوڑے میں ہوتی ہے کسی دوسرے میں نہیں ہوتی) اور یہ فقیر بھی یہ تماشا دیکھ چکا تھا کہ کسی جگہ سرخاب کو شکار کر کے اس کے کباب آگ پر بھون رہے تھے تو اس کی مادہ نے اس آگ میں گر کر جان دے دی تھی۔ ؎

چو در آب ہجراں فرو برد سر
چکادک در آتش زدہ بال و پر

ترجمہ:۔ جب آب ہجراں سر سے اوپر آنے لگا تو چکادک نے اپنے بال و پر آگ میں ڈال دیئے۔

بہرحال اس درویش نے اس سرخاب کو کھا لیا۔ مادہ سرخاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جا کر فریادی ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے درویش سے پوچھا اس نے بہت سے عقلی اور شرعی دلائل پیش کئے لیکن وہ نر سرخاب کے شکار کی کوئی قابل قبول دلیل پیش نہ کر سکا۔ آخر حضرت سلیمان علیہ السلام

www.maktabah.org

نے فیصلہ کیا کہ اس مقدمہ میں قصاص صرف یہ ہے کہ درویش کا یہ لباس اتار لیا جائے کہ آئندہ دوسرے لوگ اس لباس کو پہن کر دوسروں کو فریب نہ دے سکیں۔

مثنوی

اگر صورت کنی معنی طلب کن | واگرنہ خویش را از جان ادب کن
ازین معنی اگر صورت کنندش | چو دیگر قاصدان رہ کم زنندش۔

ترجمہ:۔ اگر صورت بناتا ہے تو اس کے معنی بھی پیدا کر ورنہ اپنے آپ کو ادب سے جدا کر لے اگر اس طرح صورت کے معنی ہوں گے تو قاصد اس راہ پر کم ہی جائیں گے۔

۴۔ خرقہ کبود | نیلے رنگ کا خرقہ اگر کوئی پہنے تو اس کیلئے لازم ہے کہ آسمان کی طرح ایک ساعت بھی آرام سے نہ بیٹھے اور چرخ دوارسے اگر اس کو کوئی رنج والم پہنچے تو راضی برضا رہے اور اس کا نفس مکر وفریب سے آزاد رہے اور اپنی استعداد کے ظرف کو معارف۔ کے نیلے رنگ (نیل) سے بھر لے کہ جب گوناگوں حوادث کا اس کو شکار ہونا پڑے تو اس کی یک رنگی پر حرف نہ آنے سے

فرد

این ہمہ رنگہا د پر نیر نگ
خم وحدت کند ہمہ یکرنگ

ترجمہ:۔ یہ تمام خوبصورت رنگ خم وحدت نے ایک رنگ میں ڈال دیئے ہیں۔

اسی طرح سالک کو جس لباس میں بھی تم ملبوس دیکھو سمجھ لو کہ اس کے جامہ کا رنگ سالک کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پس مبتدی سالک کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جس رنگ کا لباس پہنے اس رنگ سے منسوب صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تاکہ وہ لباس اس کے لئے مناسب اور درست بن جائے۔

مثنوی

کبود آنکس کند در بر کہ گردد | زہر چیز آن زیر این چرخ کبوداست
نہ رد آرد بہر رنگی کہ بینند | زخم کثرۃ از وحدت ربود است

ترجمہ:۔ نیلا رنگ وہ پہنے جو خود ہر چیز کو اس نیلے آسمان کے نیچے اسی رنگ میں دیکھے۔ جو رنگ نظر آئے اس پر توجہ نہ کرے بلکہ خم کثرت میں وحدت کو دیکھے۔

۵۔ خرقہ سیاہ | خرقہ سیاہ کا پہننا اس شخص کے مناسب حال ہے جس نے اپنے آپ کو بھوک پیاس سے مہذب بنا لیا ہو۔ اور آداب ریاضت و مجاہدات سے مودب بن گیا ہو اور سیاہ لباس پہن کر نفس کا ماتمی ہو۔ (ماتم کر رہا ہے) اور عبادت کی تلوار سے تن کو قتل کر دیا ہو اور تمام دنیا پر فنا کی چادر

www.maktabah.org

تکبیریں پڑھ چکا ہو (تمام دنیا کو ترک کر چکا ہو)

فرد

بیا تا دست ازین عالم بشوئیم
وجود خویش را تکبیر گوئیم

ترجمہ:- اے دوست آ، تاکہ اس دنیا سے ہاتھ دھولیں اور اس پر چار تکبیریں پڑھ لیں۔

لباس کا تعلق اہل میت سے ہے (مردے کے اعزا سیاہ لباس پہنتے ہیں) ایک درویش سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے کسی شخص نے دریافت کیا کہ سیاہ لباس کیوں پہنا ہے انہوں نے کہا کہ میں تین گروہوں کی میت کا عزادار ہوں (ان کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے) ایک علماء کا گروہ ہے، دوسرا فقراء کا گروہ ہے اور تیسرا امراء کا گروہ ہے جو اصحاب عزا ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سرائے فانی سے دار القرار کی طرف تشریف لے گئے تو اپنی میراث میں یہ تین چیزیں چھوڑ گئے۔ ایک علم، دوسرے فقر اور تیسرے تیغ۔ علم تو علماء نے اختیار کیا اور اس کے باعث مغرور ہو گئے، علم کو جاہ و سروری کا ذریعہ بنایا اور جدل و عداوت میں مبتلا ہو گئے۔ (مناظروں میں الجھ گئے) فقر کو فقراء نے اختیار کیا اور اس کو اسباب معاش اور آلات غنا بنا لیا۔ تلوار مجاہدین نے سنبھال لی لیکن جہاد کا حق ادا نہ کر سکے اور وہ شریعت کے حکم پر جہاد کا فرض ادا نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں گروہ اپنی اصل خدمت بجا نہیں لائے اس لئے وہ مردوں کی مانند ہیں اور میں نے ان ہی تینوں مردوں کے غم میں یہ سیاہ لباس پہن لیا ہے ؎

مثنوی

سیاہ آنکس بپوشد از حریفان — کہ او در ماتم خود نشستہ باشد
این تار سیاہ از بہر زینت — بزیر چرخ خود را رستہ باشد

ترجمہ:- حریفوں میں سیاہ لباس وہ پہنتا ہے جو خود اپنے ماتم میں بیٹھا ہو، یہ سیاہ دھاگا زینت کیلئے نہیں ہے جو اس نے اپنے چرخے سے کاتا ہے۔

۶۔ خرقہ سفید: جو سفید لباس پہننا اسکو چاہیئے کہ وہ تمام معاصی و مناہی سے تائب ہو جائے اور اپنے آنسوؤں سے دنیا وی غم کو توبہ کے صابون سے دھو ڈالے (لباس کو صاف شفاف بنالے) جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر الثیاب الابیض (سفید لباس سب سے بہتر ہے) اپنے دل کے صحیفہ کو نقش اغیار اور ہوائے شرار سے پاک و صاف کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ [1] — بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

---

[1] پ ۲ سورہ بقرہ ۲۲۲

www.maktabah.org

اہل اشارت (ارباب علم) نے اس ارشاد کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا ہے۔ پاکیزگی کے سلسلے میں یہ ہے کہ جب تک باطنی نزاہت (پاکی) اور نظافت (ستھرائی) نہ ہوگی، اس وقت تک ظاہری پاکی کچھ کام نہیں آسکتی ہے۔ جب تک سینہ پاک وصاف نہیں ہے اس وقت تک روشنی سے کیا حاصل۔

مصرع

کز حرص جاروبی پیوستہ درین کردی

(کہ تو حرص و ہوا کی جھاڑو اس میں لگاتا رہتا ہے)

ملک عراق میں یہودیوں، نصرانیوں اور مسلمانوں میں تمیز کرنے کیلئے علامت رکھی گئی ہے اس علامت سے باہمدگر امتیاز ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہودی اپنے کندھے پر زرد رنگ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لگا لیتے ہیں، نصاریٰ ایک ٹکڑا نیلے رنگ کے کرباس (کتان) کا اپنی پگڑی میں ٹانک لیتے ہیں تاکہ ایک دوسرے میں تمیز کی جاسکے۔

مشائخ کا لباس ان کی شخصیت اور ان کے مقام پر دلالت کرتا ہے جس طرح شاہی علَم اس امر کا نشان ہوتا ہے کہ فوجی دستہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور لشکر اپنی جگہ پہنچ جائے۔ اگر شرط مذکور فقیر میں نہیں ہوگی تو وہ ایک ایسا اسم ہوگا جس کا کوئی مسمیٰ نہ ہو (اس کو فقیر نہیں کہیں گے۔)

۷۔ **خرقہ ہزار میخی** اگر یہ لباس پہنے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وجود کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضربات سے مجروح کرے اور ہزار جرعہ زہر ناکامی کے شربت کا پیتا رہے (خود کو نامراد رکھے) اور سوزن نامرادی سے خود کو سجالے اور فقر و فاقہ اختیار کرے ؎

قطعہ

کسی کند بر وجود ہزار میخی را		کہ بر ہوائی دل خود ہزار میخ زند
بصد ہزار صلابت مراد دنیا را		بچار میخ بفرعون چار میخ زند

ترجمہ:۔ وہ شخص ہزاروں پیوند والی گدڑی پہننے کا اہل ہے یا اس کو سزاوار ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو سولی پر چڑھا دے (چار میخ کی سزا دیدے) اور ہزار سخت چوٹوں (ضربات) کے ساتھ دنیا کو اور خواہش کو اس طرح چار میخ کی سزا دے جیسے فرعون بنی اسرائیل کو دیا کرتا تھا اور ان کو چار میخ (+) کرتا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگرچہ خرقہ سات طرح کا ہے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مشائخ میں سے ہر ایک شیخ نے اپنی اپنی پسند کا خرقہ اختراع و ایجاد کر لیا ہے اور ان کے انواع حدِ شمار سے باہر ہوگئے ہیں۔ ہر چند کہ دودمان چشت و خاندان اہل بہشت میں بھی قطع پیراہن کا خرقہ اختیار کیا گیا ہے لیکن جب یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنچا اور وہاں مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کی گئیں اور خصوصی الطاف سے نوازا گیا تو وہاں مجھے وہ خرقہ پسند آیا جو شیخ احمد بن سلطان فرسنانہ سے منسوب تھا چنانچہ میں نے اسی لباس کو اپنا ملبوس بنا لیا اپنے خلفاء کو بھی اسی لباس میں ملبوس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ خرقہ مشہور ہوگا۔ جب دوسری مرتبہ

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا جونپور شہر میں تشریف لائے تو اکابر و اشراف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نورالدین بن سید اسد الملۃ ظفر آبادی جن کا سلسلہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ملتا ہے بھی آپ کی خدمت میں آئے اور خرقۂ تبرک کی التماس کی۔ آپ نے جو خرقہ خاندان چشت کے اسلوب کا پہن رکھا تھا وہ انہیں عطا فرمایا جناب سید نور بہت بہرہ مند ہوئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ اسلوب خرقہ ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ امید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ الامجاد کی طفیل یہ مقبول ہوگا۔

اگر خرجی اور بالا پوش کوئی شخص پسند کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وجود کا پیرہن عشق اللہ تعالیٰ سے چاک کیا ہوا رکھے شریعت اور طریقت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھے اور قیود امر و نہی سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ اور اس بات کا اعلان کرے کہ جو کوئی مجھ سے اپنا راز کہے گا میں اس کے راز کو پوشیدہ رکھوں گا اور جو کوئی میری پشت پناہی (مدد) کا طالب ہوگا اس کی میں مدد کردوں گا اور اپنے خرقہ کی آستین سے اپنے برادرانِ طریقت کی عیب پوشی کرونگا۔ سجادہ قربت کی بساط ہے کہ ہمت سے اس پر بیٹھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقت میں الحق کے معنی دریافت کئے آپ نے جواب دیا کہ الحق مخلوق سے ترکِ سوال اور حق کی طمع رکھنے کی شہادت ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ خرقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر فاقہ میں ثابت قدم ہے۔ پھر میں نے آپ سے مصلیٰ کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ شہادت ہے اس امر کی کہ فقیر کو حق تعالیٰ سے وصول حاصل ہوگیا ہے۔

کلاہ ۔ طریقت میں کلاہ تاجِ کرامت ہے جس کو بادشاہوں کی طرح سر پر رکھا جاتا ہے۔ کلاہ تصرف ہے مملکت تکبّر اور گردن کشی پر۔

کلاہ چہار ترکی :۔ اس سے یہ چار ترک مقصود ہیں : ۱۔ ترک معاصی۔ ۲۔ ترکِ مناہی۔ ۳۔ ترک ملاہی (لہو و لعب) ۴۔ ترک نواہی۔ اس کے علاوہ اشارہ ہے ترک طعام، ترک کلام، ترکِ خواب اور عوام سے ترکِ صحبت کی طرف۔ کلاہ چار ترکی سے کبھی وہ چار گوشہ کُلاہ بھی مقصود ہوتی ہے جس کے چاروں گوشے محیط ہوتے ہیں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت پر یعنی ایک گوشہ شریعت پر، دوسرا طریقت پر، تیسرا معرفت پر اور چوتھا حقیقت پر محیط ہوتا ہے۔ کلاہ کے اوپر تکمہ بھی لگایا جاتا ہے جس سے وجودِ واحدِ حق تعالیٰ کا مشاہدہ مراد ہوتا ہے۔

دستار :۔ سر پر اس طرح دستار باندھنا جس طرح مشائخ چشت باندھتے تھے اس طرح ہے کہ سات پیچ (لپیٹ) کی ہو اور ہر کور (لپیٹ) میں بل ہوں جس سے اشارہ اس طرف ہے کہ سر کو ماسوا حق تعالیٰ سے موڑ لیا ہے سات پیچ سے کم اور زیادہ کی دستار بھی باندھی گئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو بہت لمبی دستار باندھی ہے اور کبھی بہت کم لمبی اور کبھی نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کم (میانہ)

www.maktabah.org

جس سے یہ تینوں صورتیں مفہوم ہوتی ہیں۔
منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) سات لپیٹ کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ ایک روز محفل سماع میں بے خود ہوگئے (وجد میں آگئے) حالت وجد میں عمامہ کی ایک لپیٹ کھل گئی آپ فوراً ہوش میں آگئے اور اس لپیٹ کو دوبارہ باندھ لیا پھر سماع میں مشغول ہوگئے۔ جب سماع کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے استفسار پر فرمایا کہ میری دستار کا ہر کورہ ایک اقلیم سے منسوب ہے اور ہر اقلیم کا قیام اس کورہ (لپیٹ) سے مربوط ہے اگر میں اپنی اس کھلی ہوئی کورہ (لپیٹ) کو نہ باندھتا تو احتمال تھا کہ اس سے مربوطا اقلیم درہم برہم ہوجاتی

قطعہ

بصورت گر نہی دستار بر سر	معانی کورۂ دستار دست آر
کہ از ہر کورۂ دستار ایشان	سر شاہان ہفت اقلیم بشمار

ترجمہ:۔ جس صورت میں تونے دستار سر پہ باندھی ہے اس صورت میں دستار کی لپیٹ کے معانی سمجھ لے کہ ان کی دستار کی ہر لپیٹ کے ساتھ ہفت اقلیم کے بہت سے بادشاہوں کے سر تو شمار کرسکتا ہے۔
دستار کے دونوں سرے باہر نکالنا بعض مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔ دستار کے ایک سرے کا شملہ بنانا مشائخ چشت کی سنت ہے اور دونوں سروں کا باہر رکھنا اس میں دوستوں کے لئے یہ اشارہ موجود ہے کہ رشتۂ محبت کے دو سرہیں۔ ایک سر کا تعلق عاشق سے اور دوسرے کا تعلق معشوق سے ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ ان دو سروں سے ظاہر و باطن کے رشتوں کو قید کرلیا ہے۔ حاجت انسانی (بول و براز) اور وضو کے وقت ان سروں کو شملہ کیا جاسکتا ہے (دستار کے سر کو لپیٹ میں پیوست کرلینا) علما رفش کو سر کے پیچھے ڈال دیتے ہیں رفش یعنی شملہ جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علوم شریعت کو حاصل کرلیا ہے اور اسباب دنیا کو پس پشت ڈال دیا ہے اور خود کو حق کے کاموں میں مشغول کردیا ہے لیکن مشائخ کرام شملہ پس پشت نہیں رکھتے بلکہ بل دے کر سامنے رکھتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی کام درپیش ہے (تکمیل کار باقی ہے) دیکھئے کیا سامنے آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حضرات خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور میّت (مردے) کا شملہ سامنے رکھا جاتا ہے۔
مشائخ چشت دستار اس طرح باندھتے ہیں کہ دونوں کان بندش میں آجاتے ہیں۔ مشائخ سہروردیہ بایاں کان ڈھانپ لیتے ہیں جو اشارہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ لوگوں کے عیوب و نقائص نہیں سنیں گے۔ وہ دایاں کان کھلا رکھتے ہیں تاکہ نصائح و مواعظ کو گوش ہوش سے سنیں۔ مشائخ چشت رحمہم اللہ تعالیٰ دستار سے دونوں کان چھپالیتے ہیں کہ نہ وہ حق سنیں اور نہ باطل سنیں جو حق کے مقابلہ میں ہے اور اصلاً اس کا کوئی وجود نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے ہر باطل سے انکار نہ کرو کہ بعض باطل ظاہر میں آتے ہیں۔
خرقہ:۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکابر روزگار اور مشائخ نامدار نے پانچ قسم کے خرقے پہننا بیان کیا ہے۔ طریقت میں جو خرقہ پہنا جاتا ہے وہ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے سب سے پہلے خرقۂ ارادت ہے جو بیعت

www.maktabah.org

کے روز شیخ اپنے مرید کو عطا فرماتا ہے اور اس کو توبہ کی تلقین کرتا ہے اور صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ کرتا ہے۔ دوم خرقۂ محبت ہے کہ پیر ارادت کے بعد مرید کو جامہ یا خرقہ دیتا ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ دو درویش بہمدیگر بطورِ رفاقت عرصۂ دراز تک ایک ساتھ رہے ہوں۔ جب ان دونوں میں جدائی واقع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو خرقۂ محبت پیش کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ کئی سال تک سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ سفر و حضر میں زندگی بسر کی۔ جب سرزمین ردم سے حضرت شیخ بدیع الدین (شاہ مدار) سرزمین اودھ کی طرف واپس ہوئے تو حضرت شاہ مدار نے قدوۃ الکبرا کے ہاتھ سے خرقۂ محبت پہنا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باعث دونوں حضرات بہت روئے۔

قطعہ

چو پروین یکدگر بودیم یکجا ... بچرخ دوستی در مرز اناس
ز باہم چون نبات النعش دیگر ... فتادیم ای فلک فریاد از یاس

ترجمہ:۔ پروین کی طرح دونوں یکجا تھے اور اس فلک دوستی کے نیچے وہ لوگوں سے ایک پناہ گاہ میں تھے۔ اور اب صورت یہ ہے کہ نبات النعش (قطب کے قریب سات تاروں کا جھرمٹ) کی طرح بام دوستی سے گر کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اے فلک فریاد ہے اس ناامیدی سے۔

تیسری قسم کا خرقہ، خرقۂ تبرک ہے کہ ایک دوسرے (بزرگ) کو اس کے عقیدے کے اقتضا کے طور پر دیا جاتا ہے جیسا درویش صالح سمرقندی کا معاملہ ہے کہ وہ حضرت شیخ علاؤالدین سمنانی کے دربار سے وابستہ بلند پایہ مرید تھے ایک مدتِ دراز تک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ خلوص و اتحاد کے راستے پر گامزن رہے۔ جب یہ حضرت شیخ سماء الدین کی خانقاہ واقعہ دہلی سے سمنان کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ تبرک ان کو عطا فرمایا۔ شیخ مذکور کا اپنے شیخ سے عقیدت کا معاملہ اور ان کے جذبۂ طریقت کے آثار اس مرتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی مرید اور کسی طالبِ طریقت سے ان کا فرق کرنا ممکن نہیں تھا ۔

بیت

دو مغزی بودہ اند باہم چو بادام ... در ایشان فرق نہ جز پوست بادام

ترجمہ:۔ گویا یہ دونوں باہم محبت و اتحاد میں ایک بادام میں دو مغز (گری) کی طرح تھے ان دونوں میں سوائے پوست بادام کے اور کوئی فرق نہیں۔

خرقہ نوع چہارم، خرقۂ صحبت ہے کہ ایک شیخ جب اپنی زندگی میں اپنے کسی مرید کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہمت کا ہما بلند پرواز واقع ہوا ہے تو اس کو وہ کسی دوسرے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے جن کا حال اس سے اعلیٰ تر ہے تو وہ اس کو دوسرے شیخ کی خدمت میں جانے کی اجازت دے دیتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ رخصت بعض مشائخ کی صورت روحانیہ سے بھی کبھی کبھی واقع ہوتی ہے کہ عالم معاملہ میں یا خواب میں وہ جس شیخ کی خدمت میں بھیجنا مقصود

www.maktabah.org

ہوتا ہے ان کی طرف اشارہ کر دیتا ہے تاکہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مزید تربیت حاصل کرے

مثنوی

ہر کہ باشد در رہ حق راہبر ۔۔۔ رہ نماید تا کہ خود کردہ سفر
چون رساند ہمرہ خود را بجائی ۔۔۔ کش بود حاصل ز پیر رہنمائی
پس بگوید او بدیگر رہنمائی ۔۔۔ گفت از اینجا پیشتر تو رہنمائی

ترجمہ:۔ جو کوئی راہ حق میں رہنمائی کا فرض ادا کرتا ہے وہ اس کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس پر اس نے خود سفر کیا ہے جب وہ اپنے ہمراہی کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جس پر اپنے رہنما کے عمل سے عمل کرکے پہنچا ہے تو وہ دوسرے رہنما سے (جس کے سپرد ہمراہی کو کر رکھا ہے) کہتا ہے کہ اب یہاں سے آپ اس کی رہنمائی کیجئے۔

پانچواں خرقہ، خرقہ حقیقی ہے کہ شیخ سلسلہ اپنے لطف عام سے اپنے مرید خاص کو اس کے حصول کی طرف راغب کرتا ہے اور وہ خرقہ اس کو عطا کرکے اس کے واردات طریقت مواقع اور حوادث سلوک کا کفیل بن جاتا ہے۔ یہ شیخ و مرید کے درمیان ایک معاملت ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کو اس کی خبر ہو بعض مشائخ علماء و صلحا کی جماعت کے سامنے اس منصب بلند اور شرف ارجمند کو سعادت مند مرید کے سپرد کر دیتے ہیں (اور بعض کسی کو مطلع کرنا ضروری نہیں سمجھتے) اس خرقہ کی دولت کا حصول اور اس شوکت کا وصول بہت زیادہ محنت اور بہت تکلیف اٹھانے کے بعد ممکن ہوتا ہے ؎

مثنوی

بسی باید دویدن در پی این کار ۔۔۔ کہ بنماید رخ مقصود دلدار
کسی کز سر نہ پوید راہ داور ۔۔۔ نپوشد خلعت خورشید خاور

ترجمہ:۔ اس امر خطیر کے حصول کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑتی ہے تب کہیں دلدار کے رخ مقصود کا نظارہ ہوتا ہے جو کوئی سر کے بل اس راہ کو طے نہیں کرتا وہ اس خلعت کو نہیں پہن سکتا جو مرتبہ میں خورشید خاوری کی طرح بلند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ پیروں کی مہربانی اپنے مریدوں پر اور مرشد کی کرم گستری رشد و ہدایت کے طالبوں پر اس درجہ ہوتی ہے کہ زبان خامہ اس کی شرح سے عاجز ہے ان حضرات کی مہربانی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی طویل، عمر جاودانی کا محصول (حاصل کردہ سرمایہ) اور تمام زندگی کی پونجی اپنے مرید کو پلک جھپکاتے بخش دیتے ہیں ؎

بیت

ز شکری کہ آن نعمت افزون بود
ولی نعمت پیش ازین چون بود

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ شکر ہے کہ وہ نعمت زیادہ تھی لیکن اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے۔
کوئی نعمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک روزہ مصاحب کو اپنی سو سال کی کمائی ہوئی نقدی عطا کرتے ہیں۔

مثنوی

چہ گویم وصف آن پاکیزہ گوہر کہ از یک کف دہد دریائی گوہر
ز دیگر کف ہمہ کون و مکان را بہ بخشد ہر کہ را خواہد امان را

ترجمہ:۔ میں اس پاکیزہ گوہر ہستی کا وصف کیا بیان کروں کہ مرشد ایک ہاتھ سے دریائے گوہر عطا کر دیتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے تمام کون و مکان کا سرمایہ اس کو بخش دیتا ہے اور جسے امان کی طلب ہو وہ دیتا ہے۔
حضرت شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک سال تک حضرت شیخ ابوالعباس کی خانقاہ میں مقیم رہے منقول ہے کہ صوفیوں کے جماعت خانہ میں حضرت شیخ ابوالعباس کی ایک مخصوص جگہ تھی وہ اکتالیس سال تک اسی ایک جگہ پر مقیم رہے۔ صوفیوں کی جماعت میں سے اگر کوئی صوفی رات میں نفلی نماز زیادہ پڑھتا تو شیخ ابوالعباس فرماتے کہ اے فرزند! سو جاؤ کہ پیر جو کچھ کرتا ہے وہ تمہارے ہی لئے کرتا ہے کہ اس کو اس عمل کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حاجت ہے۔ اس ایک سال کی مدت میں حضرت ابوالعباس قدس سرہٗ نے حضرت ابوسعید (ابوالخیر) سے کسی رات یہ نہیں فرمایا کہ اے فرزند تم سو جاؤ اور یہ نفلی نماز مت پڑھو جیسا کہ وہ دوسرے مریدوں سے کہا کرتے تھے۔ شیخ ابوالعباس قدس سرہ نے شیخ ابوسعید کو اپنے قریب سونے کی جگہ دیدی تھی (شیخ ابوسعید کی خوابگاہ شیخ ابوالعباس کی خوابگاہ کے برابر تھی) ایک رات شیخ ابوالعباس قدس سرہ خانقاہ سے باہر تشریف لائے انہوں نے فصد کھلوائی تھی رگ کا منہ کھل گیا تھا شیخ ابوسعید کو اس حال کی خبر تھی وہ اسی وقت اپنی چادر اور جامہ لے کر شیخ ابوالعباس قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ کے اس ہاتھ کو باندھا جس کی رگ کھل گئی تھی، ان کا ہاتھ دھویا ان کے کپڑے جو خون سے تر تھے اتارے اور اپنے کپڑے ان کو پیش کئے۔ شیخ ابوالعباس نے ان کے کپڑے پہن لئے۔ شیخ ابوسعید نے شیخ ابوالعباس کے کپڑے دھوئے اور ان کو الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال دیا خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے وہ کپڑے رات بھر میں خشک ہو گئے۔ شیخ ابوسعید ان کپڑوں کو لپیٹ کر شیخ کی خدمت میں لائے شیخ نے اشارہ کیا کہ تم ان کپڑوں کو پہن لو۔ شیخ ابوسعید نے حسب الحکم حضرت ابوالعباس کے کپڑے پہن لئے اور اپنے گوشۂ عبادت میں چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ سو کر اٹھے اور شیخ ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ ابوالعباس قدس سرہ شیخ ابوسعید کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور شیخ ابوالعباس کا لباس شیخ ابوسعید کے جسم پر ہے سب لوگ حیران رہ گئے، ان کی حیرانی دیکھ کر شیخ ابوالعباس قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کل رات بچھاوریں لٹائی گئیں ہیں تمام بچھاوریں شہر مہنہ کے اس جوان (ابوسعید) کے حصے میں آگئیں اس کو مبارک ہوں۔

www.maktabah.org

مثنوی

نباشد خلعت درویش دربر | کہ نبود نعمتی در جامہ مضمر
کسی کین خلعتی دربرکشیدہ | زجیب آن قرطق عرشی دریدہ

ترجمہ:۔ درویش کے جسم پر ایسی خلعت (خرقہ) نہیں ہوتی کہ جس میں کوئی نہ کوئی نعمت پوشیدہ وپنہان نہ ہو۔ جس کسی نے یہ خلعت (خرقہ) پہن لی اس کی عظمت کے سامنے (دنیا دی) عزت وجاہ کا دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

اوّل وآخر اور اوسطاً تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

www.maktabah.org

لطیفہ۱۳

حلق و قصر

قال الاشرف:

الحلق والقصر ھو وضع اشعار العلائق والعوائق عن فرق الطالب الاقتصار الید من الامور الکونیان بطالب۔

(حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ حلق و قصر یہ ہے کہ طالب کے سر سے علائق و عوائق کے بال دور کئے جائیں اور طالب کے ہاتھ کو کونین کے امور سے روکا جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حلق و قصر دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں لیکن حلق قصر سے افضل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مشعر ہے کہ آپ نے حاجیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ سر منڈانے والوں پر اللہ کی رحمت ہو، صحابہ کرام نے عرض کیا اور بال چھوٹے کرانے والوں پر؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے یہی "والمقصرین" کو دہرایا۔ اسطرح چار مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ (دعا) ارشاد فرمایا۔ پس اگر حلق کو قصر پر فضیلت نہ ہوتی تو سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم "اہل حلق" پر رحمت کی تکرار نہ فرماتے اور مقصرین کے حق میں جو ترحم فرمایا گیا یہ عطف ہے اصل نہیں ہے یعنی ضمناً ہے پس ثابت ہوا کہ حلق قصر سے افضل ہے۔

حلق میں فوائد جسمیا اور بدنیہ اسقدر ہیں کہ شرح و بیان میں نہیں آسکتے، حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ تین کام خود کرنے چاہئیں کہ اسمیں بہت زیادہ منفعت ہے اور جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ امور ثلاثہ یہ ہیں (۱) سر منڈانا، (۲) افطار میں سب سے پہلے چاولوں کی پیچ پینا (۳) پیروں کے تلووں میں تیل ملنا۔ محلوق کا اعمال صلوٰۃ میں غیر محلوق سے آگے ہونا یا افضل ہونا طبع رسا پر پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت قدرۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب میں حضرت مخدومی (شیخ علاؤالدین گنج نبات) کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی تو حضرت مخدومی نے سعادت حلق کا تاج میرے سر پر رکھنا چاہا اور میرا سر اپنے زانوئے اطہر پر رکھا اور اپنے دست مبارک میں اُسترہ لیکر میرے سر کو مونڈا تو میں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ

بمکتب خانہ توفیق از لطف	جو استادِ ازل تعلیم کردیم
بہ پیش پائے تو از موئے ہستی	نہادم از سرد تسلیم کردیم

(مکتب خانہ ازل میں توفیق الٰہی نے جب سے تعلیم دینا شروع کی تو میں نے اپنے سر سے موئے ہستی اتار کر تیرے قدموں میں ڈال دیا)

www.maktabah.org

میرے یہ اشعار سنکر حضرت مخدومی نے فرمایا اللہ اللہ! فرزند اشرف ایسا مت کہو کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے تم کو بطور امانت حاصل کیا ہے اور یہ امانت ایک عجیب امانت ہے۔ میں نے تو ایک کرامت کے حصول کا شرف حاصل کیا ہے، پھر حضرت مخدومی نے فوراً فرمایا میں نے تیرے سر گیسو سے ایک تار (بال) اسلئے لیا ہے کہ یہ تار روز قیامت میرے سر پر سایہ فگن ہو۔ حضرت مخدومی نے یہ قطعہ ارشاد فرمایا۔ ؎

ستردہ از سرت موئیم کردم ــــــ زمیم تو جدا این جیم کردم
زہر موئے تو تیغے کردہ یکبار ــــــ سر غیر خدا، دو نیم کردم

ترجمہ:۔ میں نے تیرے سر سے جو یہ بال مونڈے ہیں گویا یہ تیرے میم کے میم سے جیم (ج) کو جدا کیا ہے۔ میں نے اس تلوار کے ذریعہ تیرے وجود سے غیر خدا کا سر دو ٹکڑے کر دیا ہے۔

حضرت مخدومی نے اس قسم کے اور بہت سے مہر آگیں جملے بھی خرقہ پہناتے اور حلق کرتے وقت ارشاد فرمائے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے حلق سے قصر بہتر ہے کہ پہلی بار اس راہ میں قدم رکھنا دشوار ہے جب مرید کے قدم، مقام نہایت پر پہنچ جائیں اسوقت حلق کریں کیونکہ مشائخ ترتیب کے ساتھ کام کرتے ہیں اور تدریجاً سالک سے کام لیتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی سے منقول ہے کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد خداوندی کے بموجب مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ[1] (اپنے سروں کو منڈوا کر) محلوق ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی سے چار کلاہ لے کر آئے اور سر اقدس پر انہوں نے استرہ چلایا اور چار ٹوپیاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر رکھیں۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے سر پر استرہ چلایا اور کلاہ یک ترکی اُن کے سر پر رکھ دی پھر تکبیر کہی، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے سر کے بالوں کو صاف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کلاہ دو ترکی پہنائی، پھر تکبیر کہی حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے سر کے بال صاف کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سر پر کلاہ سہ ترکی رکھی پھر تکبیر فرمائی۔ اب حضرت عثمان رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے سر کے بال مونڈے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلاہ چار ترکی ان کو پہنا دی اور تکبیر کہی۔ بس چار پیر اور چار تکبیر سے یہی معنی مقصود ہیں۔

---

[1] پ ۲۶ سورہ فتح ۲۷

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۴

مشائخ کے خانوادوں کی ابتداء جو اصل میں چودہ ہیں

(دربیان مبدء خانوادۂ مشائخ کہ دراصل سلف چہاردہ بودند)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سب حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنی اپنی مدتِ خلافت گذار کر اور مخلوق کی ہدایت فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو حضرات تابعین نے خلق کو (دین کی) دعوت دی اور دین کا راستہ دکھایا۔ جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو تابعین حضرات سب کے سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اُسوقت تمام علمار نے متفق اللفظ ہوکر یہ بات کہی :-
"اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا و پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی تو صحابہ کرامؓ کے حق میں تھا اور آج کوئی فرد بھی صحابہ کرامؓ میں سے موجود نہیں ہے کہ ظاہری طور پر ہم ان کی اقتدا کریں اور کسی دوسرے کیلئے ان کے سوا دعوتِ دین روا نہیں ہے۔ پس امام اعظم (حضرت ابو حنیفہ)، امام محمد و امام ابو یوسف نے اس امر پر اجماع کیا کہ اس زمانے میں خلفائے راشدین کا جو قائم مقام ہو اس کے لئے دعوتِ دین روا اور جائز ہے کیونکہ تابع متبوع کی مانند ہوتا ہے اور نائب منیب کیطرح چنانچہ تلاش بسیار کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ اور نائب و قائم مقام حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو پایا۔ چنانچہ علما و تابعین میں سے ہر ایک نے اُن کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی اور ان کے مرید ہوگئے۔ یہ پیری مریدی کا سلسلہ اور طریقہ اُسی دن سے شروع ہوا، ورنہ اس سے قبل محض بیعت کرنا اور ہم نشینی کا دستور تھا بلکہ صرف صحبت (ہم نشینی)

حضرت خواجہ مودود چشتی اپنی (کتاب) "محبت السالکین" میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے اپنی خلافت دو حضرات کے سپرد کی۔ ایک حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور دوسرے حضرت شیخ حبیب عجمی۔ یہ دونوں حضرات اُسوقت یگانۂ روزگار اور سرآمدِ زمانہ شمار ہوتے تھے۔ اس زمانے میں جو چودہ خانوادے علماء و مشائخ میں مشہور ہیں وہ ان ہی دو مخدوم حضرات کے واسطے سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مشائخ روزگار میں یہ چودہ خانوادے مشہور و معروف ہیں لیکن متاخرین صوفیاء کے ذریعہ اور بہت سے خانوادے پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے خانوادے سادات کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتے ہیں۔ ان چودہ خانوادوں کی صراحت و توضیح کے بعد ہم انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ ان باقی خانوادوں کو سلسلہ تحریر میں لائیں گے۔ ان چودہ خانوادوں کے تمام مشائخ اکابرِ روزگار اور ماثر نامدار ہیں

www.maktabah.org

سب کے سب مذہب اہلسنت وجماعت کے پیرو ہیں۔ واضح رہے کہ ان چودہ خانوادوں میں پانچ خانوادے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے اور نو خانوادے حضرت حبیب عجمی کے واسطہ سے حضرت خواجہ حسن بصری تک پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے واسطے حضرت حسن بصری تک پہنچنے والے پانچ خانوادے یہ ہیں:۔

۱۔ زیدیاں ۲۔ عیاضیاں ۳۔ ادہمیاں ۴۔ ہبیریاں ۵۔ چشتیاں

اور نو خانوادے جو حضرت حبیب عجمی کے واسطے حضرت حسن بصری تک پہنچتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ حبیبیاں ۲۔ طیفوریاں ۳۔ کرخیاں ۴۔ سقطیاں ۵۔ جنیدیاں

۶۔ گازرونیاں ۷۔ فردوسیاں ۸۔ طوسیاں ۹۔ سہروردیاں

یہ ہیں کُل ۱۴ خانوادے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اب ہر ایک خانوادے کے پیشوا کے کچھ فضائل وخصائل اور ہر ایک کی توبہ کا موجب ومحرک بیان کرتے ہیں۔

اس سلسلے کا آغاز تمام سلاسل اور خانوادوں کے پیشوا وسرِ حلقہ حضرت خواجہ حسن بصری کے احوال سے کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ، جو خوان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اور دسترخوانِ مرتضوی رضی اللہ عنہ سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں، کی والدہ جو حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں، ایک دن کسی کام میں مشغول تھیں، حسن جو اُس وقت شیر خوار تھے، بھوک سے رونے لگے، حضرت ام سلمہؓ نے اُن کو چپ کرانے کے لئے اپنا سرِ پستان اُن کے منہ میں دے دیا، یہ اسکو چوسنے لگے۔ انتہائی شفقت ومحبت کے باعث اُن کے پستان سے دودھ کے چند قطرے نکل کر اُن کے منہ میں چلے گئے۔ یہ جو کچھ برکتیں اور عظمتیں اُن سے ظہور میں آئیں ان ہی چند قطراتِ شیر کا فیض ہیں۔

مثنوی

زلطف پاک آن دانای تقدیر نہاد اندر نہاد آن چشمہ شیر

زشیرش بر سر شیری رسیدہ کہ ہر کو قطرۂ از وی چشیدہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے ان کے دودھ میں ایک ایسا وجود ڈال دیا جو بالکل پاک ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی اس سے چکھ لے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصریؒ نے عہد طفلی میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزۂ پاک سے تھوڑا سا پانی پی لیا تھا جب وہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس برتن سے پانی کس نے پیا ہے آپ کو بتایا گیا کہ حسن نے پیا ہے، تب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا علم اس میں سرایت کر

www.maktabah.org

جائے گا۔ ایک دن حضرت ام سلمہؓ نے حسن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش اطہر میں دے دیا تو آپ نے از راہِ شفقت وکرم حسن کو گود میں لے کر اُن کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔ آپ کے تمام آثار اسی دُعا کی برکت کا نتیجہ ہیں

منقول ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دستارِ مبارک اٹھا کر اپنے زانوئے اطہر پر رکھی تھی حسن کا عالم طفلی تھا، کھیلتے ہوئے آئے اور دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہائیں! ہائیں! یہ کیا کر رہے ہو؟ اے لڑکے بے ادبی نہ کر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو یہ بہت بڑا شخص ہوگا، اپنے زمانے کا مقتدا اور پیشوا ہوگا میری دستار ولایت اس کے سر پر ٹھیک رہے گی۔

قطعہ

نگویم آنکہ بی ادبی است کز دی | ادیب روزگار خویش گشتہ
ندستارش بدست آور دی حکم | کہ دستِ باطنش در پیش گشتہ

ترجمہ:۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے بے ادبی کی بلکہ اپنے مؤدبانہ خصلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دستار بھی بغیر حکم کے نہیں اٹھایا تھا بلکہ اس وقت ان کا اندرونی ہاتھ اُن کے سامنے آگیا تھا۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا سموہ حسنا فانہ حسن الوجہ۔" اس کا نام حسن رکھو یہ خوب رُو ہے"

حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی پرورش فرمائی اور وہی آپ کی دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اسی محبت و شفقت کے باعث آپ کی پستان میں دودھ آگیا تھا (اور دودھ کے چند قطرے اُن کے حلق میں پہنچ گئے تھے جیسا کہ مذکور ہوا) حضرت ام سلمہ فرمایا کرتی تھیں کہ الٰہی اسکو مقتدائے خلق بنانا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شرف دیدار حاصل کیا۔ ان اصحاب میں ستر اصحاب بدر تھے، حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ آپ کو حضرت حسن بن علیؓ سے ارادت حاصل تھی لیکن قول اول زیادہ صحیح ہے۔

ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ یہ گوہر فروشی کیا کرتے تھے اسی بنا پر آپ کو حسن لؤلؤی کہتے تھے ایک بار یہ تجارت کے سلسلہ میں روم تشریف لے گئے، وزیر مملکت کے پاس جانا ہوا۔ اس نے کہا کہ آج مجھکو ایک جگہ جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا، پس یہ لوگ جنگل کی طرف گئے جنگل میں پہنچکر حسن نے دیکھا کہ وہاں ایک عالیشان خیمہ لگا ہے، یہ خیمہ دیبا کا تھا اسکی طنابیں ریشم کی اور میخیں سونے کی تھیں، بے شمار سپاہی تمام ہتھیاروں سے لیس خیمے کے اطراف میں گشت کر رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں کرتے

www.maktabah.org

جاتے تھے، پھر یہ تمام سپاہی واپس ہوگئے۔ ان کے بعد تقریباً چار سو ادیب اور فیلسوف آئے ہر ایک نے خیمہ کا چکر لگایا پھر لوٹ گئے۔ ان کے بعد کچھ پیران با صفا آئے وہ بھی خیمے کے گرد پھر کر چلے گئے ان کے بعد کچھ حسین اور خوبرو عورتیں آئیں، وہ بھی اسی طرح پھر کر چلی گئیں۔ ان کے بعد چار سو ماہرو کنیزیں آئیں ہر ایک کے ہاتھ میں زر و جواہر کے بھرے ہوئے طشت تھے انہوں نے بھی دوسروں کی طرح خیمہ کا چکر لگایا اور سب کی سب واپس چلی گئیں، سب سے آخر میں قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر گیا اور کچھ کہکر واپس آگیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں یہ تمام باتیں دیکھکر حیران تھا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ میں نے اپنے ہمراہی وزیر سے دریافت کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ وزیر نے مجھے بتایا کہ قیصر روم کا ایک لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا، وہ اچانک بیمار ہوا۔ بڑے بڑے حاذق طبیب اس کے علاج سے عاجز آگئے اور آخر کار وہ مرگیا۔ اس کو اسی جگہ دفن کردیا گیا جہاں خیمہ نصب ہے۔ ہر سال اس کی قبر کی زیارت کے لئے (سپاہ، امراء، وزراء اور بادشاہ) ایک مرتبہ یہاں آتے ہیں، سب سے پہلے عظیم الشان لشکر اس کے خیمہ کے گرد پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے شاہزادے! اگر تمہاری موت کو ہم جنگ وجدل سے رفع کرسکتے تو ہم سب اپنی جانیں قربان کردیتے لیکن یہ معاملہ تو اس کا تھا جس سے ہم جنگ نہیں کرسکتے۔ یہ کہکر وہ واپس ہوتے ہیں، پھر دانا اور فلاسفر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہزادے! اگر ہماری عقل و دانش اور علم و خرد تجھ سے موت کو دور کرسکتی تو ہم اسکے رفع کرنے میں تقصیر نہ کرتے۔ یہ کہکر وہ بھی واپس چلے جاتے ہیں اس کے بعد پیرانِ محترم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شاہزادے! اگر ہماری سفارش اور ہماری گریہ وزاری اور ہماری دانشوری سے تمہاری موت ٹل سکتی تو ہم ضرور کوشش کرتے لیکن یہ تو اس ذات کے اختیار کی بات ہے جہاں گریہ وزاری اور سفارش وشفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ کنیزیں آتی ہیں جو ہاتھوں میں زر و جواہر کے بھرے ہوئے طشت لئے ہوتی ہیں وہ بھی خیمہ کے گرد پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے حسن و جمال سے تمہاری قضا کو روک سکتے اور تم کو خرید سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے لیکن ہم اپنے حسن و جمال اور مال سے تم کو نہیں خرید سکتے وہاں نہ مال کی قدر ہے اور نہ حسن و جمال کی۔ ان کنیزوں کے بعد قیصر روم اپنے وزیروں کے ساتھ خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے جانِ پدر! میں تیرے لئے لشکر عظیم لے کر آیا، دانشوروں کو لایا، پیروں اور شفاعت کرنے والوں کو لایا، حسین و جمیل کنیزوں کو بے شمار زر و جواہر کے ساتھ لایا اور اب میں خود آیا ہوں، اگر تیرے لئے میرے ہاتھ سے کچھ ہو سکتا تو میں ضرور کرتا اور یہ بے چارگی اور بے بسی اس شخص کی ہے جو روئے زمین کا بادشاہ ہے لیکن بایں ہمہ جلالتِ شان وہ بھی قضائے الٰہی کے سامنے عاجز ہے، تجھ پر سلام ہو۔

جب دوسرا سال آتا ہے تو پھر یہی سب کچھ کیا جاتا ہے اور پھر واپس آجاتے ہیں۔ ان باتوں نے حسن بصری کے دل کو بہت متاثر کیا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ پڑے اور بصرہ واپس آگئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک ان کو انجام کار معلوم نہیں ہو جائے گا وہ ہنسی کا نام نہیں لیں گے اس کے بعد وہ عبادت الٰہی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہوگئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسّی سال تک انکی طہارت سوائے حوائج ضروریہ کے نہ ٹوٹی۔

www.maktabah.org

خانوادہ زیدیاں شیخ عبداللہ بن عوف کے پانچ فرزند تھے یہ پانچوں حضرات شیخ عبدالواحد بن زید کے مُرید ہو گئے تھے۔ ان حضرات نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید سے خود کو اس طرح منسوب کیا کہ اپنی خاندانی نسبت اور خود نسبت مکانی کو اس میں گم کر دیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے (ان حضرات کی ریاضت اور عبادت سے متاثر ہو کر ہر ایک کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان پانچوں حضرات میں سے ہر ایک حافظ کلام ربانی تھا علوم (متداولہ معقول و منقول) پر ہر ایک کو کامل دسترس تھی، محنت و ریاضت و مجاہدہ میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، خلوت اور بیابان میں ان کے شب و روز گزرتے تھے، ان میں سے ہر ایک صائم الدہر اور قائم اللیل تھا ان کی افطار جنگلی پھل اور گھاس سے ہوتی تھی تین دن اور تین رات کا روزہ رکھنا ان کا معمول تھا کبھی کسی جاندار کو ایذا نہیں پہونچائی۔

بیت

میازار موری کہ دانہ کش است
کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

ترجمہ:- چیونٹی کو بھی مت ستاؤ کہ اس کی جان ہے اور جان شیریں ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔

کبھی اپنے کپڑوں سے جوں نکال کر نہیں ماری نہ سانپ اور بچھوؤں کو تکلیف دیتے تھے اگر کوئی شخص ان کی ہم نشینی کا خواستگار ہوتا یا کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے حال کی اصلاح کرتا، قرآن پاک حفظ کرتا، چونکہ ان کے یہاں قرآن ازبر ہونے کے بعد ان کی تلقین ہوتی بغیر حافظ القرآن ہوئے کسی کو ان کی صحبت میں باریابی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان حضرات میں سے ہر ایک ایک قرآن دن میں اور ایک قرآن رات میں ختم کرتا تھا۔

مثنوی

تن اینجا بہ نان جوین ساختن ۔۔۔ دل آنجا بگنجینہ پرداختن
بکن طعمہ خود گیاہای خاک ۔۔۔ کہ حاصل شود صحبت جان پاک

ترجمہ:- یہاں نانِ جوین (جو کی روٹی) سے تن کی پرورش کرنا اور دل کو (معرفت) کا خزانہ بنانا ہے۔ اپنی خوراک سبزیوں اور پودوں سے حاصل کرو کہ اس سے صاف اور پاک روح کی پرورش ہوتی ہے۔

دنیا کی خوشی کے اسباب اور علائق سے بالکل الگ تھلگ تھے، جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا تھا وہ بھی دنیا سے رغبت نہیں رکھتا تھا نہ کبھی گھر کی طرف رُخ کرتا اور نہ کہیں گھر بناتا، شہر و قریہ میں آنا جانا ترک کر دیتا بس جنگل میں بسیرا کرتا یا پہاڑوں کو اپنا مسکن بناتا۔

بیت

ہر کہ در راہ عزیزان نہاد
سر بسوی بیشہ و صحرا نہاد

ترجمہ:- جو کوئی بھی ان بزرگوں کی راہ اختیار کرلے وہ صحراؤں میں جا بسیرا کرتا ہے۔

جو کوئی بھی خاندانِ زیدیاں میں مرید ہوتا وہ تجرید اختیار کر لیتا۔ زیدیوں کا لباس ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی کبھار صرف پتوں سے

www.maktabah.org

ستر پوشی کر لیتے تھے کسی سے رزق کیلئے طالب و خواہاں نہیں ہوتے تھے اگر کوئی شخص فتوح بھیج بھی دیتا تب بھی اسکی طرف رخ نہیں کرتے تھے اور اس فتوح کو اُسی وقت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اپنے نفس پر اس فتوح کو قطعاً خرچ نہیں کرتے تھے۔ یہ حضرات بہت ہی سلیم القلب ہوتے۔ اگر کوئی شخص ان کو جنگل سے پکڑ کر لے آتا اور اپنا غلام بنا لیتا تو یہ دم نہیں مارتے، اور پوری تندہی سے اس لانے والے کی خدمت کرتے اگر کوئی ان کو غلام بنا کر دوسروں کے ہاتھ بیچ ڈالتا تو پھر یہ اُس خریدنے والے کی خدمت میں لگ جاتے اور ذرا بھی تامل نہیں کرتے اور نہ اپنے دل میں ملال لاتے۔

قطعہ

چہ آزادگانند در روزگار   کہ ہر کس کند بندہ شان تن دہند
دگر بہر ایشان فرد شد کسی   بجان و دل از بندگی دم زنند

ترجمہ:۔ یہ حضرات زمانہ میں کیسے آزاد مرد ہیں کہ اگر کوئی ان کو غلام بنا لے تو اسکی خدمت پر تیار ہو جاتے ہیں، اگر کوئی انکو غلام بنا کر دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تب بھی یہ اس دوسرے شخص کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔

خانوادۂ عیاضیاں یہ خانوادہ حضرت فضیل بن عیاض سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ طبقۂ اوّل کے صوفیاء سے ہیں آپ کی کنیت ابو علی ہے اور آپ اصلاً کوفی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ خراسانی ہیں اور مرو کے مضافات کے رہنے والے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے تھے کوفہ میں ان کو لے آئے تھے اور کوفہ ہی میں نشوونما پائی اسی لئے کوفی الاصل کہلاتے ہیں اور بعض لوگ بخاری الاصل کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ نے محرم ۱۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات بیت اللہ شریف میں چاہ زمزم کے قریب ایک قاری کی زبان سے یہ آیت سنکر ہوئی:۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۚ [1]   اور اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

جیسے ہی آپ نے یہ آیت سنی ایک نعرہ بلند کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی بے شک دوست دوست کی نشانی پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور یہی انہوں نے کیا؛ شعر

من مات عشقا فلیمت ھکذا   لاخیر فی عشق بلا موت

ترجمہ:۔ جو عشق میں مرتا ہے وہ اسی طرح مرتا ہے۔ اس عشق میں کیا خوبی جس میں موت نہ آئے۔

آپ کے تائب ہونے کی کوئی صراحت طبقات الصوفیہ میں نہیں کی گئی ہے بلکہ طبقات الصوفیہ سے

---

[1] پ ۱۳ سورہ ابراہیم ۴۹

www.maktabah.org

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ آباو اجداد سے درویش زادہ تھے لیکن صاحب تذکرۃ الاولیاء خواجہ فریدالدین عطار کہتے ہیں کہ پہلے یہ راہزن اور ڈاکو تھے۔ پھر انہوں نے راہزنی سے توبہ کر لی اور یہی بات زیادہ مشہور ہے۔
سیرت عیاضیان یہ ہے کہ وہ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ مجرد رہتے ہیں کسی جگہ اقامت اختیار نہیں کرتے شادی نہیں کرتے اور نہ گھر بناتے ہیں۔ پیوند دار خرقہ پہنتے ہیں۔ اگر راستہ میں کپڑے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہوتا ہے تو نماز پڑھ کر اپنے خرقہ میں اس کا جوڑ لگا لیتے ہیں، جہاں کہیں رات ہو جاتی ہے عشاء کی نماز اسی جگہ پڑھ لیتے ہیں اور وہیں شب باشی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ کھانے کی کوئی چیز بغیر طلب کے مل جاتی ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ فاقہ سے رہتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو وہاں سے فوراً چل پڑتے ہیں یہ حضرات اکثر برہنہ پا رہتے ہیں، تیسرے روز افطار کرتے ہیں اور وہ بھی مہمان کے ساتھ۔ یہ حضرات سخت ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب سعادت ان سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے یا ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خیال سے خالی کرے اور جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے سب خدا کی راہ میں فقراء اور مساکین پر خرچ کر دے، تجرّد اختیار کرے اور فاقہ کو اپنا شعار بنائے، اپنی اولاد اور خاندان کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو اس کے بعد ہی ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو سکتا ہے ؎

قطعہ

شعار و سیرت این خوب کیشان	چنین بودہ کہ آن مذکور گشتہ
زقیدِ خانہ و فرزند و اسباب	شدہ آزادہ و مسرور گشتہ

ترجمہ:۔ ان بلند ہمت و خوب سیرت حضرات کا شعار یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرزند و خانہ و اسباب کی قید سے آزاد رہتے ہیں۔

خانوادہ ادھمیان یہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم کا تعلق طبقہ اوّل کے صوفیائے کرام سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے:۔ ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور البلخی۔
شیخ ابراہیم بن ادھم شہزادے تھے۔ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک بار شکار کے لئے گئے ہوئے تھے، ہاتف غیبی نے ندا کی:۔ "اے ابراہیم! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا!" ؎

مثنوی

بر آمد چون بسوی صید طیاز	ندا آمد ز نزہت گاہ جبار
کہ ای صیاد صید بیشۂ تنگ	بصید خویشتن ناکردہ آہنگ
ترا از بہر کاری آفریدند	نہ از بہرِ شکاری آفریدند

www.maktabah.org

ترجمہ:- جب طیار شکار کے لئے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی سے صدا آئی کہ شکار تمہارا پیشہ نہیں ہے۔ لہٰذا شکار کا ارادہ ترک کر دو چونکہ تم کو ایک خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے اس طرح شکار کھیلنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا ہے۔

جیسے ہی انہوں نے یہ آواز سنی، حقیقت سے آشنا ہوئے اور طریقت کا راستہ اختیار کر لیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے، پھر وہاں وہ جس مرتبہ پر پہنچے وہ سب کو معلوم ہے لیکن تذکرۃ الاولیاء میں آپ کی توبہ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جس زمانے میں بلخ کے حکمران تھے اور ایک جہان ان کے زیر فرمان تھا چالیس مرصع ڈھالیں اور پچاس مرصع طلائی گرزان کے جلوس میں غلام لے کر چلتے تھے۔ اس زمانے میں ایک شب یہ اپنے محل سرا میں آرام کر رہے تھے۔ ستر کنیزیں طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ ان کی خدمت میں موجود تھیں کہ اچانک اعرابی صورت کا ایک شخص ان کے محل کی چھت پر پھرنے لگا۔ اس کے پیروں کی دھمک سن کر انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہارا ایک شناسا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم چھت پر کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ کتنے نادان ہو کہ اونٹ کو چھت پر تلاش کر رہے ہو، اونٹ کا چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ نادان تو نہیں ہوں کہ تم اس حریم ناز و نعمت میں اور اس زریں لباس میں عزت و احترام کے ساتھ خدا کو تلاش کر رہے ہو، یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ مشکل اور ناممکن سی بات ہے اور سو ہزار درجہ بڑھ کر عجیب ہے۔ ابراہیم بن ادہم نے جیسے ہی یہ بات سنی، ان کا دل لرز گیا اور اسی وقت ارادہ کر لیا کہ عیش و آرام کے اس تمام اسباب کو ترک کر دینا چاہیئے۔ جب صبح ہوئی اور دولت سرمدی کی نسیم نے چلنا شروع کیا تو محلسرا سے باہر نکل کر دربارِ عام میں آ کر بیٹھے۔ اچانک ایک باہیبت شخص دربار میں داخل ہوا اور ان کے تخت کے سامنے ٹہلنے لگا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کو دربار سے باہر نکال دے یا اس طرح تخت کے سامنے ٹہلنے سے روک دے۔

ابراہیم بن ادہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ سرائے کہاں ہے یہ تو میرا محل ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم سے پہلے یہ کس کی ملک تھا؟ انہوں نے کہا کہ میرے والد کی ملک تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کس کی ملک تھا؟ اس طرح چند بار سوال و جواب ہوتے رہے۔ تب اس شخص نے کہا کہ جب یہ محل باری باری اتنے لوگوں کی ملک رہ چکا ہے تو پھر یہ سرائے (رباط) نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ شخص یکایک غائب ہو گیا۔ یہ باتیں سن کر ابراہیم کی حالت غیر ہو گئی اور یہ اسی حیرت کے عالم میں جنگل کی طرف نکل گئے اور ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ اچانک اُس شخص سے ملاقات ہوئی۔ ابراہیم نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ یہ سنتے ہی ان کے اندر حق شناسی کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ اسی طرح پھر رہے تھے کہ لشکر سے جدا ہو گئے اچانک ایک آواز سنی کہ بیدار ہو جا قبل اس کے کہ موت سے بیدار کیا جائے۔

www.maktabah.org

بیت

زہی بیدار بختی کز سر خواب
شود بیدار پیش از مرگ بیدار

ترجمہ:۔ اے بیدار بخت خواب سے جاگ جا۔ قبل اس کے کہ موت سے پہلے تجھے جگایا جائے۔

جب انہوں نے یہ آواز سنی تو از خود رفتہ ہو گئے۔ جب حالت کچھ سنبھلی تو ایک ہرن ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کا پیچھا کیا تو ہرن بولنے لگا اور ان سے کہا "تم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے"۔ یہ سن کر انہوں نے ہرن کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ راستہ میں ایک گڈریا ان کو مل گیا انہوں نے اپنی مرصع کلاہ اور زربفت کی قبا اس گڈریے کو دیدی اور اس کی گدڑی لے کر خود پہن لی اور جنگل میں کسی طرف کو چل پڑے۔

اس گروہ (پیروان ابراہیم بن ادہم) کی سیرت یہ ہے کہ سر و پا برہنہ ہمیشہ مسافرت میں رہتے ہیں۔ خالی ہاتھ، خالی پیٹ رہنا ان کا شعار ہے۔ ان کا کیسہ بھی ہمیشہ خالی رہتا ہے۔

جب سلطان ابراہیم حضرت فضیل بن عیاض کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے اور چودہ عجمی من کا خرقہ انہوں نے پہنا (من عجمی دو رطل کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۱۴ منی خرقہ ۲۸ رطل وزنی ہوا) ایک روایت میں ہے کہ دس من وزنی اور ایک دوسری روایت کے اعتبار سے ۹ من عجمی وزن کا خرقہ آپ نے پہنا۔ بعض نے سات من بھی کہا ہے۔ ہفت من سے کم کسی نے نہیں بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے یہ خرقہ اپنے ایک مُرید کو عطا کر دیا۔ جو شخص ان کا مرید ہوتا وہ اپنے آبا و اجداد اور شہر و وطن کی نسبت محو کر کے خود کو ادہمی کہتا۔

آپ کے تمام مریدین آپ کی پیروی میں ہفت منی اور نومنی خرقہ پہنتے ہیں اور اس طرح سلطان ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کے پیرو اور ارادت مند خواہ کسی حال میں ہوں تجرید و تفرید کو اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں، مجرد اور تنہا رہتے ہیں۔ سفر و حضر میں ذکر جلی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ قوام الدین ادہمی کی خدمت سے مشرف ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ خواہ سفر میں ہوں یا گھر پر ذکر جلی کو اختیار کروں۔ چنانچہ ذکر جلی پر میری یہ مداومت سفر و حضر کی صورت میں اُن ہی کے ارشاد اور حکم کے بموجب ہے۔ اگرچہ بعض عداوت رکھنے والے ہمارے اس اقدام کے انکار پر کمر بستہ ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔

ان حضرات کو از قسم ماکولات بطور فتوح بغیر ارادہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب فقراء و مساکین پر خرچ کر دیتے ہیں اور ان کے طفیل میں دو چار لقمے ان کے منہ میں بھی پہونچ جاتے ہیں۔ یہ حضرات تمام رات بیدار رہتے ہیں۔ جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا قصد کرے اس کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے آئینۂ دل کو خواہشات کونین کے زنگ سے صاف کرے اور اپنے نفس کو احکام شریعت کی بجا آوری سے مہذب بنائے، جب اس کا نفس اوامر کی بجا آوری پر تیار ہو جائے گا۔ تب کہیں ان حضرات کی صحبت و ارادت سے شرف یاب ہو گا۔

www.maktabah.org

مثنوی

ہر کہ در راہ سلوک از روی صدق　　جادۂ شہزادہ ادہم گرفت
بایدش اعراض از کونین و باز　　راہ و رہ پیمودن او ہم گرفت

ترجمہ:۔ جس کسی نے راہ سلوک میں صدق کی راہ سے شہزادہ ابراہیم بن ادہم کی راہ پر قدم رکھا اس نے کونین کی خواہشات کو ترک کر دیا۔ تب کہیں ان کی طرح اس راستہ کو طے کر لیا۔

خانوادۂ ہبیریان یہ خانوادہ شیخ ہبیرہ بصری سے تعلق رکھتا ہے۔ شیخ ہبیرہ بصری کے ارادت مندوں کی سیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کسی شہر یا قریہ میں قیام نہیں کرتے ہیں۔ جنگل اور ویران جگہوں پر پھرتے ہیں۔ راہِ تجرید اختیار کرتے ہیں۔ ان کی خوراک سبزہ، گھاس اور جنگلی پھل ہوتے ہیں یا حوضوں میں پڑے جو کچھ غلے اور دانے مل جاتے ہیں۔ یہ حضرات شب و روز وضو سے رہتے ہیں۔ یہ لوگ فتوح قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کی بندگی خدا کے لئے کرتے ہیں نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہم خدا کی بندگی خدا کی محبت کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ یہ حضرات روزہ کی افطار سبزہ اور نمک سے کرتے ہیں۔ ان حضرات کی ارادت و صحبت کے حصول کے لئے انسان کے ظاہر اور باطن کا تصفیہ لازمی ہے۔ بغیر اس تصفیہ کے ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہونا محال ہے۔

قطعہ

شنو از سیرت ایشاں کہ چون گنج　　برون از خانہ در ویرانہ باشند
ز خود وارستہ و از خانمان ہم　　انیس صحبت جانانہ باشند

ترجمہ:۔ سنو! ان حضرات کی سیرت ایسی ہے جیسے گنج جو گھر سے باہر ویرانہ میں ہوتا ہے، اپنے پرائے سے بیگانہ ہو کر اپنے محبوب کی صحبت کا شیدائی ہوتا ہے۔

خانوادۂ چشتیان چشتیوں کا سلسلہ شیخ مشاد علو دینوری سے ملتا ہے۔ چشتیوں کے مُبداء حضرت شیخ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک ولایت خراسان میں ایک شہر ہے اور دوسرا ولایت ہند میں ملتان اور اوچہ کے درمیان ہے اور یہ قریہ چشت ملتان سے زیادہ قریب ہے۔ شیخ ابو اسحاق چشتی کا تعلق خراسان سے ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق شام سے ہے اس لئے کہ آپ کو شیخ ابو اسحاق شامی کہتے ہیں۔ آپ ابدالوں میں سے تھے چشت تو کفرستان تھا۔ شیخ ابو اسحاق نے وہاں اسلام پھیلایا۔ اسلام کی تبلیغ کرنے کے بعد آپ چشت سے بغداد پہنچے۔ وہاں پہونچکر آپ شیخ علو دینوری کے مرید ہوئے۔ شیخ نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو اسحاق شامی۔ شیخ نے فرمایا کہ اب تم کو ابو اسحاق چشتی کہیں گے کہ تم چشت کے خواجہ (سردار) ہو تم ہی چشت میں اسلام پھیلاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت علو دینوری نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب چشت میں جاؤ کہ

www.maktabah.org

وہاں اکابر کی ایک جماعت سلطان فرسناقہ کی نسل سے پیدا ہوگی جسکے مربی و پیشوا تم ہوگے پس آپ پیر کے ارشاد کے بموجب چشت تشریف لائے۔ سلطان فرسناقہ جو چشت کے شرفاء میں سے تھے، ان کی ایک صالحہ بہن تھیں حضرت ابو اسحاق ان کے یہاں گاہے گاہے تشریف لیجایا کرتے تھے اور ان کو آپ نے یہ بشارت دی کہ تمہارے بھائی (سلطان فرسناقہ) کے یہاں عنقریب بیٹا پیدا ہوگا جو اکابر و اماثر کا منبع ہوگا۔ سلطان کے یہاں ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب یہ بات آپ نے فرمائی تھی۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد ہی سلطان فرسناقہ کے یہاں شیخ احمد ابدال پیدا ہوئے اور وہ سن شعور پر پہونچکر حضرت ابو اسحاق شامی سے بیعت ہوئے۔ تب سے خواجگان چشت یہ پانچ حضرات ہیں یعنی ان پانچ افراد پر خواجگانِ چشت کا اطلاق ہوتا ہے:۔

۱۔ خواجہ ابو اسحاق چشتی۔ ۲۔ خواجہ احمد چشتی۔ ۳۔ خواجہ محمد چشتی۔ ۴۔ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی۔ ۵۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی۔ خواجہ قطب الدین چشتی اور حضرت شیخ احمد زندہ پیل جامی کے مابین کچھ اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی نے حضرت شیخ احمد زندہ پیل سے بہت کچھ حاصل کیا۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے مرید کو چشتی کہتے ہیں۔ اسی طرح جو بھی اس سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے چشتی کہلاتا ہے۔

حضرات چشت کی سیرت کے سلسلہ میں صرف چند باتیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں:۔ یہ حضرات شہر و قریہ میں مکانات بناتے ہیں۔ مخلوق کو دعوتِ حق دیتے ہیں اور باطل کی دنیا سے نکال کر حق کی طرف لاتے ہیں۔ ہمیشہ دنیا اور آرزو ہائے دنیا سے الگ رہتے ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رہتے ہیں۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات سماع کو دوست رکھتے ہیں اور اہل سماع کو پسند کرتے ہیں، اپنے پیروں کا عرس منعقد کرتے ہیں۔ صاحبان ثروت سے زیادہ فقیروں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے مہمانوں اور مسافروں کے ہاتھ خود دھلاتے ہیں۔ فقیروں کے سامنے آش اور کھانا خود ہی پیش کرتے ہیں اور کبھی کسی مالدار کو غریب اور فقیر پر ترجیح نہیں دیتے۔ ان کے افطار میں اکثر لذیذ چیزیں ہوتی ہیں (اکثر لذیذ چیزوں اور نعمتوں سے افطار کرتے ہیں) ان حضرات کے التفات سے مرید کے دل میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے، یہ حضرات مرید کو بہت جلد توبہ کراتے ہیں ؎

قطعہ

کسی کز مریدان چشتی بود — در دسیرتی از بہشتی بود

بظاہر شریعت بباطن حضور — جزین ہر دو سیومیش زشتی بود

بہر کس بہ اخلاق سازند و بس — اگر مسجدی یا کنشتی بود

بطوفان بلوئی، جہاں را چو نوح — دم جود شان ہم چو کشتی بود

www.maktabah.org

کہ اشرف دریں خاندان شگرف صفا بیشتر، کم درشتی بود

ترجمہ:۔ جو کوئی سلسلۂ چشتیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس میں جنتیوں جیسی سیرت پیدا ہوجاتی ہے۔ ان کا ظاہر شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور باطن حضورِ حق میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تیسری چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ حضرات ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا نصرانی ہو۔ مصیبت کے طوفان کے وقت دنیا کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان کا وجود امن و امان عطا کرنے والی ہستی ہوتا ہے۔ اے اشرف اس خاندانِ چشت میں جو بہت ہی انوکھا اور پاکیزہ خاندان ہے صفا اور درستی بہت زیادہ ہے، درشتی اور سختی بہت کم ہے۔

خانوادہ حبیبیاں

یہ سلسلہ حضرت حبیب عجمی سے ملتا ہے۔ شیخ حبیب عجمی ابتدائے حال میں بڑے مالدار تھے، دولت کی بہتات تھی اور لوگ ان سے روپے پیسے کا معاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا محرک اور سبب یہ ہوا کہ حبیب عجمی کا معمول تھا کہ ہر روز اپنے روپے کی وصولی کے لئے بصرہ جاتے تھے اور قرض داروں کے گھروں پر پہنچتے تھے۔ جس کسی کے گھر پر جاتے اگر وہ ان کا روپیہ ادا کردیتا تو رقم وصول کرلیتے اور اگر وہ شخص قرض ادا نہ کرتا تو اُس سے اس کے گھر تک آنے کا معاوضہ وصول کرلیتے اور اسی رقم سے اپنا روزانہ کا خرچ پورا کرتے۔ معمول کے مطابق ایک دن تقاضائے زر کیلئے ایک شخص کے گھر پر گئے وہ شخص گھر پر موجود نہیں تھا۔ انہوں نے رقم طلب کی۔ قرضدار کی بیوی نے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔ البتہ گوشت کا ایک ٹکڑا موجود ہے اگر چاہو تو وہ لے لو۔ انہوں نے کہا کہ لاؤ پارچہ گوشت ہی دے دو۔ چنانچہ یہ گوشت لے کر گھر آئے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ ہانڈی چڑھا کر گوشت پکا لو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ لکڑیاں نہیں ہیں گوشت کیسے پکاؤں؟ اور آٹا بھی نہیں ہے۔ حبیب عجمی پھر اپنے قرضداروں کے گھر پہنچ گئے اور پامزدیں اُن سے لکڑیاں اور آٹا حاصل کرکے گھر لے آئے۔ جب کھانا پک کر تیار ہوگیا تو ایک سائل نے ان کے دروازے پر آکر آواز دی اور کھانا مانگا۔ حبیب دروازے پر آئے اور غصہ سے سائل سے کہا کہ میں اتنا کچھ تم کو دیتا ہوں پھر بھی تم سیر نہیں ہوتے اور مانگنے آجاتے ہو۔ کیا ہم تمہیں دیتے دیتے خود فقیر جائیں سائل ناامید ہوکر ان کے دروازے سے لوٹ گیا۔ جب گھر میں لوٹ کر آئے اور ہانڈی کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس کے اندر خون ہی خون ہے۔ یہ میاں بیوی دیکھکر بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان کی بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ اس ڈانٹ کا نتیجہ ہے جو تم نے فقیر کو دی تھی۔ حبیب بہت پشیمان ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ گھر سے نکل کر حضرت حسن بصری کی مجلس میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ یہ جب ان بچوں کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ چلو کہیں اس سُود خور حبیب کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے۔ حبیب یہ سنکر بہت افسردہ خاطر ہوئے۔ بس یہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں پہنچے اور توبہ کی۔ جب حبیب آپ کی مجلس میں توبہ کرکے واپس ہوئے تو راستہ میں وہی

www.maktabah.org

بچے کھیلتے ہوئے ملے ان کو دیکھکر بچوں نے کہا کہ اب ہم نہیں بھاگیں گے اب انکی گرد ہم پر پڑنا چاہئے کر دہ توبہ کرکے آئے ہیں۔ یہ سنکر حبیب نے کہا الٰہی ابھی کچھ دیر ہوئی کہ میں نے تیرے سامنے عہد کیا ہے تو نے میرے نام کو تائبوں میں شامل کرلیا اور خورد و کلاں کے دلوں میں میری دوستی کا جذبہ پیدا کردیا۔ اللہ اللہ! یہ کہتے ہوئے حبیب اپنے گھر واپس آئے اور پھر منادی کرادی کہ حبیب پر جس کسی کا کوئی حق ہو وہ آئے اور اپنا حق اس سے حاصل کرلے۔ انہوں نے اپنے تمام مال کو ایک جگہ ڈھیر کردیا۔ مال طلب کرنے والے آتے تھے اور اس مال سے اپنے حق کے بقدر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مال کا ڈھیر ختم ہوگیا، پھر ایک دعویدار آیا اور اپنا مال طلب کیا انہوں نے اس شخص کو اپنی بیوی کی چادر اتار کر دے دی۔ پھر ایک شخص اور آیا اور مال کا طلب گار ہوا۔ انہوں نے اپنا پیراہن اتار کر اس شخص کو دے دیا اور خود ننگے ہوگئے۔

حضرت حبیب عجمی نے دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت خانہ بنالیا تھا اور وہاں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کرتے اور پوری رات عبادت میں صرف کردیتے تھے، آپ کو عجمی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے۔

جن حضرات کا اس خانوادہ سے تعلق ہے ان کے کچھ خصائل یہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں دو شخص تھے ایک کا نام مبارک بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف تھا۔ مبارک نے علوم دینی اپنے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف) سے حاصل کئے تھے اور درجۂ اجتہاد پر فائز تھے انہوں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا اور دوسرے شیخ العرب محمد بن حمزہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کہلاتے تھے یہ دونوں برادران جو متقی اور صالح افراد میں سے تھے حضرت حبیب عجمی کے مرید ہوگئے اور خلوت و عزلت اختیار کرلی۔ ان کے شب و روز عبادت و ریاضت میں گزرتے تھے۔ انہوں نے خود کو حبیبیاں کہلوایا اور اپنے نسب پدری وجدی اور وطن کی نسبت کو محو کردیا۔ حضرت حبیب عجمی نے ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں کوہ حرا کے دامن (وادی) میں چلے جاؤ اور وہاں عبادت میں مشغول رہو، دوسرے لوگوں سے اختلاط نہ کرنا، مجرّد و منفرد رہو۔ سات دن کے بعد ایک خرما سے افطار کرو اور دو یا تین خرما تک کھانے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کھانا۔ یہ حضرات دونوں بھائی بارہ سال تک دامنِ کوہِ حرا میں مشغول عبادت رہے۔ حبیب عجمی کے وصال کے بعد اس سلسلہ کے لوگوں کا معمول ہوگیا کہ یہ لوگ دن میں کچھ نہیں کھاتے پیتے۔ لوگوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے۔ کسی کی فتوح قبول نہیں کرتے جنگلی پھلوں اور کوہستانی گھاس پات کھاتے اور وہ بھی بیس روز یا چالیس روز کے بعد۔ اگر کسی شخص میں ان کی ملازمت میں حاضری کی خواہش پیدا ہوتی تو اس کے لئے لازم اور ضروری تھا کہ ان افعال مذکورہ کو اپنائے تب کہیں شرفِ صحبت وارادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کز حبیبان عجمی بود　　ز تجرید و تفرید باید گزید
دل از آب و نان بایدش کند و باز　　بسرچشمۂ وصل شاید رسید

ترجمہ:۔ جو کوئی حبیب عجمی کے سلسلہ سے وابستہ ہونا چاہتا ہے اسکو تجرید و تفرید اختیار کرنا چاہیئے۔ پہلے دل سے آب و نان کی خواہش کو دور کر دینا چاہیئے۔ تب کہیں وہ ان کے وصل کے سرچشمہ سے سیراب ہو سکتا ہے۔

خانوادۂ طیفوریاں سلسلۂ طیفوریاں سلطان العارفین سے ملتا ہے جو طبقۂ اول کے اصحاب تصوّف سے ہیں۔ سلطان العارفین کا نام طیفور بن عیسٰی بن آدم بن سروشاں ہے۔ آپ کے دادا مجوسی تھے، پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مسلمان شخص بطورِ مہمان ان کے گھر آیا۔ ان کے دادا بہت کریم النفس تھے اور بہت ہی مہمان نواز تھے لیکن جب انہوں نے آگ کو سامنے رکھا تو ان مسلم مہمان کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان آتش پرست ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس کے کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ سروشان نے مہمان سے کہا کہ تم نے کھانے سے ہاتھ کیوں روک لیا؟ کیا سبب ہوا؟ مسلمان مہمان نے کہا کہ میں خدا آشنا ہوں، میں کسی بیگانے کے یہاں کھانا نہیں کھا سکتا، سروشان کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرے نفس کی بزرگی اور شرافت سے یہ بات بعید ہوگی کہ میرے گھر سے مہمان بھوکا چلا جائے، پس سروشان نے اسلام قبول کر لیا۔

سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شیخ بایزید طیفور ہم درویشوں کے درمیان اسی طرح سرفراز و سربلند ہیں جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی جماعت ہیں۔ حال توحید میں جملہ سالکانِ طریقت کی نہایت حضرت بایزید کی بدایت ہے۔ اور وہ سالکینِ طریقت جو اُن کی بدایتِ حال کو پہنچ جاتے ہیں وہ اپنی نہایت (انتہا) کو پا لیتے ہیں اور اس قول پر دلیل یہ ہے کہ سلطان العارفین بایزید مانتے ہیں کہ دو سو سال جب بوستان پر گزر جاتے ہیں تب کہیں وہ پھول کی طرح کھلتا ہے۔

حضرت ابو سعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) فرماتے ہیں کہ میں بایزید کے اشارہ پر اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور پھر بھی بایزید ان میں کہیں نہیں ہیں یعنی جو کچھ بایزید سے ہے وہ حق میں محو ہے۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی والدہ نے آپ کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا اور ایک دن سورۂ لقمان پڑھ رہے تھے، جب اس آیتِ کریمہ پر پہونچے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ [۱] (میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا) تو آپ نے استاد سے اس کے معنی دریافت کئے۔ استاد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ ان معانی نے ان کے دل پر عجیب اثر کیا، انہوں نے بستہ رکھ دیا اور

---

[۱] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۱۴

www.maktabah.org

استاد سے اجازت لیکر گھر آئے۔ ان کی والدہ نے ان کو دیکھکر کہا کہ اے طیفور! کس کام سے گھر آگئے؟ کیا کچھ مجبوری درپیش ہے یا کوئی ہدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے آج قرآن کریم میں یہ آیت پڑھی ہے اور استاد نے یہ معنی بتائے ہیں لہٰذا اب میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ مجھ سے دو مخدوم کی خدمت نہیں ہوسکتی یا تو آپ خداوند تعالیٰ سے مجھے مانگ لیجئے کہ بس آپ ہی کی خدمت کرتا رہوں یا پھر مجھے خداوند تعالیٰ کی خدمت (طاعت و عبادت) کے لئے بخش دیجئے تاکہ میں سراپا اسی کا خدمتگزار بن جاؤں۔ اُن کی والدہ نے جواب دیا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے کام کے لئے وقف کرتی ہوں اور میں اپنا حق تم کو بخشتی ہوں۔ بس یہ سنکر آپ بسطام سے نکل کھڑے ہوئے اور راہِ سلوک کا حصول اپنا مقصود قرار دے دیا۔ پھر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے ایک سوتیرہ مشائخ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ ان بزرگوں میں ایک حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ سلطان العارفین نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور آپ نے تربیتِ کمال حضرت حبیب عجمی سے پائی۔

سلطان العارفین کے اکثر مُریدان صادق اور طالبانِ واثق نے جو آپ کی خدمت میں حاضر باش تھے، خود کو ان کی ذات سے منسوب کر کے طیفوریان کہلانا پسند کیا اور اپنے آبا و اجداد اور شہر و احصار کی نسبت کو معدوم کردیا۔ طیفوریوں کی روش اور طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کو خلافت کا منصب ملتا اور خرقہ پہنتا تو اس خرقہ کو "بایزیدی" کہتے تھے آپ کا یہ خرقہ چار طرح کا ہے۔ سلطان العارفین طیفور کے چار خلفاء تھے، شیخ مسعود، شیخ محمود، شیخ ابراہیم اور شیخ احمد۔ شیخ مسعود طیفوری نے خرقہ شکر پارہ جسکو "تماچہ" بھی کہتے ہیں پہنا اور شیخ محمود طیفوری نے "ہزار ریشہ سیاہ" کا خرقہ پہنا اس خرقہ کو "خرقہ ہزار میخی" بھی کہتے ہیں۔ شیخ ابراہیم طیفوری نے خرقہ خشت پارہ مربع" زیب تن کیا اور شیخ احمد طیفوری کو "خرقہ صوف" شیخ نے عطا فرمایا۔ خلافت اور خرقہ پوشی سے سرفراز ہوکر یہ چاروں حضرات سلوک کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ یہ حضرات سات دن یا دس دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے، چرندوں درندوں کے سوا ان کا کوئی انیس نہیں تھا، چنانچہ جنگلی جانور اور پرندے بھی اُن سے مانوس تھے اور ان کے پاس بے خوف و خطر آتے تھے اور انکی زیارت کرتے تھے۔ یہ حضرات کسی جاندار کو نہیں ستاتے تھے۔ جس کسی شخص میں انکی زیارت اور ملازمت کا ذوق و شوق پیدا ہوتا تھا وہ ان ہی اوصاف سے موصوف ہوکر داخل ملازمت ہوسکتا تھا اور ان کی پابوسی کی سعادت سے مشرف ہوسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کاندر رہِ طیفوریان است — ہوایش از جہاں کافور باشد
عروس کون را از گوشۂ چشم — نہ بیند گرچہ بہ از حور باشد

ترجمہ:- جو طیفوریوں کی راہ پر گامزن ہے اسکی خواہش دنیا بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے وہ اس دنیا کی عروس کو گوشۂ چشم سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حور تمثال ہی کیوں نہ ہو۔

www.maktabah.org

خانوادۂ کرخیاں یہ خانوادہ حضرت معروف کرخی سے ملتا ہے۔ حضرت معروف کرخی صوفیائے طبقۂ اوّل سے ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین سے ہیں اور شیخ سری سقطی کے استاد و مرشد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ ہے۔ آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان ہے۔ بعض نے کہا کہ معروف کرخی علی الکرخی کے فرزند ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے، پھر آزاد کر دیئے گئے تھے اور وہ حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کے دربان تھے۔ امام علیؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے لیکن ایک روز حضرت نے دربار عام منعقد کیا تھا۔ لوگوں کا اژدہام ہوا اور یہ کچل کر ہلاک ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی کو بچپن میں نصرانی معلموں میں سے ایک معلم کے سپرد کیا گیا۔ معلم نے ان سے کہا کہ کہو خدا تین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ ہر چند معلم نے کوشش کی کہ یہ کہیں کہ خدا تین ہیں ان کو ڈرایا، دھمکایا لیکن ان کی زبان سے یہی نکلا کہ خدا ایک ہے ؎

بیت

کسی کورا دم توحید باشد
یکی گوید اگر ترسید باشد

ترجمہ:۔ اگر کوئی توحید کا خواہاں ہو تو اس کو لاکھ ڈرائیں تب بھی یہی کہے گا کہ خدا ایک ہے۔

آخر کار جب انہوں نے اپنے والدین کا دین قبول نہ کیا تو انہوں نے آپ کو گھر سے نکالدیا۔ یہ وہاں سے نکل کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں پہونچ گئے۔ جب انکے ماں باپ نے دیکھا کہ بیٹا ہمارے ہاتھ سے جارہا ہے تو انہوں نے کہا کاش وہ ہمارے پاس آجائے ہم بھی اسکا دین قبول کرلینگے۔ جب انہوں نے یہ سنا تو گھر آئے اور ماں باپ کو حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں لے گئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور یہ خود حضرت شیخ داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مُرید ہو گئے۔ اسی درگاہ سے آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔ شیخ داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت معروف کرخی کے مریدوں نے خود کو کرخیاں کی نسبت سے مشہور کیا اور خود کو 'کرخیاں' کہلوایا۔ کرخ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ کرخیوں کی سیرت یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں خوفِ الٰہی سے ان کا بیشتر وقت گریہ وزاری میں گزرتا ہے، کلمہ نفی واثبات [لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] کا ورد کثرت سے کرتے ہیں کشف میں یہ حضرات اس مرتبہ پر فائز تھے کہ عرش سے فرش تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ ان کی سیرت اختیار کر کے شرف مریدی سے مشرف ہوتا۔

قطعہ

کسی کز دودۂ معروف باشد باوصاف خدا موصوف باشد
بعرفان بایدش معروف بودن نہ از جاہ جہان معروف باشد

ترجمہ:۔ سلسلۂ معروف کرخی سے جو کوئی وابستہ ہوتا ہے وہ صفاتِ الٰہی سے موصوف ہوتا ہے۔ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرتا ہے جس پر تخلقوا باخلاق اللہ صادق آتا ہو۔ عرفان کی دنیا میں اسکو معروف کرخی کیطرح ہونا چاہئے۔

www.maktabah.org

اور دنیا کی چاہ میں مبتلا یا مصروف نہیں ہونا چاہیئے۔

خانوادۂ سقطیاں

یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا تعلق طبقۂ اول کے صوفیاء سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ شیخ جنیدؒ اور تمام بغدادیوں کے استاد ہیں۔ آپ حارث محاسبی و بشر حافی کے اخوانِ معرفت سے ہیں اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ طبقۂ ثانیہ کے اکثر صوفیہ اپنی نسبتِ ارادت آپ تک پہنچاتے ہیں۔ سوم ماہ رمضان ۲۵۳ھ میں آپ کا وصال ہوا حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں ؛۔

"میں نے سری سقطی جیسا کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ان پر ستر سال گذر گئے اور کسی نے ان کو چت لیٹا نہیں دیکھا، سوائے غلبۂ موت میں کہ جب انتقال ہوا تو ان کو چت لٹایا گیا۔ مراد یہ ہے کہ ستر سال تک وہ پاؤں پھیلا کر پلنگ پر نہیں سوئے" منقول ہے کہ ایک روز سید الطائفہ شیخ سری سقطی کے گھر آئے (جو آپ کے حقیقی ماموں تھے) شیخ سری اپنے گھر میں جھاڑو دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

شعر

لا فی النہار و لا فی اللیل لی فرح
فلا ابالی اطال اللیل ام قصرا

ترجمہ :- میرے لئے نہ دن میں فرحت ہے اور نہ رات میں۔ مجھے کیا پرواہ ہے کہ رات طویل ہو گئی یا کوتاہ۔

سقطیوں کی نسبت آپ ہی سے ہے یعنی سری سقطی سے جو حضرت معروف کرخی کے مرید و خلیفہ تھے سقطیاں تین افراد تھے جو ابنائے ملوک برمک سے تھے۔ اول شیخ عزیز بن ملک بن یحییٰ برمکی، دوسرے شیخ عمر بن ملک فضل برمکی۔ تیسرے شیخ علی بن ملک عبداللہ برمکی۔ یہ تینوں حضرات خلیفۂ بغداد کے وزیر تھے۔ جب ان سعادت مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی تو حضرت سری سقطی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور سلوک کے راستہ کو اختیار کر لیا اور خود کو سقطیاں کہلوایا۔ انہوں نے اپنے آباد اجداد کے نسب کی نسبت کو ترک کر دیا۔ ان تینوں حضرات کے خصائل و شمائل بھی ویسے ہی تھے جیسے دوسرے سقطیوں کے، مگر ان چند باتوں میں دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔

ایک تو یہ کہ تینوں صاحبان معتکف رہتے تھے۔ تیسرے دن ان میں سے ایک فرد شام کے وقت خلوت سے باہر نکل آتا اور صرف دس گھروں پر جا کر سوال کرتا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک جمع کر کے لاتا۔ ایک بار ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ فتوح کیوں قبول نہیں کرتے ؟ کہ آپ کو اس تفرقہ پریشانی خاطر سے نجات مل جائے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ فتوح قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے دنیا کو نہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کوئی فتوح لے کر آئے گا وہ کچھ حاجت رکھتا ہو گا تو ہمارا دل حاجت اور ضرورت پورا کرنے کی طرف لگ جائیگا۔ جب اسکی ضرورت پوری ہو جائے گی تب ہی فتوح ہمارے لئے حلال ہو گی۔ اگر ایسا نہیں ہے یعنی فتوح لانے والے کی کوئی حاجت نہ بھی ہو جب بھی جیسا کہ معلوم ہے کہ جو کوئی فتوح لاتا ہے تو دل اس کی طرف متوجہ و راغب ہوتا ہے

www.maktabah.org
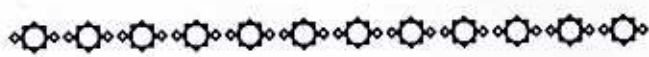
کہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ دل محسن کی طرف کھچتا ہے اور اس کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے خدا کی محبت میں دوسرے کو شریک بنالیا۔
یہ حضرات یعنی "سقطیان" ایک ہی وضو سے مغرب اور فجر کی نماز ادا کرتے تھے، شام سے صبح تک ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد یعنی قیلولہ کے وقت سوتے تھے (تمام شب بیدار رہتے تھے) حلقہ میں بیٹھ کر ذکر جلی کرنا پسند کرتے تھے، جو کوئی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونا چاہتا تھا وہ ان اوصاف سے متصف ہوتا تب ہی شرف ملازمت حاصل کرسکتا تھا۔

قطعہ

کسی کہ سربسری دودۂ سری دارد — زسر سری زسر جان خویش برگیرد
چو سربسر بہ چنین سروری شود مسرور — ضیائی لمعۂ شمعش بہ دہر درگیرد

ترجمہ: اسے جو کوئی خانوادۂ سری سقطی میں شرکت کی آرزو رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل سے خودی کو نکال دے جو کوئی ایسی سروری اور سرداری پر مسرور ہوتا ہے اس کی شمع کے شعلہ کی روشنی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے

خانوادہ جنیدیاں

خانوادۂ جنیدیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ سے ملتا ہے آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ کے ارباب تصوف سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور آپ کا لقب قواریری و زجاج اور خزاز ہے۔ آپ کو قواریری اور زجاج اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے۔ اور خزاز اس بنا پر کہتے ہیں کہ خز (ریشم) کا کام کرتے تھے۔ آپ اصلاً نہاوندی ہیں لیکن آپ کا مولد و منشاء بغداد ہے۔ آپ ابو ثور (سفیان ثوری) کے مذہب کے پیرو تھے۔ اور امام شافعی کے عظیم شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ سری سقطیؒ حارث محاسبی اور محمد قصار سے فیض صحبت پایا تھا۔ اور ان حضرات کے شاگرد تھے۔ آپ صوفیائے کرام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ تمام اکابر صوفیا آپ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً شیخ خراز، شیخ رویم، شیخ نوری اور شیخ شبلی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) شیخ ابو العباس عطار کہتے ہیں:- اس علم تصوف میں ہمارے مرجع اور مقتدی جنید ہیں"۔
ایک بار خلیفۂ بغداد نے شیخ رویم سے کہا۔ اے بے ادب! انہوں نے جواب دیا کہ میں بے ادب نہیں ہوسکتا کہ تمام عمر شیخ جنید کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک روز بھی شیخ جنید کی صحبت میں رہا ہو وہ ہرگز بے ادب نہیں ہوسکتا اور میں نے تو تمام عمر ان کی صحبت میں گزاری ہے پھر میں کسطرح بے ادب ہوسکتا ہوں؟
شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی صورت میں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ اس طائفہ کے تین افراد ایسے باکمال تھے کہ ان کے مثل کوئی چوتھا نہیں تھا۔ شیخ جنید بغداد میں، ابو عبد اللہ جلا شام میں اور ابو عثمان خیری نیشاپور میں۔ حضرت جنید کو خلافت حضرت سری سقطی سے عطا ہوئی۔ جنیدیاں دو اصحاب تھے، ایک شیخ عثمان بن علی دقاق اور دوسرے شیخ محی الدین منصور، یہ دونوں عزیزانِ گرامی بارگاہِ حق تعالیٰ کی آراستہ و پیراستہ ہستیاں تھیں ان دونوں کے علاوہ بھی اور بہت سے مشائخ ہیں جنکی حضرت سید الطائفہ سے نسبت درست ہے۔ ۲۹۷ھ میں آپ کا

www.maktabah.org

انتقال ہوا۔ رسالہ قشیریہ اور طبقات الصوفیہ (عبدالرحمٰن سلمی) میں یہی تاریخ وفات مذکور ہے۔ لیکن تاریخ الیافعی میں آپ کی تاریخ وصال ۲۹۸ھ تحریر ہے۔ بعض نے ۲۴۹ھ میں تاریخ وصال بتائی ہے۔

جنیدیوں کے شمائل وخصائل وہی ہیں جو دوسرے صوفیائے کرام کے ہیں لیکن ان میں ایک خصلت زیادہ تھی اور وہ یہ کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ایک فرشتے کے ذریعہ جو آدمی کی شکل میں ہوتا تھا غیب سے آتا تھا اور ہاتف غیبی ان کو آواز دے کر کہتا کہ "تم ہمارے کام میں مشغول رہو ہم تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول ہیں"۔ اگر کوئی سائل ان کے پاس آتا تو اس کی ضرورت غیب سے پوری ہو جاتی تھی چونکہ یہ حضرات چالیس روز سے بھی زیادہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ پس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا لاتا تھا اور پکار کر کہتا کہ لا یا کل ولا یشرب (نہ کھانا اور نہ پینا) فرشتہ کی صفت ہے۔ پس بہت اصرار سے ان کا روزہ افطار کراتا۔ ان حضرات کا زمانہ احکام الٰہی کے نفاذ اور اسرار لامتناہی کے اجراء کا زمانہ تھا۔ جو کوئی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہتا وہ اوصاف مذکورہ سے متصف ہوتا تب ان کی صحبت وارادت سے شرف یاب ہوتا ہے

رباعی

کسی کز دودۂ حضرت جنیداست زحظِ ہر دو کون او ناامیداست
ز بہر قطع شاخِ ما سوی را کشیدہ تیغ ہمچون برگ بیداست

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ حضرت جنید سے تعلق رکھتا ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ ماسوی اللہ کی شاخ کو قطع کرنے کے لئے وہ برگ بید کی طرح تلوار کھینچے ہوئے رہتا ہے۔

خانوادۂ گازرونیاں

گازرونیاں خانوادہ کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی اور حضرت سلطان ابو اسحاق گازرونی سے ملتا ہے۔ حضرت ابو اسحاق گازرونی جو گازرون کے فرمانروا تھے۔ ترک سلطنت کر کے حضرت شیخ عبداللہ خفیف کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ طبقات الصوفیہ میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی کی نسبت تصوف میں شیخ ابو علی حسین بن محمد الفیروز آبادی سے ہے اور حضرت عبداللہ خفیف کو ارادت خواجہ محمد رویم سے حاصل تھی اور خواجہ محمد رویم حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے مریدین میں جب شیخ ابو اسحاق نے شیخ عبداللہ سے شرف ارادت حاصل کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:۔

"اے ابو اسحاق گازرونی! ہم نے تم کو دین دیا اور دنیا بھی عطا کی تم اپنا علم وطبل بلند کرو"
علم وطبل کی شرح ان کے لطیفہ میں پیش کی جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

رباعی

کسی کز دودۂ اسحاق باشد بہ مردم نادر آفاق باشد
زند گر کوسِ دولت را بہ ہمت صدائش نغمۂ نہ طاق باشد

ترجمہ:۔ جو کوئی خانوادۂ اسحاق گازرونی سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں کے درمیان ایک نادرۂ روزگار شخصیت

www.maktabah.org

بن جاتا ہے اگر وہ اپنی دولت وسلطنت فقر کا نقارہ بجائے تو اسکی آواز آسمانوں کے لئے نغمہ بن جائے گی۔

خانوادۂ فردوسیاں فردوسیوں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ سلسلۂ فردوسیہ کی ابتداء سلسلہ سہروردیہ سے ہے یعنی شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اور فردوسیاں ایک ہی پیر کے مرید ہیں جن کا واسطہ سید الطائفہ (جنید بغدادی تک ہے۔

ایک روز حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو اکابر فردوس ہیں اور حضرت علاؤ الدین طوسی جو طوس کے اکابر سے ہیں اور ان دونوں حضرات کے مابین اخوت دینی قائم تھی۔ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ عمر ختم ہونے پر آگئی اور مقصد برآری ابھی تک نہیں ہوسکی ہے شیخ ابو النجیب نے فرمایا کہ ہم بھی اسی غم میں مبتلا ہیں۔ اگر تم رُخِ مقصود دیکھنا چاہتے ہو تو کسی کی ارادت کا حلقہ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جس کے لئے آپ کا ارشاد ہو اُس کی مریدی اختیار کرلی جائے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب نے کہا ہم بھی ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں ایک بزرگ ہیں جو محرم اسرار درجامع العلوم والانوار ہیں شیخ وجیہہ الدین ابو حفص ان کا نام نامی ہے، آؤ ہم تینوں ان کے شرف ارادت سے مشرف ہو جائیں جب یہ تینوں حضرات شرف ارادت سے مشرف ہوئے تو حضرت شیخ وجیہہ الدین ابو حفص نے حضرت ابو نجیب سہروردی اور اور حضرت شیخ علاؤ الدین طوسی کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے اپنے شہر مسکن کو واپس جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کرو، اور ان کو توبہ پر آمادہ کرو۔ یہ فرماکر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابو نجیب سہروردی کے حوالہ کیا اور کہا کہ ان کا کام (مقصد) تم پورا کرو۔ یہ وہ ہستی ہے کہ درویشی کا طریقہ اس شخص کی بدولت تازگی پائے گا اور اس ارشاد کے بموجب شیخ ابو نجیب نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو سات ماہ تک اپنی خدمت میں رکھا اس کے بعد ان کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو۔ اسی روز سے خانوادۂ فردوسیاں وجود میں آیا (جو شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسوب ہے)

شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کی نسبت شیخ وجیہہ الدین ابو حفص سہروردی سے ہے۔ شیخ وجیہہ الدین کی نسبت شیخ احمد اسود اور ان کی نسبت شیخ ممشاد علو دینوری سے اور ان کی نسبت شیخ جنید بغدادی سے، شیخ جنید بغدادی کی نسبت شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی کی نسبتِ ارادت حضرت معروف کرخی سے اور حضرت معروف کرخی کی نسبت شیخ داؤد طائی سے اور ان کی نسبت شیخ حبیب عجمی سے اور ان کی نسبت حضرت حسن بصری سے ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

فردوسیوں اور سہروردیوں کی نسبت حضرت معروف کرخی سے ممتاز ہے کہ حضرت معروف کرخی کی نسبت حضرت علی مرتضیٰؓ تک ائمہ کے واسطے سے بھی ہے وہ اس طرح ہے:۔

۱۔ شیخ معروف کرخی ۲۔ حضرت امام علی رضا ۳۔ حضرت امام موسیٰ کاظم ۴۔ حضرت امام جعفر صادق
۵۔ حضرت امام محمد باقر ۶۔ حضرت امام زین العابدین ۷۔ حضرت امام حسین ابن علیؓ ۸۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

www.maktabah.org

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ تمام فردوسی حضرات کا سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے اور حضرت امام علی رضا نے اپنے پیر حضرت امام موسیٰ کاظم سے جو نسبت حاصل کی تھی اور جو امانت ان سے ملی تھی وہ اپنے آخری مُرید تک پہنچادی اور آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ یہ امانت اور نعمت نجم الدین کبریٰ کا حصہ ہے جو ہمارے سلسلہ میں چند نسبتوں کے بعد آئے گا۔ پس جس کسی کو یہ نسبت ملی وہ اس نے اپنے بعد آنے والے کو پہونچادی (سلسلۂ فردوسیہ میں یکے بعد دیگرے یہ نعمت منتقل ہوتی رہی)، یہاں تک کہ حضرت نجم الدین کبریٰ کے حصہ میں آئی ہے

قطعہ

کسی کز دودۂ فردوسیان است معاد او بہ نجم الملۃ والدین است
بدایت سلسلہ از کبرویہ است بایشان گشتہ انساب واین است

ترجمہ:- جو شخص خاندانِ فردوسیہ سے تعلق رکھتا ہے اسکا حشر شیخ نجم الدین کبریٰ کے ساتھ ہوگا۔ اور آغاز تو سلسلۂ کبرویہ سے ہے ان ہی کے ساتھ ہوجاؤ جن کا نسب یہ ہے۔

خانوادۂ طوسیاں

خانزادہ طوسیاں کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی سے تین واسطوں سے ملتا ہے فردوسیاں اور طوسیاں ایک ہی خرقہ کے سلسلے ہیں۔ ان کی سیرت کے سلسلے میں یہ چند باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ یہ حضرات سماع مزامیر کے ساتھ سنتے ہیں اور حال و وجد میں رقص کرتے ہیں۔ ذکر جہری پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔ خیر و شر سے جو کچھ ان کو پیش آتا ہے اس سے سرتابی نہیں کرتے اور اس کا کھوج نہیں لگاتے اور نہ سببِ غایت معلوم کرنے کے درپے ہوتے ہیں ان کا عمل صرف اس پر ہے کہ ما صنع اللہ فھوا لخیر (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے پیدا کیا ہے وہ خیر ہے) یہ حضرات مسلم و کافر میں امتیاز نہیں کرتے۔ نعمتوں کی تقسیم میں سب کو برابر رکھتے ہیں۔

مصرع:- بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست — ترجمہ:- اس عام دسترخوان پر دوست دشمن سب برابر ہیں۔

ان کا مہمان کافر ہو یا مسلمان دونوں کا احترام کرتے ہیں، جو کوئی ان کی ملازمت و ارادت کا خواستگار ہوتا ہے اس کو یہ افعال اختیار کرنے پڑتے ہیں تب ان کی صحبت کے شرف سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قطعہ

کسی کز دودمانِ طوسیان است بنزدش کافر و مسلم برابر
چہ ایشان مظہرِ لطفِ خداوند جلال و لطف سوئے اوست دائر

ترجمہ:- جو کوئی خانوادۂ طوسیاں سے تعلق رکھتا ہے اسکی نظر میں کافر و مسلم برابر ہیں کہ مسلمان تو لطفِ خداوندی کا مظہر ہے اور کافر پر اس کا جلال دائر و سائر ہے۔

خانوادۂ سہروردیاں

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اور دو واسطوں سے حضرت شیخ ممشاد دینوری تک پہنچتا ہے یعنی

۱۔ حضرت شیخ وجیہ الدین ابو حفص، ۲۔ حضرت شیخ احمد اسود، ۳۔ حضرت شیخ ممشاد دینوری، اور

www.maktabah.org

۴۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

حضرت شیخ ممشاد دینوری حضرت سید الطائفہ کے خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے لطائف میں سے کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔ مرید ہونے سے قبل بارہ سال تک حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی کا یہ معمول رہا کہ وہ اپنے نفس کو سات روز کے بعد پینے کو پانی دیتے تھے اور تین خرمے کھلاتے تھے۔ جب آپ شیخ وجیہہ الدین کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو تیس سال تک نہیں سوئے، شب و روز قبلہ رو بیٹھے رہتے تھے، عرش سے فرش تک کی تمام موجودات ان کے مریدوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ خانوادۂ سہروردیاں سے جسقدر مشائخ کو نسبت حاصل ہے یہ کثرت کسی اور خانوادے کو میسر نہیں

رباعی

کسی کو دم از دودۂ سہروردزند بایدش بہر او سہر ورد
بہ گلزار وجداں بوقت سحرشگفتہ بدار دم سہروردی

ترجمہ:۔ یعنی جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق کا خواہاں ہے اسکو چاہیئے کہ اس کے حصول کے لئے بیداری کو اختیار کرے۔ کہ صبح کے وقت باغ وجدان پر سہروردی کی ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ اس سے سہرورد کے دم کو تازگی ملتی ہے۔

ان چودہ خانوادوں کی جو مشائخ میں مشہور ہیں شرح کردی گئی اور دوسرے سلاسل جو ان چودہ خانوادوں کے نکلے ہیں یا سادات سے مستنبط ہیں یا حضرت اویس قرنی سے فیض یافتہ ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس لطیفہ کے بعد آنے والے لطیفے میں بیان کئے جائیں گے۔

خانوادہ اویسیاں

خاندان اویسیہ کا منشا اسی لطیفہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نے کہا ہے کہ خداوند بزرگ و برتر کے اولیاء میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنکو مشائخ طریقت و کبار حقیقت اویسیاں کہا جاتا ہے۔ یہی مشائخ طریقت اویسیہ کے نام سے موسوم ہیں اور ان حضرات کو عالم ظاہر میں کسی پیر و مرشد کی ضرورت نہیں ہوتی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عنایت میں بذات خود پرورش فرماتے ہیں جس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے واسطۂ غیر پرورش فرمائی۔ اور یہ ایک بہت ہی عالی اور بہت ہی عظیم مقام ہے کبھی کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ مقام میسر آجاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ [سلہ] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

اسی طرح بعض ایسے اولیائے کرام ہیں جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بعض طالبانِ طریقت کی تربیت اپنی قوتِ روحانی سے فرماتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ بظاہر ان کا کوئی پیر و مرشد ہو، یہ جماعت بھی سلسلہ اویسیاں میں داخل ہے بہت سے ایسے مشائخ طریقت گزرے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کی توجہ اس مقام کی طرف مبذول رہی ہے جیسے شیخ عظیم شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی جن سے حضرت ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کے مشائخ سلسلہ کا تعلق ہے۔ اسیطرح حضرت شیخ ابوسعید

سلہ پ ۲۷ سورہ حدید آیت ۲۱

www.maktabah.org

ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ اسرارہم کے ابتدائے سلوک میں ان کا ذکر بس یہی تھا کہ ہمیشہ اویس اویس کہتے رہتے تھے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مخدومی کے شرفِ خدمت سے مشرف ہونے سے قبل اس فقیر کی توجہ بھی اس مقام کی طرف تھی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ مبارکہ نے مجھے اس راستہ پر لگایا اور دل میں سلوک کی خواہش اور زیادہ پیدا کر دی حضرت اویس قرنی کی روحانیہ خیر نے مجھے اشارہ فرمایا کہ راہِ سلوک کو طے کروں اور اس حصولِ دولت کا باعث حضرت خضر علیہ السلام ہوئے کہ میں نے حضرت مخدومی کی ارادت کا شرف حاصل کیا۔ بعض مشائخ کے ساتھ یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ پہلی کوشش میں یہ سعادت حاصل ہوگئی اور پھر آخر میں بزرگانِ روزگار میں سے کسی بزرگ کی مدد سے سلوک کا شرف بھی حاصل کیا۔ بعض حضرات اس دشوار منزل میں اوّل سے آخر تک صرف اویسی ہی رہے مثلاً خواجہ نظام الدین گنجوی کہ وہ اوّل سے آخر تک اویسی ہی رہے۔ چنانچہ ان کے اشعار سے یہ مترشح ہوتا ہے۔

مثنوی

اگر بہ زخود گلبنی دیدمی — گلی سرخ یا زرد از وچیدمی
چو از ران خود خورد باید کباب — چہ گردم بدر دریزہ چون آفتاب

ترجمہ:۔ اگر میں اپنے باغ سے بہتر کسی باغ کو پاؤں تو اسکے سرخ یا زرد پھول توڑ لوں، میرا باغ سب باغوں سے اچھا ہے جب میں اپنی ران سے گوشت کے کباب کھا سکتا ہوں تو پھر مجھے اس آرزو میں آفتاب کیطرح در بدر پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔
کچھ یہی صورتحال حضرت خواجہ حافظ شیرازی کی ہے جو مجذوبان زمانہ کے مقتدا اور محبوبانِ پروردگار کے پیشوا تھے وہ بھی اس سلسلہ اویسیہ کی نسبت سے مشرف تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سیاحت کے دوران جب ہم شہر شیراز میں پہنچے اور وہاں کے اکابر سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ حافظ شیرازی کی ملاقات سے قبل یہ شعر ہم سن چکے تھے ؎ **شعر**

حافظ از معتقدان است گرامی دارش
زانکہ بخشایش بس روح مکرم با اوست

ترجمہ:۔ یعنی حافظ اس کے معتقدوں میں سے ہے اس کا احترام کرو، اس کی عزت کرو۔ اسلئے کہ ایک بہت ہی گرامی قدر روح اس کے حال پر اپنی بخشائش مبذول رکھتی ہے۔
اسی لئے ہم نے جان لیا تھا کہ وہ اویسی نسبت رکھتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ان کے درمیان محرمانہ صحبت پیش آئی تب ہم کو اندازہ ہوا کہ وہ بہت ہی بلند مشرب کے مالک ہیں۔ ایک عرصہ تک ہم دونوں شیراز میں ساتھ رہے ہر چند کہ ہم نے بہت سے مجذوبانِ روزگار اور محبوبانِ کردگار کو دیکھا تھا لیکن ان کو ہم نے بہت بلند مشرب پایا۔
اس زمانے میں جو کوئی سلوک و طریقت کی نہایت کے جاننے کا خواہاں ہوتا وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے اشعار بہت ہی معارف نما اور حقائق کشا ہیں۔ اکابر زمانہ نے ان کے اشعار کو "لسان الغیب" کہا ہے بلکہ ایک بزرگ نے تو اس سلسلہ میں یہاں تک کہا ہے کہ کوئی دیوان خواجہ حافظ کے دیوان سے بہتر نہیں ہے اگر پڑھنے والا شخص صوفی ہوگا تو اسکو معلوم ہو جائے گا۔
حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہِ مدار بھی اویسی مشرب تھے اور ان کا مشرب بہت ہی بلند تھا بہت سے نادر اور عجیب علوم مثلاً ہیمیا و سیمیا، کیمیا و ریمیا کا اظہار ان سے ہوا اور ایسا عبور ان علوم پر زمانے میں شاید ہی کوئی رکھتا ہو۔ ایک بار مکہ معظمہ زادہا اللہ تشریفاً تکریماً کے سفر میں ہم ایکدوسرے کے شریکِ صحبت رہے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۵

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا

اور سلسلۂ حضرت نور العین اور سلف وخلف کے مشائخ کا بیان اور ان کے خلفاء اور ہر ایک کی تاریخ وفات اور اعراس بزرگان اور متعدد اکابر سے فضائل حاصل کرنیکا فائدہ کیا ہے

قال الاشرف:

سلسلة المشائخ سلسلة تصل الی شجرة المقصود من ربط ربق عنه عتق من رق المتعددة:۔

ترجمہ:۔ (حضرت) اشرف جہانگیر کا کہنا ہے کہ مشائخ سلاسل کا سلسلہ شجر مقصود تک پہنچتا ہے اور جس نے اس سلسلہ سے رابطہ پیدا کر لیا بہت سی غلامیوں سے آزاد ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہرچند کہ اس فقیر (اشرف) نے متعدد اکابر اور بکثرت اماثر سے بہرہ پایا ہے (متعدد شیوخ سے بہرہ مند ہوا ہوں) جس کی صراحت اور توضیح ناممکن ہے لیکن حقیقت میں بندہ خاندانِ بہشتی اور دودمانِ چشتی کا پروردہ اور خاک سے اٹھایا ہوا ہے پھر آپ نے حضرت ابو سعید ابو الخیر کی رباعی ارشاد فرمائی ؎

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد ‏ ‏ واحسان ترا شمار نتوانم کرد

گر برتنِ من زبان شود ہر موئی ‏ ‏ یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا، تیرے بغیر دم بھر کو مجھے قرار نہیں آسکتا اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم پر ہر بال زبان بن جائے جب بھی تیرے ہزاروں احسانات سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

اس لطیفہ میں چودہ شجرے بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

شجرۂ اوّل:۔ ان مشائخ کے سلاسل کا بیان جو خاندانِ چشتیہ بہشتیہ سے ملتے ہیں۔

شجرۂ دوم:۔ سلسلۂ قادریہ وغوثیہ

شجرۂ سوم:۔ سلسلۂ کبرویہ

شجرۂ چہارم:۔ سلسلۂ سہروردیہ

شجرۂ پنجم:۔ سلسلۂ نقشبندیہ

شجرۂ ششم:۔ سلسلۂ مشائخ یسویہ (جو مشائخ ترک کا منشا ہے)

شجرۂ ہفتم:۔ سلسلہ مشائخ نوریہ

www.maktabah.org

شجرۂ ہشتم :- سلسلۂ مشائخ خضرویہ۔
شجرۂ نہم :- سلسلۂ مشائخ شطاریہ۔
شجرۂ دہم :- سلسلۂ مشائخ سادات حسنیہ و حسینیہ۔
شجرۂ یازدہم :- سلسلۂ مشائخ زاہدیہ۔
شجرۂ دوازدہم :- سلسلۂ مشائخ احمدیہ۔
شجرۂ سیزدہم :- سلسلۂ مشائخ انصاریہ۔
شجرۂ چہاردہم :- سلسلۂ مشائخ جو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ملتا ہے۔

شجرۂ اوّل

سلسلۂ مشائخ دودمانِ چشت و خاندان بہشت

سلسلۂ حضرت قدوۃ الکبرا اس طرح ہے کہ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ العارفین و قطب الکاملین حضرت شیخ علاء الحق والدین سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ العارفین و زبدۃ الواصلین حضرت شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ سے پہنا اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ الکاملین و عمدۃ المتاخرین حضرت نظام الحق والدین المعروف شیخ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ (دہلی) سے پہنا۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفائے اودھ میں سرآمد و سرحلقہ تھے سرزمین اودھ ممالک ہندوستان کے پہلے شخص ہیں جو حضرت کی ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ کا اسم شریف حضرت شیخ عثمان تھا چونکہ حضرت نظام الدین اولیاء تمام احباب و اصحاب سے زیادہ آپ پر توجہ فرماتے تھے اس لئے آپ کو لفظ "اخی" (میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے، آپ کے بارے میں حضرت نے ارشادات گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت اخی سراج کم عمری ہی میں جبکہ آپ کے چہرے پر خط بھی نہیں نکلا تھا (داڑھی نہیں نکلی تھی) آپ کے شرف ارادت سے مشرف ہوئے تھے آپ کا وطن اور مسکن مضافاتِ اودھ میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ لکھنؤ میں مقیم تھیں۔ کچھ مدت گذر جانے کے بعد آپ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے ورنہ آپ کا زیادہ وقت حضرت مرشد کی خدمت میں گذرتا تھا اور خانقاہ کے ایک گوشہ میں رہتے تھے۔ کتاب اور قرآن مجید کے سوا کچھ ساز و سامان آپ کے پاس نہیں تھا۔ اس گوشہ خانقاہ میں ایک گوشہ خود اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور ایک جگہ ملاقات کے لئے مخصوص تھی۔

جب نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے اشارہ کے بموجب کچھ مریدوں کے نام عطائے خلافت کے لئے منتخب کئے گئے تو اس میں اُن کا نام بھی رکھا گیا۔ جب ناموں کی یہ فہرست سلطان المشائخ کے حضور میں پیش کی گئی اور آپ کا نام دیکھا تو آپ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ طریقت میں سب سے اول درجہ علم کا ہے۔ چونکہ حضرت اخی سراج الدین

www.maktabah.org

علوم رسمی وکسبی کے زیور سے معرا تھے (علوم رسمی کا اکتساب نہیں کیا تھا) لہٰذا مرشد کے حکم کی تعمیل میں حصول علم کے لئے آپ کو حضرت مولانا فخرالدین زرادی کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو صرف چھ ماہ میں دانشمند بنا دوں گا۔ چنانچہ ان کی خاصی عمر ہو گئی تھی۔ جب انہوں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی (اور مولانا زرادی سے پڑھنا شروع کیا) مولانا زرادی نے ان کی تعلیم کی طرف دوسرے طلباء سے زیادہ توجہ فرمائی اور علم صرف، نحو، فقہ اور اصول قواعد میں محض ان کی خاطر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کو تصریف عثمانی سے موسوم کیا۔ اخی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں بہت کم مدت میں ختم کر لیں اور جب خاصی استعداد پیدا کر لی اس وقت ان کا خلافت نامہ مہر اشرف شریف سے مختوم کر کے قبل اس کے کہ یہ ہند کی طرف مراجعت کریں حضرت سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین محمود کے ہاتھ اودھ روانہ کرا دیا۔

جب تک حضرت سلطان المشائخ زندہ رہے یہ ان کی خدمت میں موجود رہے۔ جب سلطان المشائخ اس موت کے شرف سے مشرف ہوئے (موت وہ پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے سلطان المشائخ نے وصال فرمایا) ان کا قیام دارالسلطنت دہلی میں رہا۔ سلطان المشائخ کے وصال کے تین سال بعد یہ لکھنوتی تشریف لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے کتب خانہ کی بعض اہم کتابیں جو اُن کو بعض اوقات عنایت کی گئی تھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اس مملکت (بنگال) کو اپنے انوار و برکات سے نوازا اور مستفید فرمایا اور بہت سے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کیا چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک اور امراء بھی آپ کے زمرۂ سعادت وارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین نے بہت طویل عمر پائی۔ اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ نے اپنے استاد مولانا رکن الدین اندرپتی (جو حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات کے جامع ہیں) کے لئے بہت سارا روپیہ (زر) اور نفیس تحفے، ملبوسات، فواکہ اور خوشبویات بھیجے۔ جب آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی کے سرزمین میں اپنے مدفن کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ کے سرہانے ایک اور قبر تیار کرا کے مشائخ کے ملبوسات خصوصاً حضرت سلطان المشائخ کے بعض کپڑے جو دہلی سے بطور تبرک اپنے ساتھ لائے تھے اس میں دفن کرا دیئے۔ اس قبر کے پائین جو اپنی قبر تعمیر کرائی تھی اس پر اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ ان اکابر و اماثر کے ملبوسات کی برکت سے آپ کا مقبرہ قبلۂ ہندوستان اور کعبۂ دوستان بن گیا۔

بیت

در مقامیکہ نشان کف پائی تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

ترجمہ:۔ جس مقام پر تیرے پاؤں کے نشانات ہوں گے وہ جگہ صاحب نظران کی سجدہ گاہ ہو گی۔

امید ہے کہ قیام قیامت تک آپکے خلفائے کبار خلق کی رہنمائی اور ہدایت و بیعت میں مصروف رہیں گے۔ بطفیل نبی اکرم

www.maktabah.org

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت مولانا شہاب الدین آپ کو سب سے بڑی اور عظیم نعمت اور کرم نامتناہی یہ حاصل ہوا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کی امامت کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ جب حضرت شہاب الدین ارادت کی دولت سے مشرف ہوئے تو خواجہ نوح (جو سلطان المشائخ کے اقرباء میں سے تھے) کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ تمام علوم دینی کی ان کو تعلیم دو اور مسائل ضروریہ سے آگاہ کرو۔ ایک چھوٹا حجرہ جو خانقاہ میں تھا آپ کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے عظیم خادموں میں شامل رہ کر اپنی تمام ترعمر خدمتِ مرشد میں بسر کر دی۔

آپ کو بڑی شدت سے یہ آرزو تھی کہ ایک دفعہ جماعتِ صوفیہ کی امامت کا شرف مجھے حاصل ہو جائے۔ چونکہ یہ عظیم منصب صاحب تقویٰ و یقین، شیخ زادہ راستین خواجہ محمد امین ابن مولانا بدرالدین اسحاق نبیرہ حضرت گنج شکر کے سپرد تھا۔ اس لئے کوئی شخص اس میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا لیکن مولانا شہاب الدین اس سعادت کے حصول کے منتظر تھے۔ چونکہ یہ موسیقار سے بھی زیادہ خوش نوا اور خوش لحن تھے اور نغمہ سرائی میں ان خوش نوا پرندوں سے بھی بڑھکر تھے چنانچہ ایک موقع پر جبکہ خواجہ محمد امین موجود نہیں تھے ان کو امامت کا اشارہ کیا گیا۔ انہوں نے قرآن پاک ایسی قرأت اور ایسی لحن سے پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ پر بہت اثر ہوا اور ایک عجیب و غریب وجدانی کیفیت حضرت میں پیدا ہو گئی۔ نماز کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی قرأت کی بہت تعریف کی۔ حضرت سلطان المشائخ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مقررہ اور مخصوص جگہ پر رونق افروز ہوئے تو مولانا شہاب الدین حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ حضرت نے آپ کا سر اٹھایا۔ سر اٹھاتے وقت آپ کے کندھے سے جا نماز نیچے گر پڑی۔ آپ نے وہ جا نماز (مصلّٰی) مولانا شہاب الدین کو عطا فرمایا۔ مولانا اس عطیہ پر بہت خوش ہوئے اور پھر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا ؎

بیت

گر دست دہد ہزار جانم
بر پائے مبارکت فشانم

ترجمہ:۔ مجھے اگر ہزار جانیں میسر آجائیں تو سب کو آپ کے پائے مبارک پر قربان کر دوں۔

حضرت سلطان المشائخ نے یہ سنکر فرمایا "اللہ اللہ کیا نیازمندی ہے"! ؎

بیت

ای سرور سروران دو عالم
بریک سر موئے تو فشانم

ترجمہ:۔ اے دو عالم کے سرداروں کے سردار تیرے ایک بال کی نوک پر میرا سب کچھ قربان۔

مولانا شہاب الدین نے پھر قدموں پر سر رکھ دیا اور بہت سی نوازشوں سے سربلند ہوئے۔ اسی زمانے میں

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد امین نے حضرت گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کا قصد کیا چنانچہ حضرت شیخ کے حکم کے بموجب مولانا شہاب الدین کو اپنی نیابت سپرد کر کے وہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد بھی یہ منصب امامت آپ ہی کے سپرد رہا اور جب تک حضرت سلطان المشائخ مسندِ رشد و ہدایت پر رونق افروز رہے سعادت کی یہ دولت یعنی امامت آپ ہی کے سپرد رہی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ چھت پر رونق افروز ہوئے کیونکہ کچھ اصحاب چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مریدین کی ریاضت کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس جوان کو جو کھڑا ہے دیکھو کہ اس جوان سے ہر چند میں کہتا ہوں کہ تم بھی اس پانی سے وضو کر لیا کرو جس سے میں وضو کرتا ہوں اور مریدین میرے لئے گرم کرتے ہیں کہ ٹھنڈی ہوا میں خود کو زحمت دے کر دریا پر جا کر وضو مت کرو لیکن یہ اس سے باز نہیں آتا۔ دوستوں نے یہ مژدہ مولانا شہاب الدین کو سنایا بہت مسرور ہوئے "اس جوان سے" حضرت کی مراد آپ ہی کی ذات تھی۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب (خلفاء) اپنے اپنے خلافت نامے پیش خدمت کر رہے تھے جن پر آپ اپنی مُہر ثبت فرما رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا شہاب الدین سے فرمایا کہ تم اپنے خلافت نامے کو ترتیب کیوں نہیں دیتے؟ جناب مولانا نے انکسار کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو حضرت کے دوسرے خلفاء کے مقابلے میں سماع سے بہت زیادہ شغف تھا۔ جب مولانا کو سفرِ آخرت پیش آیا تو خانقاہ کے قریب ہی اُسی قبر میں آپ کو دفن کیا گیا جو آپ نے اپنی زندگی میں بنوائی تھی۔

حضرت مولانا برہان الدین غریب

آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، آداب کوشی اور احباب نوازی میں بہت مشہور تھے۔ بہت ہی روشن اور لطیف طبع رکھتے تھے ان کو حضرت سلطان المشائخ سے خلوص، اعتقاد اور اطاعت کیشی جسقدر تھی وہ دوسرے اصحاب سے کہیں زیادہ تھی۔ اس عقیدت کیشی کا ایک معمولی سا نمونہ یہ ہے کہ جب تک آپ زندہ رہے آپ نے کبھی غیاث پور کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے (کہ یہ ادبِ شیخ کے خلاف ہے) یہ حالِ ادب کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔ ارادت اور عقیدت میں بھی آپ اکثر اصحاب سے بڑھ کر تھے اور دوستی اور محبت کی راہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

ظرافت کلام اور لطافتِ طبع تو گویا ایک آیت تھی جو آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ میر حسن، امیر خسرو اور دوسرے خوش طبع حضرات آپ کے والہ و شیفتہ تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی نے علوم عجیبہ و غریبہ آپ ہی سے حاصل کئے تھے۔ ایک روز سلطان المشائخ نے شیخ نصیر الدین اودھی سے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو اور کس سے تحصیلِ علم کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا برہان الدین غریب کے یہاں رہتا ہوں اور اُن ہی سے تحصیل علم کر رہا ہوں، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا:۔

www.maktabah.org

مصرع

مرد رہ باش ہر کجا خواہی باش

ترجمہ:۔ جہاں کہیں رہو مرد با تقویٰ اور پاک وصاف ہو کر رہو۔

مولانا برہان الدین غریب وجد وحال میں ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ اگر کسی دوسرے شخص سے اس طرز کا وجد وحال ظہور میں آتا تو لوگ کہتے کہ یہ نقل ہے (یہ تو وہی طرز ہے)

حضرت قدوۃ الکبرائے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی خاطر شریف کو مولانا برہان الدین غریب کی جانب سے کچھ ملال پہنچا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مولانا برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے اور عمر ستر سال ہو گئی اور چٹائی کے فرش پر بیٹھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے ایک کمبل کو دوہرا کر کے سجادہ کی طرح چٹائی پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ مولانا علاؤ الدین زنبیلی اور ملک نصرت نے اس صورت حال کو کچھ اور ہی رنگ دیکر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ مولانا برہان الدین نے شیوخت اور سجادگی کا ڈھول ڈال لیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ یہ بات سنکر رنجیدہ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا حسب دستور حاضر خدمت ہوتے تو سلطان المشائخ ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے۔ جب مولانا نے یہ دیکھا کہ حضرت کا ملال خاطر کسی طرح دور نہیں ہوتا تو وہ گھر کو ماتم کدہ بنا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے دوست احباب ماتم پرسی کے لئے آتے تھے۔ ایک روز حضرت امیر خسرو تشریف لائے تو ان کو شدید رنج اور تکلیف کے عالم میں پایا۔ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عفو و تقصیر کے لئے عرض کیا اور مولانا برہان الدین نے بھی بدل وجان توبہ واستغفار کی۔ حضرت سلطان المشائخ نے ان کی غلطی کو معاف فرمادیا۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد آپ کو خلافت کے شرف سے مشرف کیا گیا۔

حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بعد مولانا برہان الدین خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے، پھر آپ دیوگیر چلے گئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا علاء الملۃ والدین زنبیلی

مولانا علاؤ الدین زنبیلی بھی حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف تھے مولانا علاؤ الدین زنبیلی فصاحت وبلاغت زبان وبیان میں بے عدیل وبے مثل تھے۔ معارف طریقت کے دقائق کی تشریح و وضاحت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا آپ نے عبد السلام فرید الدین شافعی سے جو اودھ میں مقیم تھے تفسیر کشاف پڑھی، مولانا شمس الدین یحییٰ اور بعض دوسرے علمائے عصر آپ کے ہم درس تھے۔

ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے بام خانہ پر نماز باجماعت ادا فرمائی، مولانا علاؤ الدین اور ان کے ساتھ بعض دوسرے لوگ بہت دیر میں آئے ان حضرات نے دوسری جماعت کی اور مولانا علاؤ الدین زنبیلی نے امامت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قرأت کا لحن عجیب وغریب تھا اور اس میں اسقدر نغمگی تھی کہ سلطان المشائخ نے بڑی توجہ سے

www.maktabah.org

آپ کی قرأت کو سنا اور اقبال خادم کو حکم دیا کہ یہ میرا مصلّٰی لے جا کر مولانا کو دے دو۔ جب مولانا نے سلام پھیرا تو اقبال خادم نے مصلّٰی پیش کیا۔ آپ نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔

مولانا علاؤالدین زنبیلی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں خلافت کا بار نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہر چند کہ مجھے اس سعادت سے سربلند کیا گیا ہے لیکن میں خود کو اس سعادت کے قابل نہیں پاتا۔ ہمیشہ اسی طرح کا عجز و انکسار فرمایا کرتے تھے (آپ امیر حسن سجزی کی مرتبہ ملفوظات "فوائد الفواد" کا بہت زیادہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس کو حصول دولت دوارین کا موجب اور سعادت کونین کے وصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مولانا نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر بنوادی تھی اور یہ عمارت حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ کے سوتے پر جو اندرونی دہلیز کے دروازے کے سامنے دوسرے احباب کی قبور سے متصل ہے۔

حضرت مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری

مولانا وجیہ الدین یوسف کلاکہری حضرت سلطان المشائخ کے ایک صادق و واثق خلیفہ تھے۔ زہد و عبادت میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مولانا برہان الدین کا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف یاب ہونے کا باعث آپ ہی ہوئے تھے جس طرح خود مولانا وجیہ الدین مولانا عمر کلاکہری کے واسطہ سے خدمت میں باریاب ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ سے نسبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حضرت کی خانقاہ کی طرف جب روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ اس راہ کو قدموں سے نہیں بلکہ سر کے بل طے کرنا چاہیئے۔

بیت

عاشقی کو ز سر قدم بکند
راہ معشوق را قدم نزند

ترجمہ:۔ عاشق جب تک سر کو قدم نہیں بنا لیتا اس وقت تک معشوق و محبوب کے راستہ پر قدم نہیں رکھتا۔

یہی باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر ایک عجیب قسم کی کیفیت طاری ہو گئی اور معلق ہو کر اس راستہ کو طے کیا۔ آپ کے اصحاب کا خیال تھا کہ یہاں سے غیاث پور کا فاصلہ کافی ہے لیکن مولانا وجیہ الدین نے تین قلابازیوں میں یہ تمام راستہ طے کر دیا اور خانقاہ پہونچ گئے۔

شعر

براہ دوست گر عاشق زند گام
نداند رفتن رہ را سر انجام

ترجمہ:۔ عاشق جب دوست کے راستہ میں قدم رکھتا ہے تو پھر وہ اس راہ کے سر انجام کو نہیں سوچتا

حضرت سلطان المشائخ نے جسقدر پاکیزہ کلمات آپ کے بارے میں فرمائے ہیں کم ہی کسی کی نسبت ایسا فرمایا ہوگا۔

www.maktabah.org

ولایت چندیری کا حکمران تمر نامی شخص تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خلیفہ موصلی کو چندیری کے لئے نامزد فرمادیا جائے تو ان کی تشریف آوری کی برکت سے میری ملکی مہمات کامیاب ہوجائیں گی اور شورش ختم ہوجائیگی حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے مولانا یوسف مناسب رہیں گے۔ چنانچہ اقبال خادم نے حضرت کے اشارے کے بموجب خلعتِ خلافت حاضر کی، حضرت نے آپ کو خلعت خلافت پہنائی اور آپ کو تمر کے ہمراہ روانہ کردیا۔ حضرت نے سب سے پہلی نصیحت ان کو یہ فرمائی کہ رہنے سہنے کے ہر حال میں میری پوری پوری پیروی کرنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی ملاحظہ (مراقبت) سے خالی نہ رہنا۔ ان دو کلمات میں حضرت نے خلوت خانے کے تمام اسرار آپ کو تفویض فرمادیئے۔

جب مولانا والیٔ چندیری کے ساتھ نواح چندیری میں پہونچے تو چند ہی دن میں اس کو فتح حاصل ہوگئی اور اس کی تمام مہمات سر ہوگئیں۔ پھر آپ نے چندیری ہی کو اپنا مسکن اور وطن بنالیا۔ اس دیار کے لوگ اگر کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں ارادت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ اُن سے فرماتے کہ میرے بھائی یوسف وہاں موجود ہیں تم ان ہی سے استفادہ کرو اور ان ہی کے مرید ہوجاؤ۔

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ

حضرت خواجہ ابوبکر شہرہ حضرت سلطان المشائخ کے مخلص احباب اور حضرت سے خلافت پانے والے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضرت گنج شکر کی ارادت سے شرفیاب ہونے کے پہلے سے آپ حضرت سلطان المشائخ کے رفیق و ہم صحبت تھے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کو قول دیا تھا کہ جب آپ کو حضرت گنج شکر سے ارادت و خلافت حاصل ہوگی تو میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو آپ کا مرید ہوں گا۔ پس جب اس وعدہ کے ایفا ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب بندہ آپ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہونا چاہتا ہے۔ مجھے یہ توقع اور امید ہے کہ ارادت کے وقت آپ کو حضرت مرشد سے جو نعمت بھی ملی ہے وہ میرے حصہ میں آئے گی (مجھے عطا ہوگی)، حضرت سلطان المشائخ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی اور ان کو بیعت کرلیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جو شخص سب سے پہلے مجھ سے بیعت ہوا وہ ایک مرد صالح ہے۔

حضرت قاضی القضاۃ قاضی محی الدین کاشانی

قاضی محی الدین کاشانی جو حضرت کے مخلصین اور آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ علوم غریبہ اور خصائل عجیبہ سے آراستہ تھے۔ آپ کے جدِ محترم قاضی قطب الدین کاشانی شہر کاشان کے استاد تھے ان تمام فضائل و شمائل کے باوجود جب آپ حضرت کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے تو اس ارادت کے حصول کو ایک بہت ہی عظیم اور خوشگوار دولت سمجھا۔

شعر

شریف و قدوہ اصحاب علم بود بُرد
نگار صدق و ارادت بدست او بستند

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ چونکہ وہ ایک شریف انسان اور پیشوائے اصحاب علم تھے لہٰذا شوقِ ارادت کے نقش و نگار ان کے ہاتھوں پر بنائے گئے یا صدق و ارادت کا معشوق ان کے ہاتھ آگیا۔

جب حضرت قاضی محی الدین سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو شب و روز حضرت ہی کی خدمت میں بسر کرتے تھے۔ برخلاف دوسرے حضرات کے کہ ان کو یہ دولت حاصل نہیں تھی۔ اسی بنا پر جس قدر حقائق اور دقائق معرفت و طریقت آپ حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کرتے تھے دوسروں کو اس قدر موقع میسر نہیں آتا تھا۔ جب آپ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو اپنی جاگیر کے اسناد اور مزارع کے فرامین حضرت سلطان المشائخ کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور فقر و مجاہدہ کی راہ کو اختیار کر لیا۔ آپ کے خلافت نامہ میں حضرت سلطان المشائخ نے خاص اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:۔

ترجمہ خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

"تم کو تارکِ دنیا رہنا چاہیئے۔ دنیا اور اربابِ جاہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گاؤں، علاقہ، روزینہ اور وظیفہ قبول نہ کرنا، بادشاہوں کا انعام قبول نہ کرنا، اگر کوئی مسافر تمہارے پاس آئے اور اس وقت تمہارے پاس (اس کے لئے کچھ نہ ہو) تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھنا اور اس کے لئے کسی قسم کی تکلیف نہ کرنا (کہ کہیں سے کچھ حاصل کرلو) ورنہ تم ایک بڑے جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس دام میں نہ پھنس جانا، اگر تم نے یہ جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا کرو گے اور میں تمہاری ذات سے گمان رکھتا ہوں کہ تم ویسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر نگہبان اور نگران ہے۔" آپ کی رحلت سلطان المشائخ کے حضور میں ہوئی۔

حضرت مولانا وجیہ الدین

حضرت مولانا وجیہ الدین پائلی حضرت کے خلفائے کاملین میں سے تھے اور زہد و تقویٰ میں سب سے سبقت رکھتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا وجیہ الدین حضرت گنج شکر کے مقبرہ منورّہ کی زیارت کے لئے اجودھن تشریف لے گئے اور زیارت کی تو آپ کی مرقدِ مبارک سے آواز آئی کہ "اے پائل کے ابو حنیفہ! آؤ۔" اس آواز کو تمام لوگوں نے سنا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ کی خانقاہ میں بہت زیادہ اژدہام تھا۔ بڑی کثرت سے لوگ موجود تھے۔ اس اژدہام میں مولانا وجیہ الدین کے پاپوش گم ہو گئے جب حضرت سلطان المشائخ نے سنا کہ مولانا کے پاپوش گم ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے پاپوش آپ کو بھیج دیئے۔ مولانا نے حضرت سلطان المشائخ کے کفش کو اپنے عمامہ کے بیچ میں رکھ لیا اور عجیب ذوق و شوق کی حالت میں گھر کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جوتیاں تو آپ کو پہننے کے لئے دی گئی ہیں، آپ ان کو پہنتے کیوں نہیں؟ آپ نے ان کو جواب دیا کہ یہ تو میرا تاج ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

www.maktabah.org
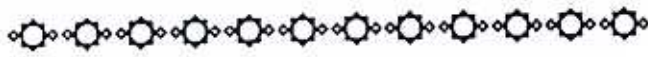
شعر

بر سرِ خود بر گرفت این خاکِ راہ
تاجِ دولت راکہ دادہ بادشاہ

ترجمہ:۔ بادشاہ نے جو تاجِ دولت مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس خاکسار (خاکِ راہ) نے اپنے سر پر رکھ لیا ہے
جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو حوضِ شمسی کے کنارے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدّین

حضرت مولانا فخرالدین بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار فرد تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے خلافت حاصل ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تھے اور آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ کرامت سے بہت اعراض کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب کو بہت زیادہ پیاس محسوس ہوئی اور اس وقت کوئی شخص موجود نہیں تھا کہ اُس سے پانی مانگیں۔ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا تھا۔ جب آپ نے وہ کٹورا دیکھا تو ہاتھ مار کر اس کٹورے کو توڑ دیا اور فرمایا کہ "میں کرامت کا پانی نہیں چاہتا۔" جب سلطان المشائخ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا "کرامت کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔" جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو سلطان المشائخ کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا فصیح الدّین

حضرت مولانا فصیح الدین اربابِ فصاحت کے پیشوا اور اصحابِ بلاغت میں منتخب تھے آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ آپ انواع علوم وفضائل سے آراستہ اور زہد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے اس بناء پر ارادت، خلافت کے مرتبہ میں دوسرے اصحاب پر سبقت رکھتے تھے۔

جب قاضی محی الدین کاشانی اور جناب مولانا فصیح الدین حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے جناب قاضی محی الدین کو جلد ہی مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کی روحانیت سے اجازت طلب کروں گا۔ جیسا کہ فرمان ہوگا اس کو بجا لاؤں گا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد جناب مولانا کو حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا۔ واضح رہے کہ جب مشائخ ہند کے باب میں حضرت کبیر استعمال کیا جائے تو اس سے مراد حضرت گنج شکر ہوتے ہیں اور حضرت شیخ اکبر سے مراد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی ذات ہوتی ہے۔ مولانا فصیح الدین نے بھی حضرت سلطان المشائخ کی حیات ہی میں وفات پائی۔

حضرت امیر خسرو دہلوی

ملک فضائل کے بادشاہ اور کمالات کی سلطنت کے سلطان حضرت امیر خسرو ترک اللہ حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔
حضرت سلطان المشائخ جس قدر ظاہری اور باطنی التفات آپ سے رکھتے تھے۔ بہت کم کسی کو یہ شرف حاصل تھا۔ آپ کے حالات ابتداء سے آخر تک "لطیفہ شعراء" میں بیان کئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

www.maktabah.org
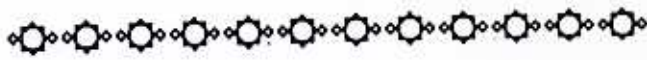
قطعہ

در پیش شعر خسرو شکر اگر زند دم — گویند راست طبعان شیرین زبان ندارد
در گفتنِ معارف اصحابِ معرفت را — چون این جہان معنی دیگر زمان ندارد
ہر در کہ ریخت یزدان در معدنِ نظامی — جز جان ترکِ دلہا دیگر مکان ندارد

ترجمہ :- اگر خسرو کے شعر کے سامنے شکر مقابلہ کا دعویٰ کرے تو انصاف پسند یہی کہیں گے کہ شکر شعر کے مقابلے میں شیریں زبان نہیں ہے۔ اصحاب معرفت کے معارف بیان کرنے میں سوائے اس ذات کے جو جہان معنی ہے، زمانہ اور کوئی ہستی نہیں رکھتا ہے۔ یعنی خسرو کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظامی گنجوی کی کان میں جو جواہر پیدا کئے ہیں اس کے رکھنے کے لئے سوائے ترکِ دل کے جان کے پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے

حضرت امیر حسن خیالات غریب اور نکات عجیب کے انتزاع کرنے والے حضرت امیر حسن بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حسن معنوی کو آبدار اشعار کی صورت میں اور سیرت کی نازک ولطیف الفاظ میں تصویر کشی کی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ جس لطف و احسان کا اظہار ان دو حضرات (امیر خسرو اور امیر حسن) کے سلسلہ میں بیان فرمایا کرتے تھے، ایسا کسی دوسرے کے بارے میں ظہور میں نہیں آیا حضرت امیر حسن اور امیر خسرو ظاہری و باطنی اسرار سے مخصوص تھے۔

قطعہ

حافظ گوہر نظامی را — جز حسن نیست کس بحسن مقال
ہمہ الفاظش از زبانِ فصیح — تازگی دارد و خیال و کمال

ترجمہ :- سوائے امیر حسن کے حسن مقال کے ساتھ نظامی گنجوی کے جواہر کا اور کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ ان کی زبان فصیح ہے۔ جس قدر الفاظ ادا ہوتے ہیں ان میں تازگی بھی ہوتی ہے اور کمالاتِ خیال کے مظہر بھی ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا بہاء الملۃ والدین ادہمی اودھی آپ حضرت سلطان المشائخ کے کامل خلفاء اور ندیموں میں سے تھے۔ کبھی کبھی لوگ آپ کو دارالامانی بھی کہا کرتے تھے۔ زیورِ علم سے آراستہ اور خلعتِ معانی سے پیراستہ تھے۔ ان کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اصحاب اس سے محروم تھے۔

آپ اپنے وطن مالوف (ملتان) کو ترک کر کے حضرت سلطان المشائخ کی ارادت میں داخل ہوئے اور ظاہری و باطنی کمال کے حصول میں اس درجہ کوشش وسعی کرتے تھے کہ ہر روز دریا (دریائے جمنا) عبور کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس طرح ہر لحظہ وہر نفس ان کو دریائے ناسوتی سے عبور میسر آتا تھا (دریائے جمنا عبور کر کے حضرت کی خدمت میں پہونچتے اور فیضیاب ہوتے)

حضرت شیخ مبارک گوپاموی آپ اپنے پیر (سلطان المشائخ) کی محبت سے سرشار اور مرشد کی دوستی میں بے نظیر تھے۔

www.maktabah.org
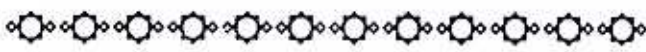
آپ کو امیر داد بھی کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے محبت نامے اور محبت و خلوص پر مشتمل مراسلے جسقدر آپ کو تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کم کسی دوسرے کو لکھے گئے ہوں گے۔

حضرت سلطان المشائخ کے بعض مریدین و معتقدین جیسے شیخ نصیر الدین محمود، مولانا علاؤ الدین وغیرہ جب سلطان المشائخ سے شرف نیاز حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوتے تو حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "راستے میں میرے بھائی شیخ مبارک گوپاموی سے ملتے ہوئے جانا"۔ حضرت سلطان المشائخ آپ کے حقوق کی ادائیگی کا اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ دوسرے کسی شخص کے لئے یہ اہتمام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ موید الدین کرہ آپ کا ظاہر علوم سے آراستہ اور باطن فضائل و کمالات سے پیراستہ تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے مخلصین میں سے تھے۔ ابتدائے حال میں بڑے صاحب شان و شوکت اور متمول فرد تھے۔ جب حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو مالی مشاغل سے دست کش ہو گئے اور شان و شوکت کو ترک کر دیا اور مجاہدہ، ریاضت اور راہ سلوک کو اختیار کر لیا۔ جب سلطان علاؤ الدین خلجی سریر آرائے سلطنت ہوا اور اورنگ حکومت پر جلوس فرمایا تو ان کو اپنے حضور میں طلب کیا تاکہ ان کو کسی منصب پر فائز کر دے۔ امراء شاہی نے عرض کیا کہ وہ تو ارباب تصوف کے ارادت مند ہو گئے ہیں اور صوفیوں کی سیرت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے سلطان المشائخ کی خدمت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الملۃ والدین آپ علم و عمل میں یگانہ روزگار تھے اور حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کاملین اور ندمائے خاص سے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بھی گوشہ نشین حضرات تھے، انہوں نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزاری تھی۔ انہوں نے اموال دنیا اور اصحاب جاہ و ثروت سے تعلق نہیں رکھا۔ اس درجہ قانع تھے کہ افاضل روزگار نے ان کے بارے میں کہا ہے ؎

شعر

شیر نر بوسد بہمت مرد قانع را قدم

مادہ سگ خاید بدندان پای مردی ہر دری

ترجمہ:۔ جو شیر نر ہے ہمت سے مرد قانع کے قدم چومتا ہے اور کتیا تو ہر بیگانہ شخص کو کاٹتی ہے

آپ صرف نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خلوت سے باہر قدم نکالتے تھے اس کے علاوہ نہیں؟ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ہانسی کے مشائخ کے آپ پیشوا تھے۔ سلطان المشائخ سے ان کو اسقدر محبت تھی کہ جب کوئی آپ کے سامنے حضرت سلطان المشائخ کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں ؎

www.maktabah.org

شعر

بیاد قامتِ آن نازنین سرشک دوچشم
بہر زمین کہ ببارد درختِ ناز برآید

ترجمہ:۔ اس نازنین کی قامت کی یاد میں میری آنکھوں سے اس طرح آنسو گرتے ہیں کہ اگر وہ کسی زمین پر گریں تو اس زمین سے درختِ ناز اُگ آئے۔

سلطان المشائخ سے نہایت درجہ محبت اور آپ کی ذات گرامی سے ان کو اس درجہ شغف تھا کہ وہ دہلی چھوڑ کر حضرت کبیر (گنج شکر) کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کبھی نہیں گئے۔

حضرت شیخ قطب الدین منور حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود حضرت سلطان المشائخ کے قدیم ترین خلفاء اور ظریف ندیموں میں سے تھے۔ یہ دونوں اکابر ایک ہی روز حضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ جب خرقۂ خلافت شیخ قطب الدین کو آپ نے پہنا دیا تو ارشاد فرمایا کہ اب شیخ نصیر الدین محمود کو بلاؤ ان کو بھی خرقۂ خلافت پہنایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو خرقۂ خلافت حضرت نے پہنایا تمام اصحاب نے مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو اور عطائے خرقہ میں جو تقدیم و تاخیر ہوئی ہے اس سے آزردہ خاطر نہ ہونا کہ تم دونوں کا مرتبہ میری نظر میں یکساں ہے اور پھر یہ مصرعہ ارشاد فرمایا

مصرعہ

خضر ہمان ست مسیحا ہمان

ترجمہ:۔ وہی خضر ہے وہی مسیحا۔

ایک دن حضرت سلطان المشائخ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات کی تعریف و توصیف کسی نے کی تو فرمایا کہ یہ دونوں عزیز میرے مرغِ حال کے دو باز ہیں کہ ان ہی کے چنگال میں سب پرواز کرتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت شیخ قطب الدین نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے کہا کہ حضرت سلطان المشائخ نے جو اسرار تم پر منکشف کئے ہیں مجھے بھی اُن سے آگاہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ انصاف شرط ہے کہ جو اسرار سلطان المشائخ نے تم پر ظاہر کئے ہیں اُن سے تم مجھے آگاہ کرو۔ پھر دونوں حضرات نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر ان حضرات نے خود ہی یہ شعر پڑھا ؎

بیت

عشقی کہ ز تو دارم ای شمع چگل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

ترجمہ:۔ اے چین و چگل کے حسین میرے دل میں تیری جو محبت ہے اسکو بس دل جانتا ہے اور میں جانتا ہوں

www.maktabah.org

پھر یا میں جانتا ہوں اور یہ دل جانتا ہے اور کوئی واقف نہیں ہے
جب حضرت سلطان المشائخ نے یہ بات سنی تو بڑی تعریف کی جب آپ نے شیخ قطب الدین کو رخصت کیا تو فرمایا کہ کتاب عوارف المعارف تو تمہارے جد شیخ جمال الدین ہانسوی نے حضرت شیخ کبیر سے خلافت حاصل کرتے وقت حاصل کی تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ کبیر (گنج شکر) سے خلافت پائی اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے میری تربیت فرمائی اور مجھ پر انعام و اکرام فرماتے تھے۔ جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کتاب جو حواشی و فوائد سے آراستہ ہے میں تم کو دیتا ہوں لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تمہارے پاس آئے گا اس کو تم اس نعمت اور دولت کے دینے میں دریغ نہیں کروگے جو میں نے تم کو عطا کی ہے۔ پس اس وعدے کے بموجب جو تمہارے جدِ محترم سے ہوا تمہاری کتاب اب میں تم کو دیتا ہوں اور ان سے حاصل کی ہوئی نوازش اور تربیت میں تم کو سونپتا ہوں۔ ہر گز ہر گز تم اس بات کو سرسری اور معمولی بات نہ سمجھنا کہ میں ایک عظیم نعمت تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند سلطان المشائخ کے تمام خلفا مسند شیوخت اور ارشاد پر متمکن ہوتے ہوئے شریعت و احکام دین کے اطاعت گزار تھے (شریعت مطہرہ کے پورے پورے پابند تھے) لیکن حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو حق تعالیٰ نے جو بزرگی و ولایت عطا فرمائی تھی اس مرتبا ور درجہ پر حضرت سلطان المشائخ کے خلفا میں سے کوئی نہیں پہونچا۔ اس قدر آثارِ ولایت و کرامت اور انوارِ ہدایت آپ سے ظہور میں آئے کہ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی بھی صاحب ولایت آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں یہ سخن بہت مشہور و معروف ہے ۔

قطعہ

غلام بخت بلندش ایاز مقصود است ۔۔۔ کسی کہ ہمت او چون نصیر محمود است
شب حصول وصول خدا بمعراجش ۔۔۔ کمینہ منزل و ادنیٰ مقام محمود است

ترجمہ:۔ حضرت نصیر الدین محمود کا مقام یہ ہے کہ بلند بخت ایاز اس کا غلام ہے کس کی ہمت ہے جو اس مقام تک پہنچے اگر کسی کو خدا کی معراج بھی حاصل ہو جائے تو بھی وہ منزل اور مقام محمود کے مقابلے میں ادنیٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الانام مولانا فخر الدین زرّادی

قدوۃ الانام، شیخ الاسلام مولانا فخر الدین زرّادی جو زمانے کے نامدار علماء اور فقیہانِ روزگار میں منتخب تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے اہم ندیموں اور کاملین خلفا میں سے تھے۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفائے کبار اور صاحبانِ اسرار میں سب سے زیادہ علوم غریبہ اور مسائل عجیبہ کے زیور و لباس سے آراستہ تھے۔ حضرت کا التفات ظاہری و باطنی حضرت مولانا کی نسبت اسقدر تھا کہ دوسرے احباب آپ پر رشک کرتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دانشور جو مالکی مسلک تھا، بغداد سے حاضر خدمت ہوا۔ یہ دانشور

www.maktabah.org

اپنے عہد میں منفرد تھا اور زمانہ کے بہترین صاحبانِ بلاغت میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس دانشور نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان میں ایک دروازہ ظاہر ہوا اور ایک فرشتہ ہاتھ پر طباق لئے ہوئے جس پر سبز کپڑا پڑا تھا زمین پر آیا۔ میں نے اس فرشتہ سے پوچھا تم کون ہو اور یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں اور اس طبق میں علمِ لدنی میں سے کچھ علوم ہیں اور اس پر جو کپڑا پڑا ہے وہ شریعت ہے میں اس کو ڈھک کر لئے جا رہا ہوں تاکہ ان علوم لدنی کو مولانا فخر الدین زرادی کے سینہ بے کینہ میں پہنچا دوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے مولانا زرادی کا پتہ چلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت کی خدمت میں ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ہاں وہ بزرگوار ابھی یہاں موجود تھے شاید اس وقت وہ خانقاہ کے گوشہ میں ہوں گے۔ جب ان کو تلاش کیا گیا تو واقعی وہ اسی جگہ (گوشۂ خانقاہ میں) موجود تھے، چنانچہ وہ دانشور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے ملا اور مولانا نے بھی ان کے ساتھ تکریمت و تعظیم کا اظہار کیا اور ان کو فقر کی ایک کتاب نذر کی۔

حضرت شیخ تاج الملۃ والدین اصحاب ملاحت میں منتخب اور ارباب صباحت میں صاحب مقام بلند حضرت شیخ تاج الدین جو تقویٰ اور پاکیزگی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ کے خلفائے کبار اور مخصوص حضرات میں سے تھے۔

ابتدائے حال میں یہ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے لیکن جب آخر میں شرفِ ارادت و خلافت سے مشرف ہوئے تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی اور سخت مجاہدہ کرنے لگے اور اسطرح بادیۂ توحید اور وادئ تفرید کو طے کیا۔

بیت

مملکت عشق شد از کرم الہیم
پشت من و پلاس غم اینست قبائی شاہیم

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عشق کی مملکت میری ملک بن گئی ہے اب اگر میری پیٹھ پر غم کا ٹاٹ ہے تو اب یہ میرے لئے قبائی شاہی ہے۔

آپ صورت و سیرت میں حضرت سلطان المشائخ کی صورت جانِ جہان آرا سے مشابہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ جانِ جہان آرا جیسے خصائل رکھتے تھے اس مشابہت کی سعادت کی بدولت حضرت سلطان المشائخ کے مُریدین آپ کے دیدار سے بہت شغف رکھتے تھے اور احباب آپ کے ایثار کی طرف زیادہ مائل تھے ؎

بیت

ازان بپای سہی سرو داِفتم چون گل
کہ اندکی بشمایل نگار من ماند

ترجمہ:۔ میں اس سرو سہی کے پاؤں پر پھول کی طرح اس وجہ سے پڑا ہوا ہوں کہ اس میں میرے محبوب

www.maktabah.org

کے کچھ شمائل (خوبیاں) موجود ہیں۔

صوفیہ کرام کے مجمع میں اور اس طائفہ علیہ کی محفل میں سماع کا کیف ان پر سب سے زیادہ غالب تھا مزامیر کی تھوڑی سی آواز ان کو قوالوں کی طرف کھینچ کر لے جاتی اور اس وقت اگر یہ نقدِ جان بھی اُن پر نثار کر دیتے تو تھوڑا تھا خلعت واموال کا دے دینا تو معمولی سی بات تھی۔

دیوگیر کے سفر میں منزل کستون سے واپسی پر آپ چند روز بیمار رہے۔ جب نزع کا عالم ہوا تو ہنسنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے :۔

مثنوی

عاشقی را یکی فسردہ بدید — کو ہمی مرد خوش ہمی خندید
گفت پیرا بوقت جان دادن — چیست خندیدن و خوش افتادن
گفت خوبان چو پردہ برگیرند — عاشقان پیش شان چنین میرند

ترجمہ :۔ ایک افسردہ خاطر شخص نے ایک عاشق کو دیکھا کہ مر رہا ہے اور ہنس رہا ہے۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اے پیر! اس وقت خوش ہونے اور ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب معشوق عاشق سے پردہ ہٹاتا ہے تو اس وقت عاشق اس کے سامنے اسی طرح ہنستے ہوئے جان قربان کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین برنی اصحابِ ظرافت میں منتخب اور اربابِ لطافت میں برگزیدہ اور انجمن کے فصحاء میں سب سے اعلیٰ اور برتر مولانا ضیاء الدین جو زیور فضائل سے آراستہ اور شمائل نامتناہی کے اعلیٰ لباس سے پیراستہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے اور آپ کی مجلس کے قدیم اصحاب ظرافت سے آپ کا تعلق تھا۔ جس مجلس اور محفل میں آپ موجود ہوتے تھے فضلائے روزگار کے کان ان کی طرف لگے ہوئے ہوتے تھے اور جس محفل میں آپ تشریف فرما ہوتے فصیحانِ روزگار کے ہوش ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

کم سنی ہی سے آپ نے مہبط انوار آستانے کی مجاورت اختیار کر لی تھی (آستانہ شیخ المشائخ پر حاضر ہوتے تھے) اور اس منزلِ اسرار کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر لیا تھا اور غیاث پور کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ چونکہ آپ کی طبیعت سلاطین کی محفل کو آراستہ کرنے والی تھی اور آپ امرائے زمانہ کی محفل کو رونق بخشنے والے تھے، جوانی ہی میں سلطان محمد انار اللہ برہانہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ سلطان محمد سے منسلک ہو کر انہوں نے خوب ترقی کی اور دولت دعزت حاصل کی۔ سلطان فیروز شاہ کے عہدِ سلطنت میں چونکہ ان کی عمر ستر سال کی ہو گئی تھی لہٰذا یہ شاہی خدمات سے وظیفہ لیکر مستعفی ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور صوفیانہ رنگ میں آگئے اور کتب کی تصنیف وتالیف میں منہمک ہو گئے۔ آپ کی تصانیف اور رسائل میں ثنائے محمدی، صلوٰۃ کبیرہ، حرمت نامہ، عنایت نامہ، الٰہی نامہ، مآثر سادات اور تاریخ فیروز شاہی قابل ذکر ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی کو تاریخ ہائے سلاطین میں خاتم کتب کہنا چاہیئے۔ یہ تاریخ تمام سلاطین کے آثار واحوال کی

www.maktabah.org

جامع ہے ان تمام کتب و رسائل کو آپ نے بڑی خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔
سلطان المشائخ کی صحبت کے اثر سے مشربِ صوفیہ میں انتہا کو اور فقر و فاقہ کے مذہب کے کمال پر پہونچ گئے آپ نے سفرِ آخرت کو بڑی پامردی سے طے کیا۔ آپ کی تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ کفن بھی آپ کو فقیرانہ نصیب ہوا اور سلطان المشائخ کے خطیرہ کے قریب اپنی والدہ کے قبر کے پائیں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ مؤید الدین انصاری قبلۂ اربابِ تصوف و کعبۂ اصحابِ معرفت، منظرِ انوار دینداری خواجہ مؤید الدین انصاری کا دل جب انقلاب زمانہ کے باعث کاروبار کی منفعت سے اُچاٹ ہوگیا تب حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے جس وقت سے آپ شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے پھر کبھی ایک آن کے لئے بھی اربابِ شان و شوکت اور اصحابِ دولت کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔
آپ کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور احفاد سے اس قدر لگاؤ تھا اور ان کی فرمانبرداری کا ایسا جذبہ آپ میں تھا جو بہت کم کسی میں ہوگا اور اس وسیلے سے بارگاہِ خداوندی سے مغفرت کے امیدوار تھے۔ سماع کے شوق اور سوزِ عشق سے سوختگی کا یہ عالم تھا کہ لوگ اس امر میں آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ سے جو خلوص اور تعلق خاطر آپ کو تھا بہت کم کسی کو ہوگا۔
حضرت خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میری زوجہ سلطان المشائخ کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئیں تو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے میں بہت ہی شکستہ خاطر رہتی ہوں۔ آپ نے اقبال خادم کو حکم دیا کہ روٹی (ٹکیہ) اور خربالے کرآئے۔ جب یہ چیزیں حاضر کی گئیں تو حضرت نے ان کو مرحمت فرمائیں۔ کچھ ہی مدت کے بعد فرزند پیدا ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کے حضور میں اس کو پیش کیا گیا۔ آپ نے محمد نور الدین انصاری نام تجویز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین جامع فنونِ خاص اور شان ہائے خلوص کے صاحب شمس الدین، خواہر زادہ امیر حسن شاعر بھی حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین میں سے تھے اور شروع سے ہی حضرت سلطان المشائخ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ جب تک یہ سلطان المشائخ کے جمال جہاں آرا کو نہیں دیکھ لیتے تھے اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

در اثنائے نماز ای جان نظر بر قامتت دارم
مگر از قامتِ خوبت قبول افتد نمازِ من

ترجمہ :۔ اے جانِ من نماز کے درمیان میں اپنی نگاہ تیری قامت پر رکھتا ہوں مگر تیری ہی اس خوبیٔ قامت سے میری نماز قبول ہوتی ہے۔

جب یہ بیمار ہوئے تو علاج کے لئے طبیب کو بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ میری بیماری کسی خلط کے فساد کے

www.maktabah.org

سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ بیماری بے اختلاط کی ہے (مجھے مرشد کا قرب اور ان سے اختلاط حاصل نہیں ہے)

قطعہ

ماجرائے دل دیوانہ بگفتم بہ طبیب کہ ہمہ شب درِ چشم است بفکرت بازم
گفت ازین نوع حکایت کہ تو گفتی سعدی دردِ عشق است ندانم کہ چہ درمان سازم

ترجمہ:۔ میں نے اپنے دل دیوانہ کا ماجرا طبیب سے بیان کیا کہ مجھے مرض یہ لاحق ہے کہ تمام رات میری آنکھیں اس دوست کے ذکر و خیال میں کھلی رہتی ہیں تو طبیب نے کہا کہ تو نے اے سعدی جو حکایت بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے دردِ عشق ہے اور اس کا علاج میں نہیں جانتا۔

حضرت سلطان المشائخ کو جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو اس مریضِ محبت کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے ابھی آپ اُن کے مکان تک نہیں پہونچے تھے کہ آپ کے پاس خبر آئی کہ بیمار کاروان سرائے وصالِ محبوب کی طرف روانہ ہو گیا اور انتقال کے وقت یہ شعر زبان پر تھا ؎

شعر

پیش ازاں دم کہ نگارم بعیادت بسر آید
جان بدیدارِ نگار از سرحسرت بدر آید

ترجمہ:۔ اس وقت سے پہلے کہ وہ محبوب عیادت کے لئے میرے بالین پر آئے اس کے دیدار کے لئے جان حسرت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔

مولانا نظام الدین زائر الحرمین اور سائر الخافقین مولانا نظام الدین حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار سے ہیں آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ لباس تقویٰ سے آراستہ اور زیورِ زہد و تقویٰ سے پیراستہ تھے۔ انواعِ علوم غریبہ واصناف معلوم عجیبہ پر عبور رکھتے تھے۔ آپ اہل تصوف کی سیرت اور ارباب صدق وصفا کی طینت سے بہرہ ور تھے۔ نعمتِ سماع سے بھرپور حصہ پایا تھا اور اس کا بڑا ذوق و شوق تھا۔

خواجہ سالار سنین قدوۃ اربابِ عشق و منتخب اصحابِ صدق خواجہ سالار سنین جو شرفِ زہد و ورع سے مشرف اور وصف عبادت و تقویٰ سے متصف تھے، حضرت سلطان المشائخ کے کامل واکمل خلفا اور ندما میں سے تھے۔ جب آپ حضرت کی ارادت و خلافت سے سربلند ہوئے تو ابتدائے حال ہی سے خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت سلطان المشائخ کی صحبت نے ان پر اسقدر اثر کیا کہ جس وقت بھی وہ حضرت کا جمال جہان آرا دیکھتے اور حضرت کے علوِ مرتبت کا ان کو خیال آتا تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ان کی حالت سماع دوسرے احباب واصحاب کے مقابلہ میں زیادہ اثر آفریں تھی۔

ایک دن ارباب ذوق و شوق اور صوفیہ کرام کا مجمع تھا اور قوالوں نے سماع شروع کر رکھا تھا حضرت مولانا پر

www.maktabah.org

اس شعر نے ایک خاص اثر کیا ؎

شعر

از سر زلف عروسان چمن دست بدارد
بسر زلفش اگر دست رسد بادِ صبا را

ترجمہ :- اگر اس محبوب کی زلفوں تک بادِ صبا کا ہاتھ پہونچ جائے تو پھر وہ عروسانِ چمن سے تعلق ختم کرے۔
اخیر عمر میں آپ کو ایک مرض لاحق ہوگیا تھا اور اسی مرض میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت مولانا فخر الملۃ والدین حیرتی

مولانا فخر الدین حیرتی حضرت سلطان المشائخ کے اصحابِ خلافت میں منتخب تھے اور اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ سے آراستہ اور اہلِ علم کی خصوصیات سے پیراستہ تھے۔ آپ پر مشربِ عشق کا غلبہ تھا۔ حافظِ قرآن تھے اور ایسی عمدہ قرأت سے قرآن پاک پڑھتے تھے کہ اسکو سنتے ہی آپ کے احباب واصحاب رونے لگتے تھے۔

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری

حضرت مولانا شیخ شہاب الدین کنتوری زیارتِ مکہ معظمہ کے شرف سے مشرف تھے۔ آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ لطافتِ طبع دعا طعنت ومہربانی میں تمام اصحاب سے ممتاز تھے۔

حضرت سید محمد کرمانی

اولادِ رسولؐ میں منتخب اور احفاد حضرت بتولؓ میں برگزیدہ خاندانِ مرتضوی ومصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند یعنی سید محمد، حضرت سلطان المشائخ کے خلفائے کبار اور وزرائے نامدار میں سے تھے۔ آپ کی ذات مظہر اسرارِ الٰہی ومصدر انوار نامتناہی تھی۔ آپ کے والد اور آپ کے دادا بھی اس خاندانِ شریف اور خانوادۂ لطیف سے ارادت وخلافت یافتہ تھے۔

جب سید محمد نے بحکمِ الٰہی اس دنیا میں قدم رکھا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ کے جدِ محترم سید محمد کرمانی اور آپ کے گرامی قدر نانا بھی خدمت والا میں موجود تھے۔ ان حضرات نے ان کا نام تجویز کرنے کی ہر ایک سے درخواست کی لیکن ازراہِ انکسار کسی نے نام تجویز نہیں کیا۔ جب ان حضرات نے حضرتِ سلطان المشائخ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام بھی محمد ہے اور اس بچے کے دادا کا نام بھی محمد ہے۔ پس مولانا مناسب یہ ہے کہ ان کا نام بھی محمد رکھا جائے۔ یہ سنکر حاضرین میں سے ہر شخص نے مبارکباد پیش کی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ ان تمام دعاؤں کی قبولیت بہت جلد ظاہر ہوگئی۔

جب سید محمد بالغ ہوئے تو ان کے والد حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کو لے کر حاضر ہوئے اور آپ کا مرید کرایا۔ جب آپ جوان ہوئے تو زمانے کے کاروبار میں لگ گئے بایں ہمہ آپ کو اس زمانے میں جاہ وجلال کے اعلیٰ مراتب کے حصول سے اعراض تھا بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کے راستہ پر لگ گئے اور حضرت سلطان المشائخ کی حضوری کا شرف حاصل کیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت کے اصحابِ کبار واصحابِ نامدار میں شمار کیا جانے لگا۔ آپ نے

www.maktabah.org

اس سلسلہ میں ایک عظیم خدمت انجام دی اور وہ یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے الفاظ متبرکہ اور اقوال مقدسہ کو جمع کیا (جو آج بھی سیر الاولیاء کے نام سے موجود ہے) اگرچہ جمع ملفوظات کی خدمت دوسرے اکابر واماثر (مثلاً امیر حسن اور امیر خسرو) نے بھی انجام دی لیکن حضرت سلطان المشائخ کے ارشادات گرامی اور ملفوظات سامی کو ان سے بہتر طریقے پر اور کوئی جمع نہیں کر سکا۔ ان کے جمع کردہ ملفوظات تمام طائفوں میں مقبول ہیں اور تمام نسبتوں میں ان کو بہت اہم اور گراں مایہ سمجھا جاتا ہے۔

ان ملفوظات کے ذریعہ بادیۂ ضلالت کے بہت سے گم گشتگان ہدایت یاب ہو گئے اور منزل حقیقت کا راستہ پانے والے بہت سے لوگوں نے راستہ پا لیا! اور یہی گم کردہ راہ اصحاب عرفان کا مقصد بن گئے اور ارباب وجدان کا مطلوب قرار پائے۔ یہی ہدایت یافتہ حضرات، حضور کی رونمائی کرنے والا آئینہ اور معبود حقیقی کی معرفت کا راز طشت از بام کرنے والا جام بن گئے۔

حضرت جمشید قلندر خورشید فلک منظر حضرت جمشید قلندر حضرت کے مخلص خلفائے کبار میں سے تھے۔ جمشید اس عصر کے قلندروں کی جماعت کے پیشوا اور ارباب تجرید کے سرپرست تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے تو چند روز تک اس عالم پناہ خانقاہ میں مقیم رہے اور واردات کی نظریں آپ پر پڑیں اور الہامات کی نگاہوں سے فیضیاب ہوئے تو حضرت کی بندگی اور غلامی کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ جب حضرت سلطان المشائخ نے ان کو عطائے خلافت اور ہم نشینی کا اہل پایا، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت ان میں پیدا ہو گئی تو حضرت نے ان کو خرقۂ خلافت سے ملبوس فرمایا۔

حضرت شیخ حیدر حضرت علیؓ کی سیرت اور حضرت عثمانؓ کے خصائل سے آراستہ حضرت شیخ حیدر، حضرت کے مخلصین خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شیخ المشائخ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت آپ سے بہت زیادہ التفات مکرمانہ فرمایا کرتے تھے، حضرت کی خدمت گزاری میں اس درجہ کوشاں رہتے تھے کہ دوسرے خدام سے اس خصوصیت میں بڑھ گئے تھے۔

خادم سلطان المشائخ بابا اقبال خدام عظام کے پیشوا، ملازمان کرام میں منتخب، صاحب جمال وجلال بابا اقبال دوسرے خادمان کے مقابلے میں حضرت سلطان المشائخ کے زیادہ محرم اسرار تھے حضرت سلطان المشائخ جس قدر لطف وعنایت اور مہربانی ان کے حال پر فرماتے تھے، دوسرے خادموں کو یہ بات میسر نہیں تھی۔ اس لئے کہ ظاہر وباطن میں حضرت کے محرم اسرار یہی تھے۔ ہر چند کہ حضرت لالا بھی زیور خدمت سے آراستہ اور خلعت ملازمت سے پیراستہ تھے اور دوسرے خادموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ سراہے جاتے تھے اور ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ لیکن یہ شرف صرف بابا اقبال کو حاصل تھا کہ وہ ہر ایک راز (اندک وبسیار) کے محرم تھے اور حضرت ہر بات ان سے فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ مریدین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش اور خطا سرزد ہو جاتی تو ان کو درمیان میں لاکر معافی طلب کی جاتی تھی۔

www.maktabah.org

حضرت شیخ لطیف الدین
مظہر لطائف و مصدر ظرائف حضرت شیخ لطیف الدین حضرت سلطان المشائخ کے مخلصین خلفاء اور صاحب کمال ندیموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات جسقدر مجمع اسرار اور مرجع انوار تھی ایسا شرف کم کسی کو حاصل تھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے اور جیسا کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑی مدت ہی میں ظہور میں آگیا۔ حق تعالیٰ نے جس کے نصیب میں جو کمالات مقدر فرما دیئے ہیں وہ ان بزرگوں کی زبان سے صادر ہو جاتے ہیں ؎

قطعہ

نباشد آنچہ اندر لوح محفوظ   زایشان از زبان صادر نباشد
بہر چہ نیک و بد گویند ایشان   جز آن اندر جہان ظاہر نباشد

ترجمہ:۔ جو امر کسی کی نسبت لوح محفوظ میں موجود نہیں ہوتا ہے ان بزرگوں کی زبان سے وہ بات کبھی نہیں نکلتی۔ یہ حضرات جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں خواہ وہ جیسا بھی ہو اس کے خلاف بات کبھی دنیا میں ظہور میں نہیں آتی ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین
حضرت شیخ برہان الدین دولت آبادی جو گوناگوں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ اور ہر طرح کے کمالات صوری و معنوی سے پیراستہ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے آپ نے جاہ و مرتبت کے اعلیٰ مراتب سے منہ موڑ کر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت و ملازمت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور حضرت کے خلوص اور خصوصیت سے اسقدر ممتاز ہوئے کہ حضرت سلطان المشائخ کی جناب میں جب تک یہ موجود رہتے اسوقت تک حضرت بس آپ ہی کو مخاطب فرماتے تھے۔

حضرت ملک زادہ مسعود بک
سعادت سرمدی سے بہرہ ور اور سیادت ابدی کے حامل جناب ملک زادہ مسعود بک، فنونِ فضائل سے آراستہ اور گوناگون خوبیوں سے پیراستہ تھے خاص طور پر فن شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں سے تھے، چونکہ ابتدائے عمر ہی سے صاحب جاہ و جلال تھے اور منصب کمال رکھتے تھے ادھیڑ عمر میں حضرت سلطان المشائخ کی نظر سعادت بخش کے منظور بن گئے اور حضرت کے التفات کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تو خلوص و عقیدت کے راستے پر بہت تیزی سے بڑھے اور بہت کم مدت میں سلوک کی منازل کو طے کر لیا۔ اور حضرت کے جذب جلی سے آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کا کلام بہت ہی بلند پایہ ہوتا تھا۔ ان خصوصیات کی بنا پر جب حضرت سلطان المشائخ کا التفات آپ کی جانب دوسروں سے زیادہ ہوا تو کچھ لوگ تعصب کی وجہ سے آپ کی غیبت کرنے لگے۔ ان لوگوں کی باتیں سنکر حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے، اے دوستو! ان کو معذور جانو کہ جو کوئی جیسا چھوڑتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔

حضرت ملک بہاؤ الدین کرد
حضرت ملک بہاؤ الدین کرد جو زیور زہد و عبادت سے آراستہ اور تعبد و تقویٰ کے لباس سے پیراستہ تھے، حضرت سلطان المشائخ کے ولایت مآب اصحاب

www.maktabah.org

اور خلفائے ہدایت انتساب سے تھے۔ آپ کو دیگر اصحاب سے سماع کا شوق زیادہ تھا اور نغمات سن کر سوز و گداز آپ میں اسقدر پیدا ہوتا تھا کہ دوسرے اصحاب میں یہ بات نہیں تھی، آپ نے عقیدت اور خلوص کے ساتھ راہ سلوک کو اس طرح طے کیا کہ اس سے زیادہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ واردات والہامات سے آپ بہت زیادہ بہرہ ور تھے۔ دوسرے تمام خادموں سے آپ زیادہ سزاوار کرم ہوتے تھے۔

آپ اکثر و بیشتر حضرت سلطان المشائخ کے مکارم اخلاق اور کرم نوازی کو بیان کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ وجد و حال میں گزرتا اور خیالِ وصال کے دریا میں غوطہ زن رہتے۔ مختصر یہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے ولایت نہاد خلفاء کی تعداد کی تفصیل حیطۂ بیان سے باہر ہے صرف برائے حصولِ خیر و برکت چند نام اس مجموعہ (لطائف اشرفی) میں پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ مشرق سے مغرب تک کوئی مقام اور کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جو حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں اور آپ سے استفادہ کرنے والوں سے خالی ہو۔

قطعہ

شمار زمرۂ خدام آن علی سیرت ‏ ‏ چگونہ شرح دہم کز شمار بیرون است
ہمہ مرید و ہمہ معتقد بشرق و غرب ‏ ‏ چنان پر اند کہ گوہر بہ بحر مخزون است

ترجمہ: حضرت والا سیرت کے خدام کے گروہوں کا شمار جبکہ وہ شمار سے باہر ہیں کسطرح کروں اور اسکی تشریح کسطرح ہو سکتی ہے بس یوں سمجھ لو کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام مقام آپ کے مریدوں اور معتقدوں سے اسطرح پُر ہیں جسطرح سمندر میں موتی ہیں۔

اب اُن بعض اکابر و اماثر کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت قطب الدین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے نسبت رکھتے ہیں: حضرت قاضی عبد المقتدر، حضرت شیخ حمید لاہوری، حضرت شیخ الیاس صوفی، حضرت شیخ علاؤ الدین اللہ، حضرت شیخ محمد ساوی، حضرت شیخ صدر الدین حکیم اور حضرت سید محمد گیسو دراز۔

حضرت سید محمد گیسو دراز ‏ ‏ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ بہت سی بلند پایہ کتب کے مولف و مصنف ہیں۔ آپ ۴ رجب ۷۲۰ھ میں پیدا ہوئے آپ نے ایک سو[1] پانچ سال چار ماہ اور بارہ روز کی عمر پائی اور بروز شنبہ ۱۶ ماہ ذی نعدہ ۸۲۵ھ بوقت چاشت وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ گلبرگہ ولایت دکن میں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی خدمت سے مشرف ہوئے تو حضرت سے اسقدر معارف و حقائق حاصل ہوئے کہ کسی اور شیخ سے حاصل نہیں ہوئے، سبحان اللہ آپ بڑے جذبۂ قوی کے مالک تھے۔ عرصہ تک ہم قصبۂ گلبرگہ (ملک دکن) میں مقیم رہے۔ دو مرتبہ اس سرزمین میں رایات علائی کا گذر ہوا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے حاصل کیا تھا انہوں

---

[1] فارسی متن میں حضرت گیسو دراز کی عمر ایک سو چھ سال بتائی گئی ہے لیکن ولادت و وصال کی جو تاریخیں بتائی گئی ہیں اسکے مطابق آپ کی عمر وہ بنتی ہے جو ہم نے ترجمہ میں دے دی ہے۔

www.maktabah.org

نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی سے حاصل کیا تھا اور آنجناب نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت الکبیر صاحب السر پیر شیخ حضرت فرید الحق والدین المعروف بہ گنج شکر قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ کبیر (حضرت گنج شکر) کے خلفائے کبار سے ہیں۔ ان سے خرقۂ ارادت و اجازت شیخ برہان الدین ہانسوی نے حاصل کیا اور ان سے شیخ قطب الدین منور نے اور ان سے شیخ نور الدین ہانسوی شغل کش نے خرقہ ارادت و خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر حضرت قطب المشائخ شیخ علی احمد صابر بھی حضرت شیخ کبیر کے خلفائے کاملین میں سے ہیں۔ درمیان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی، کچھ عرصہ بعد وہ اختلاف بڑی خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

حضرت مولانا داؤد آپ علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر عزلت و خلوت میں بسر کر دی۔ مولانا داؤد پالہی مئو کے رہنے والے تھے جو قصبۂ ردولی کے قریات میں سے ایک قریہ ہے۔ حضرت شیخ کبیر دو مرتبہ ردولی جب تشریف لے گئے تو مولانا داؤد کے گاؤں پالہی مئو میں نزول اجلال فرمایا اور مولانا داؤد کی خاطر سے اس مسجد کے گوشہ میں جو پالہی مئو میں ہے ایک چلہ خلوت نشین رہے، پھر قصبہ ردولی تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا تقی الدین آپ بھی حضرت کبیر کے خلفاء میں سے ہیں۔ ابتدائے حال ہی سے فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے، آپ حضرت مولانا داؤد کے برادر زادہ تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مولانا تقی الدین کے کمالِ حال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب "رجال الغیب" سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اشارۂ غیبی کی بنا پر چند "رجال الغیب" مولانا تقی الدین کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس شخص کی جگہ اس جماعت میں داخل ہو جائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کریں گے، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی عفیفہ بیوی سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "رجال الغیب" کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچے ہوتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے واپس آ کر رجال الغیب سے یہی دریافت کیا۔ یہ لوگ سنکر متبسم ہوئے۔ آپ پھر بی بی صاحبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ رجال الغیب تو بے خانماں لوگ ہیں۔ یونہی پھرتے رہتے ہیں۔ آپ کو ان سے کیا نسبت؟ یہ سنکر "رجال الغیب" نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ اپنی علو ہمت کے مقابل ہمارے بلند منصب کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مثنوی

چہ مردانند اندر راہِ دادار ۔۔۔ نہان از مردم و گم کردہ آثار

ز عالی مرتبہ در چشم نانند ۔۔۔ مقام و حال سیصد و شصت اخیار

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ کی راہ میں کیسے لوگ ہیں جن کا لوگوں کے درمیان کوئی نام اور نمود نہیں ہے۔ اور اُن کی نظر میں مقام اور منصب کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حضرت داؤد کا مرقد منوّر ایک تالاب کے کنارے جواسی موضع میں ہے، واقع ہے اور حضرت مولانا تقی الدین کا مزار انہونہ قصبہ میں جو خطۂ اودھ میں ہے ایک حوض کے کنارے پر بنایا گیا ہے آپ (مولانا داؤد) نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت قطب الاقطاب قطب الحق والدین سے حاصل کیا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قطب دہلی آپ کی وفات[1] بروز دوشنبہ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوئی تھی آپ نے عمر مبارک ۵۲ سال پائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری قاضی محکمہ معارف و داورمدینۂ عوارف حضرت حمید الدین ناگوری حضرت ولایت مآب حضرت خواجہ (قطب الدین) کے مخلصین خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین جس قدر التفات ظاہری و باطنی آپ پر فرماتے تھے اتنا کسی اور پر نہیں فرماتے تھے۔ اسی التفات اور انوار ارادت کا نتیجہ تھا کہ کتب بلند پایہ اور تالیفات لائقہ آپ نے مرتب فرمائیں خاص طور پر "طوالع الشموس" تو آفتاب حقائق کا مطلع ہے اور کاسہ ہائے دقائق کا منبع ہے، ایسی خصوصیات کی حامل اور کوئی کتاب نہیں ہے "طوالع الشموس" میں جیسے معارف و عوارف بیان کئے گئے ہیں کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ آج یہ کتاب تمام فرقوں اور تصوّف کے مختلف سلاسل جیسے ملل و نحل و مکاتب فکر کا دستور ہے اور بطور سند پیش کی جاتی ہے۔ آپ نے بروز دوشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۶۴۱ ہجری میں وفات پائی۔

مولانا فخر الملّۃ والدین حلوائی اکابر عصر میں منفرد و یکتائے زمانہ مولانا فخر الدین حضرت کے خلفاء میں سے تھے (حضرت خواجہ قطب الدین کے خلیفہ تھے) حضرت خواجہ نے آپ کے سلسلہ میں جو کچھ پاکیزہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں دوسروں کے بارے میں ایسے کلمات ارشاد نہیں فرمائے۔

مولانا برہان الدین مولانا برہان الدین حلوائی حضرت شیخ اکبر (خواجہ قطب الدین) کے منتخب احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرار باطنی و ظاہری کے محرم اور بہت سے صوری و معنوی انوار سے بہرہ ور تھے۔

شیخ بدّ الدّین غزنوی فلک عرفان کے ماہ کامل اور بزم وحدت کے صدر محفل حضرت شیخ بدّ الدین غزنوی جو زیور علوم غریبہ سے آراستہ اور حقائق عجیبہ کے لباس سے پیراستہ تھے حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ حضرت شیخ امام الدین پانی پتی آپ سے نسبت رکھتے تھے اور شیخ بہاؤ الدین عمر عاشق پانی پتی کو ان سے نسبت تھی۔ حضرت عماد شریف دہلوی ان سے نسبت رکھتے تھے اور ان سے شیخ بہاؤ الدین عماد شریف احمد آبادی نسبت رکھتے تھے۔

---

[1] متن میں کاتب کی غلطی سے لفظ وفات کی جگہ ولادت لکھا گیا ہے جو کہ صریح غلط ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قطب الدین اوشی نے خرقہ ارادت و اجازت قطب العارفین و عمدۃ الواصلین معین الحق والدین حسن سنجری چشتی سے پہنا۔ حضرت معین الدین چشتی نے سیوم ماہ ذی الحجہ ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قطب العارفین، زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عثمان ہارون سے پہنا۔ حضرت خواجہ ہارون نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ المتقدمین حضرت حاجی شریف زندنی سے پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت و اجازت قدوۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے پہنا

حضرت خواجہ مودود چشتی

آپ یعنی حضرت خواجہ مودود چشتی حضرت خواجہ یوسف کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت خواجہ یوسف نے اپنے ان فرزند کو کم سنی ہی میں تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا اور حصولِ علم کی تاکید فرمائی اور اپنا قائم مقام نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کو حفظ کر لیا اور علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ کی عمر ۲۶ سال ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ یوسف کا انتقال ہو گیا تو آپ کو ان کی مسند پر بٹھایا گیا۔ بہت جلد آپ لوگوں کے منظورِ نظر بن گئے اور عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کی۔ اعلیٰ و ادنیٰ اشراف و اراذل اس قدر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے جنکی شرح ناممکن ہے۔ آپ کو حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی کی دولت تربیت اور شرفِ صحبت بھی میسر آئی۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت شیخ الاسلام ولایت جام سے شہر ہرات میں تشریف لائے تھے آپ نے ۵۲۷ھ میں وفات پائی، آپ نے خرقہ ارادت و اجازت حضرت قدوۃ المتقدمین خواجہ یوسف سے حاصل کیا۔

خواجہ یوسف چشتی
خواجہ ابو محمد چشتی
خواجہ ابو احمد چشتی

خواجہ یوسف خواجہ محمد شمعان کے خلفِ اکبر تھے اور خواجہ محمد بن احمد ابدال چشتی کے خواہرزادہ تھے، خواجہ محمد ابدال نے پینسٹھ سال کی عمر تک شادی نہیں کی۔ آپ کی بہن خدمت کیا کرتی تھیں، آپ کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام ان ہی کے سپرد تھا۔ آپ کی بہن کی عمر بھی چالیس سال کی ہو گئی تھی لیکن بھائی کی خدمت اور طاعتِ الٰہی میں مشغولیت کے باعث وہ شادی کی طرف راغب نہیں تھیں۔

ایک رات خواجہ محمد بن احمد ابدال نے اپنے والد (احمد ابدال) کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ مملکتِ شام میں فلاں شخص محمد شمعان نامی ہے جو علوم و فنون سے آراستہ ہے اور عبادتِ الٰہی میں معروف و مشغول ہے تم اپنی بہن کا نکاح ان سے کر دو۔ جب یہ بیدار ہوئے تو کسی کے ذریعے انہیں طلب کیا اور اپنی بہن کا عقد ان سے کر دیا اب وہ چشت ہی میں رہنے لگے۔ ان ہی کے صلب سے خواجہ یوسف پیدا ہوئے۔ خواجہ محمد بن احمد کی چھیاسٹھ سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہو سکی اس لئے خواجہ محمد، خواجہ یوسف کو اپنے فرزند کی طرح سمجھتے تھے اور ان کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو تحصیل علم میں مشغول رکھتے اور معرفت الٰہی کی طرف اُن کی رہنمائی فرماتے۔ ان کی وفات کے بعد معتقدین نے آپ ہی کو ان کا جانشین بنایا۔

آپ نے حضرت شیخ الاسلام انصاری سے اس وقت شرفِ ملازمت حاصل کیا جب وہ چشت کے بزرگوں کے

لے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے وصال مبارک کی اصل تاریخ ۶ رجب المرجب ہے (اخبار الاخیار)

www.maktabah.org

مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، جب شیخ الاسلام ہرات واپس تشریف لائے تو اکثر د بیشتر اپنی مجالس ومحافل میں آپ کا ذکر کرتے اور آپ کی تعریف فرماتے۔ آپ نے سنہ ۴۵۹ھ میں وصال فرمایا، آپ نے چوراسی (۸۴) سال کی عمر پائی۔ آپ یعنی (خواجہ یوسف) نے خرقۂ ارادت و اجازت شیخ الاسلام خواجہ محمد بن احمد چشتی قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا جو خواجہ احمد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے جیسا کہ آپ کے والد نے فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ آپ تمام علوم دینی اور معارف یقینی (معرفت) میں اس عمر میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ آپ بہت زاہد و متقی تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور دنیا والوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب سلطان محمود سبکتگین سومنات (ہند) پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو برکت کے لئے ہمراہ لے گیا اور فتح سے ہمکنار ہوا چنانچہ کاکو خادم کی مدد اور تعاون سے سلطان کو فتح حاصل ہوئی (اس کی تفصیل تذکرہ مشائخ چشت اور آثار الکرام میں موجود ہے) آپ نے سنہ ۴۱۱ھ[1] میں وفات پائی۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت اپنے والد گرامی حضرت خواجہ احمد ابدال قدس اللہ سرہٗ سے پہنا تھا جو سلطان فرسنافہ کے فرزند تھے سلطان فرسنافہ چشت کے والی و حاکم تھے سلطان فرسنافہ کی بہن ایک بہت ہی صالحہ خاتون تھیں، حضرت شیخ ابو اسحاق شامی کبھی کبھی آپ کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ نے ان کو بشارت دی تھی کہ اُن کے بھائی (سلطان فرسنافہ) کے یہاں ایک فرزند پیدا ہونے والا ہے چنانچہ سنہ ۲۶۰ھ میں جبکہ معتصم باللہ خلیفہ عباسی کا دور ملوکیت تھا، خواجہ احمد متولد ہوئے سلطان فرسنافہ کی صالحہ بہن نے آپ کی پرورش فرمائی۔ خواجہ احمد ابدال نے سنہ ۳۵۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت خواجہ ابو اسحاق قدس اللہ سرہٗ سے پہنا تھا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ (شام) میں ہے۔ خواجہ ابو اسحاق نے خرقۂ ارادت و اجازت قطب المتقدمین حضرت علو دینوری سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ علو دینوری نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت ہبیرہ بصری سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت حضرت حذیفہ مرعشی سے اور انہوں نے خرقۂ ارادت و اجازت تارک مملکت و سلطنت حضرت ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم ادہم نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت عبدالواحد بن زید سے اور انہوں نے رئیس التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ نے خرقۂ ارادت و اجازت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پہنا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرقۂ ارادت و اجازت سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

---

[1] مرآۃ الاسرار کے مطابق آپ کا وصال سنہ ۴۲۱ھ میں ہوا۔

www.maktabah.org

شجرۂ دوم

سلسلۂ قادریہ غوثیہ

اس شجرہ کی بناء (بنیاد) حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی میر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

حضرت والا کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کی علوی اور حسنی نسبت ہے۔ آپ حضرت ابو عبداللہ صومعی کے نواسے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی الخیرات الجبار فاطمہ بنت عبداللہ صومعی ہے۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی میں کم سن تھا کہ عرفہ کے روز میں جنگل کی طرف نکل گیا وہاں میں نے ایک گائے کی دُم پکڑلی تاکہ کھیت میں ہل چلاؤں۔ اس گائے نے اپنا منہ میری طرف کرکے کہا کہ "اے عبدالقادر! کیا تم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کیا تم کو اسی کام کے لئے حکم دیا گیا ہے"؟ میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور وہاں سے گھر واپس آگیا۔ میں مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں نیچے اترا اور اپنی والدہ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کے لئے آزاد کردیجئے اور اجازت دیجئے تاکہ میں بغداد جاکر علم حاصل کروں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ محترمہ نے اس تبدیلی اور تغیر خاطر کا سبب دریافت کیا میں نے تمام ماجرا والدہ سے بیان کردیا۔ وہ سن کر رونے لگیں، پھر اُٹھ کر گئیں اور اسّی (۸۰) دینار نکال کر لائیں۔ جو کہ میرے والدِ مرحوم کا ترکہ تھا۔ اس میں سے چالیس دینار انہوں نے میرے بھائی کے حصّے کے نکال لئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر کی اجازت مرحمت فرمائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا۔ پھر وہ مجھے رخصت کرنے باہر تک آئیں اور فرمایا کہ اے فرزند! جاؤ کہ میں نے خدا کے لئے تم سے ترک تعلق کرلیا۔ اب قیامت تک تمہارا منہ نہ دیکھ سکوں گی۔

میں ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کو روانہ ہوگیا۔ ہم ابھی ہمدان سے کچھ آگے بڑھے تھے کہ ساٹھ سواروں کا ایک جتھا جنگل سے نکل آیا اور قافلہ والوں کو پکڑلیا۔ لیکن مجھ سے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد اُن میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں وہ شخص یہ سمجھا کہ میں اُس سے مزاحًا یہ بات کہہ رہا ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، پھر ایک دوسرا شخص (ڈاکو) میرے پاس آیا

www.maktabah.org

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا۔ یہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ دونوں اپنے سردار کے پاس پہونچے اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا اس کو بتایا۔ اس سردار نے مجھے بلایا۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھ سے کہا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا کہ چالیس دینار ہیں میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارو۔ انہوں نے میرے کپڑے اتارے جس طرح میں نے ان کو بتایا تھا وہ چالیس دینار میرے جامہ کی بغل سے برآمد ہو گئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس اقرار پر تجھے کس نے مجبور کیا کہ تو نے بتا دیا کہ تیرے جامہ کی بغل کے نیچے دینار سلے ہوئے ہیں میں نے اُس کو بتایا کہ میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں ہر حال میں سچ بولوں گا پس میں نے ان کے عہد میں خیانت نہیں کی اور سچ بتا دیا۔ یہ سنکر وہ سردار رونے لگا اور بولا کہ میں تو اتنی مدت سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہکر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ اے سردار تم ڈاکہ اور چوری کے معاملات میں ہمارے سردار رہے ہو اب توبہ میں بھی تم ہمارے پیشوا اور سردار ہو۔ اس طرح اس کے تمام ساتھیوں نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ کی اور جس قدر مال قافلہ کا لوٹا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا۔ سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والے یہی لوگ تھے۔

حضرت والا ۴۸۸ھ میں بغداد پہونچے اور پوری توجہ کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ طریقت و تصوف میں آپ کی نسبت دو سلسلوں پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حبیب عجمی پر اور دوسری امام موسیٰ کاظم پر۔

(ایک نسبت اس طرح ہے)

ابو عبد القادر بن ابی صالح بن عبد اللہ الجیلی۔ آپ نے حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابی الفرح الطرطوسی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے خرقہ ارادت شیخ ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی سے پہنا اور انہوں نے شیخ ابو بکر شبلی سے خرقہ پہنا اور شیخ ابو بکر شبلی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے امام داؤد طائی سے خرقہ ارادت پہنا۔ حضرت داؤد طائی نے حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ سے خرقہ ارادت پہنا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا دوسرا سلسلہ ارادت و بیعت جو سادات کا سلسلہ ہے اس طرح ہے:۔

آپ کا سلسلہ شیخ ابو سعید مخزومی سے بصورت عن فلان عن فلان سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور حضرت جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معروف کرخی سے اور انہوں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے اور انہوں نے اپنے والد موسیٰ الکاظم سے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے۔ اور انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد امام حسین سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے خرقہ ارادت حاصل کیا۔

www.maktabah.org

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نسبت خرقہ اس طرح ہے کہ:

حضرت غوث الثقلین سے ان کے فرزند صالح حضرت سید عبدالرزاق نے خرقہ پہنا اور سید عبدالرزاق سے ان کے فرزند صالح ابی صالح نے اور ابی صالح سے ان کے فرزند صالح کبیر ابی نصیر محی الدین نے اور اُن سے اُن کے فرزند صالح احمد بن محمد نے اور اُن سے انکے فرزند صالح حسن الشریف نے خرقہ پہنا۔ حسن الشریف سے ان کے فرزند صالح محمد الشریف نے خرقہ پہنا اور اُن سے ان کے فرزند صالح حضرت علی الشریف نے خرقہ پہنا۔ اُن سے ان کے فرزند صالح موسیٰ الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح محمد حسین الشریف نے خرقہ پہنا اور ان سے ان کے فرزند صالح احمد بن حسین الجیلی نے خرقہ پہنا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صالح احمد بن حسین الجیلی سے ان کے فرزند نور العین اعزو ارشد ارجمند سید عبدالرزاق کو نسبت حاصل ہوئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی صاحب فصوص کی نسبت خرقہ دو ہیں ایک حضرت غوث الثقلین سے ایک واسطہ سے بذریعہ شیخ محمد یونس قصار ہے اور دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام کو ایک واسطہ سے پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

نسبت ھذا الخرقۃ المعروفۃ من ید ابی الحسن علی بن عبد اللہ بن الجامع ببستانہ بالمقلی خارج الموصل سنہ احدی وستمایتہ ولبسھا ابن الجامع من ید الخضر علیہ السلام وفی الموضع الذی البسہ الخضر ایاھا البسھا ابن جامع علی تلک الصورۃ من غیر زیادۃ ونقصان۔

ترجمہ:- میں نے یہ مشہور خرقہ شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الجامع کے ہاتھ سے ان کے باغ مقلی جو مضافات موصل میں ہے ۶۰۱ھ میں پہنا اور ابن جامع نے خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا اور جس جگہ خضر علیہ السلام نے ان کو خرقہ پہنایا تھا اسی موضع میں انہوں نے مجھے پہنایا، اسی صورت میں بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے۔

اور ایک دوسری نسبت بغیر واسطہ کے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچتی ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا

صحبت انا والخضر علیہ السلام وتادبت بہ واخذت عنہ وصایا کثیرۃ۔

ترجمہ:- میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل کی اور ان سے ادب حاصل کیا اور ان سے بہت وصیتیں حاصل کیں۔

صاحب فصوص الحکم کے مآثر کی شرح اور اصحاب خصوص کے اس پیشوا کے مکارم کا بیان اور اسکی تفصیل بیان کے احاطہ میں نہیں آسکتی اور نہ صحائف روزگار میں تحریر کی جاسکتی ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اسقدر حقائق و معارف بیان کئے ہیں کہ صوفیائے کرام میں کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہوسکا ہے اور نہ کسی کتاب میں ایسے معارف و حقائق پائے گئے ہیں

www.maktabah.org

مثنوی

زہی آں قدوہ ارباب توحید — زہی آن زبدۂ اصحاب تفرید
دُرِ دریائے تحقیق و معارف — خورِ خضرائے ارشاد و عوارف
محی الحق والدین کانِ اسرار — پناہِ زمرۂ ابرار و احرار
فصوص معرفت از معدنِ او — بجوہریان رسید از مخزن او
جہان را واردات او از فتوحات — ز نقد جوہر کانِ کرامات
ملوکان صفا را مخزنی نیست — کہ پُر از معدن آن جوہری نیست
بر دی ساکنانِ وحدت آباد — درِ توحید وز تفرید بکشاد
زہی خضر و سکندر ذاتِ پاکش — کہ مجری آب حیوانست خاکش
ز دریائے حضورش بحر قطرہ — ز نورش لمعۂ خورشید ذرّہ
ز لطفِ لانہایت در بدایت — شدہ خاتم ولایت از عنایت

نوٹ :- یہ تمام اشعار حضرت شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر نوراللہ مرقدہ کی تعریف میں ہیں اوران اشعار میں آپ کی مشہور کتابوں میں فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ کا ذکر بہت ہی خالص انداز در صفت ایہام و توریہ میں کہا گیا ہے، تمام اشعار جامع ملفوظات شیخ نظام غریب یمنی کی طبع کا نتیجہ ہیں ان کو حضرت قدوۃ الکبرا سے منسوب نہ کیا جائے۔ مترجم

ترجمہ مثنوی :- ۱- آپ ارباب توحید کے پیشوا ہیں آپ کا کیا کہنا اور آپ اصحاب تفرید میں منتخب ہیں

۲- تحقیق و معارف کے آپ موتی ہیں اور ارشاد و عوارف کے آسمان کا سورج ہیں۔

۳- آپ کا نام نامی محی الدین ہے آپ اسرار معرفت کی کان ہیں اور تمام ابرار و احرار کی پناہ۔

۴- معرفت کے بے نگینے جو فصوص الحکم کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کی کان کے نگینے ہیں جو اُن کے خزانے سے نکل کر زمانے کے جوہریوں کے پاس پہونچے ہیں۔

۵- تمام زمانے کیلئے آپ کی واردات جو فتوحاتِ مکیہ میں بیان کی گئی ہیں وہ کانِ کرامات سے نکلے ہوئے جواہر ہیں

۶- صفائے باطن کے بادشاہوں (صوفیائے کرام) کے پاس ایسا کوئی خزانہ نہیں ہے جو ان جواہر سے پُر نہ ہو۔

۷- دنیائے وحدت کے رہنے والوں کے لئے آپ نے تفرید سے توحید کا دروازہ کھول دیا ہے۔

۸- آپ کی ذاتِ پاک سے آبِ حیات کا ظہور ہوتا ہے جس سے خضر و سکندر فیضیاب ہوتے ہیں۔

۹- آپ کے دریائے حضوری کے لئے سمندر ایک قطرہ کی طرح ہے اور آپ کے نور معرفت کے مقابل میں خورشید ایک ذرّہ کی طرح ہے۔

۱۰- خداوند تعالیٰ کے لطفِ لانہایت سے آپ سلوک و معرفت کی ابتداء ہی میں خاتم ولایت کے منصب پر فائز ہو گئے تھے

www.maktabah.org

حضرت شیخ محی الدین بلاد اندلس میں ۲۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ شب دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ میں شب جمعہ کو دمشق میں ہوا اور آپ کو القونیوی کے باہر دفن کیا گیا، اب یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق القونیوی

آپ کی کنیت ابو المعالی ہے۔ شیخ صدرالدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، چاہے عقلی ہوں یا نقلی، آپ کے اور خواجہ نصیرالدین طوسی کے درمیان سوال وجواب کا سلسلہ بہت مشہور ہے۔

مولانا قطب الدین المعروف بہ علامہ شیرازی علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں اور کتاب جامع الاحوال اپنے قلم سے لکھ کر آپ کے سامنے پڑھی ہے اور وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ مولانا صدرالدین شیخ اکبر کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ شیخ اکبر ان کو شیخ کبیر فرماتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی سے منقول ہے کہ وہ (شیخ صدرالدین) شیخ محی الدین ابن عربی کے پسر متبنٰی تھے۔ حضرات صوفیہ میں سے شیخ مویدالدین جندی، مولانا شمس الدین ایکی، شیخ فخرالدین عراقی اور شیخ سعیدالدین فرغانی قدس اللہ ارواحہم اور بعض دوسرے اکابر صوفیہ نے آپ کے حجرے میں آپ سے تربیت پائی ہے اور آپ کی صحبت میں کمال حاصل کیا ہے۔ شیخ سعدالدین حموی کی صحبت میں آپ بہت زیادہ رہے ہیں۔ ان سے آپ نے بہت سے سوالات بھی کئے ہیں شیخ صدرالدین کو بعض مشاہدات میں ابتداء سے انتہا تک جو کچھ ان کو پیش آنے والا ہے سب دکھا دیا گیا تھا۔

جب شیخ اکبر قونیہ میں آئے تو شیخ صدرالدین کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ شیخ محی الدین ابن عربی کے حبالۂ عقد میں آگئیں جس کی وجہ سے آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی خدمت اور صحبت میں پرورش پائی۔ آپ شیخ کے کلام کے ناقد اور شارح ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں شیخ کا مقصود اس طرح کہ عقل اور شرح کے مطابق ہو، آپ کی تحقیقات کے تتبع کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں منجملہ ان کے تفسیر سورۂ فاتحہ، مفتاح الغیب، فصوص، فکوک، شرح حدیث ہیں۔ کتاب نفحات الٰہیہ میں انہوں نے اپنی واردات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے کمالات کا پتہ چلتا ہے، آپ کے اور مولانا جلال الدین رومی کے مابین بڑی خصوصیت اور یگانگت تھی۔ ایک بار شیخ شرف الدین قونیوی نے شیخ صدرالدین کبیر سے پوچھا کہ کہاں سے کہاں تک اور ان دونوں کے درمیان حاصل کیا ہے؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

"علم سے موجودات خارجیہ تک اور اس میں حاصل یہ ہے کہ نسبت جامعہ کی تجدید ہو جائے جو جانبین میں ظاہر ناظر دو حکم کی ہیں"

شیخ مویدالدین جندی

آپ شیخ صدرالدین قونیوی کے مخلص اور مخصوص احباب میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری و

۱؎ بعض کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک لکھی گئی ہے۔

www.maktabah.org

باطنی علوم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ شیخ مویدالدین جندی نے شیخ اکبر (شیخ محی الدین ابن عربی) کی بعض تصنیفات جیسے فصوص الحکم، مواقع النجوم کی شرح لکھی ہے بعد میں فصوص الحکم کی جسقدر شرحیں لکھی گئی ہیں انکا ماخذ یہی شرح ہے اور اس سے بہت سے حقائق ودقائق کا اظہار ہوتا ہے۔

شیخ مویدالدین جندی اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں کہ میری شرح کا خطبہ حضرت شیخ کبیر نے تحریر فرمایا ہے۔ اس اثناء میں آپ نے مجھ پر ایسا تصرف فرمایا کہ کتاب فصوص الحکم کے تمام مباحث ومطالب مجھ پر واضح ہو گئے۔ شیخ ابن الفارض کی طرح حقائق ومعارف کے بیان میں اس شرح میں ان کے عربی اشعار بھی لطیف ہیں۔

اسی طرح کچھ اشعار شیخ فخرالدین عراقی نے اپنی کتاب لمعات میں نقل کئے ہیں۔

شعر

البحر بحرٌ علیٰ ما کان فی قدم	ہے بحر، بحر وہی جو کہ آپ سے پہلے تھا
ان الحوادث امواج وانھار	حوادثات زمانہ ہیں، موجیں اور نہریں
لا یحجبنك اشکال تشاکلھا	کہیں حجاب نہ بن جائیں خالق کونین
عمن تشکل فیھا وھی استار	یہ رنگارنگ صور اور یہ مختلف شکلیں

آپ نے قصیدہ تائیہ فارضیہ کا جواب بھی لکھا ہے (یعنی اسی طرز میں قصیدہ لکھا ہے)

شیخ سعیدالدین فرغانی شیخ کبیر (صدرالدین قونیوی) کے مخلص اصحاب میں سے ہیں۔ علوم غریبہ اور مصطلحات عجیبہ سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ قصیدہ تائیہ فارضیہ کی بہت ہی اعلیٰ پایہ کی شرح آپ نے لکھی ہے۔ ایک اور تصنیف منہاج العباد الی المعاد کے نام سے ہے۔ مذاہب آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اس کا موضوع ہے۔ اس راہ کے راہرؤوں کو اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے بلکہ بہت اہم اور ضروری ہے ان کو نسبت خرقہ سلوک شیخ کبیر سے حاصل ہے جیساکہ بیان کیا جاچکا ہے۔ اور ان کے خرقہ ارادت کی نسبت حضرت شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی سے ہے (شیخ کبیر سے خرقہ تبرک حاصل کیا ہے اور خرقہ ارادت وخلافت شیخ نجیب الدین علی بزغش شیرازی سے) شیخ نجیب الدین علی بزغش نے خرقہ ارادت شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردی) سے اور انہوں نے اپنے عم بزرگ شیخ نجیب الدین سہروردی سے۔ شیخ الشیوخ کی نسبت خرقہ ان کے دو چچاؤں سے ہے۔ ایک تو یہی شیخ نجیب الدین سہروردی سے اور دوسرے شیخ وجیہہ الدین سے ہے اور آپ کی نسبت خرقہ قاضی وجیہہ الدین سے بھی بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے باقی واسطوں کو حسب موقع بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن الطفونجی شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مقام طفونج (بغداد کے نزدیک ایک مقام) کے رہنے والے تھے ایک روز یہ منبر پر آئے اور کہا انا بین الاولیاء کالکرکی بین الطیور اطولھم عنقاً۔ (میں اولیاء اللہ کے درمیان ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ کہ اس کی گردن سب سے لمبی ہوتی ہے)

www.maktabah.org

ذکر اصحاب غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

شیخ ابو عمر حریفینی | غوث الثقلین کے مخلص اصحاب میں سے ہیں ان کے تائب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ تیز ہوا میں کبوتروں کا ایک غول گذر رہا ہے۔ ایک کبوتر نے کہا

سبحان من عندہٗ خزائن کل شیءٍ وما ینزلہ الا بقدر معلوم

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں وہ ان کو ایک معلوم انداز کے مطابق نازل کرتا ہے۔

دوسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من اعطیٰ کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر شے کو وجود بخشا اور پھر اس کی رہنمائی فرمائی۔

تیسرے کبوتر نے کہا:

سبحان من بعث الانبیاء حجتہ علیٰ خلقہ وفضل علیھم محمدًا

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ مخلوق پر اس کی حجت بنیں۔ اور ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔

ایک اور کبوتر نے کہا:۔

کل مافی الدنیا باطل الا ماکان اللہ ورسولہٗ

ترجمہ:۔ جو کچھ دنیا میں ہے وہ باطل ہے سوائے اس کے جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک اور کبوتر نے کہا:۔

یا اھل الغفلۃ عن مولٰکم قوموا الیٰ ربکم۔

ترجمہ:۔ اپنے مالک سے اے غافل رہنے والو! اپنے پروردگار کی طرف کھڑے ہو جاؤ

(آپ کہتے ہیں کہ) ان کبوتروں کی حمد وثنا سنکر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور میری حالت میں عجیب انقلاب برپا ہو گیا، میرا دل دونوں جہان کی آرزوؤں سے سرد ہو گیا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں خود کو ایسے شخص کے حوالے کروں گا جو حق کا راستہ دکھائے، میں اسی خیال میں چلا جا رہا تھا کہ ایک نورانی چہرے والا شخص نمودار ہوا اور اس نے میرا نام لے کر السلام علیکم کہا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد میں نے اس شخص کا دامن پکڑ لیا اور اس کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ تم کون ہو اور تم کو میرا نام کسطرح معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں خضر ہوں میں شیخ عبدالقادر کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابو العباس! کل رات مقام صدیقین میں ایک شخص کے اندر جذبہ خدا پرستی پیدا ہوا ہے اس کے اس جذبہ کو بارگاہ الٰہی میں قربت حاصل ہو گئی ہے اور یا لائے ہفت آسمان سے اسکو مرحبا کہا گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ خود کو کسی شیخ کے سپرد کرے گا آپ جائیے اور اسکو میرے پاس لے آیئے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھکر

www.maktabah.org

فرمایا خوش آمدید اے وہ کہ جس کے دل میں پرندوں کی زبان سے تسبیح سن کر جذبۂ خدا طلبی پیدا ہوا ہے پھر آپ نے مجھے یہ بشارت دی کہ عبدالغنی ابن نقطہ نامی شخص تمہارا مرید ہو گا جو ایک بہت بڑا ولی اللہ ہو گا یا ارشاد فرما کر کلاہ طاقیہ میرے سر پر رکھی جس کی خنکی میں نے اپنے دماغ میں محسوس کی اور دماغ سے دل تک اسکی ٹھنڈک پہنچی اور دماغ سے دل تک عالم ملکوت کا حال مجھ پر منکشف ہو گیا۔

شیخ بقا بن بطور آپ حضرت غوث الثقلین کے معاصرین میں سے تھے آپ سے اسقدر حقائق و معارف ظہور میں آئے جن کی شرح ناممکن ہے شیخ بقا بن بطور کی نسبت ارادت و خلافت کے بارے میں بات تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

شیخ قضیب البان الموصلی آپ کبراء متقدمین اور کاملین روزگار میں سے تھے حضرت غوث الثقلین کے مریدوں میں سے ہیں ان کو کشف صوری میں اسقدر قدرت حاصل تھی کہ مختلف صورتوں میں آجاتے تھے اور بیک وقت کئی جگہوں پر موجود رہتے تھے۔ لوگوں نے حضرت غوث الثقلین کے سامنے عرض کیا کہ شیخ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے، حضرت غوث الاعظم نے سن کر فرمایا کہ ہائیں ہائیں! ایسا مت کہو کہ اس کا سر تو ہمیشہ سجدے میں رہتا ہے۔

شعر

بظاہر گر نباشد در عبادت

چہ شد در سر عبادت کرد عادت

ترجمہ:۔ اگر ظاہراً عبادت نہیں کی تو کیا ہوا۔ چونکہ اُسے مخفی عبادت کی عادت ہو گئی ہے۔

شیخ ابن القائد شیخ محمد الاوانی المعروف بہ ابن القائد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدوں میں سے تھے انکو مفرد الحضرت بھی کہا جاتا ہے آپ مفردان میں تھے۔ منصب افراد پر فائز تھے۔

شیخ ابوالسعود بن الشبل آپ بھی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے۔

شیخ ابو مدین المغربی آپ کا نام نامی شعیب بن حسین ہے اور آپ ابو مدین مغربی کے نام سے مشہور ہیں یہ گروہ صوفیہ کے مقتدیٰ ہیں۔ آپ کی صحبت میں بہت سے مشائخ درجۂ کمال کو پہنچے ہیں ان ہی شیوخ میں سے ایک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔ امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ یمن کے اکثر شیوخ شیخ عبدالقادر جیلانی سے نسبت رکھتے ہیں اور بعض کی نسبت شیخ ابو مدین سے ہے۔ ان شیخ ابو مدین کو شیخ مغرب کہا جاتا ہے اور حضرت غوث الثقلین شیخ مشرق ہیں

شیخ ابوالعباس بن العریف الاندلسی آپ کے بارے میں صاحب فتوحات مکیہ اپنے شیخ سے یہ واقعہ سناتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں اپنے شیخ ابن عریف سے رخصت ہو کر جنگل میں سیر کے لئے نکل گیا میں جس گھاس یا درخت کے پاس پہونچتا تو وہ کہتا (کہتی) کہ مجھے لے لو، (حاصل کرو) کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔ اس طرح ہر ایک گھاس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ میں نے یہ ماجرا اپنے شیخ

www.maktabah.org

سے بیان کیا (یعنی ابن عربی کے شیخ نے ابن عریف سے یہ بات بیان کی) تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی ہے اب تم وہاں پر جاؤ اگر اس مرتبہ بھی گھاس پھونس تم سے ہم کلام ہوں تو سمجھنا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہوئی۔ یہ شیخ کے ارشاد کے بموجب جب جنگل میں پہونچے تو اس مرتبہ کسی چیز یا گھاس نے ان سے کلام نہیں کیا، یہ بہت شرمائے اور اپنے شیخ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری توبہ قبول کر لی گئی ہے اور یہ اسکی نشانی ہے۔ آپ کا انتقال ۵۳۶ھ میں ہوا۔

شیخ ابو الربیع الکفیف

شیخ ابو الربیع الکفیف المالقی، شیخ ابو العباس ابن العریف کے مرید تھے۔

شیخ ابن الفارض

شیخ ابن الفارض الحموی المصری قدس اللہ سرہٗ کی کنیت ابو الحفص ہے۔ مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مصر کے اکابر علماء میں سے تھے۔ شیخ ابن الفارض کا ایک دیوان ہے جو معارف وفنون لطائف پر مشتمل ہے ان قصائد میں سے ایک قصیدہ تائیہ ہے جو سات سو پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ مشائخ کرام میں بہت ہی مشہور ومعروف ہے (تائیہ ابن الفارض کہلاتا ہے) اسی طرح علم وفضل والوں میں بھی اسکی شہرت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس قصیدے میں شیخ نے سیر وسلوک کے تمام منازل، علوم دینیہ کے جمیع حقائق ومعارف یقینیہ خود اپنے ذوق سے اور دوسرے مشائخ عظام واکابر صوفیہ کے معارف وارادت کو اس میں جمع کر دیا ہے اور ان حقائق ومعارف کو ایسی خوبی اور عمدگی کے ساتھ نظم کیا ہے کہ یہ بات کسی دوسرے کو میسر نہ آسکی اور ارباب فضل وہنر میں سے کسی کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ نوعِ بشر سے اکثر کا مقدور نہیں ہے کہ ایسا قصیدہ کہہ سکے۔

شعر

من کل لطف فیہ لفظ کاشف — فی کل معنی منہ حسن باھر

بحر ولکن الطفادۃ عنبر — مزن ولکن الغیوب جواھر

ترجمہ:- اس میں جو لفظ ہے وہ کاشف ہے ہر معنی میں ہر لطف کا اور اس میں حسن ظاہر بھی ہے۔ یہ بحر ہے لیکن خرمن آفتاب عنبر ہے، باران ہے لیکن اس کے جواہر چھپے ہوئے ہیں۔

شیخ ابن الفارض رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ جب میں قصیدہ تائیہ مکمل کر چکا تو خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ

"اے عمر! تم نے قصیدہ کو کس نام سے موسوم کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کا نام لوائح الجنان وروائح الایقان رکھا ہے!"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم اس کا نام "نظم السلوک" رکھو۔"

پس میں نے اس کا یہی نام رکھا ہے۔

منقول ہے کہ یہ قصیدہ شعر وقانونِ فکر کے تحت نہیں کہا گیا ہے (جیسا کہ عام طور پر شعر کہا جاتا ہے) بلکہ آپ پر جذبۂ محبت وعشق الٰہی طاری ہوتا تھا اور آپ اس جذبہ کے تحت دس دس، بارہ بارہ دن تک اپنے حواس سے غائب

www.maktabah.org

رہتے تھے اس کے بعد جب ہوش وحواس میں آتے تھے تو بے اختیار اشعار لکھتے چلے جاتے تھے اور اس طرح تیس چالیس اشعار لکھ لیتے تھے پھر آگے بھول جاتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایسا ہی جذبہ طاری ہوتا اور پھر ہوش میں آتے تو پھر اس طرح اشعار لکھتے چلے جاتے تھے۔ پس یہ پورا قصیدہ واردات الہٰی اور الہامات نا متناہی کے تحت کہا گیا ہے۔ اکثر اکابر روزگار نے اس قصیدے کی شرحیں لکھی ہیں۔

شیخ صدرالدین قونیوی کی مجلس میں علما اور طلبا حاضر ہوتے تھے اور مختلف علوم پر گفتگو ہوتی تھی اختتام پر قصیدہ نظم السلوک کے بعض اشعار پڑھے جاتے تھے شیخ برہان الدین عجمی زبان میں اشعار کی تشریح میں ایسے ایسے عجیب و غریب معارف بیان فرماتے تھے کہ ان کو صرف ذوق و وجدان رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اور دوسروں کے بس کی بات نہیں ہوتی تھی اشعار کے معانی بیان کرتے وقت ہر لحظہ اور ہر آن ایک نئے معانی آپ کو وارد ہوتے تھے۔ حضرت امام عبداللہ یافعی کو آپ کا یہ شعر بہت پسند تھا۔

شعر

هنيئاً لاهل الدير كم سكروابها

وما شربوا منها ولكنهم هموا

ترجمہ:۔ اے شراب خانے کے لوگو! تم نے کس قدر شراب پی ہے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ابھی اس کا ارادہ ہی کیا ہے۔

شیخ برہان الدین اپنے کچھ اصحاب کبار کے ساتھ ان کے مرقد کی زیارت کے لئے گئے تھے تو دیکھا کہ آپ کی قبر کے چاروں طرف مٹی کے انبار لگے ہیں آپ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور یہ شعر پڑھا۔

شعر

مساكن اهل العشق حتى قبورهم

عليها تراب الذل بين المقابر

ترجمہ:۔ اہل عشق کے مسکن یہاں تک کہ ان کی قبروں پر بھی خواری کی مٹی کے ڈھیر ہیں دوسری قبروں کے درمیان پھر آپ نے ارد گرد اور قبر سے مٹی صاف کی۔ اس مٹی کو اپنے دامن میں بھر بھر کر دوسری جگہ ڈالا اور اس طرح قبر کو مٹی سے بالکل پاک و صاف کر دیا۔

شیخ ابن فارض رضی اللہ عنہ نے ۲ جمادی الاول ۶۳۲ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ حمّاد دباس

حضرت شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ میں سے تھے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے معارف و اسرار کے دروازے آپ پر کھول دیئے تھے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ایام جوانی تھے جب آپ شیخ حماد دباس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت غوث الثقلین بڑے ادب کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ اٹھ کر کسی ضرورت سے باہر گئے تو شیخ حماد

www.maktabah.org

نے فرمایا کہ اس عجمی شخص کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ کچھ مدت گذر جانے کے بعد تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے زیر قدم تھیں (اور حضرت حماد کا وہ اشارہ اور پیشگوئی ہو کر رہی)
شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رمضان ۵۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شجرۂ سوئم

سلسلۂ کبرویہ

سلسلۂ کبرویہ کا منشا و مبنٰی جو حضرت شیخ الشیوخ ابو نجیب الدین سہروردی تک مسلسل پہنچتا ہے شیخ نجم الدین کبرٰی ہیں۔ شیخ نجم الدین کبرٰی کی کنیت ابو الجناب ہے اور آپ کا نام نامی احمد عمر الحیوقی ہے اور لقب کبرٰی ہے۔ اولاً آپ میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ بابا فرخ تبریزی کا فیض نظر تھا، پھر آپ حضرت شیخ اسماعیل قصری کے مُرید ہوگئے اور آپ ہی سے تربیتِ سلوک حاصل کی، پھر ان کے اشارے کے بموجب آپ حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں مزید تربیت حاصل کی۔ بعد ازیں سلوک راہِ الٰہی کی تحصیل و تکمیل اور مقامات نامتناہی پر عبور حضرت شیخ روزبہان کبیر کی خدمت میں میسّر ہوا اس کی تفصیل اس "ملفوظات" میں دوسرے مقام پر کی گئی ہے۔

حضرت شیخ روزبہان کبیر کو بھی حضرت ابو النجیب سہروردی سے نسبت ہے۔ چنگیز خان لعین کا خروج آپ (نجم الدین کبرا) ہی کی بد دُعا کے نتیجے میں ہوا۔ جس نے ربع مسکون کی اکثر عمارتوں کو برباد کر ڈالا اور شہر کے شہر ویران کر دیئے۔ شیخ نجیب الدین کبرٰی کی شہادت پانے کا موجب بھی وہی لعین ہوا۔ اکثر مقتدایانِ روزگار و پیشوایانِ نامدار آپ سے نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے اکابر و اماثر آپ کی تربیت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائیگا۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ماہ ربیع الآخر ۶۱۶ھ میں پیش آیا۔

شیخ نجم الدین کبرٰی کی دوسری نسبت شیخ ابو النجیب سہروردی سے شیخ عمار یاسر کے واسطہ سے ہے، شیخ روزبہان کے واسطہ سے نہیں۔ شیخ نجم الدین کبرٰی کی کیفیت یہ تھی کہ اُن پر جب حال اور جذبہ طاری ہوتا اور اس وقت کوئی اُن کی نظروں میں آجاتا تو اُن سے فیضیاب ہوتا اور ولایت کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔

شیخ نجم الدین کبرٰی کو ایک نسبت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بغیر واسطہ کے حاصل ہے۔

ذکر خلفائے شیخ نجم الدّین کبرٰی

شیخ سعد الدین حموی | شیخ سعد الدین حموی شیخ نجم الدین کبرٰی کے خلفائے کبار سے ہیں۔ آپ صاحب احوال و صاحب ریاضت تھے۔ آپ کے بہت سے اصحاب و مریدین تھے۔ آپ کی تصانیف بھی ہیں آپ کا مسکن قاسیون تھا مدت تک وہاں رہے۔ پھر آپ خراسان واپس آگئے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

www.maktabah.org

آپ علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانہ میں یگانہ تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں کتاب محبوب اور سجنجل الارواح مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں رمزیہ کلام، مشکل کلمات اور اشکال و دوائر بہت پیش کئے ہیں جن کی بناء پر عقل و فکر ان کی عقدہ کشائی سے عاجز ہے۔ آپ شیخ صدر الدین تونوی کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کی وفات بروز عید الاضحیٰ (۱۰ ذی الحجہ) ۶۲۵ھ میں ہوئی۔

شیخ مجد الدین بغدادی شیخ مجد الدین بغدادی کی کنیت ابو سعید تھی اور نام نامی مجد الدین شرف المؤید بن ابی الفتح بغدادی تھا۔ بغداد آپ کا مولد و وطن تھا، آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ آپ نہایت خوبرو اور ظریف الطبع تھے۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ اس وقت شیخ نجم الدین کبرا کی صحبت سے مشرف ہوئے (انکے مرید ہوئے) جبکہ آپ "امرد" تھے خلاف واقعہ ہے۔

خوارزم شاہ پر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا جو غیظ و غضب نازل ہوا کہ اس نے شیخ مجد الدین کو دریائے دجلہ میں غرق کرا دیا تھا۔ درخود اُس کا ہلاکو بن تولیخان بن چنگیز خان کے ہاتھ سے مارا جانا اور اس لعین کے ہاتھوں مملکت کی بربادی اور روئے زمین کی تباہی کا موجب آپ ہی کی ذات تھی۔

آپ کی شہادت ۶۰۶ھ میں اور بقول بعض ۶۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی بیوی کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ ان کو نیشاپور بھیج دیا گیا اور ۶۳۲ھ میں نیشاپور سے اسفرائین پہنچا دیا گیا۔

شیخ سیف الدین باخرزی آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے عظیم خلفاء میں سے تھے، تحصیل و تکمیل علوم کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ ابتداء میں آپ کو خلوت میں بٹھایا گیا تاکہ چلہ کھینچیں۔ جب دوسرا چلہ کرایا گیا تو شیخ آپ کے حجرے کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دے کر فرمایا کہ اے سیف الدین ؎

شعر

منم عاشق مرا غم سازوار است
تو معشوقی ترا باغم چہ کار است

ترجمہ:- میں عاشق ہوں اور مجھے غم سے سروکار رہتا ہے جبکہ تم معشوق ہو تمہیں غم سے کیا سروکار ہے؟

اُٹھو اور باہر آؤ۔ جب وہ باہر آئے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے پھر اُن کو بخارا کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ کا انتقال ۶۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار بخارا میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

سلسلۂ فردوسیاں

شیخ نجم الدین فردوسی
شیخ شرف الدین یحییٰ منیری

اکابر سلسلۂ فردوسیاں کا منشاء و مبنیٰ خانوادہ کبرویہ ہے۔ ہندوستان میں خانوادہ فردوسیہ کو

www.maktabah.org

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری سے بہت شہرت ہوئی۔ یہ سلسلۂ فردوسیہ خانوادۂ کبرویہ سے اسطرح ملتا ہے کہ شیخ سیف الدین باخرزی سے یہ نسبت حضرت شیخ بدرالدین سمرقندی کو حاصل ہوئی اور ان سے شیخ رکن الدین فردوسی کو حاصل ہوئی اور اُن سے شیخ نجم الدین فردوسی کو نسبت حاصل ہوئی اور شیخ نجم الدین فردوسی سے یہ نسبت حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کو حاصل ہوئی۔ واضح ہو کہ شیخ نجم الدین فردوسی نجم الدین صغریٰ کہلاتے تھے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ کے سریر دولت و شوکت کے دور و نزدیک کے خادموں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور ان میں محمد تغلق کے امرائے دولت اور مقربانِ شاہی بھی تھے۔ ان سب نے شرفِ وصول اور قرب کا اعزاز حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ شرف الدین تحصیل علوم شرعیہ و ریاضاتِ اصلیہ و فرعیہ کی تکمیل کے بعد حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر ارادت و ارشاد کی استدعا کی تو حضرت نے کچھ دیر کے استغراق کے بعد فرمایا برادرم شرف الدین! تم کو ارادت میں قبول کرنا اور سلوک کی دولت عطا کرنے کا شرف میرے بھائی نجم الدین صغریٰ کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تم وہاں جاؤ کہ وہ تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔ جب حضرت کے اشارے کے بموجب آپ نے شیخ نجم الدین صغریٰ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ فقیروں کے پاس سے خالی ہاتھ نہ جاؤ۔ اس خاندان چشت کی دولت سماعی و صفائی تم کو مبارک ہو۔ حضرت شرف الدین تعظیم بجا لائے، خاندان فردوسیہ میں سماع و صفا کی یہ دولت اسی خاندان کا عطیہ ہے۔

حضرت نجم الدین صغریٰ کے اوصاف ذاتی کی شرح اور آپ کے اخلاق کا بیان اور آپ کے صفاتِ لطیفہ کی تشریح حد سے فزوں اور بیان سے باہر ہے خامہ و بیان اور زبان عیاں نہیں کر سکتے۔

قطعہ

صفات ذات آن عالی مناقب — برون از حد و برتر از بیان است
زہی آن قدوۂ اصحاب وجدان — خہی آن عمدہ از عارفان است
شہ ملک ولا و والیٔ پاک — کہ در بزم معارف کامران است
جہان شد تازہ از باد بہارش — بہار خورم از سرو روان است
دماغ آسودۂ از باغ فردوس — چراغ دودۂ فردو سیان است
بساتین تازہ دارد از ریاحین — زگلزار معارف بوستان است

ترجمہ:- ۱- اس بلند اوصاف رکھنے والی ہستی کے صفات کا بیان حد سے فزوں اور بیان سے برتر و بالا ہے۔

۲- سبحان اللہ! ارباب وجدان و طریقت کے اس پیشوا کی کیا تعریف کی جائے اور واہ واہ عارفان زمانہ میں اس منتخب ہستی کے اوصاف کیا بیان ہوں؟

۳- وہ ملک خلوص و محبت کے والی اور حکمران ہیں اور سبحان اللہ! عارفانِ زمانہ میں اس منتخب ہستی کا کیا کہنا کہ

www.maktabah.org

وہ بزم عارفاں میں ایک کامیاب ہستی ہیں
۴۔ آپ کے باغ عرفاں سے چلنے والی بادِ بہاری سے دنیا تروتازہ ہوگئی، بہار کی یہ تمام تازگی اور رونق آپ ہی کے وجود سے ہے کہ آپ باغ عرفاں کے سرو رواں ہیں۔
۵۔ باغ فردوس کی نکہت سے دماغ آسودہ اور خوشبو سے بہرہ مند ہے کہ آپ کی ذات والا سلسلہ فردوسیاں کا چراغ ہے
۶۔ باغ اپنے پھولوں سے تروتازہ اور شاداب رہتا ہے۔ گلزار سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو صرف بوستان کہدیا جائے بوستان میں جب یہ تازہ ہوائیں نہ ہوں گی وہ بوستان یا گلزار نہیں ہے۔

شیخ جمال الدّین گیلی

آپ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے کبار سے ہیں۔ اس زمانے میں جب ان کے دل میں حضرت شیخ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا تو یہ کتب خانے میں آئے اور ہر علم کی ایک ایک کتاب اپنے پاس رکھ لی اور ان کتابوں کو لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُن سے کہہ رہا ہے کہ اے گیلک اس پشتارے کو پھینکدے، یہ حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ میرے پاس تو کچھ بھی دنیاوی سامان نہیں ہے اور نہ اس سامان کے جمع کرنے کی مجھے خواہش ہے پھر یہ پشتارا کیا ہے؟ تین راتوں میں مسلسل ان سے یہی کہا گیا، آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے عرض کیا کہ اے شیخ! یہ پشتارا کیا ہے جس کے پھینکنے کیلئے مجھ سے کہا جارہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ علوم غریبہ کی منتخبہ کا یہ گٹھا ہی وہ پشتارا ہے جسکے پھینکنے کیلئے کہا جارہا ہے۔ انہوں نے فوراً تمام کتابیں دریا میں پھینکدیں۔

شیخ بابا کمال خجندی

شیخ بابا کمال خجندی حضرت نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ آپ مرتبۂ کمال پر فائز تھے، حضرت شیخ نے ان کو خرقۂ خلافت عطا فرماتے ہوئے کہا کہ مملکتِ ترکستان میں مولانا شمس الدین مفتی کے ایک صاحبزادے ہیں ان کو احمد مولانا کہتے ہیں یہ خرقہ ان کو پہنچانا ہے اور ان کی تربیت میں تم کوتاہی نہ کرنا جب بابا کمال یہ خرقہ لے کر خجند پہنچے تو راستہ میں کچھ بچوں کو کھیلتا ہوا پایا۔ چونکہ احمد مولانا ابھی کم سن تھے وہ بھی ان بچوں میں موجود تھے لیکن وہ کھیل میں شریک نہیں تھے بلکہ دوسرے بچوں کے کپڑوں کی نگرانی کر رہے تھے احمد مولانا نے جب بابا کمال کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ کا استقبال کرتے ہوئے سلام پیش کیا اور کہا کہ جس طرح ہم دوسروں کے ان چند کپڑوں کی نگہبانی کر رہے ہیں اسیطرح آپ ہمارے جامہ کی نگہداشت کریں، یہ سنتے ہی بابا کمال نے ان کو آغوش میں لے لیا اور ان کو اسیطرح آغوش میں لئے ہوئے حضرت شمس الدین مفتی کے مکان پر پہنچے۔ مفتی صاحب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ بابا کمال! یہ فرزند مجذوب ہے ممکن ہے کہ آپ کی مناسب خدمت نہ کرسکے ان سے چھوٹا بھائی زیادہ ہوشیار ہے اور مؤدب ہے، بابا نے فرمایا وہ بھی خوش نصیب ہے ہم تو شیخ کے ارشاد کے بموجب ان احمد مولانا کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے احمد مولانا کو بہت ہی کم مدت میں اپنی تربیت سے فارغ کردیا پھر تو اُن کے کمالات کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے طالبانِ طریقت نے انکی صحبت میں تربیت حاصل کی اور مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ سے تربیت حاصل کرنے والوں میں ایک اہم شخصیت بہاؤالدین کبرا کی ہے

www.maktabah.org

کہ انہوں نے اپنے چھوٹے دانشمند بھائی جن کا نام مولانا محمد تھا، کی تربیت مولانا احمد کے سپرد کردی تھی، علاوہ ازیں شیخ بہاؤ الدین نے اپنے چھوٹے بیٹے ابوالفتوح کو بھی احمد مولانا کی تربیت میں دے دیا تھا۔ خواجہ ابوالوفا خوارزمی انہی شیخ ابوالفتوح سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سلسلۂ مشائخ میں بیان کیا گیا ہے ؎

اشعار

رسید فیض علی را ز احمدِ مختار ... پس از علی حسن آمد خزینۂ اسرار

حبیب و طائی و معروف پس سری و جنید ... ز بوعلی و دگر مغربی سر اخیار

عقیب این ہمہ بوالقاسم و پس نساج ... امام احمد پس سہروردی و عمار

پس از اکابر مذکور شیخ نجم الدین ... کہ بود قدوہ اخیار و سرورِ ابرار

کمال و احمد و آنکہ بہار ملتِ دین ... دگر محمد پس بوالفتوح فخر کبار

ترجمہ:۔ ۱۔ حضرت علیؓ کو فیض پہنچا احمدِ مختارؐ سے۔ اور علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خزینۂ اسرار بن گئے۔

۲۔ حبیب اور طائی اور معروف کے بعد سری اور جنید آئے اور پھر بوعلی مغربی سرزمین نیکوکاروں کے سردار تھے۔

۳۔ ان کے بعد بوالقاسم اور نساج، اور امام احمد، سہروردی اور عمار تھے۔

۴۔ مذکورہ اکابرین سے شیخ نجم الدین نیکوکاروں اور ابراروں کے سردار۔

۵۔ کمال اور احمد ملتِ دین کا خزانہ تھے اور محمد پشت پر تھے بوالفتوح فخر کبار کے۔

بعض حضرات نے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ خواجہ ابوالوفا خوارزمی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں تھے

شیخ نجم الدین رازی

شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ "نجم الدین دایہ" شیخ نجم الدین کبریٰ کے بہت ہی بلند مرتبت مریدوں میں سے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کی تربیت شیخ مجدالدین کے سپرد کردی تھی۔ آپ "مرصاد العباد" اور تفسیر "بحر الحقائق" کے مصنف ہیں۔ چنگیز خان کی تاخت و تاراج اور تباہ کاریوں کے باعث خوارزم کی سکونت ترک کرکے ارضِ روم میں چلے آئے، یہاں پر آپ کو شیخ زین الدین فردوسی، شیخ صدرالدین قونیوی اور مولانا جلال الدین رومی جیسے اکابر و مشائخ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے ۶۵۴ھ میں وفات پائی اور شنوزیزیہ مضافات بغداد میں شیخ سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی کے مقبرے کے قرب میں ایک مزار ہے اس مزار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ہی کا مدفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں آپ کی ایک رباعی درج کی جاتی ہے ؎

رباعی

شمع ار چہ چو من داغ جدائی دارد ... با گریہ و سوز آشنائی دارد

سر رشتۂ شمع بہ کہ سر رشتۂ من ... کان رشتہ سری بروشنائی دارد

ترجمہ:۔ شاید شمع میری طرح اپنے دل میں داغِ جدائی رکھتی ہے کہ میری طرح وہ بھی سوز و گداز میں مبتلا ہے۔

www.maktabah.org

میرا سر رشتہ بہتر ہے یا شمع کا کہ اُسی رشتہ کی بدولت اُس میں یہ روشنی موجود ہے۔

شیخ رضی الدین علی لالا

شیخ رضی الدین علی لالا کا نام علی بن سعید بن عبد الجلیل لالائی الغزنوی ہے آپ کے والد بزرگوار حکیم سنائی کے چچا زاد بھائی تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے مُرید تھے۔ شیخ رضی الدین لالا شیخ نجم الدین کبریٰ کے اصحاب میں سے تھے ابتدائے سلوک میں اُن کی صحبت میں رہے لیکن ارادت کا شرف شیخ مجد الدین سے حاصل کیا۔ منقول ہے کہ شیخ علی لالا نے ایک سو چودہ[۱۱۴] مشائخ کامل سے خرقہ کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان کی وفات کے بعد ۱۱۳ خرقہ موجود تھے، انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور ابو رضا رتن رضی اللہ عنہ کی صحبت حاصل کی تھی۔ یعنی شیخ رضی الدین علی لالا نے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا الرضا رتن بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحبت کی۔ شیخ ابو رضا رتن بن نصیرؓ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ ہائے مبارک میں سے ایک شانہ عطا ہوا تھا۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اس مبارک و مقدس شانہ کو اپنے خرقہ میں رکھتے تھے اور پھر اس خرقہ کو کاغذ میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا اور اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شانوں میں سے ایک شانہ ہے جو اس ضعیف بندے کو ایک صحابی کے توسط سے ملا ہے اور یہ وہ خرقہ ہے جو اس فقیر کو شیخ ابو الرضا رتنؓ سے حاصل ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (میں) حضرت ابو الرضا رتن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ پر بڑی نوازش فرمائی۔ اس فقیر کی ایک نسبت خرقہ حضرت ابو الرضا رتنؓ سے بھی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتی ہے۔

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی بن احمد بن محمد البیابانکی اصل میں سامانی النسل ملوک سمنان میں سے تھے، حضرت ابراہیم شاہ سمنان کی وزارت کا منصب ان کے سپرد تھا، یہ ایک معرکہ میں شریک تھے، اسی جنگ کے دوران ان پر جذبہ طاری ہو گیا اور انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ۶۹۹ھ اور بقول بعض ۵۰۱ھ میں شیخ نور الدین عبد الرحمٰن اسفرائینی کرخی کی خدمت میں پہنچے اور شرفِ ارادت حاصل کیا۔ ان کا عارفانہ کلام اس مجموعہ میں مختلف مقامات پر پیش کیا گیا ہے اسلئے تکرار و اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم اپنے ابتدائے کار میں (جب راہ معرفت میں قدم رکھا) ان کی خدمت میں باریاب ہوئے تھے اور ان سے بہت سے حقائق و معارف حاصل کئے تھے۔ حضرت شیخ نور الدین اسفرائینی کی نسبت شیخ احمد کورفانی سے ہے اور اُن کی نسبت حضرت شیخ علی لالا سے ہے اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں خانقاہ سکاکیہ کے اندر سولہ سال تک مقیم رہے۔ اس مدت میں انہوں نے ایک سو چالیس چلّے کئے، بعض کہتے ہیں کہ مختلف اوقات میں اُن کے چلّوں کی تعداد ایک سو تینتیس ہے، جب اُن کی عمر ۷۸ سال کی ہوئی تو شب جمعہ

www.maktabah.org

۲۲ راہ رجب ۷۳۶ھ میں بمقام برُج احرار صوفی آباد میں آپ کا انتقال ہوگیا اور قطب الاوتاد عماد الدین عبدالوہاب کے خطیرہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالبرکات تقی الدین شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی الدولہ سمنانی، شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی کے مریدوں میں سے ہیں۔

امیر سید علی ہمدانی امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی علوم باطنی ظاہری کے جامع گذرے ہیں اور آپ کی تصانیف بہت مشہور ہیں جو یہ ہیں:۔ "کتاب اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص شرح قصیدہ خمریہ فارضیہ

آپ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ المزدقانی کے مُرید ہیں اور وہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رح کے مُرید ہیں اور وہ مرید ہیں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کے اور وہ مُرید ہیں شیخ احمد خرقانی کے جو شیخ علی لالا کے مُرید ہیں۔

شجرۂ چہارم

سلسلۂ سہروردیہ

حضرت شیخ ابُوالنجیب سہروردی اس خانوادہ کا منشا اور اس کے بانی حضرت شیخ ابوالنجیب (عبدالقاہر) سہروردی ہیں۔ وہی اس خاندان کے پیشوا اور سربراہ ہیں۔ آپ کی نسبت خرقہ کے سلسلہ میں مختصراً ذکر لطیفہ سابقہ میں آچکا ہے۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں جن میں آداب المریدین بہت مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور سلسلہ خرقہ حضرت شیخ احمد غزالی تک پہنچتا ہے۔

آپ ایک دن قصابوں کی دُکان سے گذر رہے تھے وہاں ایک لٹکا ہوا دنبہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ دنبہ کہہ رہا ہے کہ میں مردار ہوں، مجھے ذبح نہیں کیا گیا ہے، قصاب یہ سنکر بے ہوش ہوگیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو حضرت شیخ کے قول کی صحت کا اقرار کیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ نے ۵۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ عین القضاۃ ہمدانی مقتدی الانام شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی کنیت ابوالفضل عبداللہ بن محمد المیانجی ہے۔ عین القضاۃ آپ کا لقب ہے۔ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ امام احمد غزالی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات آپ کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔ کیا عربی اور کیا فارسی دونوں زبانوں میں آپ نے جس قدر حقائق و دقائق کی شرح کی ہے کم ہی کسی اور نے کی ہوگی۔ آپ سے بہت سے خوارق عادات ظہور میں آئے مثلاً احیاء و امانت وغیرہ۔

شیخ امام احمد غزالی امام احمد غزالی (برادر حجۃ الاسلام محمد غزالی) علمائے شریعت و طریقت کے مقتدا اور مشائخ معرفت و حقیقت کے پیشوا ہیں۔ آپ کا کلام و ارشادات ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے

www.maktabah.org

ایک دلیل اور ایک سند ہے۔ آپ کی توالیف و تصانیف تمام طوائف صوفیہ میں مقبول اور معتبر ہیں۔ ان تصانیف میں ایک تصنیف "سوانح" ہے اسی کتاب نے شیخ فخر الدین عراقی کو کتاب "لمعات" لکھنے پر آمادہ کیا۔

کسی شخص نے امام محمد غزالی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خون میں بیٹھے ہیں جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مسئلہ حیض کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے۔

کچھ حصہ ان کی تصانیف کا حجۃ الاسلام (امام غزالی) کے پاس پہنچا انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمایا کہ سبحان اللہ ہم ڈھونڈتے رہے اور انہوں نے پالیا ؎

بیت

یکی می رود ، دیگری می رسد
یکی می رسد و دیگری می رود

ترجمہ:۔ ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے اسطرح ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔

حضرت شیخ احمد غزالی نے ۵۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار قزوین میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ آپ کے خرقہ کی نسبت حضرت ابوبکر نساج تک پہنچتی ہے۔

حضرت شیخ امام محمد غزالی

امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی کی کنیت ابو حامد ہے اور آپ کا لقب زین الدین ہے۔ آپ شیخ علی فارمدی کے مریدہیں جو حضرت ابوالقاسم گورگانی سے نسبت رکھتے تھے۔

امام غزالی اوائل عمر میں طوس اور نیشاپور میں رہے ۴۸۴ھ میں مدرسۂ نظامیہ بغداد کی مدرسی پر فائز ہوئے۔ جو اس زمانے میں ایک بہت ہی بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے کثیر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی وہ تصانیف جن سے تمام طبقوں اور فرقوں کے لوگ تمسک کرتے ہیں یہ ہیں:۔ کتاب احیاء العلوم، جواہر القرآن، تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدوں میں، مشکوٰۃ الانوار وغیرہ آپ کی مشہور ترین تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت ہی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

منقول ہے کہ آپ کی تصانیف کا انکار کرنے والے ایک شیخ نے جو معتزلی عقیدہ رکھتے تھے خواب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انکار کے باعث اس عالم کو سزا دی۔ جب یہ عالم خواب سے بیدار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوڑا مارا تھا اس کا نشان اس کے جسم پر موجود تھا اور جب تک یہ شخص زندہ رہا اس کوڑے کا نشان اس کے جسم پر باقی رہا۔

آپ شہر طوس میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۴۸۸ھ میں حجاز کا سفر کیا حج سے فارغ ہو کر آپ دمشق واپس آئے اور ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، آپ نے شہر طوس میں دوشنبہ ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات پائی جب کہ آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ نے علم طریقت اور خلافت شیخ ابوالمعالی جوینی سے حاصل کیا جو شیخ ابوالقاسم قشیری کے مرید تھے وہ شیخ ابو دقاق کے مریدوں میں سے تھے، اُن کے پیر و مرشد سید ابوالقاسم نصیر آبادی تھے، ان کے شیخ

www.maktabah.org
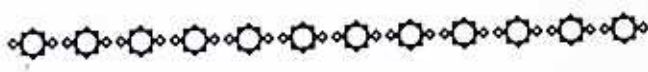
خواجہ ابوبکر شبلی تھے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔

شیخ ابوبکر طوسی نسّاج

شیخ ابوبکر بن عبداللہ نسّاج، شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرید ہیں۔ توکل، معرفت اور مشاہدہ میں آپکا کلام اسقدر بلند ہے کہ تمام مشائخِ طریقت نے اس بات میں انکی پیروی کی ہے

شیخ ابوالقاسم گرگانی

شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام نامی علی ہے، اپنے وقت کے عدیم المثال پیر تھے، ایک روز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے اور بہت سے درویش بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک درویش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کون سا بزرگ زیادہ صاحب منزلت و مرتبت ہے۔ جیسے ہی اس درویش کے دل میں یہ خیال آیا، پیر ہروی (سید شیخ ابوسعید ابوالخیر) نے اسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جو کوئی بیک وقت دو بادشاہوں کو ایک تخت پر دیکھنا چاہتا ہو وہ آئے اور ہم درویشوں کو دیکھ لے ؎

شعر

ہر کہ بیک تخت ندیدہ دو شاہ
گو نگرد سوی دو این کج کلاہ

اللہ تعالیٰ نے اس درویش کے دل سے حجاب کو اٹھا دیا اور شیخ کے کلام کا صدق اس پر ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں کی بزرگی سے آگاہ ہوگیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آج روئے زمین پر ان دو درویشوں سے زیادہ بزرگ کوئی اور شخص بھی ہے یا نہیں؟ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے پھر فرمایا کہ یہ ملک بہت مختصر ہے لیکن ہر روز اس ملک میں ابوسعید اور ابوالقاسم جیسے ستر ہزار افراد خداوند تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور ستر ہزار کے دل میں خشیتِ الٰہی پیدا نہیں ہوتی۔

شیخ ابوعثمان بن سعید

شیخ ابوعثمان بن سعید بن سلام المغربی قدوۂ مشائخ اور علمائے راسخین کے پیشوا تھے آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مرشد ہیں، زمانے کے اکثر اولیاء اللہ اور حضرات مشائخ کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔ آپ نے ۹ شوال ۳۷۳ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ ابوعلی الکاتب المصری

شیخ ابوعلی الکاتب کا تعلق طبقۂ چہارم کے مشائخ سے ہے۔ آپ بہت بڑے شیخِ وقت گذرے ہیں۔ خواجہ ابوعثمان مغربی آپ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ کو ابوبکر مصری اور شیخ ابوعلی رودباری سے شرفِ ارادت و خلافت حاصل تھا، آپ کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کو جب علم معرفت و طریقت میں کبھی دشواری پیش آتی اور کوئی نکتہ حل نہیں ہوتا تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک خواب میں انکشاف کر دیتی تھی۔

حضرت شیخ ابوعلی رودباری

آپ کا تعلق بھی طبقۂ رابعہ سے ہے آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن القاسم بن منصور ہے۔ آپ کے جدِ محترم کے والد وزرائے دربارِ شاہی سے تھے۔ آپ کا نسب

www.maktabah.org

کسریٰ (شاہ فارس) سے ملتا ہے۔ شیخ ابو القاسم گرگانی اور سید الطائفہ جنید بغدادی سے شرف صحبت حاصل کیا تھا اور ابو عبید اللہ رودباری کے ماموں تھے۔ شیخ ابو علی الکاتب جب آپ کا نام لیتے تو سیدنا کہتے تھے اس سے بہت سے مشائخ کو رشک ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (شیخ ابو علی رودباری) شریعت سے گذر کر طریقت کے میدان میں داخل ہوئے اور ہم طریقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔ آپ کے خرقہ کی نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک پہنچتی ہے اور اس سے اوپر اسیطرح ہے جیسا کہ ہم نے سلسلہ فردوسیاں میں ذکر کیا ہے اور کچھ آپ کے فضائل کا ذکر وہاں بھی آیا ہے۔

سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے متعدد مشہور خانوادے پیدا ہوئے آپ کے خلفائے کبار اور انکی بزرگی اور عظمت کے بارے میں اختصار سے شجرہ جنیدیاں میں لکھا جائے گا، یہاں بھی مختصراً کچھ تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ایک خرقہ کی نسبت یوں ہے:-

سلسلۂ ذہب

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت امام علی رضا
حضرت امام موسیٰ کاظم
حضرت امام جعفر صادق
حضرت امام محمد باقر
حضرت امام زین العابدین
حضرت امام حسین رضہ
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جنید قدس سرہٗ کی دوسری نسبتِ خرقہ یوں ہے:-

حضرت شیخ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت حبیب عجمی
حضرت حسن بصری
امیر المومنین حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

www.maktabah.org

آپ کی ایک اور نسبتِ خرقہ بیان کی جاتی ہے جو حضرت کمیل بن زیاد اور شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ حسن بصری (قدس اللہ اسرارہم) کے واسطوں سے ہے۔
مشائخ کی ایک نسبت حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک اسطرح ہے

حضرت شیخ نجم الدین
حضرت شیخ اسماعیل قصری
حضرت شیخ محمد باکیل
حضرت شیخ محمد بن داؤد المعروف بخادم الفقراء
حضرت شیخ ابوالعباس ادریس
حضرت شیخ ابوالقاسم بن رمضان
حضرت شیخ ابو یعقوب طبری
حضرت شیخ عمرو بن عثمان مکی
حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

شیخ عمرو بن عثمان مکی آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ شیخ منصور حلاج کے استاد ہیں اور شیخ جنید بغدادی سے آپ کو نسبت ہے آپ شیخ خراز کے معاصرین میں سے ہیں انکی نسبتِ خرقہ شیخ ابو یعقوب نہر جوری سے ہے آپ کا بغداد میں ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ یعقوب نہر جوری آپ علمائے مشائخ اور پیشوایانِ طریقت سے ہیں۔ یہ شیخ جنید، شیخ ابو عمرو اور شیخ عثمان مکی کے ہم صحبت تھے۔ بعض نے اس کے برعکس ان کو شیخ ابو یعقوب سوسی کا شاگرد بتایا ہے جو مجاور مکہ مکرمہ تھے آپ کا وہیں ۱۰ جمادی الآخر ۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کو شیخ ابو یعقوب سوسی سے نسبت خرقہ حاصل تھی اور شیخ ابو یعقوب سوسی کو حضرت کمیل زیاد سے اور اُن کو امیرالمومنین حضرت حسن مجتبیٰ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔ علاوہ ازیں شیخ ابو یعقوب سوسی کو نسبتِ خلافت وا جازت شیخ عبدالواحد بن زید سے بھی حاصل تھی اور حضرت عبدالواحد بن زید کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نسبتِ خرقہ حاصل تھی۔

شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقاہر بن شیخ نجیب الدین سہروردی سے حضرت مولانا رومی کا سلسلہ جاری ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر
شیخ قطب الدین الابہری
حضرت شیخ رکن الدین سنجاجی
حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی
حضرت مولانا جلال الدین محمد الرومی

www.maktabah.org

ایک قول ہے کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ ابوبکر سلہ باف کے مُرید و خلیفہ تھے، شیخ اوحد الدین کرمانی کو بھی شیخ ابوبکر سلہ باف سے ارادت و خلافت حاصل تھی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواجہ شمس الدین تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مُرید و خلیفہ تھے اور ان ہی کی بارگاہ سے ان کو یہ مژدہ ملا تھا کہ تمہارا ایک مرید مولوی رومی بڑا صاحب کمال ہوگا، بہر حال یہ احتمال ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین نے ان تمام اکابر مذکورہ سے تربیت پائی اور ان حضرات کی عنایات سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی کے مرید شیخ صلاح الدین زرکوب ہیں جن کو صلاح الدین فریدون قونیوی کہا جاتا ہے اولاً تو یہ سید برہان الدین ترمذی کی تربیت میں رہے، بعد میں مولانا رومی کی صحبت و خدمت میں باریاب ہوئے جس طرح خواجہ شمس الدین تبریزی نے مولانا رومی کے حال پر نوازش فرمائی تھی اسی طرح مولانا رومی نے صلاح الدین زرکوب کو اپنی نوازشوں سے بہرہ ور فرمایا۔ شیخ صلاح الدین زرکوب برادری کے فرد تھے چنانچہ مولانا رومی نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیت

یکی گنجی پدید آمد ازین دکان زرکوبی
زہی صورت، زہی معنیٰ زہی خوبی

ترجمہ:- سنار کی دُکان سے ایک ایسا گنج ہاتھ آیا ہے جو ہر طرح سے یعنی صورت، معنی، سیرت اور خوبی کے لحاظ سے بھی سونا ہے۔

شیخ صلاح الدین مولانا کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے اور زرکوبی کی دُکان آن کی آن میں لٹا دی۔

مولانا رومی کے فرزند سلطان ولد جب جوان ہوئے تو مولانا جلال الدین نے شیخ صلاح الدین کی دُختر سے ان کا نکاح کرا دیا۔ اُن کے فرزند شیخ چلپی عارف انہی خاتون کے بطن سے ہیں۔ جب شیخ صلاح الدین کا انتقال ہوگیا تو مولانا رومی کی تمام توجہ شیخ حسام الدین چلپی عارف کی طرف منتقل ہوگئی اور حضرت مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرما دی۔ مولانا رومی شیخ چلپی سے بہت محبت کرتے تھے، یہ محبت عشق کی حد تک پہنچ گئی تھی مثنوی مولوی معنی لکھنے کے محرک بھی یہی شیخ چلپی عارف تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے خلف برحق اور خلیفہ صدق سلطان ولد ہیں اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "ولد الولد سر لابیہ لاشك فیہ" کا صحیح مصداق ہیں۔ مولانا رومی کا خلق بعینہ ان میں موجود تھا آپ نے سیدنا برہان الدین محقق اور شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔

مولانا جلال الدین محمد بلخی رُومی

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی ولادت شہر بلخ میں ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ سے ابتدائے حال سے آخر تک اسقدر خوارق ظہور میں آئے ہیں کہ کم ہی کسی سے ظہور میں آئے ہوں گے، آپ نے حضرت فریدالدین عطار سے بھی شرف صحبت حاصل کیا ہے

www.maktabah.org

انہوں نے آپ کو اپنی تصنیف **بیسرنامہ** عطا فرمائی، مولانا نے مرض آخر میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے مرنے پر مغموم نہ ہونا، شیخ منصور حلاج کا نور ایک سو پچاس سال کے بعد شیخ فریدالدین عطار میں جلوہ گر ہوا۔ میں اُن سے کم نہیں ہوں، تم ہر حال میں میری یاد کرتے رہو کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔

آپ کے انتقال کے وقت شیخ صدرالدین قونیوی موجود تھے، مولانا نے فرمایا "ہمارے دوست ہم کو اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ اب چار و ناچار جانا ہی پڑے گا۔" آپ نے ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ کو غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ شیخ مویدالدین جندی نے یہ شعر آپ ہی کی تعریف میں کہا ہے:-

شعر

لوکان فینا للالوھیتہ صورۃ

ھی انت لاکنی ولا تردّد

ترجمہ:- اگر ہمارے درمیان الوہیت کی کوئی صورت ہوتی تو وہ تیری ہی صورت ہوتی اس بات کے کہنے میں نہ میں کنایہ سے کام لے رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے کچھ پس و پیش ہے۔

شیخ بہاؤالدین ولد

حضرت شیخ بہاؤالدین ولد حضرت مولانا جلال الدین رومی کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰ کے اصحاب (مریدین) میں سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن احمد الخطیب البکریٰ ہے، مولانا رومی کی والدہ شاہ علاؤالدین محمد بن خوارزم شاہ کی صاحبزادی ہیں جو خراسان کے بادشاہ تھے اپنی بیٹی کا عقد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مولانا رومی کے والد کے ساتھ کر دیا تھا۔

خواب میں آپ کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا جس زمانے میں مولانا جلال الدین کم سن تھے تو شیخ بہاؤالدین ولد بغداد کے راستہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ بغداد پہونچے تو مشائخ نے ان سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا:

مِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ترجمہ:- اللہ کی طرف سے، اور اللہ ہی کی طرف اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

جب یہ کلام شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے سنا تو فرمایا کہ اس کا کہنے والا بہاؤالدین بلخی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اُس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ پھر شیخ الشیوخ نے آپ سے استدعا کی کہ آپ خانقاہ میں تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے مدرسہ مناسب جگہ ہے چنانچہ مدرسہ مستنصریہ میں آپ نے قیام فرمایا۔ شیخ الشیوخ نے خود اپنے ہاتھوں سے انکے موزے اتارے۔ آپ چار سال تک آذربائیجان میں رہے، سات سال شہر لارندہ میں قیام کیا اور یہاں

www.maktabah.org

حضرت مولانا جلال الدین رومی کی شادی کردی۔ اُس وقت مولانا رومی کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ۶۲۳ھ میں مولانا رومی کے یہاں سلطان ولد پیدا ہوئے اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین کو سلطان نے قونیہ بلا لیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، قونیہ ہی میں شیخ بہاؤ الدین ولد نے انتقال فرمایا۔

سید برہان الدین محقق ترمذی آپ سید ہیں اور مولانا بہاؤ الدین سے تربیت حاصل کی تھی اور ان ہی کے مُرید تھے۔ اشراف ہونے کے باعث وہ خراسان اور ترمذ میں سید سرداران کے لقب سے مشہور تھے جس روز مولانا بہاؤ الدین ولد کا انتقال ہوا یہ ترمذ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک کہنے لگے افسوس، میرے استاد اور مرشد کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ الشیوخ سہروردی ابو حفص عمر بن محمد البکری حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے چچا شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے ہے۔ آپ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا ہے اور اپنے زمانہ کے دوسرے شیوخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ حضرت غوث الثقلین نے اُن سے فرمایا تھا:

انت آخر المشهورين بالعراق

ترجمہ:۔ تم عراق کے آخری مشہور شخص یعنی شیخ ہو۔

آپ کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں عوارف المعارف، رشف النصائح زیادہ مشہور ہیں۔ گروہ صوفیہ میں آپ بہت مشہور ہیں اور صوفیاء کرام آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ایک موقع پر شیخ محی الدین ابن عربی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے اُن کے بارے میں کہا

بحر مواج لا نهاية له

ترجمہ:۔ وہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں جسکی کوئی نہایت (اتھاہ) نہیں ہے۔

اور جب شیخ محی الدین ابن اکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جو نور سہروردی کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور آپ نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اسطرح پہنچتا ہے۔ عمر (شہاب الدین) بن محمد بن عبداللہ بن سعید بن حسن بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

آپ نے ۱۴ محرم ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔

آپ نے شیخ ابو محمد بن عبداللہ البصری سے بھی صحبت و خلافت حاصل کی اور انہوں نے خلافت شیخ ابو مدین مغربی سے حاصل کی تھی۔

شیخ نجیب الدین علی بن برغش شیخ نجیب الدین علی بن برغش الشیرازی جن کی پیدائش کی بشارت اُن کے والد

www.maktabah.org

کو خواب میں ملی تھی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ آپ نے ماہ شعبان ۶۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمان شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن بن علی برغش قدس اللہ سرہٗ شیخ علی بن برغش کے فرزند ہیں۔ اپنے والد محترم ہی سے انہوں نے بیعت کی تھی لیکن خرقہ انہوں نے شیخ الشیوخ سے حاصل کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ابھی بطنِ مادر ہی میں تھے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے خرقہ کا ایک کپڑا ان کے لئے بھیج دیا تھا، جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو وہی کپڑا پہنایا گیا (اسی میں لپیٹ دیا گیا) جو حضرت شیخ الشیوخ نے بھیجا تھا اور انہوں نے دنیائے وجود میں آنے کے بعد پہلا خرقہ وہی پہنا تھا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں آپ نے عوارف المعارف کا ترجمہ فارسی زبان میں بہت خوبی سے کیا ہے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ کے یہ دو اشعار بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

شعر

وقد کنت لا ارضیٰ من الوصل بالرضیٰ ۔۔۔ واخذنا من فوق الرضیٰ مشیر ما

فلما تفرقنا وشطہ مالنا ۔۔۔ قنعت بطیف منک یاتی مسلما

ترجمہ

راضی ہیں وصلِ یار پہ ہوتا نہ تھا کبھی ۔۔۔ اِک مرتبہ رضا سے بھی اعلیٰ قبول تھا

لیکن جدا ہوئے تو رجوع دور تک ہوا ۔۔۔ قانع ترے خیال پہ لے دوست ہو گیا

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمن نے ۷۱۶ھ میں وصال فرمایا۔

شیخ محمد یمنی شیخ محمد یمنی بھی شیخ الشیوخ کے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی حضرت شیخ بہاؤالدین بن کبیر زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ قدس اللہ سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ جب آپ حضرت گنج شکر اور شیخ عبدالرحمن جلال تبریزی کے ساتھ شرفِ ارادت کے حصول کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کیلئے ارشاد فرمایا چنانچہ ہندوستان میں یہ قصہ مشہور ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا تنہا آپ کی خدمت میں عرصہ تک مقیم رہے۔

حضرت بہاؤالدین ابن زکریا محمد بن ابی بکر اسدی قریشی کی ولادت شب جمعہ (یعنی شب قدر) رمضان المبارک ۵۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ نے ایک سو سال عمر پائی، آپ کی وفات ظہر اور عصر کے درمیان ۷، صفر بروز پنجشنبہ ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکی زیارت کرتے ہیں۔ شیخ جمال اوچی خنداں رود مولانا طاہر بیابانی، امیر حسن ہروی وغیرہا آپکے خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ صدرالدین آپ کے خلف الصدق اور خلیفہ برحق ہیں۔ شیخ صدرالدین کی ولادت شب جمعہ ۶۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی، آپ کا

www.maktabah.org

انتقال ظہر و عصر کے درمیان ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح آپ اپنے والد شیخ صدر الدین کے خلفِ اصدق و خلیفۂ برحق ہیں۔ بہت سے اکابر زمانہ آپ سے نسبتِ ارادت رکھتے ہیں چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری کا سلسلہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۶۴۷ھ میں ہوئی اور آپ نے ۸۸ سال کی عمر پائی۔ آپ اپنے جد محترم (بہاء الدین زکریا) کے سجادہ پر باون ۵۲ سال تک متمکن رہے۔ آپ نے شب جمعہ ۹ جمادی الاول ۷۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی صدر الدین چراغ ہند کو بھی شیخ رکن الدین ابو الفتح سے ارادت و خلافت کی نسبت ہے۔ سید جلال بخاری کی خلافت کی تفصیل اور تبیین شجرۂ سادات میں انشاء اللہ تحریر کی جائیں گی۔ حضرت شیخ فخر الدین عراقی اور حضرت میر حسین سادات حسینی کے بارے میں لطیفۂ شعراء میں تحریر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

شجرۂ پنجم

(سلسلہ نقشبندیہ)

اس خاندان شریف کا مرجع اور اس پاکیزہ سلسلہ کا منشاء تو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی ہیں لیکن یہ سلسلہ نیچے کی جانب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے اس سلسلہ کے نقشبندیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری کی ذات گرامی ہے نقش بند کی وجہ تسمیہ ان کی صورت کا نقش قائم کرنے سے ہے، کہ یہ نسبت ان تک پہنچتی ہے اور ان کی نسبت کے تصور سے کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اس سلسلہ کے بزرگوں کی نسبت خلافت و ارادت دو حضرات پر منتہی ہوتی ہے ایک تو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور دوسری شخصیت حضرت شیخ ابو علی فارمدی کے واسطہ سے ہے جو حضرت ابو القاسم گرگانی کے توسط سے اپنے منتہا ختم سلسلہ تک پہنچتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

شیخ ابو علی فارمدی آپ کا نام نامی فضل بن محمد ہے آپ کو شیخ الشیوخ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے یکتا و منفرد تھے۔ آپ امام ابو القاسم قشیری کے مرید ہیں۔ تصوف میں آپ کا انتساب دو طرف سے ہے ایک تو حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے اور دوسری نسبت کا تعلق حضرت ابو القاسم گرگانی سے ہے۔

خواجہ یوسف ہمدانی آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ امام عالم، عارف ربانی، صاحب احوال اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانیوں، کرامات و مقامات جلیلہ والے خلیفہ تھے ابتدائے حال میں شیخ ابو اسحاق شیرازی سے تعلق تھا اور ان ہی سے آپ کو احوال میں کشائش حاصل ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت شیخ ابو علی فارمدی سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نسبت شیخ عبد اللہ جوینی سے ہے اور آپ

www.maktabah.org

شیخ حسن سمنانی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔ مرو کے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، سال وفات ۵۳۵ھ ہے آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ایک مدت کے بعد آپ کی نعش کو مرو میں منتقل کیا گیا جہاں آپ کے مرقد پر عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ اکبر نے حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی کے حوالے سے آپ کے اقوال کو نقل کیا ہے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک سجادہ نشینی پر متمکن رہے اور اسطرح کہ سوائے نماز جمعہ اور نماز عیدین کے آپ باہر نہیں نکلتے تھے آپ کے چار خلفاء نے بہت زیادہ شہرت پائی جو یہ ہیں:۔

۱۔ خواجہ عبداللہ برقی ۲۔ خواجہ حسن اندقی ۳۔ خواجہ احمد یسوی، آپ مشائخ ترک کے پیشوا ہیں۔
۴۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ملتا ہے۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی خواجہ عبدالخالق غجداوانی کی روش اور آپ کا مسلک تصوّف تمام فرقوں میں حجت ہے۔ آپ صوفیہ کے تمام طبقات میں مقبول ہیں۔ ابتدا میں آپ اویسی تھے اور حضرت خواجہ خضر نے انہیں اپنی فرزندی کے لیئے قبول کیا ہے لیکن بظاہر آپ کو اجازت و خلافت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے حاصل ہے۔

حضرت عبدالخالق غجدوانی کے چند خلفاء ہیں جن میں خواجہ احمد صدیق اور خواجہ عارف دیوگری بہت مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی نسبت سلسلہ خواجہ عارف دیوگری تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر تونیوی، خواجہ عارف دیوگری کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ علی رامتینی آپ خواجہ محمود کے خلفاء میں سے ہیں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت عزیزاں کے لقب سے مشہور ہیں، مقاماتِ عالیہ رکھتے تھے اور علامات متعالی سے سربلند تھے، آپ پاک و صاف اور حلال کمائی کے لئے کپڑا بُن کر روزی حاصل کرتے تھے یعنی آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔ جیسا کہ مولانا رومی نے یہ شعر کہا ہے ؎

شعر

گر نہ علم حال فوق قال بودی کی شدی
بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ:۔ اگر علم حال علم قال سے بلند مرتبہ نہ ہوتا تو بخارا کے اعیان و بزرگ خواجہ نساج کے خادم کب بن سکتے تھے۔

آپ غلبۂ حال میں اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ اگر روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت موجود ہوتا تو منصور حلاج ہرگز سولی پر نہ چڑھتے۔

www.maktabah.org

قطعہ

جہان خورشید عبدالخالق آن پیر — مریداوست مخلوق جہاندار
اگر بودی یکی از خدامش الحق — نگشتی دادۂ منصور بر دار

ترجمہ :۔ وہ پیر عبدالخالق دنیا کے خورشید ہیں دنیا کی مخلوق انکی مُرید ہے اگر انکا کوئی ایک خادم بھی اس زمانے میں موجود ہوتا تو منصور حلاج کو پھانسی نہیں چڑھنے دیتا۔

حضرت خواجہ بابا سماسی آپ حضرت عزیزاں کے خلیفہ ہیں اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کو آپ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ جب کبھی قصرِ ہندوان کی طرف سے گزرا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ قصرِ ہندوان قصرِ عارفان بن جائے گا ایک روز حضرت سید کلال کے مکان سے کہیں واپس تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں آپ کی زبان سے نکلا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے، شاید وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے، چنانچہ حضرت بہاءالدین نقشبند کے دادا تین روز کے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے، آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسی فرزند کی خوشبو کی ہم خبر دیا کرتے تھے، انشاءاللہ یہ بچہ مقتدائے زمانہ اور پیشوائے دیار و امصار ہوگا۔

سید امیر کلال سید امیر کلال قدس اللہ سرہٗ حضرت بابا سماسی کے خلفائے کبار میں سے ہیں حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کو نسبتِ ارشاد و تلقین اور آدابِ سلوک و طریقت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل ہوئی۔

ایک روز حضرت سید امیر کلال نے خواجہ بہاءالدین نقشبند کو اپنے حضور میں بلایا اور فرمایا کہ لے فرزند! بہاءالدین نقشبند میں نے حضرت خواجہ بابا سماسی کی اس وصیت و نصیحت کو تمہارے سلسلہ میں پورا کر دیا ہے جو حضرت نے مجھے کی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے جو حق تربیت تمہارے سلسلے میں ادا کیا ہے وہی حق تم میرے فرزند بہاءالدین کے سلسلے میں ادا کرنا اور کچھ کوتاہی نہ کرنا چنانچہ میں نے تمہاری تربیت میں اس حق کو تمام و کمال ادا کر دیا ہے اور کچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔

بابا قثم شیخ بابا قثم شیخ ترکستان کے مشائخ میں سے ہیں آپ کا تعلق خواجہ احمد یسوی کے خاندان سے ہے حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند نے بھی آپ سے بہت کچھ فوائد سلوک میں حاصل کئے ہیں۔ قثم شیخ کے نو صاحبزادے تھے، خواجہ بہاءالدین کو وہ اپنا دسواں بیٹا کہا کرتے تھے۔ آپ تین ماہ تک اکتساب فیض کے لئے بابا قثم شیخ کی خدمت میں رہے۔

شیخ خلیل اتا شیخ خلیل اتا بھی مشائخ ترک سے ہیں۔ حضرت بہاءالدین نقشبند ایک اشارہ خواب کی بناء پر آپ کی خدمت میں پہنچے تھے۔

www.maktabah.org
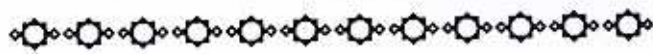
خواجہ بہاء الدین نقشبند حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ سرہٗ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری ہے آپ کو شیخ بابا سماسی نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا تھا، سلوک و آداب طریقت کی تعلیم آپ کو بحسب ظاہری حضرت امیر کلال سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے ورنہ حقیقت میں آپ اویسی ہیں اور آپ نے تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیہ سے حاصل کی ہے آپ کی وفات شب دوشنبہ ۳ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کی نسبت سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جس کا ذکر انشاء اللہ لطیفۂ اذکار میں کیا جائے گا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفاء کثیر التعداد ہیں۔ ان میں سے چند حضرات سرحدِ ولایت تک پہنچے ہیں۔ خواجہ علاؤ الدین عطار نے اپنے زمانہ ولایت و شیوخت میں اپنے بعض مریدوں کو تربیت سلوک کے لئے آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے خلفائے اعظم میں سے ہیں، حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا تھا کہ جو امانت مشائخ متقدمین اور حضرات کاملین کے خانوادوں سے ہم نے پائی ہے وہ ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔

شجرہ ششم

(سلسلۂ یسویہ)

اس سلسلہ کے بانی اور اس خاندانِ شریفہ کے منشاء حضرت خواجہ احمد یسوی ہیں جو ایک مرشد برحق اور ہادی طریقت تھے۔ آپ کی نسبت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے ہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلیفہ بہت مشہور تھے:۔ ۱۔ خواجہ حسن برقی۔ ۲۔ خواجہ حسن اندقی۔ ۳۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔ ۴۔ حضرت خواجہ احمد یسوی۔ جو ترکستان میں ۹۹ ہزار مشائخ کے مقتدا تھے۔

حضرت سلطان احمد یسوی منقول ہے کہ آپ کے دل میں زیارتِ حرمین شریفین کی خواہش پیدا ہوئی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ آپ بڑے طمطراق کے ساتھ روانہ ہوئے بہت سے سکیا پکانے والے باورچی اور متعدد اہل شکار اس جماعت میں موجود تھے۔ جب یہ لشکر (جماعت) غجدوان کی سرحد کے قریب پہنچا تو آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ شیر پر سوار ہو اور سانپ کا دُرّہ (کوڑا) ہاتھ میں لے اور اس کو گھماتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ درویشوں کی رسد (خوراک) بھیجو۔ جب وہ شخص اس انداز میں حضرت عبدالخالق کی خدمت میں پہنچا اور ان کو سلطان احمد یسوی کا پیغام پہنچایا تو خواجہ تمام معاملہ سمجھ گئے اور آپ مسکرائے اور کہا کہ اچھا ترک نے اپنی کرامت ہم کو دکھائی ہے اور عجب و غرور ان کے اندر پیدا ہو گیا ہے پس آپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ تم دیوار پر سوار ہو کر ان کے پاس جاؤ اور سلطان سے دعوت قبول کرنے کی استدعا کرو۔

www.maktabah.org

خادم نے سلطان احمد لیسوی کے حضور میں پہنچ کر دعوت کا پیغام دیا اور انہوں نے دعوت قبول کر لی اور حضرت عبدالخالق غجدوانی کی خانقاہ کی جانب پوری جماعت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سلطان احمد لیسوی کی جماعت کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ایک کوس تک ان کی جماعت کے افراد پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ شیخ عبدالخالق نے خادموں کو حکم دیا کہ پانچ سیر چنا، دو سیر آٹا اور ایک دُنبہ ہمارے حجرے میں رکھ دو اور سلطان کے ہمراہیوں کو دعوت کیلئے بلاؤ۔ آپ کے خدام حیران تھے کہ اتنے کم سامان سے سلطان احمد لیسوی کے اس عظیم لشکر کی دعوت کس طرح ہوگی خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ لوگ آئیں اور یہاں (حجرہ) سے ہر شخص دو سیر آٹا اور گھوڑے کے لئے پانچ سیر چنا اور چار افراد پر ایک دُنبہ کے حساب سے سامان لے جائیں۔ لوگ سامان لینے کے لئے دوڑ پڑے اور لشکر کے ہر فرد نے اتنا اتنا سامان وہاں سے لے لیا۔ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ جسقدر سامان بتایا گیا ہے ہر شخص اتنا ہی لے اس سے زیادہ نہ لے۔ جو شخص زیادہ لے گا اس کا گھوڑا مر جائے گا۔ ایک شخص نے مقررہ سامان سے زیادہ لے لیا اُسکے گھوڑے نے راستہ میں ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا۔

تین روز تک اسیطرح دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ اب سلطان احمد لیسوی نے کوچ کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالخالق کو اس ارادہ سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے سلطان احمد لیسوی کو پیغام بھیجا کہ کیوں اتنی مخلوق کو پریشان کرتے ہو؟ اگر مقصود صرف طواف کعبہ ہے تو وہ تو یہاں بھی ہو سکتا ہے چنانچہ آپ کی دُعا سے کعبہ وہیں آگیا اور سبھی نے طواف کیا اور عرض کیا کہ میرا مقصود تو آپ کو یہاں بلانا تھا ورنہ کعبہ تو سلطان کے خادم بھی طلب کر سکتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان احمد لیسوی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے احباب اور مریدوں کے خلوص کی آزمائش کریں اور ان کے صدق ارادت کو معلوم کریں، چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے پائجامہ میں چمڑے کی ایک تھیلی میں ہزار روپے رکھ لئے اور اثنائے نماز میں جس کی امامت وہ خود کرتے تھے اس خریطہ کا منہ کھول دیا اور وہ روپے ہر طرف بکھر گئے، ہر ایک مریدان روپوں کو اٹھانے میں مشغول ہو گیا مگر صرف دو شخص ان کی اقتدا سے نہیں ہٹے اور ایک شخص آدھا کام کر کے پھر واپس نماز میں شامل ہو گیا بعد میں سب کو معلوم ہوا کہ یہ امتحان لیا گیا تھا۔ اس دن حضرت سلطان احمد لیسوی نے فرمایا کہ "ہمارے صرف ڈھائی مرید ہیں۔ یہ بات آپ نے بر سبیل تذکرہ فرمائی تھی۔ ویسے تو سب ہی آپ کی نظروں میں عزیز الوجود تھے۔ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر حضرت قثم کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے ظاہری و باطنی التفات سے سعادت اندوز ہوا تو اس نسبت کے سبب سے کہ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت سلطان احمد لیسوی کی اولاد سے تھے، حضرت شیخ قثم نے کئی مرتبہ اشارہ اور کنایہ کے طور پر فرمایا کہ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ اس خاندان کے ہوتے ہوئے سلوک کی راہ کسی دوسرے بزرگ کی نسبت سے طے کی جائے میں نے بطور عذر خواہی عرض کیا کہ مشیتِ الٰہی اسیطرح تھی اور جو کچھ کیا گیا حضرت ابوالعباس (حضرت خضر علیہ السلام) کے اشارے پر کیا گیا ہے کہ ہندوستان جانا ہوا

www.maktabah.org

اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ مجھے نصیب ہوا، انہوں نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے. ترکوں کا یہ مقولہ ہے
"ارادت پیر مار داو خدمت مین یار" [1]

پھر آپ نے فرمایا:- اذالفقراء کنفس واحد
ترجمہ :- تمام فقرا ایک نفس واحد کی طرح ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ فتم نے مجھے اذکار جہریہ اور اشغال دوریہ سے سربلند فرمایا. جب میں نے فرزند عزیز سید عبدالرزاق کو آپ سے تلقین کے لئے مشرف کرایا تو ظاہری و باطنی توجہ اُن پر بھی مبذول فرمائی. حضرت شیخ نے ان کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ یہ (عبدالرزاق) سادات جیل سے ہیں. حضرت غوث الثقلین کی اولاد اور احفاد سے ہیں اور یہ میرے پسر متبنّٰی ہیں۔ تمام مشائخ نے ان کو قبول فرمالیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی قبول کرتے ہیں کہ تم ہمارے فرزند ہو، تمہارا فرزند ہمارا فرزند ہے حق تعالیٰ سے ہم نے دعا کی ہے کہ انشاء اللہ یہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوں گے. اس کے بعد میں فرزند عبدالرزاق کو شیخ خلیل آتا کی خدمت میں لے گیا انہوں نے بھی صوری و معنوی التفات و عنایت سے سرفراز فرمایا۔

جب میں سید عبدالرزاق کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے بہت ہی زیادہ توجہ اور عنایات مبذول فرمائیں. اس کے بعد میں اُن کو جس بزرگ اور شیخ کی خدمت میں لے گیا ہر ایک نے عنایت و التفات سے نوازا اور شیخ الاسلام کا لقب مرحمت کیا۔

سید عبدالرزاق کے سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے:-

عبدالرزاق	بن ابی نصیر محی الدین	بن داؤد
بن حسن الجیلی	بن ابی صالح	بن موسیٰ
بن احمد	بن عبدالرزاق	بن عبداللہ
بن ابوالحسن الشریف	بن عبدالقادر جیلی غوث الثقلین	بن موسیٰ الجون سبز رنگ
بن موسیٰ الشریف	بن ابی صالح	بن عبداللہ المحض
بن علی الشریف	بن موسیٰ جنگی دوست	بن حسن المثنیٰ
بن محمد الشریف	بن ابی عبداللہ	بن امیرالمومنین حسن المجتبیٰ
بن حسن الشریف	بن یحییٰ	بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب
بن احمد	بن زاہد	
بن محمد	بن محمد	

---

[1] مترجم اس جملہ کے ترجمہ سے قاصر ہے کیونکہ یہ ترک زبان کا محاورہ ہے۔

www.maktabah.org

شجرۂ ہفتم
(سلسلۂ نوریہ)

دودمان نوریہ کی بنیاد اور خاندان سردریہ کا منشا حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہٗ ہیں جو طبقہ ثانیہ سے ہیں آپ کا نام نامی احمد بن محمد ہے جو ابن البغوی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بغ شور کے رہنے والے تھے بغ شور مرو وہرات کے درمیان ایک شہر ہے۔

آپ شیخ سری سقطی، شیخ محمد علی قصاب اور شیخ ابو الحواری کی صحبت میں رہے۔ شیخ ذوالنون مصری سے ملاقات کی ہے۔ آپ شیخ جنید کے معاصرین میں سے ہیں آپ کی ارادت وارشاد وخلافت کا سلسلہ سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ ان کا انتقال سید الطائفہ کے انتقال سے قبل ۲۹۵ھ میں ہوا۔ لیکن تاریخ یافعی میں سالِ وفات ۲۸۶ھ تحریر ہے۔ جب شیخ نوری کا وصال ہوا تو شیخ جنید نے فرمایا

"ذهب نصف هذا العلم بموت النوری"

ترجمہ:۔ شیخ نوری کے انتقال سے تصوف کا آدھا علم ختم ہوگیا۔

شیخ نوری کا ارشاد ہے:۔

"إذا تستر الحق عن عين احدكم يعقده استدلال لاخير فيه"

ترجمہ:۔ جب کبھی تم میں سے کسی کی آنکھوں سے حق پوشیدہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ استدلال کا سہارا لیتا ہے اور اس میں کچھ خیر نہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک خراسانی نوجوان شیخ ابراہیم قصار کے پاس آیا اور کہا کہ میں شیخ نوری کو دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ وہ چند سال سے ہمارے پاس تھے لیکن لوگوں کی دہشت (بیگانگی) کے باعث بات نہیں کرتے تھے اور باہر نہیں نکلتے تھے صرف نماز کے لئے باہر آتے تھے

آپ کی وفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ۱۲ رمضان ۲۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا سلسلہ حضرت سری سقطی سے بھی ملتا ہے۔ ان سلسلہ کے واسطوں اور ان حضرات کے نام بابان سلسلہ میں بیان ہوچکے ہیں لہذا تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

شجرۂ ہشتم
(سلسلۂ خضرویہ)

شیخ احمد خضرویہ اس دودمانِ کبیرہ اور خاندانِ کثیرہ کے مرجع و شیخ حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور یہ سلسلہ حقیقت میں اویسی ہے اس سلسلہ کے جاری کرنے والے شیخ احمد خضرویہ ہیں۔

www.maktabah.org

آپ کا تعلق طبقۂ اوّل سے ہے آپ کی کنیت ابوطاہر ہے۔ خراسانی مشائخ میں شیخ ابوتراب نخشبی اور شیخ حاتم اصم کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔

شیخ ابوحفص سے دریافت کیا گیا کہ طائفہ صوفیہ میں آپ نے سب سے زیادہ بزرگ کس کو پایا؟ تو انہوں کہا کہ احمد خضرویہ سے زیادہ بزرگ اور بلند ہمت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، سلوک میں آپ کی نسبت حاتم اصم سے ہے۔ آپ نے ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ بعضوں نے ۲۴۱ھ کہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ۹۵ سال کی عمر پائی اور آپ کا انتقال، ۱۲جمادی الاول کو ہوا۔ آپ کا مزار بلخ میں مشہور زیارت گاہ ہے۔

حاتم بن عُنوان الاصم

آپ کا تعلق طبقۂ اول سے ہے، ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ خراسان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور شیخ احمد خضرویہ کے استاد اور پیر ہیں۔ آپ نے ۲۳۷ھ میں وفات پائی، کہتے ہیں کہ آپ حقیقت میں بہرے نہ تھے۔ بلکہ ایک روز ایک شریف بوڑھی عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اس کا گوز نکل گیا وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد اس ضعیفہ نے آپ سے کچھ کہا تو آپ نے کہا اور بلند آواز سے کہو اور ایسا ظاہر کیا جیسے وہ بہرے ہوں، وہ یہ سنکر مسرور ہوئی اُس روز سے آپ نے خود کو بہرہ ہی بنا لیا۔ شیخ سعدی نے بوستان میں اس واقعہ کو دوسرے انداز میں لکھا ہے۔ سلوک میں آپ کی نسبت حضرت شفیق بلخی سے ہے اور ان کو حضرت ابراہیم ادہم سے نسبت ہے۔

شیخ ابوتراب نخشبی

آپ کا تعلق طبقۂ اول سے ہے۔ آپ کا نام عسکر بن حصین ہے۔ آپ خراسان کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ علم، زہد، جواں مردی اور توکل میں یگانۂ روزگار تھے۔ شیخ ابوحاتم، شیخ عطار بصری کے ہم صحبت رہے ہیں۔ علم و سلوک آپ نے شیخ حاتم اصم سے حاصل کیا تھا۔

شیخ ابوتراب ایک روز جنگل میں مصروف نماز تھے۔ باد سموم چلنے لگی اور اس کی لُو نے ان کو جھلس دیا۔ ایک سال تک بیمار رہے ۲۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا یہ وہی سال ہے جس میں شیخ ذوالنون مصری نے وفات پائی۔

شاہ شجاع کرمانی

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ سلاطین زادے ہیں۔ شیخ ابوحفص کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ نے صحبت، ارادت اور اجازت شیخ ابوتراب سے حاصل کی ہے آپ ابوعثمان حیری کے استاد ہیں۔ آپ ہمیشہ قبا پہن کر چلتے تھے اور شیخ باب فرغانی و شیخ نوری و شیخ سیروانی اور شیخ حیری جامہ بر دوش چلتے تھے۔ شاہ شجاع نے شیخ ابوحفص کے بعد انتقال کیا ان کی وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی، بعض کا قول ہے کہ ۳۰۰ھ میں انتقال ہوا آپ کی ایک کتاب کا نام "رد بر یحییٰ معاذ رازی" ہے۔ یحییٰ معاذ رازی نے غنا کا فقر پر جو فضل ثابت کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں اس کا جواب دیا ہے۔

شیخ ابوعثمان حیری

آپ طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ آپ کا نام سعید بن اسماعیل الحیری ہے۔ آپ رَے کے رہنے والے ہیں۔ شاہ شجاع کرمانی کے شاگرد ہیں اور علم سلوک کی حقیقت آپ سے معلوم کی ہے۔ ماہ ربیع الاول ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔ آپ کا قول ہے۔

www.maktabah.org

"کسی حکم الٰہی کے بجالانے میں سستی کرنا اس امر سے کم آگاہی ہے۔"

شیخ حمدون قصار آپ کا تعلق طبقۂ اولیٰ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابوصالح ہے۔ ارباب ملامت کے شیخ واامام ہیں (فرقۂ ملامتیہ کے پیشوا ہیں)۔ نیشاپور میں نظریہ ملامت کو آپ ہی نے عام کیا۔ شیخ ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے ہیں۔ بعض مشائخ روزگار جیسے اسلم بن الحسین اور علی نصیر آبادی کو آپ نے دیکھا تھا ۲۷۱ھ میں نیشاپور میں انتقال ہوا، آپ کا مزار موضع لاحیر میں ہے۔

شیخ طاہر مقدسی آپ ملک شام کے مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت ذوالنون اور شبلی کو دیکھا تھا شیخ شبلی آپ کو فاضل شام (حبرالشام) کہا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو دوسروں سے شناسا کروانے میں آپ نے بہت ہی شدت سے روکا ہے، طبقۂ صوفیہ میں اس شدت سے اور کسی نے منع نہیں کیا ہے۔ آپ نے سلوک اور علوم طریقت کو شیخ ابوتراب نخشبی سے حاصل کیا ہے۔

شجرۂ نہم
(سلسلہ شطاریہ)

اس سلسلہ کا آغاز حضرت شیخ الشیوخ سے ہوا ہے، حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند یہ سلسلہ مشہور نہیں ہے لیکن اس سلسلہ کے بعض اذکار اس قدر مؤثر ہیں کہ طالب صادق حق تعالیٰ کی طرف سے اس راستہ کو جلد طے کرنے کی توفیق پا لیتا ہے، یہ سلسلہ حضرت خدا قلی ماوراءالنہری کے نام سے مشہور ہے، اس سلسلہ کی کڑیاں یہ ہیں:۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسینؓ کو، ان سے امام زین العابدینؓ کو، ان سے امام محمد باقرؓ کو، ان سے امام جعفر صادقؓ کو، ان سے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کو، ان سے شیخ المعظم خواجہ محمد مغربی کو، ان سے خواجہ اعرابی مزید عشقی کو، ان سے ابوالمظفر مولانا ترک طوسی کو، ان سے شیخ ابوالحسن خرقانی کو ان سے شیخ المعظم والمحترم والمکرم خدا قلی ماوراءالنہری کو، ان سے شیخ حاجی محمد بن عارف القاری کو اور ان سے یہ فقیر جس کا نام **اشرف** ہے، فیضیاب ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس خاندان کا ایک اور سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ کی اولاد کبار سے جاری وساری ہوا جس کی تفصیل یہ ہے:۔

www.maktabah.org

حضرت عمر معروف بشیخ الشیوخ سے شیخ حماد کو پہنچا، ان سے
شیخ نجم الدین کو، ان سے شیخ ضیاء الدین کو، ان سے شیخ
رشید الدین کو، ان سے شیخ عبداللہ شطار کو اور ان سے
شیخ حسام الدین شطار نے اکتساب فیض کیا۔

یہ سلسلہ شیخ الشیوخ کے فرزندوں سے ابًا وجدًا مستقلاً منتقل ہوتا رہا۔ یعنی عن فلاں عن فلاں جاری رہا اور ان سے ہندوستان میں پھیلا۔ میں نے ان حضرات کو ولایت میں دیکھا تھا، انہوں نے مشارب صوفیہ سے بہرۂ وافر پایا ہے۔

شجرۂ دہم

(سلسلۂ سادات حسنیہ و حسینیہ)

یہ سلسلہ سادات کے واسطوں سے انتہا کو پہنچتا ہے۔ صوفیائے کرام کے تمام سلسلوں اور ارباب طریقت کے تمام گروہوں کا منشاء و مبنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ خصوصًا سلسلۂ سادات کا منشاء آپ ہی کی ذات ہے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کا مختصر حال، ان کی ولادت و وفات کی تاریخیں ان کی کرامات اور ان کے پاکیزہ خصائل کے بارے میں اس لطیفہ میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا جو حضرت خلفائے راشدین کے اوصاف کے بیان میں ہے اور ان کی اولاد و احفاد کا ذکر سیر نبوی کے لطیفہ کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اشرف الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ارادت اور علوم و حقائق معرفت کی نسبت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

امام زین العابدین علی اصغر نے علوم و معارف و حقائق اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اخذ کئے۔

امام سید محمد باقر نے معدن علوم و مخزن حقائق نامتناہی اپنے والد امام زین العابدین سے حاصل کئے اور شرائط سلوک کی تحصیل کی۔

امام جعفر صادق کے اخذ علوم و معارف و فہوم عوارف کی نسبت آپ کے والد امام محمد باقر سے ہے۔
امام سید موسیٰ الکاظم نے تربیت سلوک اور پرورش اپنے والد امام جعفر صادق سے پائی
امام سید علی رضا نے تربیت و پرورش اپنے والد امام سید موسیٰ الکاظم سے پائی۔
امام سید محمد ن التقی الجواد نے تربیت و پرورش اپنے والد سید علی رضا سے پائی۔
امام سید علی نقی الہادی نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید محمد ن التقی الجواد سے پائی

www.maktabah.org

امام سید جعفر مرتضیٰ حسن عسکری نے ارشاد و تربیت اپنے والد سید علی الہادی سے پائی۔
امام حسن عسکری سے سید علی اصغر نے تربیت پائی۔ ان سے سید عبد اللہ نے، ان سے سید احمد نے، ان سے سید محمود بخاری نے، ان سے سید محمد بخاری نے، ان سے سید جعفر بخاری نے ان سے سید علی ابی المویدبخاری نے، ان سے سید جلال اعظم بخاری نے، ان سے سید احمد کبیر الحق والدین بخاری نے اور ان سے سید المتاخرین وارث المرشدین حضرت سید جلال مخدوم جہانیان بخاری نے تربیت وخلافت و اجازت حاصل کی۔
حضرت سید جلال اعظم بخاری کو خلافت و تربیت و اجازت حضرت شیخ الاسلام کبیر بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی) سے بھی حاصل تھی۔

سلسلہ سادات بخاری

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ (سید جلال مخدوم جہانیان بخاری) کی ذاتِ گرامی سلسلہ سادات بخاری کا منشا ہے اور بہت سے شیوخ کے مقامات کی نسبت کا منبا ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے اسقدر معارف و دقائق وعوارف اور کرامات عجیبہ صادر ہوئے ہیں کہ متاخرین صوفیہ میں کسی ذات سے اُن کا صدور نہیں ہوا۔ آپ مظہر العجائب اور مصدر غرائب تھے۔ جب کبھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں آپ کے سلسلہ شریف کا ذکر آجاتا یا آپ کا نام آجاتا تو حضرت پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تھی، اس وقت آپ فرماتے کہ آپ کیسے مظہر العجائب تھے، ہر چند کہ مختلف ملکوں اور شہروں کے اکابر اور زمانے کے اماثل نے مختلف بزرگوں اور مشائخ مختلفہ اور اولیائے زمانہ سے گوناگوں علوم طریقت اخذ کئے ہیں اور حقائق ومعارف کو حاصل کیا ہے لیکن مخدوم جہانیاں نے اس گنبد نیلگوں کے نیچے کوئی بھی درویش ایسا نہیں ہے جس کی ملازمت کا شرف حاصل نہ کیا ہو اور اس سے فوائد اخذ نہ کئے ہوں۔ ان مشاہیر کرام میں سے جن سے آپ نے اخذ فیض کیا چند مشہور حضرات کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔
حضرت مخدوم جہانیاں کو سب سے اول نعمتِ طریقت وخلافت اپنے آبا و اجداد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے حاصل ہوئی۔

ایضاً آپ نے اپنے عمِ محترم سید محمد بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔
〃 آپ نے اپنے عمِ محترم سید صدالدین بخاری سے بھی تربیت حاصل کی۔
〃 آپ نے تربیت وخلافت امام عبد اللہ یافعی سے حاصل کی۔
〃 آپ نے شیخ ربانی اللہ سرہٗ فی الارضین شہاب الحق والملۃ والدین (شہاب الدین) ابی سعید سے تربیت خلافت حاصل کی جو محمود بن محمد کرمانی شافعی کے صحبت یافتہ تھے۔
〃 آپ کو خلافت حاصل ہوئی شیخ محمد عبید غیثی سے، اور انہوں نے تربیت وخلافت حاصل کی اپنے والد شیخ عبید اللہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ فاضل بن غیثی سے اور انہوں نے خلافت و تربیت

www.maktabah.org

حاصل کی قطب یمن ابو الغیث بن جمیل سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی افلح سے اور انہوں نے خلافت پائی شیخ علی حداد سے اور انہوں نے تربیت وخلافت پائی قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔

ایضاً آپ کو شیخ قطب الدین منور سے اور ان کو شیخ نظام الدین اولیاء سے نسبت حاصل ہے۔

" آپ نے خلافت حاصل کی مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی سے۔

" آپ کو خلافت ملی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے اور انہوں نے تربیت وخلافت پائی شیخ نظام الدین اولیاء سے۔

" آپ نے تربیت وخلافت پائی شیخ نورالدین علی بن عبداللہ طراشی سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی سلسلہ بہ سلسلہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔

" آپ نے خلافت پائی شیخ رکن الدین علی بن ہیجی سے اور ان کو خلافت ملی سلسلہ بہ سلسلہ سید التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو خلافت حاصل ہوئی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے

" آپ کو خلافت حاصل ہوئی حمید الدین ابی الوقت محمد حسین سمرقندی سے۔

" آپ کو خلافت حاصل ہوئی قطب العالم شیخ رکن الدین ابو الفتح بن صدرالدین بن بہاؤالدین زکریا ملتانی سے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلہ دو خانوادوں کے وسیلوں سے ہی رائج ہوا، ایک شیخ رکن الدین سے، دوسرا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے، اگرچہ آپ نے بے شمار خانوادوں کے معارف وحقائق کی چاشنی چکھی ہے۔

" آپ کو شیخ الاسلام محمود تستری سے عالم خواب میں اجازت حاصل ہوئی۔

" آپ کو خلافت واجازت شیخ نجم الدین اصفہانی سے حاصل ہوئی۔

" آپ کو فقیہ یصال قطب عدن سے خلافت ملی۔

" آپ کو خلافت واجازت وتربیت قرأۃ علم العوارف وکتب سلوک اور اخذ طریقت قطب المشائخ شیخ عبداللہ قطری سے حاصل ہوئی۔

" آپ کو خلافت واجازت سلطان عینی سے حاصل ہوئی۔

" آپ کو خلافت واجازت بعالم خواب وبیداری حضرت شیخ مرشد سلطان ابو اسحاق گازرونی قدس اللہ سرہٗ سے ملی۔

" آپ کو خلافت واجازت عالم خواب میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوئی

" آپ کو خلافت واجازت عالم خواب میں حضرت قطب الاولیاء سید احمد کبیر رفاعی سے ملی۔

www.maktabah.org

ایضاً آپ کو خلافت واجازت بعالم خواب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین اولیاء سے ملی۔
〃 آپ کو خلافت واجازت وتربیت غوث الہی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے حاصل ہوئی۔
〃 آپ نے خرقہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے بغیر کسی واسطہ کے زیب تن کیا۔

حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیان کو خلافت واجازت ایک سو چالیس سے زیادہ علمائے راسخین اور صاحبان ارشاد مشائخ سے حاصل تھی جن کے خرقہ اور سلسلہ کی نسبت عن فلاں عن فلاں کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے، آپ نے علم شریعت و طریقت وحقیقت وعلم تصوف ان سب سے حاصل کیا اور جتنے مشائخ کرام کا ہم نے ذکر کیا ہے ان بزرگوں سے اجازت وخلافت ارشاد اور تلقین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب میں آخری بار حضرت مخدوم جہانیان قدس اللہ سرہٗ کی خدمت بابرکت میں شہر اوچ میں پہنچا اور مجھے آپ سے شرفِ اختصاص حاصل ہوا تو اس موقع پر حضرت نے ان تمام اکابر وشیوخ کے نام گن گن کر وہ سب فیوض عطا فرمائے جو آپ ان مشائخ سے حاصل کر چکے تھے۔

قطعہ

نہ چنداں نعمتم ایثار کردند ۔۔۔ کہ آنرا میتوان کردن حسابی
نبات از شکر او بیروں نیاید ۔۔۔ کہ گر دو سیر از دستِ سحابی

ترجمہ: آپ نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ان کا حساب نہیں ہو سکتا، شکر سے نبات نہیں نکل سکتی جب تک بادل سے سیراب نہ ہو۔

حضرت مخدوم جہانیان کی ولادت باسعادت بروز پنجشنبہ بوقتِ مغرب شب برات ۱۵ شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور آپ نے ۷۸ سال قیدِ حیات میں رہ کر بروز چہارشنبہ عیدالاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں غروب آفتاب کے وقت انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار اوچ میں واقع ہے۔ آپ کا مسلک حنفی تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو شیخ جمال کی خدمت میں لے کر آئے اور آپ کو اُن کے پیروں پر ڈال دیا۔ اس وقت حضرت جمال نے آپ کے والد کو بشارت دی کہ تمہارا یہ فرزند دنیا میں ایک ایسی بزرگ ہستی ہوگا جس طرح آج کی رات کی بزرگی تمام عالم میں ہے۔

حضرت مخدوم جہانیان کے خلفاء

حضرت مخدوم جہانیان کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ شیخ صدر الدین راجو بخاری۔

۲۔ سید اشرف الدین مشہدی۔

www.maktabah.org

۳۔ شیخ بابو تاج الدین بکھری۔
۴۔ سید محمود شیرازی
۵۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی
۶۔ سید سکندر بن مسعود
۷۔ سید علاؤ الدین جامع الملفوظ سید شرف الدین۔
۸۔ مولانا عطاء اللہ۔

حضرت مخدوم جہانیان کو حضرت شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلی سے جو تعلق صحبت تھا وہ بہت مشہور رہے اس لیئے اس کو تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر (اشرف) پہلی مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پہنچا تو جیسا کہ حضرت مخدوم کا طریقہ تھا آپ نے اخذ مقامات کی ابتدا کی، جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اشرف کے مقامات کا منتقل ہونا ممکن نہیں ہے تو بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ برادر اشرف ہم سے ضرور کچھ حاصل کریں گے۔ جب ان کی ملازمت میں پہلی رات ہوئی تو حضرت والا کے ارشاد سابقہ کے بموجب میں خلوت گاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کے ساتوں اعضاء الگ الگ جگہ پڑے ہیں۔ اور ہر عضو تسبیح میں مصروف ہے اور مختلف زبانوں میں یہ تسبیح و ذکر جاری ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، پھر وہ تمام اعضاء یکجا ہو گئے۔ اس وقت حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی اشرف تم کو یہ (نعمت) مبارک ہو" دوسری شب خلوت میں جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا جسم تجلی بسیط سے پھیل گیا ہے اور تمام خلوت خانہ جسم سے پر ہو گیا ہے اور جسم کے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے سوراخوں سے باہر آنے لگے ہیں۔ جب کچھ دیر کے بعد حالت اصلی پر واپس آئے تو فرمایا "میرے بھائی یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو" تیسری شب مجھے خلوت میں باریابی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم اسقدر لطیف ہو گیا ہے کہ از سرتا بہ پا جسم کا ایک ایک ذرہ دیکھا جا سکتا ہے ؎

مثنوی

چنان صافی شدہ از پائی تا سر — کہ گوئی بیضۂ نور است یکسر
ز تاب آفتاب ذات یزدان — شدہ جسم مبارک او درخشان
اگر در پا بود یک ذرۂ خاک — نماید سوئی سر آن ذرۂ پاک

ترجمہ:۔ پاؤں سے سر تک ایسا صاف اور شفاف ہو گیا تھا جیسے کہ سراسر ایک روشنی کا گولہ ہو۔ ذات یزداں کے آفتاب کی تابش سے اُن کا جسم مبارک درخشاں ہو گیا تھا۔ اگر پاؤں کے نیچے بھی کوئی مٹی کا ذرّہ موجود ہو تو اس کو بھی ان کے سر کے اندر سے مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔

اس حال کے مشاہدے سے مجھے دہشت ہوئی اور میں خلوت گاہ سے واپس آ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب

www.maktabah.org

آپ کے سراپا کا وہ آئینہ مکدر ہوا تو آپ کو اس فقیر کا خیال آیا اور مجھے طلب فرما کر ارشاد کیا "برادرم اشرف! یہ (نعمت) بھی تم کو مبارک ہو"

جب میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو حلقۂ احباب میں ذکر جہری اور ہر کام کیلئے یا غفور کے تعویذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا ؎

قطعہ

میانِ ما و تو آن اتحاد است | کہ آنرا موجبی اندر میان نیست
چنانم باتو باہم ای دل آرام | کہ آن وابستگی در جسم و جان نیست

ترجمہ:۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ازلی دوستی اور لم یزلی الفت قائم ہے جس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اے محبوب تیرے ساتھ ایسی باہمی وابستگی ہے کہ ایسا تعلق تو جسم و جان کا بھی نہیں ہے۔

شجرۂ یازدہم

(سلسلہ زاھدیہ)

حضرت شیخ ابوالحسین بازیار ہروی آپ سلسلۂ زاہدیہ کا منشا اور اس زمرۂ عابدیہ کا منتہا ہیں۔ آپ مقتدائے عصر اور پیشوائے زمانہ تھے، تمام فضائل طریقت سے آراستہ اور کمالات معرفت سے پیراستہ تھے۔ حضرت ابوالعباس قصاب سے آپ فیضیاب ہوئے تھے۔ ان اکابر کا مرجع حضرت سید الطائفہ ہیں۔ ان کے ذکر میں تفصیل پیش کی جائے گی۔ خاندان زاہدیہ کا منشا حضرت محمد رویم ہیں۔

شیخ ابومحمد رویم آپ کا نام محمد رویم بن احمد بن یزید ہے۔ آپ کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو شیخ ابوبکر، شیخ ابوالحسن اور شیخ ابو شیبان بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رویم اعظم کے نبیرہ ہیں جو حضرت نافع سے قرأت قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ آپ کو سید الطائفہ سے نسبت حاصل ہے۔

اکابر زمانہ سے ایک بزرگ کا قول ہے:۔

"موئی از رویم دوست تر از صد موئی جنید است"

ترجمہ:۔ شیخ رویم کا ایک بال مجھے شیخ جنید کے سو بالوں سے زیادہ عزیز ہے۔

آپ بڑے صاحب جاہ و مرتبت شخص تھے۔ تصوّف و معارف میں آپ کے اقوال بہت مشہور و معروف ہیں۔

شیخ عبداللہ حفیف شیرازی آپ طبقۂ خامس سے ہیں۔ آپ کا نام نامی محمد بن خفیف اسکباری ہے۔ آپ کا تعلق شیراز سے ہے اور آپ کی والدہ نیشاپور کی تھیں، آپ

www.maktabah.org

اپنے وقت میں شیخ الاسلام تھے، بہت سے مشائخ روزگار جیسے حضرت رویم، حضرت کتانی، شیخ یوسف اور ان جیسے دوسرے بزرگوں کو آپ نے دیکھا تھا۔ آپ کی نسبت شیخ رویم سے ہے، آپ کا مسلک شافعی تھا۔ ۳۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض حضرات کا قول ہے کہ آپ کی وفات یکم شوال (بروز عید الفطر) ۳۹۱ھ میں ہوئی آپ نے ایک سو چوبیس ۱۲۴ سال کی عمر پائی۔ آپ سے سلسلہ کی نسبت شیخ بازیار نے حاصل کی اور اُن سے شیخ ابو اسحاق گازرونی نے، اور شیخ گازرونی سے خواجہ قطب الدین عبد المجید نے اور ان سے خواجہ احمد عبد الکریم نے اور خواجہ عبد الکریم نے خواجہ صدر الدین سمرقندی نے اور اُن سے خواجہ شہاب الدین زاہد نے، اور خواجہ شہاب الدین زاہد سے خواجہ فخر الدین زاہد نے اور اُن سے خواجہ بدر الدین زاہد کو یہ نسبتِ ارادت حاصل ہوئی۔

شجرۂ دوازدہم
(سلسلہ احمدیہ)

حضرت احمد النامقی الجامی

سلسلہ احمدیہ کا منشا و منبا حضرت شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی المعروف بہ شیخ احمد زندہ پیل قدس اللہ سرہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد زندہ پیل اس رتبہ اور پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کے اوصاف کی تشریح و توضیح حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔ شیخ احمد النامقی کی کنیت ابو نصیر احمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابو الحسین النامقی الجامی ہے۔ آپ حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں، حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کا قول ہے کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے نہیں روکا اور آپؐ مجھے جب دیکھتے تو تبسم کے ساتھ دیکھتے تھے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی بہت بلند قامت اور خوبرو تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بیالیس فرزند عطا فرمائے تھے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ سرہ کے پاس جو خرقہ تھا اُن کو چالیس مشائخ نے پہنا تھا اور وہی خرقہ شیخ احمد کو عطا ہوا تھا۔ شیخ ابو علی فارمدی کو آپ (ابو سعید ابو الخیر) ہی سے نسبت ارادت حاصل تھی۔

منقول ہے کہ ابو القاسم گرد امرائے زمانہ میں سے تھے لیکن انہوں نے فقر اور قناعت کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس وجہ سے روزی کی طرف سے پریشان رہتے تھے۔ کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ شیخ احمد النامقی کی خدمت میں جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کا رزق ایک پتھر کے حوالے کر دیا۔ جس کو شاعر نے یوں نظم کیا ہے:-

نظم

ابو القاسم کرد شد چو بحر مضطر | بکشاد بر د کرامت احمد در
کردند کفاف حوالہ بہ حجر | ہر روز چہار دانگ می آئی و می بر

www.maktabah.org

ترجمہ:- جب ابوالقاسم کردیکسر پریشان ہو گیا تو اس کے اوپر کرامتِ احمدی کا دروازہ کھولا گیا اس کا رزق پتھر کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہر روز چہار دانگ لے لیا کرو۔

اسی طرح کا ایک معاملہ حضرت قدوۃ الکبرا سے بھی ظہور میں آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی مرتبہ دکن کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی خانقاہ میں فروکش ہوئے اور مدت تک وہاں قیام فرمایا۔ محمود خان گجراتی جو مشہور زمانہ امراء میں سے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے التفات خاص سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت کی توجہ اُن کی جانب کچھ زیادہ ہی مبذول ہوگئی تو انہوں نے امارت اور اسباب دنیوی و مال و متاع کو ترک کر دیا یہاں تک کہ روزمرہ کے خرچ سے بھی تنگ ہونے لگے جب حضرت قدوۃ الکبرا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے اہل وعیال کے لئے روزانہ کتنا خرچ درکار ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چار دینار یومیہ میں گذر بسر ہو سکتی ہے تو حضرت نے ان کے لئے چار دینار یومیہ قریب کے ایک پہاڑ سے مقرر فرمادیئے۔ یہ پہاڑ نواحی خانقاہ میں واقع تھا اور اس کو درۂ شاہی کہتے تھے۔ وہاں سے ان کو چار دینار روزانہ مل جایا کرتے تھے۔ خواجہ ابوالوفا نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:-

قطعہ

چو محمود از اعیال خویش شد تنگ — عنایت پیر کردش فکر ادرار
کہ ہر روز ای برادر بہرِ اطفال — بگیر از سیم درہ چہار دینار

ترجمہ:- جب محمود اپنے اعیال کے خرچہ سے تنگ آکر فکر مند ہونے لگا تو ان کے پیر نے ان کی فکر دور کر دی اور کہا کہ بچوں کے خرچہ کے واسطے روزانہ پہاڑ سے چار دینار لے لیا کرو۔

آپ کی نسبت اجازت و خلافت شیخ ابو طاہر ابوالخیر سے ہے۔ کہتے ہیں کہ چار سو سال کے بعد ایک احمد پیدا ہوگا۔ حضرت خواجہ ابوالمکارم فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام احمد جامی کا طبقہ چار سو سال اور کچھ زیادہ ہے چنانچہ اس حساب سے حضرت قدوۃ الکبرا تک آٹھ سو سال بنتے ہیں یعنی ۸۰۹ھ تک آپ کا دور ہے۔

حضرت شیخ احمد النامقی کی ولادت ۴۴۱ھ میں ہوئی اور انہوں نے ۵۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) تک آپ کی نسبتِ ارادت مسلسل ہے اور وہ اس طرح ہے:- آپ نے تربیت اور ارادت شیخ ابو طاہر سے حاصل کی۔ شیخ ابو طاہر خلیفہ برحق و خلفِ مستحق حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کے ہیں جن کا اصل نام فضل اللہ بن ابی الخیر ہے۔ حضرت ابی سعید ابی الخیر سلطان وقت اور جمال اہل طریقت تھے آپ کے پیر و مرشد طریقت شیخ ابوالفضل سرخسی ہیں جو یگانۂ روزگار اور مقتدائے عصر تھے۔ تمام اکابر اور اماثر وقت نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر

آپ کی دو رباعیات بہت مشہور ہیں اور کتب تصوف میں مرقوم ہیں ان میں سے ایک رباعی وہ ہے کہ اگر بیمار کی صحت یابی کے لئے پڑھی جائے یا پڑھ کر

www.maktabah.org

بیمار پر پھونکی جائے یا تعویذ کی صورت میں ہو تو حق تعالیٰ بیمار کو صحتِ کلی عطا فرما دیتا ہے اور اگر کسی شخص کی نزع کی حالت میں پڑھی جائے تو دم نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے یا وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

رباعی

حوران بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان زتعجب کفِ خود برکف زد
یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد — ابدال زبیم چنگ بر مصحف زد

ترجمہ: صف بستہ ہوئیں حوریں نظارے کے لئے — رضوان نے تعجب سے بجائی تالی
جب خال سیاہ دوست کے رخ پر دیکھا — قرآن پہ ابدال نے دف تک رکھ دی

اور دوسری رباعی جو آپ سے منقول ہے اور دوسرے اکابر سے بھی اس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ جو کوئی اس رباعی کو اپنا وِرد بنا لیتا ہے تو اس کو بھی منجملہ اولیاء لکھا جاتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرفِ ہمکلامی کا خواہاں ہوتا ہے اور درجہ ولایت چاہتا ہے تو اس رباعی کو اپنا ورد بنالے، وہ رباعی یہ ہے:۔

رباعی

من بی تو دمی قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زبان شود ہر موئی — یک شکر از تو ہزار نتوانم کرد

ترجمہ:۔ میں تیرے بغیر ایک دم بھی قرار سے نہیں رہ سکتا (تیرے بغیر دم بھر کو قرار نہیں آسکتا) اے دوست تیرے احسانات کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرے ہزاروں احسانات میں سے ایک احسان کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

۴ر شعبان ۴۴۰ھ میں شب جمعہ نماز عشاء کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے ایک ہزار ماہ کی عمر پائی۔ (۸۳ سال ۴ ماہ)

شیخ ابوالفضل سرخسی شیخ ابوالفضل بن الفضل بن الحسن سرخسی کا نام نامی محمد بن الحسن ہے آپ شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مرید ہیں اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر ہیں۔ آپ (شیخ ابوسعید ابوالخیر) کے مریدوں پر جب حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ لوگ شیخ ابوالفضل سرخسی کے مزار پہ پہنچ جاتے تھے وہاں وہ حال قبض حالِ بسط سے بدل جاتا تھا اور ذوق و وجدان سے یہ بیت پڑھتے تھے۔

بیت

معدن شادیست این یا منبع جود و کرم — قبلۂ ما روئ یار و کعبۂ ہر کس حرم

ترجمہ: معدنِ شادی کہوں یا معدنِ جود و کرم — اپنا قبلہ یار کا رخ غیر کا قبلہ حرم

آپ کا کوئی مرید جب زیارتِ بیت اللہ کا قصد کرتا تو فرماتے کہ ان (شیخ ابوالفضل) کے مزار کا سات مرتبہ طواف کرو حج کا ثواب مل جائے گا۔

www.maktabah.org

شیخ ابونصر سراج آپ کو طاؤس الفقراء کہتے ہیں۔ آپ علوم و فنون میں کامل اور ریاضات و معاملات میں بے مثل و بے عدیل تھے۔ کتاب "اللمع" کے مصنف ہیں۔ اس کتاب "اللمع" کے علاوہ بھی آپ کی اور بہت سی تصانیف علم حقیقت اور طریقت میں موجود ہیں۔ آپ طوس کے رہنے والے تھے۔ طوس ہی میں آپ کا مزار ہے۔ آپ شیخ ابو محمد مرتعش کے مرید ہیں۔ آپ نے شیخ سہل تستری اور سری سقطی کو دیکھا تھا، ایک روز شیخ مرتعش کی مجلس میں معارف و حقائق بیان ہو رہے تھے، یہ بھی اس میں مصروف تھے، معارف بیان کرتے کرتے شدتِ جذبہ پیدا ہوا اور یہ بے خود ہو گئے، آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ اسی بے خودی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور آگ میں سجدے کے لئے سر رکھ دیا لیکن ان کو آگ سے گزند نہیں پہنچا۔ اس واقعہ سے ان کی عزت و توقیر میں اور اضافہ ہو گیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ میرے مرنے کے بعد جو کوئی میرے مزار کے پاس سے گزرے گا وہ بخش دیا جائے گا۔ اسی ارشاد کی بنا پر طوس کے لوگ (مسلمان) اپنے مردے کے جنازے کو آپ کے مزار کے پاس سے گزار کر قبرستان لیجاتے ہیں۔

شیخ عبداللہ بن محمد المعروف با مرتعش آپ کا تعلق طبقۂ رابعہ سے ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے، آپ کا مولد تو نیشاپور تھا لیکن آپ بغداد کے محلہ حیرہ میں رہتے تھے۔ آپ عراق کے یگانہ و یکتا فرد تھے اور عراق کے تمام مشائخ کے آپ امام تھے۔ آپ شیخ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ شیخ جنید کو آپ نے دیکھا تھا۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ بغداد کے تین عجائب ہیں:۔

۱۔ شبلی کی فریاد۔ ۲۔ مرتعش کے نکات۔ ۳۔ خلدی کی حکایات۔

شیخ مرتعش ہمیشہ بغداد میں مقیم رہے۔ مسجد شونیزیہ آپ کا مسکن تھا اور اسی جگہ ۳۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا، بعض نے کہا ہے کہ ۳۲۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی ارادت و خلافت کی نسبت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے ملتی ہے۔

شجرۂ سیزدہم

(سلسلۂ انصاریہ)

خواجہ عبداللہ انصاری سلسلہ انصاریہ کا مرجع اور منشا حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہیں۔ آپ کا نام ابو اسماعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہے (قدس اللہ سرہٗ) آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ متُّ الانصاری بن حضرت ابوایوب انصاری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت متُّ الانصاری امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں احنف

www.maktabah.org

بن قیس کے ساتھ خراسان تشریف لائے تھے اور ہرات میں مقیم ہو گئے تھے۔ شیخ الاسلام کے والد شیخ ابو منصور کچھ مدت بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ مقیم تھے۔ ایک روز ایک خاتون نے جناب شریف حمزہ عقیلی سے کہا کہ آپ ابو منصور سے کہیں کہ وہ مجھے اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب ابو منصور سے یہ بات کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا تو شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور ان خاتون کی پیشکش کو رد کر دیا۔ شیخ شریف حمزہ نے کہا کہ تم شادی ضرور کرو گے اور اسی بیوی کے بطن سے تمہارے ایک فرزند پیدا ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میری ولادت ہوئی۔ (یہ تمام روایات حضرت شیخ الاسلام کی زبانی ہیں) جب میری پیدائش کی خبر انہوں نے سنی تو فرمایا کہ کیا خوب لڑکا ہے (یہ کلمہ تمام صفات کا جامع ہے) حضرت شیخ الاسلام کی پیدائش قریہ قندز میں ہوئی اور اسی جگہ آپ پڑھے۔ آپ کی ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت دوم شعبان ۳۹۶ھ میں ہوئی۔ آپ ربیعی ہیں کیونکہ آپ موسم بہار میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ بھی بزرگ اور درویشہ تھیں۔

منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام پیدا ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ یہ بچہ جو پیدا ہوا ہے اس کو تم نے دیکھا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ تمام دنیا اس کی برکتوں سے معمور ہو جائے گی اور اس کے وقت میں تمام دنیا میں اس سے زیادہ بزرگ اور کوئی نہیں ہوگا۔ آپ کو ستر ہزار عربی اشعار زبانی یاد تھے وہ بھی مختلف شعراء کے۔ آپ خود بھی شاعر تھے۔ آپ کی نسبت علوم تصوف میں شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ سے ہے۔ آپ نے ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالحسن خرقانی آپ کا نام نامی علی بن جعفر ہے، اپنے وقت کے یگانہ، غوث زمانہ اور قبلۂ وقت تھے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کو تصوف میں ایک نسبت تو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی سے ہے اور ایک نسبت شیخ ابوالعباس قصاب سے ہے لیکن سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ آپ کی وفات شب سہ شنبہ ۱۰ محرم ۴۲۵ھ میں ہوئی

شیخ ابوالعباس قصاب الآملی آپ آمل طبرستان کے شیخ تھے۔ آپ کے شیخ محمد بن عبداللہ الطبری تھے جو شیخ ابو محمد حریری کے مرید تھے۔ آپ زبردست کرامتوں کے مالک تھے اور اپنے زمانے کے غوث تھے اُن کا ارشاد ہے کہ ہمارا یہ کاروبار بآخر خرقانی کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (شیخ خرقانی کو یہ بوجھ اٹھانا پڑا وہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس قصاب کا زمانہ پایا ہے۔ میں ہمیشہ شیخ عمو سے کہا کرتا تھا کہ تین مرشدوں کی میں ضرور زیارت کروں گا۔ شیخ ابوالعباس سے آمل میں، شیخ احمد نصر سے نیشاپور میں اور شیخ بوعلی سیاہ سے مرو میں شرف نیاز حاصل کروں گا۔

حسین بن منصور حلاج طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ وہ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد رہیں اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کا ذکر تفصیل سے ابتداء سے انتہا تک لطیفۂ شطحیات

www.maktabah.org

میں آیا ہے۔ آپ حضرت جنید سے صحبت رکھتے تھے۔ دوم ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابومحمد جریری آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن الحسین ہے۔ حسین بن محمد بھی بعض نے کہا ہے۔ سید الطائفہ شیخ جنید کے اصحاب کبار سے ہیں۔ شیخ جنید کے وصال کے بعد آپ کو شیخ (جنید) کی مسند پر بٹھایا گیا۔ تمام علما و مشائخ نے آپ کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے۔ شیخ سہل عبداللہ تستری کی صحبت میں رہے ہیں۔ جنگ قرامطہ میں آپ شریک تھے، اسی جنگ میں پانی نہ ملنے کے باعث تشنگی سے آپ شہید ہوگئے۔ آپ کا سال وفات ۳۱۲ھ ہے اور بقول بعض ۳۱۴ھ ہے آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔

شجرۂ چہاردہم[۱۴]

اُن مشائخ کا تذکرہ جن کا سلسلہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی تک پہنچتا ہے

شیخ ابوحمزہ خراسانی اگرچہ لطیفہ سابق میں تفصیل سے ہم اس سلسلہ کو بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف ان اکابر کا تذکرہ کریں گے جن کو حضرت جنید بغدادی سے نسبت ہے۔ ان حضرات میں ایک بزرگ شیخ ابوحمزہ خراسانی ہیں۔ ان کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ نیشاپوری ہیں۔ مشائخ عراق کے ہم صحبت تھے۔ آپ کو جوانمردانِ مشائخ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۹۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا یعنی حضرت شیخ نوری اور حضرت شیخ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ سے پہلے اور شیخ خرّاز اور شیخ ابوحمزہ بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا وصال ہوا۔

شیخ ابوالخیر تنیاتی آپ کا تعلق طبقۂ چہارم سے ہے۔ آپ کا نام نامی حماد ہے۔ آپ موضع تنیات میں جو مصر سے دس فرسخ کے فاصلے پر ہے کسی شخص کے غلام تھے۔ بعض کا قول ہے کہ تنیات ولایت مغرب میں ایک مقام کا نام ہے۔

جھولی بُنا کرتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح بُن لیتے ہیں۔ آپ اپنے وقت میں مخلوقات کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ۳۴۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ ابوعبداللہ جلا، شیخ جنید اور ان جیسے بزرگوں کی صحبت کا فیض اٹھایا ہے۔ تصوف توکل اور معارف طریقت میں آپ کے ارشادات سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ میں طبقہ صوفیہ میں تیرہ[۱۳] ابوالخیر نام والے حضرات کو جانتا ہوں جو سب کے سب موالی تھے ان میں چند یہ ہیں۔ یہ حضرات ساداتِ جہان و اقطاب زمانہ گذرے ہیں:-

www.maktabah.org

۱۔ ابوالخیر تنیاتی۔
۲۔ ابوالخیر عسقلانی
۳۔ ابوالخیر حمصی
۴۔ ابوالخیر مالکی
۵۔ ابوالخیر حبشی جو آخری ابوالخیر ہیں۔

شیخ حمزہ عبداللہ حسینی شیخ حمزہ عبداللہ الحسینی آپ کا نام نامی ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کی عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گذرا۔ آپ شیخ ابوالخیر تنیاتی کے مریدوں میں سے ہیں۔

حضرت منشاد النوری آپ طبقۂ سوم سے ہیں۔ عراق کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے دور کے یگانہ اور سرآمد ہیں۔

حضرت یایحی جلاد ان سے مشائخ صحبت رکھتے تھے۔ جنید ورویم اور نوری کے معاصر ہیں ۲۹۹ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت سمنون بن حمزہ بن المحب الکذاب طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ امام المحبت تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بعض نے آپ کی کنیت ابوالقاسم بتائی ہے۔ خود کو کذاب لقب دیا تھا۔ جب تک اس لقب سے مخاطب نہ کیا جاتا آپ جواب نہیں دیتے تھے۔ عالم محبت میں یگانہ تھے۔ تمام عمر محبت کی باتیں کرتے رہے۔ سری سقطی و محمد علی القصاب و ابواحمد القلانسی سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت جنید کے مرید تھے اور اُن سے پہلے وفات پائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت ابواحمد قلانسی قدیم مشائخ سے ہیں ان کا نام مصعب بن احمد البغدادی ہے۔ کہتے ہیں وہ مرو کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید اور رویم کے معاصر تھے ۲۹۰ھ میں مکہ گئے۔

حضرت علی بن بندار بن الحسین صوفی پانچویں طبقہ سے ہیں۔ کنیت ان کی ابوالحسن ہے۔ نیشاپور کے متاخرین بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں۔ مشائخ کی صحبت میں رہے اور ان کی صحبت سے اسقدر بہریاب تھے کہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ سید الطائفہ (جنید بغدادی) کے معاصر تھے۔ ۳۵۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ اس قوم اور طائفہ علماء کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور اپنے عہد کے امام تھے اور اخیار و ابرار کے مقتدا تھے۔ ذوالنون مصری کے شاگرد تھے، اپنے ماموں سے صحبت رکھتے تھے جو حضرت جنید کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت جنید سے پہلے محرم ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ البخاری الحارثی المکی آپ کتاب قوت القلوب کے مصنف ہیں جو اسرار طریقت کی جامع ہے۔ کہتے ہیں کہ طریقت کی باریکیوں سے متعلق اسلام میں ایسی تصنیف نہیں ہوئی۔ جمادی الآخر ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔ تصوف میں ان کی نسبت

www.maktabah.org

شیخ عارف ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ احمد بن سالم بصری سے ہے اور ابوالحسن محمد کی اپنے باپ ابوعبداللہ احمد بن سالم سے اور ان کے والد کی نسبت سہل بن عبداللہ تستری سے۔ قدس اللہ ارواحہم۔

حضرت ابوبکر الکسائی الدینوری قہستان عراق سے تعلق رکھنے والے تھے، دینور میں مرد بزرگ تھے، حضرت جنید کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور ان سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ حضرت جنید بغدادی سے ہزار مسئلہ انہوں نے دریافت کیا جن کا آپ نے جواب دیا۔ جب وہ سوتے تھے تو ان کے سینہ سے قرآن شریف کی آواز آتی تھی۔

حضرت ابو یعقوب الاقطع حضرت جنید کے کاتب تھے۔ ان کا سلسلہ سکہ میں تھا۔

حضرت محفوظ بن محمود طبقۂ ثانیہ سے ہیں۔ نیشاپور کے قدیم مشائخ سے ہیں۔ ابوحفص کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابوعثمان حیری سے صحبت رکھتے تھے۔ ۳۰۴ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابراہیم الخواص آپ طبقۂ دوم کے مشائخ میں سے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا تعلق مشائخ طبقۂ سوئم سے ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحاق ہے۔ توکل و تجرید اور تفرید کے طریقوں میں یکتائے زمانہ تھے۔ شیخ جنید اور شیخ نوری کے معاصرین میں سے ہیں لیکن آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوالعباس بن عطا آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے، آپ کا نام نامی احمد بن محمد بن سہیل بن عطا الآدمی البغدادی ہے۔ علمائے مشائخ سے ہیں۔ ارباب تصوف کے ظرفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ معانی قرآن میں آپ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ آپ کی ایک تفسیر بھی ہے۔ آپ شیخ ابراہیم مارستانی کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور ابوسعید خراز کے احباب میں سے ہیں۔

شیخ ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیرازی آپ شیخ عبداللہ حفیف کے استاد ہیں، حضرت جنید، حضرت رویم اور سہل بن عبداللہ سے ملاقات کی ہے۔

شیخ ابوالحسن بن محمد الجمال آپ کا تعلق طبقۂ ثالثہ سے ہے۔ آپ واسطی الاصل ہیں لیکن مصر میں مقیم ہو گئے سرزمین مصر ہی میں آپ کا رمضان ۳۱۶ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر واسطی آپ کا نام محمد بن عبداللہ موسیٰ ہے۔ حضرت جنید اور شیخ نوری کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ اصول تصوف میں علماء اور مشائخ زمانہ میں سے کوئی شخص آپ سے کلام نہ کر سکتا تھا۔ آپ کا انتقال ۳۲۰ھ میں شہر مرد میں ہوا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابوبکر الکتانی طبقۂ رابعہ سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کا نام محمد بن علی بن جعفر البغدادی ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے اصحاب سے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی مجاورت آپ نے کی، اور وہیں ۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

www.maktabah.org

شیخ شبلی قدس سرہ آپ طبقہ رابعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا نام نامی جعفر بن یونس ہے اور یہی آپ کے مزار پر کندہ ہے۔ آپ مصری ہیں۔ مصر سے بغداد چلے آئے تھے۔ شیخ خیر نساج کی مجلس میں ان کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ لیکن آپ شیخ جنید کے شاگرد اور مرید تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید قدس سرہ کا ارشاد ہے:۔

"لا تنظروا الی الشبلی بالعین التی ینظر بعضکم الی بعض فانہ عین الجنید من عیون اللہ"

ترجمہ:۔ شبلی کو تم اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے دوسروں کو دیکھتے ہو، بے شک وہ جنید کی آنکھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آنکھوں میں سے۔

شیخ شبلی نے ۸۷ سال کی عمر پائی۔ ماہ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ ابوبکر مصری آپ کا نام محمد ابراہیم ہے۔ آپ شیخ ابوبکر قزانی کے استاد ہیں اور حضرت شیخ دقاق کبیر کے شاگرد ہیں۔ حضرت جنید اور شیخ نوری قدس اللہ سرہ کی صحبت پائی ہے۔ ماہ رمضان ۳۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

شیخ جعفر نصیر الخلدی آپ کا تعلق طبقہ خامسہ سے ہے آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ بغدادی ہیں۔ بغداد کے محلہ خلد کے رہنے والے تھے۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے شاگرد تھے، آپ نے شیخ ابراہیم خواص کی ہم نشینی بھی پائی ہے۔ بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ ۳۴۸ھ آپ کا سال وفات ہے۔ آپ کا مزار شونیزیہ میں حضرت سری سقطی اور حضرت جنید کے قریب ہی واقع ہے۔

شیخ ابوالحسن بصری آپ کا تعلق طبقہ خامسہ سے ہے۔ آپ کا اسم گرامی علی بن ابراہیم البصری ہے۔ آپ شیخ شبلی کے شاگرد ہیں۔ بجز آپ کے شیخ شبلی کا اور کوئی شاگرد نہیں ہے۔

شیخ جعفر الحذاء آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے حضرت جنید اور آپ کے معاصرین سے فیض صحبت حاصل کیا شیخ شبلی آپ کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۳۴۱ھ میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار شیراز میں ہے۔

شیخ ابوطالب خزرج بن علی آپ شیخ جنید کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ ہمیشہ اسہال کے مرض میں مبتلا رہتے تھے۔

شیخ ابوالقاسم القصری حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے اصحاب کبار میں سے ہیں۔

شیخ عبداللہ بلیانی آپ کا لقب اوحد الدین تھا۔ آپ شیخ علی دقاق کی اولاد تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔ عاشورہ کا دن تھا۔

شیخ عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری آپ کا نام محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی ہے۔ آپ تفسیر حقائق وطبقات مشائخ اور عربی

www.maktabah.org

دفارسی زبانوں میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی کے مرید ہیں جو شیخ شبلی کے مرید تھے اور ان ہی سے خرقہ پہنا تھا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سرخسی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد آپ ہی کی صحبت و خدمت میں رہتے تھے اور ان سے خرقہ پہنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر بن جنید سے سنا کہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی ہر طرح سے فاضل و کامل ہیں۔ انہوں نے فرمایا تصوف حق ہے جو بھی وہ تم سے کہیں وہ حق ہے۔ امام ابوسہل صعلوک نے فرمایا اغراض سے اعراض کرنے کا مطلب حق ہے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری آپ کا نام نامی عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہے۔ آپ رسالہ قشیریہ کے مصنف ہیں آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف "تفسیر لطائف" ہے۔ علاوہ ان کتب کے آپ کے بہت سے ارشادات واقوال موجود ہیں۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کے مرید ہیں اور شیخ ابوعلی فارمدی (مرشد امام غزالی) آپ کے مرید تھے۔ آپ نے ربیع الآخر ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔

مشائخ متقدمین و متاخرین کے سلاسل اور علمائے راسخین و کاملین کی تواریخ کا بیان بر نہج اختصار جس قدر کہ میرے علم میں تھا بیان کر دیا گیا۔ اب جامع ملفوظات (نظام غریب یمنی) حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار کے حالات بیان کرتا ہے۔

ذکر خلفائے حضرت قدوۃ الکبرا

شیخ کبیر العباسی آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے اصحاب میں ممتاز اور آپ کے احباب میں سربلند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا آپ سے اس قدر ظاہری و باطنی التفات فرماتے تھے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ یہ خصوصیت نہیں تھی۔ آپ کے بارے میں حضرت کے التفاتِ خاص کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت نورالعین بھی اس خصوصی التفات پر بسا اوقات رشک کرتے تھے۔

یہ خصوصی التفات اس وقت پیدا ہوا کہ سیلان کے سفر میں حضرت کبیر سے ایک اثر خاص مشاہدہ میں آیا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بہار کا آغاز ہوتا اور باغوں میں پھول کھلنے لگتے تو آپ باغوں میں چلے جاتے تھے وہاں آپ پر اس نظارہ بہار سے بہت ہی قوی جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس درجہ کیف کی حالت میں بہت دور دراز کا سفر طے کر لیتے تھے۔ جب پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹتے تو منزل کی طرف لوٹ آتے تھے۔ ایک دن ایک ایسے ہی جذبہ اور وجد کے عالم میں آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور بے خودی کے عالم میں کچھ اور آگے نکل گئے۔ جب آپ قصبہ سرن میں پہنچے تو اصل حال پر واپس آ گئے لیکن بہت شرمندہ تھے۔ اس شرمندگی کے عالم میں اس قصبہ کی ایک مسجد میں چلے گئے اور وہاں ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے اور استغراق میں مشغول ہو گئے۔ اس روز ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا قصبہ کی عورتیں اور مرد سیر سپاٹے کے لیے گھروں سے نکل آئے تھے ان میں سے کچھ عورتیں اور کچھ مرد مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور خوب ہا ہو کرنے لگے، عجیب عجیب ناشائستہ حرکتوں میں یہ لوگ مشغول تھے کہ اتنے میں ایک خرسوار

www.maktabah.org
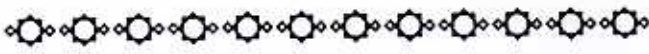
ایک عجیب ہیبت میں مسجد کے دروازے پر آیا اور اس قدر شور مچایا کہ حضرت کبیر کے استغراق میں خلل پڑنے لگا اور آپ حالتِ استغراق سے نکل آئے۔ مسجد کے دروازے پر آپ نے آکر دیکھا تو آپ کی نظر اس دجّال خرسوار پہ پڑی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس سے کہا کہ "بھاگ یہاں سے" آپ کے یہ فرماتے ہی اس خرسوار نے اپنے آپ کو سیلان کی پہاڑیوں میں پایا۔ وہ جس طرف بھی باہر نکلنے کے لئے جاتا پتھروں کی ٹھوکریں کھاتا اور اس کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملتا آخرکار مجبور ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا کہ اب تو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ جب دوسری نماز (نماز ظہر) کا وقت آیا تو ایک شخص اس کے پاس آیا اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی اس کو دے گیا۔ یوں سات سال تک یہ راتب اس کو اسی طرح پہنچتی رہی۔

اتفاقاً حضرت قدوۃ الکبرا نے حرمین شریفین کے سفر کا قصد کیا۔ حضرت کبیر سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس سفر میں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے ؎

شعر

سعادت بندۂ آزاد اینست
کہ گردد در رکابِ بادشاہی

ترجمہ:۔ ایک آزاد انسان کے لئے سعادت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا ہم رکاب ہو۔

اس سے قبل حضرت قدوۃ الکبرا ہمیشہ خانقاہ کی نگرانی کے لئے ان کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور خود عازم سفر ہو جاتے تھے، جب حضرت کا قافلہ (جس میں حضرت کبیر بھی شامل تھے) سیلان کی سرحد پر پہنچا تو دامن کوہ میں حضرت نے قیام فرمایا چند قلندر لکڑیاں اور گھاس پوس لینے کے لئے جنگل میں نکل گئے تو وہاں انہوں نے ریچھ کی شکل کا ایک عجیب سا جانور دیکھا بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انسان ہے۔ یہ قلندر وہاں سے لوٹ آئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا کہ اس شخص کو یہاں لے آئیں۔ جب یہ لوگ اس کو لے کر واپس آئے تو حضرت نے اس کا حال دریافت کیا اور پوچھا تجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟ اس نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص تم کو روٹیاں اور پانی روزانہ پہنچاتا تھا تم اس کو پہچان لوگے؟ اس نے کہا ؎

مصرع

شناسد منعم گرچہ حیوانست

جی ہاں اپنے محسن کو تو جانور بھی پہچان لیتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت کبیر کو طلب فرمایا انہوں نے جب اس شخص کو دیکھا تو شرمندہ سے ہوئے۔ اس شخص نے جیسے ہی حضرت کبیر کو دیکھا، دوڑ کر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت کبیر انکسار فرمانے لگے تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب کرم کا وقت ہے۔ ؎

مصرع:۔ کہ بعد از قہر کردن لطف باید
(قہر کرنے کے بعد لطف کرنا چاہیئے)

www.maktabah.org

حضرت کبیر نے عرض کیا کہ ذرہ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے چمکنے کی کوشش کرے ؂

مصرع

بہ پیش آفتاب چہ نوری دھد سہا

حضرت نے فرمایا کہ اس کے درد کا درمان تمہارے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ آخر کار حضرت کے حکم کے مطابق اس کے جرم کو معاف فرما دیا اور اس کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ اپنے حلقۂ ارادت میں اس کو حضرت قدوۃ الکبرا نے داخل فرمایا اور اس کے بال جو بہت بڑھ گئے تھے سنت کے مطابق اپنے ہاتھوں سے کاٹے۔ پھر فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کرلو، چنانچہ آنکھیں بند کرتے ہی وہ شخص اسی موقع اور مقام پہ پہنچ گیا اور پھر اس نومسلم سے عجیب وغریب حرکتوں کا صدور ہوا۔ جب حضرت نورالعین نے یہ حال مشاہدہ کیا تو رشک غیرت کا وہ سابقہ جذبہ ختم ہو گیا

شیخ ابوالوفا خارزمی نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا ہے ؂

قطعہ

چو نور چشم جہانگیر را کبیری ہست	چہ نور چشم کہ او نور ہر جزیرہ بود
ز زردیٔ شان ہمہ را پاک میکند آخر	اگرچہ رمل صغیرہ جبل کبیرہ بود

ترجمہ:۔ حضرت جہانگیر کی آنکھ کے نور میں اتنی عظمت ہے کہ نابیناؤں کی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے ان کے نور کی زردی ایسی ہے کہ ہر گندگی کو صاف کر دیتی ہے چاہے یہ گندگی ایک تھر کے ذرہ سے چھوٹی ہو یا ایک جم غفیر سے بھی بڑی ہو۔

آپ کا انتقال ۱۳ محرم کو ہوا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کے کمال التفات کا اندازہ اس خط کی عبارت سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت کبیر کو تحریر فرمایا۔ خط کی عبارت یہ ہے:۔

فرزند اعز اکرم، شیخ الاسلام وسلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہٗ۔

اشرف کو تمہارا خط موصول ہوا اور اس کے مضمون سے مطلع ہوا۔ اے فرزند! تمہارے لئے دعائے ایمان اور مزید رحمت دارین مخصوص ہے، جو کیفیت معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ کچھ درویش صبح سے سفر میں ہیں اور اور وہ فرزند کے پاس امانتوں کے کاغذات لیکر ملاقات کو آنے والے ہیں۔ یہ علاقہ مشائخ چشت کے فرمان کے بموجب اس فرزند کو عطا کیا گیا ہے۔ اپنا وقت خدا کی اطاعت میں گذاریں، اپنے آباواجداد کا نام زندہ کریں۔ مخلوق میں مشغول نہ ہوں بلکہ مخلوق کو دعوت دیں۔ لوگوں کی غلط باتوں اور جاہل عوام کی جہالت پر مغموم نہ ہوں، ایمان کا غم کھا کر دین کا کام کریں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مزاحمت کیلئے مستقیم اور اس کا بھائی مقسم اسماعیل آں فرزند اور اہل خاندان کے دروازے پر بیٹھے تھے، درویشوں نے مہم کے دوران اس خاندان اور اس فرزند کے فرزندوں کا فاتحہ پڑھا، ہر عامل وعہدہ دار جو آں فرزند، اہل خاندان کے درپے آزار ہوگا اس

www.maktabah.org

جہان سے بے اولاد جائے گا۔ گمان یہ ہے کہ اس گاؤں میں سے آں فرزند برگزیدہ ہیں۔ جو کوئی مزاحمت اور تشویش کا باعث ہوگا اس کا دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہوگا۔ اس پر خود توجہ نہ کریں بلکہ پیرانِ چشت کے حوالے کریں اور آں فرزند کی اولاد و احفاد کو بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ [1]

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے عمل میں سے ہم ان کے لئے کچھ کمی نہ کریں گے۔ ہر کافر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔

جو کچھ بھیجا جارہا ہے اسے خرچ کریں اور بے خرچی کے وقت اس درویش کو مطلع کریں اور جو وظیفہ بتایا گیا ہے اسے صبح و شام معمول بنائیں اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں اور اس درویش کو دعائے ایمان کے ساتھ یاد رکھیں انشاء اللہ خیر حاصل ہوگی۔ محرم کے مہینہ میں یہ کلمات لکھے گئے، فرزندوں، عزیزوں اور تمام مریدوں کو دعا دیں۔ برادر عزیز قدوۃ السالکین، مفخر الاکابر خواجہ تخو دعوت دارین کے لئے مخصوص ہیں۔

راقم درویش اشرف

حضرت شیخ محمد آپ اپنے والد حضرت کبیر کے خلفِ برحق و خلیفۂ اصدق اور مرید تھے۔ یہ ابھی کم سن ہی تھے کہ حضرت کبیر کا انتقال ہوگیا۔ مرتے وقت انہوں نے شیخ محمد کو حضرت قدوۃ الکبرا کے سپرد فرمادیا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی اور خاص توجہ ان پر مبذول رکھی، یہاں تک کہ ان کی شادی طے کرنے کیلئے آپ بہ نفس نفیس ان کے سسرال والوں کے پاس تشریف لیگئے۔ ظاہری و باطنی توجہ حضرت نے اس طرح مبذول فرمائی کہ ارادتِ اشرفی سے سرفراز کیا اور ان کے گوہرِ اسرار اور جوہرِ انوار کو بحرِ قابلیت کے ساحلِ ظہور تک پہنچا دیا۔ خود حضرت نے ان کا لقب دُرِّ یتیم رکھا۔

ایک دفعہ کچھ صوفی حضرات بطور سیاح سرور پور کے قصبے میں وارد ہوئے اور یہاں انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا اور پھر اپنی کرامتیں دکھانے لگے اور خوارق کا اظہار کرنے میں مصروف ہوگئے۔ سرور پور کے کچھ لوگ ان کی یہ کرامتیں دیکھکر ان کے معتقد ہوگئے اور ان کی محفلوں میں شامل ہونے لگے۔ حضرت دریتیم نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت عبدالرزاق قدس سرہٗ کو ایک خط لکھا جس میں ان لوگوں کی آمد، ان کی کرامتوں کے اظہار اور کچھ لوگوں کا ان کا گرویدہ بن جانا تحریر تھا۔ حضرت عبدالرزاق نے خط کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد اس خط کی پشت پر اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا کہ کل صبح کے وقت رقعہ کا جواب تم کو معلوم ہوجائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اس جماعت میں ایک عجیب شور و ہنگامہ برپا ہوا۔ حضرت دریتیم نے کسی شخص کو تحقیق حال کے لئے وہاں بھیجا کہ اس ہڑبونگ کا حال معلوم کرے

[1] پ ۲۷ الطور ۲۱

www.maktabah.org

جب یہ فرستادہ یہاں پہنچا اور اس نے تفتیش حال کی تو معلوم ہوا کہ اس جماعت کے پیشوا اور سربراہ ہائے ہائے کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ کیسے بے مروت لوگ ہیں کہ اپنی ولایت میں ایک مسافر کو اتنا موقع نہیں دیتے کہ چند روز آرام سے بسر کرلے۔ جب اس بات کا کھوج لگایا تو ایک شخص نے بتایا کہ پچھلی رات تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ قلندروں کی ایک جماعت ہاتھوں میں چھریاں اور میخیں لئے ہوئے آئی اور ہمارے شیخ کو پکڑ کر زمین پر گرادیا۔ شیخ نے اپنے مشائخ کی روحانیت کو پناہ کے لئے طلب کیا تو اسی وقت چند ارواح نے آکر قلندروں سے اس قدر معذرت خواہی کی کہ انہوں نے شیخ کو معاف کردیا۔ اور امان دے دی۔ ان ارواح نے شیخ جماعت سے کہا کہ تم لوگ فوراً اپنا سامان باندھ لو اور یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ اپنا سامان باندھنے میں مصروف ہیں۔ یہ شور وغوغا اسی باعث ہو رہا ہے۔

قطعہ

چہ شیرانند در ہر بیشۂ خویش — کہ روبہ را مجالِ بودنی نیست
اگر در بیشۂ شیری در آید — ازان ضیغم بجز فرسودنی نیست

ترجمہ:۔ یہ لوگ اپنے مقام پر شیر کی طرح رہتے ہیں اور وہاں لومڑی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اگر شیر کی کچھار میں کوئی داخل ہوجائے تو تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت شمس الدین بن نظام الدین صدیقی اودھی

آپ علمائے نامدار کے پیشوا اور علمائے عصر میں برگزیدہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کی۔ تکمیل کے بعد ان ہی کے مرید ہوگئے۔ جب شیخ شمس الدین نے ان سے سلوک کی تحصیل اور شغل صعلوک کی التماس کی تو انہوں نے فرمایا کہ اے عزیزم! علوم ظاہری سے تمہارا جو کچھ حصہ تھا تم کو مجھ سے مل گیا۔ اب تمہارے علوم صوفیہ اور طریقت کی تکمیل اور حصولِ مقامات و وصول وارادت ایک ایسے سید و بزرگ کے ہاتھوں میں ہے جو مسافرت کے طور پر جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہوشیار! ان کی خدمت کو غنیمت سمجھنا۔ تمہاری کشود کاران ہی کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ اس بات کو کہے ہوئے چند روز ہی گذرے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ کے سفر سے مراجعت فرما ہوئے اور کافی عرصہ تک روح آباد میں قیام فرمایا۔

آپ کبھی کبھی اپنے احباب واصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اودھ کی طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا خطۂ اودھ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ اکابر شہر حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو دور ہی سے دیکھ لیا۔ جب یہ قریب آئے تو فرمایا فرزند شمس الدین! میں تو تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی شمس الدین کے جسم میں آتش شوق بھڑک اٹھی! وربڑے خلوص وارادت کے ساتھ انہوں نے حضرت کے سامنے سر جھکا دیا ان کے اندر ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوئی جسکی شدت سے ان کو بخار آگیا۔ حضرت نے پانی کا پیالہ ان کو عطا فرمایا، پانی پیتے ہی بخار جاتا رہا۔

چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خلوت میں بٹھا دیا۔ خلوت میں جب کچھ وقت گذر گیا تو ان پہ

www.maktabah.org

کچھ عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت نے خادم سے فرمایا خبردار! شمس الدین کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ کچھ دیر کے بعد ان میں عجیب اضطراب اور حالت میں انقلاب پیدا ہوا۔ باوجود سنبھالنے کے خود پر قابو نہ رکھ سکے اور خلوت سے باہر نکل آئے خادم بڑی جدوجہد کے بعد ان کو پھر خلوت میں لے گیا اور دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ جب خلوت کی مدت ختم ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو خرقہ پہنایا اور انواع مقامات منتہیانہ سے سربلند کیا اور فرمایا:

"اشرف شمس ہے اور شمس اشرف ہے"

ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے بعد مزید عنایت یہ کی گئی کہ بہت سے مریدوں اور حصول سعادت کے لئے حاضر ہونے والوں کی تربیت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

حضرت سیّد عثمان حضرت اجل السادات سید عثمان بن خضر، حضرت قدوۃ الکبرا کے اعلیٰ خلفاء میں سے ہیں جن پر آپ اسرار محرمانہ اور انوار مخصوصانہ نثار فرماتے تھے۔ یہ سلسلۂ سادات گیسو دراز سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سلیمان محدّث قدوۃ المحدثین وعمدۃ المفقہین شیخ سلیمان محدث بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کے اساتذۂ حدیث بڑے عالی درجہ کے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں استاد کی محبت کم ہوگئی ہے مگر شیخ سلیمان محدث کی نہیں۔ کتاب حصن الحصین انہوں نے یہاں پڑھی اور حضرت بابا رضا رتن کی نسبت سے اس سلسلۂ حدیث کی تصحیح کی۔

شیخ معروف آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے چیدہ احباب اور منتخب اصحاب میں سے ہیں۔ آپ جامع فضائل اور صاحب کمالات تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں وصول طریقت اور راہِ معرفت کو طے کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی شیخ علاؤالدین قدس اللہ سرّہٗ کی خدمت میں موجود تھے۔ شیخ معروف کا رجحان اس وقت کے دوسرے مشائخ میں سے کسی شیخ سے نسبت ارادت حاصل کرنے کا تھا کہ ایک رات اُن پر یہ ظاہر ہوگیا کہ تمہارے مقدر کے خزانے کی کنجی سید اشرف جہانگیر کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اور تمہارے دردِ نایاب کا علاج بس اسی مرشد کے پاس ہے۔ اب انہوں نے پتہ چلایا کہ آج کل قدوۃ الکبرا کہاں تشریف رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت جلد ہی یہاں پہونچنے والے ہیں، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے علم میں آیا کہ حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لانے والے ہیں۔ شیخ معروف نے جیسے ہی یہ خبر سنی وہ جونپور روانہ ہوگئے، حضرت قدوۃ الکبرا جونپور تشریف لا چکے تھے۔ شیخ معروف جونپور پہنچتے ہی حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ مسلسل شدید ریاضت اور پسندیدہ عبادت کے بعد آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور حضرت نے اُن کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"اشرف معروف ہے اور معروف اشرف ہے"

آپ کے بارے میں بعض ساداتِ عظام سے یہ واقعہ منقول ہے کہ سلطان السلاطین ابراہیم شاہ کو ایک روز

www.maktabah.org

یہ خیال آیا کہ گذشتہ زمانے میں حضرت جنید و شبلی (قدس اللہ سرہما) جیسی باکمال ہستیاں موجود تھیں۔ اس زمانے میں بھی کوئی ایسی باکمال ہستی موجود ہے جس کی زیارت کی جائے؟ اسی شب ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ہاں اس زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جنید و بایزید سے کم نہیں۔ دوسرے ہی دن سلطان ابراہیم آپ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت شیخ معروف کو جب یہ خبر ملی تو خانقاہ کا دروازہ بند کرا دیا۔ جب سلطان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر بہت اصرار کیا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔ دار الخلافہ جونپور سے آپ کے ترک مقام کا باعث بھی ہوا اور آپ قصبۂ دیمو میں آ کر مقیم ہو گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارا معروف مکتومان میں سے ایک ہے۔

قطعہ

چسان سرّ دلی معلوم باشد ... چو در کتم خفا مکتوم باشد
بجز عرفان چنین موصوف نبود ... بجز معروف کان معروف نبود

ترجمہ:۔ ایک دلی کا راز کیسے معلوم ہو سکتا ہے جب میرے پردۂ پنہاں میں ایک مکتوم چھپا ہوا ہو، بغیر عرفان کے ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی اور بجز معروف کے کوئی معروف کو نہیں جانتا۔

شیخ رکن الدّین و شیخ قیام الدّین شاہباز

یہ دونوں شیوخ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامدار احباب و اصحاب کبار میں سے ہیں اور حضرت والا کے ان اصحاب ثلاثہ میں سے ہیں جو اصحاب طیر و سیر تھے۔ ان دونوں حضرات کا تعلق ترکان لاچین سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے دوسرے سفر میں جب آپ ولایت (سمنان) سے مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو یہ حضرات بھی آپ کے ہم رکاب آئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کے حال پر جس قدر مہربان تھے دوسروں کے ساتھ ایسی مہربانی دیکھنے میں کم آئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسد بن سامان کے زمانے سے جو بہرامیہ سلاطین ہیں حضرت کا سلسلۂ جدی مادری اُن سے ملتا ہے۔ سلطنت عراق اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس زمانے میں اُسی خاندان کی ملکیت تھا ان حضرات کی مائیں بھی اکثر لاچینی ترکوں کی خاندان سے ہیں ان کی آخری جدہ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں اور ترک لاچین ہیں اور اُن کا مادری سلسلہ ابراہیمیہ، سمنانیہ سامانیہ سے ملتا ہے۔ اس نسبت سے حضرت شیخ رکن الدین و شیخ قیام الدین شاہباز دیگر اصحاب سے ممتاز تھے۔ ان دونوں حضرات کو نبی پورہ کا مکان رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جو دریائے سرجو کے کنارے ہے۔ اوّلاً حضرت قدوۃ الکبرا کا یہ خیال تھا کہ خود یہاں قیام فرمائیں گے لیکن پھر یہ ارادہ بدل دیا اور شیخ رکن الدین اور قیام الدین کو عنایت کر کے حوالہ کر دیا۔

شیخ اصیل الدّین جرّہ باز

آپ بھی اصحاب طیر و سیر میں سے تھے۔ شدید ریاضت و مجاہدے کے بعد آپ حضرت کی خلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ جس قدر عنایت و حمایت حضرت کی آپ پر تھی دوسرے اصحاب پر نہ تھی۔ آپ کو سلسلہ کی توسیع و اشاعت کیلئے مقام سنکانو میں متعین کیا گیا تھا۔

www.maktabah.org

شیخ جمیل الدین

آپ کا لقب سفید باز تھا۔ آپ اصحاب ثلاثہ طیر و سیر میں سے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت کے ظاہری و باطنی التفات کے مورد تھے جس قدر حقائق معرفت آپ سے صادر ہوئے حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء میں سے شاید ہی کسی سے اس قدر معدور میں آئے ہوں۔ ایک بار آپ بادبانی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ کھانے کا سامان کم ہو گیا اور بعض چیزوں کی خاص طور پر ضرورت پڑی تو آپ نے اشارہ کیا تھوڑی سی دیر میں تمام مطلوبہ سامان وہاں پہنچ گیا۔

حضرت قاضی حجت

آپ اسم بامسمّٰی تھے، دلائل عقلی و براہن نقلی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ عالموں اور دانشوروں کی مجلس میں عجیب و غریب دلائل و براہین کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو توفیق سلوک نصیب ہوئی تو حضرت قدوۃ الکبرا کی سرکار عالی میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کا صدق ارادت و عقیدت ظاہر ہو گیا تب آپ کو رموز و دقائق معرفت و طریقت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت عطا کر دی گئی اور خرقہ پہنا دیا گیا۔ روح آباد کے قریب ایک موضع آپ کا مسکن قرار پایا۔

شیخ عارف مکرانی

آپ علوم شریعت میں کامل اور علوم طریقت سے پیراستہ تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ کے لئے بہت سخت مجاہدہ و ریاضت مقرر کی گئی جب آپ نے تمام مراتب سلوک طے کر لئے اور انوار و اطوار سبعہ کی منزل سے گذر گئے تو آپ کو خرقہ پہنایا گیا اور خلافت عطا کی گئی۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے نامور خلفاء اور ندماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے اس قدر خارق عادات ہوئیں اور معاملات ظہور میں آئے کہ اس کتاب میں اُن کا ایک شمہ بھی بیان کرنا چاہوں تو ایک اور دفتر درکار ہو گا ؎

مصرع

مگر دفتری دیگر املا کنم

شیخ ابوالمکارم ہروی

آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفاء ولایت (بیرون ہند) سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے مریدین نے جمع کیا ہے اور اس میں آپ کے حقائق معارف درج کئے ہیں کہ صوفیہ کی کسی ایک کتاب میں اتنے عوارف و معارف کا ہونا دشوار ہے۔ اسی کے ہم پایہ آپ کی ایک تصنیف شرح عوارف و دوسری شرح لمعات (عراقی) اس قدر بلند پایہ ہیں کہ اپنا جواب آپ ہیں۔

شیخ ابوالمکارم حضرت قدوۃ الکبرا کے مخلص اصحاب اور احباب میں سے ہیں۔ شیخ ابوالمکارم امیر تیمور صاحب قران کے ایک امیر کے فرزند تھے اور ابتدائے حال میں ایک امیر زادے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امیر علی بیگ کی منزل میں قیام فرمایا، امیر علی بیگ حضرت قدوۃ الکبرا سے اس قدر متاثر ہوئے کہ امارت اور کرّ و فر کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور آپ کے مریدوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے علوم ظاہری سے بہرۂ کامل پایا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو محنت، ریاضتوں اور معرفت کے مشغلوں میں لگا دیا۔ اس طرح بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہے۔ جب آپ

www.maktabah.org

نے اس کٹھن راہ کو طے کر لیا اور آپ سے طرح طرح کے مکاشفات اور واردات کا ظہور ہونے لگے جن کا بیان کرنا دشوار ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بھرپور التفات آپ سے فرمایا اور شرف خلافت سے مشرف کیا۔
آپ بڑے صاحب مکارم اخلاق اور بڑے صاحب اشفاق تھے چنانچہ حضرت کے تمام معتقدین اس بنا پر آپ کو ابو المکارم کہا کرتے تھے۔ سمرقند کی مملکت آپ کو تفویض کی گئی۔ چنانچہ وہاں کثرت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جب آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں تھے تو حضرت نے طالبان معرفت کی تلقین اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ اس اہم کام کو آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔

شیخ صفی الدین ردولوی

آپ تمام علوم ظاہری اور معلائے باطنی سے بہرہ ور تھے۔ علوم ادبیہ اور اصول فقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ان کی بہترین تصانیف سے ملتا ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایسا لائق اور صاحب علوم و فنون شخص میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ شیخ صفی الدین کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ شیخ صفی الدین نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی باشان و شکوہ شخص اچانک نمودار ہوا اور انہوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر کے ساتھ ان کو لا کر بٹھایا۔ اس وقت مولانا کے ہاتھ میں اصول فقہ کی کوئی کتاب تھی تو ان صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہیں اب وقت آگیا ہے کہ سیاہ کو سفید میں بدل دو اور صفحات کو انوار دائمی سے روشن کر دو۔ ان آنے والے صاحب کی ان باتوں نے ان کے دل پر بہت اثر کیا اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی تب مولانا نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے تو آپ کی ارادت کا دامن پکڑ لیا ہے۔ ازراہِ عنایت مجھے سلوک کی راہ پر لگا دیجئے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے قرب کے اسرار سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تو حضرت خضر کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اس بندے کی رہنمائی کسی ولی اللہ کی طرف کر دیں۔ بس میں تم کو ایک ایسے مرد حق کا پتہ بتاتا ہوں جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے تمام جہان معمور ہے۔

مثنوی

جہان معرفت را بادشاہست	ز نورش پر ز ماہی تا بماہست
ضلیلان جہان را دستگیراست	دمش روشن روانش دلپذیراست

ترجمہ:- وہ ذات جہان معرفت کی بادشاہ ہے۔ ماہ سے ماہی تک تمام فضا اس کے نور سے پر ہے۔ دنیا کے گم کردہ راہوں کا وہ دستگیر ہے، اس کی ہر سانس روشن ہے اور اس کی شخصیت بڑی دلپذیر ہے۔
اس سعادت کا ظہور جلد ہی ہوگا۔ وہ ولی اللہ چند دنوں میں اس قصبہ میں تشریف لانے والے ہیں خبردار ہوشیار ان کی ملازمت اور خدمت کو غنیمت شمار کرنا اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور قصور نہ کرنا **قطعہ**

بصنف اولیاء ذاتش فریداست	بصاحب وحدت آن روئی وحیداست
چو دارد گنج او سینہ بہ سینہ	درگنجینہ را سید کلیداست

www.maktabah.org

ترجمہ:- صنفِ اولیا میں بالکل منفرد ہیں اور راستۂ وحدت کے مشعلِ راہ ہیں۔ چونکہ یہ خزانہ ان کو سینہ بسینہ ملا ہے اس کی کنجی ابھی انہی کے پاس ہے۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد حضرت قدوۃ الکبرا نے قصبہ ردولی پہونچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدین خواب مذکور کے حکم کے مطابق بہ عجلت تمام حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہونچے جیسے ہی حضرت کی نظر اُن پر پڑی تو فرمایا "برادرم صفی! خوش آمدید! آؤ، آؤ" مولانا بڑے ادب کے ساتھ خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو اپنے قرب سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اپنے کسی دوست کی طرف اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالعباس خضر کو حکم دیا کہ وہ تمہاری رہنمائی کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ صفی کے صفائے عقیدہ اور خلوص میں اور بھی اضافہ ہوا اور اسی وقت وہ حضرت کے مرید ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے خادم کو حکم دیا کہ مصری لاؤ تاکہ میں بھائی صفی کو سلوک کا شربت پلاؤں۔ خادم نے مصری بہت تلاش کی لیکن نہیں مل سکی۔ مجبوراً وہ واپس آگیا اور عرض کیا کہ مصری کا تو کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا اس جگہ تشریف لے گئے جہاں مصری کو توڑا جاتا تھا۔ مصری کا ایک ٹکڑا توڑتے وقت کہیں دور جا گرا تھا، حضرت نے وہی ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو کھلایا اور دُعا فرمائی "نورالانوار کا حصول مبارک ہو" پھر حضرت نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہاری اولاد و احفاد سے علم کی دولت نہ لی جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے محض شیخ صفی الدین کے پاس خاطر سے چالیس دن تک قیام فرمایا تاکہ وہ اپنا چلہ (اربعین) مکمل کر لیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے وہ تمام آداب جو ابتدائے سلوک سے انتہا تک درکار ہوتے ہیں ایک ایک کر کے ان کو تلقین کئے اور طریقت کے تمام رموز سے ان کو آگاہ فرما دیا۔ اپنے دستِ مبارک سے ان کو خرقہ پہنایا۔ اجازت وخلافت سے سرفرازی بخشی اور عطائے خلافت کا مجاز و ماذون بنا دیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا شیخ صفی کے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو ان کے نومولود فرزند کو جو ابھی چالیس دن کے تھے اور شیخ اسماعیل نام رکھا گیا تھا آپ کے پیروں میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے۔

شیخ سماء الدین ردولوی

آپ ظاہری و باطنی علوم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھے اور اتباع سنّت پر سختی سے کاربند تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ آپ حضرت کی صحبت میں شریک ہونے والے مخصوص حضرات میں سے تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا پہلی بار اس طرف سے گذر رہے تھے تو حضرت شیخ سماء الدین آپ کے مرید ہو گئے اور روح آباد پہونچ کر طرح طرح کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکمیل کی اور تقریباً چار سال تک یہاں رہ کر سلوک و آثار طریقت کی راہ طے کرتے رہے۔ انوارِ سبعہ کے طے کرنے میں کچھ فتور پیدا ہو گیا۔ بڑی کوشش سے ان کو اس افتاد سے نکالا گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ انوار سبعہ کے طے کرنے میں ہمارے بعض اور مریدوں کو بھی ایسا افتادہ پیش آیا ہے ان میں ایک شیخ ابوالمکارم بھی تھے ان کو بھی اس مہلک خطر سے نکال لینے میں خاص اہتمام اور جدوجہد کرنا

www.maktabah.org

بڑی تھی اور دوسرے شیخ سمار الدین تھے ان کو بہت محنت اور بے شمار کلفت سے اس ورطہ سے نکالا گیا تھا۔
شیخ سمار الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کے دستِ مبارک سے خرقہ پہنا اور ان کو خلافت عطا کی گئی۔ پھر ان کو روح آباد سے ردولی جاکر مقیم ہونے کا حکم دیا گیا۔ حسب الحکم یہ روح آباد سے یہاں آکر مقیم ہوگئے اس قصبہ کے ایک درویش سے ان کی چشمک ہوگئی وہ بھی محض جگہ کے سلسلے ہیں۔ (یہ جہاں ٹھہرنا چاہتے تھے وہ درویش بھی وہیں ٹھہرنے پر مُصر تھے) انہوں نے حضرت قدوۃ الکبرا کو ایک عرضداشت ارسال کی۔ جب حضرت نے یہ عرضداشت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا ہے کہ جو کوئی ہمارے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم سے بھی پرخاش رکھے گا وہ درہم برہم ہو جائے گا۔

بیت

ہر آنچہ از خدا خواستم زین قیاس
خدا داد برداد کردم سپاس

یہی بیت آپ نے شیخ سمار الدین کی عرضداشت کی پشت پر لکھ کر ان کو روانہ کر دیا۔ چند ہی دنوں کے بعد ان کے دل کا مقصد پورا ہوا اور وہ درویش ذلیل و خوار ہوا۔

شیخ خیرالدین سدھوی

آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ اور علمائے زمانہ میں منتخب اور چیدہ تھے۔ جامع فروع واصول تھے۔ آپ کو حضرت قدوۃ الکبرا سے شرف ارادت خطۂ اودھ میں حاصل ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان کو اصولِ فقہ میں چند ایسے مشکل مسائل پیش آگئے کہ وہ کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے بہت سے علمائے وقت سے رجوع کیا لیکن ناکام رہے۔ خصوصاً مولانا علاؤالدین جائسی سے ان مسائل کے حل کے سلسلے میں چند روز تک گفتگو ہوتی رہی۔ لیکن ان کو تسلی نہ ہوئی۔ شیخ خیرالدین کو بحث کے تمام مقامات اور نکات مستحضر تھے اس لئے مولانا علاؤالدین ان کو مطمئن نہ کر سکے۔ اسی زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت شمس الدین اودھی کی خانقاہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ شیخ خیرالدین نے اسی جگہ آپ سے نیاز حاصل کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ خیرالدین کے استفسار کے بغیر محض بطور تعریض ان مسائل کا اس طرح حل بیان فرمایا کہ شیخ خیرالدین مطمئن ہوگئے اور حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت کا جذبۂ شدید ان کے دل میں پیدا ہوگیا۔ دوسرے روز پھر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوگئے اور خدمت عالی میں نذر پیش کی۔ چار سال تک راہ طریقت میں سخت ریاضت اور معاملات چیدہ میں کوشش بلیغ کرنے کے بعد ان میں خرقہ پہننے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تب حضرت قدوۃ الکبرا کی شرف خلافت و اجازت سے سربلند کئے گئے۔ جس روز شیخ خیرالدین کو خلافت عطا ہوئی اسی دن اودھ کے مضافات میں رہنے والے بارہ افراد بھی حضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے ان میں شیخ سدھا اور قاضی سدھا بھی تھے جن کی تربیت حضرت شمس الدین کے سپرد کی گئی۔
قاضی سدھا سے معلوم ہوا ہے کہ ایک روز شیخ خیرالدین پر دورانِ وضو عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ اسی طرح

www.maktabah.org

وضو کرتے رہے۔ ہر چند کہ خادم آپ کے وضو کے لئے پانی ڈال رہا تھا لیکن ان کا وضو ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ بہت سا پانی بہہ گیا۔ ایک شخص نے ناگواری کے طور پر کہا کہ "پانی کا اسراف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے" یہ بات (اعتراض) حضرت قدوۃ الکبرا کے گوشِ مبارک تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "عزیز خیرالدین اس وقت جس حال میں ہیں اگر اس حال میں دونوں جہان کے دریاؤں کا پانی صرفِ وضو ہو جائے تب بھی وہ اسراف آب نہ ہوگا

شعر

چو صوفی را بگیرد حالتِ عشق
اگر ریزد جہان اسراف نبود

قاضی محمد سدھوری آپ جمیع علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ تھے، خاص طور پر علوم اصول (اصول حدیث و اصولِ فقہ) پر آپ سند کا درجہ رکھتے تھے اس سلسلے میں ہر ایک آپ کی طرف اشارہ کرتا تھا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص خلفا اور مخلص احباب میں سے تھے۔ آپ کے مرید ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کو برا ادر کھوڑا کے مرید وں کے پاسِ خاطر سے اس طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں قصبہ سدھور میں نزولِ اجلال فرمایا۔ قصبہ کے اہالی و اکابر حضرت شیخ خیرالدین کے ہمراہ استقبال کے لئے آئے۔ ان میں قاضی محمد صاحب بھی اپنے تمام شاگردوں اور احباب کے ساتھ موجود تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے ملاقات ہوئی تو تلقین کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ جناب قاضی صاحب آپ نے تصوف و طریقت کا علم کس خانوادے سے حاصل کیا ہے؟ قاضی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ حضرت مخدوم سے، یہ سن کر حضرت نے فرمایا خوب، بہت خوب۔ پھر حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً یہ کلمات فرمائے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندے کو شرف اختصاص سے مشرف فرمائے تو اس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ کسی صاحبِ دولت کے قدموں پر اپنا سر جھکا دیتا ہے یا خود کسی صاحب دولت و نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے ؎

قطعہ

کسی کو را سعادت پیش آید — دریغ از وی نباشد ہیچ نعمت
اگر توفیق باشد ہمعنانش — ببوسد او رکاب اہلِ حشمت
اگر مقصود باشد بر سرِ او — ہمائی از غیب آرد ظلِ دولت

ترجمہ:- ۱- جب کسی کو سعادت ملتی ہے تو اسے کسی نعمت کی کمی نہیں ہوتی
۲- جب اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسے اہل حشمت کے قدموں میں ڈال دیتا ہے
۳- اگر اللہ کو منظور ہے تو ہما غیب سے دولت اور نعمت کو اس کے سر پر سایہ فگن کر دیتا ہے۔

قاضی محمد صاحب بہت اصرار کر کے حضرت قدوۃ الکبرا کو اپنے مکان پر لے گئے اس صورت میں کہ حضرت کی پالکی کا ایک بازو وہ پکڑے ہوئے تھے اور دوسرا شیخ خیرالدین نے پکڑا ہوا تھا، اس طرح حضرت قدوۃ الکبرا کو

www.maktabah.org

اپنے گھر تک لائے، وہاں حضرت کی مہمانداری اور خدمت حد سے زیادہ بجا لائے اور حضرت کے ہمراہیوں کو بھی اپنی خدمت سے ممنون بنایا۔ جب صبح ہوئی تو سعادت کا دروازہ قاضی صاحب کے لئے وا ہوگیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب کو یاد فرمایا اور شرفِ ارادت سے سربلند کیا۔ طریقت کے تمام اسرار ابتدا سے انتہا تک اُن کو تعلیم فرمائے۔ قاضی صاحب نے حضرت کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ جب حضرت نے سدہور سے قصبہ جائس شریف کو جانے کا قصد فرمایا تو قصبہ کے تمام خورد و کلاں حاضرِ خدمت ہوئے اور سب نے شرفِ ارادت حاصل کیا۔ آپ نے ان کی تربیت حضرت شیخ خیرالدین صاحب کے سپرد فرمادی اور خود قصبہ جائس روانہ ہوگئے۔ حضرت قاضی محمد صاحب قصبہ جائس تک حضرت کے محفہ کے ساتھ پا پیادہ آئے اور یہاں ایک مدت تک ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور خود کو حضرت کے التفاتِ ظاہری و باطنی کے قابل بنالیا اور تمام اسرارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خود کو اہل ثابت کردیا۔ تب آپ کو خرقۂ خلافت اور اجازت کا شرف عطا ہوا۔

قاضی ابو محمد سدہوری

قاضی ابو محمد عرف معین منظّن سدہوری بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ سدہور سے جائس روانہ ہونے لگے تو قاضی محمد صاحب نے اپنے ہر ایک فرزند کو حضرت کا مرید کرادیا تھا۔ (ان ہی فرزندوں میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت ابوالمظفر محمد لکھنوی

آپ زمانے کے مشہور عالم اور اپنے شہر کے دانشوروں کے پیشوا تھے۔ آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے مخصوص رفقاء میں سے تھے۔ چونکہ حضرت آپ سے بہت زیادہ التفات رکھتے تھے اس لئے ان کے پاس خاطر سے چند روز تک جامع مسجد لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ قاضی ابوالمظفر بھی حضرت کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ قاضی صاحب نے حضرت قدوۃ الکبرا کی مدح میں ایک فصیح و بلیغ قصیدہ لکھ کر نذر کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا "تم پر شاعری ختم ہے" یعنی شاعری میں تم نے کمال دکھایا ہے حضرت خیرالدین سدہوری بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کے ان مناقب میں جو قاضی ابوالمظفر نے بصورت قصیدہ نظم کئے تھے کچھ اصلاح کرنا چاہی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اصلاح کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ درویشانہ اور جذباتی اشعار ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی صاحب پر حد درجہ عنایات اور التفات مبذول فرمایا۔ ایسا التفات اور ایسی عنایات بغیر سعادت ازلی اور خوش بختی کے حاصل نہیں ہوتا ہے

قطعہ

ز التفاتِ عزیزان کسی برد بہرہ | کہ ہمچو یوسف از بخت بہرہ مند بود
صفائے صدق نیاز ای عزیز حاصل کن | کہ التفات عزیزانت سودمند بود

ترجمہ:۔ عزیز مصر کی توجہ سے وہی شخص بہرہ مند ہوسکتا ہے جو حضرت یوسف کی طرح خوش نصیب ہو، اے عزیز نیازمندی کا صدق حاصل کرلے تب عزیز کا یہ التفات تیرے لئے سودمند ہوگا۔

www.maktabah.org

مولانا غلام الدین جائسی

غلام الہدیٰ مولانا غلام الدین جائسی علامۂ روزگار اور فقہائے شہر میں سے تھے اور حضرت کے خلفائے کبار میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دولتِ ارادت کا شرف ان کو اس طرح حاصل ہوا کہ جس زمانے میں جائس میں پہلی مرتبہ حضرت کا ورود ہوا اور ایک مقام پر پڑاؤ کیا گیا تو تمام اصحاب ذکر جہر میں مشغول ہو گئے۔ جب طالبانِ حقیقت کے اس ذکر جہر کا غوغا بلند ہوا، آوازیں اس قدر بلند ہوئیں کہ ہر ایک کے کانوں میں ذکر کی آوازیں پہنچنے لگیں۔ مولانا غلام الدین نے اپنی بیوی سے کہا کہ خدا جانے یہ شور و غوغا کرنے والے کہاں سے یہاں آ گئے ہیں؟ مولانا اُس وقت ہفت مسئلہ کو حل کرنے میں اُلجھے ہوئے تھے اور ان مسائل کے حل میں غور و خوض کر رہے تھے۔ مدتوں سے یہ اطراف و اکناف کے علماء سے ان مسائل کے حل کے لئے استفسار کرتے رہتے تھے مگر یہ مسائل حل نہیں ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ آج رات کو یہاں کے اکابر کے مزارات کی زیارت کر کے صبح کو عازم بنگالہ ہو جائیں اور بنگال کے علما سے ان مسائل کو حل کرائیں۔ اتفاق سے حضرت قدوۃ الکبرا بھی اسی رات زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کا آمنا سامنا حضرت شیخ بدرالدین کے مرقد منورہ پر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے کسی ہمراہی سے مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے جواب میں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ہم غوغا کرنے والے لوگ ہیں۔ مولانا فوراً متنبہ ہوئے اور بیوی سے کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عذر خواہی کرنے لگے۔

حضرت نے فرمایا "یہ تو بہت معمولی سی بات ہے ہم نے تو ایسی باتیں بہت سنی ہیں"

اس کے بعد وہ حضرت ہی کے ساتھ اکابر کے مزارات کی زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تعریض کے طور پر مولانا غلام الہدیٰ کے لاینحل مسائل کو ایک ایک کر کے حل کرنا شروع کر دیا اور ایسی فصیح زبان میں ان مسائل کی وضاحت کی کہ مولانا کے دل پر نقش نگینہ بن کر وہ وضاحتیں بیٹھ گئیں۔ ان مسائل کے حل کو سن کر مولانا کی عقیدت کیشی سو گنا بڑھ گئی۔ یہ پھر معذرت کرنے لگے اور کچھ اس طرح عذر خواہی کی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کے دل سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کو مولانا اکابر شہر کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام صاحبان حضرت قدوۃ الکبرا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مولانا نے اپنے تمام صاحبزادوں کو بھی حضرت سے بیعت کرایا۔ حضرت نے مولانا کو خلافت سے سربلندی بخشی۔

مولانا نے قصبہ کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا شوق دلایا۔ اسی مجمع میں مولانا نے اپنی یہ سرگذشت سنائی کہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے کہ میں اور قصبہ کے چند لوگ جو اکابر میں سے تھے، ردولی حضرت شیخ سلیمان کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ تم ان لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت نہ دینا، کیونکہ قصبہ جائس کے لوگ ایک سید کے سپرد کر دیئے گئے ہیں جو سیاح زمین ولایت اور دریائے ہدایت ہیں عنقریب وہ اس ملک میں وارد ہونے والے ہیں ان کے یہاں وارد ہونے سے پہلے ہی تمہاری ارادت و استفادہ کا مقدر

www.maktabah.org

اُن کے حوالے کر دیا گیا ہے، وہی تمہارے حال اور اشغال کے محافظ ہوں گے۔ تم اس بات سے افسردہ خاطر نہ ہونا کہ چند باتوں میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ ایک سیادت میں اور دوسرے قرارت سبعہ میں حفظ قرآن کے ساتھ۔ اُن عزیز کے ارشاد کا مصداق آج نظر سے گزرا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا اس قصبہ میں تشریف لے آئے ہیں، یہ یہاں کے رہنے والوں کی سرفرازی اور اقبال مندی کا باعث ہے۔

شیخ کمال جائسی

حضرت قدوۃ الکبرا ایک مدتِ مدید تک اس قصبہ میں مقیم رہے۔ جب آپ نے یہاں سے روانگی کا قصد فرمایا تو یہ جگہ شیخ کمال کے سپرد فرمادی اور یہاں کے مریدوں کی تربیت بھی ان کے حوالے کردی کہ وہ صاحبِ ریاضت و صاحب معاملات تھے اور اُن کے یہ اوصاف حدِ کمال تک پہونچ چکے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے تشریف لے جانے کے بعد وہاں کے اکابر و اصاغر آپ ہی سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ کمال نے کئی سال تک سفر و حضر کی کلفت اور صعوبت اٹھا کر یہ مقام حاصل کیا تھا اور ان کو خرقۂ خلافت و اجازت سے سربلندی حاصل ہوئی تھی۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا جائس سے روح آباد روانہ ہوئے تھے تو جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یہاں کی نیابت شیخ کمال کے سپرد کردی تھی۔ ایک مدت تک یہ یہاں اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ رہتے رہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے بعض اہم چیزوں کے پکانے کا انتظام یہاں کے لوگوں کے سپرد فرما دیا تھا لیکن جب دعوت کا وقت آیا اور وہ لوگ وہ چیزیں تیار کر کے نہیں لائے تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اور اسی ناگواری اور غضب کے عالم میں شیخ کمال کی زبان سے نکلا:

"جل کر خاک ہو جائیں وہ لوگ جنہوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔"

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ بددعا نکلی اُس محلہ میں آگ بھڑک اٹھی اور تمام قصبہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منقول ہے کہ اس آگ میں چار ہزار لوگ ہلاک ہوگئے۔ شیخ کمال کو اس حادثہ پر بڑی شرمندگی ہوئی اور فوراً روح آباد کی طرف روانہ ہوگئے۔ طرفۃ العین میں یہ روح آباد حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں پہنچ گئے۔ حضرت کی نظر مبارک جونہی اُن پر پڑی حضرت قدوۃ الکبرا نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے خاک آلودہ تو نے میرے فرزندوں اور عزیزوں کو جلا کر خاک کردیا اور ان کے گھر بار پھونک ڈالے۔

حضرت قدوۃ الکبرا اُن سے اس قدر ناراض ہوئے کہ پائے بوسی کی اجازت بھی ان کو نہیں دی اور یہ مدتوں تک خانقاہ کے عقب میں جس کو وحدت آباد کہا جاتا تھا پڑے رہے اور مدت مدید کے بعد انہوں نے حضرت نور العین کو معافی کے لئے اپنا واسطہ بنایا اور ایک طشت میں خاکستر بھر کر طشت کو سر پر رکھ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں طلب معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ چونکہ درویشوں کے طریقہ پر انہوں نے معافی مانگی تھی انکو معاف کر دیا گیا لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا:۔

"جاؤ! تمہارا ایمان تو سلامت رہے گا لیکن تم اور تمہاری اولاد سرگردان اور پریشان رہے گی۔"

www.maktabah.org

حضرت سید عبدالوہاب

آپ حضرت سید قدوۃ الکبرا کے مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ایسی خدمت کی تھی جیسی کرنی چاہیے تھی اور ان سے کبھی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا نے شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی بھیجا، راستہ بہت ہی دشوار تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی اور یہ وہاں پہنچ گئے۔ جب اُن سے جواب لے کر واپس آئے تو ان کے پاؤں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنی نعلین مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرمادیں۔ انہوں نے حضرت کی نعلین مبارک کو تاج سر دولت سمجھا اور متبرک سمجھ کر اپنے پاس اس طرح رکھا کہ چالیس دن تک یہ تکیہ کی طرح اس پر سر رکھتے تھے۔ جب تک یہ نعلین اُن کے پاس رہیں حق تعالیٰ نے ان کے گھر میں بہت ہی خیر و برکت پیدا فرمادی اور گھر کے لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔

شیخ راجا

آپ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت کے خلفائے خاص میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت کی نگاہ التفات اور وارداتِ الٰہی کا مقدور بنے رہتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ بہت ہی سادہ دل تھے ابتدائے حال میں حضرت قدوۃ الکبرا نے ان کو یہ تاکید فرمادی تھی کہ خبردار کسی بے نمازی کے پاس نہ بیٹھنا۔ اسی طرح احکام شریعت کی پیروی اور تقویٰ شعاری کی بہت تاکید فرمائی تھی۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا شیخ ابراہیم مجذوب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ شیخ ابراہیم جو مجذوبان الٰہی میں سے تھے، بہت ہی گرم مزاج تھے۔ حضرت ابراہیم مجذوب بظاہر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کے منتظر تھے کہ التفات فرمائیں یا کوئی چیز بطور تبرک عنایت فرمادیں۔ اتفاق سے کھانے کی کچھ چیزیں کہیں سے ان کی خدمت میں آگئیں فوراً اُن کو کھانے لگے اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اے اشرف جہانگیر! آؤ تم بھی کھاؤ۔ حضرت قدوۃ الکبرا بڑے ذوق و شوق سے اس کھانے میں شریک ہولئے۔ کچھ دیر تک یہ دونوں حضرات کھانے میں مشغول رہے۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہ گیا تو ابراہیم مجذوب نے فرمایا اے اشرف جہانگیر! اپنے خادم کو بھی بلالو اور کھانے میں شریک کرلو۔ حضرت نے راجا کو بلایا مگر انہوں نے کہا کہ "میں بے نمازی کے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا۔" شیخ ابراہیم مجذوب نے جیسے ہی یہ بات سنی بگڑ گئے اور ان کے مارنے کو تکیہ اٹھا لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا درمیان میں آگئے اور بہت عذرخواہی کی۔ آخرکار شیخ ابراہیم نے فرمایا میں غصہ کے عالم میں ہوں۔ یہ تکیہ میں ضرور کسی کے ماروں گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس منارے کی طرف اشارہ کیا جو بہت بلند تھا اور اس کے اوپر کلس (گنبد) تھا۔ شیخ ابراہیم نے اپنا تکیہ اس منارہ پر مار دیا وہ مضبوط اور عالی شان منارہ اسی وقت ٹوٹ کر گر پڑا۔

حضرت قدوۃ الکبرا جب وہاں سے واپس ہوئے تو آپ نے شیخ راجا سے فرمایا کہ تم نے بڑی نادانی سے کام لیا کہ شیخ ابراہیم کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے اور بڑی ہی نامناسب بات تم نے کہہ دی۔ یہ سن کر راجا نے ہندی زبان میں کہا۔

www.maktabah.org

یی پرکدآپنہ ایسون کہنہ آپنہ ویسون کہنہ
(عجب آدمی ہیں خود ایسا کہا خود ہی ویسا کہا)

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبرا نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "بے شک مخلص طالب کا عقیدہ ایسا ہی راسخ ہونا چاہیئے۔

قطعہ

بجای خود سخن چون مستقیم است   دلی شنوند را تمیز باید
کہ در وی واحدی دز ہر مکانی است   بنسبت ہر کسی یک چیز باید

ترجمہ :- اپنی جگہ بات درست ہے البتہ سننے والے دل کو تمیز کرنی چاہیئے۔ ہر جگہ وہی واحد ہے اور ہر ایک کی نسبت ایک چیز ہے۔

حضرت جمشید بیگ آپ ازبکی امیر تھے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کے درویشوں کے قافلے کا گذر سرزمین یاغستان میں ہوا تو وہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ ترکوں نے خدمت گرامی میں حاضر ہونا شروع کر دیا اور شرف ارادت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ان ارادت مندوں نے بہت سے گھوڑے اور بے شمار چیزیں حضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے جب حضرت کے مُریدان گھوڑوں پر سوار ہوتے تو بالکل لشکر جیسا سماں بندھ جاتا تھا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (صاحب قران) سمرقند میں موجود تھے۔ ان کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ خانوادۂ سامانیاں کا ایک شاہزادہ اور ملوک سمنان کا ایک امیرزادہ مقام ایماق پر پہنچ گیا ہے اور ایک بڑا لشکر اور ساز و سامان اس کے پاس موجود ہے اور کئی ہزار ازبک، یرمک، قفچاق ولاچین اور قوچین کے لوگ اس کے لشکر میں موجود ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر تیمور نے جب معاملہ کی تحقیق کی کہ ایسا کون ہے جس نے یہ لشکر ہم پر چڑھائی کے لئے جمع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ذات گرامی ساداتِ سمنان سے تعلق رکھتی ہے جو نسلاً سامانی ہیں لیکن سلوک و طریقت اُن کا شعار ہے اور وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس قدر لوگ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟

ادھر حضرت قدوۃ الکبرا جس راستے سے گذرتے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے، چونکہ آپ کا جدی مادری سلسلہ خواجہ احمد یسوی سے تھا۔ آپ کے باپ دادا کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ایماق کی سرزمین تک لے آئے۔ اُن لوگوں نے بے شمار گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان آپ کی نذر کیا (اس طرح ہجوم اور ساز و سامان نے ایک لشکر کی شکل اختیار کر لی) اور اس وجہ سے یہ شور و غوغا بلند ہوا۔ یعنی ناواقف لوگ کہنے لگے کہ کوئی لشکر کشی کے ارادے سے آرہا ہے۔

آخر کار (بعد تفتیش) صاحب قران تیمور نے خود ہی فرمایا کہ میں نے ان سیّدزادے سے ملاقات کی ہے اور ان کو میں نے بعض علاقوں کی امارت و سرداری بھی پیش کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا اُن کو قطعاً ملک گیری

www.maktabah.org

کی ہوس نہیں ہے۔ صاحب قران تیمور نے امیر جمشید بیگ کو حکم دیا کہ چند تحائف بطور نذر ساتھ لے کر تم ان سید زادے کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ جمشید بیگ حاضر خدمت ہوئے اور نذر پیش کی اور اس ناگوار واقعہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کو مطلع کیا کہ حضرت کی آمد سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے ایماق سے اُسی دن کوچ فرمایا اور قندز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو کچھ ساز و سامان ساتھ تھا وہ سب کا سب فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ جمشید بیگ نے حضرت کی رفاقت اختیار کر لی اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک کی توفیق عطا فرمائی اور بعد میں وہ خلافت و اجازت سے سرفراز کئے گئے۔ ردح آباد پہنچ کر حضرت نے جمشید بیگ کو اُن کے وطن واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم وہاں رہ کر ہدایت میں معروف ہو جاؤ اور اس مملکت کی شیوخت اُن کو عطا کر دی۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کا حضرت احمد یسوی کے متبرک خانوادے سے نسبی تعلق تھا لہٰذا ان سب حضرات کو اسی روش کا حکم دیا۔ اور یہ حضرات یسوی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی

آپ علمائے متبحرین کے پیشوا اور فروع و اصول کے کاملین کے مقتدی تھے حضرت ولایت پناہ حضرت قدوۃ الکبرا کے خلفائے کبار میں سے ہیں جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبرا جونپور میں قیام پذیر تھے ایک دن عجیب و غریب کیفیت اور حالت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ ادا ہو گئے:

"الناس کلھم عبید لعبدی"

(تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)

ان الفاظ سے علماء کے گروہ میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا اس شورش کو رفع کرنے میں حضرت قاضی نے زبردست خدمت انجام دی تھی۔ اس وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے آپ کو اپنی خلافت عطا کی، خرقہ پہنایا اور ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ حضرت کے صاحب ولایت خلفاء میں سے تھے اور حضرت کے بہترین رفیقوں اور ندیموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صاحب معاملات اور جامع واردات تھے، آپ شریعت کے سخت پابند تھے آپ کو ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد شرف خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا گیا تھا۔

شیخ حاجی فخر الدین

آپ زیورِ تعلیم سے آراستہ اور لباس تصوف سے پیراستہ تھے، حضرت قدوۃ الکبرا کے بہت ہی مخلص خلفاء میں سے تھے اور آپ کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی مجاورت اور طواف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے آپ موضع اور سرہنہ پرگنہ انکلی کے رہنے والے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ان اطراف کے معتقدین و مُریدین کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت شیخ فخر الدین نے حضرت قدوۃ الکبرا کی یہاں تک خدمت کی ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اے فخر الدین بس اب نہ کر (کافی ہے)

حضرت داؤد

یہ حضرت فخر الدین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت سے مشرف تھے۔ ان کو

www.maktabah.org

اشغال باطنی کے لئے بڑے بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔

حضرت قاضی رکن الدین آپ حضرت قدوۃ الکبرا کی خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔ خلافت ملنے کے بعد آپ کو موضع دو بنیری کی جانب نزد مقام حاجی پورہ بھیج دیا گیا۔ آپ نے وہاں خانقاہ تیار کی اور گرد و پیش کے لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ ان (قاضی رکن الدین) کو شیخ آدم عثمان کے سپرد کیا گیا کہ باہم رہیں۔ جب شیخ آدم مذکور حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ شمال میں گھوسی سے کوسی تک پہاڑ کی طرف تمہیں دیتا ہوں، یہ دونوں بھائیوں کا حصہ ہے۔

شیخ نور الدین آپ کی ذات گرامی اعجوبۂ روزگار ہے۔ یہ علوم شرعیہ میں یگانہ اور اصول و فروع میں وحید عصر ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت قدوۃ الکبرا بنگالہ سے حضرت مخدومی سے شرف نیاز حاصل کر کے بر راستہ دو بنیری واپس آرہے تھے تو شدید بارشوں کے باعث چند روز یہاں دو بنیری میں ٹھہرنا پڑا تو یہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان میں نور عقیدت دیکھا اور اُن کی ذات میں خلوص پایا تو ان کو شرف ارادت سے مشرف فرمایا آپ حضرت قدوۃ الکبرا کے ہم رکاب وہاں سے روح آباد آئے یہاں کئی چلّے کئے اور چند بار خلوت نشین ہوئے۔ جب یہ سخت ریاضتوں سے فارغ ہوئے تو واردات عالیہ اور مقامات کمالیہ سے سربلند ہوئے۔ جب ان میں خلافت کی استعداد پیدا ہو گئی تو خلافت سے مشرف کئے گئے۔ عطائے خلافت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب تم اپنے ملک کو واپس جاؤ تاکہ وہاں کے لوگ تم سے بہرہ مند ہو سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ حضرت شیخ آدم کے ساتھ ان کی اتباع میں کام کرنا قصہ کوتاہ یہ کہ تینوں بزرگوں کو اس علاقہ میں روانہ کیا گیا اور ہر ایک کو خلافت سے بھی نوازا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام (احمد آباد گجرات) آپ جامع فضائل و کمالات تھے۔ فنون عجیبہ و لطیفہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ علم ہیئت و نجوم میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ ساکنان و اہالیان گجرات ان فنون میں اپنی تمام زندگی گذار دیتے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا گجرات کی طرف تشریف لیگئے تو شیخ الاسلام نے پہلی ملاقات میں چند علمی مسائل حضرت سے بطور آزمائش دریافت کئے۔ حضرت نے ان کا کافی و وافی جواب مرحمت فرمایا لیکن یہ محض اپنی خودنمائی کے لئے کج بحثی کرتے رہے اور بے کار شور و غل مچایا۔ بات نے مناظرے کا رنگ اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن دار الخلافت احمد آباد کی جامع مسجد میں جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے انہوں نے بہت زیادہ یاوہ گوئی سے کام لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس پر بھی تحمل و بردباشت کا مظاہرہ کیا۔ جب یہ پھر واپس آئے اور رات کو سوئے تو ان کو تنبیہ کی گئی کہ "خبردار سید (قدوۃ الکبرا) سے مکابرہ مت کرو اور اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو پھر تم جانو" جب صبح کو یہ بیدار ہوئے تو انہوں نے وہاں کے حاکم (والیٔ احمد آباد) کو اپنا سفارشی بنایا اور گناہ سے عذر خواہی کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اب تک تو ہماری طرف سے وفا اور تمہاری طرف سے جفا کا سلسلہ جاری تھا لیکن اب نہ وفا نہ جفا بلکہ یہ محفل صفا ہے۔ یہ کہکر حضرت نے ان کو معاف کر دیا۔ شیخ الاسلام اسی وقت حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اس سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا دو سال تک سرزمین گجرات میں

www.maktabah.org

رہے۔ شیخ الاسلام ہر وقت حاضرِ خدمت رہتے تھے۔

جب یہ خدماتِ شائستہ بجا لائے اور ضروری ریاضتوں سے فراغت پاچکے اور لم یزلی اہلیت اور صلاحیت ان میں پیدا ہوگئی تو ان کو شرف خلافت سے سربلندی بخشی گئی۔ ہر چند کہ اس مملکت میں حضرت کے اور بہت سے خلفاء اور اصحاب موجود تھے لیکن علاقۂ گجرات کے ارادت مندوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی گئی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان پر حسد بھی کیا۔

جب حضرت قدوۃ الکبرا نے دلی کا عزم سفر فرمایا تو یہاں کے احباب و اصحاب کے استفادہ کے لئے آپ نے "اشرف الفوائد اور فوائد الاشرف" کے نام سے رسالہ لکھ کر شیخ الاسلام کے سپرد فرمادیا، جیسا کہ حضرت نے اس رسالہ کے دیباچہ میں اظہار فرمایا ہے۔

حضرت شیخ مبارک آپ گجرات کے اکابر واماثر سے ہیں۔ شیخ صاحب علوم ظاہری و باطنی کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ سے بہرہ ور تھے، آپ نے حضرت قدوۃ الکبرا کی اس قدر مالی و بدنی خدمت انجام دی ہے کہ اور کوئی دوسرا ایسی خدمت نہیں کرسکا۔ شیخ مبارک حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ روح آباد آئے اور یہاں آکر متعدد چلے کئے اور سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔ تب آپ کو خلافت واجازت کے شرف سے مشرف کیا گیا اور گجرات واپس جانے کا حکم دیا گیا اور شیخ الاسلام کے لئے علم وطوغ ان کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اور شیخ الاسلام سے ان کی سفارش فرمائی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے مکتوبات میں شیخ الاسلام کے لئے جو حقائق و معارف تحریر فرمائے ہیں کسی اور کیلئے اس قدر معرضِ تحریر میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شیخ حسین آپ بھی حضرت کے اصحاب کبار اور اصحاب نامدار میں سے ہیں حضرت قدوۃ الکبرا نے جس قدر ظاہری و باطنی التفات ان پر مبذول کیا اور مقامات مصطفوی سے آگہی ان کو عطا فرمائی کسی دوسرے شخص کے حصے میں نہیں آئی۔ ان کا تعلق دودمان خلجی و خاندان محمدی سے تھا، بڑے صاحبِ دولت و صاحبِ منصب تھے لیکن جب توفیق ازلی اور سعادتِ لم یزلی نے دستگیری کی تو شرف ارادت سے مشرف ہوئے سخت مجاہدے کے بعد مقاماتِ طریقت سے جب انہوں نے خود کو آراستہ کر لیا تب خلافت اور خرقہ کا حصول ممکن ہوا آپ کا مقام سکونت دونیری تھا اور قرب وجوار کے لوگ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ سرحد چنپارن ودرسکہ کی نیابت ان کے سپرد کی گئی بنگالہ کے بادشاہ کو شیخ سے خاص عقیدت تھی اس نے آپ کے اصحاب کی رفاہ و معیشت کے لئے کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجی۔

شیخ صفی الدین مسند عالی صیف خان آپ نے جو اعلیٰ مرتبہ پر فائز اور صاحب ثروت امیر تھے، اس بات کی خواہش کی کہ تمام دنیوی معاملات سے دستبردار ہو جائیں لیکن حضرت قدوۃ الکبرا نے قبول نہیں کیا اور ان سے فرمایا کہ مقصود اصلی کام ہے نہ کہ اضطرار (بے چارگی) کہ حق تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو مراتبِ شان وشوکت کے باوصف اپنا قرب عطا فرمایا ہے چنانچہ ایک مثال شیخ ابوسعید ابوالخیر کی ہے کہ جاہ و مال کی فراوانی

www.maktabah.org

کے باوصف قرب خداوندی سے نوازے گئے) پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا ؂

شعر

حاجت بکلاہ ترکی داشت نیست
درویش صفت باش وکلاہ تتری دار

ترجمہ:۔ تم کو ترک جاودانی کہ ٹوپی سر پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کلاہ ثروت و مال سر پر رکھو لیکن درویش صفت بن جاؤ
چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا ان کی اس خواہش کی پذیرائی سے ہمیشہ اعراض فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ دولت باطنی ان کی مددگار ہوئی۔ تب حضرت نے ظاہری و باطنی اشغال سے ان کو سرفراز فرمایا۔
ان میں بہت ہی قوی اور عالی جذبہ پیدا ہوگیا تھا لیکن پیروں کی حفاظت ان کے کام آئی۔ ان کو پہلے خرقۂ تبرک عطا کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ خان موصوف خرقہ کو خلعتِ خانی اور عبائے سرداری کے نیچے ہمیشہ پہنتے تھے۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؂

شعر

بزرگان کہ نقد صفا داشتند
چنین خرقہ زیرِ قبا داشتند

ترجمہ:۔ وہ امراء جو صفائے قلب کی نقدی سے مالامال ہوتے ہیں وہ اسی طرح قبائے سرداری کے نیچے خرقۂ فقر پہنا کرتے ہیں۔

شیخ محمود کنتوری آپ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کے منتخب اصحاب اور چیدہ احباب میں سے تھے۔ حضرت ان پر اسقدر عنایات فرماتے اور اتنا التفات اُن سے کرتے کہ دوسرے اصحاب سے ایسا کم ہی التفات تھا۔
وہ سفر و حضر میں حضرت کی ملازمت میں رہتے تھے۔ جب ریاضت و مجاہدہ کی تکمیل ہوگئی تو خرقۂ خلافت اور اجازت سے سرفراز کئے گئے اور اُن کو وطن مالوف کی طرف روانہ کردیا گیا جہاں قرب و جوار کے سب لوگ آپ کے مرید ہوگئے اور ان سے استفادہ کرنے لگے۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبرا سے کنتور میں استدعائے ضیافت کی۔ اور حضرت والا کو اپنے مکان پر لے گئے اور دوسرے اصحاب و احباب کو بھی مدعو کیا۔ جب حضرت کا محافہ قصبۂ انجولی کے قریب پہنچا جو اسی زمانہ میں آباد ہوا تھا تو سالار صیف خان نے جو قصبۂ انجولی کے بانی تھے آپ کا استقبال کیا اور حضرت سے ضیافت قبول کرنے کی استدعا کی۔
غالباً اسی دن ان کے یہاں منزلِ نو کے سلسلہ میں دعوت تھی۔ اس قصبہ کے تمام اکابر و اشراف ان کے یہاں موجود تھے جب حضرت ان کے نوتعمیر شدہ مکان میں تشریف لے گئے تو وہاں قوال بھی موجود تھے۔ محفل سماع شروع ہوگئی۔ آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور گریہ طاری ہوگیا، خان مذکور کی عورتیں دوسرے مکان میں تھیں انہوں نے جب سنا کہ کوئی درویش تشریف لائے ہیں اور قوال سن رہے ہیں اور اُن پر رقت و گریہ طاری ہوگیا ہے تو آپس میں کہنے لگیں کہ یہ تو مبارک فال نہیں ہے۔ ہم کو تو پہلے اس مکان میں میزبانی کرنا تھی (ضیافت کرنا تھی)۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا کی حالت سنبھلی اور آپ عالمِ شعور میں آئے تو آپ نے سالار سیف الدین کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ "اپنی عورتوں میں جاؤ اور ان سے کہو کہ تم مطمئن رہو کہ ہم نے

www.maktabah.org

اپنے گریہ سے تمہاری اولاد کی جڑوں کی پرورش کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے آثار تادیر باقی رہیں گے۔
یہاں سے حضرت قدوۃ الکبرا قصبہ کنتور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ محمود کنتوری کے مکان میں نزول اجلال فرمایا، انہوں نے ضیافت و مہمانداری کی خدمات شائستہ انجام دیں۔ ضیافت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دار کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات ہوئی۔ سادات کنتور یہ میں سے ہر ایک نے نوبت بہ نوبت حضرت قدوۃ الکبرا کی ضیافت کی۔ آپ نے سادات کنتور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ صحیح النسب سید ہیں اور ان کو تاکید فرمائی کہ تم لوگوں میں سے کوئی اطراف و نواح میں شادیاں نہ کرے۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ سعد اللہ نے خرقہ کی التماس کی۔ آپ نے ان کی التماس قبول کی اور فرمایا الفقر کنفس واحد (فقیر ایک جان کی مانند ہیں) بالخصوص خاندان چشت رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت شیخ عبداللہ الصدیقی بنارسی

آپ قدوۃ العلماء، زبدۃ العلماء زمانہ تھے، آپ حضرت کے خلفائے کبار میں سے ہیں۔ جب حضرت قدوۃ الکبرا جونپور سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو ایک بتکدے کے قریب ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا اور بہت دنوں تک یہاں مقیم رہے۔ ایک دن محض سیر کے طور پر اس معبد اصنام (بتکدے) میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ بادیہ ضلالت کی ایک جماعت اور محراب جہالت میں بھٹکتے پھرنے والوں کا ایک غول وہاں موجود ہے اور بڑے صدق و نیاز کے ساتھ ان بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

شعر

اگر نقش رخ و زلفت نبودی در ہمہ اشیاء
مغاں ہرگز نہ کردندی پرستش لات و عزیٰ را

ترجمہ:۔ اگر اے محبوب حقیقی! تیرا نقش رخ و زلف تمام اشیاء میں جلوہ گر نہ ہوتا تو یہ بت پرست ہرگز لات و عزیٰ کی پرستش نہ کرتے۔
ایک دن کافروں کی یہ جماعت اور مشرکوں کا یہ گروہ جو بتوں کے پجاری تھے حضرت قدوۃ الکبرا کے دیکھنے (ملاقات) کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے دین و مذہب کی فضیلت کی بات ہونے لگی۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کی فضیلت میں دلائل پیش کرنے اور اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے لگا، اسی گفتگو میں کرامت دکھانے کی بھی بات چھڑ گئی حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر یہی پتھر (بُت) تمہارے دین کی تکذیب کردیں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم عہد کرتے ہیں۔ حضرت نے پتھر کے ایک بت کو جو زمین پر پڑا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور فرمایا کہ اے پتھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا اور برحق ہے تو کہہ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، آپ کے یہ فرماتے ہی اُس بُت نے نہایت واضح آواز میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اسی وقت تقریباً ہزار افراد پجاری اور اس کے چیلے سب کے سب مسلمان ہوگئے اور ایمان لے آئے۔

(الحمد للہ)

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۶

مشائخ کرام کے کلماتِ شطحیات کے معانی اور اس جیسے کلام کی تشریح

(در بیان معنی کلمات مشائخ از شطحیات و امثال آن)

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا:۔
اَلشَّطْحُ هُوَ اِفَاضَةُ مَاءِ الْعِرْفَانِ عَنْ ظَرْفِ اِسْتِعْدَادِ الْعَارِفِيْنَ حِيْنَ الْاِمْتِيَانِ۔
شطح کے معانی یہ ہیں کہ خداشناسوں (عارفوں) کے ظرفِ استعداد کے پُر ہوجانے پر اس سے عرفان کے پانی کا چھلک جانا۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے مزید فرمایا کہ صوفیائے کرام کا طریقہ جاریہ اور قانونِ مقررہ یہ ہے کہ مشائخ کے کلماتِ شطحیات کو نہ تو قبول کرنا چاہیئے اور نہ اُن کو رد کرنا چاہیئے کہ یہ مقامِ وصول کا مشرب ہے۔ عقل و خرد کی رسائی یہاں نہیں ہے۔
بعض صوفیائے کرام نے مشائخ کے "شطحیات" کی ایسی شائستہ تاویلیں کی ہیں اور جن معنی و محل میں استعمال کئے گئے ہیں اُن کی نہایت خوبی سے تشریح کی ہے اور اس طرح کہ وہ اِدراک کے قابل بن گئے ہیں اور جو پاک طبع سامع ہے وہ اُن کو سمجھ لیتا ہے۔

قطعہ

چو جام از بادہ عرفان پُر آید   بریزد جرعۂ او بر زمین ہم
بدان یک جرعہ خوردن از حریفان   ندیم خاص باید نازنین ہم

ترجمہ:۔ جب جام بادۂ عرفان سے پُر ہوجاتا ہے تو اس سے ایک جرعہ زمین پر بھی گر جاتا ہے لیکن اس ایک جرعہ کو پینے کے لئے خاص ندیم ہونا چاہیئے جو نازنین بھی ہو۔ ہر ایک اس کو نہیں پی سکتا۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اکثر اصحاب عرفان اور بیشتر اربابِ وجدان، صاحبانِ صحو ہیں اور بہت سے صوفی حضرات اربابِ سُکر ہیں۔ کبھی کبھی غلبۂ حال اور حیرتِ وصال میں اُن حضرات سے کلماتِ شطحیات دور ہوجاتے ہیں اور جیسے ہی وہ غلبہ ختم ہوجاتا ہے وہ حضرات اُن کلمات سے استغفار کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مریدوں اور اصحاب کو اس بات کا حکم دے رکھا ہے کہ ایک بار کے بعد اگر بارِ دگر سخنِ شطح اور کلامِ سکر آگیں ہماری زبان سے جاری ہو تو وہ اس کے تدارک کی کوشش کریں۔ ابیات

چون من سرخوش شوم از بادۂ جام   روان پختہ بود از مشرب خام
دران مستی اگر از من زند سر   سخن بیہودہ ای یارم دہ اندام

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ اگر میں جام شراب سے سرخوشی اور مستی میں آجاتا ہوں تو یہ سمجھ کہ جان بادۂ خام پینے سے اور پختہ ہو جاتی ہے۔ اس مستی میں اگر مجھ سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو اے میرے دوست اس بیہودہ بات کو نظر انداز کر دے

چنانچہ حضرت سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:۔

بے شک[1] سُکر اور غلبۂ حال میں ابو یزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "سبحانی ما اعظم شانی" میں پاک ہوں میری شان کسقدر عظیم ہے۔ جب اس حال سے ان کو افاقہ ہوا تو ان کے اصحاب نے کہا کہ آپ نے یہ الفاظ زبان سے نکلے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جس وقت پھر میری زبان سے ایسے الفاظ سنو تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اور انہوں نے سب کو ایک ایک چھری دے دی اور اُن پر اس حال کا جب غلبہ ہوا اور انہوں نے پھر دوبارہ وہی الفاظ کہے تو اُن کے اصحاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا قصد کیا لیکن انہوں نے دیکھا کہ تمام گھر اُن سے بھرا ہوا ہے (سارے گھر میں ابو یزید موجود ہیں) مریدوں نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور وہ صورت جس سے تمام گھر بھر گیا تھا چھوٹی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ابو یزید نمودار ہو گئے۔ اُن کے اصحاب نے اُس چیز کے بارے میں کہا جو انہوں نے دیکھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ابو یزید تو یہ ہے اور وہ ابو یزید نہیں تھا اور ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹی صورت کو بڑی صورت دے دیتا ہے اور اسی طرح بڑی صورت کو چھوٹا کر دیتا ہے اور بے شک جبرئیل علیہ السلام مریم بتول کے پاس ایک انسان کی صورت میں آئے جس کا نام تقی تھا"

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ارباب صحو و سُکر کے بارے میں اصحاب طیفور اور اصحاب جنید کے درمیان اختلاف ہے۔ طیفوری اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارباب سُکر اصحاب صحو سے افضل ہیں کہ سُکر ایک نعمتِ الٰہی ہے اور صحو بندہ حق کی کسبی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواہب کو مکاسب پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔

ابیات

ہر آن لطفی کہ از محبوب باشد　　یقین می دان کہ آن مرغوب باشد
کمال عاشق از معشوق می دان　　نہ زیبد چون بد منسوب باشد

ترجمہ ابیات:۔ ہر وہ لطف جو محبوب کی طرف سے ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ مرغوب ہوتا ہے۔ عاشق کا کمال تو محبوب کی ذات سے ہے اور یہ پسندیدہ بات نہیں ہے کہ اس کمال کو عاشق سے منسوب کیا جائے۔

پیروان حضرت جنید کا خیال ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صحو سُکر سے اعلیٰ اور برتر

---

[1] عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔

www.maktabah.org

ہے اس لئے کہ سُکر میں ترقیٔ مدارج اور عروج کا حصول منقطع ہو جاتا ہے، برخلاف صحو کے کہ صحو میں حصولِ مراتب اور وصول مناقب کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ صحو میں حصولِ مراتب بہر طور ممکن الحصول ہیں پس مرتبۂ اوّل کو مرتبۂ آخر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ؎ بیت

چہ نسبت درمیانِ این و آن است
کہ فرقش از زمین تا آسمان است

ترجمہ:۔ سُکر صحو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دونوں مراتب میں زمین و آسمان کا فرق ہے

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ سُکر صحو سے برتر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صاحب صحو ذاتِ الٰہی سے مرابط (ربط رکھنے والا) ہوتا ہے اور یہ مقام تمکین ہے اور حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام ہے علاوہ ازیں صحو اہل مکاشفہ کو حقائق علوم سے مغلوب رکھتا ہے جس سے افعال کی درستی اور احوال کی آراستگی ہوتی ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ سُکر کو صحو پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ صاحبِ سُکر کبھی بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی لطائف جمال کے کشف پر وجد میں ہوتا ہے اور صاحب سُکر شواہدِ حال پر قائم رہتا ہے اور حالِ صحو میں یہ شواہد بشرائط علم میسّر ہو سکتے ہیں اور مقام سُکر میں شواہدِ حال بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اور وقتِ صحو میں بے تصرف اور صحو اور سکر بردو بحق ہیں۔

"عوارف المعارف" میں بیان کیا گیا ہے کہ "سکر" ارباب قلوب کے لئے مخصوص ہے اور یہ حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ مشائخ کبار اور شیوخ نامدار کی زبانوں سے بعض اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جن میں عجیب عجیب اسرار اور غریب و نادر آثار پنہاں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے سُکر کے حال کی بقا ہے لیکن صاحب صحو کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔

سُکر دو طرح کا ہے۔ ایک سُکر تو محبت سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے کسی دوسرے سبب یا محرک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس میں رویتِ منعم کے انوار ہوتے ہیں۔ ان انوار کا مشاہدہ کرنے والا خود کو نہیں دیکھتا۔ یہ مقتدی حضرات کو میسّر ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا سُکر وہ ہے جو شرابِ مودّت (دوستی) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اظہارِ مشاہدہ نعمت سے ہوتا ہے جس کو وہ خود دیکھتا ہے (یعنی اس قسم دوم میں نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوّل میں منعم کا) ایسے سُکر کو صحو پر فضیلت نہیں ہے۔

سُکر کی طرح صحو بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو اقامت محبت کے کشف سے ظہور میں آتا ہے، دوسرا صحو غفلت سے اور یہ دونوں اس راہ کے مبتدیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس یہ صحو اُس سُکر پر کس طرح فضیلت پا سکتا ہے لیکن جب سلطانِ حقیقت جمال کی جلوہ آرائی فرماتا ہے تو پھر سُکر و صحو دونوں اس جمال کے طفیلی بن جاتے ہیں، اور جب سالک ذوق و شرب کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اُس وقت

www.maktabah.org

نہ صحو باقی رہتا ہے اور نہ سُکر۔

ذوق و شرب اسی صحو و سُکر کے ثمرات سے مراد ہیں۔ جس کے نتیجے میں آثار کشف و تجلی وارادات حاصل ہوتے ہیں۔ صاحب ذوق صاحب سُکر ہوتا ہے اور صاحب شرب کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی سُکر کا بقیہ ہوتا ہے۔ ذوق: رنج و راحت اور لذت ہے۔ شراب: حلاوت و لذت طاعت و عبادت کو کہتے ہیں۔ شرب کے معنی اُس بہرہ اور نصیب کے ہیں جو شراب مودت سے حاصل ہوتے ہیں جسکی محبت مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے اُس کا شرب دوامی بن جاتا ہے پھر اس کا صحو حق کیلئے ہوتا ہے۔ جس کسی کا شراب صافی ہے اس کا صفاء مشرب باقی رہتا ہے۔

شربنا الحب کاسا بعد کاس	میں نے پئے شراب محبت کے اتنے جام
فما نفد الشراب وما رویت	خالی پڑے ہیں جام مگر اس پہ ہوں تشنہ کام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اصحاب صحو تخت تمکین پر متمکن ہوتے ہیں اور ارباب سُکر شراب تلوین سے مخمور رہتے ہیں۔ اہل تمکین کے لئے ستر اور پردہ داری لازمی ہے۔ ہر چند کہ یہ اصحاب شرابِ معارف سے چھکے ہوئے ہوتے ہیں لیکن وہ مدہوش نہیں رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر کو مغلوب نہیں کرتا کہ محققانِ روزگار اور واصلانِ حق کی یہی سیرت ہے مگر اصحاب تلوین کا حال اسکے برعکس ہے۔ ان کا ظرفِ استعداد تھوڑی سی شراب عرفان سے بھر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب جام پُر ہو جائے گا تو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ چھلکے گا۔

قطعہ

ندیمانی کہ در بزم شراب آنند	دو گونہ می شوند از ذوق مستی
یکی از جام عرفان سرخوش آید	دگر خواہد بمستی چیرہ دستی

ترجمہ:۔ بزم مے کشی میں جو مے نوش سے نوشی کر رہے ہیں اُن کی ذوق مستی کے اعتبار سے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو وہ مے کش ہیں جو شراب پی کر مست ہو جاتے ہیں لیکن بدہوش و بدمست نہیں ہوتے اور کچھ ایسے ہیں کہ مست ہو کر چیرہ دستی اور بے خودی میں گر جاتے ہیں مستی کا اُن پہ اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ہوش میں نہیں رہتے۔

تلوین اربابِ طریقت کی صفت ہے اور تمکین اصحابِ حقیقت کی سیرت ہے۔ پہلا گروہ ہمیشہ احوال کی ترقی میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ مسندِ وصال پر متمکن ہوتا ہے اور ان اربابِ وصال کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ بالکلیہ اپنی ذات سے جدا ہوتے ہیں اور حال تمکین میں کار اور مقصود ایک ملکہ کی طرح بن جاتے ہیں اور اس کے لئے اُن کو کوشش اور سعی نہیں کرنا پڑتی۔ تم ان کو تو باتوں میں پا سکتے ہو۔

www.maktabah.org

ان میں سے تین چیزیں حال (حالت) سے تعلق رکھتی ہیں۔
۱۔ بیماری۔ ۲۔ غریبی۔ ۳۔ درویشی
اور تین چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں،
۱۔ ظن (گمان) ۲۔ نہی ۳۔ ہمّت
اور تین چیزوں کا تعلق عادت سے ہے؛
۱۔ خشم (غصّہ) ۲۔ بیم (امید) ۳۔ حاجت (ضرورت)
منقول ہے کہ جب بعض اصحاب عالم تمکین میں پہنچتے ہیں تو امیری اور وزیری ان کے حال میں مزاحم نہیں ہوتی۔
بعض عارفوں نے فرمایا ہے:
"التمکین رفع التلوین" یعنی تلوین کا دور ہوجانا تمکین ہے۔
حقیقت میں محققین کا محلِ کمال میں اقامت گزیں ہوجانا اور وصال کے عالی درجہ پر پہنچ جانا اور پیشگاہِ وصول میں منتہی حضرات کا مقیم ہونا تمکین ہے۔ تلوین تو مبتدیوں کا ایک درجہ ہے اور اس راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام حال تلوین میں تھے کہ کوہِ طور پر تجلیٔ الٰہی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور حبیبِ خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے کہ مکّہ سے مقام قاب توسین تک سے جمیع منازل آپ نے طے فرمائے اور تجلیٔ الٰہی سے سرفراز ہوئے لیکن بے خبر اور بے خود نہ ہوئے ؎ مثنوی

یکی از دست رفت از جرعۂ جام | دگر خمہا کشید از صبح تا شام
بود آن سر بکوہ و بیشہ دادہ | بود این تازہ در مجلس بہ بادہ

ترجمہ:۔ ایک بادہ کش تو ایسا ہے کہ ایک جام سے ایک گھونٹ پی کر بھی مست و بے خود ہوجاتا ہے اور دوسرا بادہ کش صبح سے شام تک خم کے خم خالی کردیتا ہے۔ ایک تو ایک جرعہ پی کر مست و بے خود ہوجانے والا مستی میں کوہ و صحرا کی طرف نکل جاتا ہے اور دوسرا خم پر خم پی کر بھی مجلس میں تازہ دم رہتا ہے۔
تمکین سے مراد یہ نہیں ہے کہ صاحبِ تمکین بالکل متغیر نہیں ہوتا۔ متغیر تو ضرور ہوتا ہے کہ اس میں بشریت کا عنصر باقی ہے بلکہ تمکین سے یہ مراد ہے کہ اسی حالِ تمکین میں حقیقت سے اس پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں رہنے پاتا بلکہ اس میں اور بھی زیادتی اور اضافہ ہوتا ہے۔ بیت

؎ تا بہ منزلِ در رسی باید کہ جائی نیستی
گر بموئی باز مانی مردآن رہ نیستی

ترجمہ:۔ جب تک تو منزل پر پہنچ نہ جائے تو یہ سمجھ کہ یہ تیرے مقام کی حد نہیں ہے اور اگر اس منزل سے تو ذرا سا

www.maktabah.org
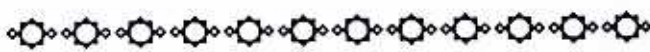
پیچھے رہ گیا تو پھر مرد راہ نہیں ہے۔
تلوین اس کے برعکس ہے لیکن صاحب فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
اصحاب تلوین اصحاب تمکین سے افضل ہیں جیساکہ لطیفہ اصطلاح میں بیان ہوچکا ہے۔ آپ کا یہ قول چند مقدمات پر مبنی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایاکہ شطحیات کا صدور صاحب سکر سے ہوتا ہے جو تلوین کے لوازم میں سے ہے اور معاملات اصحاب صحو سے صدور پاتے ہیں کہ یہ امر تمکین کے خواص میں سے ہے۔ اب رہے بعض وہ حضرات جو بزم سکر ومستی میں شراب معرفت کے پینے والے ہیں اور غلبہ کی محفل کے ندیم ہیں وہ ایسے ارباب تجرد ہیں جنھوں نے عیال کے وصال کے بستر پر آسودگی نہیں پائی ہے۔ (ازدواجی زندگی سے الگ تھلگ ہیں)

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ کی مجلس میں کسی نے منصور حلاج کا ذکر چھیڑا اور اُن کی ہلاکت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی تو آپ نے فرمایاکہ "اُن کو لوگوں نے مار ڈالا" اگر یہ فقیر اس زمانے میں ہوتا تو اُن کے درد کا مداوا کرتا۔ حضرت کے مریدوں نے اُن سے دریافت کیاکہ آپ اُن کا مداوا کس طرح فرماتے؟ آپ نے فرمایا "میں اُنکو رشتہ ازدواج میں منسلک کردیتا"۔ آپ کا یہ جواب سنکر بعض حضرات نے لفظ ازدواج سے یہ نتیجہ نکالاکہ طریقت میں ازدواج ایک مقام ہے (ایک مرتبہ کا نام ہے) جس میں خلوت فردیت سے مرید کو نکال کر دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دی جاتی ہے یا تفرقہ سے نکال کر حال جمع میں پہنچا دیا جاتا ہے اور اب بھی اس لفظ کے معانی کے سلسلہ میں یہی خیال کیا جاتا ہے لیکن اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں لفظ ازدواج کے یہی ظاہری معنی ہیں (شادی بیاہ کرنا) کہ جب ایسا شخص کسی آزاد خاتون کے وصل سے بہرہ یاب ہوتا ہے تو ہر بار کے حظِ وصل سے شورش کا یہ بخار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اس قسم کی ناگفتنی باتیں کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ایک تنبیہہ بھی موجود ہے کہ جمال مجازی سے کمال کی نسبت ضائع ہوجاتی ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ دریائے لذت میں متغرق ہیں اور جو ایسی شہوت میں پھرتے رہتے ہیں کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ یہ نقصان کاملین کے طبقہ کے لئے موجب کمال ہے جو اس راہ میں پوشیدہ ہے اس سے یعنی (ازدواج) سے ان کے عشق حقیقی کا زوال نہیں ہوتا۔

بیت

چہ نسبت پختہ را با خام باشد
کہ این مبدا و آن انجام باشد

ترجمہ: خام کو پختہ سے کیا نسبت ہوسکتی ہے کہ یہ تو مبدا ہے اور وہ انجام ہے۔

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی صاحب عیال صوفی سے شطحیات واقع نہیں ہوئے ہیں یہ ستر حضرات جن سے شطحیات

www.maktabah.org

منسوب ہیں ان میں شاید ہی کوئی صاحب عیال ہو لیکن یہ نسبت کلی بھی نہیں ہے کیونکہ کئی صاحب عیال بھی ایسے ہوگئے ہیں جو شور شر ہیجان میں مبتلا ہوئے اور یہ تقاضائے بشری نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بے خود کر دیتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے کہا ہے میں نے ایسے ستر ولیوں کو پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش اور بندگی محض وہم و خیال سے کرتے ہیں اور میرے بھائی بایزید بھی ان ہی میں سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا "اب تم میری بات گوش و ہوش سے سنو اور دل و جان میں اس کو جگہ دو کہ سید الطائفہ ؒ نے جو لفظ "وہم و خیال" استعمال فرمایا ہے۔ یہ وہ وہم و خیال نہیں ہے جو عوام پر چھایا ہوا ہے بلکہ "کل متکلم یتکلم باصطلاحہم" (یعنی ہر ایک اپنی اصطلاح میں کلام کرتا ہے) اس سے وہ وہم مراد ہے جو کلمات مشائخ میں استعمال ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ "الوہم سلطان الاعظم فی ھذا الطریق" (اس راہ تصوف میں وہم سلطان اعظم کا مرتبہ رکھتا ہے) پس سید الطائفہ قدس سرہٗ کا سلطان العارفین کے وہم کی طرف اشارہ اُن کی حالت تلوین سے ہے خود اُن کے حال کے برعکس کہ سید الطائفہ حالت تمکین پر متمکن تھے بایں کہ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حال کے تفوق کا اظہار کیا ہو (اللہ تعالیٰ حقیقت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

شطح:۔ **سلطان العارفین بایزید بسطامی نے فرمایا**:۔

"سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" (میں پاک ہوں میری شان کس قدر عظیم ہے)

اس بات کو حضرات صوفیہ سے جو اہل تجربہ ہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اُن پر (حضرت بایزید پر) یہ دولت یکے بعد دیگرے نازل ہوئی۔ پس انہوں نے اپنے نفس میں بقدر اپنے حال کے اس سے کوئی چیز پائی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کلام کو اُن کی زبانی جاری فرمایا۔ ابویزید کے قصد کے بغیر۔ بالکل اسی طرح جیسے دل میں بغیر قصد کے ذکر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے قول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی کا ذکر اپنے بندے کی زبان سے جاری فرمادیا، لہٰذا اس میں کوئی دشواری اور استحالہ نہیں ہے "فَمَا ھٰذَا التَّعَبُ" اور اس امر کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ ابویزید نے کہا کہ "الٰہی! اگر ایک دن میں نے یہ کہا کہ میں پاک ہوں اور میری شان کسقدر بزرگ ہے" تو میں آج ایک مجوسی کافر ہوں۔ چنانچہ اب میں زنار توڑتا ہوں اسی لئے اب میں کہتا ہوں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بعض علماء کہتے ہیں کہ ابویزید کے اس کلمہ کے بارے میں استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں بعض وظائف میں مشغول تھا۔ پس میں نے "سُبْحَانِیْ" اپنے پروردگار کی طرف سے بطریق حکایت کہا تھا جسطرح کوئی شخص سورہ طٰہٰ میں اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ[2] کہہ دیتا ہے۔"

اور اس معنی میں انا برائے تعجب ہے جو عظمت و بزرگی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ عین القضاۃ ہمدانی کہتے ہیں کہ "ابویزید کے قول "سبحانی ما اعظم شانی" اور

۱؎ عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ۲؎ سورہ طٰہٰ آیۃ ۱۲

www.maktabah.org

منصور حلاج کے قول "انا الحق" یہ دونوں اقوال سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف رجوع ہوتے ہیں "من رانی فقد رای الحق" یعنی جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا مطلب یہ ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ"[1] یعنی جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ پس لفظ "سبحان" اور حق جو انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے ثبوت اتحاد محبت کیلئے۔

ان اوراق (لطائف اشرفی) کا جامع کہتا ہے کہ "سُبحَان" اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں سے ایک نام ہے۔ پس اُن کا "سبحانی" کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کس چیز نے میرے امر کو بزرگ کیا یعنی اس کو عظیم بنایا۔

یہ معنی معرفت میں علوِ درجہ کی طرف رجوع کرتے ہیں پس اُن کے قول کے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔ تحقیق کہ اس میں سلطان العارفین کو خطاب کیا گیا ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی نے جو معنی بیان کئے ہیں اس میں تامل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ عین القضاۃ کا قول بایزید کے قول پر جب مصداقِ صحیح ہوتا کہ وہ اَنَا اللّٰہُ وَاَنَا الْخَالِقُ کہتے اور ایسا انہوں نے کہا نہیں،

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا دوسرا قول: یَکُوْنُ النَّاسُ تَحْتَ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا وَقَوْلُہٗ لِوَآئِیْ اَعْظَمُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ (قیامت کے دن لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور ان کا قول کہ میرا جھنڈا زیادہ عظیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے)

اس شطح کے بارے میں کہا گیا کہ "یہ ابویزید سے کہا گیا کہ لوگ قیامت کے دن محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے نیچے ہوں گے"، یہ قول ابویزید کے لئے تھا (اُن سے کہا گیا تھا) اُس وقت اُن پر حال غالب تھا اور سکر کی قوت شدید تھی، پس اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو "مُحَمَّدٌ یَکُوْنُ تَحْتَ لِوَآئِنَا" اُن کے ارادے کے بغیر اُن کی زبان سے جاری کر دیا۔ پس یہ قول بایزید کا قول نہیں ہے بلکہ وہ منسوب ہے حق تعالیٰ سے۔

بعض اُن فقراء نے جو اہل خواہش ونفس وہوا ہیں کہا ہے کہ یہ قول بغیر کسی تاویل کے صحیح ہے۔ اُن کا تو یہ بھی قول ہے کہ ولی افضل ہے نبی سے، لیکن اُن کا یہ قول مسلک اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے۔

جامعِ کتاب (حاجی نظام غریب یمنی) کہتا ہے کہ لوا دو قسم کا ہے وہ لوا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ لوائے خواص ہے اور وہ فقراء اور عارفین ہیں اور وہ جو حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوگا، وہ لوائے عام ہے۔ پس عوام لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قیامت کے دن ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس لوائے خواص کے نیچے ہوں گے جو لواء اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بارالٰہا مجھے "زمرۃ المساکین" میں اٹھانا" آپ کا یہ فرمانا بر سبیل تواضع ہے۔

---

[1] پ ۵ سورہ نساء آیت ۸۰

www.maktabah.org

پس ابُویزید نے لوائنا دلوائی جو کہا ہے اس سے مراد حق تعالیٰ ہے (اراد بہ اللہ تعالیٰ) مگر انہوں نے اس کی اضافت بطورِ خاص اپنی ذات کی طرف فقرو خداشناسی کی وجہ سے کی اور کبھی کسی چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف ادنیٰ تعلق کی بنا پر بھی کی جاتی ہے جو اضافت بادنیٰ ملابست کہلاتی ہے مثلاً جس طرح لکڑیوں کا گٹھا لیجانے والے سے کہا جائے کہ اپنا کنارہ پکڑ (خذ طرفک) باوجودیکہ وہ کسی طرف یا ست کا مالک نہیں ہے۔

شطح ۱۰ شیخ ابوالحسن خرقانی کا قول

"انا اقل من ربی بسنتین" (میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

اس سلسلہ میں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ بایزید بسطامی نے کہا ہے کہ میں ایک مدت تک یہ گمان کرتا رہا کہ میں خدا کی طلب کر رہا ہوں لیکن آخر کار مجھے معلوم ہوا کہ حق تو مجھے زمانہ سابق سے طلب کر رہا تھا۔ شیخ ابویزید نے یہ بھی کہا ہے

"منذ ثلثین سنة کنت طالبًا لِلّٰه تعالیٰ فلما تفکرت فی ذالك كان الطالب هو وكنت انا المطلوب"

(میں تیس سال سے خدا کو طلب کر رہا تھا لیکن جب میں نے اس بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ طالب وہ تھا اور میں اس کا مطلوب تھا)

اس قول کی تائید بھی حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے :- "اگر آپ (مقصود) نہ ہوتے تو میں افلاک دنیا کو پیدا نہ کرتا"

پس اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو یقیناً اس کی طلب پیدا نہ ہوتی کہ میری ذات جو تاریکی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو شیاطین کی صفات سے مرکب کیا گیا ہے اور اس کے نفس کو اس کا دشمن بنا دیا گیا ہے (یہ تھا ابویزید قدس اللہ سرہٗ کا مطلب اس قول سے کہ خدا طالب تھا اور میں اسکا مطلوب)

اب رہا حضرت ابوالحسن خرقانی کا قول کہ "میں اپنے پروردگار سے دو سال چھوٹا ہوں" اس سے وہی معنے نکلتے ہیں (جو ابویزید کے قول کے ہیں) کہ حق تعالیٰ کی طلب میرے لئے مقدم ہے اور ابوالحسن کی طلب اس طلب سے دو سال متاخر ہے۔

جامع ملفوظات (لطائف اشرفی) عرض کرتا ہے کہ مجھ سے اس قول کے بارے میں بعض فقراء نے دریافت کیا پس میں نے اس قول میں غور کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب دیا۔

اس سلسلہ میں حضرت کبیر نے فرمایا کہ سنتین سے مراد دو صفتیں ہیں جو خواص واجب الوجود ہیں ایک وجوب وجود اور ایک قدم۔ یہ دونوں صفتیں ذاتِ الٰہی کے لئے خاص ہیں کہ سالک کو اس راہ سلوک میں خواہ کتنی ہی ترقی اور عروج حاصل ہو جائے لیکن وہ وجوب اور قدم کی صفات کو نہیں اپنا سکتا اور یہی شیخ ابوالحسن خرقانی کے قول کا مقصد ہے۔

www.maktabah.org

شطح ۱۔ شیخ ابوالحسین بن منصور حلاج کا قول "انا الحق" (میں حق ہوں)

حضرت منصور حلاج کے بارے میں حضرت قدرۃ الکبراؔ نے فرمایا کہ منصور حلاج کا تعلق طبقۂ ثانیہ سے ہے ان کی کنیت ابوالغیث ہے۔ فارس کے مشہور شہر بیضار کے رہنے والے تھے، وہ اصل میں حلاج (روئی دھننے والے) نہیں تھے بلکہ اس انتساب یا لقب کی اصل یہ ہے کہ ایک روز یہ ایک حلاج کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ابن منصور نے اپنے اس دوست کو کسی کام کے لئے بھیجا اور کہا کہ تم میرے کام سے جاؤ میں تمہارا کام نمٹا دوں گا۔ پس انہوں نے ان بنولوں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جو روئی میں پیوست تھے بس وہ تمام بنولے (پنبہ دانہ) روئی سے الگ ہوگئے پس اسی دن سے ان کو حلاج کہنے لگے۔ یہ عراق میں رہتے تھے۔ حضرت سیدالطائفہ جنید بغدادی اور شیخ نوری کی صحبت میں رہے ہیں۔ یہ شیخ عمرو بن عثمان مکی کے شاگرد تھے۔ انکی رسوائی کا باعث شیخ عمرو کی ذات ہوئی جسکی تفصیل اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے۔

ان کے معاملہ میں (شطح کے سلسلہ میں) مشائخ کے مختلف نظریات ہیں۔ اکثر حضرات نے ان کو رد کیا ہے، چند مشائخ نے جیسے ابوالعباس عطا، شیخ شبلی، شیخ ابوعبداللہ خفیف، شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی، شیخ ابوالعباس سریح (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اُن کے قتل پر اتفاق نہیں کیا ہے اور نہ اُن کے محضر قتل پر دستخط کئے ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ "ہم نہیں جانتے وہ کیا کہتے ہیں"۔

کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام متاخرین مشائخ صوفیہ نے ان کو قبول کیا ہے لیکن بعض مشائخ متقدمین نے ان کو بجائے قبول کرنے کے رد کیا ہے (مہجور کیا ہے) یہاں ہجر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کے مسلک کا رد کیا ہے یا ان پر طعن کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجور ہی مہجور کے معاملہ کو سمجھ سکتا ہے۔ مشائخ متاخرین میں سے سلطان الطریقت حضرت ابوسعید ابوالخیر نے فرمایا ہے کہ:

"ان کے زمانے میں علو حال میں مشرق سے مغرب تک کوئی ان کا ثانی نہیں تھا اور نہ میں نے اُن جیسا کسی کو پایا"

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شریعت کی موافقت میں ان کو قبول نہیں کرتا ہوں اور مشائخ کی متابعت اور رعایت کے اعتبار سے ان کو رد بھی نہیں کرتا ہوں تم بھی ان کے بارے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرو۔ ہاں مجھے وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ امام طریقت ہیں لیکن ہر شخص اُن کے کلام کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ انکے اس قول کو اُن کے ضعفِ صفا پر محمول کرنا چاہیئے، جو کچھ ان کو بھگتنا پڑا وہ شرع کی رعایت نہ کرنے کی سبب سے ہوا۔ وہ باوجود اس دعویٰ کے ہر شبانہ روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات میں جس کی صبح کو وہ قتل کئے گئے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی اور ان کے بارے میں یہ جو مشہور کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا محض جھوٹ ہے۔

جب اُن کو سولی پر چڑھایا گیا تو حضرت شبلی نے اُن کی دار کے نیچے کھڑے ہوکر فرمایا: "کیا ہم نے تم کو دنیا والوں سے ایسی بات کہنے سے منع نہیں کیا تھا؟" اُس قاضی نے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا تھا کہا کہ "یہ تو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے"۔ یہ سنکر شیخ شبلی نے فرمایا کہ "میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں

www.maktabah.org

حضرت امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کا پہچاننا بھی حق ہے جیسا کہ اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے اسی طرح منصور حلاج کی روح کے مس پر جب معرفتِ الٰہی کی اکسیر پڑی تو ان کی روح جو تانبہ تھی سونے میں تبدیل ہو گئی۔ باطل سے حق کی طرف رواں ہو گئی اور وہ زرِ خالص بن گئی اور جو چیز بھی اس کے سوا ہے وہ باطل ہے یعنی فانی ہے۔

پس وہ شخص جس کے نزدیک "ماسوی الحق" سب فنا ہو گیا اس کا نفس بھی فنا ہو گیا پس اس کے یقین میں سوائے حق کے کوئی وجود باقی نہ رہا اور وہ یہ کہتا رہا "اَنَا الْحَق" گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر اس کلمہ کو جاری کر دیا اور وہ بالکل اپنے نفس سے مقام فنا میں تھے اور اُن کا غرق ہونا اللہ کے انوار جلال میں اس کلمہ کے ادا کرنے کا موجب ہوا۔

پس جب اُن سے کہا گیا کہ کہو: "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اس کے بجائے انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں" اگر وہ یہ کہتے کہ "میں حق کے ساتھ ہوں" تو اُن کا "میں" کہنا اُن کے اپنے نفس کی طرف اشارہ ہوتا اور وہ مرد "منصور" ماسوٰی حق کے مقام محو میں تھا۔ اس کی مثال امام رازی نے یہ دی ہے کہ جب کسی شے پر کسی شے کا غلبہ تمام ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز بن گیا ہے اور یہ کہنا بر سبیل مجاز ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو مجسّم جود و کرم ہے۔ پس جس وقت منصور حلاج حق میں غرق تھے تو انہوں نے کہہ دیا کہ "میں حق ہوں"

اس تاویل میں اور دوسری تاویل میں فرق صرف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے بالکل خالی ہو گیا لیکن وہ شہود حق سے فانی نہیں تھا۔ اور "انا الحق" وہ کلام تھا جس کو حق تعالیٰ نے اس کی زبان سے جاری کر دیا۔ حالِ مستی (سُکر) میں جب کہ وہ شرابِ محبت سے چھکا ہوا تھا اور اس قول میں اُس کے مقصد کو دخل نہیں تھا بلکہ اس کا کہنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل میں کہ "بندہ نے وہی کچھ کہا جو کہلوایا گیا اور اُس سے مراد مبالغہ ہے ایک قسم کا ضعف پایا جاتا ہے"، جبکہ مجازی معنی کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ محل حقیقت اور مجاز میں ایک قسم کی مشابہت ہو اور اللہ اور اس کی مخلوق میں کسی اعتبار سے بھی مشابہت نہیں ہے، ہاں جب یہ تشبیہ کا مرتبہ موجود ہوتا تب یہ کلام صحیح ہو سکتا تھا اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس درست بات وہی ہے جو امام نے فرمائی کہ جب منصور کی روح میں انوار جلال کی تجلی ہوئی اور اس سے حجاب ہائے بشریت زائل ہو گئے تب اسکی روح عروج کی انتہائی منزل پر پہنچ گئی۔ پس وہ حق بن گیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حق بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ[1] واللہ تعالیٰ

---

[1] پ ۱۱ سورہ یونس ۸۲

www.maktabah.org

اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت فرما دیتا ہے) پس اسی طرح منصور کا قول کہ "میں حق ہوں صادق آگیا۔ (فَيَصَدَّقَ قَوْلُهٗ اَنَا الْحَقُّ) اس لئے کہ حق عام ہے اور حق اپنی ذات سے حق ہے اپنے غیر سے۔ اس سلسلہ میں امام نے جو یہ بات فرمائی ہے کہ اس جملہ میں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق یا عبد الحق یا شاکر الحق یا ذاکر الحق"، تو یہ تاویل بھی ضعیف ہے کہ مضاف کو حذف کر دینا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم کرنا صرف اسی وقت جائز ہے کہ اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے :۔

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَیْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ اور سوال کرو قریہ سے یعنی اہلِ قریہ سے۔

مگر ایسا کرنا اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ التباس یا اشتباہ کے پیدا ہونے کا امکان ہو، مثلاً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے زید کے غلام کو دیکھا تو اس کے بجائے تم کبھی یہ نہیں کہو گے کہ "رَاَیْتَ زَیْدًا" میں نے زید کو دیکھا۔ یہاں تم خود کہو گے کہ حذف مضاف روا اور درست نہیں ہے اور قول "انا الحق" اسی قبیل سے ہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہاں حذف مضاف پر دلالت موجود ہے کہ "بندہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا"۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ جب منصور حلاج سے کہا گیا کہو "اَنَا بِالْحَقِّ" جیسا کہ حضرت جنید قدس اللہ سرّہٗ سے منقول ہے تو انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "انا الحق" اور ان پر یہ قول صادق ہو گیا جس کی پاداش میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔

اگر اس تاویل کو درست مان لیا جائے کہ منصور حلاج کے "انا الحق" کہنے کے معنی یہ تھے کہ "انا عابد الحق" میں خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو یہ تاویل درست نہیں ہوگی۔ اب رہا عین القضاۃ ہمدانی رح کا یہ قول کہ منصور حلاج کا قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا :

"من رانی فقد رای الحق" (جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا) تو یہ قول بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ہم "سبحانی ما اعظم شانی" کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ پس اس سلسلہ میں اس جامع اوراق (حاجی نظام غریب) کا یہ قول ہی درست ہوگا کہ حق صفت محمودہ ہے اور باطل صفت مذمومہ ہے۔ پس قول انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں صفاتِ محمودہ کے ساتھ باقی ہوں، اور صفاتِ مذمومہ کے ساتھ فنا ہو چکا ہوں۔

شیخ ابن منصور حلاج کو جو سولی پر چڑھایا گیا اس کا سبب صرف یہ تھا کہ شریعت ظاہر پر مبنی ہے نہ کہ باطن پر جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ (ہم ظاہر

لہ پ ۱۳ سورہ یوسف ۸۲

www.maktabah.org

پر حکم کرتے ہیں "وَاللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَآئِرُ" (اور اللہ تعالیٰ سرائر کا ذمہ دار ہوتا ہے) (یعنی باطن سے اللہ تعالیٰ واقف ہے) اور تکفیر کی دو قسمیں ہیں تکفیر من جہتہ اللہ اور تکفیر من جہتہ العلماء۔ علماء نے جو منصور حلاج کی تکفیر کی اس کا موجب اُن کا قول "انا الحق" تھا۔ اور اس کا تعلق اسی دوسری نوع کی تکفیر سے تھا۔ جبکہ علماء نے اُس کو اس قول پر مصر پایا۔ پس فہم و خرد نے یہی باور کیا اور عقل نے اسی طرف سبقت کی کہ حق سے منصور کا مقصود اسم اللہ ہے۔ پس انہوں نے اُن کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا تاکہ شریعت کی عظمت بحال رہے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ جب شیخ جنید سے دریافت کیا گیا کہ منصور کے اس قول کی کوئی تاویل ہے تو انہوں نے کہا اس کو چھوڑ دو وہ قتل کیا جائے گا۔ آج کا دن تاویل کا دن نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن جب منصور حضرت سید الطائفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہا ہمہ گر اسرار و معارف پر گفتگو ہونے لگی تو منصور غلبہ اور سکر کی حالت میں بلند آواز سے اُن معارف و اسرار کو بیان کرنے لگے۔ سید الطائفہ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ وہ کون سا دن ہوگا جبکہ (سولی کی) لکڑی تمہارے خون سے سرخ کی جائے گی۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ جس دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو آپ بھی اس شیوخت کے لباس اور مسند شیوخت پر نہیں رہیں گے **قطعہ**

نہ عارف را مکان بر دار باشد کہ رہ بر دائرہ دادار باشد
چہ فتویٰ می نویسد مفتیٔ عشق کہ بی دفتر جہاں بر دار باشد

ترجمہ:۔ عارف کا مکان سولی پر نہیں ہے کہ اس کی راہ تو دائرہ دادار ہے۔ مفتیٔ عشق کا کیا فتویٰ ہے کہ بغیر دفتر جہان دار پر ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں منصور حلاج کے اس جذبہ اور کیف کے پیدا ہونے کا سبب یہ تحریر کیا ہے کہ ان کی بہن ایک بہت ہی عارفہ خاتون تھیں ان کو اُن کے کمالِ معرفت کے باعث لوگ رابعہ زمانہ اور عدویہ عصر کہتے تھے۔ وہ راتوں کو جنگل میں چلی جاتی تھیں اور وہاں وہ اپنے مقصود کے حصول میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ ایک رات منصور کے دل میں کچھ شک پیدا ہوا چنانچہ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل کر صحرا میں پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے ان کی بہن نے تمام رات عبادت و مراقبہ میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی اور سورج طلوع ہوا تو ایک پیالہ شراب معرفت سے لبریز (غیب سے) ان کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے ذوق و شوق کے ساتھ اسکو پینا شروع کیا۔ منصور اس جگہ سے جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے بھاگتے ہوئے آئے اور اس پیالہ کو پکڑ کر کہنے لگے کہ ایک گھونٹ اس میں سے مجھے بھی پینے دو۔ انہوں نے کہا اے منصور! تم اس شراب معرفت کی تاب نہ لا سکو گے انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہو! ناچار اُن کی بہن نے ایک گھونٹ ان کو پلا دیا۔ اس گھونٹ کے پیتے ہی عجیب کیفیت و سرمستی ان میں پیدا ہو گئی ؎

www.maktabah.org

قطعہ

چوساقی بزمِ وحدت بادۂ ناب بجائے درفگند از لطف و احسان
بدستِ آن عروس جملۂ راز بداد از شربت آن جام عرفان
کشیدہ بادۂ آن جام دم زد دگر از جرعۂ شد ہرزہ گویان

ترجمہ:۔ ساقی بزمِ وحدت نے بادۂ ناب اپنی عنایت و مہربانی سے جام میں ڈال دیا۔ جملۂ راز کی اس عروسہ کے ہاتھ سے اس جام عرفان کا کچھ حصہ ان کو بھی دے دیا۔ اس جام سے شراب پی کر ایک گھونٹ کے بعد سانس لی اور دوسرے ہی گھونٹ میں ہرزہ گوئی کرنے لگے۔

اوراس جام کے پینے کے بعد ہر طرف سے یہ آواز ان کے کانوں میں آنے لگی:۔

"مَنْ اَحَقُّ بِالْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ راہ خدا میں قتل کئے جانے کا کون زیادہ مستحق ہے؟

پھر تو ہر وقت اور ہر طرف سے یہی آواز اُن کے کانوں میں آتی تھی۔ اس آواز سے وہ اپنی شہادت کے معاملہ کو سمجھ گئے۔ جیسے جیسے وہ یہ آواز سنتے، شوق، سرمستی اور استغراق اُن کا بڑھنے لگا اور جان سپاری کا شوق فزوں ہونے لگا۔

بیت

نثار دوست را جان چیست اشرف
اگر صد جان بود ہم سہل باشد

ترجمہ:۔ اے اشرف! دوست پر نثار کرنے کے لئے یہ ایک جان کیا ہے اگر ایسی سو جانیں ہوں تو نثار کر دینا بہت آسان ہے۔

ایک بار سرفروشی اور مستی کے عالم میں جب انہوں نے "مَنْ اَحَقُّ" سنا تو اُس کے جواب میں کہا "اَنَا اَحَقُّ" میں زیادہ سزاوار ہوں اور وہ اس سرخوشی کے عالم میں من احق کے جواب میں "انا احق انا احق" کہنے لگے۔ سننے والے یہ سمجھے کہ یہ "انا الحق" کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ شورش کر کے اُن کے مار ڈالنے پر کمربستہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت منصور نے دل میں خیال کیا کہ میں برابر یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ "راہِ خدا میں قتل ہونے کا میں زیادہ سزاوار ہوں اور یہ لوگ بھی اللہ ہی کے راستہ میں میرے قتل کے لئے یہ شور و غوغا کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو میں اصل بات بتاتا ہوں اور سمجھاتا ہوں کہ میں انا الحق نہیں بلکہ انا احق کہہ رہا ہوں اور اس طرح میں اپنی جان بچالوں تو میں دعوئ عشق میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ راہ الٰہی میں قربان ہونے کے اس دعوے سے میں نے رجوع کر لیا ہے اور یہ بات عاشق اور مشتاق کے شایان شان نہیں ہے۔ پس انہوں نے اپنے قول کی تصحیح اور توضیح ضروری نہیں سمجھی اور عوام جو کچھ کہہ رہے تھے اسی پر ان کو قائم رہنے دیا اور اس طرح انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔

www.maktabah.org

قطعہ

کسی کو دم زند در دعوئ عشق — زبان با دل بہم اقرار باشد
گواہی باید از جان باختن ہم — وگرنہ دعوئ زوار باشد

ترجمہ: جو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اس کی زبان اور دل کو دعویٰ میں یکساں ہونا چاہیئے۔ جان قربان کر دینا اس دعویٰ میں بطور ایک شاہد وگواہ کے ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ دعویٰ ایک جھوٹے کا دعویٰ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ "انا الحق" کہنا انانیت اور خودی کا دعویٰ ہے۔ لوگ یہ نہیں جانتے کہ "انا العبد" کہنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ "انا الحق" کہنے میں تو بہت کچھ تواضع کا پہلو ہے۔ یعنی خود کو معدوم کرکے فنا کے دروازے پر سامانِ ہستی کو پھینک دینا ہے اور تب کہیں "انا الحق" کہا جاتا ہے۔ یعنی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہی ہے اور خدا کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے ۔

بیت

غیرتش غیر در جہان نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ترجمہ: اس کی غیرت ذات نے دنیا میں کسی غیر کو درجۂ وجود میں نہیں چھوڑا اس لئے وہ جملہ اشیاء کا عین بن گیا اور جو شخص "اَنَا العَبدُ" کہتا ہے یعنی میں بندۂ خدا ہوں، وہ دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے۔ ایک اپنی ذات کا اور دوسرے وجود خداوندی کا اور بندگی درمیان میں موجود ہے۔ اور یہ کمالِ شرک ہے۔ ہزار آفرین گوشہ نشین گنجہ[1] کی روح پر کیا خوب فرمایا ہے۔ **بیت**

ندارم روا با تو از خویشتن
کہ گویم توئی باز گویم کہ من

ترجمہ: مجھے تیری ذات کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرنا روا نہیں ہے کہ میں کہوں کہ تو ہے اور پھر کہوں کہ "میں بھی ہوں"

اے عزیز! "وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"[2] (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو) پر نظر کرو اور کبھی "وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰہُ"[3] (تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے) کے راستہ پر چلو۔ اگر اس پر بھی عشق کا دعویٰ کرو (کہ ہم کرتے ہیں اور ہم فاعل ہیں)، تو کتنی عجیب بات ہو گی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

قطعہ

بد کردم و اعتذار بدتر ز گناہ — چون ہست دریں عذر سہ دعویٰ تباہ
دعویٰ وجود و قدرت و دعوئ فعل — لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

---

[1] گوشہ نشین گنجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا کی مراد نظامی گنجوی رح ہیں۔
[2] پ ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت ۹۶ [3] پ ۲۹ سورہ الدھر ۳۰

www.maktabah.org

ترجمہ:- میں نے گناہ کیا پھر عذر گناہ؛ یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اس طرح گناہ کرکے میں تین دعوے کروں۔ ایک تو وجود کا دعویٰ، دوسرے قدرت کا دعویٰ اور تیسرے فعل کا دعویٰ اور یہ تینوں دعوے غلط ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ منصور حلاج کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں شیخ اخی علی مصری پر حال کا غلبہ تھا، وہ شیخ منصور حلاج کے مزار پر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مُراقبہ کیا تو اُن کی روح کو اعلیٰ علیین میں پایا (اور فرعون کی روح کو ادنیٰ سجین میں) تب میں نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی اور عرض کیا اے الٰہی! اس میں کیا راز ہے کہ فرعون نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کہا اور منصور حلاج نے "اَنَا الْحَق" کہا۔ اس طرح دونوں نے خدائی کا دعویٰ کیا لیکن منصور حلاج کی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور فرعون کی روح سجین کے ادنیٰ طبقہ میں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

ہاتف نے ندا کی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ فرعون خود بینی میں مبتلا ہو گیا تھا اور اس کو اپنی ہی ذات نظر آئی اور مجھے بھلا دیا اور منصور نے بس مجھ ہی کو دیکھا اور خود کو گم کر دیا۔ دیکھ لے اس میں کیا فرق ہے۔

بیت:
چہ نسبت درمیانِ این و آنست
کہ فرقش از زمین تا آسمانست

ترجمہ:- اس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے؟ کہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

شطح:- شیخ ابوسعید المہنی نے کہا "لیس فی جبّتی سوی اللّٰہ" (میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے) ایک دن وہ وعظ فرما رہے تھے وعظ کے درمیان ہی اُن پر کیفیت طاری ہوگئی اور انہوں نے فرمایا: "لیس فی جبتی سوی اللّٰہ"

ترجمہ:- میرے جُبّہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر انہوں نے اپنی انگشتِ شہادت اپنے سینے کے محاذ پہ ماری، بس اُسی وقت اُن کی انگلی کا نشان اُن کے جُبّہ پر بن گیا۔ یہ واقعہ نیشاپور میں پیش آیا تھا۔ وہ مُھینہ سے یہاں آئے تھے۔ اُس وقت اُن کی مجلس میں استاد امام ابوالقاسم قشیری اور شیخ ابومحمد الجوینی جیسے بہت سے مشائخ اور علماء موجود تھے، اور کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی بلکہ ان حضرات میں اس جملہ سے اور بھی ذوق و وجد پیدا ہوا، اور تمام مشائخ نے باہم یہ طے کیا کہ جُبّہ میں جس جگہ یہ نشانِ انگشت ہے اس کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ پس وہ جبہ بطورِ تبرک محفوظ کر لیا گیا۔

پس جب ایسی صورت پیدا ہو تو سوائے تاویل کے اور کچھ چارۂ کار نہیں ہے اور تاویل یہ ہے کہ تمام دانشوروں کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان تمام شطحیات

www.maktabah.org

میں مقصود واحد ہے، یعنی صرف اللہ، محض راستے الگ الگ ہیں ظاہری اعتبار سے پس حبیب کی اسکی ذات تک پہنچ گیا تو وہ تمام اختلافات مٹ گئے اور وہ تمام کے تمام وحدت میں بدل گئے۔ پس اس مقام پر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں اور اگر ان میں سے کچھ باقی رہ گئیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

پس اس کے لئے سلوک کے راستہ میں تلوین حال پیدا ہوگئی اور اگر تمام صفات بشریت فنا ہوگئیں ہیں اور کچھ باقی نہیں ہے اور وہ احوال سے مجرد ہوگیا۔ اس سے مراد ہے نشانہائے بشریت کا فنا ہوجانا اور خدا کے ساتھ تنہا رہ جانا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کی یگانگی وحدت کے لئے وہ تنہا رہ گیا تو دونوں کے درمیان اتحاد ومحبت ثابت ہوگئی، اس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے محبوب اور اس کے ذکر کے اب اسکے اندر کچھ باقی نہیں ہے۔ اسکو مثال سے اسطرح سمجھو کہ تم کسی سے محبت کرتے ہو اور وہ کسی دوسرے شہر میں موجود ہے اور تم اس طرح کہو کہ میرے دل میں سوائے اس شخص کے کوئی موجود نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے دل میں سوائے اُس فردِ محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھو! تمہارے پاس ایک بہت بڑا برتن ہے اور اس بڑے برتن میں ایک آبخورہ ہے جس کے اندر پانی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس ظرف کلاں (آوند) میں پانی ہے تو کہنے والے کا یہ قول صحیح ہوگا۔ ہر چند کہ پانی آبخورے میں ہے ظرف کلاں میں نہیں ہے۔ پس شیخ ابوسعید کا یہ کہنا کہ میرے جبہ میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ گویا انہوں نے جبہ کو ایک ظرف قرار دے دیا حالانکہ محبت اور ذکر الٰہی تو دل میں ہے جبہ میں نہیں ہے۔ بس جسطرح دل ظرف ہے اور وہ ذات یا اس کا ذکر مظروف ہے اسی طرح جبہ اس مظروف کا ظرف ہے۔ (ظرف المظروف) اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تو انہوں نے اپنی انگشتِ شہادت جبہ پر بالکل اپنے سینہ کے محاذ پر رکھ لی تھی اور جبہ میں ان کے انگشت کے بقدر اس جگہ پر سوخت ہوگیا تھا اور یہ ایک تقریر خاص ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ فقیر (میں) نیشاپور پہنچا تو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتوں اور ان کی اولاد سے ملاقات ہوئی، وہ خرقہ جس کا اوپر تذکرہ ہوا اب تک اس خاندان میں موجود ہے برائے حصولِ برکت لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔

شطح:۔ شیخ مظفر قرمسنی (مظفر القرمسنی) کا بھی ایک قول از قبیل شطحیات ہے اور وہ قول یہ ہے:۔

"الفقیر الذی لیس لہ حاجۃ الی اللہ" (فقیر وہ ہے کہ جسے خدا کی طرف کوئی حاجت نہیں ہے)

اس سلسلہ میں استاذ ابوالقاسم القشیری فرماتے ہیں کہ اس قول کی تاویل اور توجیہہ مراد و مطالب کا ساقط ہوجانا ہے۔ حاجتوں اور اغراض کا نیست ہوجانا اور ہر وہ چیز جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی ہونا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب نہیں کرتا، سوائے اُسی کے، یہاں تک کہ فقیر سے

www.maktabah.org

خواہش کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ پس شیخ مظفر نے یہ بات اُس وقت کہی جب خدا سے انہوں نے سوائے خدا کے اور کچھ طلب نہیں کیا۔

اور اس قول میں ایک اشارہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اختیار کرے جو غنی ہے اور وہ سوائے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جبکہ احتیاج نقصان اور ضعف ہے اور فقیر غیر اللہ سے استغناء میں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ چکا ہے۔ یہی شیخ مظفر کے قول کے معنی ہیں یعنی فقیر وہ ہے جو نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ اپنے رب کا اور نفس سے بے نیازی یہ ہے کہ عادات اور مالوفات (خواہشات) کو ترک کیا جائے اور نفس کے مخالف کام کئے جائیں حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور مباح کا استعمال کم کر دے۔ اور نماز وں کو ان کی نہایت تک پہنچا دے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرے مخدوم قدس اللہ سرہ کا ارشاد ہے کہ یہ دو مقولے اور ہیں جو دوسرے اکابر سے منسوب ہیں جو بخلاف مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں "الفقیر لا یحتاج الی اللہ" اور دوسرا یہ ہے: "الفقیر یحتاج الی کل شیٔ"

کلمہ اوّل سے مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو فنار الفنا رکا مالک بن چکا ہے پس جب وہ خود فانی ہو گیا تو احتیاج اور ضرورت جو اس کی ایک صفت تھی بدرجۂ اولیٰ فنا ہو گئی۔ اس مرتبہ پر پہنچکر اس کو خداوند تعالیٰ سے کیا حاجت باقی رہی جبکہ وہ خود ہی باقی نہیں رہا۔

قطعہ

چو عارف را خودی مفقود باشد | چہ مقصودش کہ خود مقصود باشد
چو در دریا فتادہ قطرۂ آب | نہ آن قطرہ کہ بحر آمود باشد

ترجمہ:۔ جب عارف کی خودی فنا اور مفقود ہو جاتی ہے تو پھر اس کا کوئی مقصود نہیں رہتا وہ تو خود ہی مقصود بن گیا۔ جس طرح جب قطرہ دریا میں مل جاتا ہے تو وہ پھر قطرہ کہاں رہتا ہے وہ قطرہ تو دریا یا سمندر بن گیا۔

اب رہا کلمہ ثانی "الفقیر یحتاج الیٰ کل شیٔ" تو اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں فقیر سے مراد وہ عارف ہے جس کی نگاہِ بصیرت کے سامنے تمام موجودات اسماء صفات کا آئینہ ہیں اور کائنات میں تجلیٔ ذات جلوہ آرا ہے تو جب عارف اس مرتبہ پر پہنچ گیا تو اب وہ جلوۂ ذات کیلئے ہر ایک چیز کا محتاج ہوا۔ جس میں وہ مشاہدۂ جمال کر سکے

قطعہ

چون جہان آئینۂ صافی بود | ہر کجا بینم در آنجا روئی تست
ہر گلی کان بویم از گلزارِ دہر | بوئی گل نبود کہ در گل بوئی تست

ترجمہ:۔ جب یہ جہان اس کے جمال کا آئینہ صاف اور شفاف ہے تو میں جس چیز کو بھی دیکھوں اس میں تیرا جلوۂ رخ موجود ہے۔ اس گلزار دہر میں جس پھول کو میں سونگھوں وہ پھول کی خوشبو نہیں ہو گی

www.maktabah.org

بلکہ وہ تیری خوشبو ہوگی۔
شطح ا۔ ایک اور کلمہ شطح ہے۔ یعنی کہا گیا ہے ا۔ "اذا تم الفقر فھو اللہ" (جب فقر تمام ہوا پس وہ اللہ ہے)
اس کلمہ کی تاویل میں قاضی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جب طالب اپنی صفاتِ ذمیمہ سے فنا ہوگیا اور راست ہوا، حق بن گیا تو اس کے اندر باطل باقی نہیں رہا۔ تب وہ اپنی ہستی میں اللہ کے ساتھ قائم ہوگیا پس بیشک وہ اللہ کے ساتھ واصل ہوگیا اس کا فقر تمام ہوگیا اور یہ اس قول کے مانند ہے۔
شیخ عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہٗ اس کلمہ کی تاویل اسطرح فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص فقر میں کمال حاصل کرلیتا ہے یعنی آرزو باقی نہیں رہتی تو۔ بے شک و شبہ اس کو تخلق بخلق اللہ کا شرف حاصل ہوگیا، اور یہ صفتِ غنا ہے۔
فھو اللہ کی تاویل یہ ہے کہ "وہ اللہ ہے" یعنی وہ نائب خدا ہے۔ اس سبب سے کہ اس نے وہ خصلت اختیار کی ہے جو اللہ تعالےٰ کی خصلت ہے۔ آئندہ اس کی تشریح کی جائے جائیگی انشاء اللہ جہاں اس قول کی توضیح پیش کریں گے کہ "الصوفی ھو اللہ"
شطح ا۔ ایک کلمہ شطح یہ بھی ہے "مافی الجنۃ احد سوی اللہ" معلوم ہونا چاہیے کہ "کل شیءٍ ھالک الا وجھہ" (ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ الٰہی کے) اور اہل جنت کیلئے اگرچہ بقا ہے لیکن وہ بھی ہالک کی ہلاکت کی استعداد رکھتے ہیں۔ اب جو چیز بالفعل پائی جاتی ہے وہ بالقوۃ بھی پائی جاتی ہے۔ پس اس قول کے قائل کو یہ یقین حاصل ہوگیا کہ غیر حق تعالےٰ فانی ہے تو اس کے دل نے ادراک کیا کہ جنت میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں ہے۔ یعنی اس کے حکم اور آثار کے سوا جنت میں کوئی اور نہیں ہے پس وہ ان صفات کے دیکھنے کے بعد اس پر عاشق ہوگیا اور یہ امر کہ وہاں اس نے سوائے معشوق کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ قائل کلمہ کے کمال عشق پر دال ہے۔
شطح :۔ حضرت معروف کرخی سے یہ کلمہ (شطح) منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:۔ "لیس فی الوجود سوی اللہ او الا اللہ" (کوئی موجود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ یا سوی اللہ کے بجائے انہوں نے الا اللہ کہا)
اس کلمہ کی تاویل اس طرح ہے کہ وجود دو طرح کا ہے ایک وجود مطلق اور دوسرا وجود مقید پس وجود مطلق وہ وجود ہے جس کے ساتھ نیستی (عدم) ہرگز نہ ہو اور وہ ہستی صرف خداوند تعالےٰ کی ہے اور وجودِ مقید وہ ہے جس کے پہلے بھی عدم ہو اور آخر میں بھی عدم۔ ایسی ہستی کا ظہور اللہ تعالیٰ اور اسکے فیضان ہی سے ہوسکتا ہے، یہ وجود مقید ممکن الوجود ہے جو حق تعالےٰ کے فیضان سے ہے۔ وجود مقید کے لئے یکساں ہے کہ اس کا وجود ہو یا اس کے غیر کا۔
ایسی ہستی مقید کی نسبت، وجود مطلق کے ساتھ ایسی ہے جیسے اس صورت کی ہستی جو آئینہ میں نظر

www.maktabah.org

آرہی ہے، نسبت رکھتی ہے اُس ہستی سے جو آئینہ کو دیکھ رہی ہے (یعنی اصل وجود، وجودِ مطلق ہے اور اور وجودِ مقید اس کا ظل یا پرتو ہے) پس یہی ہستی اصل میں "کل وجود" ہے۔ پس قائل کا یہ قول درست ثابت ہوا کہ "لیس فی الوجود الا اللہ" علاوہ ازیں وجود متوسط دو عدموں کے درمیان واقع ہے مثل اس پاکی کے جو دو خونوں (حیض) کے درمیان ہو اور یہی معنی توحید کے ہیں۔

شطح:۔ شیخ ابوالعباس قصاب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:۔ لیس فی الدارین الا ربی وان الموجودات کلھا معدومۃ الا وجودہٗ۔ (دونوں جہاں میں میرے پروردگار کے سوا کوئی بھی موجود نہیں ہے اور تمام موجودات سب کی سب نیست ہیں سوائے اس ہستی کے) اس میں معنی توحید کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں ہستی مطلق کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے غیر کی نفی ہے، اور ہستیٔ مقید کا اثبات اس کے غیر کے لئے ہے۔

اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو کسی عرب کا کہا ہوا سب سے سچا شعر فرمایا۔ جس کا مصرعہ ثانی یہ ہے ؎

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطلٗ

ترجمہ:۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور باطل ہے۔

ای غیر حق وموجود ولما حصل لہ الیقین والذوق فی ذٰلک ما رایٰ فی الدنیا والاٰخرۃ موجوداً غیرہ فقال الا ربی۔

ترجمہ:۔ یعنی جب لبید کو اس راہ میں ذوق ویقین حاصل ہوا تو انہوں نے دنیا اور آخرت میں سوائے حق کے کسی غیر کو نہیں دیکھا۔ پس انہوں نے کہا کہ "سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ما نظرت فی شیءٍ الا ورایت اللہ فیہ" میں نے جس چیز کو بھی دیکھا اس میں خداوند تعالیٰ کا دیدار کیا۔

حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے اس کی توضیح اسطرح فرمائی ہے "ای حکم اللہ تعالیٰ وآثارہٗ" یعنی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور آثار کو دیکھا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ اکابرِ سلف میں سے کسی کا ارشاد ہے اور یہ قول تین طرح سے آیا ہے:۔

۱۔ ما رأیت شیئاً الا ورایت اللہ فیہ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

۲۔ ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ بعدہٗ۔

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا۔

www.maktabah.org

۳- ما رأیت شیئاً الا ورأیت اللہ قبلہ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا لیکن اس سے قبل حق تعالیٰ کو دیکھا۔

یہ تینوں مشاہدات ان مقامات ثلثہ کا اظہار کرتے ہیں جو عارف کو بالترتیب پیش آتے ہیں جسکی تشریح طبع ذکی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شطح:- قال ابو بکر الوراق لیس بینی وبین اللہ فرق فی الطلب فان طلبی وطلبہ مقارنان الا ان تقدمت بالمجاھدۃ علی وجود العشق الالھیۃ من غیر طلب منی۔

ترجمہ:- شیخ ابو بکر وراق فرماتے ہیں کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان طلب میں جدائی نہیں ہے (دونوں ساتھ ساتھ ہیں) تحقیق کہ میری طلب اور اس کی طلب ایکدوسرے کے نزدیک ہیں۔ بجز اُس صورت کے کہ بغیر میری طلب کے مجاہدہ، عشق الٰہی کے وجود پر مقدم ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہرچند بعض صوفیائے کرام نے ان الفاظ کا محمل بتایا ہے اور لطیف عبارات میں اسکی شرح کی ہے لیکن اس کے معنی اور کنہ تک پہونچنا اشکال سے خالی نہیں ہے۔ بے شک محبوب اور محب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اگرچہ بمقتضائے اشارت اس کے معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن وہ راز پھر بھی ایک راز موہوم ہے

بیت

میان دوستان سریست موہوم
کہ راز او کسی را نیست معلوم

ترجمہ:- دوستوں کے درمیان ایک ایسا موہوم راز ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔

شطح:- قال سلطان العارفین توبۃ الناس من ذنوبھم وتوبتی من قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ترجمہ:- کہا سلطان العارفین (بایزید بسطامی) نے کہ لوگوں کی توبہ تو اُن کے گناہوں سے ہے اور میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے توبہ کرتا ہوں۔

اس قول کی تفسیر یا تاویل کے سلسلہ میں شیخ ابوبکر شبلی کا یہ واقعہ ہے کہ اُن سے کسی شخص نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ اللہ کہتے ہیں اور لا الہ الا اللہ نہیں کہتے پس انہوں نے جواب دیا کہ "لا" تو نفی کیلئے ہے کیا اللہ کی نفی کوئی ضد یا مقابل ہے جس کی نفی کی جائے

یہ سنکر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی برتر و واضح جواب دیجئے تو انہوں نے کہا کہ میری زبان پر ایسا کلمہ جاری نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ اس جواب سے بھی برتر اور اونچی (دامنع) بات فرمائیے تو شیخ ابوبکر نے فرمایا "مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس کلمہ "لا" میں پکڑ لیا جائے گا اور "لا" میں خوفِ انکار

www.maktabah.org

بھی موجود ہے اس شخص نے کہا کہ اس سے بھی واضح بات فرمایئے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثُمَّ ذَرْهُمْ[1] (ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو) یعنی اس کے معنی ان ہی پر چھوڑ دو۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ اللہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ نفی کا ہے یعنی 'لا' سے غیر کی نفی ہوتی ہے۔ پس مجھے یہ خطرہ لاحق ہے کہ اس کے کہنے سے غیر کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس کے معنی کا بیان و تفسیر یہی ہے جو کسی نے پیش کی ہے جو یہ ہے کہ "اللہ کے دوستوں نے سوزش محبت میں ایسی عبارتیں وضع کی ہیں جن سے ان کے دلوں کو قرار آئے اور ان کے ارواح کو قرار حاصل ہو۔ بس اُن کی یہ عبارتیں اُن ہی کے لئے ہیں لانها من الجنس الی الجنس و اللہ تعالی منزہ من اوصاف الخلق واحوالهم (اللہ تعالیٰ مخلوقات کی صفت سے پاک ہے اور ان کے احوال سے بھی منزہ ہے)

اسی طرح شیخ بایزید کا قول "توبتی من لا الہ الا اللہ" بھی ایک اشارہ ہے اور اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ شیخ بایزید سے منقول بعض روایات میں ہے کہ میری توبہ "لا الہ الا اللہ" کہنے سے یہ ہے کہ میں آلات و حروف میں اس قول کو کیوں کہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان آلات و حروف سے خارج ہے، کہنے والے نے کہا یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن سے کہا کہ بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ کلمہ کلید بہشت ہے اور تمام اذکار میں افضل اور برتر ہے، جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لا الہ الا اللہ مفتاح الجنة۔ (کلمہ لا الہ الا اللہ کلید جنت ہے)

اور یہ بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ (سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے)

یہ سنکر ان میں ایک ذوق اور وجد کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ایسے کلمات جو میں کہتا ہوں یا میری زبان سے ادا ہوتے ہیں رَد نہیں کرتے اس چیز کا جس پر اتفاق کیا گیا ہے بلکہ اُن کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "لا الہ الا اللہ"۔ انہوں نے فرمایا لا الہ کہنے میں غیر خدا سے انقطاع یا انفصال ہے (الگ تھلگ ہو جانا ہے) اور الا اللہ میں حق سے اتصال ہے۔ اور جو جدا نہیں ہوا وہ نزدیک نہیں ہوا چنانچہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے۔

اس بارے میں شیخ استاد ابوعلی دقاق قدس اللہ سرہٗ کہتے ہیں کہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ

---

[1] پ ۷ سورہ انعام ۹۲

www.maktabah.org

لا الٰہ الا اللہ کہا جائے تاکہ آپ کدورت سے پاک ہو جائے پس بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کا دل کدورت سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا باطن حاضر ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ کے بعد جب الا اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا ورود دل پر ہوتا ہے جس طرح "سبحان اللّٰہ" کو "الحمد للہ" پر تقدم حاصل ہے، پہلے سبحان اللہ کہا جاتا ہے پھر الحمد للہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحَانَہٗ وَبِحَمْدِہٖ [1] یعنی سبحان اللہ کہکر صفاتِ نقصان سے اسکی علیحدگی بیان کی جاتی ہے۔ "حمد" سے اسکی صفاتِ کمالیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص عرقِ گلاب کو بڑے برتن میں انڈیلنا چاہے تو سب سے پہلے وہ اس برتن کو دھوتا ہے پھر اس میں عرقِ گلاب کو انڈیلتا ہے۔ پس یہ قول بھی اسی کے مانند ہے۔ جب بندگی نقطۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اسکو زندگی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کی زندگی کی طرح۔

حضرت اویس قرنی فرماتے ہیں کہ بندگی کا کامل و تمام ہونا یہ ہے کہ تم ہر حال میں اس کے بندے بنے رہو جس طرح تمہارا رب ہر حال میں تمہارا رب ہے لہٰذا تم ہر اس چیز کو ترک کردو جو خداوند تعالیٰ کے سوا ہے اسوقت تمہاری زندگی خداوند تعالیٰ کی زندگی کی طرح ہو جائے گی استغنا اور بے نیازی میں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مثال کے طور پر میں یہاں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کردوں گا کہ فرمایا ہے:۔ "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" [2] (اپنے رب کی آخر دم تک عبادت کرو) یعنی جب تک عبادت کی نسبت بندہ سے منسوب رہتی ہے وہ عبادت رہتی ہے اور جب مرتبہ فنائے افعال میں پہونچ جاتی ہے اور اس کا حوالہ دوسرا بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ صفاتِ الٰہیہ سے موصوف ہو جاتی ہے۔

شطح:۔ شیخ حسین ابن منصور حلاج نے کہا:۔ "لا فرق بینی وبین ربی الا صفتان صفة الذاتیة وصفة القائمة قیامنا به وذاتنا منه" (میرے اور میرے رب کے درمیان سوائے دو صفتوں کے اور کوئی فرق نہیں ہے ایک صفت ذاتیہ ہے اور ایک صفت قائمہ ہے۔ اور ہمارا قیام اسی سے ہے اور ہماری ذات اسی سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ فقیر وہ ہے جو کمالِ فقر پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر سے سوال اور طلب سے مستغنی ہو اور اس کمالِ فقر کا دعویٰ کرنے والا مستغنی ہو تمام احوال اور تمام اوصاف میں سوائے اس چیز کے جس سے اس کا استناد کر دیا گیا ہو اور یہ استناد یہ ہے کہ ہماری ذات کا ظہور اسی سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی سے ہے۔ اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ اثر اپنے وجود میں مؤثر کا محتاج اور اسی طرح قیام و بقا میں اسکو احتیاج ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا اس سلسلہ میں مسلک ہے

شطح:۔ اور انہوں نے جو یہ کہا کہ "الزاهد هو الفقیر والفقیر هو الصوفی والصوفی هو الله"

---

[1] پ سورہ [2] پ ۱۴ سورۂ الحجر ۹۹

www.maktabah.org

وہی اللہ ہے۔

ترجمہ:۔ جو زاہد ہے وہ فقیر ہے اور جو فقیر ہے وہی صوفی ہے اور جو صوفی ہے وہی اللہ ہے۔

اس کی تاویل یہ ہے کہ مبتدا کی خبر دو طرح پر آتی ہے۔ یہ جو جملہ مذکورہ بالا میں "ھُوَ ھُوَ" کہا گیا ہے اس کا دوسرا لفظ "ھُوَ" پہلے "ھُوَ" کی خبر ہے جس طرح کوئی کہے "الامیر العادل" اس میں عادل امیر کی صفت ہے اپنے معنی میں اور یہ صفت ذاتِ موصوف کی ہے جو اس کی صفت پر صادق آتی ہے۔ اور اس کا مرتبہ جو بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس کا مرتبہ ہے یعنی صفت کا نزول مبتدا کے مرتبے میں تشبیہہ کے طور پر ہے۔ جیسے تم کہو زیدٌ اسدٌ (زید شیر ہے) یعنی زید قوت میں شیر کے مانند ہے یا مشابہ ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید حقیقت میں شیر ہے گویا اس میں مبالغہ ہے۔ یعنی کہنے والے نے زید کی ذات میں نہایت شجاعت کا اعتماد کیا اور پھر اس کو تشبیہہ دی اور ایسا کہنا صرف قائل کے اپنے اعتقاد کی بناء پر ہے۔ حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زید شیر کا نائب مناب ہے۔ (قائم مقام) جس طرح اللہ تعالے کے اس ارشاد میں ہے:۔ "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا"[1] (سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بیع مانند سود کے ہے) پس قائل کا یہ قول کہ جو زاہد ہے وہی فقیر ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو زاہد ہے وہ قائم مقام ہے فقیر کا اور قائل کا یہ کہنا کہ جو فقیر ہے وہ صوفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فقیر ہے وہ قائم مقام صوفی کے ہے اور یہ کہنا کہ جو صوفی ہے وہی اللہ ہے کے معنی یہ ہیں کہ جو صوفی ہے وہ قائم مقام یا نائب مناب اللہ کا ہے ان امور میں جن کے لوگ محتاج اور ضرورت مند ہیں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا امور آخرت اور اس سے جس کسی نے کوئی بات سنی وہ گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے سنی جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان الحق لینطق علے لسان عمر" (حق (حضرت) عمر کی زبان سے گویا ہوتا ہے)

شطح:۔ بعض مشائخ کرام کا یہ قول:۔ "العبودیۃ بغیر الربوبیۃ نقصان وزوال والربوبیۃ بغیر العبودیۃ محال" (عبودیت بغیر ربوبیت کے نقصان اور زوال ہے اور ربوبیت بغیر عبودیت کے محال ہے) اس قول کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ بغیر مشاہدہ کے بندہ کی عبودیت میں نقصان کا نشان ہے اور مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے محال ہے ازروئے عارف۔

شطح:۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے:۔ "البشریۃ ضد الربوبیۃ احتجب بالبشریۃ فاتتہ الربوبیۃ" (بشریت ضدِ ربوبیت ہے، جو بشریت میں پوشیدہ ہو گیا اس سے ربوبیت فوت ہو گئی۔

---

[1] پ ۳ سورہ البقرہ ۲۸۵

www.maktabah.org

اس کے معنی یہ ہیں کہ احتیاج استغنا کی ضد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔
"الفقر سواد الوجہ فی الدارین" (فقر دونوں جہانوں میں سیاہ روئی ہے)
حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس "سواد الوجہ" سے مراد سالک کی فنا ذات ہے، مشاہدۂ حق میں اس طرح کہ دوئی ارتفاع ہو جائے اور یہی معنی ہیں فناء الفناء فی الدارین ای فی الصفتین "کے یعنی صفتین میں فنا الفناء کے درجہ پر پہونچ جانا، اس جملہ کی قریب الفہم تاویل یہ ہے کہ "سواد الوجہ" سے مراد وہ خالِ رُخ ہے جو اس کی زیبائی کا موجب اور عذار محبوب کی رعنائی کا سبب ہے یعنی فقر اختیاری دونوں جہان میں روئے حالت سالک کو زیب و زینت بخشنے والا ہے۔
شطح :۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا مقولہ "الناس کلھم عبید لعبدی" (تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں)
یہ قول حضرت جہانگیر اشرف قدس اللہ سرہٗ کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہے۔ اس قول کی کچھ شرح تو لطیفۂ آداب کے آخر میں گزر چکی ہے یہاں اس سلسلہ میں مزید وضاحت کی جاتی ہے :۔ اس قول کی تاویل گروہ صوفیہ کے مناسب حال یہ ہے کہ جب سالک اپنے سلوک میں مقام قاب قوسین تک پہنچ گیا اور اپنے نزول کے اسباب کو اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہونچا دیا۔ (یعنی جب عروج و صعود میں اپنے عین ثابتہ کی منزل پر پہنچ گیا)، تو اُس وقت اس کی عین ثابتہ ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی جسکی شرح ہم لطیفۂ سلوک میں کر چکے ہیں۔ پس جب سالک کی عین ثابتہ تمام اعیان ثابتہ کی جامع اور تمام صورِ علمیہ حق کی مالک بن جاتی ہے اور اس طرح وہ اعیانِ ثابتہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور جب اسکی عین ثابتہ تمام اسماء وصفات کی جامع ہو گئی تو اب اُس (سالک) کا اس سے مطلع ہونا جمیع اعیان سے مطلع ہونے کا موجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی تمام صورِ علمیہ کی ماہیات کے اشتمال کا سبب بن گیا۔ اب جبکہ اسکی آگہی اور اطلاع اس مرتبہ پر پہنچ گئی تو اس وقت وہ کہہ اٹھتا ہے "الناس کلھم عبید لعبدی"، اور یہ مسئلہ ہے کہ اکثر پر کُل کا حکم لگایا جاتا ہے۔
شطح :۔ حضرت اشرف جہانگیر قدس اللہ سرہٗ نے ایک موقع پر یہ شعر ارشاد فرمایا :۔

بیت

ہمائے ہمتم چون بر زند بال
برد عنقائے وحدت را بچنگال

ترجمہ :۔ اگر ہماری ہمت کی ہما نے پرواز شروع کر دی تو عنقائے وحدت کو بھی اپنے چنگل کی گرفت میں لے لیگی۔

www.maktabah.org

اس شعر کے پڑھنے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد مراجعت فرمائے ہند ہوئے تو پہلے آپ روم تشریف لیگئے۔ باب الابواب کی طرف گئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے جن میں بہت سے اکابر وقت بھی تھے، وہاں چند روز قیام کرنا پڑا۔ ایک روز شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت علی ثانی سید علی ہمدانی اور ان کی مثل بہت سے علماء و فضلا آپ کی مجلس میں موجود تھے اور معارف و حقائق وسلوک وطریقت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا معارف و حقائق بیان کرتے کرتے جوش میں آنا شروع ہوئے۔ پھر آپ کی حالت میں عظیم تغیر پیدا ہوا اور آپ کا ہمائے ہمت تخت اوجِ معارف پر پرواز کرنے لگا اس عالم میں بے ساختہ یہ شعرِ مذکورہ آپ کی زبان سے نکلا۔ کسی شخص نے آج سے پہلے ان کے علاوہ یہ شعر اور کسی سے نہیں سنا تھا۔ جب آپ نے یہ شعر پڑھا تو تمام حاضرین پر ایسی کیفیت وحال طاری ہوگیا کہ سوائے "اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا" کے کوئی دوسری بات کسی کی زبان سے نہیں نکلی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو شیوخ اپنے مقام پر واپس ہوئے اور اس شعر کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ حضرت سید علی ہمدانی نے فرمایا کہ میرے بھائی اشرف کوئی بے معنی بات زبان سے کبھی نہیں نکالیں گے اور یہ شعر جو انہوں نے پڑھا ہے اسکی تاویل و توجیہہ کی تو بہت گنجائش ہے۔

"ہمائے ہمت" سے مراد ان کی حقیقت انسانیہ ہے اور پرواز کرنے سے مراد اس کا اپنی عین ثابتہ تک پہونچنا ہے۔ وحدت سے مراد تمام اسمائے الٰہی اور تمام صفات نامتناہی ہیں جو ان کی عین ثابتہ میں شامل ہیں اور چنگال میں لانے سے مراد اپنی اطاعت اور تبعیت میں لانا ہے تمام اعیان کو۔

جب کسی کی عین ثابتہ اس جمعیت کے قابل اور کسی شخص کے صور علمیہ اس شمولیت کی حامل ہوجاتی ہے تو یقیناً تمام دوسرے اعیان الٰہی اور صور علمیہ نامتناہی اس کے تحت آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس طائفہ میں یہ بات مشہور ہے کہ بعض اولیاء کے دل ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کے دلوں اور بنی آدم کی خاطر کو ان کے حکم کے تحت کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کبھی تو صرف چند اصحاب کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں مخلوق اور لوگوں کا اژدہام آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ بعض اصحاب نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے قلوب عالم کو میرے قبضے میں دے دیا ہے۔ کبھی میں ان کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہوں تو اس وقت ایک اژدہام میرے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی میں ان کو آزاد کر دیتا ہوں تو اُس وقت لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں

شطح:۔ حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا:۔

"انا اللہ لاالٰہ غیری"

www.maktabah.org

یہ شطح کس طرح زبانِ مبارک سے نکلا اس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب حضرت جہانگیر اشرف مع ارباب عالی روم کے سفر سے واپسی میں نواحِ گجرات میں پہونچے تو خانقاہِ عالم پناہ حضرت سید محمد گیسو دراز میں نزول فرمایا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کے خلف برحق اور خلیفۂ اصدق حضرت سید ید اللہ آپ کے سجادہ نشین تھے۔ سیدزادہ بھی ایک جذبۂ قوی کے مالک تھے کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سو من وزنی زنجیریں آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہوتی تھیں اور وہ جاکر ایک پتھر پر بیٹھ جاتے تھے۔ شاہانِ وقت اپنی شاہزادیوں کو بطورِ نذر آپ کی نکاح میں دیدیتے تھے۔

آپ کی خانقاہ کے چاروں طرف آپ کے حرم کے مکانات تھے اور وسط میں سید ید اللہ کی خانقاہ تھی، جذبہ و مستی کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر کلماتِ شطحیات آپ سے ادا ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی لفظ اعظم تجلیات آپ کی زبان سے نکل جاتے تھے۔ آپ کی بیویوں میں سے اس روز جس کی نوبت اور باری ہوتی تھی آپ اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ کے وصل سے شادکام ہوتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سیدزادہ بھی حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت و ملازمت میں برابر حاضر ہوتے تھے اکثر اوقات حضرت قدوۃ الکبرا ایسے حالات بیان کرتے تھے جو دلوں میں اتر جاتی تھیں اور ان کے اصحاب کو تعجب ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز محفل سماع برپا تھی، گلبرگہ کے نواح و اطراف کے تمام اکابر و اصاغر حاضر تھے۔ جب محفل سماع ختم ہوئی تو توحید اور مذہب تفرید کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی، حضرت قدوۃ الکبرا اسرار توحید و آثارِ تفرید بیان فرماتے فرماتے یکبارگی جوش میں آگئے اور اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہوا۔

"انا اللہ لا الٰہ غیری"

اس وقت بہت سے علمائے کاملین اور فضلائے متبحرین مجلس میں موجود تھے لیکن آپ کا یہ قول سنکر کسی میں دم مارنے کا یارا نہ تھا لیکن دوسرے دن ایک متعلم نے حاضر خدمت ہو کر اس موضوع پر بہت سے مقدمات ترتیب دے کر بحث کرنا شروع کر دی۔ قاضی حجت خلیفہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اس قول کی چند تاویلیں پیش کیں لیکن اس کی تسلی نہیں ہوئی، تب قاضی حجت نے فرمایا کہ انسان جب تک یہ مشرب (سلوک) نہ رکھتا ہو ان اسرار کا سمجھنا دشوار ہے۔ اس قول کی تاویل جو درویشوں کو موجب قبول ہو اور حصول مراد کا سبب بنے یہ ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات سے مراد ایک ایسا دائرہ ہے جس کا نصف (دائرہ) واحدیت ہے۔ جو اس وجوب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصفِ خاص ہے اور دوسرا نصف (دائرہ) اسمارِ کونیہ کا ہے کہ امکان اس کے لوازم سے ہے۔ پس اسماء الٰہیہ جو اٹھائیس (۲۸) اسم کلی ہیں اس قوسِ وجوب میں رکھے گئے ہیں اور اٹھائیس[۲۸] اسمارِ کونیہ ہیں جو قوسِ امکان یا قوسِ کونیہ میں ہیں۔ جب عارف سیّار و سالک شطار اپنے عین ثابتہ

(واحدیت وجوب / اسمارِ کونیہ)

www.maktabah.org

تک پہنچ جاتا ہے اور اس جمعیت کے اعتبار سے جو اس کی عین ثابتہ کو حاصل ہے وہ اس سے مطلع ہوتا ہے تو اس وقت وہ تمام اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کو اپنے اجزاء پاتا ہے۔

جب اس کا نام اپنے عین کے ساتھ اس کمال اور اسماء الٰہیہ اور اسماء کونیہ کے اشتمال کے ساتھ متجلی ہوتا ہے تو ہر آئینہ "انا اللّٰہ" پکار اٹھتا ہے۔

شطح: شیخ ابو علی قلندر پانی پتی کی حقیقتِ عینیہ اپنی جامعیت سے اس حد تک مطلع ہو گئی تھی کہ وہ کہہ اٹھے ؎

"واللہ کہ آرزوئی خدایم محقّراست"

(اللہ کی قسم میرے خدا کی آرزو محقّر ہے)

اور قاب قوسین سے گذر کر او ادنیٰ تک پہنچنا ہر چند کہ یہ مرتبہ خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عارفان سیار اور عاشقان تیز رفتار اس ہمت کے ساتھ جو ان کو میسر ہے جب پرواز کرتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے:۔

مثنوی

ہمائی ہمت من بی پروبال	زد بر قلّۂ توحید چنگال
دران صحرا زبال لایزالی	پر و بالی زنم چون لا اُبالی
کشد آنجائی مرغ ہمتم سر	نہ زور بال باشد نی رہِ پر

ترجمہ:۔ میری ہمت کے ہمانے بغیر پر و بال کے توحید کی بلند چوٹی پر پہنچ کر اپنے پنجے جما دیئے ہیں اس صحرائے وحدت میں "لایزالی" کے بازوؤں سے میں بے خوف و خطر پرواز کر رہا ہوں، اس طرح میری ہمت کا پرندہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ جہاں نہ بازوؤں کی قوت کام آسکتی ہے اور نہ ہی پر کام دے سکتا ہے۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۷

آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور و جبین سائی

(دربیان آداب صحبت و زیارت مشائخ و قبور ایشان و کیفیت و منع جبہ بین یدی الشیوخ)

قال الاشرف:

رویۃ المشائخ عبادۃ لوفات ھذہ العبادۃ لیس لھا وقت القضاء

(حضرت اشرف (جہانگیر) فرماتے ہیں کہ مشائخ کا دیدار ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس عبادت کی قضا ادا کرنے کا وقت نہیں ہے)

دیدار مشائخ کے فوائد

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد اصحاب طلب کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ مشائخ روزگار اور مردانِ نامدار کی خدمت میں اپنی عمر گراں مایہ کو صرف کرے اس لئے کہ اُن کی ایک ملاقات سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے بہت سے چلّوں (اربعین) اور زبردست مجاہدوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اپنے پیر و مرشد کی نگاہِ لطف و کرم مُرید کیلئے اکسیر دولت ہے، نہ معلوم کس وقت مُرید اُن کی نگاہ کی اکسیر سے کندن ہو کر صاحب اسرار بن جائے۔

شعر

انچہ زر میشود از پرتوِ آں قلب سیاہ\
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشاں است

ترجمہ:۔ درویشوں کی صحبت ایسی کیمیا ہے کہ جس کے پرتو سے تاریک دل سونا بن جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ) پالکی میں سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک جگہ آپ کو بہت زیادہ بھیڑ نظر آئی۔ آپ نے اپنے خادموں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی بھیڑ لگی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس اُن کے معتقدین کا یہ ہجوم لگا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا محافہ اس درویش کے پاس لے چلو تاکہ میں بھی شرفِ ملاقات حاصل کرلوں۔ جب آپ کی پالکی درویش کے قریب پہنچی تو آپ نے کچھ دیر تک درویش پر نظر کی پھر فرمایا کہ پالکی یہاں سے واپس لے چلو، چنانچہ پالکی وہاں سے واپس لیجائی گئی۔ جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو آپ کے اصحاب و احباب نے دریافت کیا کہ آپ (بغیر ملاقات کے) واپس کیوں ہو گئے حضرت نے اس استفسار کے جواب میں فرمایا کہ درویش سے ملاقات کا مقصود اس کی نعمت کا معلوم کرنا تھا کہ وہ کس دولت و نسبت کا مالک ہے۔ جب اُسکو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس کوئی نعمت نہیں ہے بلکہ ایک درویش کی نظر اس کے پردۂ بینی پر پڑ گئی تھی جس کے باعث اسکو یہ جمعیت حاصل ہو گئی (اتنی مخلوق اس کے پاس جمع ہے) مجھے امید ہے کہ اس نظر کی برکت سے سعادتِ ابدی اور دولتِ سرمدی بھی اسکو مل جائے گی۔

www.maktabah.org

قطعہ

سرفرازان را ببین کاندر زمان — می دہند از یک نظر ہر دو جہان

خیمۂ گردون بپا آوردہ اند — از طناب ہمت دریا دلان

شمع خورشید جہان میرد بدم — گر درخشد ذرہ از نور شان

ترجمہ:۔ ان سرفراز بندوں کو دیکھو کہ وہ ایک نظر سے دونوں جہان کی دولت عطا فرما دیتے ہیں، یہی وہ حضرات ہیں کہ خیمۂ گردوں انہی دریا دل حضرات کی ہمت کی طنابوں سے قائم ہے۔ آفتاب جہاں کی روشنی بھی ماند پڑجاتی ہے اگر ان کے نور کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک قاتل کو قتل کی سزا میں سولی پر چڑھایا گیا، اسی رات میں کسی بزرگ نے اسکو خواب میں دیکھا کہ وہی قاتل بہشت کے باغوں میں سیر کر رہا ہے اور جنت میں ہر طرح کی نعمتیں اسکو میسر ہیں، اس قاتل سے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تو دنیا میں ایک بہت بڑا قاتل تھا، آخرت میں یہ مرتبہ تجھ کو کس طرح حاصل ہو گیا اس نے جواب دیا کہ جب مجھے پھانسی پر چڑھایا گیا تو حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہٗ ادھر سے گذر رہے تھے انہوں نے نظرِ شفقت سے مجھے دیکھا تھا اور میرے لئے دعا فرمائی تھی، حق تعالیٰ نے اُن کے دیدار کی برکت سے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد کیا کہ جس نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی ہے وہ اتنا ہی افضل و برتر ہے اُس شخص سے جس نے کم مشائخ کا دیدار کیا ہے۔ گروہ صوفیہ میں دیدار مشائخ کے سلسلے میں اسی طرح مجھے یہ اعزاز حاصل ہے

منقول ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ نے جو نیشاپور کے مشائخ متاخرین میں سے تھے وہ نیشاپور کے مشائخ کے دیدار سے بہت بہرہ ور تھے، انہوں نے شیخ ابوعثمان حیری اور شیخ محفوظ کی نیشاپور میں زیارت کی اور سمرقند میں محمد فضیل بلخیؒ بلخ میں محمد فاضلؒ جرجان میں علیؒ رے میں ابو یوسف بن ابوالحسن، بغداد میں جنیدؒ و شیخ رویمؒ و سمنونؒ ابن عطاء حریری شام میں طاہر مقدسی و ابن جلا و ابو عمر دمشقی، مصر میں ابوبکر دقاق و ابو علی رودباری کی صحبت پائی اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے مشائخ کی انہوں نے زیارت کی اور اُن سے بہت سی احادیث نقل کیں۔ ایک روز شیخ عبداللہ خفیف اور شیخ ابوالحسن ایک تنگ پل سے جب گزرنے لگے تو عبداللہ خفیف نے اُن سے کہا کہ تم پہلے آگے چلو، ابوالحسن نے کہا کہ مجھ میں ایسی کون سی فضیلت ہے کہ آپ کے آگے چلوں، انہوں نے فرمایا کہ آپ نے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا ارشاد ہے کہ اس طائفہ صوفیہ کے لئے سب سے عظیم نسبت مشائخ کا دیدار اور ان کی صحبت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ پیروں کا دیدار صوفیہ کے فرائض میں سے ہے کہ مشائخ اور پیروں کے دیدار سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حدیث قدسی میں وارد ہے:

مرضت فلم تعدنی سألت لم تجبنی۔ — میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہیں کی۔ میں نے سوال کیا تُو نے جواب نہیں دیا۔

www.maktabah.org

شیخ الاسلام کا بھی ارشاد یہی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا الٰہی! یہ کیا ہے جو تونے اپنے دوستوں کو مرتبہ دیا ہے کہ جس نے ان لوگوں کو پالیا اس نے تجھے پالیا اور جس نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا اُس نے تجھ کو نہیں پہچانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ؎۱۔

وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ ؎	اور تو اُن کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں لیکن وہ تجھ کو نہیں دیکھتے۔

لیکن یہ بات جوانمردوں سے تعلق رکھتی ہے جوانمرد کو چاہیئے کہ جوانمرد کو دیکھے جس نے جوانمرد کو دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھ لیا اس لئے کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

(شیخ الاسلام فرماتے ہیں) قصہ سرمدِ حق، کبھی کبھی ایک غلام کو ایک غلام کے ہاتھ سے یکایک مل جاتا ہے، خود کو اس غلام کے بہانے سے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ آرا کرتا ہے تاکہ آنکھیں اُس کے دیدار سے آسودہ ہوں، لیکن جب یہ حقیقت رخصت ہوجاتی ہے تو پھر وہ غلامی میں آجاتا ہے اور اگر وہ حقیقت میں آزاد ہوگیا ہے تو پھر وہ غلامی میں واپس نہیں آتا اور یہ مناسب ہی ہے کہ غلامی کا فتنہ غلامی ہی سے پیدا ہوتا ہے اسطرح ایک حقیقت سے ہزاروں بہانے پیدا ہوتے ہیں جب بہانہ ختم ہوگیا تو حقیقت جارہ نما ہوگئی۔ ہاں اس کام کو کون انجام دے سکتا ہے، یہ تو انسان کے بس کا کام نہیں۔ ایک کی نظر بہانے پر ہے اور ایک کی نظر حقیقتِ کار پر ہے۔ ایسے شخص کی نظر میں بہانے کی کیا حقیقت۔

قطعہ

صورت درویش را کردہ حجاب	حق فرود آید بمعنےٰ در نقاب
دیدگان معنٰی بدید از صورتش	دیدہ حق واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ:۔ صورت درویش کو تو ایک پردہ بنالیا ہے، حق تو درحقیقت اس نقاب اور پردہ میں ہے وہی اس کا نظارہ کرسکتا ہے جس نے صورت میں معنیٰ (حق)، کو تلاش کیا۔ پس اس نے حق کو دیکھ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا گیا ہے کہ حضرات صوفیا میں زیارت مشائخ ایک بڑی نسبت ہے اور ایک بلند مقام ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں صاحب نے فلاں مرشد محترم کی زیارت کی ہے یا فلاں شیخ کی صحبت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔
پس دیدار مشائخ کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ پیروں کے دیدار کا موقعہ اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اسکو نہیں پاسکتا۔
حضرت شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ فن حدیث اور دوسرے علوم دینیہ میں میرے شیوخ بہت ہیں لیکن تصوف و حقیقت میں میرے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر میں اُن کے دیدار سے مشرف نہ ہوتا اور ان کی ارادت کا شرف نہ پاتا تو میں حقیقت کو نہیں جان سکتا تھا۔ نفس اور حقیقت میں آویزش ہوتی رہتی۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہرچند کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں سے بھی نہ بچتا ہو

؎۱ پ ۹ سورہ اعراف ۱۹۸

www.maktabah.org

اگر کسی درویش کی نظرِ کیمیا اثر اس پر پڑ جائے تو بہت جلد اسکو مناہی و معاصی کے گرداب سے نکال کر انابت و توبہ کے ساحل پر وہ شیخ پہنچا دے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریبًا ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

شیخ عیسیٰ میاد مینی ایک بازاری عورت کے پاس سے گذرے، آپ نے اس فاحشہ عورت سے فرمایا کہ ہم عشاء کی نماز کے بعد تیرے پاس آؤنگا۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئی اور خود کو خوب بنایا سنوارا اور لباس فاخرہ پہنکر بیٹھ گئی نمازِ عشاء کے بعد شیخ اس کے یہاں پہنچے اور اس کے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر نکل آئے، اُسی وقت اُس فاحشہ کی حالت دگرگوں ہو گئی، آلاتِ فسق توڑ پھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سارا مال و متاع خیرات کر دیا۔ شیخ نے اُس خاتون کا نکاح اپنے ایک مُرید سے کر دیا اور اس درویش سے کہا کہ اس نکاح کی دعوتِ ولیمہ کرد اور اس میں عصیدہ پکاؤ اور اس کیلئے روغن خرید دو، وہاں کے ایک رئیس کو جو اس خاتون کی طرف مائل تھا یہ قصہ سنکر بہت تعجب ہوا۔

بیت

فتادہ کشتی اندر بحرِ عصیان
کہ بیرونش کند جز لطفِ یزدان

ترجمہ:۔ وہ کشتی جو بحرِ عصیاں میں ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اسکو خدا کی مہربانی کے سوا کون ساحل سے لگا سکتا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ اسے ایک درویش کے نکاح میں دے دیا گیا ہے لیکن ولیمے کے عصیدہ کی تیاری کے لئے روغن نہیں ہے تو امیر نے ازراہِ تمسخر دو بوتلیں شراب سے بھری ہوئی شیخ کے پاس بھیجدیں اور کہلا بھیجا کہ مجھے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور میں یہ دو بوتل روغن بھیج رہا ہوں اسکو عصیدہ میں ڈال کر کھائیں۔ جب امیر کا فرستادہ پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، پھر ان دونوں بوتلوں میں جو کچھ تھا عصیدہ میں ڈال دیا اور فرستادہ سے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ، عصیدہ میں پڑا ہوا روغن اسقدر لذیذ تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھایا تھا۔ امیر کو جب اس کرامت کی خبر ہوئی تو امیر بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے مریدوں اور اصحاب میں باہمدگر اسقدر اخلاص و اتحاد ہونا چاہیے کہ اسباب اور دوسرے ساز و سامان میں من و تو کا معاملہ پیدا نہ ہو کہ ایک کہے یہ پاپوش میری اور دوسرا کہے کہ میری ہے تو یہ یگانگت اور خصوصیت کے خلاف بات ہوگی بلکہ کسی کو بھی ملکیت کا مدعی نہیں ہونا چاہیئے، کہ بے ملک ہونا ہی ان حضرات (صوفیہ) کی صفت ہے۔ ان کا ایک مالک ہے جس کے یہ سب مملوک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

قطعہ

چند چیز از روئے انصاف ای عزیز	شرط باشد درمیانِ دوستان
اولاً تقدیم کام شان بہ دل	برمرادِ خویشتن تو فرض دان
ثانی آن کز دشمنانِ این گروہ	دور باش از نزدِ ایشان در جہان
ثالث آن باشد کہ اندر یک دگر	آنِ تو و آنِ ما نبود روان

ترجمہ:۔ اے عزیز! دوستوں کے درمیان از روئے انصاف چند چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے اور شرط دوستی

www.maktabah.org

ہے اول یہ کہ ان کے کاموں کی انجام دہی اپنے کاموں پر مقدم سمجھنا، دوسرے یہ کہ جو لوگ ان درویشوں کے مخالف ہیں ان سے دور ہی دور رہنا، تیسرے یہ کہ آپس میں یہ چیز میری ہے اور وہ چیز تیری ہے کا فرق اور دعوا نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں "من تو" باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

ارادت کیا ہے؟ حضرت اشرف جہانگیر نے فرمایا الارادت هو توفیق الارادة علی مراد اصحابه۔ ترجمہ:۔ ارادت کے معنی ہیں اپنے ارادے کو دوستوں کی مراد کے موافق کرلینا۔

یہاں یہ بات واضح ہونا چاہیئے کہ شیخ و مرید کی سیرت اور آداب کا ذکر کل سابقہ لطیفہ میں بیان ہوچکا ہے۔ یہاں ہم اصحاب طریقت اور طالبانِ سلوک کے تمام آداب بیان کرتے ہیں اور یہ تمام آداب بطور ایجاز صرف اس ایک بات میں مندرج و متضمن ہیں کہ طالب صادق کو چاہیئے کہ اپنی مرادسے اپنے اصحاب کی مراد کو مقدم رکھے اور اپنی ارادت کے حقوق سے جزوی اور کلی طور پر عہدہ برآ ہو۔

مثنوی

برمراد ان کو نہادہ پائی نیست ۔۔۔ بر بساطِ قرب اورا جای نیست
بلکہ بر خود پائی نہ ای ہوشیار ۔۔۔ تا نہی پا بر سریرِ وصل یار

ترجمہ:۔ جس نے مرادوں پر پیر نہیں رکھا ہے، بساطِ قرب پر اسکی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اے ہوشیار! اپنے اوپر پیر رکھ، تاکہ وصالِ یار کے تخت پر تو پیر رکھ سکے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہوسکے اپنے مرشد، استاد اور والدین کی جانب بغیر وضو نظر نہ کرے۔ اسیطرح آسمان کی طرف بھی بغیر وضو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بڑوں کے سامنے گفتگو بہت کم کرے، دائیں بائیں نہ دیکھے۔ جب تک اُن کی مجلس میں حاضر رہے ایک جگہ جم کر بیٹھے اور پیر و مرشد کھڑے ہوں تو خود بھی کھڑا ہوجائے۔ گفتگو میں پہل نہ کرے، اسی طرح چلنے میں بھی پیشقدمی نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو پیر کے آستانہ پر بغیر وضو کے حاضر نہ ہو۔ جب اندر داخل ہونے لگے تو آستانہ (دہلیز) کو بوسہ دینا اپنے اوپر لازم سمجھے، پیر و مرشد کے سامنے نوافل بھی ادا نہ کرے۔ اسی طرح دوسرے اوراد و وظائف بھی اُس وقت نہ پڑھے کہ پیر کے دیدار سے ان میں سے کوئی شے بھی بالاتر نہیں ہے۔ مُرشد کا دیدار اُن سب سے بالا تر ہے۔

قطعہ

اگر باشد نظر بر قامتِ شیخ ۔۔۔ نمازی گر گزارد سہو باشد
نمازی مقتدی عشق آنست ۔۔۔ کہ در محراب ابرو محو باشد

ترجمہ:۔ اگر مُرید کی نظر قامتِ شیخ پر ہے تو اس وقت وہ اگر نفل نماز ادا کرے گا تو یہ بھی بھول ہوگی کہ مقتدئی عشق کی نماز تو بس یہی ہے کہ وہ محرابِ ابرو کے دیدار میں محو رہے۔

مرشد کے سامنے جا نماز بھی نہیں بچھانا چاہیئے۔ اگر اس بات کا یقین ہے کہ وقتِ مقررہ کا کوئی وظیفہ

www.maktabah.org

فوت ہو جائے گا اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ مصلّے بچھایا جائے تو شیخ کے عقب میں جا کر اسکو ادا کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ افتراش سجادہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو سجادۂ نماز ہے، دوسرے وہ سجادہ ہے کہ جس پر ہمیشہ بیٹھا جاتا ہے اس پر بیٹھنا بھی بغیر مرشد کی اجازت کے درست نہیں ہے۔ بعض مشائخ چوکور نہالچہ بیٹھنے کے لئے بنا لیتے ہیں اور اس پر بیٹھتے ہیں یہ بھی رعونت سے خالی نہیں ہے لیکن اکثر بزرگ ایسا کرتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا تو زری کے سجادہ پر اکثر جلوس فرمایا کرتے تھے، منقول ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی اجازت کے بغیر سجادہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب یہ بات حضرت سلطان المشائخ نے سنی تو آپ نے اسکو پسند نہیں فرمایا اور شیخ برہان الدین غریب سے آپ ناراض ہو گئے، انہوں نے ہر چند عذر خواہی کی لیکن آپ کی ناگواری دور نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شیخ نصیرالدین محمود قدس اللہ سرہٗ نے آپ کی سفارش کی تب آپ نے معاف کیا۔

قطعہ

خطائی گر رود از دستِ درویش   صواب آنست کہ آرد پای مردی
چو مجد الدین بہ نجم الدین کبریٰ   بیارد پائی مردی پائی مردی

ترجمہ:۔ اگر کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو درست طریقہ یہی ہے کہ اس کی معافی کا خواستگار ہو جس طرح شیخ مجد الدین سے جب شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں ایک غلطی سرزد ہوئی تو انہوں نے جوانمردی سے کام لیتے ہوئے آپ سے معافی مانگی۔

شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو شیخ کی طرف پیٹھ کرنے سے گریز کرے۔ اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو تو پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے البتہ جب قریب ہو تو اسکو ملحوظ رکھے، مرید مرشد کے حضور میں جس قدر بھی عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرے گا اسی قدر اس کی راہ (سلوک و طریقت) میں ترقی ہوگی اور شیخ کی خدمت میں جس قدر عجز و انکسار کرے گا وہ اس کے عروج کا باعث ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مرید سے آپ کا سامنا ہوا۔ وہ مرید فوراً گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور شیخ (جو خود بھی گھوڑے پر سوار تھے) کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے آپ کی پنڈلی کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، اس نے اور نیچے بوسہ دیا، لیکن شیخ یہی فرماتے رہے اور نیچے، اور نیچے، یہاں تک کہ اس مرید نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ دیا۔ تب حضرت شیخ نے فرمایا تم کو معلوم ہے کہ ہم نے تم کو اسقدر نیچے بوسہ دینے کا حکم کیوں دیا؟ مرید نے کہا حضرت شیخ اس بات کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اس منزل پر ہم تمہارا عروج ملاحظہ فرما رہے تھے ؂

www.maktabah.org

قطعہ

مریدان را تنزل پیش پیران ۔ بہر نوعی کہ شد معراج باشد
رود ہر چند لولؤ در تگ بحر ۔ برآید بر سرد بر تاج باشد

ترجمہ:۔ مریدوں کا شیخ کے حضور میں عجز وانکسار جس قدر بھی ہوتا ہے وہ اُن کے عروج کا سبب ہوتا ہے دیکھو! موتی سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو یہ عروج ملتا ہے کہ تاج اور سر کی زینت بنتا ہے۔

مُرید کو چاہیئے کہ مرشد سے ملاقات کے وقت جوتیاں اتار دے اور پھر پیر و مرشد سے صرف سلام ہی پر اکتفار نہ کرے بلکہ مرشد کی پابوسی کرے اور سر جُھکالے، دست بوسی بھی کرے، اس فقیر کے خیال میں سوائے پابوسی کے سلام نہ کرے۔ سر جھکالے اور دست بوسی بھی نہ کرے۔

نماز کی امامت مرشد کو یا سر حلقہ کو کرنا چاہیئے۔ اگر پیر کا حکم ہو کہ نماز پڑھائے تو فوراً آگے بڑھ جائے کہ اس میں ایک حکمت ہے۔ امامت ختم ہوتے ہی مرید کو چاہیے کہ بہ عجلت تمام اپنی جگہ پر چلا جائے۔ دُعا اور مناجات شیخ کے لئے چھوڑ دے تا کہ وہ دعا و مناجات کرے۔

اگر مرشد یا اکابر کا بچا ہوا پانی یا کھانا مل جائے یا کوئی کھایا ہوا پھل تو اس کو کھڑے ہو کر کھائے اور اسکو ایک نعمت جانے، پیر کا خرقہ جہاں تک ہو سکے بغیر وضو کے نہ پہنے۔ پاخانے یا کسی اور ناپاک جگہ پر اکابر کے خرقہ کو پہن کر نہ جائے جیسا کہ حضرت روزبہان بقلی کا واقعہ ہے کہ وہ ایک گانے والی کی محبت میں مبتلا ہو گئے اور یہ بات کسی اور شخص کو معلوم نہیں تھی اگرچہ وہ حسینہ کے حسن میں حسنِ حقیقت کا مطالعہ کرتے تھے۔ لیکن اکابر کے خرقہ کو انہوں نے اتار دیا تھا۔ اس محبت کے باوجود ان کا وجد اور وجد میں نعرے لگانا اسی طرح جاری تھا لیکن پہلے وہ آہ وزاری خدا کیلئے تھی اور اب یہ نعرے اور بے قراری اس مغنّیہ کے لئے ہوتی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کی محبت میں ہو رہا ہے چنانچہ آپ ایک دن حرم شریف کے صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنی محبت کا قصہ ان لوگوں سے بیان کر کے کہا کہ میں اپنے حال میں کاذب نہیں بننا چاہتا، اور خرقہ ان کے سپرد کر دیا اور مغنّیہ کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ تم سے محبت کرنے والا یہ مدعی ایک عظیم ولی اللہ ہیں۔ یہ سُنکر اس نے توبہ کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی مغنّیہ کی محبت آپ کے دل سے زائل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ مجلس صوفیہ میں دوبارہ آئے اور وہ خرقہ پھر پہن لیا۔

مرشد کا لباس جو ولایت کی خلعت اور اسکی عنایت کا لباسِ فاخرہ ہے اگر قسمت سے مل جائے تو اسکو کبھی نہ دھوئے، ہاں اگر پیر نے وہ لباس زیب تن نہیں کیا ہے تو اس کے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اگر بطور امانت کوئی لباس سپرد کرے تو خیال رکھے کہ وہ لباس پیروں کے نیچے نہ آئے۔

اپنے پیر و مرشد کے یہاں حاضری دے یا اکابرین میں سے کسی کے یہاں حاضری کا موقع ملے تو خانقاہ، مسکن یا مکان کا جائزہ نہ لے، مرشد یا اصحاب مرشد کے ساز و سامان کو نہ دیکھے کہ یہ بھی ایک قسم کا سوال کرنا ہوگا۔ اگر کسی ساتھی یا

www.maktabah.org

دوست سے کوئی لغزش ہو جائے تو اشارے کنایہ میں تنبیہہ کرے، اگر وضاحت کی ضرورت آ ہی پڑے تو تنہائی میں اس کا اظہار کرے۔ احباب آپس میں ادب کو ملحوظ رکھیں اور یہ جو کہا گیا ہے کہ صحبت بے تکلف ہونا چاہیے اس سے مراد یہ ہے کہ دوستوں سے اپنی تعظیم کا خواستگار نہ ہو اور نہ خود اپنی طرف سے ایسے ادب کا اظہار کرے سوائے اس صورت کے کہ آپس میں خصوصی روابط ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں فلاں میرا یار ہے اسلئے کہ یار کا یار ہونا اور یاری کی شرائط بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے بلکہ جان سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے البتہ یہ کہنا ہم ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔

غزل

ای دریغا در زمانہ یار نیست	یار چہ بود در جہان اغیار نیست
زانکہ اغیار از قسیم یار شد	یار کو اندر سخن بیدار نیست
شرط ادنیٰ درمیانِ دوستان	جان سپردن باشد اندر یار نیست
یار نزدیک ست از نورِ دو چشم	لیک در چشم تو این انوار نیست
نورِ او تابان تر از خورشید چرخ	ہست چشم موش را دیدار نیست
اشرف آن یارے کہ دیداز چشم خویش	وصفِ او را قوتِ گفتار نیست

ترجمہ :- ۱- ہائے افسوس کہ اس دنیا میں کوئی یار موجود نہیں ہے، یار تو یار ہے اغیار بھی ناپید ہے۔

۲- اس لئے کہ اغیار بھی یار ہی کی ایک قسم ہے (کہ وہ یار کا یار ہوتا ہے) لیکن جب یار ہی ناپید ہے تو اغیار کی بات واضح نہیں ہے۔ (یار نہیں تو اغیار کہاں سے آئے گا)

۳- دوستوں کے درمیان دوستی کی ادنیٰ شرط جان سپردن ہے (اپنی جان دوست کے حوالہ کر دینا ہے جو کہ اب نہیں پائی جاتی۔

۴- حقیقت میں حقیقی دوست تو دو آنکھوں کے نور سے بہت قریب ہے لیکن محرومی کا باعث یہ ہے کہ تیری آنکھوں میں وہ نور نہیں ہے۔

۵- وہ نور خورشیدِ فلک سے بھی زیادہ تاباں اور درخشاں ہے لیکن قصور چھچھوندر کا ہے جو اسکو نہیں دیکھ سکتی۔

۶- اے اشرف! اس دوست کا نظارہ جس نے بھی کیا ہے وہ اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا کہ اس کے وصف کو بیان کرنے کیلئے قوتِ گفتار ہی نہیں ہے۔

آداب لباس

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس طائفہ علیہ (صوفیہ) کے یہاں آداب لباس یہ ہیں کہ ایسا لباس پہنا جائے جس سے رعونت پیدا نہ ہو۔ صوفیہ کا لباس اُن کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی لباس جس مقام کے لئے مخصوص ہے وہ مقام حاصل کئے بغیر اسکو پہننا مناسب نہیں ہے۔ مبتدی کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے تکبر اور رعونت پیدا ہو بالکل منع ہے۔ منتہی حضرات کیلئے منع نہیں ہے کہ وہ ان مراحل سے

www.maktabah.org

بالاتر ہیں۔ عام طور پر حضرات صوفیہ جو لباس پہنتے ہیں وہی لباس استعمال کرنا چاہیئے، باریک کپڑے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ سمجھا ہے کہ باریک تہہ بند پہننے سے روکا گیا ہے، لباس ایسا ہونا چاہیئے جو باریک اور موٹے کے بین بین ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ لباس کی زینت نماز کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔ منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری قدس اللہ سرّہٗ نے ایک بار اُلٹا جامہ پہنکر نماز ادا کی، جب وہ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا آپ اُلٹا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ اسکو سیدھا کرکے پہن لیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سیدھا کرکے پہننے سے کیا فائدہ؟ میں نماز تو پڑھ چکا اب کیا میں دکھاوے کیلئے سیدھا کرکے پہنوں! مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔

شعر

چہ کار آید لباس زیب و زینت
چو بہر دیدن دلدار نبود

ترجمہ:۔ اس لباس کی زیب و زینت سے کیا فائدہ! جو دلدار کے دکھاوے کیلئے نہ ہو۔

لباس کوتاہ ہونا چاہیئے کہ زیادہ پاکیزگی اسی میں ہے خصوصاً ازار (تہہ بند) ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر موٹا اور کھُردرا کپڑا نفس کشی کے لئے پہنا جائے تو بہتر ہے۔ اگر نفیس کپڑا فقیر کی ستر پوشی کے بقدر ہو تو اسکو کام میں لائے نفیس یا معمولی کپڑے کا پابند نہیں ہونا چاہیئے بلکہ جیسا کپڑا بھی میسر آجائے وہ استعمال کرے۔

حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی مخصوص کپڑے کے پابند نہیں تھے کبھی تو وہ دستار باندھتے تھے جو انہوں نے دس دینار میں خریدی تھی اور کبھی اس عمامہ کو باندھتے تھے جس کی قیمت صرف دس پیسے تھی اسی طرح حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے نفیس کپڑا آگیا تھا آپ کا پیرہن اس کپڑے سے قطع کیا گیا لیکن کپڑا کم پڑ گیا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے آپ نے پلاس (گزی) دے دیا۔ جب جامہ تیار ہو کر آیا تو اس نفیس ریشمی کپڑے میں پلاس کا بھی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ اصحاب خدمت نے اس پر بہت تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ ستر دونوں سے یکساں حاصل ہوتا ہے، بہرحال مناسب یہی ہے کہ کپڑا اوسط درجہ کا ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب چراغدار چراغ روشن کرے (شیخ کی خانقاہ میں یا خانۂ شیخ میں) تو اس وقت پر صوفیہ میں جو دعا معمول ہے وہ یہ دعا پڑھے:۔

نور اللہ قلبك بحسن شرار المحبة والمعرفة۔

ترجمہ:۔ اللہ تیرے دل کو شرار محبت و معرفت کے حسن سے نورانی کردے۔

فتوح کا قبول کرنا

اسی سلسلہ میں فتوح کے قبول کرنے کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اگر صوفی کا کوئی روزینہ نہ ہو اور کسی کسب سے اسکو روزی حاصل نہ ہوتی ہو تو عبادت الٰہی اور بھائیوں کو نصیحت کرنے کی قوت کو بحال رکھنے کے لئے فتوح قبول کرلے۔ ہمارے اسلاف کرام نے فتوح قبول کرنے میں یہ تفتیش ضرور کی ہے کہ فتوح نذر کرنے والا یہ جو کچھ بطور نذرانہ پیش کر رہا ہے اس کو یہ مال یا شئے کس طرح

www.maktabah.org

حاصل ہوئی ہے یعنی اخذ فتوح میں تفتیش کر لینا چاہیئے لیکن بعض مشائخ کرام اخذ فتوح میں صرف معطی حقیقی پر نظر رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو شبہ کے مال سے نہیں کھلواتا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک روز ہم حضرت علی ثانی حضرت سید علی ہمدانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امرائے لاچین (ترک) میں سے ایک امیر نے دعوت میں بلایا اُس نے حضرت علی ہمدانی رح کے امتحان اور آزمائش کے لئے مشتبہ طعام تیار کرایا تھا یعنی ایک ضعیفہ سے ایک مرغ زبردستی چھین کر پکوایا تھا اور ایک مرغ وجہ حلال سے (خرید کر) الگ پکوایا تھا۔ امیر نے باورچی سے کہہ دیا تھا کہ حلال اور حرام مرغ کو اسطرح دسترخوان پر رکھنا کہ وجہ حلال سے حاصل کیا ہوا مرغ میرے سامنے ہو اور مشتبہ مرغ شیخ کے سامنے رکھنا، جب کھانا سامنے رکھا گیا تو باورچی یہ بات بھول گیا اور اس نے حلال مرغ حضرت شیخ کے سامنے اور مشتبہ مرغ امیر کے سامنے رکھدیا۔ جب کھانا کھا چکے اور ہاتھ دھونے کے لئے طشت لایا گیا تو اُس وقت امیر نے شیخ علی ہمدانی سے کہا کہ حضرت میر آپ نے کھانے میں احتیاط نہیں برتی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حلال کھانے والے کو حلال ہی کھلواتا ہے اور اسوقت بھی ایسا ہی ہوا ہے جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس ضعیفہ سے یہ مرغ چھینا گیا تھا وہ حضرت کی مریدنی تھی اور اس نے یہ مرغ حضرت کی فتوح میں پیش کرنے کیلئے پرورش کیا تھا اور امیر کے کسی غلام کو بھی یہ بات اسوقت بتادی تھی اور کہا تھا کہ یہ مرغ ایک درویش کی نذر کا ہے، علاوہ ازیں دوسرا مرغ امیر کے کہنے کے مطابق اس کے سامنے نہیں رکھا گیا بلکہ حضرت شیخ کے سامنے رکھا گیا۔ امیر بہت شرمندہ ہوا، توبہ کی اور حضرت شیخ کے نیازمندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زرِ زکوٰۃ اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال فقیر کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہے، علاوہ ازیں فتوح میں جو کچھ حاصل ہو اس کا ذخیرہ نہ کرے۔ نہ صبح کی فتوح کو شام کے لیئے اسی طرح شام کی فتوح کو صبح کے لئے بچا کر نہ رکھے تا کہ وہ اس حکم کو بجالائے۔

الفقر بذل الموجود وترک طلب المفقود۔

ترجمہ:- یعنی موجود کا خرچ کرنا اور غیر موجود کا ترک کرنا ہی فقر ہے۔

ہاں اگر اکابر کے اعراس یا کسی دوست کا قرض ادا کرنے کے لئے جمع کرے تو روا ہے۔ فتوح کو اصحاب مجلس میں تقسیم کر دینا چاہیئے کہ تحفوں میں سب کا حصہ ہے۔ "الھدایا مشترک" یعنی اگر فتوح بصورت لباس حاصل ہو تب بھی سب کو اس میں شریک کرے۔

جب گھر سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے نکلے اور راستہ میں کچھ فتوحات میسر آئیں تو سب اُس شیخ کی خدمت میں پیش کرے، ورنہ شرکت سے تو کسی حال میں محروم نہ کرے۔ اکابر و شیوخ کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہ جائے، کوئی چیز بطور ہدیہ ضرور ساتھ لے خواہ وہ پھول یا سبزہ ہی کیوں نہ ہو۔

www.maktabah.org

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من زار کریمًا صفر الیدین رجع مصفر الخدین ۔

ترجمہ :۔ جس نے کسی کریم سے خالی ہاتھ ملاقات کی وہ زرد رو ہو کر لوٹا۔

درویش بھی زائر کو کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دے چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من زار حیًا و لم یذق منہ شیئًا فکانما زار میتًا۔

ترجمہ :۔ جس نے کسی زندہ سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھا گویا کسی مردے سے ملاقات کی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک طالب طریقت کسی عزیز (درویش) کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا اس کے پاس پیش کرنے کے لئے کوئی تحفہ موجود نہیں تھا اس نے ایک ڈھیلا ہاتھ میں لے لیا وہاں پہنچکر وہی ڈھیلا پیش کر دیا۔ اتفاق سے وہی ڈھیلا اُن درویش کے کام آیا۔

جب ملاقات کرنے والا درویش کی خدمت میں پہنچے اور اسکو کسی کام میں مشغول پائے جیسے دیوار اٹھانا اور جھاڑو دینا وغیرہ (کہ مشائخ نے ہمیشہ یہ کام کئے ہیں)، تو زائر کو چاہیئے کہ اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے، جب کوئی شخص جمعہ، چہارشنبہ یا مہینے کی پہلی تاریخ کو از قسم ماکولات و اجناس کچھ پیش کرے تو فورًا قبول کر لے اور کھانے کی چیزوں کو فورًا کھالے، اسلئے کہ وہ لوگ جو کچھ پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک غیبی نعمت موجود ہوتی ہے جو اثر کرتی ہے ؎

مصرع

از دست دوست ہر چہ ستانی شکر دہد

ترجمہ :۔ دوست کے ہاتھ سے جو کچھ ملتا ہے میٹھا ہوتا ہے۔

اگر فتوح کرنے والا خود موجود ہو تو یہ دعائیہ کلمات کہے :۔

جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا وَ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْكَ

اور اگر موجود نہ ہو تو اسطرح کہے :۔

جَزَاهُ اللهُ خَيْرًا وَ تَقَبَّلَ اللهُ مِنْهُ۔

درویش اگر جامہ یا جائے نماز (مصلّٰی) پیش کرے تو اللہ کے شکر میں دوگانہ ادا کرے۔ اور فتوح میں جو کچھ ملا ہے وہ اپنے شیخ کے حضور میں لے کر حاضر ہو۔ درویش جب کسی کی ملاقات کیلئے روانہ ہونے لگے تو خادم اُسکے روانہ ہونے سے پہلے اس بزرگ کو مطلع کرے کہ فلاں آپ سے ملنے کے لئے آ رہے ہیں تاکہ عدم ملاقات کا حجاب درمیان سے دور ہو جائے۔

مزارات کی زیارت کرنے کے بعد کسی مریض کی عیادت کو نہیں جانا چاہیئے، اگر جانا بہت ہی ضروری ہو تو راستہ میں دوگانہ ادا کر کے عیادت کے لئے جائے۔ عیادت کے وقت مریض سے امید افزا اور حیات انگیز باتیں کرنا چاہیئے اس کے خلاف نہ کرے۔ خوشی اور مسرت کی مجلس یا محفل میں غم انگیز باتیں نہیں کرنا چاہیئے اسی طرح نکاح کی مجلس میں

www.maktabah.org

طلاق کا ذکر نہ کرے، غرضیکہ ہر محفل یا مجلس میں وہاں کے ماحول کے مطابق گفتگو کرے، چاندرات کو سفر کے دوران اگر امامت کرنے کا اتفاق ہوجائے تو ایسی آیات کی تلاوت نہ کرے جو عذابِ الٰہی یا خشیتِ الٰہی پر مشتمل ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص تلاوت کی جانے والی آیات سے فال لینا چاہتا ہو۔

اگر کوئی شخص ملاقات میں کنگھا بطور نذرانہ پیش کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ شانہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو، شانے کو محفوظ کر کے نذر کرے۔ کھلا شانہ قطع محبت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ کر پیش کرے اسی طرح چھری بغیر غلاف کے نہ دے اس کا بھی وہی اثر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خربوزہ یا گوشت دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں چھری سے بہت آسانی سے کٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح پانی کا برتن خالی نہ دے (بھر کر دے) مجلس میں سفید ریش درویش کو سیاہ ریش درویش پر مقدم رکھیں (آگے بٹھائیں) اسی طرح مخلوق کو غیر مخلوق پر ترجیح دیں۔ اکابر صوفیہ اپنے احباب کو مصلا، تسبیح، شانہ، عصا اور چھاگل وغیرہ جو کچھ دیتے تھے ان میں سے ہر چیز حقیقت اور معنی کی طرف ایک اشارہ ہوتا تھا۔

زیارتِ قبور اس مجلس میں زیارتِ قبور کا بھی ذکر چھڑ گیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابر کی زیارت کے بعد جو مسندِ ارشاد پر متمکن ہیں، اکابر کے مزارات کی زیارت بھی ضرور کرنا چاہیئے کہ بعض اربابِ طریقت اور اصحابِ معرفت نے اپنے مقصودِ حقیقی کو ان قبور کی زیارت و ملازمت ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ حضرت مولانا زین الدین نے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد جامی کی روحانیہ مبارکہ سے رشد و برکاتِ الٰہی و فتوحاتِ نامتناہی حاصل کی تھیں جب وہ شدید ریاضات اور منتخب مجاہدات سے فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام جامی کی روح پر فتوح ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے درد کی دوا ہمارے شفاخانہ میں رکھی ہے۔ مولانا زین الدین کا یہ دستور تھا کہ وہ سات سال تک مسلسل پیادہ اور اکثر برہنہ پا آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہے اور اس گنبد میں جو آپ کے مزارِ مبارک کے سامنے تھا جا کر کھڑے ہوجاتے اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ اور قدم قدم آگے بڑھتے رہے۔ اسی طرح ایک ایک بڑھاتے بڑھاتے سات سال کی مدت میں آپ کے مزار مبارک تک پہنچے۔ مزار مبارک کے قریب پہنچ کر بھی کچھ وقت کھڑے رہتے کبھی دور اور کبھی نزدیک آخری دور میں بیٹھ جاتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے اشارے کے مطابق تھا۔ اس طرح تیس سال کی مدت میں آپ نے ایک ہزار بار قرآن پاک کا ختم مکمل کرلیا، تب کہیں وہ اپنے منزلِ مقصود کو پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام کی روحانیہ سے حکم ہوا کہ اب امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہد مقدس کی زیارت کا اہتمام کرو، چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور وہاں حاضر ہوکر انہوں نے فیض حاصل کیا اور گوناگوں نوازشوں سے سربلند ہوئے وہاں سے فیضیاب ہوکر وہ طوس کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کیلئے طوس پہنچے اور وہاں تمام مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے، ایک رات وہ حضرت شیخ ابونصر سراج قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر موجود تھے خواب میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کل شہر میں تمہاری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوگی جو عریاں رہتا ہے تم ان کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرنا صرف سجدہ نہ کرنا" جب صبح کو یہ شہر طوس کے اندر گئے تو ان کو شہر میں بابا محمود طوسی مجذوب بالکل اسی شکل و صورت کے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا، سامنے سے آتے ہوئے

www.maktabah.org

نظر آئے جیسے ہی انہوں نے مولانا کو دیکھا تو فوراً زمین پر لیٹ گئے اور تمدے سے اپنے سر کو چھپا لیا۔ مولانا انکے قریب پہونچے اور کچھ دیر کھڑے رہے، بابا محمود طوسی نے کچھ دیر کے بعد تمدے سے سر باہر نکالا اور کھڑے ہوگئے اور خود کو مخاطب کر کے کہا "اے محمود! تو ایسے شخص کی تعظیم نہیں کرتا جس سے شیخ ابونصر سراج کے مزار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی اور ان کو تیرا پتہ بتایا۔ آسمان کے فرشتے بھی اُن سے حیا کرتے ہیں۔ مولانا نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اُن سے کہا جائیے رودبار کے اولیاء آپ کے تشریف لانے کے منتظر ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں باریاب تھا کسی شخص نے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے سوال کیا کہ بدن کو خاک میں ادراک نہیں ہے، جسم یہ ادراک روح سے کرتا تھا اب دونوں جدا ہوگئے ہیں۔ عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے ایسی صورت میں کسی قبر پر جانے سے کیا حاصل؟ اس لئے کہ جس طرف بھی روح کی جانب توجہ کی جائے وہاں روح موجود ہوگی نہ کہ صرف قبر میں۔ حضرت شیخ نے یہ اعتراض سنکر فرمایا کہ قبر پر جانے کے بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ تم کسی سے ملاقات کیلئے جاتے ہو تو اس میں جس قدر بھی قریب ہوگے اتنی ہی تمہاری جانب اسکی توجہ زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قبر پر جاؤ گے اور صاحب قبر کی قبر کا مشاہدہ کروگے تو صاحب قبر بھی پورے طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ نیز یہ کہ روح کے لئے ہر چند حجاب نہیں ہے اور تمام عالم اس کے لئے یکساں ہے لیکن وہ بدن جس سے وہ ستر سال تک متعلق رہی ہے اور وہ اسی بدن کے ساتھ محشور بھی ہوگی اور پھر ابدالآباد تک اسی بدن میں رہنا ہوگا۔ پس روح اس جگہ کو اپنی نظر میں زیادہ رکھے گی بمقابلہ دوسری جگہوں کے۔ اس صراحت کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے اس جگہ قیام کیا جو حضرت جنید قدس اللہ سرہ کی خلوت گاہ تھی۔ اُن کی اس خلوت گاہ سے مجھے ذوق تمام حاصل ہوا۔ کیونکہ اس جگہ کو حضرت جنید کی صحبت سے فیض پہنچا تھا، جب میں اس خلوت گاہ سے باہر نکلا اور حضرت جنید قدس اللہ سرہ کے مزار پر حاضر ہوا تو وہاں مجھے وہ ذوق و کیف حاصل نہیں ہوا۔ میں نے یہ اپنے شیخ (مُرشد) سے عرض کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ذوق جو تم کو اس خلوت گاہ میں حاصل ہوا وہ حضرت جنید کے باعث حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اُن ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ تب اُنہوں نے فرمایا کہ محض ایک جگہ کچھ عرصہ رہنے کے باعث کہ وہ اپنی تمام عمر میں چند بار ہی وہاں تشریف فرما رہے ہوں گے لیکن محض اس تعلق کے باعث تم کو وہاں سے ذوق حاصل ہوا تو پھر اس جسم سے جس میں وہ روح ایک عرصۂ دراز تک مسلسل رہتی رہی ہے یقیناً زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئے تھا ممکن ہے کہ تمہاری حس کے کسی اور امر میں مشغول ہونے کے باعث مزار پر تم کو وہ ذوق حاصل نہ ہوا ہو جو خلوت گاہ میں حاصل ہوا۔ ذرا خرقہ کے فیض پر غور کرو کہ جس کو کوئی صاحب دل پہن لیتا ہے تو اس سے کس قدر ذوق اور کیف حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن خرقہ سے نزدیک تر ہے اس سے اور زیادہ ذوق حاصل ہونا چاہئیے۔

الغرض زیارت قبورِ مشائخ کے بہت سے فائدے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارکہ و مقدسہ کی طرف توجہ کرے تب بھی فائدہ پائے گا اور اسکو کیف حاصل ہوگا لیکن اگر یہ عمل مدینہ منورہ میں

www.maktabah.org

پہنچ کر کرے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سفر کی تکالیف سے آگاہ ہیں، تو جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلیتہً اس کی طرف متوجہ ہوں گے، اِس فائدے کو اُس فائدے سے کیا نسبت؟ اہلِ مشاہدہ اس بات کی تحقیق کر چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرنے والے زیارت کرنیوالے کی آمد سے اور اسکی توجہ سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ارواح بہت ہی لطیف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضراتِ مشائخ و اکابر کی ارواح تو زائر کی معمولی توجہ ہی سے آگاہ اور باخبر ہو جاتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیا) حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ کے مرقد متبرک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ پس اُس وقت جبکہ سلطان المشائخ زیارت کے طواف میں مصروف تھے انکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری اس توجہ سے حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ کی روح آگاہی اور خبر رکھتی ہے یا نہیں؟ ابھی اُن کے دل میں خطرہ پورا نہیں ہوا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے مرقدِ منور سے ایک آواز بلند ہوئی جس سے فصیح زبان میں اس شعر کا مفہوم واقع ہو رہا تھا ؎

مرا زندہ پندار چون خویشتن — من آیم بجان گر تو آئی بہ تن
مدان خالی از ہم نشینی مرا — ببینم ترا، گرنہ بینی مرا

ترجمہ:- مجھے تم اپنی طرح ہی زندہ شمار کرو کہ تم تو جسم کے ساتھ یہاں آئے ہو اور میں یہاں جان کے ساتھ ہوں۔ مجھے تم اپنی ہم نشینی سے جدا نہ سمجھو، میں تم کو دیکھ رہا ہوں اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفی جب کسی شہر میں داخل ہو تو سب سے پہلے ان اکابر حضرات کی پائے بوسی کی سعادت حاصل کرے جو بفضلہٖ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ اس کے بعد مشائخ و اکابر کی قبور کی زیارت کا شرف حاصل کرے اور اگر زائر کے مُرشد کا مزار اس شہر میں موجود ہے تو سب سے پہلے اس مزار کی زیارت کرے ورنہ جن اکابر کے بارے میں لوگ اسکو مطلع کریں ان کے مزارات کی زیارت کرے، پھر اس کے مرید کی اور اس کے بعد اس کے مرید کی مزار کی زیارت کرے۔

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنا

اکابر کے مزارات پر پیشانی رکھنے کے بارے میں علماء نے بحث کی ہے اور اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات مشائخ میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ اس فقیر (حضرت اشرف جہانگیر) کے خیال میں جیسا کہ میں نے سیاحت کے دوران بہت سے اکابر کے یہاں مشاہدہ کیا ہے کہ جس کسی ہستی کے ساتھ زندگی میں ادب و تعظیم سے پیش آتے تھے، مرنے کے بعد بھی اسی ادب اور تعظیم کو انہوں نے روا رکھا ہے۔ جیسے والد، استاد، مرشد اور ان جیسے دوسرے بزرگ حضرات جن کی تعظیم واجب ہے لیکن مشائخ کے سامنے زمین پر پیشانی رکھنے کو بعض مشائخ نے روا رکھا ہے اور جب کبھی ان کے کسی مرید نے فرطِ ارادت اور غایت شفقت سے ان کے سامنے اپنی پیشانی زمین پر رکھدی تو

www.maktabah.org

انہوں نے مُرید کو اس عمل سے منع نہیں فرمایا لیکن اکثر مشائخ نے اس سے اجتناب کیا ہے اور اپنے مریدوں کو اس سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ سجدۂ تعظیمی سابقہ زمانے میں جائز تھا اور اب منسوخ ہے۔
لیکن میرے مخدوم (شیخ علاؤالدین گنج نبات) جب نمازِ جمعہ، نماز عیدین سے فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو ہزاروں لوگ آپ کے قدموں پر سر رکھتے تھے اور وہ لوگ جو آپ کے قدم ہائے مبارک پر سر نہیں رکھ پاتے تھے وہ دور ہی رہ کر زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ ایک ملاّ نے اس سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا اور کہا کہ یہ بات تو شریعت میں منع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو لوگوں کو بہت زیادہ منع کرتا ہوں اور باز رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ ایسا کرنے سے باز ہی نہیں آتے۔ مختصر یہ کہ اس طرح آپ نے بہت ہی انکساری کی باتیں فرمائیں۔ طالبان صادق اور دوستان واثق جب شیخ کے آئینہ (رخ) میں اس جمالِ حقیقی کو دیکھتے ہیں یعنی شیخ کی صورت میں جب حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار ہو کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں ؎ بیت

سری کو در خور ایثار نبود
مرا با این سری سر و کار نبود

ترجمہ:۔ وہ سر جو ایثار کے قابل نہیں ہے ایسا سر مجھے ہرگز نہیں چاہیئے۔
اس سجدے کے جواز کے سلسلہ میں بعض اصحاب نے شرعی روایتیں (تاویلیں) بھی پیش کی ہیں مثلاً کتاب الملتقط میں کہا گیا ہے کہ سجدے کی دو طرفیں ہیں (دو طرح کے ہیں) طرفِ تعظیم و طرفِ عبادت۔ سجدہ تحیتہ انسان کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیتہ بمنزلۂ سلام کے ہے۔ پس شیوخ کے سامنے دونوں رخساروں کو زمین پر رکھنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ سجدہ دو طرح کا ہے۔ سجدۂ عبادت اور سجدہ تحیتہ۔ پس پہلا یعنی سجدۂ عبادت وہ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور دوسرا یعنی سجدہ تحیتہ کسی کی تکریم بجالانے کے لئے ہے اور اس کے پانچ محل اور مواقع ہیں۔ یعنی سجدۂ تعظیم پانچ موقعوں پر روا ہے۔

۱۔ کسی امت کا اپنے نبی کو
۲۔ مُرید کا پیر کو
۳۔ رعیت کا بادشاہ کو
۴۔ اولاد کا والدین کو
۵۔ غلام کا آقا کو

ان پانچ مواقع پر سجدہ کرنے کی ہر حال میں اجازت ہے۔ جب انسان کسی انسان کو سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح کوئی شخص بادشاہ یا اس کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ (تعظیمی) کرے اور اس کی نیت صرف تعظیم و تکریم ہو نماز نہ ہو تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ یہ تمام تصریحات فتاویٰ قاضی خان و صغیر خانی و تیسیر و

www.maktabah.org

سراجی دخانی اور کافی میں موجود ہیں (یہ کتب فقہ اہل سنت کی مشہور کتابیں ہیں)[1]

کتاب مرصاد العباد میں کہا گیا ہے کہ مشائخ کے سامنے سر کو زمین پر رکھنا سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ معبود حقیقی کے اُس نور ذات و صفات کی تعظیم و تکریم ہے جو مشائخ میں جلوہ گر ہے۔

زیارتِ قبور حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جب زیارت قبور کے لئے جائے تو مزار کے پائیں سے داخل ہو اور تین یا سات بار مزار کا طواف کرے، اس کے بعد مزار کے بائیں طرف جا کر تعظیماً سر کو جھکائے، پھر مزار کے سامنے کی طرف بالکل مقابل میں کھڑے ہو کر کہے:

عَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا اَھْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(اے اہل لا الٰہ الا اللہ تمہارے اوپر لا الٰہ الا اللہ والوں کی جانب سے سلامتی ہو)

کَیْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ؟ یَا اَللّٰہُ بِحَقِّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَۃِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا تُقَبِّلْنَا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ آپ نے قول لا الٰہ الا اللہ کو کیسا پایا؟ یا اللہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے صدقہ میں اسکو بخشدے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ہم کو اسی گروہ کے ساتھ اٹھا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور ہمارے قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرمالے۔

اس کے بعد قبر پر پھول یا سبزہ چڑھائے، اس کے بعد بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ زلزال و تکاثر ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص سات بار یا دس بار پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد یہ الفاظ بھی کہے:۔ اللّٰھم قرأت ھٰذہ القرأۃ وجعلت ثوابھا تحفۃً بروح فلان بن فلان۔ اس کے بعد پھر قبر کے سامنے آئے اور غلاف مزار (چادر) کے نیچے اپنا ہاتھ رکھے اور اپنی حاجت بیان کرے۔

جب مشائخ کی زیارت کے لئے جائے تو بغیر شیرینی، پھول اور سبزہ کے نہ جائے اور اگر پیر و مرشد کے مزار پر جائے تو نقدی بھی قبر پر رکھے، بعد میں اس نقدی کو مخدوم زادگان کی خدمت میں پیش کرے اور کچھ نقدی بطور ہدیہ مجاوروں کو بھی دے۔ اجتماعی طور پر جب زیارت کے لئے جانا ہوا در سرِ حلقہ زیارت میں مشغول ہو تو

---

[1] سجدہ عبادت وہ ہے کہ مسجود کو نفع و ضرر کا مختار سمجھے جو سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور کے لئے نہیں ہے اگر اس نیت سے سجدہ کرے تو کافر اور محض تعظیم کی نظر سے کرے تو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔

www.maktabah.org

دوسرے ہمراہی الگ کھڑے رہیں۔ جب سر حلقہ زیارت سے فارغ ہو جائیں تب دوسرے لوگ نوبت بہ نوبت زیارت سے مشرف ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب کبھی سالک میں حال قبض پیدا ہو جاتا ہے تو اگر اس کا مرشد بقید حیات ہے تو اس کے دیدار سے حال بسط پیدا ہو جاتا ہے ورنہ مرشد کے مزار مبارک کی زیارت سے یا دوسرے مشائخ کے مزارات پر حاضر ہونے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب کبھی حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر پر حال قبض طاری ہوتا تھا تو وہ اپنے مرشد ابوالفضل قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر چلے جاتے تھے، خواجہ ابو طاہر ابو سعید کہتے ہیں کہ ایک روز ہمارے شیخ پر حال قبض طاری ہوگیا، وہ مجلس میں رونے لگے۔ پھر فرمایا گھوڑا تیار کرو، چنانچہ اسی وقت وہ روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے مریدین تھے، جیسے ہی آپ پیر ابوالفضل قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچے تو آپ کا حال قبض حال بسط میں بدل گیا۔ تمام درویشوں میں شور پیدا ہوگیا، وہاں قوال بھی موجود تھے انہوں نے اس بیت کو پڑھنا شروع کردیا

بیت

معدن شادیست این یا معدن جود و کرم
قبلۂ ما روئے یار و قبلۂ ہر کس حرم

ترجمہ:۔ یہ حالت خوشی کے خزانہ میں سے ہے یا جود و کرم کے خزانہ میں سے کہ ہمارا قبلہ ہمارے یار کی صورت ہے جبکہ دوسروں کا قبلہ حرم ہے۔

تمام مریدین شیخ ابو سعید کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور شیخ کے مزار کے طواف میں مصروف تھے اور نعرے لگاتے جاتے تھے، کچھ دوسرے درویش سر و پا برہنہ انتہائی وجد کی حالت میں زمین پر لوٹ رہے تھے اس وقت شیخ ابو سعید نے فرمایا کہ آج کے اس وقوعہ کی تاریخ کو لکھ لیا جائے کہ آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہم کو میسر نہیں ہو سکتا۔

بیت

چہ روزست این کہ بہ زین روز نبود
اگر باشد چنین فیروز نبود

ترجمہ:۔ یہ کیسا عمدہ دن ہے کہ اگر ایسا دن نہ ہوتا تو کامیابی نہ ہوتی۔

اس واقعہ کے بعد جب کسی مرید کے دل میں حج کا شوق پیدا ہوتا تھا تو وہ شیخ ابوالفضل کے مزار پر جا کر سات طواف کر لیتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمائے۔ بے شک دوسرے بزرگوں کے مزارات سے بھی ایسے ہی فیوض حاصل ہوئے ہیں ؎

www.maktabah.org

بیت

ازین حال اگر نیز گردان شوم
زیارت گہ نیک مردان شوم

ترجمہ:۔ اگر ایسا ہی حال پھر ہو جائے تو میں اچھے لوگوں کی زیارت گاہ بن جاؤں۔

مولانا ظہیر الدین جب کبھی گازرگاہ تشریف لے جاتے تو جب وہ گازرگاہ کے پل کو عبور کر لیتے تو اپنی جوتیاں اتار لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اولیاء اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں جوتیاں پہن کر انکے لحد کے سامنے پاؤں رکھوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا بھی جب صالحیہ (دمشق) اور جبل الفتح کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو پاؤں سے جوتیاں نکال لیتے تھے اور برہنہ پا زیارت فرمایا کرتے تھے۔ یہی صورت ہندوستان میں بھی تھی۔ جب آپ دہلی، بدایون، سرزمین جائس، بہار، اودھ اور کرڑہ کے مزارات کی زیارت کرتے تھے تو ہمیشہ برہنہ پا ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۸

معانی زلف وخال وغیرہ

(در بیان معنی زلف وخال وامثال آن)

قال الاشرف:

أَسْرَارُ الْمَشَائِخِ دُرَرٌ وَّالْفَاظُ الشُّعَرَآءِ أَصْدَافُهَا۔

ترجمہ:۔ (حضرت) قدوۃ الکبرا نے فرمایا: مشائخ کے اسرار موتی ہیں اور شعراء کے الفاظ ان موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صالحیہ دمشق میں مجھے حضرت کبیر الدین ابن فخر الدین العراقی کا شرفِ صحبت حاصل ہوا تو بہت سے فوائد عارفانہ اور اصناف موائد محققانہ سے انہوں نے مجھے بہرہ مند فرمایا۔ انہی دنوں میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے بہت سے مُریدوں اور ارادت مندوں کو حضرت مولانا رومی کے دیوان کا سبق دیا کرتے تھے ان اشعار میں خدوخال وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے تھے ان کے معنیٔ متعارفہ کے برعکس اصطلاح صوفیہ کے مطابق ان کے معانی بیان فرمایا کرتے تھے (یعنی خدوخال اور زلف کے معانی رخسار، تل اور چوٹی بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ ان معانی کے بدلے صوفیانہ اصطلاحیں بیان فرماتے تھے) ان عجیب وغریب اصطلاح اور نادر کلمات کو شعری لباس میں چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کا موجب یہ ہے کہ ان حضرات کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ ایک نامحرم کی نظر ان کے اصول واردات پر پڑے۔ پس انہوں نے یہی مناسب سمجھا اور بہتر خیال کیا کہ عرائس معانی کو اصطلاحی الفاظ سے آراستہ کیا جائے اور صرف دیدہ ور حضرات ہی ان مصطلحانہ عبارتوں کے موتیوں کو ان سیپیوں سے نکال سکیں۔

مثنوی

درونِ حجلۂ الفاظ رنگین — فراز منصۂ اشعار شیریں

بجلوہ درعروس معنوی خویش — درآرندی بہ بیگانہ بر خویش

ترجمہ:۔ رنگین الفاظ کے پردے میں اور شیریں اشعار کے جلوے میں اپنے حقیقی معانی کو چھپا کر ظاہری الفاظ میں بیان کیا کہ بیگانہ اسکو نہ سمجھ سکے۔

پس اس مقصد کے تحت ان حضرات نے خاص معانی کو زلف ورخسار اور ناز وادا کے ظاہری الفاظ میں بیان کیا ہے تاکہ عوام اس راز کو نہ پا سکیں۔

www.maktabah.org

اب یہاں ان لغاتِ شاعرانہ کو حضراتِ صوفیہ کے معانی مطلوبہ اوران حضرات کی مرادی عبارتوں کے مطابق بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالبِ صادق جس لفظ کے اصطلاحی معانی سمجھنا چاہیں اس سے جلد ہی بہرہ ور ہو سکیں بہ طفیل سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ امجاد

الف

کلیسا: عالم حیوانی

چلیپا: عالم طبائع

ترسا: معانی وحقائق جب وہ دقیق اور رقیق ہو جائیں

لقا: ظہور معشوق جبکہ عاشق کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ہے۔

دفا: عنایت ازلی جو بغیر عمل خیر اور اجتناب از شر سے ہو۔

جفا: معارف ومشاہدات کو سالک کے دل سے چھپانا۔

شب یلدا: نہایت الوان کہ سواد اعظم ہے۔

شما: کسی مسرت کا حاصل ہونا۔

چشم شہلا: سالک کے احوال وکمالات اور علو مرتبہ کو ظاہر کرنا، اس کے علاوہ منع ہے اور شہرت اس مقام سے حاصل ہوتی ہے اور یہ مکر واستدراج سے کم خالی ہوتا ہے

ب

محب: صاحب محبت، خواہ طالب مفارق ہو یا نہ ہو، خواہ طلب ہو یا نہ ہو۔

محبوب: حق تعالیٰ جبکہ بغیر کسی قید کے اسے دوستی سے بے نیاز جانتے ہیں۔

طلب: حق کی تلاش اگرچہ اُسے دوست رکھیں یا نہ وہ عبدیت اور معبودیت سے پہلے تھا۔

طالب: عبودیت اور اس کی کمال حمدیت کے ساتھ حق کا متلاشی از روئے دوستی نہیں۔

مطلوب: ذاتِ حق جبکہ اس کا متلاشی دوستی سے منسوب ہو۔

فریب: استدراج الٰہی

حجاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے روکتی ہے، یہ حجاب عاشق کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

نقاب: وہ رکاوٹ جو عاشق کو معشوق سے دور رکھتی ہے، معشوق کے ارادت کے حکم کے بموجب۔

طرب: حق تعالیٰ سے اُنس اور دل کا اس میں مسرور ہونا

شراب: عشق کے وہ غلبے جو حاصل ہوں باوجود اعمال کے مستوجب ملامت ہونے کے۔ یہ اہل کمال کا خاصہ ہے کہ وہ نہایت سلوک میں اخص ہوتے ہیں۔

www.maktabah.org

مست خراب : استغراق اور اپنے استغراق پر نظر رکھنا
کباب : تجلیات میں دل کا پرورش پانا
شب : عالم غیب۔ بعض اسکو عالم جبروت خیال کرتے ہیں اور یہ عالم خطی ہے جو وجود و عدم کے مابین ہے۔ بعضوں نے خلق وامر کے مابین کہا ہے اور بعض عالم ربوبیت وعبودیت کے درمیان کہتے ہیں۔
مطرب : آگاہی بخشنے والا
لب : کلام
غبغب : ملاحظہ اور لذتِ علم کا اقتران
شتاب : سرعتِ سیر جو مقامات کے دقائق کی بے شعور معرفت ہے اور یہ سیر جذبہ کے حکم سے ہے اور خواہ بحکم سلوک در اعمال وریاضات اور تصفیہ پاک کی وجہ سے ہو۔
سخن خوب : مادہ اور غیر مادہ میں اشارت واضح۔ **خواب** : فناء اختیاری

ت

محبت : حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے بغیر کسی سبب اور علاقہ کے اور بغیر کسی متحرک کے دوستی۔
ملاحت : کمالاتِ الٰہی کا بے نہایت ہونا جہاں سوائے اسکی ذات کے کسی کی رسائی نہیں ہے کہ کوئی مطلع ہو۔
ظرافت : مادہ میں انوار کا حضرت الٰہی کی طرف سے ظہور ہونا۔
شوخیٔ کثرت : التفات
غارت : جذبۂ الٰہی
دوست : شیوۂ محبت الٰہی
قامت : سزاوار پرستش اور حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔
چشم مست : سالک سے جو غلطی سرزد ہو حق تعالیٰ کا اس کو چھپا لینا اسطرح سے کہ کوئی دوسرا اُس سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اسکو عفو بھی کہتے ہیں۔
عشرت : وہ لذت ہے جس کا شعور ہو اور اسکی نسبت حق تعالیٰ سے قائم ہو۔
خرابات : خرابی۔
بت : مقصود ومطلوب
عبادت : سالک کا اجتہاد
زکوٰۃ : ترک وایثار
طامات : معارف
دست : صفتِ قدرت

www.maktabah.org

انگشت : احاطہ کرنے کی صفت
سبلت : عالم الٰہیہ کی ہیئت صفت ربوبیت کے ساتھ
محنت : رنج والم جو معشوق کی جانب سے عاشق کو پہنچتا ہے خواہ وہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری
راحت : وہ وجود امری جو دل کے ارادہ کے مطابق ہو
ردیت : عبودیت کی ادائیگی کا ہر بندے کو ایسی قدرت نہ ہونا جو سزا دار حق تعالیٰ ہے۔
سعادت : ازلی تعلیم
شقاوت : ازلی راندہ
غیبت : مقام دوئی

ج

حج : سلوک الی اللہ
تاراج : تمام احوال واعمال ظاہری وباطنی میں سالک کے اختیار کا سبب۔
رنج : وجودِ امری۔

ح

قدح : وقت
صلح : قبول اعمال وعبادت اور وسائط قرب
صبح : دل کے ارادہ کے برخلاف وقت واحوال کا طلوع۔

خ

رُخ : تجلیات محض
زنخ : محل لذات
زبان تلخ : وہ امر جو سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو
سیب زنخ : لذتِ مشاہدہ کا علم
چاہ زنخ :۔ اسرارِ مشاہدہ کی مشکلات

د

ساعد : قدرت وقوت کی صفت

www.maktabah.org

قد: استوار الٰہی یا غلبۂ الٰہی
خد: وہ حالت ہے جو فراق کے بعد ظاہر ہو اور طلب کا باعث بن جائے۔
فریاد: ذکر جہری
درد: اس حالت کا نام ہے جو محبت سے محب پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کے برداشت کرنے کی محب میں طاقت نہیں ہوتی۔
شاہد: تجلیٔ حق
عید: مقام جمع
زہد: زیادتی اور فضولی سے اعراض
بامداد: سومات کے مارنے کی جگہ

ر

مہر:۔ اپنی اصل کی طرف رغبت جبکہ حصولِ لذت سے آگاہی ہو اور دریافتِ مقصد کا علم ہو۔
سِرّ: وہ جذبہ الٰہی جس پر کبھی سلوک مقدم ہوتا ہے کبھی برعکس
مکر: معشوق کا عاشق سے غرور کرنا کبھی از روئے لطف وموافقت اور کبھی بطریق مخالفت۔
جور: عروج سے سالک کا روک لینا۔
امیر: سالک پر ارادتِ الٰہی کا جاری رہنا یا جاری رکھنا۔
تکبّر: سالک کا اپنے اعمال سے بے نیاز رہنا یا ہو جانا۔
شہر: وجودِ مطلق
در:۔ مطاوعت یا اطاعت
یار: وہ صفتِ الٰہی جو تمام موجودات کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی موافق نام سالک کیلئے نہیں ہو سکتا کہ کلمۂ توحید اس اسم پر دائر ہے۔
غمگسار: صفت رحمانی کہ اس میں شمول وعمومیت موجود ہے۔
غم خوار: حق تعالیٰ کی صفتِ رحیمی جو صرف اسی سے مخصوص ہے۔
دِلدار: بسط پیدا کرنے والی صفت جو سرورِ محبت سے پیدا ہوتی ہے۔
دِلبر: بسط کے برعکس قبض پیدا کرنے والی صفت جو دل میں محنت واندوہ پیدا کرتی ہے۔
سرّ: ارادتِ الٰہی کی صفت
دور: سالک کی ہدایت
خمار: مقام وصول سے رجعت بقہر یا بطریق انقطاع۔

www.maktabah.org

شب قدر :۔ وجودِ حق تعالیٰ میں عین استہلاک میں سالک کی بقاء
کفر : تاریکیٔ عالم اور تفرقہ
دیر : عالم انسانی
کافر : صاحب اعمال
تاثیر : مقام خمور
بہار : مقام علم
گلزار : مقام کشف اسرار، جس پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے اُس سے اس کی اضافت کردی جاتی ہے۔
(مثلاً گلزار شہود، گلزار تجلی وغیرہ)
ابر : وہ حجاب جو وصول کا سبب ہو اور اجتہاد کے واسطے سے حصولِ شہود کا موجب ہو۔
جوئبار : مجازی عبودیت
نالۂ زار : محب کی تلاش
نالۂ زیر : محبوب کا الطاف جو محب پر ہو
گوہر : اشاراتِ واضح کے ساتھ "سخن"
سخن چون گوہر : اشارتِ مدرکہ
کنار : دریافت اسرار و دوام
حضور : مقام وحدت
شتر : انسانیت
قطار : نوعیہ
زر : ریاضت
صبر قہر : تقدیر الٰہی پر مجبور ہونا۔
کبر : صفات قہر کا تسلط جو عاشق پر ہوتا ہے۔
زنار : معشوق کا عاشق کو قوت دینا۔

ز

ترک تاز : جذبۂ الٰہی جبکہ سلوک مقدم ہو، جب جہت مجاہدہ سے نشو و نما نہیں ہوتی ناگاہ جذبۂ الٰہی کا صدور ہوتا ہے اور سالک کے کردار کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے باقی احوال کا تکملہ کر دیتا ہے جو سالک کو مقصود تک پہونچا دیتا ہے۔
روز :۔ انوار کا تتابع۔

www.maktabah.org

نوروز: مقام تفرقہ
نماز: مطاوعت
خطِ سبز: عالمِ برزخ

س

مجلس: آیات واوقات حضورِ حق
ناقوس: یاد کرنا اور مقام تفرقہ کا ذکر
نرگس: نتیجۂ علم، جو دل میں پیدا ہوتا ہے
چشم نرگس: سالک سے اس کے احوال وکمالات اور علوم تربیت کا پوشیدہ رہنا اگرچہ لوگ اسکو ولی جانتے اور سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ خود نہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور اس کے برعکس کہ وہ اپنی ولایت کو جانتا ہو لیکن لوگ اس کی ولایت کو نہ جانتے ہوں۔ یہ دونوں حالتیں ایک ہی جنس سے ہیں۔

ش

عیش: دوام حضوری اور اس میں فراغت
قلاش: اگال کے معاشرا مباشر جیسا بھی تقاضائے حال ہو
اوباش: غلبۂ محبت میں گناہ سے بھی اور عبادت سے بھی بیم وثواب کا ترک کرنے والا۔
دوش: عالم ازل اور محل کثرت اسماء میں کبریائی صفت حق کے ساتھ
نباگوش: دقیق

ع

شمع: اللہ کا نور
سماع: مجلس
قطع:۔ ترک الم

ف

لطف: عاشق کی پرورش
زلف: غیب ہویت
تاب زلف: اسرارِ الٰہی
پیچ زلف: اشکالِ الٰہی۔
دف: عاشق کو معشوق کی طلب
علف: شہواتِ نفس اور ہر وہ چیز جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔

www.maktabah.org

ق

عشق : محبت مفرط کا نام
معشوق : حق تعالیٰ جب اسکی طلب حدِ کمال پر پہنچ جائے اس اعتبار و یقین کے ساتھ کہ من جمیع الوجوہ وہی مستحق دوستی ہے۔
عاشق : حق کا متلاشی۔
شوق : طلب حق میں بے قراری جبکہ مطلوب کو پائے اور پھر جب مطلوب کو کھو دے تب بھی اسکی طلب میں مبتلا ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر معشوق نہ ملے تو اسکی بے قراری میں تو سکون ہو لیکن عشق اور طلب اسی طرح باقی رہے اور اگر مطلوب بطورِ دوام حاصل ہو جائے تو عشق میں نقصان اور کمی پیدا نہ ہو بلکہ عشق میں اور اضافہ ہو جائے۔
اشتیاق : میل کلی اور طلب تمام اور عشق مدام میں کمال اضطراب کا یکساں ہونا خواہ اُسے پالے یا نہ پائے۔
فراق : غیب
فرق : صفتِ حیات

ک

میان باریک : سالک کے لئے جب اس کے وجود کے سوا اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا تو اس کے وجود کا حجاب جرباقی ہے۔

گ

شنگ : طوالع اور لوامع انوار کے احکام حضرت اللہ سے
جنگ : گونا گون ظاہری و باطنی بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے امتحانات۔

ل

میل : اصل مقصد سے شعور و آگہی کے بغیر اپنی اصل کی طرف رجوع ہونا "میل" ہے جسطرح جمادات کا طبائع اربعہ کی طرف رجوع ہونا کہ وہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا عناصر کا اپنی طرف رجوع ہونا۔
اعمال : اوامر کی بجا آوری اور متابعت
نیل : حق تعالیٰ کی دوستی پوری طلب اور کمالِ سعی کے ساتھ۔
جمال : معشوق کا اپنے کمالات کو ظاہر کرنا تاکہ رغبت اور طلب میں زیادتی ہو
جلال : معشوق کا عاشق سے بزرگی ظاہر کرنا شان بے نیازی کے ساتھ اور عاشق کے غرور کی نفی کرنا

www.maktabah.org

اور اس کی بے چارگی اور معشوق کی بزرگی کا اثبات کرنا

شکل : وجود حق تعالیٰ

شمائل : جمالیات و جلالیات کا امتزاج اور بسرعت ان کو رواں کرنا

عقل : عالم تمیز

وصال : مقام وحدت جس میں سالک خفیہ و علانیہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

کاہل : بطی السیر (مقامات کو آہستہ طے کرنا) سالک کو گاہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے جب وہ راہ سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور یہ سالک کا کمال ہے اور ایسی سیر کو کامل ترین سیر کہا گیا ہے جو رجعت کی محتاج نہ ہو اور کبھی یہ سالک کے تقصیر کے باعث ہوتی ہے۔

محمل : تکلیف سے جو آرام حاصل ہوتا ہے

نقل : معانی و اسرار کے کشف

سیل : غلبۂ احوالِ دل جسکو فرح و طرح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

گل : نتیجۂ عمل

لب لعل : بطون کلام

م

فہم : آلۂ آگہی و دریافت

رام : محل تجلیات جو عالموں سے پوشیدہ ہے۔

حاکم : شریعت کے وہ اوامر جو سالک پر جاری ہوتے ہیں۔

تظلم : شیطان اور نفس کے شر سے اور اپنی تقصیر سے بارگاہِ الٰہی میں استغاثہ کرنا

نسیم : عنایاتِ الٰہی کو یاد دلانے والی ہوا۔

بام : تجلیات کا محل

چشم : صفتِ بصیری

شراب خام : عیش ممزوج (شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو)

جام : احوال

اسلام : دین کی پیروی اور اسکی پیروی کے اعمال۔

دام : مقادیر بے اختیاری

سلام : درود و تحمدت

عام : وہ اوامر و نواہی جن کی اطاعت مخلوق کرتی ہے۔

www.maktabah.org

غم : پند و اندوہ محنت اور طلب معشوق
سیم : ظاہری اور باطنی تصفیہ
خم : موقف (محل وقوف)
خشم : صفاتِ قہری کا ظہور
سہیم : پرورشِ سالک۔

ن

کین : صفات قہری کا تسلط
نماختن : ایمان الٰہی پر یقین رکھنا۔
آستان : اعمال و عبادت
مہربان : صفتِ ربوبیّت
جانان : صفتِ قیّومی جس سے تمام موجودات کا قیام وابستہ ہے۔ اگر موجودات کا یہ رابطہِ قیام نہ رہے تو قیامِ عالم ناممکن ہوجائے۔
دین : اعتقاد جو مقام تفرقہ سے نمایاں ہوتا ہے۔
بیابان : طریقِ سلوک کے واقعات
فروختن : ترک تدبیر و اجتہاد
گرد کردن : اپنے وجود کو مقدرات کے حوالے کر دینا اور تدبیر و اجتہاد کا ترک کرنا۔
بدل کردن : کسی چیز کا کسی چیز سے یا کسی غرض کا کسی غرض سے برابر کرنا۔
درباختن : نظر باطن سے احوال ماضیہ کا محو کر دینا۔
ترک کردن : ہر چیز سے امید کو منقطع کر لینا
خاستن : قصد و عزیمت
نشستن : سکون
رفتن : عالم سفلی سے عالم علوی کی جانب عروج
آمدن : عالم ارواح یا استغراق اور سکر سے عالم بشریت میں لوٹنا۔
درون : عالم ملکوت
بیرون : عالم ملک
تابستان : مقام معرفت
زمستان : مقام کشف

www.maktabah.org

بستان : محل کشادگی، صفتِ بساطت عام اس سے کہ وہ مخصوص ہو۔
ریحان : انتہائی تصفیہ اور ریاضت سے حاصل کیا ہوا نور
باران : نزولِ رحمت
آب روان : دل کی فرحت
پائے کوفتن : تواجد
دست زدن : اپنے اوقات کی نگہداشت اور حفاظت
چہرۂ گلگون : تجلیات جو خواب بیداری یا عالم بے خودی میں طاری ہوں
لب شکرین : وہ کلام الٰہی جو انبیاء پر فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا اور اولیاء اللہ کو صفائے باطن سے حاصل ہوا۔
لب شیرین : شعور و ادراک کی شرط کے ساتھ بے واسطہ کلام۔
دہان : صفتِ متکلمی
دہان شیریں : فہم و وہم انسانی سے پاک صفتِ متکلمی
سخن : اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارت و انتباہ
سخن شیریں : مطلقاً اشارتِ الٰہی جو انبیاء علیہم السلام کو بواسطہ وحی اور اولیائے کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہوں
دُرِ سخن : مادہ و غیر مادہ میں مکاشفات و اسرار اشاراتِ الٰہی جو محسوس و معقول ہوں۔
گوہر سخن : مادہ اور غیر مادہ میں واضح اشارات جو معقول و محسوس ہوں۔
زبان : اسرارِ الٰہی زبان شیریں : وہ امر جو تقدیر کے موافق ہو۔
میان : طالب و مطلوب کے درمیان سابقہ سرِ مقام و حجاب کے متعلق
موئے میان : سالک کی نظر کا قطع محب پر ہونا اپنی ذات کے لحاظ سے اور غیر کے اعتبار سے
جستن : جمیعتِ کمالِ معشوق۔ سلطان : عاشق کی ارادت کے مطابق احوال کا جاری ہونا۔
ہجران : غیر حق کی طرف اندرونی اور بیرونی توجہ۔ پیر مغان : مرشدِ محقق کی طرف اشارہ۔
کلبۂ احزان : وقت حزن و اندوہ۔ میدان : مقامِ شہوت۔
چوگان : تمام امور میں تقدیر الٰہی بطریق جبر و قہر
فغان : احوالِ درونی کا اظہار
مردن : حضرتِ حق سے تھوڑا دور ہونا
ساربان : رہنما

www.maktabah.org

ایمان : مقدارِ دانش
حسن : جمعیتِ کمال

و

آرزو : اپنی اصل کی طرف میلان معمولی آگاہی کے ساتھ اور اصل و مقصد کا تھوڑا سا علم
گیسو : طلبِ کمال کے طریقے۔
سرو : علوِ مرتبت
کمان ابرو : بہ سببِ تقصیرِ سالک پر سقوط کا نزول یا پیش آنا اور پھر عنایتِ ازل سے اس کو اس کے درجہ اور مقام سے ساقط نہ کرنا۔
جفت ابرو : تقصیر کے باعث سالک کا اس کے درجہ اور مقام سے سقوط اور پھر جذبہ کے باعث عنایتِ الٰہی کے تعاون سے جس درجہ سے سقوط ہوا تھا اس درجہ پر صعود کرنا۔
طاقِ ابرو : درجہ و مقام سے تقصیر کے باعث ترقی کے اشارے کو سالک سے ساقط کر دینا، چشم پوشی کر لینا
شست وشو : عقل سے بے بہرہ کر دینا اور حضورِ عاشق و معشوق میں صفا کا پیدا کرنا۔
جستجو : عیب گیری و نکتہ چینی۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔
گفتگو : عتاب محبت آمیز ابا ہمال بازو : مشیئت

ہ

کرشمہ : التفات
شیوہ : وہ معمولی سا جذبۂ الٰہی جو کبھی پیدا ہو اور کبھی پیدا نہ ہو جو غرور و غفلت کا سبب نہ بن جائے
خانہ : خودی
کُنہ : جمیع مخلوقات کے ادراک کے اعتبار سے ماہیتِ الٰہی۔
دست گاہ : تمامی صفتِ کمال کا حصول ہر صفت پر قدرتِ کاملہ کے ساتھ
محلّہ : صفتِ کمالات سے متصف ہونا۔
دیدہ : اطلاعِ الٰہی سبزہ : عینِ معرفت
مژہ : حکمتِ الٰہی کے حکم سے سالک کا اپنے اعمال میں سستی کرنا سرًا و جہرًا
تیرِ مژہ : بظاہر و بباطن سالک کا اپنے اعمال میں سستی نہ کرنا۔
چشمِ آہوانہ : سالک کی تقصیرات سے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سالک کے عین سے لیکن سالک کو آگاہ کر دینا اس کی تقصیرات سے نیز اس کے غیر سے
شرابِ پختہ : عیش صرف۔

www.maktabah.org

شراب خانہ : عالمِ ملکوت
میخانہ : عالمِ لاہوت
میکدہ : قدمِ مناجات
خمخانہ : غلباتِ شوق اور غلبات کے نزدل کی جگہ جو عالمِ دل ہے
بادہ : عشق جبکہ کمزور ہو۔ ایسا عشق عوام کو بھی لاحق ہوتا ہے۔
جرعہ : اسرارِ مقامات و احوال جو سلوک میں سالک سے پوشیدہ ہیں۔
شبانگاہ : احوال کا ملکہ حاصل ہونا
توبہ : ناقص چیز سے کمال کی طرف لوٹ جانا
زکوٰۃ : ترک و ایثار
کعبہ : مقام وصول
خرقہ : صلاحیت وصورتِ سلامت
سجادہ : ستِرِ باطن یعنی ہر شے جس میں نفس کی آمیزش ہو۔
لالہ : نتیجۂ معارف جس کا مشاہدہ کیا جائے۔
شگوفہ : علوِ مرتبہ
بنفشہ : ایسا نکتہ جہاں قوتِ ادراک صرف نہ ہو سکے
ترانہ : آئینِ محبّت
چہرہ : وہ تجلیات جو سائل کی آگہی کے قابل ہوں
خالِ سیاہ : عالمِ غیب
خطِ سیاہ : غیب الغیوب
سلسلہ : اعتصام خلائق۔ یعنی خلائق سے تعلق رکھنا
سینہ : عالم الہیہ کی صفت
ہدیہ : ولایت۔ کیا باعتبار اجتبا اور کیا بلحاظِ اصطفا
بوسہ : کیفیت کلام علمی اور عملی، صوری اور معنوی کو قبول کرنے کی استعداد
غمکدہ : مقام مستوری
دہ ودیہ : وجود مستعار
آہ : علامتِ کمال عشق جو بیان میں نہ آسکے
پردہ : جو عاشق و معشوق کے درمیان مانع ہو۔

www.maktabah.org

ی

مستوری : تقدیس
تیزی : اعمال بندہ کو رد کر دینا
سرکشی : سالک کے ارادہ اور مراد کے مخالف
تندی : صفتِ قہاری اس طرح کہ جیسی مشیئتِ الٰہی ہو
توانائی : مختار کی صفت
تونگری : تمام کمالات کے حصول کی علامت
متواری : احاطہ واستیلائے الٰہی
آشنائی : ربوبیت کا حقیقی تعلق مخلوقات سے اکلیہ و جزئیہ جیسا کہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے۔
بیگانگی : عالم الوہیت میں ایسا اشتغال جس میں کسی اعتبار سے بھی مماثلت اور مشابہت نہیں۔
کوہی : مقامِ عبادت
دلکشائی : دل کے اندر مقام انس میں فتاحی کی صفت
جان افزای : باقی اور ابدی صفت جس میں فنا کا دخل نہیں ہے۔
مومئی : ظاہر ہویت، یعنی ایسا وجود کہ ہر ایک کو اسکی معرفت کا علم تو حاصل ہے لیکن اس تک رسائی نہیں ہے
پیشانی : ظہورِ اسرارِ الٰہی
چشمِ خماری : تقصیرِ سالک کو چھپانا۔ لیکن ایسے اربابِ کمال پر کشف ہو جاتا ہے جو اس سے اکمل واعلیٰ اور اجل ہوں
مئی : غلباتِ عشق باین شرط کہ ان اعمال سے ہو جو سلامتی کے قرین ہوں اور یہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔
ساقی : شراب پہنچانے والا۔ یعنی دل میں اسرارِ الٰہی کا فیض پہنچانے والا۔
صراحی : مقامِ مستی۔ عشق کا تمام صفاتِ ظاہری و باطنی کو اپنی گرفت میں لے لینا اور یہ ابتدائے "سکر" ہے۔
نیم مستی : استغراق سے آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا
ہشیاری : صفاتِ ظاہری اور باطنی پر غلبۂ عشق سے اقامت کا حاصل ہونا اور یہ ابتدائے "صحو" ہے
زندگی : طاعت الٰہی میں اپنے اعمال سے قطع نظر کرنا
لاابالی : کسی بات کی پرواہ نہ کرنا جو کچھ بھی پیش آئے کہنا اور کرنا۔

www.maktabah.org

صبوحی : محادثہ (باہم گفتگو کرنا)
غیوبی : مسافرت
زردی : صفتِ سلوک
سرخی : قوتِ سلوک
سبزی : کمال مطلق۔ باقی تمام کا قیاس اُن رنگوں پر کیا جاتا ہے جو بیان کیئے گئے ہیں وہ جس قبیل سے ہوں اسی سے اسکی تاویل کی جاتی ہے۔
سپیدی : وہ یکرنگی جو توجہ تمام کے ساتھ ہو
کبودی : تخلیطِ محبت
بوئی : دشمنوں سے آگاہی اور دل سے پیوستگی کی کوشش
نامی : پیغام محبوب
روئی : تجلّیات کا آئینہ
ماہ روئی : مادہ میں تجلّیات کا ظہور خواہ وہ حالتِ خواب میں ہو یا عالم بے خودی میں۔
گوئی : سالک کی مجبوری اور اس کے مقہور رہنے کی حالت جو اسکو سیر میں تقدیرِ الٰہی کے چوگان کے سامنے پیش آتی ہے۔
بیماری : قلق اور اندرونی اضطراب
زندگی : قبول و اقبال
تندرستی : دل کا قرار پانا
افتادگی : حالت کا ظہور
خرابی : تصرفات اور عقلی تدابیر کا منقطع ہونا
بیہوشی : مقامِ پوشیدگی
دیوانگی : احکام عشق کی فتح مندی
بدہوشی : ظاہری و باطنی استہلاک
بندگی : مقامِ تکلیف
آزادی : مقامِ حیرت
بے نوائی : ناتوانی
فقیری : عدمِ اختیار اس طرح کہ اس سے علم و عمل کو بھی لے لیا جائے۔
دردی : عالمِ تفرقہ و دقائق کی کیفیات کے معارف کا شعور

www.maktabah.org

کاہلی : سالک کا بطی السیر ہونا
باری : توجہ خالص کہ اعمال سے ثواب کی امید نہ رکھی جائے
سردی: نفس کا سرد ہونا ، نفس کی برودت
گرمی : وہ حرارت وگرمی (شوق) جو محبوب کے لئے ہو۔
بیداری : عالم صحو
پاکبازی : توجہ خالص جس کے بدلہ نہ ثواب کی طلب ہو اور نہ علوِ مرتبت کی۔

---

www.maktabah.org

لطیفہ ۱۹

دربیان معانی ابیات متفرقہ جو مجملات متصوفہ کے متعلق مختلف فضلائے سے صادر ہوئے

قال الاشرف:

اسرار المشائخ دُررٌ و الفاظ الشعراءِ اصدافها۔

ترجمہ:۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ مشائخ کے اسرار موتیوں کے مثل ہیں اور شعراء کے اشعار اُن موتیوں کی سیپیاں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ بعض شعراءِ متقدمین کے اشعار اور فضلائے کاملین کے کلمات اگرچہ شعراء کی اصطلاحی زبان میں ہوتے ہیں لیکن جب تصوف کے مطابق اور معرفت کے موافق ان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اشکال سے خالی نہیں ہوتے البتہ توحید و معرفت میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں کہ ان کے معانی کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے مولانا جلال الدین رومی کی اکثر غزلیں اور مولانا محمد شیرین المعروف بہ مغربی اور حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی اور ان جیسے دوسرے حضرات کا کلام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو قطب الاولیاء سلطان ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ سرہٗ) کی اس رباعی کے معنی جاننے کا بہت شوق تھا اور وہ اکثر اس کوشش میں مصروف رہتے تھے۔ اگرچہ اسی رباعیاں حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے کہی ہیں جو تمام صوفیہ کی مشکلات کے حل میں ہیں اور وہ قضائی حاجات کے لئے انہیں مسلسل پڑھتے تھے اور مہمات حل ہو جاتی تھیں لیکن اُن میں سے یہ ایک رباعی بہت مشہور ہے:۔

رباعی

حوراں بہ نظارۂ نگارم صف زد — رضوان ز تعجب کفِ خود بر کف زد

یک خال سیہ بر آن رخان مطرف زد — ابدال ز بیم چنگ بر مصحف زد

حضرت خواجہ باوجودیکہ حضرت (ابوسعید ابوالخیر) کی روح مبارک سے مستفید تھے لیکن دنیاوی مشغولیتوں اور یہاں کی مصروفیتوں کے باعث اس رباعی کے معنی کا ادراک، انکشاف اُن کو صحیح طور پر نہیں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں امیر الامراء امیر ناصر الدین تبریزی زاد توفیقہ لاعانت العباد نے بعض اکابر زمانہ اور مشائخ عصر سے اس رباعی کے معانی کی تحقیق کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھ سے بھی یہ فرمائش کی اور امیر الامراء کے بعض احباب اور

www.maktabah.org

وابستگان نے اس رباعی کے معانی بیان کئے، ہر چند کہ ان حضرات کی تصریح و تشریح بھی حقائق و دقائق کے انکشاف سے خالی نہیں تھی، لیکن ان تصریحات و توضیحات سے اس فقیر کی تشنگی دور نہیں ہوئی اس لئے کہ ان حضرات نے جو معانی بیان کئے تھے ان میں اور اس رباعی کے بیمار پر پڑھ کر دم کرنے میں کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی تھی اگرچہ بذاتِ خود اس رباعی کے معانی ہیں اس سلسلہ میں پوری پوری استعانت موجود ہے (کہ وہ بیمار کو شفا بخشتے ہیں)، میں اسی فکر میں تھا کہ فیاضِ حقیقی نے اس فقیر کے دل میں اس رباعی کے اصل معانی کا القا فرمایا بمصداق من ادام قرع باب لا شك ان یفتح (جو شخص دروازہ پیٹتا رہتا ہے یقیناً اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔) اس سے میری طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔ لہٰذا میں اس رباعی کے معانی بیان کرتا ہوں لیکن اس سے قبل یعنی رباعی کی شرح سے پہلے اس مقدمہ سے استفادہ ناگزیر ہے۔ (بطور مقدمہ ان باتوں کا سمجھنا ضروری ہے) حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارواح انسانی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ مشاہدۂ جمال اور معائنۂ جلال کر سکے جیساکہ اس حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے: فاحببت ان اُعرف (پس میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں) اس ارشاد میں اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ چونکہ ارواح مشاہدۂ جمال میں مصروف تھیں اور معائنۂ جمال کے آبِ زلال سے سیراب ہو رہی تھیں لہٰذا ان کو اس جمال سے ایک نسبت و محبت حاصل ہو گئی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان تمام ارواح کو بمقتضائے مشیت عالم اشباح میں پہنچایا تو اس وقت عذارِ مقصود اور رخسارۂ وجود حقیقی پر ایک حجاب پڑ گیا، ہر چند کہ ان ارواحِ مستورہ نے چاہا کہ وہ اپنی حالت سابقہ پر لوٹ جائیں (تاکہ پھر اسی طرح مشاہدۂ جمال میں مصروف ہو جائیں) اور مواصلتِ دائمی کی طرف پھر لوٹیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔

شعر

ہر کرا در راہ غربت پائے در گل ماندہ اند
آں مگر در خواب بیند باز یار خویش را

ترجمہ:۔ جو لوگ مسافرت میں تھک کر بیٹھ گئے ہیں وہ اب خواب ہی میں اپنے دوست کا دیدار کر سکیں گے منزلِ دوست تک تو پہونچنا مشکل ہے۔

جیساکہ حضرت آدم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حالت میں اگرچہ اشتیاق جمال حد سے فزوں ہو جاتا ہے لیکن تعلقات بدنی کے باعث رفتہ رفتہ ارواح اجسام سے مانوس ہوئیں اور اس درجہ پر پہونچ گئیں کہ ابنائے آدم علیہ السلام مشاہدۂ جمال سے محروم و محجوب ہو گئے اور مشاہدہ کی لذت کو فراموش کر بیٹھے۔

بیت

شدہ با شاہد حرماں در آغوش
شراب وصل را کردہ فراموش

ترجمہ:۔ بے بہرہ محبوب سے ہم آغوش ہوا اور شرابِ وصل کو فراموش کر دیا۔

www.maktabah.org

اور یہ فراموشی اس حد تک بڑھی کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے کوشش کی اور ان ابنائے آدم کو اس حالت (مشاہدہ جمال) کی یاد دہانی کرائی لیکن ان کو (وہ دورِ مواصلت اور وہ حالت) یاد نہ آئی جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ [1]	تحقیق کہ جو لوگ منکر ہوئے، برابر ہے ان کے لئے کہ تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ:۔

بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝ [2]	بدلہ ان کے جھوٹ کا

اسی مخلوق میں ایک دوسرا گروہ ایسا تھا جس نے اگرچہ اس مواصلت اور مشاہدۂ جمال کو فراموش کر دیا تھا لیکن جب انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء نے ان کو یاد دلایا تو ان میں سے اس نورانیت کے باعث جو ان میں موجود تھی، مشاہدہ جمال کا اشتیاق عظیم پیدا ہوا اور وہ ظلمت کفر سے نکل آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے (اس دور مواصلت کو فراموش ہی نہیں کیا ہے)، یہ وہی حضرات ہیں جن کے دلوں میں آتش محبت موجود تھی اور اس آگ کا فرو کرنا (بجھانا)، اس مشاہدہ جمال کی یاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔

قطعہ

مسلمانان! مرا ترکیست یغمائی	کہ او صفہائے شیراز را بدراند بہ تنہائی
بہ پیش خلق نامش عشق، پیش من بلائے جان	بلائی محنت شیرین جز بااو نیا سائی
دہان عشق می خندد دو چشم عشق می گرید	کہ حلوا سخت شیرین است ناپیدا است حلوائی

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! اے مسلمانو! میرا محبوب ایسا ترک یغمائی (لوٹنے والا ترک) ہے کہ وہ اکیلا ہی شیروں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نام دنیا والوں نے عشق رکھا ہے وہ اس کو عشق کہتے ہیں اور میں اس کو بلائے جاں کہتا ہوں اگرچہ وہ بلا ہے لیکن ایسی گوارا اور پسندیدہ بلا ہے کہ تجھے اس کے بغیر آرام نہیں مل سکتا۔ دہن عشق تو اس لئے مسرور و خنداں ہے کہ یہ حلوا بہت ہی شیریں ہے لیکن چشم عشق اس لئے گریاں ہے کہ اس حلوے کا بنانے والا نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ پردے میں ہے۔

یہ وہی حضرات ہیں کہ ان میں سے جب کسی کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے یا تکلیف پہونچتی ہے اور اس حال میں کوئی ان کو موت کی یاد دلاتا ہے تو اس وقت ان کو نہایت حظ حاصل ہوتا ہے کہ اب مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بعد کمال بھی اس مشاہدۂ جمال کا حصول بغیر موت کے

---

[1] پ ۱ سورہ بقرہ ۶ [2] پ ۱ سورہ بقرہ ۱۰

www.maktabah.org

ناممکن ہے۔ پس اسی مسرت ونشاط کے اثر سے اُن کا بدن ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ مسرت و شادمانی کا خاصہ ہے کہ جب بیماری میں ایسی کیفیتِ مسرت طاری ہوتی ہے تو مواد تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور بیماری اسی مواد کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اطبائے زمانہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے لہٰذا یہاں اسی قدر بیان کر دینا کافی ہے اس سے زیادہ تصریح (مواد کا تحلیل ہونا) علم طب کے ذریعہ معلوم کیجا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوستوں کی عیادت بیمار دوستوں کی صحت کا موجب ہوتی ہے جیساکہ کہا گیا ہے "لقاء الخلیل شفاء العلیل" (دوست کا دیدار بیمار کی شفا کا باعث ہوتا ہے جو ایک طرح سے اس دوا خانے کا شربت بھی ہے) اور لذت مشاہدہ کا حقیقی حصول اس عالم فانی سے منتقل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس طرح بشارت دی ہے کہ:۔

من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ۔ — جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے تو میں اسکو جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دوں۔

آپؐ کا یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ آپ کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ آپ ماہ ربیع الاول میں اس لالہ زار فانی سے گلزار سبحانی کی طرف تشریف لے جائیں گے اور گلِ وصالِ حقیقی کی خوشبو سے مشام جاں کو معطر فرمائیں گے پس یہ امر مسلم ہے کہ مرنے کا ذکر ایک طائفہ کے لئے صحت یابی کا موجب ہے جیساکہ بیان کیا جا چکا ہے یہ فقیر (جہانگیر اشرف) کہتا ہے کہ اس رباعی کو بیمار کے سرہانے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس رباعی میں ضرور کوئی ایسی چیز ہے جو اہل محبت کے لئے سرور و شادمانی کا باعث ہے اور وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [1] — اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے رضامند ہے

اب رباعی کے مطلب و معنی اور مدعا کی طرف متوجہ ہوں کہ حورائے سے مراد "حور و غلمان" ہیں کہ جو بیمار کے مرتے وقت اس کی بالین پر اسکو نظر آتے ہیں جیساکہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے اور نگار سے مراد وہ روحِ انسانی ہے جس کو مقام محبوبی حاصل ہے۔

یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ [2] — وہ اس کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتا ہے۔

اور ارواح انسانی سے مراد عقل کا رضوان ہے جو دل کا دربان، خزانۂ قلب کا نگہبان اور بہشتِ دل کا باغبان ہے۔ اخبار صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کا اطلاق دل پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے " اگر عرش اور صد ہزار عرش کے برابر کچھ اور عارف کے دل میں گذریں تب بھی عارف کے دل کو خبر نہ ہو" اس کا تعجب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح حالتِ تریح

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر آیت آخر [2] پ ۶ سورہ مائدہ ۴ ۵

www.maktabah.org

ہیں اس چیز سے مطلع ہے جس کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے (یعنی فقر حقیقی) خالِ سیاہ سے مراد وہ ذلت وخواری و انکسار ہے جو مرتے وقت مرنے والے میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس خال سیاہ سے مراد وہ فقرِ حقیقی ہے جو روح کو عین مشاہدہ میں حاصل ہوتا ہے اور اس رباعی میں یہ معنی یعنی فقر حقیقی سے مراد لینا مستبعد نہیں ہے ابدال سے مراد قوائے نفسانی ہیں کہ تبدّل وتغیّر ماہیتِ انسانی کے لوازم ہیں اور مصحف سے مراد حقیقتِ انسانی ہے جو ایک نسخۂ جامعہ اور ایک مظہرِ کلی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔ [1] — عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھائینگے دنیا بھر میں اور خود ان کے نفوس میں ہیں۔

چنانچہ صاحب مرصاد العباد (شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ دایہ) کہتے ہیں:۔

قطعہ

ای نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی ۔۔۔ وای آئینۂ جمال شاہی کہ توئی
بیرون ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست ۔۔۔ در خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

ترجمہ:۔ اے انسان! تو نسخۂ نامۂ الٰہی ہے یعنی نامۂ الٰہی کا متن ہے اور اس بادشاہِ حقیقی کے جمال کا آئینہ تیری ہی ذات ہے۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ تیری دسترس سے باہر نہیں ہے، جو کچھ تو چاہتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر ہی طلب کر۔

"چنگ زدن" سے مراد اُن نفوس کی آویزش روح اور زبان سے ہے تاکہ انکو اپنے مرتبہ میں انحطاط سے آگاہی ہو سکے۔ اور روح کا علو مرتبت یہی ہے جو اس تقریر سے تحقیق کو پہنچا، اس اعتبار سے رباعی کے معنی سرور انگیز اور نشاط افزا ہیں جس کو سنکر بیمار کو شادی اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔

بیت

از پئی این عشق و عشرت ساختن
صد ہزاران جان بباید باختن

ترجمہ:۔ اس عشق و سرور کے پیدا کرنے کیلئے لاکھوں جانیں بھی قربان کردینی چاہئیں۔

چونکہ سنت الٰہی اور تقدیر نامتناہی میں یہ مقرر ہے کہ روح کو اس عالم (فانی) میں کچھ مدت کے لئے اسکی تکمیل کے لئے بھیجدیا جاتا ہے اور اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود کو اس قفس سے چھٹکارا دلا سکے (پس موت اس کام کو انجام دیتی ہے) اس تحقیق (معانی) کے بعد اگر کوئی شخص اس رباعی کو ایسے بیمار کے سامنے پڑھے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ اس رباعی کے معانی سے حالتِ رجوع یا اس قفسِ عنصری سے نجات کو سمجھے

---

[1] پ ۲۵ سورہ حٰم سجدہ ع ۵۲

www.maktabah.org

تو ضرور اس میں سرور و نشاط کی کیفیت پیدا ہوگی اور عوام کو بھی ان کی نفع اندوزی سے صحت حاصل ہوگی بجاہ النبی و آلہ الامجاد ۔

شعر

ای مشکل حل و حلِ مشکل
زان سوئے ازل بہ ہشت منزل

مندرجہ بالا شعر بھی کسی بزرگ سے منسوب ہے اور اس سلسلہ میں خلاصۂ سخن یہ ہے کہ یہ "مشکلِ حل" زبان و بیان حمد ہے یعنی اے وہ ذات عظیم کہ تمام ملائکہ و انبیاء و مرسلین کی زبانیں اور تمام کتب منزلہ کی عبارتیں مشکلِ دینی کے حل کا ذریعہ اور تمام دینوی معاملات کے اظہار کا واسطہ ہیں، تیری ذات بلند و بالا کے اسرار کے حقیقت کی تشریح سے قاصر ہیں اور تمام افہام عقول تیری تقدیس کی حقیقت کی معرفت سے عاجز ہیں۔ اس کے بعد حلِ مشکل کہا گیا ہے وہ ضرورتِ شعری کی بناء پر مفعول کو ذکر کرکے فاعل مراد لیا گیا ہے یعنی مشکلات کو حل کرنے والا شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے علیم و دانا! تمام مخلوقات کی أشکال اور تمام موجودات کے اسرار تیرے علم میں آفتاب کی طرح ہویدا ہیں اور دلوں کے تمام بھید تیری بصیرت کے حضور میں روشن و نمایاں ہیں اور واقفان اسرار کی گتھیاں اور تمام ناواقفوں اور نادانوں کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جن کے فہم سے وہ قاصر ہیں تیرے تعلّم کی عنایت اور تیرے تصرف کی ہدایت سے اُن کیلئے سہل و آسان بن گئے ہیں۔

(یہ تھا مصرعۂ اوّل کا مفہوم اب دوسرا مصرعہ لیجیے) یعنی زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" معلوم ہونا چاہیئے کہ ازل اور ہے ازلِ ازل اور ہے صرف ازل سے وہ زمانہ مراد ہے جو علم کی اضافت ہے اور یہ عالمِ ارواح کا مبداء ہے۔ پس افرادِ عالم میں سے ہر فرد کا وجود مرتبۂ ارواح میں ازلی ہے اور ازل کی ازلیت وجود مطلق کی بقا کے امتداد سے مراد ہے۔ اور وہ زمانہ سے مسبوق نہیں ہے۔ اگر اس کو زمانہ سے مسبوق مان لیا جائے تو اس کا آغاز عدم سے ہوگا۔ جب بطور مقدمہ ان تصریحات سے آگاہی حاصل ہوگئی تو اب شعر کے مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ جب فیض وجود کا آفتاب جو ہویتِ غیب کے مطلع فیض سے طلوع ہو کر عالم جسمانی کے افقِ انتہار پر پہنچتا ہے۔ (فیض وجود جب پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہوتا ہے) تو اس آفتاب وجود کا گزر آٹھ جبروتی اور ملکوتی منزلوں سے ہوتا ہے۔

پہلی منزل مرتبہ حیٰ ہے۔ اس منزل میں نزول صفتِ "حیٰ" کے فیض سے ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اس فیض کو سببِ وجود اور سرِ روحانی بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری منزل اس منزل سے وہ منزل علم کی طرف نزول کرتا ہے جہاں پہنچکر وہ صفتِ علیمی سے مستفید ہوتا ہے اس مرتبہ میں اسکو معلوم کہا جاتا ہے۔

تیسری منزل اس (دوسری) منزل سے وہ (تیسری) منزل، منزلِ ارادت میں نزول کرتا ہے۔ وہاں مُرید کے رنگ

www.maktabah.org

میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور اس مرتبہ میں اسکو مراد کہتے ہیں۔

چوتھی منزل یہاں سے وہ منزلِ قدرت میں نزول کرتا ہے اور یہاں آثار قدیری سے کچھ اثر قبول کرلیتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مقدور کہتے ہیں۔

پانچویں منزل پھر یہاں سے یعنی چوتھی منزل سے وہ منزل سمعی میں نزول کرتا ہے اور عالم سمعی کی ایک حقیقت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو مسموع کہتے ہیں۔

چھٹی منزل مرتبہ مسموع سے وہ منزل بصیری میں نزول کرتا ہے اس منزل میں سعادتِ بینائی اسکی صفت بن جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو ملحوظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ساتویں منزل اس منزل سے وہ منزلِ کلامی میں نزول کرتا ہے اور اس مرتبہ میں حضرت احدیت کے احکام کے تصرفات کے لئے کلام روحانی کو قبول کرنے کی استعداد اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ میں اسکو کلیم سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہاں پہنچکر افراد وجود کا ہر فرد کلمہ از کلمات اللہ سے موسوم ہو جاتا ہے۔ (کلمۃ من کلمات اللہ) جیساکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں فرمایا گیا ہے ا۔

وَكَلِمَتُهٗٓ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ [۱] اور اس کا کلمہ ہے جسکو مریم کی طرف پہنچایا گیا۔

یہ بھی مراتب وجود سے ایک مرتبہ ہے ان اسماء کو "آئمہ سبعہ" کہتے ہیں اور مفاتیح غیب بھی انکو کہا جاتا ہے۔

آٹھویں منزل اس کے بعد آٹھویں منزل میں اس کا نزول ہوتا ہے جو عالم ارواح ہے۔ اسکو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اس عالم میں پہنچکر غیب سے ان صفات کے تکملہ کی صفات پیدا کی جاتی ہیں۔

یہاں سے وہ منزل شہادت میں نزول کرتا ہے اور عالمِ حسّی میں وجودِ خارجی کا ظہور ہوتا ہے۔ نصف دائرہ وجود اس کے ظہور سے (تمام) پورا ہو جاتا ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ عالم ارواح ہی عالم ملکوت ہے۔ اب ازل کو سمجھنا چاہیئے ازل وجود افراد و اعیان کا عالم معاد ہے اور عالم حسّی کے افراد کا ہر فرد اس عالم حقیقی میں ہے جو اُن موجودات کے لئے ازل ہے اور یہ ازلِ اَزل کا عکس ہے (جسکی تعریف پہلے کی جا چکی ہے) وہ ازلِ اَزل امتداد بقائے ہویت ہے۔ پس شاعر نے جو کہا ہے "زان سوئے ازل بہ ہشت منزل" وہ بالکل بجا اور درست کہا ہے کہ فیض وجود ہویت غیب کے فیض وجود (جعل بسیط) سے مراتب و منازل جبروتی کی ساتوں منزلوں سے گذر کر منزلِ ملکوت تک پہنچا ہے۔ جو اعیان مقیدہ کا ازل ہے۔ پس حضرت ہویت جو مطلوب حقیقی ہے ورائے منزل ہشتم میں تھا۔ "یہ معانی میں نے حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ سے سماعت کئے ہیں۔"

شعر

ز دریائی شہادت چون نہنگ لا بر آرد ہو
تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

---

[۱] پ ۶ سورہ نساء ۱۷۱

ترجمہ:۔ دریائے شہادت سے جب لا کے غوطہ خور نے ہو کا نعرہ لگایا تو عین طوفان میں نوح پر تیمم فرض ہو گیا۔

لطائف اشرفی کا جامع (یعنی حاجی نظام غریب یمنی) حضرت والا صیف خان کی خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ فضلائے زمانہ جو مشرب صوفیہ سے آگاہی رکھتے تھے، اس شعر کی شرح بیان کر رہے تھے، اور دُرِ معانی کو رشتۂ بیان میں پرو رہے تھے تو اثنائے بحث میں حضرت صیف خان نے اس خادم کی طرف توجہ کی اور ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب اس شعر کی شرح جو حضرت قدوۃ الکبراؒ نے کی تھی بیان کرو۔ ہر چند کہ اس خادم نے انکسار کا اظہار کیا اور فاضلوں کے زمرے سے خود کو باہر رکھا لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس شعر کی شرح میں ضرور کچھ نہ کچھ کہوں، چنانچہ اسکی شرح میں جو کچھ میں نے اپنے مرشد والا (حضرت قدوۃ الکبرا) سے سنا تھا اس طرح بیان کیا کہ:۔

دریائے شہادت سے مراد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ جب طالب صادق اور ذاکر حق کلمۂ نفی و اثبات کی تکرار مداومت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے معانی میں غور و فکر کرتا ہے تو ہر طرف سے انوارِ الٰہی اور اسرار نامتناہی اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت نفی (لا) کی طرف سے اسکی نظر ماسوائے ذات سے پاک ہو جاتی ہے اور کثرت کے آثار اس کی نگاہوں سے مخفی ہو جاتے ہیں اور اثبات (الا اللہ) کی جانب سے صفاتِ ذات و اراداتِ کمالات اسکی چشم شہود میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں۔ اس عین عالم حصول میں اچانک نہنگ لا (نفی) جس سے ہمیشہ عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں تجلی ذات کا گوہر جو اس کو صدف ہوسے حاصل ہوا ہے سالک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور فنائے ذات کا موتی اس کے دامن حال میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس وقت نوح جس سے سالک مراد ہے کو چاہئیے کہ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا[1] (پس تم مٹی سے تیمم کرو) کے اقتضاء کے بموجب اس خاک کا عزم کرے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ[2] (تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے)، یعنی اپنے اصل منشا اور حقیقی مبنا جو اس کا عین ثابتہ ہے کی طرف رجوع کرے اس طرح وہ فناء الفنا کی منزل میں پہنچ کر تیمم حاصل کرے گا اور طوفانِ شعوری سے نکل کر گرداب بے شعوری سے واصل ہو جائے گا۔

بیت

بدریائی وصالت ہر کہ سباح بصحرائی کمالت ہر کہ سیاح بود بہتر کہ او غواص باشد برون از عام واندر خاص باشد زند در بحرِ وجدان غوطہ یکبار بر آرد از تکش لولوئی شہوار	ہر وہ شخص جو تیرے دریائے وصال کی تسبیح پڑھنے والا ہے اور ہر وہ شخص جو تیرے صحرائے کمال کا سیاح ہے اس کیلئے بہتر ہے کہ وہ غواص بنے باہر سے وہ عام ہو اور اندر خاص ہو۔ وجدان کے سمندر میں جو ایک مرتبہ غوطہ لگائے گا تو اسکی تہہ سے انتہائی قیمتی موتی نکالے گا۔

[1] پ ۵ سورہ نساء آیت ۴۳ [2] پ ۲۱ سورہ روم ۲۰

www.maktabah.org

دگر در بحر شد از غوطہ آگاہ
نخوانم بہر او غواص جانکاہ
بباید علم غوطہ دور کردن
ز خاطر خویش را مہجور کردن

دوسرے وہ جو سمندر کی غوطہ خوری سے صرف آگاہ ہے۔ ہم اس کو جانکاہ غوطہ خور نہیں کہہ سکتے۔ غوطہ خوری کا علم دور کرنا چاہیئے۔ اپنے دل کو اس سے مہجور کرنا چاہیئے۔

بعض اصحاب معرفت نے تیمم سے مراد نزول کی طرف رجوع کرنے سے لی ہے یعنی فناء الفناء کے بام عروج سے نزول کرے۔ اس بنا پر کہ سالک کے لئے ترقی کے بعد نزول واجب ہے تاکہ اس منزل کے بعد وہ اصحاب سلوک اور احباب فقر کی رہنمائی اور ہدایت کر سکے کہ ماجان معرفت نے اس منزل پر پہونچکر سالکان طریقت کی ہدایت در ہنمائی کی ہے نہ وہ کہ جو فناء الفناء میں ہمیشہ غوطہ زن رہتے ہیں چنانچہ بعض مجذوبان روزگار و محبوبان کردگار جنہوں نے صعود کے بعد نزول نہیں کیا وہ اس گرداب (بے شعوری) میں پھنسے رہے ہیں اور ان سے سالکان طریقت کی تربیت نہیں ہو سکی ہے۔

ابیات

بہمت ہر کہ سر در آب افگند
برآرد گوہر از دریائی فرخند
درایتاں ہر کہ سر در تگ نہادہ
بماند در کفش در کم فتادہ

ترجمہ:۔ جو کوئی ہمت سے کام لے کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے وہ دریائے معرفت سے موتی نکال لاتا ہے اور جو کوئی دریا یا سمندر کی تہہ تک جاتا ہے اور وہیں ٹھہر جاتا ہے تو بہت کم موتی اس کے ہاتھ میں آتے ہیں۔

بیت

اگر در عقل گنجیدی جمالش
ورق بر دست نامحرم نہ دادی

ناظران جمال معانی شاہدان خیال نکتہ دانی (عارفان الٰہی) سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عقل سے مراد ملائکہ ہیں جن کو عقول کہا جاتا ہے اور ان عقول میں عقل اوّل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اور چونکہ ملائکہ میں اسرار الٰہی کے مظہر ہونے کی استعداد اور صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ [۱]

بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین ...

یہ بات ظاہر ہے کہ امانت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا گیا مگر صرف انسان نے اس بار گراں اور اسرار جاں نگار کے آسمان کو سر پہ اٹھا لیا۔ جیسا کہ مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) نے کہا ہے:

شعر

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

---

[۱] (پ ۲۲ سورہ احزاب ۷۲)

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ آسمان جب اس بارِ امانت کو نہ اٹھا سکا تو پھر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ڈالا گیا یعنی انسان کے حوالے کردیا۔
ہر چند کہ ملائکہ ایک پل کے لیئے بھی اس کی عبادت سے غافل نہیں ہیں لیکن ان میں عشق و محبت کا ذرا بھی نشان اور اثر موجود نہیں ہے یہاں تک کہ وہ لفظِ "ودود" کے معنی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ "ورق" اس اسرارِ امانت کو کہا گیا ہے جس سے وہ مشرف ہیں اور انسان کو نامحرم اس لئے کہا گیا ہے کہ ملائکہ باعتبار قربتِ زمان و مکان کے اقربِ موجودات ہیں برخلاف انسان کے کہ وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ دور اور انزلِ موجودات ہے وصول بدنی کے اعتبار سے شریعت میں بھی اسے نامحرم کہا گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر ملائکہ شرف جمال الٰہی کے لائق اور کمال نامتناہی کے ادراک کے قابل ہوتے تو انسان ہرگز اس دولت عشق سے واصل نہ ہوتا اور اسکو یہ شکوہ و خوبی میسر نہ ہوتی جبکہ اسکو یہ حاصل ہے۔
بعض کاملین اور افاضل صوفیہ کا یہ خیال ہے کہ نامحرم سے مراد ملائکہ ہیں اس لئے کہ اگر ملائکہ اسرارِ الٰہی کے مدرک اور عبارت خامۂ الٰہی کے ماہر بن جاتے اور اس کے محرم ہوتے تو اوراقِ اسرار رسالت (منصب نبوت) ونامۂ آثارِ ولایت جن میں حقائق اور معارفِ الٰہی مندرج ہیں، انسان کو نہ دیئے جاتے جس طرح ظاہری محبت کی دنیا میں اور دوستی کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ نامۂ محبوب اُمّی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ قاری کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا ہے۔

شعر

ازان مادر کہ من زادم دگر بارہ شدم جفتش
ازانم گبر می خوانند کہ با مادر زنا کردم

یہ شعر حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے اور اُن کے نادر اشعار میں شمار ہوتا ہے۔
اب اس شعر کے معانی سمجھو۔
مادر سے مراد اس کا اپنا "عین ثابتہ" ہے جو محل تکثیر اسماء و صفات اور تفصیل صور موجودات کے تصور کا نام ہے۔ اگرچہ معنئ لفظ "اُم" سے یہ معلوم و متبادر ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتِ محمدی ہے اسلئے کہ تمام اسمائے کونی و اسمائے الٰہی اور موجودات نامتناہی کی اصل صدور آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے لیکن "دگر بارہ شدم جفتش" سے یہ معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ معنی ہوں گے کہ راہ الٰہی کے سالکوں کے وصول کا منتہائے کمال اور بارگاہ الٰہی کے خلوت نشینوں کے وصول کی نہایت خود اُن کا عین ثابتہ" ہے۔ پس یہی موزوں اور مناسب ہے کہ مادر سے مراد سالک کا عین ثابتہ لیا جائے اور گبر ترسا سے اصطلاحی معنی ارباب تصوف نے ظہور حقائق و معارف مراد لیئے ہیں اور اپنی حقیقت سے مطلع ہونا سوائے اس کے اور کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ "عین ثابتہ" کا وصول ہو جائے یعنی وصولِ عین ثابتہ دوسرے مراتب میں مقید ہونا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ جب سالک چست و چالاک اور تیز رفتار سیر کنندہ اپنے عین ثابتہ پر پہونچ جاتا ہے تو ازل سے ابد تک کے احوال ساریہ اور حالاتِ جاریہ سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ زنا بمادر کردن سے مراد عین ثابتہ پر

www.maktabah.org

روح کا وصول ہے۔ لغت میں زنا کے معنی "بررفتن" یعنی چڑھنا ہیں جس سے مراد سالک کا عروج ہے کہ وہ ترقی کرتے اور چڑھتے چڑھتے اپنے عین ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے کہ سالک کا عروج اس عین ثابتہ سے اوپر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق گروہ صوفیہ کے علم پر موقوف ہے ؎

شعر

چندانکہ آرزوئے تو در سینہ جائی کرد
واللہ کہ آرزوی خدائیم محقر است

ترجمہ:۔ تیری آرزو نے میرے سینے میں کچھ جگہ بنالی ہے۔ خدا کی قسم! میرے خدا کی آرزو بہت تھوڑی ہے مرقومہ بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے جو مجذوبانِ زمانہ کے پیشوا اور محبوبان بارگاہِ الٰہی کے مقتدا تھے۔

واضح ہونا چاہیئے کہ اس شعر میں خطاب حضرت مطلق (خداوند تعالیٰ) اور ذات صرف سے ہے۔ جب سالک شطار اور عاشق جانباز قطع منازل و رفع منازل سلوک کرتا ہوا چاہتا ہے کہ ذاتِ صرف کا وصول اس کو ہمیشہ ہو۔ ہرچند کہ سالک کے لئے اس مرتبۂ ذاتِ صرف کا وصول موجب استہلاک ہے اور اس منصب کا حصول انہماک کا سبب ہوتا ہے لیکن اسکی ہمت بلند پرواز چاہتی ہے کہ ہر دم وہ اس ذات کی خواہاں اور ہر لحظہ اس عتبۂ عالیہ کی جویان بنی رہتی ہے۔ حافظ شیرازی نے اسی مقام کے لئے کہا ہے: ؎

بیت

دست از طلب بدارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید

ترجمہ:۔ جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوتا میں اس طلب سے باز نہیں آؤں گا، اس کوشش میں یا تو میں دوست تک پہنچ جاؤں گا یا جان کا تعلق جسم سے منقطع ہوجائے گا۔

اسم اللہ کا اطلاق حضرتِ واحدیت پر ہوتا ہے بلکہ واحدیت کے نصف دائرے پر کہ تمام اسمائے الٰہی اسی دائرہ میں مندرج ہیں اور وجوب صرف اسی کا وصف خاص ہے (یعنی وہ واجب الوجود ہے) پس عاشق جانباز سالک کے دل میں شوق وصول و ذوقِ حصول اس طرح جاگزیں اور جائے گیر ہے کہ مرتبۂ الوہیت تک پہنچ جانا اسکو حقیر معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے کہ آرزوئے خدائی بھی اسکو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

بعض اکابر نے اس شعر کے معنی اسطرح بیان کئے ہیں کہ "کل قیامت میں" حق تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوگا اور تجلی فرمائے گا تاکہ وہ اس محبوب کی صورت میں لذتِ مشاہدہ سے زیادہ سے زیادہ محظوظ ہوسکے۔

حضرت شیخ شمس الدین معز بلخی فرماتے تھے کہ اگر کل قیامت میں حق تعالیٰ نے میرے مرشد

www.maktabah.org

شیخ شرف الدین کی صورت میں تجلّی نہیں فرمائی تو میں ہرگز اس تجلّی کی طرف التفات نہیں کروں گا۔

بیت

اگر فردا نہ بینم صورت دوست
چہ کار آید مرا گر صورت اوست

ترجمہ:۔ اگر کل میں دوست کی صورت نہ دیکھ سکا تو اس کی صورت سے مجھے کیا فائدہ؟ کہ اس کی صورت ہے بھی یا نہیں؟

بعض ارباب تصوف کے یہاں یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تجلّی بغیر صورت کے ممکن نہیں ہے۔ عروس معنی کا مشاہدہ بغیر نقاب ظاہری کے نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں شیخ کی صورت سے بڑھکر اور اعلیٰ تر صورت تجلّی اور کون سی صورت ہو سکتی ہے جس سے مُرید لذتِ مشاہدہ حاصل کر سکے۔ پس جبکہ طالب صادق اور مرید واثق صورت شیخ کے بارے میں اس درجہ اعتقاد رکھتا ہو تو کیا تعجب اگر وہ یہ کہدے کہ وہ حَظ اور وہ لذت جو میں نے اپنے پیر و مرشد کے آئینہ صورت سے حاصل کی ہے اس کے مقابل میں وہ حظ اور وہ لذت جو شیخ کے غیر کی صورت میں ہو خواہ وہ بصورت الوہیت ہی کیوں نہ ہو۔ میرے نزدیک محقر ہے جو سالکِ کامل ہے اس کو اس مشاہدہ پر اسطرح یقین ہوگا کہ اس یقین کی بدولت پردۂ حجاب اُٹھ جائے گا۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے:۔ لو کشف الغطاء ما ازددت یقینًا (اگر پردہ اٹھ جائے تب بھی میرا وہ یقین جو اَب ہے زیادہ نہیں ہوگا)

لیکن ہر بوالہوس ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا کہنا اس کے جنون کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہر تردامن یہ بات زبان سے نکال سکتا ہے ؎

بیت

نہ ہر کس محرم اسرار باشد
نہ ہر دیدار از دیدار باشد

ترجمہ:۔ نہ تو ہر ایک محرم اسرار ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کے دیدار کو اس کا دیدار کہا جا سکتا ہے۔

مرید کو پیر و مرشد کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات جو سزاوار ہے اور جس صفت سے بھی پیر و مرشد کو متصف کرے وہ اولیٰ تر ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ مؤید الدین جندی سے سوال کیا کہ حضرت شیخ صدر الدین قونیوی حضرت مولوی رومی کی شان میں کیا فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک روز (حضرت شیخ صدر الدین قونیوی) چند مخلص درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات میں حضرت شیخ شمس الدین ایکی، شیخ فخر الدین عراقی، شیخ شرف الدین موصلی اور شیخ سعد الدین فرغانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) بھی شامل تھے۔ اثنائے گفتگو حضرت مولانا رومی کی سیرت و صورت کا ذکر چھڑ گیا اس وقت حضرت شیخ (صدر الدین) نے فرمایا:

www.maktabah.org
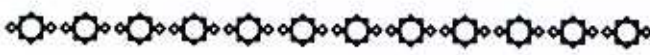
اگر حضرت بایزید بسطامی اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اس زمانہ میں ہوتے تو اس مردِ مردانہ کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر رکھا کرتے اور اُن کی اس اجازت پر ممنونِ احسان ہوتے۔ بیت

جنید از جندیانِ بارگاہش
سری از سرفرازان کلاہش

ترجمہ:- جنید اس کی بارگاہ کے لشکریوں میں سے ایک ہیں اور سری (سقطی) اسکے کلاہ سرفرازی پانے والوں میں سے ہیں۔

وہ فقر محمدی کے خوان سالار اور لشکر احمدی کے قافلہ سالار ہیں۔ ہمیں انہیں کے طفیل سے ذوق حاصل ہوا ہے۔ تمام حاضرین نے حضرت صدرالدین کے اس قول پر آفرین کہی۔ اس کے بعد شیخ مؤیدالدین جُندی نے فرمایا کہ میں بھی اس سلطان طریقت کا نیاز مند اور ان کے حاجتمندوں میں سے ہوں۔ یہ فرما کر انہوں نے یہ بیت پڑھا

بیت

لو کان فینا للالوھۃ صورۃ
ھی انت لا اکنی ولا اتردد

ترجمہ:- اگر ہمارے درمیان خدا کے لئے کوئی صورت ہوتی تو وہ صورت تیری ہی ہوتی، میں یہ کہنے میں نہ کوئی کنایہ کر رہا ہوں اور نہ یہ کہنے میں مجھے تردد ہے۔

شعر

آں شد کہ بار منت ملاح بردمی
گوہر چو دست داد بہ دریا چہ حاجت است

یہ شعر مجذوبان الٰہی کے پیشوا اور محبوبان خدا کی منتخب شخصیت خواجہ حافظ شیرازی سے منسوب ہے اور تشریح اس شعر کی یہ ہے:۔

"ملاح سے مراد عقل ہے جس نے مرتبہ اول میں سالک کو ساحلِ صنع سے گزار کر دریائے صانع میں پہونچا دیا ہے جو ہستی مجازی سے نکال کر صحرائے حقیقت میں پھرا رہی ہے، گوہر سے مراد وہ نور جذبہ اور معانی معارف ہیں جنہیں غواص طریقت نے صدف عقل سے حاصل کیا اور جس کا تعلق بحر تجرد سے ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جب سالک و طالب ولایت عرفان کی سرحد پر پہنچ گیا اور وجدانِ معانی سے اس کی ضیافت دمہانی ہونے لگی تو پھر عقل جو مشاطۂ خیالات انگیز اور دلالۂ محالات آمیز تھی طالب و مطلوب کے درمیان سے اپنا بستر اٹھا لیتی ہے

شعر

وصالِ یار چون گشتہ میسر
کنونم حاجتِ دلالہ نبود

www.maktabah.org
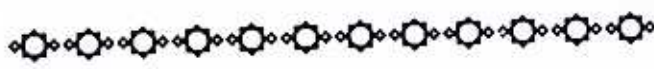
ترجمہ:۔ اب جبکہ وصالِ یار میسر ہو گیا ہے مجھے دلالہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
دریا سے بحرِ کثرت مراد ہے کہ خرد کو استدلال سے واسطہ اور عقل کا رابطہ استقبال سے تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب سالک کے جذبہ کو نور خورشید تک مرتبہ وسلوک حاصل ہو گیا تو پھر چراغ خرد کے نور کی کیا حاجت رہی جو دریائے کثرت سے استدلال حاصل کرتا تھا۔

بیت

علم بر زد چو خورشید جہاں تاب
چراغی را نماند در جہاں تاب

ترجمہ:۔ جب خورشید جہاں تاب اپنا علم بلند کرتا ہے یعنی طلوع ہوتا ہے اس وقت چراغ کی روشنی دنیا میں باقی نہیں رہتی ہے۔
بعض حضرات صوفیہ نے اس شعر میں یعنی (آں شد کہ بار منت ملاح بردمی ؛ گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است) ملاح کے معنی پیر و مرشد کے لئے ہیں اور ذہن بھی اسے تسلیم کرتا ہے اور گوہر سے مقصد حقیقی کے معنی مراد لئے ہیں۔ (دوسرے مصرعہ میں) لفظ دریا سے بھی شیخ و مرشد کے معنی مراد لئے ہیں کہ اسی ذات سے ارشاد کے موتی اور استفادہ کے جوہر حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جس وقت طالب مقصد حقیقی کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ پیر و مرشد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ایسا کہنا اور یہ معنی مراد لینا محققین کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ مرید تو کسی حال میں بھی اور کسی وقت بھی مرشد سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، البتہ طرفۃ العین کے لئے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سالک فنا کی منزل پر پہونچ جاتا ہے لیکن یہ بات بھی مشارب (تصوف) اور مذاہب (طریقت) کے خلاف ہے جس کسی کو مزید تحقیق کی ضرورت ہو وہ کامل مشرب سے معلوم کرلے، چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "مرید شیخ سے ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا اسکو جو کچھ دولت وصول ہوتی ہے اور جو کچھ شان و شوکت بہم پہونچتی ہے وہ تمام تر شیخ کی ہمت کی برکت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے"۔

بیت

مملکت عاشقی و کنج طرب
ہر چہ دارم بہ یمن ہمت اوست

ترجمہ:۔ عاشقی کا ملک اور گوشۂ مسرت میرے پاس جو کچھ بھی ہے سب اسی کا احسان ہے۔
اور مرشد سے بے نیاز ہو بھی کس طرح کہ وہ تو ایک برزخ ہے جو برزخ البرازخ کا پرتو اور مظہر ہے اور سالک کا منتہائے مقصود وہی برزخ البرازخ ہے اور وہی اس کے مدعا کی غایت ہے، جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ جس چیز کو تم خدائی کہتے ہو ہم اسکو محمد کہتے ہیں اور جس کو تم محمد کہتے ہو ہم اسکو خدائی کہتے ہیں۔

بیت

با دوست پیام در نگنجد
خود بود کہ خود پیمبری کرد

www.maktabah.org

دوست کے ہاتھ اس نے پیام نہیں بھیجا بلکہ وہ ہی تھا اور اسی نے پیمبری کی۔

بیت

پیر ما گفت خطا در قلم صنع نرفت
آفرین بر نظر پاک وخطا پوشش باد

(اس بیت کے معنی یہ ہیں) کہ ابتدائے حال میں سالک کی نظر خیر وشر کے مظہر پر ہوتی ہے تو وہ اس خیر وشر کو اہل خیر وشر سے منسوب کرتا ہے لیکن جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے اور اس کی بصیرت نورِ عرفان سے اور بصارت وجدان کے سرمہ سے مکحل اور منور ہو جاتی ہے اور وہ توحید افعالی وصفات کے تخت پر جلوس فرماتا ہے۔ تب اس قول کے مطابق مَا صَنَعَ اللّٰهُ فَهُوَ خَيْرٌ (اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بنایا ہے وہ خیر ہی خیر ہے)

اور اس فرمان کے بموجب :-

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [1]

کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

سالک کی نظر میں ہر بات میں خیر ہی ہوتی ہے اور ہر ایک گام پر صراطِ مستقیم ہی کو اختیار کرتا ہے چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ؎

بیت

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراطِ مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست

ترجمہ :- طریقت میں سالک کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس کے لئے بہتر ہے۔ اے دل صراطِ مستقیم پر چلنے والا کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

بعض افاضل نے اس بیت کو ظاہری معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ خواجہ صنع اللہ اور خواجہ حافظ ایک دوسرے کے مصاحب وہم نشین تھے۔ کبھی کبھی دونوں حضرات اپنے اپنے اشعار نقد و تبصرہ کے لئے ایک دوسرے کو پیش کرتے تھے چنانچہ خذ ما صفا ودع ما کدر (صاف لے لو اور گندہ چھوڑ دو) کے بموجب ایک دوسرے کے معائب شعری کو نہیں بلکہ محاسن شعری کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کو کبھی کسی نے قباحت سے منسوب نہیں کیا، چنانچہ خواجہ حافظ نے شعر مرقومہ بالا میں خواجہ صنع اللہ کے محاسن شعری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کما جرٰی علٰی لسانہٖ (جیسا کہ اسکی زبان پر جاری ہوا)

---

[1] پ ۱۲ سورہ ھود ۵۶

www.maktabah.org
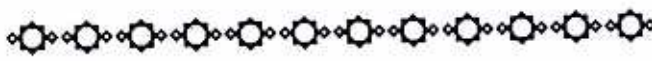
بیت مغربی

چشم گراین است وابرواین و ناز وشیوہ این
الفراق ای زہد و تقویٰ الوداع ای عقل ودین

ترجمہ:- اگر آنکھ یہی ہے، ابرو یہی ہے اور ناز و شیوہ کا یہی انداز ہے تو زہد و تقویٰ تو گیا عقل و دین بھی رخصت ہو گئے۔

یہ بیت حضرت شیخ مغربی کی طرف منسوب ہے۔ جب حضرت شیخ کمال خجندی نے یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شیخ مغربی تو ایک بزرگ شخص ہیں وہ ایسا شعر کیوں کہتے ہیں جو تغزل سے بھرپور ہے۔ سوائے معنی مجازی کے اس میں اور کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جب شیخ مغربی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے شیخ خجندی کی دعوت کی اور خود ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگے۔ مولانا کمال خجندی بھی جیسا کہ صوفیہ کا طریقہ ہے ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے باورچی خانے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مولانا مغربی کھانا پکاتے جاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے جاتے ہیں۔ مولانا کمال خجندی کو دیکھ کر انہوں نے شعر کی تشریح بیان کرنا شروع کر دی اور فرمایا کہ سنو! چشم کو عین کہتے ہیں اور اس سے اشارہ ہے عین قدیم کی طرف جو ذات باری تعالیٰ ہے اور ابرو حاجب ہے۔ اس سے مراد حجاب ذات ہے اور ناز و شیوہ سے مراد تجلیات اور ارادات پیہم ہیں جو ان مظاہر کونی میں نظر آتی ہیں تو اب زہد و تقویٰ ان تجلیات کے مشاہدہ کے بعد کس طرح باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ان تجلیات کا غیر اور اس کے سوا ہے۔ یہ ہیں اس بیت کے حقیقی معنی۔

بیت

ای روئ درکشیدہ بہ بازار آمدہ
خلقی بدین طلسم گرفتار آمدہ

ترجمہ:- اے وہ کہ جو نقاب رخ الٹ کر بازار میں آگیا۔ ایک مخلوق ہے جو تیرے سحر میں گرفتار ہو گئی ہے

یہ بیت حضرت فریدالدین عطار قدس اللہ سرہ کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اے وہ کہ تو نے اپنے چہرے پر جو ظاہر وجود کا پرتو ہے تعینات وجود کی نقاب ڈال لی ہے اور اس میں اپنے چہرے کو چھپا لیا ہے اور اسی حال میں بازارِ ظہور میں نکل آیا ہے اور تمام مخلوق اس طلسم صور میں جو تو نے اپنے رخسار کی تجلیات سے تیار کیا ہے گرفتار ہے کثرت تعینات متباینہ اور آثار مختلفہ کی وجہ سے بُعد و ہجر و غفلت و پندار اور غیریت میں مبتلا ہے یا خود پر تو جمال کی سرایت کے باعث وہ چہرہ خود اس نقاب مظاہر و صورت جمیلہ عشق و محبت کی بلا میں گرفتار ہے یعنی بعض عاشق صورت ہیں اور بعض عاشق حقیقت و معنی ہیں۔

بیت

بیزارم ازان کہنہ خدای کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدای دگر است

www.maktabah.org

ترجمہ :- میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں۔ میرا خدا تو ہر لمحہ دوسرا تازہ خدا ہے۔

مندرجہ بالا بیت میں زاہدان حشویہ اور عابدان شرعیہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے شراب بزم توحید سے ایک جرعہ بھی نہیں پیا ہے اور نہ رندانِ تفرید کے کباب کا ایک ٹکڑا چکھا ہے اور ان کا عقیدہ بس وہی "اقرار باللسان و تصدیق بالقلب" (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) اور اسی کلمہ پر قائم و متمکن ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو زلالِ تجلیاتِ الٰہی اور وارداتِ لامتناہی کے عطیات سے سیرابی حاصل نہیں ہوتی (ان کرامتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں) جبکہ سالکانِ طریقت ہر لحظہ اور ہر دم وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ[1] (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) کی شراب سے سرشار ہیں اور فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ[2] (تم جہاں کہیں یا جس طرف بھی دیکھو گے وہاں جمال الٰہی موجود ہے) کی سرسبزی اور شادابی سے بہرہ ور اور مستفید ہیں (یعنی ہر لحظہ اور ہر جگہ ان کے سامنے تجلی الٰہی پرتو فگن ہے)

چونکہ ان زاہدوں اور عابدوں کو اس شراب سے وصول عرفان کا موقع حاصل نہیں ہوا اور حصولِ وجدان کی سرخوشی اور سرمستی میسر نہیں ہوئی ہے اسلئے وہ ہمیشہ شرکِ خفی کے خمار میں گرفتار ہیں اور نشاءِ وحدت کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے۔

بیت

کسی کو ماند در صحرائی طامات
چہ داند ذوق مستان خرابات

ترجمہ :- جو صحرائے طامات (حادثۂ عظیم و بلائے سخت) میں پھنس کر رہ گیا ہے وہ مستان خرابات کے ذوق کو کیا جانے؟ ہم اللہ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس مست شراب توحید کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسی طعن آمیز اور سخت بات کہیں اسلئے کہ بہت سے ایسے لوگ جو دولتِ شہود سے محروم اور شوکتِ وجود سے محجوب تھے، اصحاب وصول کی اس سرزنش اور اربابِ حصول کی تحریص سے ہوشیار ہو کر حریم عرفان اور گلستانِ وجدان تک پہونچ گئے ہیں۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورہ حدید ۴   [2] پ ۱ سورہ بقر ۱۱۵

www.maktabah.org

لطیفہ ۲۰

سماع و استماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السماع تواجد الصوفیۃ فی تفہیم المعانی الذی یتصور من الاصوات المختلفۃ

ترجمہ:- حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کو سنکر فہم میں جو معانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جو عقبیٰ کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والے ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تارکانِ عقبیٰ ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو صرف طالبانِ مولیٰ ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبیٰ کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطۂ غیر کا دخل نہیں ہے۔ اس گروہ کا وصفِ حال یہ ہے کہ ے

بیت

ہوائی دیگری در جا نگنجد
درین سر بیش ازین سودا نگنجد

ترجمہ:- کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں (کیونکہ اس سر میں اس سے زیادہ سودا نہیں سما سکتا۔

یہ حضرات کوئے محبوب میں مقیم ہیں اور کوچۂ مطلوب میں ہمیشہ جمے رہتے ہیں۔ اور یہ درِ مولا پر ہمیشہ دربان کیطرح حاضر رہتے ہیں۔ یہ لوگ جس وقت بھی تارِ رباب یا نَے کی آواز سنتے ہیں اور مزامیر یا تاروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطنِ اصلی اور مرکزِ علوی یاد آجاتا ہے اور انوارِ الٰہی کے عکس ان کے آئینۂ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرارِ نامتناہی کے فیوض ان کے آئینۂ دل میں چمکنے اور دمکنے لگتے ہیں اور واردات سبحانی و الہاماتِ یزدانی صحرائے غیب و فضائے لاریب (فضائے قدس) سے بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھتے ہیں اور وجد کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہِ حق میں کائنات کو چھوڑ دیا ہے اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کر لئے ہیں ے

www.maktabah.org

قطعہ

ملکِ دنیا نیست الا جیفۂ جیفہ را پیشِ سگان انداختیم
جبۂ دستار و علم قیل و قال جملہ در آب روان انداختیم

ترجمہ:- دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔ اس مردار کو ہم نے کتوں کے سامنے ڈال دیا ہے، یہ جبہ و دستار اور قیل وقال کا علم ہمارے کس کام کا۔ اسکو ہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔
اور ہم نے ملک و ملکوت سے تعلق منقطع کر لیا ہے اور کونین کو ٹھکرا دیا ہے، نہ ہم وصال و جمال کے طالب ہیں اور نہ دنیا والوں کی طرح مردار دنیا کے لاشہ پر ہماری نظر ہے۔ "دھوالدنیا و زخرفھا"

بیت

مارا ہوائی باغ و سر عندلیب نیست
در دیدہ جز خیال جمالِ حبیب نیست

ترجمہ:- ہم کو نہ باغ کی خواہش ہے اور نہ آوازِ بلبل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمالِ دوست کے تصور کے اور کچھ نہیں ہے۔
اس عالمِ وجد میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویا وہ حدیث غیر کو پامال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولتِ سرمدی و شوکت ابدی تو اسی شخص کے نصیب میں آتی ہے جس نے کائنات سے ہاتھ اٹھا لیا ہو اور موجودات کو ٹھکرا دیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دانند یکی دو نکتہ بگویم خوش از زبانِ سماع
بزیر پائی بکوبند ہر چہ غیر و یست سماع از آن شما و شما از آن سماع

ترجمہ:- نفس پرستوں کے گروہ سماع کے متعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دو نکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں (یہ لوگ) ماسوا اللہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہے اور وہ سماع سے ہیں۔
دوسرا گروہ اہل ظاہر کا ہے جن کا ابھی تصفیۂ باطن اور تنقیۂ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ سر و اخفیٰ کے درجۂ کمال اور وصالِ علوی و اعلیٰ کی اوج پر نہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزو اور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس لوامہ ہے احتمال ہے کہ، حسن زنان، جواری و وجہ زلف و خال و خد اور اس قسم کے دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کرینگے۔ ان کے لئے سماع طرب و لہو ہے اور بالاتفاق حرام ہے اور جنکی نظر بر توجہ افکار عالم علوی و ترک اطوار تجرید و آثار تفرید و قطع علائق ہے۔ احتمال ہے کہ ان کے خیالات حور و قصور و روضۂ جنانی اور دل رویت سبحانی کی طرف جائیں گے، جو صفات بالاتفاق حلال ہیں ایسے لوگوں کے لئے "السماع مباح لاھلہٖ (سماع اہل کیلئے مباح ہے)" سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظر آئیں گے۔ دوسرا گروہ عوام کا ہے جن کی نظر صرف

www.maktabah.org
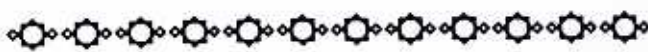
لاشۂ مردار در نفس پر ہے اور جو کچھ سنتے ہیں وہ گوشِ نفس سے سنتے ہیں ؎

رباعی

دلِ شہوت پرستاں از عشقت کی خبر باشد
زحسنِ یوسفِ مصری چہ حاصل چشم اعمیٰ را

بہ لذت ہائی جسمانی غمت را کی فروشم من
کہ دادن ابلہی باشد بسیری منّ و سلوئی را

ترجمہ:۔ شہوت پرستوں کے دل کو تیرے عشق کی کب خبر ہو سکتی ہے کہ یوسفِ کنعانی کے حُسن سے اندھی آنکھ لطف اندوز نہیں ہو سکتی، میں تیرے غم کو لے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ منّ و سلویٰ کو پیٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمۂ اوّل

اباحتِ سماع کے دلائل آیات و احادیث اور اصحابِ اجتہاد کے اقوال اور اربابِ ارشاد کے افعال کی روشنی میں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں حلت و حرمت مختلف فیہ ہو اس میں دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگو نہیں کرنا چاہیے بلکہ غور و تامل کے بعد اس سلسلہ میں بات کرنا چاہیئے۔ ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ "سماع" بھی ہے کہ اسکو نہ تو مطلقاً حرام کہا جا سکتا ہے اور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ:۔ "سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔ جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے کہ سماع کیا ہے اس کا سننے والا کون ہے

بیت

سماع ای برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع را بدانم کہ کیست

ترجمہ:۔ میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرارِ الٰہی میں سے ایک راز ہے اور حق کے انوارِ نامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل خورشیدِ سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہید استماع کی مشرق ہو۔ (جسکے دل میں سماع کا حقیقی ذوق و شوق موجود ہو)

قطعہ

عشق در پردہ می نوازد ساز
عاشقی کو کہ بشنود آواز

ہمہ عالم صدائی نغمۂ اوست
کہ شنید این چنین صدائی دراز

ترجمہ:۔ عشق نے در پردہ ساز چھیڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمۂ کُن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سُنی ہے۔

www.maktabah.org

طالب جان باز اور محرم راز عارف کو چاہیئے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگانِ طریقت نے اس طرح کی ہے :۔ "بے شک سماع ایک امرِ مخفی، ایک نورِ جلی اور سرّ علی ہے۔ اس راز سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو اہلِ تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبانِ معرفت ہیں، واصلانِ حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتدا میں ذوق ہے اور انتہا میں شُرب ہے۔

رباعی

مطرب براہ پردہ دراساز عود را — در دہ بگوش ہوش درد و سرود را
از نغمہ سرّ کہ گویند فیض اوست — در پردۂ سماع درآر حسود را

ترجمہ :۔ اے مطرب سازِ عود کو پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور درد و سوز کی موسیقی کو گوشِ ہوش سے سن۔ نغمۂ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں اپنے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کر دیئے گئے ہیں۔ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُوْنَ ط ؎ (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو اُن کو ضرور سنوا تا اگر ان کو سنوا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو "ارباب سماع" کے منکر ہیں ان میں بعض "ارباب سماع" کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہر حال ان کے درمیان اصحاب سماع کی تکفیر یا تفسیق پر اتفاق نہیں ہے ؎

رباعی

خواہ خلقی گبر خوان وخواہ ترسا خواہ مُغ — سجدہ گاہ قبلۂ ابرو تو نتوان گذاشت
از ہمہ در بگذرم نگذارمش مارا باد — از جہان بتوان گذشتن روئ تو نتوان گذاشت

ترجمہ :۔ مخلوق مجھے گبر کہے خواہ ترسا خواہ مُغ، کہے کچھ بھی کہے میں تیرے قبلۂ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھیر لوں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثارِ پاک اور اقوال صحیحہ یہ ہیں کہ سماع نفس الامر میں مباح ہے۔ سماع کی تعریف یہ ہے کہ السماع صوت طيب موزون مفهوم المعنى محرك القلوب (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جا سکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ "حرام وہ چیز ہے جس کا ترک دلیلِ قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوتِ ترک میں کوئی شبہ نہ ہو" اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزم سماع کے منکر ہیں اور محفل استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے ؎

؎ پ ۱۹ سورہ شعراء ۲۱۲

www.maktabah.org

رباعی

دنیا طلبا جہان بکامت بادا — واین جیفہ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع — گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے گر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جواز میں آیاتِ قرآنی

اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چند آیات یہ ہیں:۔

۱۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ[۱] اللہ تعالیٰ آفرنیش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔ (وَهُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ۔ (اور وہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں "الخلق" "خا" نہیں بلکہ "حا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی حلق۔ (در قرأت بعضے فی الحلق بالحاء المہملہ است۔ مخطوطہ ص ۴۲۹)

۲۔ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ[۲] اور تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اور سماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝[۳]

جو لوگ کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں، یہ لوگ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی یہ لوگ صاحبانِ عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم (عمومیت کے لئے ہے) کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال صالحین ہو یا (ان کے) اشعار غنا ہوں جیسا کہ دجیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اسکا بہترین تابع ہے اور بہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے "یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ" میں شامل ہے آواز پسندیدہ کی حکمت پر اگر غنا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

و یقول ان الغناء حرام مطلقًا کالزناء واللواطة لم یکن اللہ هداهم ولا دهبهم العقل و من کان عاریا عن الهدایة کان

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے جس طرح زنا اور لواطت۔ پس حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

---

[۱] پ ۲۲ سورہ فاطر ۱۔ [۲] پ ۶ سورہ مائدہ ۴ [۳] پ ۲۳ سورہ الزمر ۱۸

www.maktabah.org

ضالًّا اذا ضد الهداية الضلال وهو من اهل النار على انه ليس له دليل يخص عنه الغناء بالصوت بل صحّ الغناء بالصوت و الدف وثبت بماروينا ه من احاديث البخاری ومسلم ومن مسند احمد۔

"سماع ضرب الدف والغناء من الحبشة وحضور النبی عليه السلام وقت الرقص منهم كما يجيئ انشاء الله تعالیٰ"

وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے جو غنا بآواز کو خاص کرتی ہو جب کہ غنا بآواز کا دف کے ساتھ ہونا صحت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہو چکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسندِ احمد میں ہیں۔ یعنی سماعت فرمانا ضربِ دف اور غنا کا حبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ (انشاء اللہ)

اور اس بات پر دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اُن لوگوں کی سخن نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ [1]

اور تم کو شنوائی، بینائی اور دل عطا فرمائے لیکن کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ (اس عطیہ کا) بندوں پر احسان جتلا رہا ہے اور یہ تمام مسموعات کو شامل ہے سوائے اس ممنوع کے جو فسق کی طرف رغبت دلائے اور فساد کی جانب رجوع کرنے والے ہیں۔

حضرت سُلَمی سے روایت ہے کہ ابن عطاء نے فرمایا کہ شنوائی و بینائی اور دلوں کے عطیہ سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو بخوبی پہچانیں اور حق تعالیٰ کا بخوبی تصور کریں اور حق تعالیٰ کا دل میں مشاہدہ کریں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں اس نے اپنی محبت ڈال دی اور مشتاقوں کو عشق عطا کیا اور عاشقوں کو خداشناسی کی دولت عطا فرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سے مراد بغیر تامل و دلیل خداشناسی، شوق باللہ اور حوادث کے وقوع سے دلوں کو پاک رکھنا ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اباحتِ صوت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآن کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چہچہے سننا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سننا جس کا کوئی مفہوم و معنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

---

[1] پ ۲۱ سورہ سجدہ ۹

www.maktabah.org

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت و دانائی پر مبنی ہیں اور بغیر لہو و لعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کا سننا کیونکر جائز نہیں ہوگا؟

سماع میں تو لغزش کے بعد تازہ دم ہو جاتے ہیں اور جمود کے بعد خوشحالی پیدا ہو جاتی ہے اور اصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کے تکملہ کے لئے کشادہ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ ثنا حق کو حق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلِوَجْهِهَا مِنْ وَجْهِهَا قَمَرٌ ا
وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحُلًا

ترجمہ۔ اور اس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اور اس کی آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے۔ تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے:۔ بعض منکرینِ سماع حرمتِ سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں اور شہادت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ	اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں
الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ	کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط	سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں اُن کے لئے
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ٥ [1]	ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اور اس آیت کو بطورِ استدلال پیش کرنا انصاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث سماع کے جواز پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرخاش ہے کہ ان کی نظر متعلِّق پر ہے متعلَّق پر نہیں ہے اور انہوں نے حقیقی معنی میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ" کو نہیں پڑھا اور ان کی زبان اس کے علاوہ:

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ [2]	اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے۔
اور مَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ [3]	جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اور ان احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہونچ سکے ہیں اور قاری یا معترض نے اس آیت کی شانِ نزول پر نظر نہیں ڈالی ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر عظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرنے والا ہے یعنی فسانۂ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے

---

[1] پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۶ [2] پ ۱ سورہ بقرہ، [3] پ ۹ سورہ اعراف ۱۸۶

www.maktabah.org

راستے سے گمراہ کرسکے یعنی دین سے۔ یا وہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت وبے علمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوں کر رہا ہے وہ سحرزدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل و غارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبیٰ کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گانے والی کنیزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی دُڈری اور بحرِ مواج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسیطرح صراحت کی گئی ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھیئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو ولعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تاکہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کردے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کردینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں۔ بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرود اور مزامیر اور رود کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تاویل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اور ان کی مؤید احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرود و مزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: "یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ (الآیہ) نضر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نضر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصہ گویوں کو رقم دے کر شاہانِ فارس کے قصے سنا کرتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد و ثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہانِ فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہان فارس کے قصے سنا کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں احادیث نبوی[۱]

وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو بخاری و مسلم ربیع بنت معوذ بن غفرا سے روایت کیا ہے۔

عن الربیع بنت معوذ بن غفرا قالت جاء النبی علیہ السلام و جلس علی فراشی و عندی جاریتان تضربان بالدف ویندبن من قتل من اباءھن یوم بدر فقالت

ربیع سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش (بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو اس وقت دف بجا رہی تھیں اور جنگِ بدر پر اپنے باپوں ہونچا اور دوسرے اعزا) کے قتل

---

[۱] پ ۱ سورہ بقرہ ۸

www.maktabah.org

احدیھما فینا نبی یعلم ما فی غدٍ فقال النبی علیہ السلام دعی ھذا وقولی ماکنت تقولین۔

پر مرثیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا پیغمبر موجود ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دو اور تم جو کہہ رہی تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز اور گانے کو سنا اور اُن دو لڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جواں سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور اُن کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں غنا اور دف کا مردے سننا تو بطریقِ اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی" پس وہ امر جو قرائن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا (والامر المجرد عن القراین یحمل علی الوجوب فلا یخلو عن الندب والاباحۃ۔ مخطوطہ لطائف ص۲۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے روا رکھنے کا جو وہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گا رہی تھی اسیطرح گائے۔ اور خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمارہے تھے اور اُن اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب فرمایا ان چیزوں کو (ان اشعار کو) جنکے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ [1]

اے لوگو! جو ایمان لائے قبول کرو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جس وقت کہ وہ تم کو بلائیں۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت،

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ [2]

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو پس میری اطاعت کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

پس قول مغنّی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا (دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا) راگ یا غنا کا طلب کرنا کسی پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بس اتنا ہے کہ اس کو

---

[1] پ ۹ سورہ انفال ۲۴ [2] پ ۳ سورہ آل عمران ۳۱

www.maktabah.org

استحباب واباحت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

انما قالت دخل علینا ابوبکر وعندھا جاریتان تضربان بالدف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس (حضرت) ابوبکرؓ تشریف لائے اور اُن کے پاس دو کنیزیں دف بجارہی تھیں (انکے سامنے)

اور بعض روایتوں میں اسطرح آیا کہ:۔

وقالت عائشۃ دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان غناء بعاث فاضطجع علی الفراش وغشی وجھہ بثوبہ ودخل ابوبکر فانتھرھما فکشف النبی علیہ السلام عن وجھہ فاقبل علی ابوبکر وقال دعھما یا ابابکر فانھا یوم عید۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (گھر میں) تشریف لائے میرے پاس دو کنیزیں اُسوقت غنائے بعاث (جنگ بعاث سے متعلق اشعار) گارہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے آپؐ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت ابوبکر (صدیقؓ) تشریف لائے اور ان دونوں کنیزوں کو جھڑکا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو رہنے دو (چھوڑدو) کہ آج روز عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

"عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا" جی ہاںؐ (نعم) بس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپؐ کے رخسار پر تھا (خدی علی خدہٖ) آپ فرماتے جاتے تھے کہ "اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپؐ نے یہ محسوس فرماکر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔"

یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپؐ کے دوشِ اطہر پر رکھدیا تاکہ اسطرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں پس میں اُن کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔

www.maktabah.org
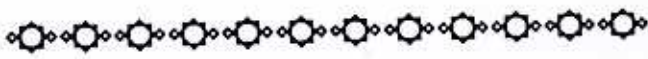
مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجا رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندۂ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندۂ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ:

ان تنظری الی زفن الحبشۃ ولم یکن ذالک اضطرار الی مساعدۃ الاصل خوفا من الوحشۃ والغناء والزفن والحجل ھو الرقص وذالک یکون بفرح و شوق۔	کیا تم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو ؟ اور آپ کا یہ ارشاد رقص وحجل (قسم رقص) غنا ئے وحشت اور خوف کی مساعدت اصلی کے باعث بطور اضطرار نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور حجل اس وجہ سے ہو بلکہ اسمیں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیثِ مذکور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالۂ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جو نوری کے نام سے موسوم ہے اور ابو القاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ "معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہو ولعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکینِ نماز بیٹھے ہوں تو بے شک وشبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سنے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور اوراد ووظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہی نوعیت رقص و وجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے شرح کافی میں مذکور ہیں جو "المعمدی" کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو بر سبیل لہو ولعب ہو اور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کر دیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہل قرآن ہے اور صالحین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اسمیں ہمارے علماءؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

www.maktabah.org

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تواجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب المنافع میں مذکور ہے :-

"غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے" والحاله عن نفسه

فتاویٰ عتابیہ میں ہے :-

"امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے" اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد السالکین میں مذکور ہے :-

"فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتاویٰ) جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علماء سے "حرمت سماع" پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتاویٰ) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمت سماع کی دلیل بنایا جائے تاکہ اُن احادیث صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحت سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم اُن سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتاریہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمۂ دوم

مشائخ و صوفیہ متقدمین و اکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

حضرت شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ (صاحب قوت القلوب) نے اباحت سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابو طالب مکی جو اپنے تبحر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد و تقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متبحر، کامل در اصول و فروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"جس نے سماع کا انکار کیا بطورِ عموم، تحقیق کہ اُس نے صحابہ و تابعین میں سے ستر اولیاء کا انکار کیا" ابن مجاہد کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا"

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا سماع جس میں لہو و فسق نہ ہو مباح ہے۔ پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تا کہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں :-

ولم يزل اهل المدينة مواظبين	اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
لاهل مكة على السماع الى زماننا	اہل مکہ کی مداومت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے

www.maktabah.org

هذا فادركنا ابا مروان القاضي وله جوار يستمعون التلحين اعدان للصوفية۔

قال وكانت لعطاء جاريتان تلحنان وكان اخوانه يستمعون اليهما۔
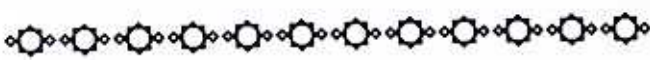
تک پہنچا۔ قاضی ابو مروان کے پاس کنیزیں تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں انہوں نے صوفیا کے لئے مہیا کی تھیں۔
شیخ ابو طالب قدس سرہٗ کا قول ہے کہ شیخ عطاء کے پاس دو کنیزیں تھیں جو گاتی تھیں اور ان کے بھائی ان کے الحان (گانے) کو سنتے تھے۔

شیخ ابوالحسن بن سالمؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے جب کہ سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکو سنا ہے۔ اور میں کسطرح انکار کرسکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہتر شخص نے سماع کو جائز سمجھا اور سنا ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ہیں۔ البتہ سماع میں لہو ہو تب جائز نہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے عوارف المعارف میں کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکر سماع سماع کا انکار کس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید و حضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہما) جیسے صلحاء سے اور مصر کے دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعار وغیرہ کا الحان سے سننا جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اں جسطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا ہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیا ہے سماع انغنا رمباح من المغنی ومن غیرہ (مغنی اور اس کے غیر سے غنا کا سننا جائز ہے) پس جب بغیر لحن کے سننا جائز ہے تو لحن سے سننا بھی جائز ہوا۔

اب رہا مسئلہ قصائد و اشعار کا تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح۔ وہ کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اور اسکا قبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جو نصیحت وحکمت، ذکر خدا، نعمت ہائے خداوندی اور اس کے اوصاف پر مشتمل ہو یا متقیوں کے اوصاف اور صالحین کی نعت پر مشتمل ہو، ایسے کلام کا سننا حلال ہے اور اگر میلوں، منزلوں، زمانوں کا ذکر ہے جیساکہ قصائد کی تشبیب میں پایا جاتا ہے تو ان کا سننا مباح ہے اور وہ کلام جو ہجو و فسق پر مبنی ہو اس کا سننا حرام ہے اور اگر کلام (اشعار) میں خدوخال، قدو زلف (بالوں) کا ذکر ہے تو ان اشعار کا سماع مکروہ ہے، لیکن عالم حقانی کے لئے جو طبع و شہوات، الہام و وسوسہ میں تمیز کرسکتا ہے اور جسنے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنے نفس کو مار ڈالا ہے اور جس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہے اور حظِ نفس اس میں باقی نہیں رہا ہے بلکہ نفس کے حقوق اس پر باقی ہیں۔ ایسے عالم حقانی کے لئے ان اشعار کا سننا مکروہ نہیں ہے۔

www.maktabah.org
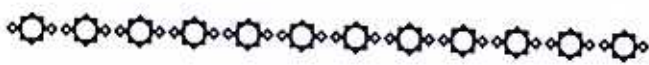
بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل عبادت و تقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذت پرستوں اور لطف اندوز دل کے لئے مکروہ ہے۔

شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچا دے، مباح ہے۔

دستور القضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفاتِ مذکورہ پس یہ حرام ہے۔

سماعِ مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظِ نفس اس میں سوائے حسنِ صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصور میں مخلوق کی صورت کو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصور اس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو بر سبیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبتِ الٰہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ (ولمن لا یحرک الا صوت المحمود)

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ) فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے:۔

۱۔ حلال۔ وہ اسطرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔

۲۔ مباح۔ یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کی طرف بہت ہی کم میلان ہو۔

۳۔ مکروہ۔ یعنی ایسا سماع جس میں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔

۴۔ حرام۔ سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد نہیں رکھتے (قرآن کی قرأت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

"حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سنکر تو وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سنکر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ پس حضرت خواص نے فرمایا کہ قرآن حکیم سنکر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدتِ غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔ اور نغمات کی سماعت تو محض ایک فرحت و راحت ہے اسلئے (اس سرور و انبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن جو صاحبانِ دل ہیں وہ قرآن سنکر بھی وجد میں آجاتے ہیں۔ جبکہ وہ اثر آفریں کلماتِ حکمت سنتے ہیں۔ قرآن سنکر اثر نہ ہونے کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحبِ دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک دانائی کی بات اگر وہ سن لے تو اثر پذیر ہو جاتی ہے۔

www.maktabah.org
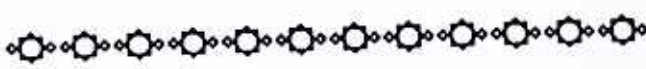
اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے (یا نکتہ پوشیدہ ہے) کہ صوفیا کی محفلوں میں قوالوں سے سماع سنا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں سے قرآن نہیں پڑھوایا جاتا جبکہ قرآن ہر حال میں غنا سے افضل و برتر ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ صاحب وجد کو ہیجان میں لانے کیلئے غنا قرآن سے زیادہ شدید ہے۔ کثرتِ وجوہ کے باعث۔

اول تو یہ کہ قرآن پاک کی تمام آیات صاحب وجد کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:۔
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ[1] اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔
يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ[2] اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں

یا اسی قسم کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں میراث کا بیان یا طلاق و حدود کے احکام اور مسائل ہیں یہ محرکِ قلب نہیں ہیں۔ محرک قلب تو وہی چیز ہو سکتی ہے جو دل میں موجود ہے یا دل سے مناسبت رکھتی ہو۔ (المحرک لما فی القلب مایناسبہ) وہ اشعار جو شعراء نے اظہار و احوالِ دل کے لئے نظم کئے ہیں پس ان کے معانی سمجھنے کے لئے تکلف یا غور و فکر کی ضرورت پیش نہیں آتی (وہ فوراً دل پر اثر کرتے ہیں) لیکن آیاتِ مذکورہ کے مفاہیم سمجھنے کے لئے تکلیف اور غور و فکر کی ضرورت ایسے سامع کے لئے ہے جس پر حال کا غلبہ ہو اسلئے جب وہ آیات وصیت سنتا ہے تو حالِ موت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اسوقت محبوب چیزیں (مال و اولاد) کی جدائی کا غم غالب آجاتا ہے یا اقرباء سے بچھڑنے کا غم اسکو گھیر لیتا ہے یا پھر حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا شوق غالب آجاتا ہے اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہنچا دیتا ہے یا آیاتِ قرآنی سن کر دہشت زدہ ہو یا اس کے دل میں اس رحمتِ الٰہی کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تمام بندوں کے شاملِ حال ہے یا وہ ان آیات کو سنکر مرد کی اس فضیلت سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اس کو عورتوں پر حاصل ہے اور آخرت میں عورتوں پر ان مردوں کو فضیلت حاصل ہو گی جن کو خرید و فروخت اور تجارت یادِ الٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے اور وہ مرد جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ تو عورت ہے بلکہ مؤنث ہے' اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہے:۔
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ[3] اور مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

اس سے بھی مرد کی برتری ثابت ہوتی ہے ، دوسری بات یہ کہ اشعار اپنی تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور نفس پر ان کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ کبھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ، حروف کوتاہ کو دراز (مد) کرنا اور دراز کو کوتاہ کر دینا۔ اشعار میں تو ایسا تصرف روا ہے لیکن قرآن کی تلاوت میں یہ تصرف جائز نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسکو پڑھا جائے گا۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے اور سخت مکروہ ہے اس لئے کہ اپنی طبع

---

[1] پ ۱۸ سورۂ نور ۴ [2] پ ۴ سورہ نساء ۱۱ [3] ایضاً

www.maktabah.org

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور اس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے (کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کر دیا) جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس اور اس کی صفت، اور وہ حق ہے، صفاتِ بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کر سکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالیٰ کی صفتِ متکلمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفاتِ مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔ اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہو جائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہو جائے جبکہ لحن لطیف کو طبائع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبت حظ اور لطف کی ہے نسبتِ حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبتِ حظوظ موجود ہے۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی نے بطور اعتذار ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں میس سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں (سفر میں میس سال گزارے ہیں) اور بہت سے اکابر روزگار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور ان کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخ متقدمین میں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابو بکر شبلی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی حضرت بایزید بسطامی، شیخ ابو سعید ابو الخیر، شیخ عبد اللہ خفیف، شیخ حاجی شریف زندنی (قدس اللہ اسرارہم) اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فرید الدین، قاضی حمید الدین، خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات وجد و رقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اور اس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امر حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکار سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ "جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محاربہ کیا۔"

کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ "سماع" کا منکر ان تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ اخبار و آثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق و شوق سے خالی ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار و اخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں والی اور حبشیوں کے رقص والی "احادیث" کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہو جائیگا کہ:

حضور اکرم صلی اللہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولانا

www.maktabah.org

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اَنت علی بمنزل ھارون من موسیٰ (جسطرح حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون تھے اسیطرح تو میرا بھائی ہے) انہوں نے خوش ہو کر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت اشبہت خَلقِی وَخُلُقِی (تو میری صورت و سیرت میں مشابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکار بسبب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عباداتِ بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفۂ غیبی ہے جو وارداتِ قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابدوں کی عباداتِ بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔ (اور احالتی پدید آید کہ بر عباداتِ بدنی عابدان راجح باشد (مخطوط ص۵۶))

اور کہا گیا ہے کہ جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کشش ہائے حق سے ایک کشش جن و انس کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے)

جو شخص جامد الطبع بے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے جسطرح عنین (نامرد) لذتِ مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن و جمال سے کیا محظوظ ہو سکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور	لحن داؤد را چہ داند کر
قیمت زعفران چہ داند بز	لذتِ ارغوان چہ داند خر
گا دیگر سزائی کاہ باشد	نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ:- حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحن داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محظوظ ہو سکتا ہے، بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔ گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔
گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دوگے تو تباہ کر دے گی۔
ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہئے کہ:
اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ[۱] وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
پس بعض اَنعام کو اس اِنعام خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر "سماع" میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور وقت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سو چلوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

---

[۱] پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۷۹

www.maktabah.org

ولذت مل سکتی ہے اور اس لذت سے بڑھ کر اور کون سی لذت ہوسکتی ہے کہ جو اس شراب وصول کا ذوق جان کر حاصل ہوتی ہے اور جب وہ شوق سے سیراب ہوجاتے ہیں تو ان کو ایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودہ حضرت جہانگیر اشرف

مماتی نیست گر دیدار باشد — حیات جاودان از یار باشد
زہی مقتول تیغ غمزۂ دوست — شہیدان را سپہ سالار باشد
کسی کو سر بہ زیر تیغ خونخوار — ندارد زیر پائے خوار باشد
سماع پردۂ اسرار جان را — رہ اندر پردۂ اسرار باشد
شنیدہ پردۂ اسرار گردن — چو صوفی روز و شب دوار باشد
ز شوق نغمۂ توحید اشرف — چو ساز از دل بزیر و زار باشد

ترجمہ:۔ ۱۔ اگر دیدار یار ہوجائے تو موت معنے نہیں رکھتی۔ حیاتِ جاودان یار کی جانب سے ہے۔
۲۔ اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جانیوالے شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔
۳۔ کوئی بھی عقلمند انسان اگر اپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اور رسوائی اٹھائے گا۔
۴۔ روح کے پردۂ راز کو سننا اس پردۂ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔
۵۔ وہ صوفی جو رات دن حرکت میں ہو اس عالم کے پردۂ راز سے واقف ہوچکا ہوتا ہے چونکہ اس نے اس پردۂ راز کو سنا ہوتا ہے۔
۶۔ اے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جو آواز دل سے نکلتی ہے وہی "رونا" ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اور صوفیائے کرام خصوصاً صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ نے "سماع" میں یہ شعر سن کر جان دے دی اور دولتِ وصال سے بہرہ ور ہوئے ؎

شعر

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

ترجمہ:۔ اطاعت اور فرمانبرداری کے خنجر سے ہلاک ہونے والوں کو ہر زمانے میں غیب سے دوسری زندگی ملتی ہے۔

متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالتِ سماع میں ہوا ہے "طبقات الصوفیہ" میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری (شیخ ابوالحسن نوری)، شیخ دراج قدس اللہ اسرارہم کا وصال حال سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت

www.maktabah.org

میں زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اُسی وقت انتقال ہوگیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدانِ باصفا تھے جن کا حالتِ سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماعِ قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار۔ چنانچہ حضرت زرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہؒ محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرمارہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت قرآن میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ [1] — پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہوگا۔

تو حضرت زرارہؒ نے ایک چیخ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہوگئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ:۔

"سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جوانمرد کیلئے ممد ومعاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں محوِ دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے۔"

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے ؎

اشعار

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت	نہیں جھوٹ اس میں خدا کی قسم، کوئی صبح ہو کہ وہ شام ہو
الا وانت منٰی قلبی ووسواسی	میرے دل میں صرف رہا ہے تو، ہر دل کی بس تمہے آرزو
ولا جلست الی قوم احد ثھم	مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
الا وانت جلیسی بین جلاسی	مرا ہم نشین ہوا ہے تو، کروں اور کس سے میں گفتگو
ولا تنفست محزونًا ولا فرحًا	نہ رہین غم میں کبھی رہا، میں مسرتوں سے رہا وَرَاء
الا وذکرك مقرونًا بانفاسی	تو قریب مجھ سے ہے اسطرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
ولا ھممت بشرب الماء من عطش	رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ کبھی بجھی
الا رأیت خیالًا منك فی الکاسی	جو بجھی تو اسطرح وہ بجھی، تنظر آیا جامِ آب میں تو

(ترجمہ منظوم از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جان، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

شیخ ابوبکر حمویؒ فرماتے ہیں:۔ ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۹-۸

www.maktabah.org

مصرعہ

لامنی فیك معشر فاقلوا واكثروا

ترجمہ:۔ تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے اور چند نعرے لگائے اور کہا "تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تو نے یہ بات کہی" یہ بات کہتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اُنکی روح پرواز کر گئی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ؛۔ ابو عبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب نجار ایک قزوینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفلِ سماع میں شریک تھے۔ قوال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی کمر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہو گئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی کی حالت ہی میں انکا انتقال ہو گیا۔ شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابو القاسم شائح کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلسِ سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے ؂

اشعار

كل بيت انت ساكنه غير محتاج الى السرُجِ

وجهك الميمون حجتنا يوم ياتى الناس بالحُجَجِ

لا اماج الله لى فرجًا يوم يد عونك بالفرجِ

ترجمہ:۔ ۱۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہو اسے چراغ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کشادگی پیدا نہ کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کر دیجئے۔

یہ اشعار سنکر شیخ ابو القاسم شائح نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ ؛۔ نیشا پور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آگیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔ اتنے میں ایک قوال (گانے والا) آگیا۔ درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے ؂

اشعار

القيت بينى وبين الحب معرفة لا ينقضى ابدا او ينقض الابد

لاخرجن من الدنيا وحبكم بين الجوانح لم يشعر به احد

ترجمہ:۔ میں نے محبت اور اپنے درمیان شناسائی کو ڈالدیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور یہ مدتِ دنیا ختم

www.maktabah.org
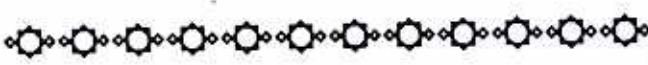
ہو جائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سننے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسیطرح تڑپتے رہے پھر انکو سکون ہوگیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔ شہر ایلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی کا گزر ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کنیز اس وقت گا رہی تھی۔ صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

شعر

کل یوم تتلون غیر ھذا بك احسن
کل یوم تتحول غیر ھذا بك اجمل

ترجمہ:۔ تو ہر روز رنگا رنگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز حال و بحال گھومتا ہے بغیر ازیں زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔ فوراً اس کنیز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کنیز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔ کنیز نے اس شعر کی تکرار شروع کر دی اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعر کیوں دہرا رہی ہے کنیز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آگئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دُہرا رہی ہوں۔ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اسکی حالت میں کچھ عجیب تغیر رونما ہوا۔ اُس نے کنیز کو آزاد کر دیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال و متاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کر دیا ہے میں اس محل کو بھی راہ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اُس نے اسی وقت اُن درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اُس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کر لی۔ اس کے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابو بکر السی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے اِدھر اُدھر مغنی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

www.maktabah.org

ین سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کو تو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نوجوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث:۔ القوم اخوانا وصدق بینھم نسب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بکنے لگا اس نے شیخ کے سجادہ پر قے کر دی (شیخ نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجادہ میں لپیٹ دیا پراگندہ و بغیر دھوئے) اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجادہ میں لپٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کے لئے بتلایئے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آ پڑا۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابو بکر سوسی کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ سوسی کا انتقال ہو گیا تو اسی نوجوان مطرب کو اُنکی جگہ سجادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی۔ کہتے ہیں کہ اس نوجوان کا نام طرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ دور دراز کے مشائخ، شیخ طرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

القوم اخوان صدق بینھم نسب — من المودۃ لم یعدل بہ سبب

تراضعوا ذرۃ الصہباء بینھم — وواجب الرضیع المناس مایجب

لا یحفظونی علی السکران زلتھم — ولا یریبك من اخلاقھم ریب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سکر کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اس کے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

www.maktabah.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن وجامد ذوق کی حالت میں متحرک ہوجاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ متحرک اس کو سنکر سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شروانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ اسرارہم) کے ہمعصروں میں سے تھے اور اُن سے شرفِ ملاقات بھی حاصل کیا تھا، اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے (اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا) لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجد ختم ہوجاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہوجاتے تھے اور عجیب جوش وخروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سُنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عمل سے وجد وحال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ [1] — بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہو کر رہے گا اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا، آپ بے ہوش ہوگئے، وہاں سے اٹھا کر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ [2] — جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو قاری نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جاری گئی۔

اسیطرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:

---

[1] پ ۲۷ سورہ طور ۸-۷ [2] پ ۳۰ سورہ مطففین ۶

www.maktabah.org

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ أَوْحَیْنَا إِلَیْكَ ؎۱ — اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشادِ ربانی سنتے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کر گئی ہوگی ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں) سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت جنید قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ انکے سامنے ایک شخص مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ بیہوش ہوگیا ہے۔ میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔ (اسکو ہوش آجائیگا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب کی بینائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کرآنا بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول اس شعر کے مصداق ہے ؎

شعر

وکاس شربته علی لذۃٍ	وأخری تداویت منھا بھا
میں نے لذت کے ساتھ پیالہ پیا	اور اب خمار کا علاج بھی اسی سے کر رہا ہوں

اصحاب تصرف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ ؎۲ — اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا لیکن وہ نہیں لوٹتی۔ یہ کہکر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

شیخ محمد بن صبیح (مخطوطہ صد ۲۶۱) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کر رہا تھا ایک شخص دریا کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ؎۳ — اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہو جاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سُنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہوگیا اور اسی بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا'' (احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اسرارِ سماع سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت

؎۱ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۸۶ ؎۲ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷ و ۲۸ ؎۳ پ ۲۳ سورہ یٰسٓ ۵۹

www.maktabah.org

جنید بغدادی اور حضرت روز بہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کر لیا تھا۔ (سماع کو ترک کر دیا تھا) اور توبہ کر لی تھی میں کہتا ہوں کہ یہ قولِ رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا تو یہ توبہ اسلئے تھی کہ برادرانِ مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلئے تھی کہ بہت سے منکرینِ سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرینِ سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف و دہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانیٔ خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضوری اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرینِ مذموم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان و مکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاءاللہ حسبِ محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سید الطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہونا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویشِ خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدۂ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالتِ استغراق اگرچہ مشاہدۂ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبۂ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشمِ بصیرت یعنی دیدۂ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویتِ بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اس کا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابوبکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گا رہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اٹھ کر مجلسِ سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سید الطائفہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اٹھیئے۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ[1] — اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں۔

حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط[2] — اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہو جاتا ہے۔ وَاِذَا مَاتَ مَنْ يَّسْمَعُ؟ (اور جو سنتا ہے وہ مرجاتا ہے)، پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالیٰ کی طرف سے بطورِ دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کےلئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں ؎

---

[1] پ ۷، سورہ انعام ۳۶ [2] پ ۲۰، سورہ نمل ۸۸

www.maktabah.org

شعر

سرائندہ خود می نگردد خموش
ولیکن نہ ہر وقت باز است گوش

ترجمہ:- گانے والا کبھی خود خاموش نہیں ہوتا لیکن ہر وقت لوگوں کے کان کھلے نہیں ہوتے۔

انبیاء علیہم السلام اس مشاہدۂ دوام میں لذتِ سماع حاصل کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اسباب ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔

حضرت شیخ روزبہان بقلی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ:

"وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے، وہ بڑے ہی صاحب ذوق و صاحب استغراق تھے، ان پر ہمیشہ وجد و حال طاری رہتا تھا اور ان کو تسکین نہیں ہوتی تھی اور ان کا رونا موقوف نہیں ہوتا تھا اور کسی وقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہ و زاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہر شب گریہ و زاری میں مصروف رہتے اور فریاد کرتے تھے اسی غلبہ اور وجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموز معرفت بیان کئے ہیں کہ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ فرماتے ہیں ؎ قطعہ

آنچہ ندیداست دو چشم زمان — آنچہ نشنید دو گوشِ زمین
در گِلِ ما رنگ و نمود است آن — خیز و بیا در گِلِ ما آن بہ بین

ترجمہ:- وہ جلوہ افروز رنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہے اور نہ جس کے بارے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے، ہمارے وجود کی مٹی میں اس کی نمود موجود ہے اگر اس کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ اور ہمارے وجود کو دیکھو کہ اس میں اسی کی نمود اور رنگ ہے۔

شیخ روزبہان بقلی کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن آخر عمر میں اس کو ترک کر دیا تھا اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:-

"انی لا ستمع الآن من ربی عزوجل فاستعرض مما سمعت من غیرہ"

ترجمہ:- اب میں پروردگار جل وعلا سے سنتا ہوں پس میں اس کے غیر کے سننے سے اب اعراض کرتا ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں ان پر فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے سماع کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ان کے اس معاملہ کے سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ایک شخص پچاس سال تک سماع میں مشغول رہا اور عمر کے آخری حصہ میں صرف چند روز کے لئے اس سے باز رہا۔ اور اس طرح کہ اس سے انکار نہیں کیا۔ پس اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس منزل پر ارتفاع مراتبِ وصول درکار تھے، یہ کیوں سمجھا جائے کہ وہ منکرِ سماع تھے۔

www.maktabah.org

قطعہ

چو نورِ خور نہ بیند چشم خفاش — گناہ از جانبِ خورشید نبود
اگر یک کس نہ ذوقی یافت از مئ — شک اندر حکمتِ جمشید نبود

ترجمہ :- چمگادڑ نورِ خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔ اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مے نوشی سے محظوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت و دانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغ رسالت اور نفاذ احکامِ شریعت دعوت اسلام اور عوام کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسیطرح اولیاء کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

شعر

شربنا الحب کاسا بعد کاس
فما نفد الشراب وما رويت

ترجمہ :- میں نے محبت کے جام پے بہ پے پئے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بطون کے لئے جو معلقہ ہیں (ولیس ھذا الشراب الا علی اسرار معلقة) اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کردیگئی ہیں اور وہ فیض اقدس ہے جسکا آغاز غیب سے باطن کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطنِ دل کیطرف اور باطنِ دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے اثر بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہوجاتی ہے۔ پس جسم، قلب اور غیب ایک ہوجاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہوجانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہوجانے والا ہوشیار ہے۔ البتہ ارباب فقہ اور اصحاب رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔ پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسطرح نامرد کو لذتِ جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاقِ ارباب فکر کچھ بعید نہیں ہے ؎

رباعی

ذوقی کہ در سماع بود اہل حال را — از وی نصیب نیست جز اہل کمال را
از لذتِ سرود کہ بیگانہ منکر است — نبود عجب کہ حیز چہ داند وصال را

ترجمہ :- اہلِ حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہل کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حصے

www.maktabah.org
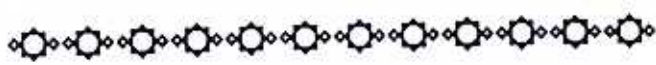
میں نہیں آیا ہے۔ سُرود کی لذت سے بیگانہ انکار کررہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامرد وصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس منکر سماع حیز کی طرح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گانے والی کنیز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحب حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچکر اس مغنیہ کو بڑے ذوق وشوق سے خریدلیا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اسکے سرود ونغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اسکو اس ذوق وشوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب "تحفہ" میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق واضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا۔ جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیئے۔ وہاں جاکر بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر دردمندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہو جائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کرکے بیمارستان چلا گیا۔ یکایک میری نظر وہاں ایک کنیز پر پڑی جو بہت خوبرو تھی اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی، ایک عجیب ولطیف خوشبو کا احساس اسکو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کنیز ہے، پاگل ہوگئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنادی ہیں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ کنیز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

معشر الناس ما جننت ولکن
انا سکرانۃ و قلبی صاحی
اغللتم یدی ولمات ذنبًا
غیر جہدی فی حبہ وافتضاحی
انا مفتونۃ بحب حبیبی
لست ابغی عن بابہ من براحی
فصلاحی الذی زعمتم فسادی
وفسادی الذی زعمتم صلاحی
ما علی من احب مولی الموالی
وارتضاہ لنفسہ من جناحی

اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھے زنجیریں پہنادیں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔ میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق و مفتون ہوں اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیا ہے وہ میرے لئے فساد ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے فساد سمجھتے ہو وہ صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت کو پسند کرلیا ہو۔

www.maktabah.org
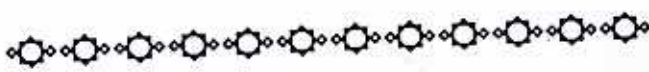
اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی :۔ اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔ اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کرو گے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدہوش ہو گیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا لبیک اے سری" میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانا ہے اس وقت سے میں جاہل نہیں رہی ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے محبوس کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کر دو (رہا کر دو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (رہا کر دیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہاں جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنا دیا ہے۔ اگر میرا مالک راضی ہو جائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ پھر صبر کر لوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کنیز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔ اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آ گیا اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کنیز "تحفہ" کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقطی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے سلام کیا اور میری بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کنیز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض بیس ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کما لوں گا۔ میں نے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔ خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصہ سے ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک سال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت (دیوانگی) کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی: ؎

www.maktabah.org

ابیات

وحقك لا انقضت الدهر عهدا
ولا كدرت بعد الضعف ودا
كلات جوانحي والقلب وجدا
فكيف الذ اسلو واهدا
فيامن ليس لي مولى سواه
اراك تركتني في الناس عبدا

تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا ہے، اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔ میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجد نے حال سے پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سنکر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادلِ خستہ و زبان شکستہ یہ اشعار پڑھے ۔ ابیات

خاطبني الحق من جناني
فكان وعظي على لساني
قربني منه بعد بعد
وخصني الله واصطفاني
اجبت لما دعيت طوعا
مبينا للذي دعاني
وخفت مما جنيت قدما
فوق الحب بالاماني

خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کر لیا ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہ میں پاؤں سے چلکر پہنچی حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دوں گا۔ خواجہ نے مجھ سے کہا اے درویش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں (قیمت کہاں سے دینگے) میں نے کہا "تم عجلت مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا" میں وہاں سے روتا ہوا واپس آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں مبتلا رہا اور خداوند تعالےٰ کے حضور میں تضرع وزاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارِالٰہ تو میرے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل و کرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ "آپ کا ایک دوست" میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

www.maktabah.org

ہے۔ اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ جب وہ اندر آ گئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد بن مثنٰی کہتے ہیں۔ ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کر دو اور اُن کا دل خوش کرو تاکہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔ تحفہ پر ہماری نظرِ عنایت ہے، یہ سنکر میں سجدہ شکر بجا لایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھکر کہا خوش آمدید، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نے مجھ سے کہا:۔ "بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے، وہ ہم سے قریب ہوئی، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی۔"

جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی "الٰہی! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کر دیا" ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے، صرف اللہ سبحانہٗ کے لئے (اس کی قیمت درکار نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اے استاد! رات اس سلسلہ میں مجھے جھڑکا گیا ہے (تنبیہہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں، اللھم کن لی لعبت کفیلا و یرزق جمیلا (یا الٰہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنٰی کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنٰی سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً للہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھی اسکو اتار دیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے لپیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اے تحفہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی، تم آزاد ہو گئیں، اب کیوں رو رہی ہو؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ **شعر**

ھربت منه الیه ویکتسب منه الیه

وحقه وھو سوالی لا زالت بین یدیه

حتی انال داجرلث بمایرجون لدیه

ترجمہ: میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہٰذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پا لوں اور اجر تو تم ہی دو گے جسکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں۔

www.maktabah.org

یہ شعر پڑھکر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ہم بھی باہر نکلے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔ کچھ مدت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ میں اور خواجہ تحفہ مکہ معظمہ پہنچے، ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔ کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اشعار

محب اللہ فی الدنیا سقیم	اللہ کا محب دنیا میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔
تطاول سقمہ فدواہ داہ	اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
فھام لحبہ بما الیہ	وہ اس کی محبت میں حیران ہوکر اُسی کیطرف بڑھتا ہے
فلیس یرید محبوبًا سواہ	تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
سقاہ من محبتہ بکاس	اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
فارواہ المھیمن اذ سقاہ	ان روحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
کذالک من ادعی شوقًا الیہ	اسیطرح جس نے بھی اسکے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
یھیم بحبہ حتی یراہ	میں رہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا "اے سری آپ ہیں؟" میں نے کہا ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے"۔ یہ سنکر مجھے جواب دیا کہ لا الہ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچاننا عجیب سی بات ہے۔ میں تحفہ ہوں۔ تحفہ اسقدر نحیف و نزار ہوگئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کرلیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کردی (میں اس کے قرب سے مانوس ہوگئی اور غیر دل سے مجھے وحشت سی ہوگئی)

میں نے کہا اے تحفہ! ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا، یہ سنکر اُس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دُعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گرگئی اور روح پرواز کرگئی۔ اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اُس پر گر پڑا۔ میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مرچکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان دونوں کو دفن کردیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض صوفیا سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جسطرح مرض کیلئے دوا اور نغمات سے خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذبات انوار میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اُس ذات

www.maktabah.org

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے۔ ایک بے چارہ عاشق جو دست و پا بریدہ ہے اور جس نے جامِ محبت سے ایک گھونٹ پیا ہے اور خلعتِ وصول حاصل کی ہے اور دولتِ وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کو نغماتِ طیبات کی بدولت قربِ دوست میسّر آتا ہے اور ان پاکیزہ نغموں کے سننے سے ارواح کو دولتِ حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسو دراز کا ہے جو ایک شہبازِ بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصولِ حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نغمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نغماتِ سماع سے حصولِ حق میسّر آسکتا ہے)

قول حضرت علیؓ

ما رأیت شیئاً الا و رأیت اللہ فیہ۔

ترجمہ:- میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک حبل متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ شعر

لو سمع داؤد مقالتہ لما ترنم بالالحان داؤد
غنّت سعاد بصوتھا فتحا سرت الحان داؤد بالجبل

ترجمہ:- اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترنم کو بھول جاتے۔ سعاد نے اپنی آواز میں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یا لحن داؤدی پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دروازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے سنتا ہے اور حق کے لئے سنتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) وہی ہوتا ہے اور وہی مسموع ہوتا ہے قوال تو صرف ایک آلۂ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوئے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف و علماءِ خلف نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ "منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہرورد کبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے" یہ عجیب بات وہ کہتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے "اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا" بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے پس اس مبالغہ (انکار) کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث و روایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجدالدین خوارزمی نے امام المحققین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا۔

اشعار

یا من سفیر اللہ صرف ودادہ وانا لہ من قربہ ما حوالہ
ماذا النکیر علی السماع لعاشق جعل السماع الی الحبیب رسولہ

www.maktabah.org

فلقد علمت بان هذا موقف　　　　شکوے المحب الی الحبیب علیله

ترجمہ :- اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کرا ور میں اس کے قرب کی وجہ سے اس کے اردگرد ہوں۔ اُس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کیطرف قاصد بنایا ہے بس بہ تحقیق مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا ؎

اشعار

انی لا علم ما یقول وانمی　　　　لك قرب من تختاره ووصوله

واری السماع محل لك دائماً　　　　لكن لغيرك لا اری تحليله

یا حبذا قرب الحبيب ووصله　　　　لمتيم اضحی لقربه فقبله

ترجمہ :- مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلئے اس کے قرب کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطورِ دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا آرزومند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تاکہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو جائے، اور صورت حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیسا کہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ: ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالتِ قبض پیدا ہوئی اور بعض حجاب لاحق ہوئے اس حال میں شیخ ناظم ان کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے :-

اشعار

اهلا بما لم اكن اهلا لموقفه　　　　قول المبشر بعد الیاس بالفرج

لك البشارة فاخلع ما عليك فقد　　　　ذكرت ثم على ما فيك من عوج

ترجمہ :- اس چیز کے لئے مرحبا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا۔ "تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کردے جو تجھ پر طاری ہے تحقیق کہ تیرا ذکر وہاں کیا گیا۔ باوجود تیری اس کجی کے۔"

یہ سنتے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہوگئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں دوسرے شیوخ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ اور سردارانِ اولیا میں شمار ہوتے تھے ان سب نے بھی اس وجد میں شرکت کی) حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلعتیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

www.maktabah.org

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو اُن کے نورِ فراست کی بنار پر علم ہوگیا۔ آپ نے ایک خادم کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضو فرمارہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ اُن کو طشت میں لیکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحب نظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے جاکر عرض کیا حضرت بہاؤالدین زکریا دو ڈولیاں لے کر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو محفّوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جو آپ کو حضرت شیخ الشیوخ نے عطا فرمایا تھا وہاں پہنچکر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اور اس پالکی میں جو شیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو سوار کرایا اور خود دوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی دعوت میں بڑا اہتمام کیا اور کسی طرح کی کمی اٹھا نہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤالدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرمارہے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام اصحاب کو خانقاہ میں بلوایا گیا اور حضرت بہاؤالدین زکریا ایک عصا لے کر دربانی کرنے لگے۔ اندر قوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پر حضرت پر وجد طاری ہوگیا۔

شعر

سازِ طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کز نغمۂ او نہ فلک اندر تگ وتاز است

ترجمہ:۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام ہمراہیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ در و دیوار بھی اس حالت سے متاثر ہوئے۔

بیت

از صدائی نغمہائی مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنرا مدان

ترجمہ:۔ مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر پہاڑ ہل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔

ان حضرات کی ہا وہو کے نعرے آسمان تک پہنچنے لگے۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہو رہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلقین شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں

www.maktabah.org

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہروردی) کے خلاف سماع کی محفل جمی ہوئی ہے۔ آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اُس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی دربانی بہاؤالدین جیسا مرد کر رہا ہے۔ متعلقین اصرار کرنے لگے کہ ان کو روکا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا اللہ اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روک دو۔ یہ لوگ سماع میں پہونچے۔ مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی، بے خود ہو گئے اور خود سماع کرنے لگے۔ اس وقت اُن کو جو نعمت اُس حال میں میسّر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اور سماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادہ سہروردی کے ساتھ بے ادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت مآب کے ساتھ ہو گئے۔ جب حضرت خواجہ کی سواری قصبہ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو اُن لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمرکاب تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤالدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبۂ ہانسی ولایت مشائخ سہروردا ور چشت کی سرحد ہے اسی بنا پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔ یہ سب لوگ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ نعمت سے مشرف ہو کر آپ سے رخصت ہو گئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے۔ "قوموا وارقصوا للّٰہ (کھڑے ہو جاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہو کر لاحول ولاقوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لاحول لاقوۃ پڑھا۔ جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔

جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔ شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا "قوموا وارقصوا للّٰہ" شیخ عبداللہ کو اس وقت وہ نعمت میسّر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ ریاضات میں نفس کی صفات شکستہ ہو جاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہو جاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوش دل سے سنے۔

منقول ہے کہ حضرت شروانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گذر گیا کہ جب خس وخاشاک میرا البستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو تکیہ بناتا تھا اُس زمانے میں میں سماع سنتا تھا۔ اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں محفل سماع میں شریک نہیں ہو سکتا۔

www.maktabah.org

نغمۂ سوم

آداب و کیفیتِ سماع و کیفیت و رخصتِ مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہٗ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان۔ مکان۔ برادران۔ یعنی سماع کے لیے مناسب وقت، موزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔ اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادرانِ نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [1] مسلمان یا مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہو سکتی ہے اور برادران ارادت و محبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جان سے انکی مدد کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ طریق صفا کو حاصل کر سکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت و صدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہو جاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد و ارباب معرفت و ذوق و کمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوانِ حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہو جائیں زمان و مکان کی شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور سماع واجب ہو جاتا ہے۔ اور اہل معرفت و کلام و صفا کے لئے سماع اسطرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تاکہ منازل دین کا علم سیکھے۔ اہل صفا و کمال کیلئے مشابہت اور ان کی حرکات و سکنات مریدوں کیلئے مستحب اور محبین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [2] یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس اگر سچے نہ ہو تو کم از کم ان کے ہمراہ تو ہو جاؤ گے۔ اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں، یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خود کو زاہد ظاہر کرتے ہیں (خود ساختہ زاہد ہیں)، اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا شخص جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش و پریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔ اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمد و رفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں

---

[1] پ ۲۶ سورہ الحجرات ۱۰ [2] پ ۱۱ سورہ توبہ ۱۱۹

www.maktabah.org

کو کریہہ بناتے والی ہو ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ (فقد یکون شناعۃً مطرقاً و موضعاً یکون کریہ الصوت فیجتنب عن ذالك المواضع) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔ خصوصاً گلزار کے اطراف میں جہاں بہتا ہوا پانی ہو عطریات استعمال کیے ہوں اور عود جلایا گیا ہو (ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وار باب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ ایسے مقامات قابل ترجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کر وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ ور فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا۔ اکابر و اصاغر مشائخ وہاں جمع تھے۔ لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پورا ذوق حاصل ہو رہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم جھوتمیاں (چھوٹے میاں) جا کر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ارباب خاص کو لے کر وہاں چلے گئے۔ قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجد نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بدھمیاں (بڈھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیف میسر نہیں ہوا۔ آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہٰذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت کا اثر در و دیوار تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔ اب رہا زمان کا سوال تو نماز کا وقت اور جب کھانا سامنے لایا جائے یا مصروف ہوں، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔ رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط مہیا نہ ہوں (نہ پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجد) ارباب تصرف میں سے جو وجد و رقص اور لباس کو چاک کر کے ریا سے کام لیتے ہیں ایسا سماع ارباب تواجد کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے (یعنی جو لوگ بہ تکلف وجد و رقص اور جامہ دری کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ زمان، مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تاکہ زیادہ اثر پیدا ہو۔ مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

www.maktabah.org

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ تینوں سلامت ہوتے ہیں تو سننے والے آفات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیئے تاکہ سامع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روزبہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خوبرو اور سازندہ خوش خو ہونا چاہیئے اور اشعار صحیح ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفان روزگار تین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے اور ملیح آوازیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خوبرو قوال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔ (دل بدرجۂ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔ تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ نے جو روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔ مخطوطہ لطائف اشرفی ص۱؎) اور حضرت شیخ فخرالدین عراقی کے مخلصین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے۔ شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے امیر تم مجھے روپے پیسے پر فریفتہ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو۔ حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گلو تھا۔ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرویدہ تھے اور اس کے سامنے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔ لوگوں کی ہائے ہو سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسکے پاس گئے اسکو سلام کیا اور بغلگیر ہوئے اور شربت طلب کیا۔ شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔ شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

بیت

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است
کز نغمۂ او نہ فلک اندر تگ و تاز است

ترجمہ۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی زد سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے در و دیوار بھی متاثر ہوگئے، اصحاب اور اہل مجلس کا کیا حال ہوگا۔

۱؎ یہ وہی معین الدین پروانہ ہیں جن کا نام فیہ ما فیہ، میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے۔ خط کشیدہ عبارت امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود،، میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر رہ گیا۔ یعنی امیر معین الدین پروانہ کہ وزیر بادشاہ روم بود۔ مترجم۔

www.maktabah.org

شعر

از صدائے نغمہ ہائے مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنرا مدان

ترجمہ:۔ اگر مطربوں کے نغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس پر تم کو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔
بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں ان کے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ امردوں (نوجوانوں) کے پیرہن چاک کر کے ان کے سینہ سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین وجمیل فرزند تھا اس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ اوحدالدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اسوقت شیخ نے اپنی کرامت سے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کر لئے تھے۔ انہوں نے کہا ؎

قطعہ

سہل است مرا بر سر خنجر بودن   در پائے مراد دوست بے سر بودن
شمشیر گرفتہ کافرے را بکشی   غازی چو توئی رواست کافر بودن

ترجمہ:۔ مجھے بر سر خنجر ہونا سہل لگتا ہے، کیونکہ دوست کے پاؤں پر بے سر ہونا اچھا ہے۔
اب تلوار پکڑ کر کافر کو مار ڈال، چونکہ تو غازی ہے اس لئے کافر ہونا روا ہے۔
یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزند اٹھا اور شیخ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسی وقت ان کا مرید ہو گیا۔
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی خدمت میں لشکر آباد کا ایک حبشی جسکو "بسکردی" کہتے تھے رہتا تھا۔ حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہر نہیں آتا تھا۔ حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھے ایک دن محفل سماع گرم تھی اس پر کیفیت طاری ہو گئی۔ مستی اور کیف میں اس نے زمین پر جست لی اور ایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔ طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجدالدین کی گردن پر کود گیا اور ان کے کندھوں پر بیٹھکر پاؤں نیچے لٹکائے اور شیخ مجدالدین اسیطرح رقص کرتے رہے، یہ زنگی لمبے قد کا قوی ہیکل مرد تھا اور جبکہ شیخ مجدالدین بہت ہی نازک بدن، خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پر کوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تو اس نے شیخ مجدالدین کا گال کاٹ لیا اور اس کا نشان ان کے رخسار پر رہ گیا۔ کئی بار شیخ مجدالدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مفاخرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے دانتوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان روئیم بجنت باغ باشد
کہ بر روئیم چو لالہ داغ باشد

www.maktabah.org

ترجمہ :- یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے۔ اور سماع کا صرف اس شخص کو ارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہو اور اہل نفس و خواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلۂ عقل کے محفل سماع میں جب ذاکر کے ذکر کی طرف رجوع ہو تو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر و باطن میں اضطراب ہو تو خوب ہے) کھانسنے اور جمائی لینے سے بچے۔ بس فکر میں ڈوبا رہے۔ سر کو جھکا کر بیٹھے۔ اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور جب وہ اختیاری کیفیت میں آ جائے تو وجد کو فوراً ختم کر دے اور قرار و سکون کو اختیار کرے اور جب اختیار میں آ جائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا و رقت نہیں رکھتا ہے۔ جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مُضر ہے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہو تو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کر دے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعفِ جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمالِ قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طور پر وجد طاری رہتا ہے وہ مرابط الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا)۔ اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ :

"پہلے ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں طاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔ پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ و زاری ہم نہیں کرتے ہیں)

جو شخص وجد میں پچھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آ جائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر ریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ تب بھی دوسروں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی آداب صحبت میں سے ہے۔

www.maktabah.org
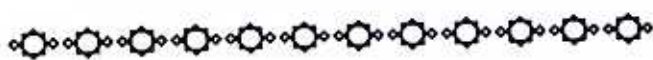
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور جو شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی ممد و معاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روحانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے مجمع میں تشریف فرما ہوتی ہے اور اس روح مقدس و اطہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح فصوص الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدر الدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعد الدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔ مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو انہوں نے اثنائے سماع میں اس چبوترے کی طرف دیکھا جو اس مکان میں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدر الدین جب شیخ صدر الدین ان کے سامنے آ گئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کو مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔ دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے ان کو بتایا۔

بیت

سماع کیں چنین باشد معرّج
حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ:۔ سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہٰذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اُسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضران صادق و طالبانِ واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں قوالوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت
تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

ترجمہ:۔ میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تاکہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں چونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

www.maktabah.org

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہوگئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہو سکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے ؛ بتایا گیا کہ "عمارہ کا ہے" یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ اُن کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے ، وہاں بھی سماع ہوا اور اُن پر پھر کیفیت طاری ہوئی ، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد و سامعین و قوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ مجلس سماع میں واردات الٰہی اور الہامات نامتناہی کا منتظر رہنا چاہئے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہو جائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں۔ لیکن جب قابو سے باہر ہو جائے تو پھر سماع شروع کر دینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ

"حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو"

صوفیائے کرام کے نزدیک دف سے اشارہ "رنگا رنگی" کی طرف ہے اور اس پر جو کھال چڑھی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الٰہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تا کہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (و باطن البطون علی الوجود المقید بالکائنات لاخراج الاشیاء الذاتیۃ لطائف اشرفی ملفوظ ۵۶) جلاجل (جھانجھ یا مجیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت و مراتب امامت و مراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بہ حیثیت مجموعی ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہل کمال اور اولیاء کے دلوں میں علم مطلق اور حیات الٰہیہ کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور انکی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربانی زندگی کی طرف جو دارد ہے باطن کے دروں سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف۔ رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہو کر قفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "وطن کی

www.maktabah.org

محبت جزو ایمان ہے" اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔یا روح کا جولان ہونا مخلوقات و موجودات کے دائرہ کے گرد تاکہ اسرار تجلیات کو قبول کر سکے اور تنزیلات سے مستفید ہو سکے۔ اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکتِ حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف۔پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔اور مراتب صفات کی طرف پہونچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسوائے حق سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو لباس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورتِ حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہو اگر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کرنیوالے کی نیت قوال کو دے دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے "اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بناکر" اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گا رہا ہو پس حال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیب اس کے حال سے آگاہ ہو جائے تو روا ہے اس کے لئے کہ اسکی مدد کرے تاکہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ و خرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے (قوال کے فسق و پارسائی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے) حضرت سید محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ارباب سماع، اسماع میں آسمان کے ہفت طبق سے بھی گذر جاتے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہوگی۔تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تونگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شعر پڑھے ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

قد لسعت حیة الھوی کبدی فلا طبیب لھا و لا راق
الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہ رقیتی و تریاقی

www.maktabah.org

ترجمہ:۔ مارِ عشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسوں کرنیوالا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسوں اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (ما احسن لعبکم یا رسول اللہ) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرما دی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی قوال آتے تو اُن پر نظر پڑتے ہی (یعنی قوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہٰذا میں جونہی انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آجاتی ہے اور میرے آنسو امڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محضر تیار کیا گیا۔ مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محضر تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، مزامیر وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کو حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند لمک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں والے سازوں کے سلسلہ میں جو کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسان، سعید بن المسیب عطا ابن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عتیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سننا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔ ابو بکر بن عربی مالکی اپنی تصنیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے "عارضیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

www.maktabah.org

جہاں اباحت غنا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول میں داخل ہوگا کہ "شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں" اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "دعھما فانہ لیوم عید" جانے دو انہیں چھوڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنبور مغنی کے ساتھ ہو تب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہوگا تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے ضعیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے نفوس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنبورہ کو کہتے ہیں لغت میں اس کے یہی معنی مشہور ہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافعیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاذ ابو منصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا (یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا) اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ اس کو طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے اور انہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علمائے مدینہ میں سے ابراہیم بن سعید اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ عود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ (ولا یحدث حدیثا حتی یضرب بہ) ایک بار وہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام اکابر واشراف وعلماء جمع ہوئے۔ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا عود منگائیے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجمر میں جلائی جانے والی عود ہے (عود المجمر) یا عود الغنا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اور انہوں نے اسکو بجایا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعید امام شافعیؒ کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاریؒ نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور، معتبر، نیک، ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے. جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجایا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عونہ اپنی کتاب "مختصر" میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اور اس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبد الحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔ امام عزیز الدین بن عبد السلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (جوینیؒ) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس گواہی کو سنکر اس قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

www.maktabah.org

(ولا ترد بسماعة شهادة)
امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جاسکتا اور اس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہو جائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیئے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جو کوئی مکر سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکر کے سبب سے تو وہ کبھی صدق کو نہیں پا سکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کر رہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکر سے کیا سروکار۔ مکر کو اس کے لیے چھوڑ دے تو دوستی کو دیکھ تاکہ بہرہ مند ہو سکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیئے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا بازو پکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہو تو ممکن ہو سکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اور اسکا ذوق بڑھ جاتا ہے۔ مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو تھوڑے سے چنے لا کر ہی اصحاب و احباب میں تقسیم کر دیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خسرو) اُٹھ تم قوال نو اور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسرو نے اپنی غزل گائی ؎

غزل

ماہ ہلال ابروئی من عقل مرا شیدا مکن	غمزہ زنان زآنسو میا آہنگ جان ما مکن
گہ زلف سوئی رخ بری گہ خال زیر لب نہی	جان داردآخر آدمی چندین بلا پیدا مکن
گفتم کہ از ہمچو توئی زنار بندم گفت رو	در کفر ہم صادق نۂ زنار را رسوا مکن

ترجمہ:۔ اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرو۔ ساز کے اس جانب (ساز کے پس پردہ) سے یار کے ایسے اشارے آرہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔
۲۔ کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہو اور کبھی تِل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

www.maktabah.org

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔
۳۔ میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چونکہ تم خود کفر میں سچے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہٰذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔
ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے نخود (چنے) لاکر تقسیم کئے۔
حضرت قدوۃ الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی تو تھوڑا سا شربت اور پتے تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلفہ میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز نہیں کہا ہے لیکن بغیر جھانجھ کے دف مشائخ نے سنا ہے۔ بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔ بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نلے، نئے بجائے جاتے تھے۔ بعض کہتے ہیں طبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور اونچی آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم سنیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو ؎

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا　　　این جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ بہ نزد من حرام ست سماع　　　گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔ دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔ تونے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔
اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطار خرقہ وغیرہ تو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں قصیدہ (موسومہ بہ بانت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقۂ مبارک ان کو عطا فرمادیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویدار ہیں خوب فربہ ہورہے ہیں۔ حالانکہ اس کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

www.maktabah.org

شعر

احب قلبی وما دری بدنی
ولو دری ما اقام فی الغمنی

ترجمہ:۔ وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لیتا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جارہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب ورقاء ھتوف بالضحیٰ ذات شجر صدحت فی فنن
ولقد اشکو فما افھمھا ولقد نشکو فما تفھمنی
غیر انی بالھویٰ اعرفھا وھی ایضاً بالھویٰ تعرفنی
ذکرت الفاً ودھراً صالحاً فبکت شجواً وھاجت شجنی

ترجمہ:۱۔ بسا اوقات کسی ایسے درخت سے جو فتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

۳۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ میں اسکو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴۔ ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنون (قیس عامری) کہے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی ہے

غزل

سماعی دردہ ای مطرب بیکبار کہ ایمان افگند در قلب کفار
از و لیفور مستان بیخود و زار وزو منصور رقصان بر سر دار
بشوید سینہ صوفی ز اغیار ز سر تا پا کند مشتاق دیدار
قلندر زد شود از خویش بیزار بر فگند حیدری مستان بر تار

www.maktabah.org
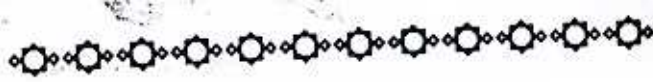
ہر آن عالم کہ دارد در دل افکار
بقوالان دہد دراع و دستار
مسلمانان ازو سوزند و کفار
بیک سو خرقہ دیگر سوئی زنار
سرود خواجگی میگوئی ہر بار
بزن آتش درین دکان و بازار
ازین حالت کہ گوید با تو اخبار
درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

ترجمہ: ۱۔ اے قوال ایک دفعہ سماع سنا دے تاکہ کافروں کے دل میں نورِ ایمان آجائے۔
۲۔ اُن مست و بے خود پرندوں کی طرح منصور بھی تختۂ دار پر رقصاں ہو جائے۔
۳۔ سماع صوفی کے سینہ سے خیالِ غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاقِ دیدار بنا تا ہے۔ (یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)
۴۔ مردِ قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور حیدری ایک مستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔
۵۔ ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبۂ فکر ہے محفلِ سماع میں قوالوں کو اپنی پگڑی اور خرقہ دے دیتا ہے۔
۶۔ کافر مسلمانوں سے جلتے ہیں (دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔
۷۔ ہر دفعہ تم ترانۂ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگا دو ان دکانوں اور بازاروں میں۔
۸۔ اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔

★ نذرانۂ عقیدت ★

مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکارِ کلاں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و مفتی اعظم پاکستان الحاج مولانا محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

:- منجانب :-
گنج بخش انٹرپرائزز، کراچی
حاجی غلام نبی اشرفی

www.maktabah.org